لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

اسوۃ الرسول صلعم

جلد دوم

سوانح حیات مقدسہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین رسول اکرم محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از

آغاز حالات ولادت باسعادت آنحضرت تا واقعات پنجم سال ہجرت

مؤلفہ

خان بہادر سید اولاد حیدر

بلگرامی

(مؤلف سوانح حضرات چہاردہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین)

شمشیر پریس آگرہ میں محمد ملک اللہ بخش بشیر کے اہتمام سے چھپی

15/-

اللہ اکبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ

خدائے سبحانہ تعالیٰ کی مہربانی اور ملک وقوم کی قدردانی کے شکریوں کے ساتھ ہم اسوۃ الرسول کی جلد دوم۔ بالغ نظران قوم وملت کی خدمت میں پیش کرتے ہیں ؎ توقع قبول رُوزیش باد

جلد اوّل میں قبل از اسلام عرب کے تاریخی جغرافی سیاسی۔ تمدنی۔ قومی۔ اور مذہبی حالات وواقعات مفصل اور مسلسل طور پر بیان ہو چکے ہیں۔ اور انہیں کے ساتھ ساتھ انبیاے سابقین سلام اللہ علی نبینا وآلہ وعلیہم اجمعین کی شریعتیں۔ طبقات امم سابقہ میں اون حضرات کی تعلیمیں اون کی تبلیغی خدمتیں قوم وقبائل کو خداپرستی اور نیک سرشتی کی ہدایتیں جو اصلاً شریعت اسلامیہ کا مقدمہ تھیں۔ تاریخ وسیرت کے خاص اصول پر سلسلہ وار پوری تفصیل سے قلمبند کر دی گئیں ہیں سابق انبیاے عرب کے ذکر حالات میں خاص طور پر سلسلہ مقدسہ ابراہیمی اور خانوادۂ مطہرۂ اسمٰعیلی کے حالات وواقعات زیادہ تفصیل وتشریح سے بیان کئے گئے ہیں اسلئے کہ یہی حضرات معدن انوار خاتم النبیینؐ ومخزن آثار واسرار سید المرسلینؐ صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین تھے۔

اس شجرۂ طیبہ میں قیدار بن اسمٰعیلؑ سے لے کر حضرت عبدالمطلب تک جتنے قابل الذکر بزرگوار گذرے ہیں اون کے حالات وواقعات تحقیق کر کے تفصیل سے لکھدئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ کلیاتؐ اولین کے انہیں مقدمات سے خاتم الرسالت کا آغاز ہوتا ہے یا یوں سمجھا جاوے کہ اسی مبدا سے مخبر صادق علیہ السّلام کی تمام خبروں کے سلسلہ واقعات مسلسل ہوتے ہیں۔

افسوس ہے کہ قدیم ماخذوں کے طریقہ تالیف کے خلاف۔ جدید تاریخ نویسوں اور سیرت نگاروں نے ان بزرگوں کے حالات کو واقعات قبل اسلام سمجھکر یا سیرت النبی کے موضوع خاص سے زاید جان کر قلم انداز کر دیا ہے لیکن ہم نے انکے نقل واندراج کو اس لئے ضروری اور مفید سمجھا ہے کہ انکے ذکر وبیان سے خاندان رسالت اور دودمان نبوت کی قدامت وقار۔ وجاہت واقتدار اور ملک وقوم پر انکا اعتبار واختیار ثابت ہوتا ہے۔ اور انہیں امور کے ساتھ انکی سلامت روی نیک نفسی۔ خوش اخلاقی اور قوم ووطن کے ساتھ ہمدردی کے پورے ثبوت ملتے ہیں۔

جلد دوم میں جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے لے کر ہجرت کے پانچ سال تک کے تمام حالات وواقعات کامل تشریح وتفصیل سے قلمبند ہیں۔ آغاز رسالت سے پہلے نزول رسالت کے اسباب اورخاص کر جزیرہ نمائے عرب میں حضرت ختم المرسلینؐ کی بعثت اور آخر رسالت کے قیام وتعین کی مخصوص توجیہات تاریخی ثبوت کے ساتھ مندرج کی گئی ہیں۔ اسی ضمن میں عرب کے تمام الہامی اور غیر الہامی مذاہب وعقاید اور دستور ومراسم بھی بیان کئے گئے ہیں۔ خاص کر عرب کے دو بڑے مذہب۔ یہود وعیسائی شریعتوں کے زیر ومد کی پوری کیفیت لکھی گئی ہے۔ اس لئے کہ اسلام کو ہر ہر مقام پر ان سے مقابلہ کا متواتر اتفاق ہوا ہے۔

یہود سے زیادہ عیسائیوں کی شریعت۔ اون کے اعتقادات۔ اعتقادات میں خودغرضانہ اختراعات۔ آپس میں فرقہ بندیاں۔ ان تمام فرقوں کے جدا جدا حالات بقید سنین سلسلہ وار درج کئے گئے ہیں اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں انکی مخالفت اتنی ضرر رساں ثابت نہیں ہوئی ہے جتنی موجودہ وقت وزمانہ میں۔ عرب کی تاریخ اور اسلام کا کارنامہ یہودیت وعیسائیت کے بڑے بڑے نیرنگ۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں دکھلاتا ہے یہود تو اسلام کے ساتھ خوب جی بھر کر لڑے مارا اور مرے۔ لیکن ان کے برعکس عیسائیوں کے ابتدائی ہی سے اسلام کے مقابل قطعی خموشی اور سکوت اختیار کیا کبھی کبھی انکی مہر سکوت ٹوٹی بھی تو اسلام کے متعلق ان کے مونہہ سے الفاظ تائیدی اور تصدیقی ہی نکلے (ملاحظہ ہو۔ راہب بحیرا کی اور تصدیق رسالت آنحضرتؐ۔ نجاشی کی تائید وتصدیق اسلام واقعہ ہجرت اولیٰ۔ عداس کا اقرار رسالت سفر طائف قبل ہجرت) اوس زمانہ میں عیسائیوں کی یہ خموشی اون کی حیلۃ الوقتی اور حکمت عملی پر مبنی کی جائے یا اون کی کمی اعداد اور قلت افراد کی وجہ سے قرار دی جائے۔ لیکن یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ بمقابلہ یہود۔ ابتداءً میں اسلام کو عیسائیوں سے اتنا ضرر نہیں پہونچا۔ جتنا یہودیوں سے۔

یہود اسلام کے مٹانے کی کوششوں کے ساتھ عرب سے آپ ہی مٹ گئے۔ اور اپنی بداخلاقیوں کی وجہ سے آج تک نہ پھر قومی اعتبار ہی حاصل کرسکے اور نہ دینی اقتدار۔ ان کے برعکس عیسائیوں نے حفاظت وحمایت اسلام کے سایہ میں آکر مغربی وشمالی عرب میں اتنی قوت وعظمت حاصل کرلی۔ کہ وہیں سے بلاد یورپ اور تمام اقطاع عالم میں پھیل گئے۔ لیکن قوت وعظمت پاجانے کے زمانہ سے لے کر آج تک اوسی اسلام کو۔ جو ہر زمانہ میں انکا محسن اور معاون ثابت ہوچکا تھا عیسائیوں نے ہدف ملامت بنا رکھا ہے ؎

کس نیاموخت علم تیر از من   کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

قیام مکہ کی سیزدہ سالہ مدت میں مخفی طور پر تبلیغ رسالت اور دعوت اسلام کے تمام واقعات وحالات مفصل طور پر لکھے گئے ہیں اور اون سعادت مندان روزگار کے تفصیلی حالات قلمبند کئے گئے ہیں جنھوں نے اپنی تحقیق وتلاش خاص سے اسلام کی تصدیق کی اور مشرف بایمان ہوکر سبقت اسلام کا شرف خاص حاصل کیا۔ اسلامی سیرت نگار ان واقعات کو

زیادہ سمجھکر تفصیل سے نہیں لکھتے۔ لیکن ہم نے ان کے واقعات کو اسلام کے روحانی مآثر کا معیار صداقت قرار دے کر پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ اور حتی الامکان ان تمام بزرگواروں کے قبول اسلام اور حصول ایمان کے مفصل حالات درج کئے ہیں۔ جنھوں نے اپنی تحقیق وتلاش۔ غور وخوض اور ذاتی مشاہدہ وتجربہ سے اسلام کی صداقت کے اعتراف کا اظہار اور اوس کی متابعت کا اقرار کیا ہے۔

قیام مکہ کے زمانہ میں **داعی اسلام** علیہ وآلہ السلام پر ظالمین قریش اور مشرکین مکہ کی طرف سے جو مظالم اور شداید کئے گئے اور دعوت اسلام کی ممانعت میں جو انواع واقسام کی تدبیریں عمل میں لائی گئیں اور بیرونی اقوام وقبائل سے سازشیں کی گئیں۔ وہ موجودہ تمام اسلامی سیرت کی کتابوں سے زیادہ مفصل طور پر لکھی گئیں ہیں۔

عقبۂ اولیٰ اور عقبۂ ثانی۔ دونو بیعتوں کے احوال کو پوری تشریح وتوضیح سے لکھکر اسلام کی **مخفی دعوت** کی حقیقت اور اوس کے فواید وضرورت کو پورے طور سے ثابت کر دیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ اکثر خوش اعتقادان اسلام کی مبادرت واستعجال نے ابتدا میں اعلان اسلام پر اصرار قبل از وقت کرکے فائدے کی جگہ نقصان اوٹھایا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو علی الاکثر سیرت نگاروں نے نظر انداز کر دیا ہے۔

تیرہویں سال نبوت سے **ہجرت** کے پہلے سال کی ابتدا ہوتی ہے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام **مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ** میں تشریف لے جاتے ہیں **واقعات ہجرت** میں تقلید اسلاف اور تاکید وتائید عقاید کے زیر اثر ہو کر جیسی اور جتنی نقاب الگنی کی گئی ہے اوس کا پورا انکشاف کر دیا گیا ہے اور ان تمام خارجی اور بیرونی گرد وغبار سے حقیقت واصلیت کا جمال آئینہ نما صاف کر دیا گیا ہے۔

قیام مدینہ کے وقت سے **پانچ برس** تک کے مفصل اور مسلسل واقعات ہماری موجودہ **جلد دوم** کے مخصوص جزئیات میں۔ بیعت عقبہ اور تعین نقبائے دوازدہ گانہ کے بعد مبلغین اسلامی کی خدمات۔ ہجرت صحابہ مہاجرین معتقدین انصار کے بے نظیر اکرام وایثار۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورود قبا اور مدینہ میں آپ کا خیر مقدم۔ عقیدتمندوں کا پرجوش استقبال۔ حضرت ابو ایوب انصاری کا شرف میزبانی۔ تعمیر مسجد نبوی وغیرہ وغیرہ۔ بظاہر تو یہی حالات ہیں جو تمامی کتب تاریخ وسیرت میں عموماً مندرج ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر واقعات میں ان تمام جزئیات کی بھی تفصیل کر دی گئی ہے جو عموماً سیرت نویسوں کے قلم سے چھوٹ گئے ہیں۔

ناواقفکاران حقیقت اسباب ظاہر پر نظر رکھکر اکثر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مکہ سے مدینہ میں پہونچتے ہی اسلام اور **بانی اسلام** علیہ السلام کو ہر امر میں آسانی۔ فراغت۔ آرام اور اطمینان مل گیا۔ ایسا سمجھنا حقیقت سے ناواقفیت اور درحقیقت سے بے خبری ہے۔ ایسا نہیں۔ مکہ کی خموشی اور مخفی تبلیغ سے علانیہ اور علی روس الاشہاد ہدایت وارشاد زیادہ پرخطر تھے۔ اس میں شک نہیں کہ معتدبہ اعوان وانصار کی وجہ سے دعوت اسلام کو اب اخفا کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی تو کیا

اس تنہا ضرورت کے رفع ہوجانے سے اعلان اسلام کی تمام دشواریاں بھی چلی گئی تھیں مخفی تبلیغ میں تو دشمنوں کے مظالم اور ایذا رسانی کے کم اندیشے تھے۔ اس لئے کہ ان کو خبر ہی نہوتی تھی۔ ظاہری اور علی الاعلان دعوت ایمان کے وقت تو گویا اون کے مظالم کے لئے کوئی جواب ہی نہیں تھا۔ اس لئے حقیقت شناس حضرات جب ان دونو مختلف مقامی حالات پر موازنہ کی نظر ڈالتے ہیں تو انھیں معلوم ہوجاتا ہے کہ مکہ سے زاید مدینہ میں ایک ایک قدم اسلام کی تعلیم و تبلیغ کی تمام راہیں۔ انواع و اقسام کی دشواریوں سے بھری پڑی تھیں۔

انھیں دشواریوں کو ابتداً پیش نظر رکھکر پیغمبر اسلام علیہ السلام نے **اتحاد عام** اور **مساوات بین الاقوامی** کی تعمیم سے دعوت اسلام کا آغاز و افتتاح فرمایا۔ اس لئے کہ مکہ کی طرح مدینہ ایک ہی قوم و مذہب کے لوگوں کا مرکز نہیں تھا۔ بلکہ خاص مدینہ اور اوس کے گرد و نواح میں مختلف مذاہب عقاید اور قبائل کے لوگ آباد تھے اس بنا پر یہہ ناممکن تھا کہ تنظیم اتحاد و یکجہتی کے بغیر اسلام کے انتظام اور اوس کے مجوزہ عنوان امن عام وہاں قائم ہوسکیں۔ مدینہ کے قدیم باشندے **یہود و انصار** تھے۔ یہود تو یہود۔ **انصار**۔ جو اسلام کے خاص الخاص میزبان تھے اور معین و مددگار۔ اوس و خزرج کے دو مخالف فرقوں میں منقسم تھے۔ یہہ تعلیم اسلام ہی کے فیوض تھے جنھوں نے ان کی قدیم مخالفت کو باہمی موالفت سے تبدیل کرکے دونو فرقوں کو ایک رشتہ اتحاد میں وابستہ کر دیا۔ انصار کے بعد یہود سے بھی شرائط صلح و امن عام پر اقرار دستخطی کراکر انصار و یہود گویا دونو قوموں کو ایک کر دیا جیسا کہ آیندہ تفصیل سے معلوم ہوگا۔

مدینہ منورہ کی اندرونی **تنظیم اتحاد** کو درست کرکے پیغمبر اسلام علیہ السلام نے گرد و پیش کی غیر مسلم قوم قبایل کو بھی اسلام کے ساتھ شرائط امن عام میں شریک کر لیا۔ صلح و آشتی کے اس پیام عام اور اتحاد و یکجہتی کی اس دعوت خاص میں **رحمت عالم** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انہماک خاص سے کام لیا کہ مدینہ میں تشریف آوری کے زمانہ سے لے کر زاید ایک سال تک کی مدت اسی انتظام میں تمام ہوگئی۔ بیرونی قوم و قبائل کے پاس کبھی چھوٹی چھوٹی صحابہ کی وفدین بنا بنا کر اس **پیام صلح** کے ساتھ بھیجی جاتی تھیں اور علی الاکثر۔ دور و دراز مقاموں میں مہاجرین و انصار کی جماعت کے ساتھ خود تشریف لیجاکر غیر مسلم قوموں کو اسلام کے اس معاہدہ امن و امان عام میں شریک فرمایا جاتا تھا۔

اسلامی تاریخ و سیرت کے مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم۔ امن عام کے موجودہ انتظام کی کوششوں میں اکثر مدینہ سے نکل کر مکہ کی نصف راہ تک چلے جاتے تھے۔ اور ان دور و دراز مقامات میں مہینوں اور کئی ہفتوں تک ٹھہر جاتے تھے۔ اور جب تک کہ معاملات یکسو نہ ہو لیتے تھے۔ مدینہ میں واپس نہ آتے تھے۔ وہ وقت اور اوس کی ضرورتیں صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ اسلام اور تمام اقوام کے امن عام کے لئے یہ انتظام کیسے ضروری اور مفید تھے۔

اکثر سیرت نگاروں نے ان معاہدین الاقوامی کے حالات و واقعات کو طوالت کے خیال سے مفصل نہیں لکھا ہے۔ اور ان کے نقل و استنباط میں اختصار اختیار کیا ہے لیکن ہم نے ان حالات کو اوسی تفصیل سے قلمبند کیا ہے جس تفصیل و

تشریح سے یہ اہل ناقدوں میں صنبح کئے گئے ہیں اسلئے کہ انکے نقل و اندراج سے مخالفین اسلام کے اون اعتراضات کی کامل تردید ہوجاتی ہے جو عالم فریبی کی غرض خاص سے اسلام کے آغاز اشاعت کو تیغ زنی اور عام خونریزی کا دیباچہ قرار دیتے ہیں۔

عیسائی معترضین اگر کچھ بھی دیدۂ بینا رکھتے ہیں تو اسلام کے ان معاہدہ بین الاقوام کو پڑھیں۔ اوس کے شرائط کو ملاحظہ فرمائیں کہ امن و امان اور آرام و اطمینان قایم رکھنے کے فواید و منافع مسلم قوم و قبائل تک محدود نہیں رکھے گئے تھے بلکہ یہ تمام شرائط اپنے تمام منافع و فوائد کے ساتھ اون قوم و قبائل کے ساتھ بھی اپنی عملی صورتوں میں ویسے ہی تھے جو اس وقت تک اسلام سے بالکل علیحدہ اور بیگانہ تھے۔ مگر اس وقت امن عام کے اصول پر رضامند ہوکر اسلام کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک ہوگئے تھے۔

اس معاہدہ کی قبولیت و منظوری میں قبول اسلام کی شرط ضروری نہیں تھی۔ مدعا صرف امن پسندی اور صلح جوئی سے تھا۔ ہر قوم و قبیلہ اسی لئے عام اس سے کہ اسلام لایا ہو یا نہ لایا ہو۔ اگر وہ امن عام قائم رکھنے پر راضی ہوگیا ہو تو وہ بلا عذر اسلام کے معاہدہ کا حلیف و شریک بنالیا گیا ہے۔ وہ اپنے تمام مذہبی اور قومی فرائض و مراسم کی ادائیوں میں بلا امتیاز مسلم قوموں کی طرح آزاد اور خود مختار ہے۔ اور اپنے حقوق و مطالبات میں مسلم قوموں کے ساتھ برابر اور مساوی ہے۔ غزوۂ ودان۔ بواط۔ ذوالعشیرہ۔ وغیرہ وغیرہ میں رحمت سفر ایسی نظر رحمت سے خاص طور پر اختیار فرمائی گئی تھی

عیسائی معترضین پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کے اس عملی انتظام اور جناب عیسیٰ مریم علیہ السلام کے اس احکام کو کہ۔ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں آیا۔ بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔ انجیل متی۔ باب ۱۰ آیت ۳۴ میں پڑھ کر خود تصفیہ کرلیں کہ ان دو بزرگواروں میں صلح کرانے کے پیام کون دیتا ہے اور تلوار چلوانے کے احکام کون؟

اس کے متعلق یہ بتلادینا نہایت ضروری ہے کہ غزوہ کے نام سے عام طور پر عیسائیوں کو وحشت اور اون کے دیکھا دیکھی ہمارے شمس العلما مولوی شبلی صاحب کو اون سے زیادہ دہشت ہوتی ہے۔ چونکہ تمام عربی تاریخ و حدیث کی کتابوں میں اصطلاح خاص کے مطابق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر خاص کو غزوہ کے لفظ خاص سے موصوف کیا گیا ہے اور محاورہ عام میں غزوہ۔ جنگ کے معنوں میں آگیا ہے اس لئے کہ اصلاً غزی سے مشتق ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام غزوات رسول ص عموماً جنگی معارک سمجھ لئے گئے ہیں۔ یورپین معترضین نے اس محاورہ کی غلطی سے خاص فائدہ اوٹھایا ہے اور غزوات کی کثیر التعدادی سے اشاعت اسلام کو عام طور پر سیف ورانی اور خونفشانی کا نتیجہ بتلایا ہے حالانکہ یہ مغویانہ غلط فہمی ہے اور خود غرضانہ عالم فریبی۔

شبلی صاحب کو معترضین کی اسی اشارت نے گھبرادیا اور آپ نے بھی تاریخ نگاران و سیرت نویسان

اسلامی پر تعدد غزوات کا الزام لگا ہی دیا۔ حالانکہ معترضین اگر حقیقت شناس نہیں تھے تو آپکو اس اصطلاح خاص کا علم کامل حاصل تھا۔ آپ تو جانتے تھے کہ اتنے کثیر التعداد غزواۃ میں سوائے چند کے۔ اور سب میں اسلام نے صرف تقریر سے کامیابی حاصل کی ہے۔ نہ شمشیر سے لیکن چونکہ ان تمام موقعوں پر پیغمبر اسلام علیہ السّلام بالنفس النفیس شریک تھے اسلئے اصطلاح خاص کے موافق اسلامی مورخین واہل سیرت ان مقامات کے تمام حالات کو بھی غزوہ کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔ حالانکہ اس تعبیر سے اون کا اصل مُدعا سفر رسول تھا جب حقیقت حال شبلی صاحب پر روشن ہو چکی تھی جیساکہ سیرۃ النبی میں بذکر غزوۂ حمراء الاسد لکھکر بتلا بھی دیا گیا ہے تو پھر سلسلہ غزوات کی تمہید میں ایسی مضطربانہ تحریر کیوں قلمبند فرمائی گئی ہے۔ جس سے سیرت وتاریخ کے اندراج کی بنا پر آپ کا تعدّد وکثرت غزوات کے متعلق نوعے تسلیم وایجاب ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بحث کے خاص مقام پر آپ کے اضطراب کا کامل اطمینان کر دیا ہے۔

معاہدہ صلح عام کے شرائط کچھ عرب کی بت پرست قوم ہی کے ساتھ محدود ومخصوص نہیں تھا بلکہ مدینہ کے خاص یہود اور ادنکے تمام قریب کے قبائل وعشائر نے نہایت مسرت اور رضاعت ورغبت سے اسلام کے ان مجوزہ اور پیش کردہ شرائط صلح کو قبول کیا اور اپنی ہموطن اور ہمسایہ مسلم قوموں کے ساتھ قوم متحدہ کے اصول پر ہمیشہ کاربند اور عمل پیرا رہنے کے لئے اقراری دستخط کر دئے لیکن سال ہی بھر کے بعد پھر کُفّار قریش کی مکّارانہ سازشوں نے یہودیوں کو دام فریب میں لاکر اسلام کی تنظیم اتحاد کے شیرازہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور قوم یہود کی فطرتی غدّاری اور خلقی پیمان شکنی کی بداخلاقیوں نے اسلام کی صلح عام کے موجودہ انتظام کو درہم وبرہم کر دیا۔

یہیں تک بس کر دیتے تو اتنی تکلیف دہ وہ ثابت نہ ہوتے۔ یہود اپنی پیماں شکنی اور خلاف عہدی کے ساتھ عالمین قریش اور مشرکین مکہ سے ملکر اسلام کے استیصال اور بیخ کنی پر طیار ہو گئے اور پھر اس شدت و عصبیت کے ساتھ کہ اسلام کو ان پہلو کے دشمنوں سے جان بچانا دشوار ہو گیا۔ جیساکہ اِن کے حالات سے مختلف مقامات کتاب میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔

کُفّار قریش تو ابتدا ہی سے استیصال اسلام پر تُلے ہوئے تھے۔ موجودہ تنظیم اتحاد کو جو مختلف اقوام وقبائل میں اسلام کے خاص اہتمام سے قایم ہو رہی تھی۔ دیکھکر اور بھی جل اوٹھے۔ اور اپنی قدیم مکّارانہ اور دغابازانہ تدبیروں سے اسلام کے درپے آزار ہوئے۔ ایک بار دس مبلّغین اور دوسری بار چالیس مبلغین اسلام کو تعلیم دین کے حیلہ سے خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر ہمراہ لے گئے اور گھر لاکر خونخوار میزبانوں نے بے گناہ مہمانوں کو قتل کر ڈالا خبیب بن عدی اور زید بن ابی الدّثنہ بھی انھیں شُہدا میں داخل تھے۔ جن کی مصیبت ناک سرگذشت پر عرب کی تاریخیں آج تک خون رو رہی ہیں۔

کُفّار قریش کی مدینہ پر متواتر تاخت وتاراجی کا سلسلہ جنبانی اور شرائط معاہدہ سے اشرار یہود کی رُوگردانی۔ گویا

اسلامی غزوات کا دیباچہ قرار پاتی ہے۔ اور آغاز معرکہ بدر میں منتقم حقیقی کی بارگاہ سے۔ اسلام کو ایک ہزار فوج مخالف کے مقابل میں کل تین سو تیرہ ۳۱۳ مسلمانوں کے ساتھ جنگ مدافعانہ کا حکم جہاد دلواتی ہے۔ انھیں ناگزیر ضرورتوں کے وقت جب کفار و مشرکین کی تلواریں بے قصور مسلمانوں کے گلوں سے آلگیں تو مسلمانوں کو اپنی جان و مال و آبرو کی حفاظت میں دشمنوں سے مدافعانہ مقابلہ کرنا چاہیے واقعات غزوات اسلامی کے اصلی وجوہات قائم ہوئے۔

اس جلد میں غزوات بدر۔ احد اور خندق۔ کُل تین غزوات کے حالات قلمبند ہیں اور جانبین کے ان حالات و واقعات کے تمام جزئیات معتبر ماخذوں کی اسناد سے مفصل اور مسلسل طریقہ سے قلم بند کئے گئے ہیں۔ ان معرکہ ہائے جنگ میں کفارانہ قریش کے ظالمانہ اور جارحانہ حملات کے موقعوں پر اسلام نے جس صبر و تحمل اور ضبط و استقلال سے محض مدافعانہ طریقہ مقابلہ اختیار کیا ہے وہ اُمم سابقہ کے تذکروں اور دنیا کے کارناموں میں۔ مروت و اخلاق۔ کرم و اشفاق۔ دشمنوں سے رعایت و مہربانی اور عام ہمدردی انسانی کے بے نظیر مشاہدات ثابت ہوتے ہیں۔

اسلام کے موجودہ بیجسال حالات۔ میں یہودیوں سے کسی مقابلہ و مقاتلہ کی نوبت نہیں آئی۔ اگرچہ اس عہد شکن قوم کی غداریوں اور کافر کرداریوں نے اسلام کے استیصال و بیخ کنی کی کوئی امکانی تدبیر اوٹھا نہ رکھی یہاں تک کہ ایک بار نہیں کئی بار بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خفیہ طور پر جان لینے کی مکارانہ سازشیں بھی عمل میں لائے۔ لیکن اوس خلق مجسّم اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ان ناقابل عفو جرائم سے ہر بار چشم پوشی اختیار فرمائی۔

ہاں جب یہودیوں کی خفیہ سازشیں کفار قریش کی تلواروں کے ساتھ کھل پڑیں۔ اور یہود قریش کے ہمدرنگ بنکر رُو در رُو اسلام کے مقابلہ پر نکل پڑے اور کفار قریش کی طرح اسلام کے ہاتھوں سے شکست کامل اوٹھا چکے تو پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے ان کی تنبیہ و تادیب کی طرف توجہ فرمائی اور ان کے غیر متحمل اور ناقابل معافی قصوروں کے مقابلہ میں۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر کے یہودیوں کو۔ شرائط معاہدہ سے خلاف ورزی کے جرم میں۔ صرف جلاوطنی کی سزا دی اور بنی قریظہ کو جنگ خندق میں خلاف معاہدہ شریک ہونے کے قصور میں۔ اونھیں کے مقرر کردہ حکم (سعد بن معاذ انصاری) کے تجویز کردہ فیصلہ کے مطابق قتل و اسیری کا حکم فرمایا اور ان مجرمین میں بھی تمام عورتیں اور لڑکے حکم قتل سے بخلاف حکم توریت کتاب الاعداد باب ۳۱ درس ۶-۳۵ مستثنی کر دئے گئے۔ اور چند یہودی مع بال بچوں کے غایت مرحمت سے خاص طور پر چھوڑ دئے گئے۔

یہودی فطرتاً مونھ کے کڑے تھے۔ دل کے بودے۔ اہل مکر و تزویر تھے نہ صاحب تدبیر تھے نہ مرد شمشیر قریش سے مل جُل کر جنگ خندق میں مسلمانوں سے مقابل بھی ہوئے تو شکست اوٹھائی۔ اور قبل اس کے کہ ان کا شریک لشکر قریش میدان سے واپس ہوئے یہ اپنے ڈیرے ڈنڈے اوٹھا کر اپنے قلعہ میں چلے گئے اور کیواڑ بند کر کے

چھپ رہے۔ سوائے جنگ خیبر کے یہود کبھی تنہا ہو کر میدان میں مسلمانوں سے نہ لڑے اور خیبر کی شکست کے بعد ان کے حوصلے ہمیشہ کے لئے ایسے ٹوٹ گئے کہ پھر یہود مخالفت اسلام کا نام بھی مونہہ پر نہ لے سکے اور علاقہ حجاز سے دیار شام و مغرب کی طرف چلے گئے۔

جنگ خندق اور غزوہ بنی قریظہ کو تمام کر کے جو ۵ھ ہجری کے واقعات ہیں۔ انہیں کے سلسلہ میں بنی قریظہ کے غلط واقعہ کی حقیقت اور حضرت زینب سے نکاح کرنے کی اصلیت اور ضرورت پوری تفصیل و توضیح سے قلم بند کی گئی ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں واقعات اور ان کے متعلق چند غیر معتبر اور خلاف واقع مرویات۔ عیسائی معترضین کی سرمایہ ناز ہیں جن کی کامل تردید و تنقید معتبر دلائل و مستند مشاہد سے کر دی گئی ہے۔ انہیں دو اعتراضوں کے جوابوں تک منحصر نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ مخالفین اسلام کے ان تمام اعتراضات کے مدلل اور مفصل جوابات اپنے اپنے مقام پر دیئے گئے ہیں۔ جو ہادی اسلام پیغمبر اسلام علیہ وآلہ والسلام پر وارد کئے جاتے ہیں۔

حضرت ختمی مرتبت علیہ التسلیم والتحیۃ کی حیات مقدس کے مبارک حالات میں ولادت سے لے کر پنجم سال ہجرت تک بہت سے ایسے واقعات تھے جو محض اتفاقیہ طور پر اسلامی تاریخ و سیرت نگاروں کی نگاہوں سے چھوٹ گئے تھے۔ اور ان کے ذکر و بیان سے آنحضرت صلعم کے مکارم اخلاق اور محاسن عادات کے اظہار ہوتے تھے۔ معتبر ماخذوں سے مستنبط کر کے نقل کر دئے گئے ہیں۔

بہت سے ایسے واقعات کی حقیقت کا بھی کامل انکشاف کر دیا گیا ہے جو حسن عقیدت کے اصول کے موافق تھے مگر شان رسالت کے بالکل مخالف۔

بہت سے ایسے واقعات و حالات کی بھی نہایت تحقیق سے کامل تنقید و تردید کر دی گئی ہے جن کی حقیقت اور اصلیت پر خواہ مخواہ۔ تائید عقاید۔ تقلید اسلاف اور وہم و قیاس کے رنگا رنگ طریقوں سے نقاب افگنی کی گئی ہے۔ اس طریقہ خاص کا شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے مجلدات سیرۃ النبی میں ایک خاص عنوان اختیار فرمایا ہے۔ جس کی تمہید دیباچہ کتاب ہی سے شروع کی گئی ہے۔ اور پھر اصل کتاب میں ان خاص مقامات و واقعات پر پہونچکر۔ جو مفید مطلب حالات تھے ان میں انتہا اضافات و توسیعات سے کام لیا گیا ہے۔ جو کسی قدیم و جدید تاریخ و سیرت میں مندرج نہیں اور خلاف مطلب واقعات و حالات میں بنظر استخفاف و اخذات اس قدر کوتہ قلمی اور مختصر رقمی اختیار فرمائی گئی ہے کہ حقیقت حال اور اصلیت واقعہ معلوم ہونا دشوار ہے۔

اس شان خاص کے بیان کا جو عنوان دیباچہ کتاب میں [illegible] ان کی کامل تنقید ہماری تبصرہ میں کر دی گئی ہے۔ جو جلد اول کے ساتھ شائع ہو چکا ہے [illegible] واقعات جلد اول کے متعلق جتنے اضافات یا استخفافات [illegible] جلد اول (اسوۃ الرسول) ہی

بیں کردیا گیا ہے۔ اس سے زاید موجودہ جلد دوم میں ان اضافات و اختلافات واقعات کی حقیقت کا پتہ بھی تعلقات خاص پر انکشاف کردیا گیا ہے۔

تفصیل و اقعات و حالات میں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک طرز عمل سے حق پسندی۔ عام دردمندی رعایت و مروت اور اخلاق و اشفاق کی بے نظیر مثالیں دکھلائی گئیں ہیں جو مسلمانوں کی ہدایت دارین کے لئے کافی ہیں اور اسی رعایت مخصوص اور وَلَقَدْ كَانَ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کی اشارت منصوص پر اس کتاب کا نام اُسوۃ الرسول تجویز کیا گیا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ؎ توقیع قبول رزلیش باد۔

تالیف کتاب اور تحریر واقعات میں مفصلہ ذیل ترتیب و احتیاط برابر قایم رکھی گئی ہے

(۱) واقعات کے سلسلۂ بیان میں قید سنین کا خاص التزام رکھا گیا ہے اور بلالحاظ ذکر قوم و قبائل خاص جو واقعہ جس سال کا پایا گیا ہے اوسی سال کے ذکر میں قلم بند کردیا گیا ہے بخلاف ترتیب سیرۃ النبی کے جس میں بخیال ذکر خاص قوم یہود سنہ ہجری کے تمام واقعات بیان کرنے کے بعد ضرورتاً پھر سنہ ہجری کے حالات نقل کئے گئے ہیں۔

(۲) نقل اسناد میں زیادہ تر اونھیں کتابوں کے حوالے مندرج کئے گئے ہیں جو میری نگاہ سے گذر چکی ہیں۔

(۳) بعض مقامات میں علماء محققین کی تالیفات کے حوالے بھی نقل کردئے گئے ہیں جن کے لائق اعتبار اور قابل الاسناد ہونے پر اُنکا اتفاق ہوچکا ہے

(۴) ہر ماخذ اصلی کا حوالہ عبارت ماخذ کے خاتمے ہی پر لکھدیا گیا ہے۔ اور ناظرین کتاب کو حاشیہ زیرین میں نمبر وار تلاش کرنے کی زحمت نہیں دی گئی ہے۔

(۵) اصلی ماخذ کی عبارت پہلے۔ پھر اوس کے مقابل اوس کا ترجمہ درج کردیا گیا ہے۔

۶ ہر واقعہ کو تاریخ و سیرت کے معیار مقررہ کے موافق لکھا گیا ہے۔ ہاں اون واقعات کی تفصیل و تشریح میں مرویات تفاسیر و احادیث کی نقل و استنباط سے بھی مدد لی گئی ہے۔ جو سیرت و تاریخ کے موضوع خاص سے علحدہ ہونے کے باعث تاریخ و سیرت کی کتابوں میں نہیں پائی گئیں۔

(۷) واقعات سیرت و تاریخ کے ذکر و بیان کو قیاسی دلائل اور خارجی مباحث کی آمیزش سے حتی الامکان پاک و صاف رکھا گیا ہے۔

۸ مطبوعہ حوالوں کے مطبع اور مقام کا نام بتلادیا گیا ہے اور قلمی حوالوں کے آگے (قلمی) لکھدیا گیا ہے۔

(۹) جن کتابوں سے نقل و استنباط کیا گیا ہے اون کے نام۔ اون کے مصنفین کی تصدیق و توثیق بھی ایک جدول

میں مہیا و مرتب کرکے منسلک کر دی گئی ہے۔

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا وَآلِهِ

الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ

آمین

ھ

تمت بالخیر

کو انتھ ضلع آرہ

شریف العمارۃ

۹ شوال ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۲۶ء

المؤلف احقر

سید اولاد حیدر بلگرامی

اون کتابون اور اونکے مصنفون کی توثیق جن کی اسناد سے اُسوۃ الرسُول جلد دوم لکھی گئی ہے

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	توثیق
۱	تاریخ الرسل والملوک طبری	کتب تاریخ ابن جریر طبری	**تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) میں ہے** محمد بن جریر الامام الحافظ ابو جعفر الطبری احد الاعلام لہ کتاب الکبیر المشہور فی تاریخ الامم۔ **شمس العلما شبلی صاحب سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں** تاریخ سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال، ثقاہت اور وسعت علم کے معترف ہیں۔ ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں کسی کو میں ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا سنہ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ بعض محدثین (سلیمانی) نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ وہ شیعوں کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے ھذا رجم بالظن الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمۃ الاسلام المعتمدین۔
۲	تاریخ الکامل ابن اثیر	ابن الاثیر جزری	**وفیات الاعیان میں ہے** عز الدین ابو الحسن علی بن محمد بن اثیر الجزری صاحب تاریخ المسمی بالکامل کان اماماً فی حفظ الحدیث و معرفتہ و حافظاً للتواریخ المتقدمۃ والمتاخرۃ وصنف فی التاریخ کتابا باسماہ الکامل وھو من خیار التاریخ۔
۳	کتاب المختصر فی اخبار البشر	ابو الفدا	**تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں مرقوم ہے۔** کتاب المختصر فی اخبار البشر للملک المؤید اسمعیل ابو الفدا المتوفی سنہ ۷۳۲ ہجری سے **حج الکرامۃ مولوی صدیق حسن خان میں ہے** تاریخ۔ ملک المؤید ابو الفدا اسمعیل در مختصرات فن جیلے بجید و معتبر است

نمبر	نام کتاب	مصنف	حوالہ
۴	تاریخ الخمیس	قاضی حسین دیاربکری	**کشف الظنون میں ہے** خمیس فی السیر للقاضی حسین بن محمد دیار بکری المالکی ازیل المکۃ المکرمۃ المتوفی فی حدود سنہ ۹۶۶ ھجری وھو کتاب مشہور۔
۵	روضۃ المناظر	ابن شحنۃ الحلبی	**تعلیقات السنیہ مولوی عبدالحی لکھنوی میں ہے۔** ھو محب الدین ابو الولید محمد بن محمد الشھیر بابن شحنۃ الحلبی الحنفی کان محبا للسنۃ واھا مات سنہ ۸۱۵ ھجری ولہ تصنیف فی سیرۃ النبویۃ وتاریخ لطیف۔ **حدائق الحنفیہ میں ہے** محمد بن محمد شحنہ محب الدین سنہ ۷۴۹ میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث کے بڑے محب تھے امام ہمام نے آپ سے پڑھا ہے کتاب روضۃ المناظر تصنیف کی۔
۶	وفیات الاعیان	ابن خلکان	**حسن المحاضرۃ فی اخبار المصر والقاھرہ سیوطی میں ہے** ابن خلکان۔ قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابراھیم بن ابی بکر الشافعی صاحب وفیات الاعیان۔ کان ذکیاً عارفاً بایام الناس مات رجب سنہ ۶۸۱ھ
۷	روضۃ الاحباب	حافظ جمال الدین محدث	**کشف الظنون میں ہے** روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبیؐ والآل والاصحاب فارسی بجمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ المتوفی سنہ ۱۰۰۰ ھجری۔ **حدائق الحنفیہ مولوی فقیر علی لاہوری میں ہے** جمال الدین عطاء اللہ۔ صاحب روضۃ الاحباب۔ آپ اعاظم اولاد امجاد خیر الانام سے ہیں جملہ اقسام علوم دینیہ اور اصناف فنون یقینیہ خصوصاً علم حدیث و سیر میں بے عدیل اور عدیم المثیل تھے۔ کشاف اسرار تنزیل اور حلال معضلات موافق تاویل تھے۔ آپ کی تصنیفات سے روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب ایسی عمدہ اور معتبر اور مشہور آفاق ہے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

نمبر	کتاب	مصنف	کیفیت
۹	روضۃ الصفا	محمد بن خاوندشاہ	کشف الظنون میں ہے روضۃ الصفا فی سیرۃ الانبیاء والملوک والخلفا۔ للمورخ محمد بن خاوندشاہ المتوفی سنہ ۹۰۳ ہجری۔
۱۰	حبیب السیر	غیاث الدین ہری	کشف الظنون میں ہے حبیب السیر فارسی لغیاث الدین هروی بن همام الدین وهو فی مجلدات کبار من کتب المتمتعۃ المعتبرۃ۔
۱۱	سیرۃ النبی	شمس العلما شبلی نعمانی	صاحب سیرۃ الفاروق ۔ سیرۃ المامون ۔ سیرۃ النعمان وغیرہ وغیرہ سابق پروفیسر علی گڈھ کالج ۔ مدیر دارالندوۃ لکھنو ۔ دارالمصنفین اعظم گڈھ ۔ فاضل معاصر المتوفی ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۲ ہجری
۱۲	تاریخ احمدی	نواب احمد حسین خان بہادر	صاحب تصنیف کثیرہ مثل تحفۃ الاسلام ۔ علم الکتاب ۔ معرفۃ الحسنا ۔ رفع الحجب عن اسامی الکتب ۔ تصحیح الاغلاط ۔ مفاتیح ۔ شرح مفاتیح ۔ عمدۃ المناقب ۔ انوار المطالب ۔ آیات بینات ۔ فضل مبین ۔ بلد المبین ۔ روض الریاحین ۔ نجم الزاہر ۔ صبح صادق ۔ تحفۃ العالم ۔ الرضا ۔ جوہر النقی ۔ زاد التقی ۔ جوہر عبقری ۔ کشف الغمہ ۔ اثبات الوصایا ۔ اکمال الدرایہ ۔ دقائق المذاہب ید بیضا ۔ مناظر الخلافت ۔ کتاب المصالحۃ والموافقۃ ۔ گلستان مذاق وغیرہ ذلک فاضل معاصر حی القائم۔
۱۳	سیرت ابن ہشام	کتب سیرت عبدالملک ابن ہشام	شمس العلما مولوی شبلی سیرۃ النبی لکھتے ہیں ابن ہشام کا نام عبدالملک ہے ۔ وہ نہایت ثقہ اور نامور محدث و مورخ تھے حمیر کے قبیلہ سے تھے ۔ اور غالباً اسی تعلق سے سلاطین حمیر کی تاریخ لکھی جو آج بھی موجود ہے انھوں نے سیرۃ میں اضافہ کیا کہ سیرت میں جو مشکل الفاظ آئے ہیں۔ اونکی تفسیر بھی لکھی سنہ ۲۱۳ھ میں وفات پائی۔ کشف الظنون میں ہے اول من صنف فی السیر الامام المعروف بہ محمد بن اسحاق رئیس اهل المغازی للمتوفی سنہ ۱۵۱ ہجری ودونها ابو محمد

			عبد الملک بن ھشام المتوفی سنہ ۲۱۸ھ ہجری فاحسن فاجاد
۱۴	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد کاتب الواقدی	وفیات الاعیان میں ہے ابو عبد اللہ محمد بن سعد کاتب الواقدی احد الفضلاء النبلاء الاجلاء وصنف کتابا کبیرا فی طبقات الصحابۃ وکان کثیر العلم والروایات مولوی شبلی صاحب نعمانی الفاروق میں لکھتے ہیں محمد بن سعد کاتب الواقدی نہایت ثقہ اور معتمد مورخ ہیں اس نے ایک کتاب آنحضرت صلعم اور صحابہ تابعین و تبع تابعین کے حالات میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ دس بارہ جلدوں میں لکھی ہے اور تمام واقعات کو محدثانہ طور پر لکھا ہے
۱۵	مواہب لدنیہ	شہاب الدین احمد قسطلانی	کشف الظنون میں ہے المواھب لدنیہ فی السیرۃ للشیخ الامام شہاب الدین احمد القسطلانی وھو کتاب جلیل القدر کثیر النافع
۱۶	شرح مواہب لدنیہ	علامہ عبد الباقی الزرقانی	شبلی صاحب دیباچہ سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں یہ مواہب لدنیہ کی شرح ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سہیلی کے بعد کوئی کتاب اس جامعیت اور تحقیق سے نہیں لکھی گئی۔ آٹھ ضخیم جلدوں میں ہے مصر میں چھپ گئی ہے
۱۷	ریاض النظرہ	محب الدین طبری	کشف الظنون میں ہے ریاض النظرۃ فی فضائل العشرۃ لمحب الدین طبری الشافعی
۱۸	روض الانف	علامہ عبد الرحمن سہیلی	سیرۃ النبی میں شبلی صاحب لکھتے ہیں سیرت ابن اسحاق کی شرح ہے مصنف کا نام عبد الرحمن سہیلی ہے۔ جنھوں نے ۵۸۱ھ میں وفات پائی۔ یہ اکابر محدثین میں سے ہیں اور تمام مصنفین مابعد سیرۃ نبوی کی تحقیقات اور معلومات کے متعلق ان کے خوشہ چین ہیں۔ مصنف نے لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب ایک سو بیس کتابوں کی مدد سے لکھی ہے۔

#	کتاب	مصنف	حوالہ
۱۹	حیواۃ الحیوان	محمد بن عیسیٰ دمیری	**کشف الظنون میں ہے** حیواۃ الحیوان دمیری للشیخ کمال الدین محمد عیسیٰ الدمیری الشافعی المتوفی ۸۰۸ھ ہجری وھو کتاب مشہور **تعلیقات السُّنیہ میں تحریر ہے** ھو مجموع لطیف وجامع شریف فیه فوائد مستعذبه ولطائف المستغربه مولفه کمال الدین محمد بن عیسیٰ الدمیری
۲۰	سیرۃ الحلبیہ	علی ابن ابراہیم حلبی	**خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر علامہ محبی میں ہے** علی بن ابراھیم الملقب نور الدین بن برھان الدین الحلبی الشافعی الامام الکبیر اجل اعلام المشائخ وعلامۃ الزمان الف المولفۃ البدیعۃ منها السیرۃ النبویہ التی سماھا انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون
۲۱	اسنی المطالب	شمس الدین جزری	**بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں** صاحب حصن الحصین قاضی القضاۃ ابوالخیر شمس الدین محمد مشہور بابن جزری است از حافظ ابن کثیر فقہ وحدیث آموخت واز اعز الدین بن جماعۃ و محمد بن اسمعیل بخاری نیز اجازت دارد، در ملک روم اورا امام اعظم لقب دادہ بودند، مولفات او ہمہ نافع ومفید افتاد، النشر فی القرات العشر خیلے شہرت دارد واسنی المطالب والجواہر العلیہ ودیگر تصانیف نیز دارد۔
۲۲	مدارج النبوۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی	**عجالہ نافعہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی میں ہے** مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث در سیرت شامیہ ومواہب لدنیہ مبسوط ترین سیرتہا اند **اتحاف النبلا مولوی صدیق حسن خاں میں ہے** ابوالمجد شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ ترک الدہلوی مصنفات ایشان لمعات شرح مشکوات در عربی واشعۃ اللمعات در فارسی وشرح سفر السعادت واخبار الاخیار ومدارج النبوۃ ماثبت بالسنۃ وغیرہ مشہور است

نمبر	نام کتاب	مصنف	کیفیت
۲۳	شواہد النبوۃ	مُلّا عبدالرحمن جامی	**کشف الظنون میں ہے** شواهد النبوة فارسی لمولانا نور الدین عبد الرحمن بن احمد الجامی۔ اوله الحمد لله الذی ارسل رسلا مبشرین ومنذرین۔ الخ **تاریخ الخمیس دیار بکری کے دیباچہ میں ہے** انتخبتها من الکتب المعتبرة وهی تفسیر الکبیر والکشاف والی ان قال والشواهد النبوة ومواهب لدنیه
۲۴	خطبات احمدیہ	ڈاکٹر سر سید احمد خان	بانی مدرسۃ العلوم علی گڈہ۔ صاحب صنادید۔ و تہذیب الاخلاق وغیرہ۔ گذشتہ صدی کے مشہور و معروف محقق جنکی معرفت و توثیق محتاج بیان نہیں۔ المتوفی سنہ ۱۳۱۵ ہجری۔
۲۵	رحمت للعلمین	قاضی سید محمد سلیمان سلمان منصور پوری	اسپشل مجسٹریٹ۔ ریاست پٹیالہ۔ صاحب سیرۃ النبویہ مطول۔ متوسط۔ اور مختصر۔ فاضل معاصر حی القائم۔
		سیرۃ صحابہ کرام	
۲۶	استیعاب فی معرفۃ الاصحاب	امام عبدالبر	**تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں ہے** ابن عبد البر الامام شیخ الاسلام حافظ المغرب ابو عمر یوسف بن عبد البر له تواليف لا مثل لها فی جمیع معنیها منها الکافی عشر مجلدا ومنها کتاب الاستیعاب لیس لاحد مثله **مولوی شبلی صاحب سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں** قاضی ابن عبد البر بہت بڑے محدث و امام ہیں۔ انکی کتاب الاستیعاب صحابہ کے حالات میں ایک مشہور و مستند کتاب ہے۔
۲۷	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن اثیر جزری	**کشف الظنون میں ہے** اسد الغابة فی معرفة الصحابة للشیخ عز الدین علی بن محمد بن اثیر الجزری المتوفی سنہ ۶۳۰ ہجری ذکر الذهبی فی تجرید اسماء الصحابة کتاب ابن اثیر نفیس مستقصی لاسماء الصحابه

۲۸	اصابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن حجر عسقلانی	کشف الظنون میں ہے اصابہ فی تمییز الصحابہ للحافظ شہاب الدین احمد ابن حجر العسقلانی المتوفی سنہ ۸۵۲ ہجری وھو فی مجلدات کبار جمع فیہ ما فی الاستیعاب وذیلہ
۲۹	اخبار الخلفا	علی ابن انجب بغدادی	کشف الظنون میں ہے اخبار الخلفاء للشیخ تاج الدین علی ابن انجب البغدادی المتوفی ۶۷۴
۳۰	تذکرۃ خواص الامۃ	علامہ سبط ابن جوزی	تاریخ ابن وردی میں ہے و فی سنہ ۶۵۶ ہجری توفی الشیخ شمس الدین یوسف سبط ابن جوزی واعظ فاضل لہ مراۃ الزمان تاریخ جامع ولہ تذکرۃ خواص الامۃ فی مناقب الائمۃ
۳۱	خلاصۃ الوفا علامہ سمہودی	سید نور الدین سمہودی	جذب القلوب محدث دہلوی میں ہے او حد العلماء الاعلام عالم مدینہ خیر الانام نور الدین علی السمہودی المدنی (الی ان قال) از کتاب وفاء الوفاء در سنہ ۹۲۳ ہجری مختصرے دیگر انتخاب کردہ وآنرا خلاصۃ الوفا نام کردہ در غایت تنقیح و نہایت تہذیب و این خلاصہ دریں ایام میں الانام مشہور و متداول است
۳۲	ترجمہ اسنی المطالب فی نجات ابیطالب	امام الحرمین برزنجی	ترجمہ مفتی مکہ معظمہ امام مدینہ مفتی احمد بن زحلان زینی المتوفی فی سنہ ۱۳۰۴ ہجری۔
۳۳	صواعق محرقہ	ابن حجر مکی	تعلیقات السنبہ میں ہے ھو احمد بن محمد بن علی بن حجر کان بحرا فی الفقہ اماما اقتدی بہ الائمۃ۔ مصنفاتہ فی العصر یعجز علی الاتیان بمثلھا المعاصرون ومن مولفاتہ شرح منہاج النووی (الی ان قال) الصواعق محرقہ
۳۴	ذخائر العقبی	طبری الشافعی	کشف الظنون میں ہے ذخائر العقبی لمحب الدین طبری المتوفی سنہ ۶۹۴ ہجری۔

نمبر	کتاب	مصنف	کیفیت
۳۵	مطالب السئول	علامہ کمال الدین محمد ابن طلحہ الشافعی	
۳۶	فصول المہمہ فی معرفۃ الائمہ	علامہ ابن صباغ مالکی	
۳۷	کفایۃ الطالب	علامہ محمد بن یوسف الگنجی الشافعی	
۳۸	مودۃ القربیٰ	سید علی الہمدانی	**نفحات الانس جامی میں ہے** امیر سید علی ہمدانی ابن شہاب الدین بن محمد الہمدانی قدس سرہ جامع بودہ است میان علوم ظاہری و باطنی۔
۳۹	فتوح البلدان	علامہ بلاذری	**الفاروق میں مرقوم ہے** احمد بن یحییٰ البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ ابن سعد کا شاگرد اور متوکل عباسی کا درباری تھا اسکی وسعت نظر اور صحت روایت محدثین کے گروہ میں بھی مسلم ہے۔ تاریخ و رجال میں اسکی دو کتابیں مشہور ہیں فتوح البلدان اور انساب الاشراف۔
۴۰	ارجح المطالب	خواجہ عبید اللہ امرتسری	سابق ناظر کتب خانہ سرکار رام پور۔ حی القائم
		کتب تفاسیر	
۴۱	جامع البیان تفسیر ابن جریر طبری	ابن جریر طبری	**تذکرۃ الحفاظ میں ہے** محمد بن جریر الطبری احد الاعلام لہ کتاب التفسیر الذی لم تصنیف مثلہ
۴۲	غرائب القرآن تفسیر نیشاپوری	نظام نیشاپوری	**کشف الظنون میں ہے** غرائب القرآن و رغائب الفرقان فی تفسیر العلامہ نظام الدین حسن بن محمد الشافعی النیشاپوری۔
۴۳	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی	**کشف الظنون میں ہے** مفاتیح الغیب وھو المعروف بالتفسیر الکبیر للامام فخر الدین محمد بن عمر الرازی المتوفی سنہ ۶۰۶ ہجری

نمبر	کتاب	مصنف	حوالہ
۴	تفسیر دُرِّ منثور سیوطی	جلال الدین سیوطی	**کشف الظنون میں ہے** الدُّر المنثور فی التفسیر الماثور للشیخ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السُّیوطی المتوفی سنہ ۹۱۱ ہجری۔ **عُجالہ نافعہ میں شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں** تفسیر ابن مردویہ و تفسیر دیلمی و تفسیر ابن جریر وغیرہ از مشاہیر تفاسیر حدیث اند و کتاب دُرِّ منثور شیخ جلال الدین سیوطی جامع ہمہ است۔
۴	معالم التنزیل	امام بغوی	**وفیات الاعیان میں ہے** ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد المعروف بالفراء البغوی الفقیہ الشافعی المحدث المفسّر کان بحراً فی العلوم صنف کتباً کثیرۃ منہا کتاب التہذیب و شرح السنۃ و معالم التنزیل فی تفسیر قرآن الکریم۔
۴	تفسیر کشاف	علامہ محمود بن عمر الزمخشری	**جامع الاصول میں ہے** ابو القاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی صاحب التصانیف العجیبۃ والتالیفات الغریبۃ مثل الفائق فی غریب الحدیث و کشاف فی تفسیر القرآن
۴	تفسیر ثعلبی	محمد بن ابراہیم الثعلبی	**وفیات الاعیان میں ہے** ابو اسحق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المفسّر المشہور کان اوحد زمانہ فی علم التفسیر
		کتب احادیث	
۴	صحیح البخاری	محمد بن اسمعیل بخاری	**کشف الظنون میں ہے** جامع الصحیح المشہور بصحیح البخاری للامام الحافظ ابی عبداللہ محمد بن اسمعیل البخاری المتوفی سنہ ۲۵۶ ہجری وھو اول الکتب الستۃ فی الحدیث وافضلہا علی مذہب المختار۔

۴۹	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج نیشاپوری	کشف الظنون میں ہے قال الامام النووی فی شرح صحیح مسلم اتفق العلماء ان اصح الکتب بعد القرآن الکریم الصحیحان صحیح البخاری و مسلم
۵۰	صحیح ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	کشف الظنون میں ہے جامع الصحیح للامام الحافظ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی المتوفی سنہ ۲۷۹ ھجری
۵۱	صحیح نسائی		کشف الظنون میں ہے جامع الصحیح للامام الحافظ ابی عبد الرحمن بن شعیب النسائی
۵۲	خصائص نسائی	"	ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں واوعب من جمع مناقبہ (ای مناقب علیؑ) من الاحادیث الجیاد النسائی فی الخصائص
۵۳	مشکواۃ المصابیح	خطیب تبریزی	مرقات شرح مشکوۃ ملا علی قاری میں ہے کتاب مشکوۃ المصابیح الذی الفہ مولانا الحبر العلامۃ والبحر مظہر الحقائق و موضح الدقائق الشیخ التقی النقی ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی۔
۵۴	دلائل النبوۃ	علامہ بیہقی	کشف الظنون میں ہے دلائل النبوۃ لابی بکر احمد بن الحسین للامام الحافظ علی البیہقی المتوفی سنہ ۴۵۸ ھجری۔
۵۵	کنز العمال	شیخ علی متقی	اخبار الاخیار شاہ عبد الحق دہلوی میں ہے شیخ علی بن حسام الدین بن عبد الملک بن قاضی خان المتقی القادری الشاذلی المدینی الجشتی رحمۃ اللہ علیہ در مکہ معظمہ رخت اقامت نہادہ عالم را بانوار طاعت و مجاہدات و بآثار افادت علوم دینی و افاضت معارف دینی ستیز و مستفید ساخت و بجمع و تصانیف کتب و رسائل در علم حدیث و تصوف اشتغال فرمودہ بعد از مشاہدہ آثار خیر ایشان از تالیف و غیر ان عقل حیران می شود و بجزم حکم میکند کہ ایں ہا کے توفیق کامل و برکت شامل کنا شئی از کمال۔ مرتبہ استقامت

نمبر	کتاب	مصنف	حوالہ
			درسوخ درجۂ ولایت باشد وجود نگیر دجامع صغیر و جمع الجوامع شیخ جلال الدین سیوطی راکہ احادیث بترتیب حروف تہجی جمع کردہ و دعاے احاطہ جمیع احادیث نبوی از اقوال و افعال کردن ترتیب فرمودہ شیخ ابوالحسن بکری می فرمودند ۔ للسیوطی منۃ للعلمین و للمتقی منۃ علیہ (احسان سیوطی برجمہ عالم است و احسان متقی بر سیوطی است)
۵۶	مسند امام حنبل	امام المحدثین احمد حنبل	کشف الظنون میں ہے مسند الامام احمد بن حنبل المتوفی سنہ ۲۴۱ ہجری هو کتاب جلیل وان احمد بن حنبل شرط فیه ان لا یخرج الا حدیثا صحیحا عنده ۔ بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی میں ہے امام احمد چوں از مسودہ ایں مسند فارغ شد ہمہ اولاد خود را جمع کردہ برایشاں خواند و گفت ایں کتابیست کہ من آنرا جمع کردہ ام و چیدہ ام از ہفت لک و پنجاہ ہزار حدیث بچنی طرق پس اگر مسلمانان را اختلافی شود در حدیثے از احادیث حضرت پیغمبر علیہ السلام باید کہ باین کتاب رجوع کند
۵۷	مستدرک	امام حاکم نیشاپوری	وفیات الاعیان میں ہے ابو عبداللہ محمد المعروف بالحاکم النیشاپوری الحافظ امام اهل الحدیث فی عصره والمولف فیه الکتب التی لم یسبق الی مثلها کان عالما عارفا واسع العلم المتوفی سنہ ۴۰۵ ہجری
۵۸	موطا امام مالک	امام المحدثین مالک	کشف الظنون میں ہے موطا فی الحدیث للامام مالک ابن انس بن مالک الاصبحی المدنی امام دار الهجرة المتوفی سنہ ۱۷۹ ہجری
۵۹	معجم کبیر طبرانی	امام طبرانی	کشف الظنون میں ہے معجم الکبیر فی الحدیث للامام ابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی الحافظ المتوفی سنہ ۳۶۰ ہجری

نمبر	نام کتاب	مصنف	حوالہ
۶۰	معارف ابن قتیبہ	ابن قتیبہ دینوری	**کشف الظنون میں ہے** معارف فی التاریخ لابن قتیبہ ابی محمد عبد اللہ بن مسلم الدینوری المتوفی سنہ ۲۷۶ ہجری۔
			الفاروق شبلی نعمانی میں مرقوم ہے عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ یہ نامور اور مستند مصنف ہے۔ محدثین بھی اسکے اعتبار اور اعتماد کے قائل ہیں۔ تاریخ میں اس کی مشہور کتاب معارف ہے جو مصر وغیرہ میں چھپ گئی ہے۔
۶۱	کتاب الامامت والسیاست	ابن قتیبہ کاتب دینوری	**مقدمہ الامامت والسیاست محمود رافعی مطبوعہ مصر میں مرقوم ہے** کتاب الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ الدینوری وجدّ فرید فی بابہ۔ حسنًا فی اسلوبہ لم یکن فی موضوعہ مثلہ فقد جمع فیہ مولفہ رحمۃ اللہ من طرائف الاخبار ونوادر التاریخ فیما یتعلق بمسائل الامامۃ وما وقع ایام صحابہ رضوان اللہ علیھم۔
۶۲	ریاض مستطابہ	علامہ یحییٰ عامری	**کشف الظنون میں ہے** الریاض المستطابہ فی جملۃ من روی فی الصحیحین علی الصحابۃ للامام عماد الدین یحیی ابن ابی بکر العامری الیمانی المتوفی سنہ ۸۹۳ ہجری۔
۶۳	فتح الباری شرح صحیح بخاری	علامہ ابن حجر	موصوف کے اوصاف اوپر مرقوم ہو چکے
۶۴	ارشاد الساری شرح صحیح بخاری	قسطلانی	**بستان المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی میں ہے** ارشاد الساری مشہور بہ قسطلانی شرح صحیح بخاری است تصنیف شہاب الدین احمد بن ابو بکر قسطلانی۔ و تصانیف کہ ازو یادگار ماند از اجل انہا این شرح است۔
۶۵	عمدۃ القاری	علامہ محمود عینی	**فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ مولوی عبد الحی لکھنوی میں ہے** قاضی القضاۃ بدر الدین عینی ولد بمصر سنہ ۷۶۲ ہجری لہ شرح

			صحیح البخاری شرح ومعانی الآثار وشرح الھدایۃ وغیر ذلک کان اماما عالما علامۃ وقد طالعت عمدۃ القاری والبنایۃ شرح الھدایۃ وکلھا مفیدۃ
۶۶	ینابیع المودۃ	امام قندوزی	ارجح المطالب میں ہے للامام سلیمان البلخی القندوزی۔
۶۷	شفاء تعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض	کشف الظنون میں ہے شفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ للامام الحافظ ابی الفضل عیاض القاضی المتوفی سنہ ۵۴۴ ہجری (الی ان قال) وھو کتاب عظیم النفع کثیر الفوائد لم یؤلف مثلہ فی الاسلام
۶۸	عقد الفرید	ابن عبد ربہ	وفیات الاعیان ابن خلکان میں ہے ابو عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ کان من العلماء المکثرین من المحفوظات والاطلاع علی اخبار الناس وصنف کتابہ العقد وھو من الکتب الممتعۃ حوی من کل شیء
۶۹	تذکرۃ الحفاظ	کتب رجال ذہبی	بستان المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی میں ہے ذہبی از مشاہیر مشائخ حدیث است وخیلے بزرگ است
۷۰	تدریب الراوی	سیوطی	کشف الظنون میں ہے تدریب الراوی شرح تقریب النووی (قال فی ذکر تقریب النووی) لہ شروح منھا الشرح الشیخ جلال الدین السیوطی وسماہ تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی۔
۷۱	تہذیب الکمال	مزی	کشف الظنون میں ہے تہذیب الکمال فی اسماء الرجال للحافظ جمال الدین یوسف المزی المتوفی سنہ ۷۴۲ھ وھو کتاب کبیر لم یؤلف مثلہ
۷۲	خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال	صفی الدین خزرجی	سیرۃ النعمان مولوی شبلی صاحب نعمانی میں ہے رجال وتاریخ کی مستند کتابیں جنہیں امام ابوحنیفہ کا ذکر ہے اکثر میری نظر سے گذریں

			جیسے تاریخ صغیر بخاری۔ معارف ابن قتیبہ۔ مختصر تاریخ خطیب بغدادی انساب سمعانی تہذیب الاسماء والصفات نودی تذکرۃ الحفاظ ذہبی دول الاسلام ذہبی میزان ذہبی تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی خلاصۃ تذہیب التہذیب الکمال للعلامہ صفی الدین خزرجی خاصۃً قابل ذکر ہیں کیونکہ یہ وہ کتابیں ہیں جن پر آج فن رجال کا دارومدار ہے
۷۳	کتاب الانساب	سمعانی	کشف الظنون میں ہے انساب السمعانی للامام ابو سعید عبدالکریم سمعانی الشافعی المتوفی سنہ ۵۶۲ھ وھو کتاب عظیم فی ھذا الفن
۷۴	وفیات الاعیان	ابن خلکان	حسن المحاضرہ فی اخبار المصر والقاہرہ سیوطی میں ہے ابن خلکان قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن ابراھیم بن ابی بکر الشافعی صاحب وفیات اعیان کان ذکیا عارفا بایام الناس مات رجب سنہ ۶۸۱ ہجری

تمت بالخیر والعافیۃ

۵ شوال چہارشنبہ سنہ ۱۳۴۴ ہجری
مطابق
۲۸ اپریل سنہ ۱۹۲۶ عیسوی

سید اولاد حیدر عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین اُسوۃ الرسول

جلد دوم

سن بلوغ

اسباب رسالت

عیسائیت کی خرابیوں کی مفصل کیفیت

عرب کے الہامی مذاہب

عرب میں ظہور اسلام

نبوت کا بارھواں سال

نبوت کا تیرھواں اور ہجرت کا پہلا سال

سنہ ۲ ہجری

جنگ بدر ۲ سنہ ہجری

سنہ ۳ ہجری

جنگ احد سنہ ۳ ہجری

غزوۂ بنی قُریظہ (۵ سنہ ہجری)

تمت بالخیر والعافیہ

المؤلف الاحقر

سید اولاد حیدر عفی عنہ

یا اللہ ۔ کریم

اسوۃ الرسولؐ جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و خاتم النبیین و الہ الطیبین الطاہرین

شادی وغم توام

ایں ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

حضرت عبداللہ علیہ السلام کی وفات

شادی وغم توام ہوتے ہیں اور حکم تقدیر محکم۔ افسوس ہے کہ اس اتحاد وازدواج کا زمانہ کچھ بھی دیر پا نہ رہا۔ اور کل آٹھ مہینوں کی مختصر اور شماری مدت تمام ہو کر یہ اتحاد واتصال الوداع والفراق سے مبدل ہوگیا۔ اگرچہ اس اتنے ہی قلیل عرصہ میں مدبر قدرت نے اپنی ودیعت و امانت کے استیداع واستقرار کے تمام انتظام تیار ومرتب کر لیئے تھے۔ مگر ساتھ ہی اسکے مشیت کو یہ ودیعت صدف قدرت میں دُر یتیم بنا کر رکھنا تھا۔ اس لیئے جناب آمنہؑ کو آٹھ مہینے کی مدت حمل تمام ہونے پائی تھی کہ حضرت عبداللہؑ نے انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

تاریخوں میں جب زمانہ وفات کی تلاش کی جاتی ہے تو صحیح قرائن یہ بتلاتے ہیں کہ واقعۂ فیل کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ نے رحلت فرمائی۔ مقام وفات مدینہ ہے۔ شام سے قافلۂ تجارت کے ساتھ واپس ہوئے تو مدینہ میں پہنچکر علیل ہو گئے۔ اس لیئے وہیں ٹھہر گئے۔ اور قافلہ مکہ چلا آیا۔ ایک مہینہ کی علالت کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہی اور وہیں انتقال فرمایا۔ اسکی تفصیل ابن سعد کی مفصلۂ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

خرج عبد اللہ بن عبد المطلب الی الشام الی الغزۃ فی عیر من
عیرات قریش یحملون تجارات ففرغوا من تجاراتھم ثم
انصرفوا فمروا بالمدینۃ وعبد اللہ بن عبد المطلب
یومئذ مریض فقال انا اتخلف عند اخوالہ بنی عدی
بن النجار فاقام عندھم مریضا شھرا ومضی اصحابہ
فقدموا مکۃ فسألھم عبد المطلب بن عبد اللہ فقالوا
خلفناہ عند اخوالہ بنی عدی بن النجار وھو
مریض فبعث الیہ عبد المطلب اکبر ولدہ الحارث
فوجدہ قد توفی ودفن فی دار النابغۃ وھو
رجل من بنی عدی بن بنی النجار فی دار التی اذا
دخلتھا فالدویرۃ عن یسارک واخبرہ اخوالہ
بمرضہ وبقیامھم علیہ وبما ولوا من امرہ و
انھم قبروہ فرجع الی ابیہ فاخبرہ فوجد علیہ
عبد المطلب واخوتہ واخواتہ وجدا شدیدا و
رسول اللہ صلعم یومئذ حمل ولعبد اللہ یوم توفی خمس
عشرون طبقات ص۶۱

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب قریش کے قافلون مین سے ایک قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت شام کے مشہور شہر غزہ مین گئے تھے اہل قافلہ تجارتی مال کو بیچکے فراغت کر چکے تو وہان سے واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو اسدرمیان مین حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب علیل ہوگئے آپ نے اپنے ہمراہیون سے کہا کہ مین تو اپنے ماموں زاد بھائیون کے ساتھ قبیلہ عدی بن النجار مین ٹھہر جاؤن گا چنانچہ مدینہ پہنچکر آپ وہین ٹھہر گئے اور ایک مہینہ تک مریض رہے۔ آپکے رفقا مکہ چلے آئے۔ اور جناب عبدالمطلب نے ان لوگون سے حضرت عبداللہ کا حال دریافت کیا تو انھون نے کہا کہ وہ تو علیل ہوکر مدینہ مین اپنے ماموں زاد بھائیون کے ساتھ ٹھہر گئے ہین۔ یہ سنکر حضرت عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو حضرت عبداللہ کی خبر لانے کیلئے بھیجا۔ یہ وہان پہنچے تو حضرت عبداللہ انتقال فرما چکے تھے اور دار النابغہ مین مدفون بھی ہوچکے تھے نابغہ بنی نجار مین ایک شخص کا نام تھا اور یہ اُسی کا مکان تھا اور یہ مکان وہی تھا جس کا دروازہ بائین جانب تھا۔ پھر ان سے (حارث سے) انکے عزیز واقارب نے انکی حالت مرض اونکو قیام کرنے وصیت فرمانے اور پھر رحلت کرجانے اور مدفون ہونیکی تمام وکمال کیفیت بیان کردی۔ حارث یہ خبر سنکر باپ

کے پاس چلے آئے۔ اِس حادثہ کی خبر سنکر جناب عبدالمطلب اور اونکی تمام بھائی بھنین۔ بیٹے بیٹیاں بڑی شدت سے روئیں پیٹین
ہوئیں اسوقت تک حمل مین تھے حضرت عبداللہؑ کا سن وفات کے وقت پچیس برس کا تھا طبقات ابن سعد جلد اول ص۶۱ مطبوعہ جرمن
بنی ہاشم کے تمام گھرون مین کہرام مچگیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسوقت تک حمل مین تھے حضرت عبدالمطلب
و پیرانہ سالی مین ابن پچیس جوان سال نونہال کا ایسا شدید داغ ملا جسنے آپ کی آنکھون مین تمام دنیا کو تاریک کردیا۔ پیری کا ضعف
و اضمحلال کیا کم تھا اوس پر اس غیر متوقع اور غیر متحمل صدمہ و ملال نے آپ کو بالکل مضمحل اور ضعیف کردیا۔ مگر مدبران مشیت
کو اپنی ودیعت کی حفاظت و نگہبانی اور اس خاتم رسالت کی پرورش و نگرانی اسی بزرگ خاندان سے پوری کرانی تھی اور
جس شرف مخصوصہ کے لئے وہ جریدۂ صالحین مین پہلے ہی سے منتخب ہوچکے تھے اوس کی تعمیل و تکمیل کا زمانہ بالکل قریب آرہا
تھا حضرت عبدالمطلب نے بالآخر اس واقعۂ جانگزا اور حادثہ روح فرسا کو محض ارادۂ تقدیر اور امر ناگزیر سمجھکر خود بھی صبر کرلیا اور
تمام عزیز واقارب کو بھی صبر و سکون کی تعلیم و ہدایت فرمائی۔

حضرت عبداللہ ع کی وفات اور آپ کے سن شریف کے متعلق اور اقوال بھی آئے ہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں انکو بھی جمع کر دیا ہے۔ مگر آخر مین اپنا یہ مختار تحقیق قایم کیا ہے والاول اثبت انہ توفی ورسول اللہ صلعم حمل پہلی روایت ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ کے انتقال فرمانیکے وقت رسول اللہ صلعم حمل مین تھے پھر روایت متذکرہ بالا کی نسبت آخر مین یون لکھتے ہین کہ ہو اثبت الاقاویل والروایۃ فی وفاۃ عبد اللہ بن عبدالمطلب وسنۃ عندنا۔ حضرت عبداللہ کی وفات اور عمر کے متعلق ہمارے نزدیک تمام اقوال و روایات سے۔ مذکورۂ بالا روایات زیادہ تر صحیح ثابت ہوتی ہین ص ۶۱

اسی طرح وقت وفات حضرت عبداللہ ہشام کلبی نے آنحضرت صلعم کا سن اٹھارہ مہینون کا بتلایا ہے اور ایک قول کے مطابق سات مہینون کا۔ اسکی نسبت ابن سعد لکھتے ہین والاول اثبت انّہ توفی ورسول اللہ صلعم حمل۔ قول اول زیادہ ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ع کی وفات کے وقت آنحضرت صلعم حمل مین تھے۔ ابن سعد ص ۶۲

وفات عبداللہ پر حضرت آمنہ کا مرثیہ وفات حضرت عبداللہ کے متعلق جناب آمنہ کا مرثیہ عربی کی تمام تاریخون مین قلمبند ہے ہم بھی اوسکے دو تین اشعار طبقات سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

عفا جانب البطحاء من بنی ھاشم	فرزند ہاشم کی خبر مرگ نواح بطحا مین لیجاؤ
وجاور لحدا خارجا فی الغماغم	اور بیرون شہر رض غماغم (مدینہ) مین اوسکی زیارت کرو
دعتہ المنایا دعوۃ فاجابہا	اجل مقدر نے اوسکو بلایا اور اوسنے قبول کر لیا
وما ترکت فی الناس مثل ابن ھاشم	اور حقیقتاً بنی نوع انسان مین ابن ہاشم کا مثل نہین ہے
عشیۃ راحوا یحملون سریرۃ	اوس کے اصحاب کمال اندوہ وملال کے ساتھ
تعاورہ اصحابہ فی التزاحم	اوس کو سریر (تابوت) پر اوٹھا کر ہاتھون ہاتھ (مقبرہ) تک لے گئے۔

(طبقات ج ۱)

حضرت عبداللہ کا ترکہ جناب عبداللہ ع کی عمر ہی کیا ہوئی اور آپ کو ورستی معاشرت کا دنیا مین وقت ہی کتنا ملا کہ آپکے کسی سرمایہ یا جائداد کی تفصیل کی جائے آپ نے اپنے بعد جو کچھ ترکہ چھوڑا وہ ابن سعد کی تحقیق مین یہ تھا۔

ام ایمن وخمسۃ اجمال وقطعۃ غنم فورث ذالک رسول اللہ صلعم وکانت ام ایمن تحضنہ واسمہا برکۃ	ایک ام ایمن (خادمہ) پانچ اونٹ اور چند دنبیان اور یہی قلیل اشیاء معیشت رسول اللہ صلعم کو وراثت مین ملین انھین ام ایمن نے آپ کو بچپن مین کھلایا تھا ان کا نام برکت تھا۔

سوائے آنحضرت کے حضرت عبداللہ وآمنہ کی کوئی اولاد نہین تھی تمام مورخین ومحدثین کا اسپر اتفاق ہے کہ یتیم عبداللہ (روحی فداہ) ہر طریقہ اور ہر قرینہ سے ایسا دُر یتیم تھا کہ نہ اُسکا کوئی شریک تھا نہ سہیم نہ اس کا کوئی عینی بھائی تھا ورنہ حقیقی بہن۔ اصل توحید کا یہ معلم ربانی بالکل تنہا تھا اور لاثانی تمام محققین نے اسکے متعلق

جواپنا مختار قایم کیا ہے اوس کو ابن سعد نے ذیل کی عبارت مین لکھا ہے۔

وھذا امّا لا یعرف عندنا ولا عند اھل العلم لو تلد امنہ بنت وھب ولا عبد اللہ بن عبد المطلب غیر رسول اللہ صلعم

یہ امر ہمارے اور تمام اہل علم کے نزدیک ثابت ہی کہ جناب آمنہ بنت وہب اور حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کی کوئی اولاد سوائے جناب رسالت آب صلعم کے نہین تھی۔

ایام حمل مین کرامات کی صُدور عقل ونقل کے مشاہدات سے عقل سلیم کے نزدیک یہ امر ثابت ہوچکا ہی کہ گروہ انبیا کی خلقت مقدسہ اور فطرت مطہرہ مین قدرت الہیہ نے ترکیب انسانی کے ساتھ تنویر روحانی بہی ودیعت فرمائی تھی اور اس شرف خاص کے باعث سے اون کی ذات با برکات کو قاعدۂ تعمیم سے مستثنیٰ فرماکر تخصیص کے خاص مراتب پر پہونچا یا تھا اسی اصول تخصیص کی بنا پر انبیا علیہم السلام کے اکثر اوصاف معمول کے خلاف اور عام فطرت انسانی سے مرجح اور مرتفع سمجھے جاتے ہین اور چونکہ قدرت کو بھی ان آثار مخصوصہ کے اظہار مین ایک خاص اہتمام منظور ہوتا ہے اس لئے ان کے آثار مخصوصہ کا ظہور وصدور عام طور سے ظاہر بین نگاہون مین تعجب انگیز اور حیرت خیز معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت کے دیکھنے والے اسے قدرت کی جلوہ نمائی تسلیم کرتے ہین۔ جب رسالت آب صلعم کے نبی کیا ختم الانبیا ہونیکے ہمارے پاس بیشمار ثبوت موجود ہین تو آپکے متعلق کسی زمانہ یا کسی وقت مین ہم قدرت کی ان جلوہ آرائیون کو کیسے استبعاد اور بے بنیاد کہہ سکتے ہین اس لئے ہمارے تمام قدیم مورخین ومحدثین نے آپ کی ولادت باسعادت اور نیز اوس کے قبل کے اون تمام واقعات کو جن سے ظہور کرامت کے ثبوت عینی ملتے ہین کچھ اصول اعتقاد کی بنیاد ہی پر نہین بلکہ واقعات ومشاہدات کے طریقہ اعتبار سے اپنی تصنیفات وتالیفات مین قلمبند فرمایا ہے۔ ابن سعد طبقات مین ان آثار قدرت کے متعلق لکھتے ہین۔

ان رسول اللہ صلعم لما حملتہ امنۃ بنت وھب کانت تقول ما شعرت انی حملت بہ ولا وجدت لہ ثقلا کما تجد النسآء انا انی ات وانا بین النائم والیقظان فقال ھل شعرت انک حملت فکانی اقول ما ادری فقال انک قد حملت بسید ھذہ الامۃ ونبیھا وذلک یوم الاثنین قالت فکان ذلک مما یقن عندی الحمل ثم امھلنی حتی اذا دنا ولادتی اتانی ذلک الاتی فقال قولی اعیذہ بالواحد الصمد من شر کل حاسد قلت فکنت اقول ذلک فذکرت ذلک لنسآئی فقلن لی تعلقی حدیدا فی عضدیک وفی عنقک قالت ففعلت فلم یکن ترک علی الا ایاما قد قطع

جناب آمنہ بنت وہب ناقل ہین کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ حمل مین ایک عرصہ تک مجھکو اپنے حاملہ ہونیکا یقین نہین ہوا کیونکہ مجھکو اپنے جسم مین کوئی گرانباری ایسی جیسی عام عورتون کو ایام حمل مین محسوس ہوتی ہو ذرا بھی محسوس نہین ہوتی تہی۔ یہانتک کہ ایکبار نیم خوابی کی عالم مین مینے ایک آنیوالے کو اپنے پاس آتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ کیا تجھکو اپنے حاملہ ہونیکا ابتک یقین نہین ہے مینے اوس پوچھنے والے سے جواب مین کہا کہ مین تو حمل کی کوئی علامت اپنے مین نہین دیکھتی اوس نے کہا کہ تجھکو اس امت کے سردار اور نبی مختار کا حمل ہی جناب آمنہ فرماتی ہین کہ مجھکو خیال ہی کہ وہ دوشنبہ کا دن تھا پس اس شخص کے کہنے کے وقت سے مجکو اپنے حاملہ ہونیکا پورا یقین ہوگیا یہان تک کہ اسی

فکنت لا انعلقہ طبقات ۲۳ عرصہ ہو گیا اور جب ولادت کے دن قریب آئے تو پھر وہی نیولا شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ یہ کلمات منھ سے کہو اعیذہ بالواحد الصمد من شر کل حاسد مین خداے بزرگ سے تمام حاسدون کے مفسدون کے لئے پناہ مانگتی ہون۔ مینے اوسکی ہدایت کے مطابق ان کلمات کو کہا اس واقعہ کو پھر مینے اپنی ہمجلیس عورتون سے کہا تو اون سب نے کہا کہ لوہے کی کوئی چیز اپنے بازو پہ باندھ لو اور گلے مین لٹکا لو جناب آمنہ فرماتی ہین کہ مین نے اُن عورتون کے کہنے کے مطابق کیا پھر مین اوسکو وقت ولادت تک مہینے رہی جب ولادت ہو گئی تو اُتار دیا اور پھر کبھی نہ پہنا۔

اسی سلسلۂ بیان مین ابن سعد نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔

امرت آمنہ وھی حامل برسول اللہ صلعم ان تسمیہ احمد اس رویا مین آمنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ اس مولود کا نام احمد رکھنا

ظہور کرامات کی مذکورہ بالا واقعات سے سر ولیم میور صاحب کا انکار

عیسائیون کے قدیم تعصب و نفسانیت کی لکیر پیٹنے والون مین سر ولیم میور نے بڑا نام پایا ہے اور اسلام کی مخالفت کا خاص بیڑا اٹھایا ہے۔ اسلام کی تفسیر حدیث اور تاریخ کے بیانات سے لیکر مشاہدات و بدیہیات تک سے انکار فرماتے ہین اور تائید عیسائیت کے اس غلط طریقہ کو وہ اپنی مجاہدانہ کوشش یقین کرتے ہین حالانکہ ع این رہ کہ میروی بترکستان ست لیکن حقیقت بین اور انصاف پسند حضرات انکی مساعی واہیہ کو ایک مجنونانہ حرکات سے زیادہ وقیع نہین سمجھتے۔ وہ محض معمولی سے معمولی اسلامی اخبار و آثار کی تنقید و تردید کر کے اپنی دانست مین دین اسلام کی لغویت ثابت کرتے ہین۔ انّ ہذا ضلال بعید۔ حالانکہ انھین معلوم نہین کہ کوئی مذہب ہو اُسکی اصل اور اسکی بنا حقیقت کے کن اخبار اور معیار پر قائم ہوتی ہے۔

اپنی نفسانیت اور تعصب کے اسی سلسلۂ بیان مین سر ولیم میور صاحب نے ظہور کرامات کے اُن واقعات پر بھی جنکو ہم ابھی اوپر لکھ آئے ہین تنقیدی نظر ڈالی ہے اور اونکو سرے سے بے اصل اور راویون کے محض مخترعات بتلایا ہے۔ انکے علاوہ اون مشاہدات کو بھی۔ جنکو روایات ہونے کے علاوہ تاریخی واقعات ہونیکی بھی پوری حیثیت حاصل ہے اور وہ دوران حمل اور وقت ولادت متعدد اور متواتر طریقون سے تمام حدیث اور تاریخ کی کتابون مین درج ہین قابل مضحکہ ٹھیرایا ہے اور خوب قہقہہ لگایا۔ وَمِن ضَحِکَ ضُحِکَ۔

جہان تک میور صاحب کے ان تنقیدی مضامین پر غور کیا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ حسد و نفسانیت کی عصبیت نے میور صاحب کو حقیقت شناسی اور انصاف پسندی کے راستہ سے بہت دور پھینکدیا ہے۔ اُنھون نے ان مرویات سے اسلام کی لغویت ثابت کرنے کا خیال خام پیدا کیا ہے اگر وہ کسی مذہب کی اصلیت اور حقیقی معرفت سے واقف ہوتے۔ اور ان اصول ضروریہ کو جانتے ہوتے جن پر مذہب کی بنا مبنی ہوتی ہے تو ان روایات کی تنقید و تردید سے تکذیب اسلام ثابت کرنے کی جرأت نکرتے اگر بفرض محال یہ مرویات اسلامی معیار تحقیق و تصدیق کے مطابق کبھی نہ اُترین تو ان سے حقیقت اسلام مین کیا نقصان آتا ہے سر ولیم میور ان مرویات کے ایسے توریت و انجیل کے ان متعدد اور متواتر واقعات مندرجات کی نسبت کیا رائے قائم کرینگے

جو محالات کے بھی درجہ سے گر کر مہملات کے حدود تک پہونچے ہوئے پائے جاتے ہیں اور جو عموماً حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیا علیہم السلام کے تذکروں میں اُس وقت سے لیکر اسوقت تک اُنکی مذہبی کتابوں میں بڑے اہتمام اور رنگینیوں سے لکھے جاتے ہیں جنکو اُن ذواتِ مقدسہ اور نفوسِ مطہرہ کے متعلق ذکر کرنا کیسا اُنکی طرف صرف منسوب کرنا بھی اہل اسلام خلافِ ادب و احترام سمجھتے ہیں۔ مثلاً جناب مریم علیہا السلام پر نزول روح القدس اور استقرار حمل مسیح علیہ السلام کی ترکیبات یا ولادت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یوسف نجار کے گھر جا کر جناب عیسیٰؑ کے دیگر علاتی بھائیوں کی ولادت جنکو مسیحی اصطلاحات میں دی برادرس (The prothers) کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ ایسے لغویات ہیں کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں اور سننے والوں کے کان جلے جاتے ہیں "

مگر جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کوئی عیسائی فلاسفر (Philosofer) کوئی سائنٹسٹ (Seicntist) ان واقعات کو غلط ٹھہراتا ہے اور نہ محالات و ناممکنات بتلاتا ہے" افسوس ہے کہ ان اعتراضات سے پہلے سر ولیم میور نے لوقا کی انجیل کھولکر حضرت عیسیٰ کی زبانی اِن احکام ربّانی کو نہ پڑھ لیا "تو اُس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ میں جو شہتیر ہے اُسکو نہیں دیکھتا۔ اے مکار پہلے تو اپنی آنکھ سے شہتیر نکال لے تب تجھکو اپنے بھائی کی آنکھ کا ذرہ نکالنے کیلئے صاف نظر آنے لگے گا۔ لوقا باب ۶۔ آیت ۴۱ و ۴۲ مطبوعہ لاہور۔

میور صاحب کی طرح ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے بھی حضرت آمنہ کا فرشتوں کو دیکھکر ڈر جانے اور عرب کے دستور کے مطابق لوہے کے تعویذ کو گلے میں لٹکانے اور بازوؤں پر باندھ لینے سے یہ معنی لگائے ہیں کہ حضرت آمنہؑ کو دماغی ضعف کی شکایت تھی اور صرع کا جرح تھا" ہم اس ناانصاف یوروپین محقق سے پوچھتے ہیں کہ حضرت آمنہؑ کو تو واقعات کے بیان کے لیے تو ضعف دماغ اور صرع کی بیماریوں میں مبتلا ہونا تجویز ہوتا ہے۔ مگر حضرت سارہ اور حضرت مریم نے جو فرشتوں کو دیکھکر حجاب استعجاب کی صورت میں خوف کھایا تھا اُسکے لیئے ڈاکٹر صاحب کونسی بیماری اور کونسا جرح تشخیص فرمائیں گے۔

بہر حال اگر سر ولیم میور اور اُنکے ہمخیال خصائص انبیاء کے قائل نہیں ہیں اور ان خاصان خدا کو عوام کالانعام کے برابر جانتے ہیں تو وہ اپنے اس غلط استدلال کو اہل اسلام کے مقابلہ میں جو ابتدائے اسلام سے لیکر اسوقت تک تخصیص و تفضیل انبیاءؑ کے برابر معتقد و مؤید ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ابد الاباد تک قائل رہیں گے۔ اسوقت تک پیش کرنیکا حق نہیں رکھ سکتے جبتک کہ وہ ان اقسام کی مرویات کو اپنی تمام مذہبی کتابوں سے قلمزد نہیں کر لینگے یا کم سے کم اونپر محالات و ناممکنات ہونیکا پورا یقین نہ کر لینگے ہم نے منکے جملہ اعتراضات کی تردید میں اس کلیہ کو لکھدیا اس سے زیادہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مگر چونکہ سر ولیم میور نے فرشتہ کے ذریعہ سے حضرت آمنہؑ کو اس مولود کا احمدؐ نام رکھے جانے کی ہدایت کرنے پر بڑی حیرت و استعجاب کا اظہار فرمایا ہے۔ اسلیے ہم مختصراً اُنکے استعجاب کا ذیل میں جواب عرض کیئے دیتے ہیں۔

سر ولیم میور کو اس حصہ روایت کی تردید کی ضرورت جس بنا پر واقع ہوئی ہے اُسکو ہم خوب جانتے ہیں۔ احمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) کے نام ولقب سے اُنکے بدن پر لرزہ چڑھ جاتا ہی کیون اسلیے کہ یہ وہی مقدس اور مبارک نام ہی جسکے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صعود آسمان کے وقت حضرت خاتم الانبیا علیہ وآلہ التحیۃ والثنا کے ظہور اور رسالت کی نوید وبشارت اس عبارت کے ساتھ تمام مسیحی اُمت کو پہنچائی تھی کہ "سچ تو یہ ہی کہ میرا چلا جانا تمھارے لیئے ضروری ہی کیونکہ اگر مین جاؤن تو فارقلیط (احمد مصطفےٰ) تمھارے پاس نہین آویگا اور اگر مین چلا جاؤنگا تو اُسکو تمھارے پاس بھیجدونگا۔

انجیل یوحنا باب ۱۶ - آیت ۷ و باب ۱۴ - آیت ۲۵ و ۲۶ -

فارقلیط کا اصل ترجمہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جسکی تصدیق وتوثیق قرآن مجید کے الفاظ بشارت وَمَنْ يَّاتِي بِهِ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ ہم فارقلیط اور احمد کے متحد المعنی اور صحیح ترجمہ ہونیکی بحث کو اور ان تمام مشکلات کو جو عیسائیون نے اس لفظ کے ترجمہ ومعانی مین پیدا کردی ہین اپنی کتاب کے باب البشارت مین کتب قدیمہ کی اصلی عبارت کیساتھ بتفصیل بیان کرینگے۔ بہرحال آمدم بر سر مطلب۔ سر ولیم میور صاحب کو جناب آمنہ کے پاس فرشتہ کا آنا اور اُس بچہ کا نام جو اسوقت تک حمل مین تھا احمدؐ رکھے جانے کی تاکید کرنا حیرت خیز اور تعجب انگیز بھی معلوم ہوا ہے محال بھی ناممکن الوقوع والا مثال بھی۔ اچھا تھوڑی دیر کیلیے یونہی سہی۔ مگر مشکل تو یہ ہی کہ افسوس سر ولیم میور صاحب بدقسمتی سے ان واقعات ومشاہدات کی اُن متعدد اور متواتر مثالونکو کیا کرینگے جو بجنسہٖ وبلفظہٖ انکی آسمانی کتابون مین بھی اُسوقت سے لیکر اسوقت تک مرقوم ومسطور چلی آتی ہین اور محفوظ ومذکور۔ توریت مقدس کے باب پیدائش مین لکھا ہے۔

"ہاجرہ سے اللہ تعالیٰ کے ایک فرشتہ نے آکر کہا کہ دیکھ تو حمل سے ہی اور تیرے ایک لڑکے کا پیدا ہوگا اسکا نام اسمٰعیل رکھنا" (کتاب پیدائش باب ۱۶ - آیتہ ۱۱) اور پھر اُسی کتاب مین ہے کہ :-

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے کہا کہ تیری بی بی سارہ کے بیشک ایک لڑکا ہوگا تو اُسکا نام اسحٰق رکھنا۔ باب ۱۵ - آیت ۱۹

توریت کی عبارت ہو چکی۔ اب انجیل کی بشارت ملاحظہ ہو۔ انجیل متی باب ۱ آیت ۲۰ مین ہے۔

"اُسکے (مریمؑ) ایک بیٹا پیدا ہوگا اور تجھکو (یوسف کو) چاہیے کہ اُسکا عیسیٰ نام رکھ کیونکہ وہ اپنی اُمت کو گناہون سے نجات دیگا"۔ ان اعتراضات کے جواب مین عیسائیون سے عموماً اور میور صاحب سے خصوصاً التماس ہی کہ ان متعدد اور متواتر مثالونکی موجودگی مین جنکے صحیح اور فی الواقع ہونے مین کوئی کلام نہین ہو سکتا وہ کس مُنھ اور کس زبان سے مسلمانون کی ان مرویات پر محالات اور ناممکنات کا حکم لگائین گے۔ اسلیئے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین تاوقتیکہ وہ اپنی کتب مقدسہ سے ان واقعات کو نکالدینگے اُنکو جناب آمنہ سلام اللہ علیہا پر نزول فرشتہ اور ہدایت تسمیہ کے متعلق تعریض وتنقید کا کوئی حق حاصل نہوگا۔

نزول رحمت ظہور رسالت

ولادت باسعادت | جناب آمنہ کے ایام حمل تمام ہوئے یا یون کہیے کہ امین آلہی کی امانت کی مدت ختم ہوئی اور وہ دن آگیا کہ ودیعت الٰہی کا وہ نایاب گوہر قدرت لامتناہی کا لاجواب جوہر علم وایقان کا مخزن۔ عرفان واتقان کا معدن

بشارت موسیٰ کا مدعا۔ نوید عیسیٰ کا مقتضا۔ اصل وحدت کا معلم۔ امر رسالت کا متمم۔

آئینۂ معرفت کبریا — خاتمۂ سلسلۂ انبیاء
گوہر گنجینۂ علم و کمال — جوہر آئینۂ حسن و جمال
شمسۂ ایوان قضا و قدر — خمسۂ ارکان عقول بشر
جلوہ دہ شاہد وحدانیت — سجدہ گہ عاشق روحانیت
علت غائیۂ ہر جزو و کل — اوّل ہر خلقت ختم الرسل
ہفت فلک از کرمش استوار — ہشت بہشت از قدمش نوبہار
منتظم نظم قضا و قدر — مقتدر و معتمد و معتبر

نام ورش اوّل ابجد شدہ
احمد و محمود و محمد شدہ
(مؤلف عفی عنہ)

افضل المرسلین۔ خاتم النبیین شہنشاہ کونین۔ رسول الثقلین۔ فخر ہاشمی و قصی مفخر عبداللہؑ۔ نازپرور آمنہؑ اول خمسہ آل عبا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ رحمت الٰہیہ اور برکت قدسیہ کا اسوۂ حسنہ بنکر رونق افروز گلستان عالم ہوئے

تاریخ روز اور سن ولادت — تفسیر حدیث اور تاریخ کے محققین اہل سنت والجماعت کے اقوال مختار سے تاریخ ولادت بارھوین ربیع الاول روز دوشنبہ سنہ۱ عام الفیل مطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء ثابت ہوتی ہے علماء اہلبیت کے اتفاق وارشاد سے سترھوین ربیع الاول روز دوشنبہ پائی جاتی ہے۔

حاشیہ زیر صفحہ۔ تاریخ وصال ولادت کے متعلق ہم نے فریقین کے علحدہ علحدہ مختار متفقہ لکھدیے ہین سواد اعظم اہلسنت کی حدیث و تاریخ کی تمام کتابون مین اقوال مختلفہ پر کمال احتیاط نظر کرنے اور اُنکو باہم مقابلہ کر لینے کے بعد جو مختار متفقہ قدیم پایا گیا ہے وہ یہ ہے۔

وقیل لہ لاثنی عشر من ربیع الاوّل وعلیہ عمل اھل مکۃ وحد یثاقی زیارتھم موضع مولدہ فی ھذا الوقت ای ثانی عشر ربیع الاوّل زرقانی

بارھوین ربیع الاول ہی آپ کی تاریخ ولادت تبلائی گئی ہے اور اسی پر اہل مکہ کا اتفاق ہے اور آج تک اسی پر عمل ہے اور وہ لوگ آپ کے مقام ولادت کی زیارت وہان اسی دن یعنی بارھوین ربیع الاول کو کیا کرتے ہین۔

پھر ان تمام اقوال مختلفہ کے تصفیہ مین تحریر ہے۔

فتحصل فی تعیین الیوم سبعۃ اقوال المشھور انہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول وھو قول الثالثۃ فی کلام المصنف وھو قول محمدؐ

تاریخ ولادت کے تعین مین سات قول آئے ہین مگر ان سب مین مشہور یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارھوین ربیع الاول دوشنبہ کے دن پیدا ہوئے اور مصنف (قسطلانی صاحب کتاب مواہب لدنیہ)

احوال ولادت کے متعلق حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کی زبانی جنکی تصدیق آگے چلکر خود قول رسول صلعم سے ہو جاتی ہے تواریخ میں یہ حالات وواقعات درج ہیں۔ ہم ابن سعد کی طبقات سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

ان آمنة بنت وهب قالت لقد علقت به يعني رسول صلعم فما وجدت له مشقة حتى وضعته فلما فصل مني خرج معه نورا اضاء له بين المشرق الى المغرب ثم وقع الى الارض معتمدا على يديه ثم اخذ قبضة من تراب فقبضها ورفع راسه الى السماء وعن عبد الله ابن عباس

جناب آمنہ ناقل ہیں کہ جب سے مجھے جناب رسول خدا کا حمل رہا مجھے کوئی گرانی محسوس نہیں ہوئی یہانتک کہ وضع حمل ہوا جس وقت آپ متولد ہوئے پورب پچھم تک ایک نور پھیل گیا۔ وقت ولادت آپ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور ایک مشت خاک اٹھالی اور آسمان کی طرف اپنا فرق مبارک بلند فرمایا۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ

ابن اسحق بن یسار امام المغازی وقیل غیرہ قال ابن کثیر وهو المشهور عند الجمهور وبالغ ابن الجوزی وابن الجزار فنقلا فيه الاجماع وهو الذی عليه العمل زرقانی ص۱۵۱ ج ۱۔

مندرجہ اقوال سے یہ تیسرا قول ہے اور یہی امام المغازی محمد ابن اسحاق ابن یسار کا قول ہے۔ اور سوائے انکے اور دوسرے لوگوں کا بھی یہی قول ہے ابن کثیر نے اسی کو قول مشہور لکھا ہے اور ابن جوزی و ابن جزار نے تمام اقوال کو نقل و جمع کر کے اسی قول پر اجماع و عمل دونوں ثابت کیا ہے

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہے کہ ربیع الاول بالاتفاق اور بارھویں تاریخ عند اہلسنت مسلم ہے سب کچھ ثابت ہے لیکن شبلی صاحب کو جنھوں نے لذتوں کے اصول پر اپنی جدت طبع کا نمونہ دکھلا کر اتنے مفسرین محدثین اور مورخین کی اجماعی تحقیق کو غلط ٹھیرائے ہیں اور ایک ایسی تاریخ قطعی طور پر روز ولادت بتلاتے ہیں جسکو اسوقت سے لیکر اسوقت تک کسی مفسر محدث اور مورخ نے ضعیف سے ضعیف سند سے بھی نہیں لکھا ہے۔ حالانکہ وہ سات اقوال مختلفہ جنکا حوالہ زرقانی نے دیا ہے وہ دوسری آٹھویں و سویں بارھویں سترھویں اور اٹھارھویں ربیع الاول ہے۔ مندرجہ بالا تاریخوں میں شبلی صاحب کی نویں تاریخ کو کسی نے بھی نہیں لکھا ہے آپ نے قطعی لکھا ہے تو کسی تاویل کی بھی گنجایش نہیں چھوڑی کیونکہ اگر آٹھویں تاریخ کو اپنے تاں کر کسی طرح نویں تاریخ قرار دی بھی جاوے جو وقت ولادت بالاتفاق صبح کے وقت طلوع آفتاب کے بعد قرار پایا ہے کسی طرح نویں کے انعقاد کو صحیح ہونے نہیں دیتا ہاں اگر آٹھویں کا دن تمام ہو کر رات کا وقت ولادت کہیں لکھا ہوتا تو آپ کے قول کی قدرے تاویل ممکن تھی"

شبلی صاحب کے اس قول مختار اور اس فیصلہ نا استوار کی یہ کیفیت ہے جو پیش کیگئی جس سے انکی قرار دادہ تاریخ کے قطعی اور واقعی ہونے کا کہاں تک ثبوت ملے گا اسکے کم سے کم مشتبہ اور مختل ہونیکا بھی کوئی عنوان کسی کتب تاریخ و حدیث سے قائم نہیں ہوتا۔ مولوی شبلی نے اسوقت اپنے ان تمام قواعد و ضوابط اور حدود و شرائط سے دست بردار ہو کر جنکو وہ سیرۃ النبی کے دیباچہ میں قائم کر چکے ہیں اور نیز اپنے اس اصول موضوعہ کہ کوئی تاریخی واقعہ تاوقتیکہ حدیث کی کتابوں سے منطبق نکر لیا جاوے اندراج کے قابل نہیں ہیئت و نجوم کے موئید ہو گئے ہیں اور محمود پاشا فلکی کے مقلد۔ چونکہ انھوں نے قاعدہ نجوم سے یہ ثابت کیا ہے کہ تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہے اس لئے آپ نے بھی بلا تردد و تامل اسی کو بالکل صحیح اور صریح تاریخ و ماہ ولادت قرار دیدیا اور اپنے حسابوں اپنی اس تحقیق و تلاش کو بالکل جدید اور نادر تصور فرمایا

عن ابیه عباس بن عبد المطلب ولد النبی صلی الله علیه وآله وسلم مختونا مسرورا۔ طبقات ابن سعد

نے اپنے پدر بزرگوار حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوئے

حضرت عبدالمطلب کو خبر ولادت

ابن سعد واقعہ ولادت کی تفصیل میں آگے لکھتے ہیں۔

ولما ولدت آمنه بنت وهب رسول الله صلعم ارسلت الی عبد المطلب فجاءه البشیر وهو جالس فی الحجر معه ولده ورجال من قومه فاخبره ان آمنه ولدت

جب جناب رسالتمآب صلعم پیدا ہوئے تو حضرت آمنہ بنت وہب نے آدمی بھیجکر حضرت عبدالمطلب کو اطلاع کی۔ وہ اوسوقت اپنے بیٹوں اور قوم کے چند لوگوں کے ساتھ کعبہ کے مقام حجر میں تشریف فرما تھے

بقیہ عبارت صفحہ گذشتہ حالانکہ اگر آپ صرف زرقانی کی پوری عبارت پڑھ گئے ہوتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ محمود پاشا فلکی سے صدہا برس پیشتر اسلامی ماہرین و محققین علم نجوم نے باقاعدہ نجوم آپ کی ولادت کے روز و تاریخ کی تحقیق کر لی ہے فلکی صاحب کچھ آسمان سے اس مضمون کو نہیں لائے ہیں بلکہ اون سے بہت پیشتر زمین والے بڑی جانکاہی سے اسکو سطح زمین پر تحقیق کر چکے ہیں (ملاحظہ ہو عیون المعارف مؤلفہ ابو عبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر القضاعی الشافعی۔ قاضی مصر المتوفی ۴۵۴ھ زرقانی جلد اول طبع مصر حیدرآباد ص ۱۵۹) اب فلکی صاحب یا اونکی تحقیق سے شبلی صاحب سکے متعلق جس تحقیق کی جدت یا نوعیت کا دعویٰ کرینگے وہ حقیقت میں اونہیں حضرات کے غور و افکار کا نتیجہ یقین کیا جاویگا جو عیون المعارف میں جیسا کہ زرقانی کے قول سے ثابت ہوتا ہے۔ امام قضاعی نے تعین تاریخ ولادت کے متعلق علماء نجوم کے تمام اقوال جمع کئے ہیں اور انکی تحقیق کی رو سے روز ولادت آٹھویں تاریخ بتلائی ہے اسی قول کو اکثر محدثین و مورخین نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی صاحب (مواہب لدنیہ) اور حمیدی (صاحب جمع بین الصحیحین) وغیرہم کا بھی یہی مختار تھا۔ ملاحظہ ہو زرقانی ص ۱۵۱ اس بنا پر اگر اعتبار کیا جاوے گا تو آٹھویں ربیع الاول پر جو علماء نجوم و حدیث کے متفقہ اقوال سے ظاہر ہوتا ہے۔ نہ فلکی صاحب اور نہ شبلی صاحب کی نویں پر جسکو نہ منجمین لکھتے ہیں نہ محدثین نہ مورخین۔

شبلی صاحب کی بلند پروازی کچھ اسی مضمون تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ کی تمام تصنیف و تالیف میں کہ بر آسمان بنیر دوختی کا تمام لطف پایا جاتا ہے جسکا ایک نمونہ پیش نظر ہے۔ آپنے محمود پاشا فلکی کے قول کی قطعی صحت کا حکم تو لگا دیا۔ مگر یہ خیال نہ رہا کہ اسکے صحیح مان لینے سے تاریخ میں اختلاف تو تھا ہی۔ سال کے تعین میں بھی فساد عظیم مچ گیا۔ عرب اسوقت تک تو صرف سنہ عام الفیل لکھتے اور بتلاتے آئے مگر یورپ میں محققین نے جنمیں محمود پاشا فلکی کے ایسے کثیر التعداد افراد ہیئت نجوم فلسفہ اور ریاضی کے ماہرین و کاملین شامل ہیں۔ جب واقعات اسلامی کے نقل و ترجمہ کیطرف توجہ فرمائی تو سنہ عام الفیل کو سنہ عیسوی سے مطابق کر کے بالاتفاق بارہویں ربیع الاول سنہ عام الفیل کو ۲۹ اگست ۵۷۰ء کے مطابق قرار دیا اور پھر اوسوقت سے لیکر اسوقت تک تمام ممالک یورپ میں اسلامی واقعات و سوانح مختلف زبانوں میں لکھے گئے اور کثیر التعداد عربی تالیفات و تصنیفات عربی سے یورپین زبانوں میں ترجمہ ہوں اور سب اسی مختار متفقہ پر اعتبار کر کے اپنی تمام تالیفوں اور ترجموں میں نقل کرتے آئے مگر فلکی صاحب نے ۲۹ اگست کو ۲۰ اپریل اور ۵۷۰ء کو ۵۷۱ء کر دیا۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ سرسری طور پر تاریخوں کے دیکھنے سے تو ولادت کی تاریخ و روز میں صرف دو تین دن کا فرق

غلاماً فسر ذلک عبدالمطلب وقام ھو ومن کان معہ فدخل علیھا فاخبرتہ بکل ما راءت وما قیل لھا وامرت بہ قال فاخذہ عبدالمطلب فدخلہ الکعبۃ وقام عندھا یدعو اللہ ویشکر ما اعطاہ

اور آدمی نے حاضر ہو کر بشارت دی کہ آمنہؑ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا یہ سنکر آپ مسرور ہوئے اور آپکے ساتھ آپکے تمام ہمراہی بھی کھڑے ہو گئے اور جب گھر میں آمنہؑ کے پاس پہونچے تو اونہوں نے وہ تمام حالات جو انہے دیکھے تھے یا جو کچھ (منجانب خدا) آپ سے کہا گیا تھا یا جس کے لئے آپکو حکم دیا گیا تھا حضرت عبدالمطلبؑ سے بیان کر دیا حضرت عبدالمطلبؑ نے اس مولود مسعود کو گود میں لیا اور خانہ کعبہ کے اندر جاکر کھڑے ہو گئے اس مولود مسعود کی سلامتی کی دعا مانگی اور اس نعمت کے عطا فرمائے جانے کا شکریہ ادا کیا۔

تقریب ولادت کی یادگار میں حضرت عبدالمطلبؑ کے اشعار

ابن سعد طبقات میں مندرجہ بالا حالات لکھکر محمد ابن عمر اسلمی کے اسناد سے اسقدر اضافہ اور کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؑ نے اس واقعہ مسرت افزا کی یادگار میں ذیل کے اشعار منظوم فرمائے جن سے آپ کے قلبی جذبات کا پورا پورا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

الحمد للہ الذی اعطانی	میں خدا کی تعریف کرتا ہوں کہ اوس نے مجھے ایسا
ھذا الغلام الطیب الاردان	فرزند عطا فرمایا جو اپنی قوم میں پاک و پاکیزہ ہے

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ

معلوم ہوتا ہے کیونکہ عربی تاریخیں ۱۲ ربیع الاول بتاتی ہیں اور آپ ۹ برکتے میں قرأت تقویم [illegible] مہینہ اور سال میں اتنا بڑا عظیم اختلاف ہے کہ اپریل سے اگست اور ۵۶۷ء سے ۵۷۱ء ہو گیا ہو یہ کیسی صحیح ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن نہیں ہو کہ ایک بین غلطی اس واقعہ کے متعلق اتنے زمانہ سے چلی آتی ہو اور سیر علماؤ مستشرقین کی آج تک نظر نہ پڑی ہو اور اگر نظر پڑی بھی ہو تو وہ اسکو صحیح نہ کر سکے ہوں اور آج تک برابر اوسی غلطی کو نقل کرتے چلے آتے ہوں۔

ڈاکٹر سر سید احمد خان نے خطبات احمدیہ میں ۵۷۰ء میں آپ کی ولادت واقع ہونیکی تحقیق اور اوسکی تصدیق و توثیق پوری تفصیل کیساتھ ان الفاظ میں کی ہے جمہور مورخین کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بارہویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے سال یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن روز بعد پیدا ہوئے۔ مگر اس امر میں کہ عام الفیل سنہ عیسوی کے کون سے سال میں واقع ہوا تھا مورخوں کی رائے میں اختلاف ہے۔ صحیح امر جو قرار پایا ہے وہ یہ ہے کہ عام الفیل ۵۷۰ء کے مطابق تھا کیونکہ سب مورخین اس پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ۶۲۲ء میں مکہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی۔ یعنی نزول وحی سے تیرہویں برس اور وحی چالیس برس کی عمر میں نازل ہوئی تھی۔ ان برسوں کو اگر جمع کیا جاوے تو ترپن قمری سال ہوتے ہیں اور جب ان میں سے ایک برس قمری و شمسی سال سے مطابقت کرنیکے لئے منہا کر لیا جاوے تو باون برس باقی رہتے ہیں اور جب باون کو چھ سو بائیس ۶۲۲ میں سے نکال دیا جائے تو پانسو ستر باقی رہتے ہیں اس حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی ولادت ۵۷۰ء میں واقع ہوئی (مطبوعہ لاہور ص ۱۶)۔

یہ قرائن و شواہد بتلا رہے ہیں کہ نہ فلاں صاحب کا مختار قابل اعتبار ہے نہ شبلی صاحب کی تائید لائق شمار پھر اتفاق میں اختلاف پیدا کرنا کیا معنی۔ یہ نتیجہ ہے زود قیاسی اور مدعا ناشناسی کا المؤلف

قد ساد فی المھد علی الغلمان	وہ اپنے گہوارے میں غلاموں کی حفاظت میں آرام کرتا ہے
اعیذہ باللہ الذی ذی ارکان	خدا تعالیٰ جو رکن مقام کا مالک ہو اوسکو اپنی پناہ میں رکھے
حتی اراہ بالغ البنیان	یہانتک کہ میں اپنی آنکھوں سے اوسے جوان دیکھ لوں
اعیذہ من شر ذی شنآن	اور خدا اُسے اوسکو برا چاہنے والے حاسد سے محفوظ رکھے
من حاسد مضطرب العنان	اور اونکی شر سے بھی جو اُسکا اچھا نہیں چاہتے ہیں [۱]

روز اور وقت ولادت سال وماہ ولادت کی تفصیل وتحقیق اوپر لکھی جا چکی ہے - رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی بالقابہ سپرٹ آف اسلام صفحہ ۸ کے زیر حاشیہ لکھتے ہیں کہ جس سال آنحضرت صلعم پیدا ہوئے وہ کسریٰ نوشیروان کا چالیسواں سال جلوس تھا اور سن سلاقسی (یونانی) کا ۸۸۲ سال تھا۔

باتفاق فریقین ثابت ہے کہ ولادت باسعادت دن کے وقت بعد طلوع آفتاب دوشنبہ کے روز واقع ہوئی مسلم ابن قتادہ انصاری سے ایک طولانی حدیث اسکے متعلق موجود ہے جسکی سند پر امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ نے یہ تعلیق فرما دیا ہے هذا الحدیث یدل انہ صلعم ولد نہارا یہ حدیث اسپر دلیل ہے کہ آپ کی ولادت دن کے وقت واقع ہوئی۔ اسی حدیث میں دوشنبہ کے دن کا بھی تعین مندرج ہے - ملاحظہ ہو زرقانی ص ۱۶۱

[۱] افسوس ہے کہ سر ولیم میور صاحب تعصب اور نفسانیت کی پیچیدگیوں میں پڑکر جذبات اور تعلقات قلبی کو جو محسوسات بدیہی اور نیز فطری و طبعی ضرورت قدرت کی طرف سے ودیعت کئے گئے ہیں بھی قطعی فراموش کر گئے۔ اور حضرت عبد المطلب کی مندرجہ بالا دعا کو بھی جو آپنے اس در یتیم کے حق میں خدا سے مانگی تھی ٹھنڈے دل سے نہ دیکھ سکے اور اسکی نسبت جب اعتراض کا موقع نہ ملا تو تحریر فرماتے ہیں کہ عبد المطلب کی دعا کا جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ صریح اسلامی طریق کا ہے اور اس سے خیال کیا جاتا ہے کہ کعبہ میں عبد المطلب کا دعا مانگنا صرف مسلمانوں کی بنائی ہوئی بات ہے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آبائے طاہرین کے خدا پرست ہونیکی بحث تو عنقریب اپنے مقام پر لکھینگے۔ مگر یہاں سر ولیم میور کو صرف اتنا بتلائے دیتے ہیں کہ اس مقدس خانوادے کی خدا پرستی پر اسلام کے کل فرقوں کا قریبا اتفاق ہے اور اس کا سب سے بڑا روشن اور قوی ثبوت یہ ہے کہ حضرت عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والد بزرگوار کا نام عبد اللہ رکھا۔ جو خاص خدا پرستوں کے طریقہ کا نام ہے - پھر اس خدا پرست نے اپنی دعا میں خدا پرستوں کے الفاظ و مصطلحات استعمال فرمائے تو کون سا تعجب ہے۔

ولیم میور صاحب کے اعتراضات کرامات ولادت کے جوابات اگرچہ ہم نے ولادت کے متعلق صرف انھیں واقعات کو لکھا ہے جو تاریخی مشاہدہ کا درجہ رکھتے ہیں اور محالات وغیرہ کے شبہات و احتمالات سے بالکل مبرا ہیں مگر سر ولیم میور صاحب اپنی دھن میں آتے کے کہتے ہیں کہ ان حالات کو بھی حیرت خیز اور تعجب انگیز کہے جاتے ہیں۔ اس متعصب عیسائی مولف کی اصل غرض تو یہ ہے کہ ان بے ضرورت مباحث کو پیش کر کے دین اسلام کی لغویت ثابت کریں اس بھلے آدمی سے کوئی پوچھے کہ کسی پیغمبر کے حالات ولادت کا علم اس سے کہ وہ صحیح ہوں یا غیر صحیح اسکے اصول مذہب و تعلیم دین پر کیا اثر ڈالتا ہے چونکہ میور صاحب کا مدعا اسلام پر در پردہ شرمناک حملہ ہے اسلئے اُسکی حقیقت کا انکشاف

مقام ولادت فریقین کے متفقہ مختار سے شعب بنی ہاشم (جو بعد میں شعب ابیطالب کے نام سے مشہور ہوا) مقام ولادت ثابت ہوتا ہے۔ زرقانی میں مقام ولادت کی تفصیل اور تخصیص کے متعلق یہ لکھا ہے کہ شعب بنی ہاشم میں وہ مکان اصلی مقام ولادت تھا جسکو زقاق مدلک کہتے تھے۔ اور یہ وہی مکان تھا جو بقول مورخ ابن اثیر آنحضرت صلعم نے عقیل ابن ابیطالب کو ہبہ فرمایا تھا اور بعد مرور ایام انکی اولاد نے محمد ابن یوسف ثقفی برادر حجاج ابن یوسف الثقفی کے ہاتھ بیع کر دیا اور اس کے بعد جب ہارون الرشید حج کرنے آیا تو اوس نے محمد ابن یوسف کے ورثا سے خرید کر یہاں مسجد بنوا دی جو آجتک مولد النبی صلعم کے نام سے زیارتگاہ عالم ہے۔ (از زرقانی ص ۱۶۵)

رسم تسمیہ و ولیمہ عقیقہ رسم تسمیہ اور ولیمہ عقیقہ کی نسبت زرقانی نے تاریخ خمیس کے اسناد سے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔

وفی الخمیس روی انہ لما ولد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم امر عبد المطلب بجزور فنحرت ودعا رجالا من قریش فحضروا وطعموا وفی بعض الکتب کان ذلک یوم سابعہ فلما فرغوا من الاکل قالوا ما سمیتہ فقال سمیتہ محمد

تاریخ خمیس میں ہے کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت عبد المطلب نے اونٹوں کی قربانی کا حکم دیا۔ چنانچہ اونٹ ذبح کیے گئے۔ قریش کے لوگوں کو دعوت دیگئی وہ حاضر ہوئے اور کھانے کھائے۔ بعض کتابوں میں یہ دعوت ولادت سے ساتویں دن بیان کیگئی ہے۔ جب کھانے سے فراغت ہو چکی تو لوگوں نے حضرت عبد المطلب سے پوچھا اس

حاشیہ صفحہ دیگر ضروری ہے میور صاحب وہ روایات جسمیں حضرت آمنہ سے نور کا ظاہر ہونا منقول ہے اور جو بیہقی کی کتاب شرح السنۃ میں بیان کیگئی ہے اوسطرح پر نہیں ہے جسطرح کہ میور صاحب نے بیان کی ہے اسلئے ہم اوس روایت کو بلفظہ نقل کرتے ہیں عن العرباض ابن ساریہ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم قال .... ساخبرکم باول امری انا دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسی ورؤیا امی التی رات حین وضعتنی وقد خرج لھا نورا اضاء لھا قصور الشام عرباض ابن ساریہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میں تمکو اپنے ابتدائی احوال سے مطلع کروں میں دعا ہوں ابراہیم کی اور بشارت ہوں عیسیٰ کی اور خواب ہوں اپنی ماں کا۔ جسے اُس نے میرے پیدا ہونیکے وقت دیکھا تھا کہ اُس سے ایک نور پیدا ہوا ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے جن روایتوں میں نور کا پیدا ہونا منقول ہے اونکو اگر ہم صحیح تسلیم بھی کر لیں تو اُن سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جناب آمنہ نے ان امور کو خواب میں مشاہدہ فرمایا ہے جیسا کہ ہم ابن سعد کے حوالہ سے اوپر لکھ آئے ہیں تو اس قسم کے خواب دیکھنے نہ حیرت انگیز ہو سکتے ہیں نہ تعجب خیز۔ نہ خلاف قیاس ہے۔ نہ محال عادت ہمکو میور صاحب کے اس واہی اعتراض پر اتنا تعجب نہیں ہوتا جتنا اونکی قابلیت جامعیت اور یکطرفہ فیصلہ کرنے پر افسوس آتا ہے۔ افسوس ہے اہل اسلام ان مرویات پر محالات و ناممکنات غرض دنیا بھر کی دشواریاں جمع کر دیں اور اونکو ناممکنات و محالات بتلا دیا۔ مگر اپنی کتابوں کی کوئی خبر نہ لی جن میں ایسے ایسے مہملات۔ لغویات اور محالات کے خزانے بھرے پڑے ہیں کہ نادان سے نادان اور بیوقوف سے بیوقوف شخص بھی اونکی صحت کا قائل نہیں ہو سکتا دیکھو کتاب توریت حضرت یعقوب کا خدا کے ساتھ کشتی لڑنا۔ اور حضرت اسحاق کا سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جانا اور اس ترکیب مصنوعی سے رتبہ معراج پانا (تکوین ۲۲-۲۹) اسی طرح حضرت موسیٰ کے معجزات عصا کا سانپ ہو جانا۔ ید بیضا کا نمودار ہونا آب دریا کا خون ہو جانا۔ مینڈکوں کی وبا کا آنا۔ اور دیگر خلاف عقل و عادت معجزات جو (نعوذ باللہ) اُس پیغمبر برحق کی دعا سے ملک مصر پر نازل

فقالوا ارغبت عن اسماء آبائه فقال اردت ان یکون محمودا
فی السماء لله وفی الارض لخلقه وقیل بل سمیته بذلك
لما رأته وقیل لها فی شانه ویمکن الجمع بان امه
لما نقلت ما رأته لجده سماه فوقعت التسمیة منه
اذا کان لسببها فصح القول بانها سمته بالزرقانی ص ۱۵۴

تو لوگون نے پوچھا آپ کو اپنی بزرگون کے نام سے رغبت نہین ہے عبدالمطلب نے فرمایا مین اس لئے اسکا نام محمد رکھا ہی کہ خدا کے نزدیک آسمان پر بھی محمود اور اوسکی خلقت کیلئے زمین پر بھی محمود ہو اور یہ قول بھی آیا ہے کہ آپ کا یہ نام آپ کی ماں نے رکھا تھا جیسا کہ آمنہ کو خواب مین اس بچے کے اسکے نام اور اکرام شان کے متعلق بتلایا گیا تھا ولد کا یہ نام رکھتا ہی عبدالمطلب نے کہا محمد صلعم

اور ان دونون مختلف اقوال مین اجماع ممکن ہے اسطرح کہ آپ کی مادر گرامی قدر نے جو کچھ خواب مین مشاہدہ فرمایا ہو وہ آپ کی جد امجد سے ظاہر کر دیا ہو اور کہدیا ہو کہ بچہ کا یہی نام رکھا جائے اور اسی کے مطابق تسمیہ واقع ہوا ہو۔ لیکن صحیح ترین یہی ہے کہ آپکی والدہ ماجدہ نے آپ کا نام رکھا تھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وآبائہ وسلم۔

کنیت باتفاق فریقین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو القاسم ثابت ہے۔

القاب اسلامی کتب تفاسیر احادیث اور تاریخ مین آپ کے کثیر التعداد القاب مرقوم ہین۔ اخبار الوفا مین امام سمہودی نے ننانوے القاب مع توجیہات کے پوری تفصیل کے ساتھ قلمبند فرمائے ہین۔ ان سب مین مشہور ترین القاب۔ خاتم النبیین اور نبی الرحمۃ ہین۔ جو نصوص قرآنی سے منصوص ومخصوص ہین۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مرضعات آنحضرت صلعم ان کو کسی نے اصولاً مرضعات مین شامل نہین کیا ہے۔ مجازاً کا شمار نہین۔ اس بنا پر حضرت آمنہ

حاشیہ صفحہ دیگر
فرعون مین ظاہر ہوئے مثلاً بنی اسرائیل کے لئے نیل کے بہتے پانی مین راستہ کا کھل جانا۔ من وسلوی کا اوترنا۔ پتھر کی متعوش لوحون کا نازل ہونا جن پر خدا نے (نعوذ باللہ) اپنی انگشت مبارک سے احکام توریت لکھے تھے۔ خدا کا بنی اسرائیل کو تمام دنیا کی قومون پر ترجیح دینا اور تمام دنیا کی برکتین اونکو عطا فرمانا اسرائیل کو اپنا پہلوٹا (فرزند) کہنا (نعوذ باللہ) کیا ان سب باتون کو دل لگی کے قصے اور طرز استدلال سے نہین کہ سکتے۔ پھر حضرت عیسیٰ اور اون کے حواریون کے متبعین ومعتقدین کا اوسوقت کیا حال ہوگا جب ہر شخص اونکی مرویات کو محض بناوٹ اور ایجاد سمجھکر مضحکہ مین ڈالدیگا۔ مثلاً حضرت عیسیٰ کی کراماتی پیدایش۔ اونکا مصلوب ہونیکے بعد از سر نو زندہ ہونا قبر سے نکلکر آسمان پر چلا جانا۔ اپنا مجروح ہاتھ اپنے حواریون کو دکھلانا۔ آسمانی سلطنت مین پہونچکر خدا کے دست راست کیطرف بیٹھنا ان امور کو کیون محالات نہ کہا جاوے گا۔ سر ولیم میور کی ذہانت کی کہانتک داد دی جاوے کہ وہ اتنے محالات کو اپنی کتابون مین شب و روز دیکھتے ہین اور بلا عذر وتامل تسلیم کر لیتے ہین اور جب ایسے ہی یا اس سے خفیف امور کو مسلمانون کی کتابون مین پاتے ہین تو غلط ٹہراتے ہین اُنپر ہنستے ہین اور جھوٹا بتلاتے ہین۔ لیکن اونھین کے اس رویہ اور طریقہ سے ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ وہ کہانتک تعصب۔ نفسانیت اور خود غرضی سے پاک وصاف ہین۔

بہرحال۔ اس بحث کے خاتمہ پر ہم رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی بالقابہ کی وہ رائے جو اونہون نے واقعات پیدایش اور ظہور کرامات کے متعلق۔ اسپرٹ آف اسلام مین لکھی ہے۔ ترجمہ کرکے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

کہ بعد سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ ابولہب کی آزاد کردہ جاریہ۔ ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ اس سعادت کی تقدیم کا شرف اس لونڈی کی خوش قسمتی کا حصہ تھا۔ وَاللّٰهُ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔ ابن سعد لکھتے ہیں

اول من ارضع رسول اللہ صلعم ثویبۃ بلبن ابنہا مسروح ایاما قبل ان تقدم حلیمۃ وکانت قد ارضعت قبلہ حمزۃ بن عبد المطلب وارضعت بعدہ ابا سلمۃ بن عبد الاسد المخزومی وان ثویبۃ کان ابولہب اعتقہا۔

سب سے پہلے رسول اللہ صلعم کو ثوبیہ نے اپنے بیٹے مسروح کا دودھ پلایا حلیمہ سعدیہ اسوقت تک نہیں آئی تھیں اور آنحضرت صلعم سے پہلے ثوبیہ نے حضرت حمزہ بن عبد المطلب کو دودھ پلایا تھا اور پھر ان کے بعد ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومی کو دودھ اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو دودھ پلایا۔ ثوبیہ کو ابولہب نے آزاد کر دیا تھا۔

زرقانی حالات رضاعت کو زیادہ وضاحت سے ذیل کی عبارت میں لکھتے ہیں۔

انہ ارضعتہ تسعۃ ایام (صاحب الدرر والغرر) وغیرہما وقیل ثلاثۃ ایام وقیل سبعۃ ایام (حکاہما الخمیس عن اہل التسیر) ندارج احی ۱۶۷

جناب آمنہؑ۔ آپ کی ماں نے آپکو کل نو دن دودھ پلایا۔ اس روایت کو صاحب درر وغرر وغیرہ نے لکھا ہے بعض کہتے ہیں کُل تین دن دودھ پلایا اور بعض سات دن بتلاتے ہیں۔ ان اقوال کو صاحب تاریخ خمیس نے لکھا ہے۔ خوش قسمت ثوبیہ کے حالات کیقدر وضاحت کی ساتھ ابن سعد کی طبقات سے اسطرح ظاہر ہوتے ہیں

عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت جیسا کہ اسلامی مورخین کا مختار ہے بہت سی آیات وعلامات کی مظہر ومنظر تھی جن سے یہ مقصود ہے کہ تمام اقوام زمانہ سمجھ جائیں کہ زمانہ کا نجات دہندہ آگیا اور اوسکا ظہور ہوگیا۔ ان اقوال پر فلسفی مورخین تبسم زیرلب کرتے ہیں۔ اور مخالف مذاہب کے معترضین جو بلا تکلف د تامل متعلقات نجوم تک کے اندازی اور قیاسی مسائل کو تسلیم کر لیتے ہیں مگر ان عجائبات پر منہ بنا لیتے ہیں لیکن ایک تحقیق کے طالب کے نزدیک جسکا قلب قدیم زمانہ کی جذبات اور طرز خیالات کی ہمدردی سے خالی نہیں ہے اور جو بلا تحقیق حقیقت صرف قیاسات وظنیات پر اعتبار کر لینے کیلئے آمادہ نہیں ہے آیات وعلامات جسکو مورخین اسلامی اپنے پیغمبر کی ... نبوت واقع ہونیکا دعوی کرتے ہیں۔ ایسے ... اتفاقات ثابت ہوتے ہیں۔ جو البتہ مشاہد تاریخی سے مقابلہ وموازنہ کیے جانیکے قابل ہیں ہم لوگ موجودہ زمانہ کے اشخاص بھی مختلف اقوام اور خاص اشخاص کے معمولی اور روزمرہ کے حالات وواقعات میں ایک غیر مغلوب قدرت کے نفاذ واجرا کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ تو پھر تیرہ سو برس قبل جیسا کہ مسلمانوں کا خیال ہے کہ ایک قوم خاص کے زوال وادبار کی ہیں حالتوں میں ہم اس انگشت قدرت کے اشارے سے۔ اوس قوم کو اونکے لاعلاج معاملات ومقدرات کو بتلا دینا جو اونکی بشارت ومفسدے کی خبر اور سزا پیش آنیوالی ہیں کیوں تعجب خیز اور حیرت انگیز کہا جائیگا۔ اسپرٹ آف اسلام

مختون پیدا ہونے پر اعتراض سر ولیم میور نے اپنے سلسلۂ اعتراض میں جہاں ان واقعات کرامات کو محالات بتلایا ہے وہاں حسد و تعصب کی پرجوشیوں میں ممکن سے ممکن واقعات کو بھی جو اوسوقت سے لیکر اسوقت روزانہ مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں خلاف عقل ٹھیرایا ہے۔ سر سید نے انکی نسبت جو اپنی معقول رائے قایم کی ہے اور جن الفاظ میں سر ولیم کی تردید کی ہے وہ یہ ہیں۔

"ہمکو کس قدر تعجب آتا ہے کہ سر ولیم میور نے آنحضرت صلعم کے مختون پیدا ہونیکو بھی مخترع روایات میں شمار کیا ہے

وکان رسول اللہ صلعم یصلہا وھو بمکۃ وکانت خدیجہ تکرمہا وھی یومئذ مملوکۃ وطلبت الی ابی لھب ان تبتاعہا فابی ابی لھب فلما ھاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی المدینۃ اعتقہا ابی لہب وکان رسول اللہ صلعم یبعث الیہا بصلۃ وکسوۃ حتی جاءہ خبرانہا ماتت قد توفیت سنۃ سبع مرجعہ من خیبر فقال ما فعل ابنہا مسروح فقیل مات قبلہا ولم یبق من قرابتہا احد۔ طبقات جرمن - ص ۱۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثوبیہ کو برابر صلہ جات عطایا عنایت فرمایا کرتے اور جناب خدیجہ بھی اوسکی بہت تکریم فرمایا کرتی تہین - ثوبیہ اوسوقت تک حالت مملوکیت مین تھی - جناب خدیجہ نے ابولہب سے کہلا بھیجا کہ ثوبیہ کو ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو مگر ابولہب نے انکار کر دیا - مگر جب جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو ابولہب نے ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔ قیام مدینہ کی زمانہ مین بھی آپ وہان سے روپے پیسے اور کپڑے وغیرہ سے ثوبیہ کی امداد فرمایا کرتے تھے یہانتک کہ ہجرت کے ساتوین سال جب غزوۂ خیبر سے آپ مدینہ مین لوٹے تو سُنا کہ ثوبیہ مرگئی - آپ نے پوچھا کہ اُسکے بیٹے مسروح کا کیا حال ہوا۔ کہا گیا کہ وہ تو اس سے قبل مرچکا تھا اور اب ثوبیہ کے قربا سے کوئی باقی نہین ہے -

عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ | اور عجیب و غریب بعید از قیاس اور خلاف قانون فطرت قرار دیا ہے مگر یہ بات بڑے سے علاقہ رکھتی ہونہ عجائبات سے بلکہ محض تلونات فطرت سے متعلق ہے ایسے تلونات فطرت کی بہت سی نظیرین بتلائی جا سکتی ہین مثلاً ایسے اشخاص کا پیدا ہونا جنمین علامات تذکیر و تانیث دونون موجود ہون ایسے واقعات اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ قوانین فطرت مطابق قدرت کا اتفاقیہ انحراف کوئی عجیب بات نہین اِس زمانہ مین بھی بعض اوقات مختون لڑکے پیدا ہوتے ہین جنسے بلا توسل معجزہ یا عجائبات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی مختون پیدا ہونا یقیناً قرین قیاس ثابت ہوتا ہے اور اس امر کا ثبوت ایسی امر سے بھی ہوتا ہے کہ باوجودیکہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد مین ختنہ کی رسم نہایت استحکام سے قرار پاگئی تھی اور عرب جاہلیت بھی اسکا ترک کرنا گناہ عظیم سمجھتے تھے مگر آنحضرت صلعم کے ختنہ کی رسم کا ہونا کسی ضعیف سے ضعیف روایت مین بھی بیان نہین کیا گیا - خطبات احمدیہ مطبوعہ لاہور ص ۲۲۹

تسمیہ احمد پر اعتراض | سر ولیم میور صاحب کو اسلام کیطرف سے کچھ ایسی خلش ہے کہ بانئ اسلام علیہ السلام کے نام کو بھی بخشنا نہین چاہتے اور رسم تسمیہ کو بھی بلا تعریض و تردید خالی نہین چھوڑتے چنانچہ اسکے متعلق جب تعریض کا کوئی اور پہلو نہین ملا تو لکھتے ہین کہ ابن مصنف (واقدی) نے بیان کیا ہے کہ حضرت آمنہ نے عبد المطلب سے فرشتہ غیبی کا یہ حکم بیان کیا کہ اِس لڑکے کا نام احمدؐ رکھنا تو محمدؐ کے مادے سے جو نام مشتق ہوتے ہین عرب مین مروّج تھے مگر احمدؐ عرب مین بہت کم نام ہوا (انتہی) - آنحضرت صلعم کے سوا پانچ مختلف اشخاص عرب مین اور بھی گذرے ہین جنکا نام محمدؐ تھا ۔ سر سید مرحوم نے جو اسکی محققانہ تحقیق فرمائی ہے وہ انکشاف حقیقت کے لئے کافی ہے ذیل مین بلفظہ نقل کیجاتی ہے -

سر ولیم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ عرب مین محمدؐ نام کے اور لوگ بھی گذرے ہین اس سے کچھ فائدہ نہین معلوم ہوتا کیونکہ علماء اسلام نے کبھی یہ نہین کہا کہ آنحضرت صلعم سے پہلے عرب مین اس نام کا کوئی اور نہین ہوا بلکہ بخلاف اسکے اس قسم کی

ثوبیہ کے ایام رضاعت ثوبیہ کے ایام رضاعت بہت قلیل تھے جبکی مدت خاص کسی تاریخ وسیر مین نہین پائی جاتی ہان قلت کا ذکر سب کرتے ہین۔ زرقانی بھی اتنا ہی لکھتے ہین ارضعتہ ثوبیہ ایاما قلائل قبل قدوم حلیمۃ ثوبیہ نے حلیمہ کے آنے سے قبل تھوڑے دنون آپ کو دودھ پلایا تھا۔

حلیمہ سعدیہ کے خدمات رضاعت ایک دن۔ دو دن یا ایک ہفتہ خواہ دو ہفتے ثوبیہ کو دودھ پلاتے ہوئے تھے کہ حلیمہ مکہ معظمہ مین آئین۔ اور آنحضرت صلعم کی خدمات رضاعت اس عالی قسمت سے متعلق ہوئین۔

تاریخ سیر اور حدیث کی تمام کتابون مین اسکی تفصیل یون پائی جاتی ہے کہ قدیم الایام سے عرب کے تمام شرفا اور طبقۂ علاء مین پرورش اطفال کا یہ دستور قایم تھا کہ وہ اپنے بچون کو خاصکر پرورش پانے کیلئے اون اعراب صحرائی کی عورتون کے حوالہ کردیتے تھے جو ہر سال شہر مکہ مین اسی لئے آیا کرتی تھین اس سے اول مدعا تو بچون کا کھلے اور صاف ستھری ہوا مین رہکر پرورش پانا اور صحیح و تندرست رہنا ہوتا تھا کیونکہ شہر مین کثرت آبادی سے اکثر وبائی امراض پھوٹ پڑتے ہین اور دوسرے اس سے زبان کی درستی اور فصاحت و بلاغت کی خاص تعلیم بھی مقصود ہوتی تھی۔ کیونکہ عرب مین اسوقت زباندانی کا علم اسکی مشق کمال درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور ہر انسان مین ہر شخص کی نگاہ پہلے اسی جوہر کی متلاشی رہتی تھی۔ اور خاص زبان کی نسبت گویا یہ بات تھی کہ عرب صحرائی کی زبان اہل شہر اور قصباتی باشندگان ملکی کی زبانون سے زیادہ شیرین اور شستہ ہوتی تھی کیونکہ بیرونی الفاظ خارجی محاورات اور اصطلاحات کے اختلاط سے بالکل پاک و صاف رہتی تھی اس بنا پر شرفا اور رؤسائے مکہ مین بچون کی ابتدائی پرورش کا یہ طریقہ اور تعلیم زبان کا یہ دستور قدیم سے جاری تھا۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ تمام روایتون کو رد کردیا ہے اور نہایت تدین اور ایمانداری سے اس امر کے دریافت کرنے مین کامیاب ہوئے ہین کہ اس نام کے عرب مین اور لوگ بھی گذرے ہین اور واقدی کو بھی ہم انھین لوگون مین شمار کرتے ہین۔ مگر یہ بات کہ ان نامون کے اور لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے درحقیقت گذرے تھے یا یہ کہ اس نام کا مادہ حمد ہے اور حمد کے اہل عرب نامون کو مشق کیا کرتے تھے۔ یا یہ کہ یہ نام اکثر والدین اپنے لڑکون کا اس قوی امید پر رکھا کرتے تھے شاید ہمارے ہی لڑکے کی قسمت مین نبی موعود ہونا ہو کسیطرح عہد عتیق اور عہد جدید کی بشارتون پر موثر نہین ہوسکتا۔ کیونکہ کسی لڑکے کے والدین نے اوس کے حق مین کچھ بھی تمنا کیون نہ کی ہو اور نبی موعود کا نام اوس لڑکے کے نبی ہونیکی تمنا مین کیون نہ رکھا ہو۔ مگر نبی وہی ہوا جسکو درحقیقت خدا تعالی کو نبی آخر الزمان کرنا منظور تھا۔ ہماری اس رای کی تائید اوسوقت اور بھی ہوجاتی ہے جبکہ ہم بڑے بڑے کامون پر غور کرتے ہین جو آنحضرت صلعم سے ظہور مین آئے تھے اور وہ ایسے کام ہین جو تمام جہان کی تاریخ مین اپنا نظیر نہین رکھتے اور جب کہ ہم اوس روحانی سرور کو دیکھتے ہین جو دین حق کا طفیل ہے جسکو آپ نے اپنی حیات مین شایع کیا تھا اور آئندہ نسلون کے لئے بطور ورثہ چھوڑ گئے۔ اور جبکہ ہم اوس صدق و پاکبازی کی ترویج پر نظر ڈالتے ہین جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رائج کیا اور زمانہ کی گردشون کے بعد بھی غیر مبدل اور بے نقص رہی ہین اور ابدالآباد تک ایسے ہی رہینگے

مگر میرے نزدیک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں حفظ صحت کی ضرورت کو تعلیم زبان کی ضرورت سے زیادہ یقین کرنا چاہیئے کیونکہ ۵ اُمی و گویا بزبان فصیح + انا الف آدم وسیم مسیح کے اصلی مضمون ومفہوم کو حقیقت کی نگاہوں سے دیکھنے والے اس طریقہ کی تعلیم کو افصح العرب والعجم صلعم کے لئے حسب معمول ضروری نہیں سمجھتے۔ ہان ظاہری اور ملی مہذبون کے مشتاق اسکو ضروری قرار دیگئے۔ و آنحضرت صلعم کے اقوال وارشاد سے اس کا ثبوت دیتے ہین لیکن اونکو سمجھ لینا چاہیئے کہ زبان رسالت نے اپنے ارشاد مین بنوسعد کی فصاحت وبلاغت کے اقرار واعتراف سے انا اعربکم انا من قریش ابن حم لکون مین سب سے زیادہ فصیح ہون اس لئے کہ مین قریش ہون) پہلے لمکہ قریش و ہاشم کی زباندانی اور اعلیٰ درجہ کی فصیح و بلیغ ہونیکی خاندانی عظمت و تفاخر کو اپنے ارشاد مین مقدم رکھا ہے۔ کما لا یخفیٰ علی الناظر۔

تو بیہ کے دوران رضاعت مین۔ عرب کے دستور قدیم کے مطابق عورتون کی مختلف جماعتین مکہ مین خدمت رضاعت تلاش کرتی ہوئی آئین۔ اس قافلہ مین حلیمہ سعدیہ بھی تھین۔ ان کے شوہر کا نام حارث ابن عبد العزیٰ تھا اور یہ عرب کے مشہور قبیلہ ہوازن کی قریبی شاخ بنو سعد سے تھے۔ جو عرب مین اپنی فصاحت وبلاغت کیلئے خاص طور پر مشہور تھا اتفاق سے حلیمہ کی تمام ہمراہی عورتون کو شرفا اور رؤسا مکہ کے شیرخوار بچے رضاعت کے لئے مل گئے۔ مگر حلیمہ غریب کی رضاعت کا کہین بندوبست نہین ہوا۔ یہ اسی فکر و تلاش مین حضرت عبد المطلب کی دولتسرا مین آئین۔ جناب آمنہ نے اپنے یتیم بچہ کی رضاعت کیلئے انھین مقرر کرنا چاہا۔ مگر پہلے انھون نے یہ معلوم کرکے کہ یہ بچہ یتیم ہے کچھ پس وپیش سا کیا لیکن پھر اپنے معطل رہجانے کا خیال کرکے اس ودیعت الٰہی کی خدمت رضاعت کو قبول کرلیا۔ اور اس دریتیم کو گلے کا تعویذ بنا کر مکہ سے اپنی مقام و مسکن پر چلی آئین۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم چھ برس تک حلیمہ سعدیہ کے پاس اونکے قبیلہ مین پرورش پاتے رہے حلیمہ سعدیہ نے اس شش سالہ رضاعت کی مدت مین یہ دستور قایم رکھا تھا۔ ہر چھ مہینہ کے بعد آپ کو ہمراہ لیکر مکہ مین آتی تھین اور اسطرح دو چار روز یا ہفتہ عشرہ۔ ماں۔ دادا۔ چچا اور تمام گھر والے اپنے اس گوہر یتیم۔ مرحوم عبد اللہ کی نشانی سے اپنے دیدہ و دل کو نورانی کرلیتے تھے۔ پھر حلیمہ آپ کو اپنے گھر لیجاتی تھین۔

اس طریق سے رضاعت کے دو برس بخیر و خوبی تمام ہوئے تو حلیمہ سعدیہ حسب دستور آپ کو جناب آمنہ کے پاس مستقل

حاشیہ صفحہ دیگر تو ہمکو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ جس محمدؐ اور احمدؐ کی بشارت عہد عتیق اور عہد جدید مین دیگئی ہے وہ وہی تھے جو عبد اللہؑ کے بیٹے اور آمنہؑ کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ خطبات مطبوعہ لاہور

عیسائیون کو یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے نام کی نسبت بھی یہی حال پایا جاتا ہے۔ رابن صاحب (MRRUEIA) کی لائف آف کرائسٹ صفحہ ۱۵ (LIFE OF CHRIST) مین لکھا ہے کہ عیسیٰؑ جو نام رکھا گیا لفظ یوشع کا تبدیل کیا ہوا ہے۔ یہ نہایت مروج نام تھا لیکن بعد کو اس نام مین امرار اور نجات دہندہ کے معنی اونکے پیرو اپنی طرف سے لگا دیئے گئے ہین۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ عیسیٰ کے معنی جو آج تمام دنیا کو بتلائے جاتے ہین وہ حقیقتاً آپکے نام رکھنے والوں کو بھی آپ کے نام رکھنے کے وقت معلوم نہین تھے۔ المؤلف

طور پر پہونچا جانیکے لئے لے آئین۔ اتفاق سے اون دنون مکہ مین امراض وبائی کی کثرت تھی۔ جناب آمنہ ؑ نے درد مادری کی تقاضہ سے ایسے اضطرابی عالم اور ردی آب وہوا کے خاص موسم مین آنحضرت صلعم کو گھر رکھ لینا کسیطرح مناسب نہین سمجھا اور حلیمہ سعدیہ سے صورت حال بیان فرماکر بچہ کو واپس لیجانے کا حکم دیا۔ رضاعی مان کو بچہ کی محبت اصلی مان سے کم نہین ہوتی حضرت حلیمہ بھی جناب آمنہ کا یہ عذر معقول سنکر اور تمام شہر کی اضطرابی حالت اپنی آنکھون سے دیکھکر از حد متاثر ہوئین ڈرین اور فوراً آنحضرت صلعم کو اپنے گھر واپس لائین۔

دو برس کے بعد پھر لاکر پہونچا گئین۔ عبد الباقی زرقانی۔ حلیمہ سعدیہ کے گھر مین آپ کی پرورش کے زمانہ کو اسی چار برسون کی مدت مین تمام کر دیتے ہین۔ لیکن ابن اسحاق اپنی سیرت مین چھ برس کا زمانہ بتلاتے ہین اور شبلی صاحب ابن اسحاق ہی کے قول کو اپنا مختار بناتے ہین۔ جو صحیح نہین معلوم ہوتا۔ کیونکہ زرقانی نے تمام اختلافی اقوال کو جمع کرکے ان الفاظ مین اونکے اختلاف کا آخر فیصلہ کر دیا ہے۔

الراجح انہ صلعم رجع الی اُمّہٖ وھو ابن اربع سنۃ	قول راجح یہی ہے کہ آپ چار برس کے سن مین اپنی والدہ گرامیقدر کے پاس واپس چلے آئے

زرقانی ص ۱۰۱۔ اسمین کوئی کلام نہین ہے کہ آپ نے بنو سعد کے قبیلہ مین اپنے پرورش پانیکے زمانیکو ہمیشہ یاد رکھا اور اوس قبیلہ کو ہمیشہ اچھے الفاظ سے یاد فرمایا اور لِسانی لسان بنی سعد بن بکر (میری زبان قبیلہ بنی سعد بنی بکر کی زبان ہے) ارشاد فرماکر اون کی اعلیٰ زبان دانی کی بھی تصدیق فرمائی۔ یہ آپ کے خُلق عظیم اور حفظ مراتب کا عین مقتضا تھا۔

حلیمہ سعدیہ کے ساتھ آیندہ محاسنِ سلوک

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حلیمہ رض کے ساتھ مفرط درجہ کی محبت تھی یہ محبت والفت کچھ رضاعی مان ہی کے ساتھ محدود نہین تھی۔ بلکہ آپ اپنی تمام رضاعی بھائی بہنون کے ساتھ ہمیشہ الطاف واشفاق سے پیش آتے تھے یہ فطرت انسانی کے تقاضے بھی کہے جاتے سکتے ہین لیکن ہم زیادہ تر انکو آپ کے خُلق عظیم اور لطف عمیم کے خاص محاسن قرار دیتے ہین۔ اسلئے کہ تاریخون سے ثابت ہے کہ تعدد اور تسر فلادون کی ایسی ہی دودھ پلائیان کثرت سے تھین۔ مگر عربی مورخین جو سیکڑون برس قبل کے ہر قبیلہ در عشیرہ کی ذرا ذرا حالات وواقعات یاد کرنیوالے ہین۔ اور لکھکر دنیا کو بتلانے والے۔ وہ بھی کسی تاریخ مین کسی شریف یا رئیس خاندان مکہ کے متعلق مرضعات کے ساتھ ایسے اشفاق وتفقد احوال کے کوئی واقعات نہین بتلاتے ہین۔

ثوبیہ کے ساتھ جو اشفاق فرمائے گئے وہ اوپر لکھے جاچکے اب ہم اپنے سلسلہ بیان مین حلیمہ سعدیہ رض کے ساتھ جو تکریم و تعظیم یا اشفاق والطاف دکھلائے گئے۔ اونکو ہم عربی ماخذون سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

استاذنت امرأۃ علی النبی صلعم قد کانت ارضعتہ فلمّا دخلت علیہ قال اُمی اُمی وعمد الی ردائہ فبسطہ لھا فقعدت الیہٖ[۵] طبقات ج ۱ ص ۱،	اوس عورت نے جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا (حلیمہ رض) آپ سے ملنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اذن دیا۔ وہ جونہی آپ کے سامنے آئی۔ آپ میری مان میری مان کہکر دوڑ پڑے اور فوراً ردائی مبارک دوش مطہر سے اوتار کر بچھا دی اور اوسپر اوسکو بٹھلایا

[۵] موذی زمانہ نے ان خلق رسول صلعم سے کوئی سبق لیا اور ناس اللہ پیغمبر کی کوئی قدر کی۔ آج سے تقریباً چار برس قبل جب ۱۱ لاکھ تہتر الفرون کا زمانہ ابھی ختم ہوا

سید مرحوم اپنے الفاظ مین اس واقعہ کو یون بیان کرتے ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دودہ کے رشتہ کو خون کے رشتہ کے برابر سمجھتے تھے۔ اور حضرت حلیمہ سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ اور اونکا ادب اور اونکی تعظیم ماں کی برابر کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے اپنی ردائے مبارک جسکو مسلمان سر پر رکھنے اور آنکھون سے لگانے کے لایق سمجھتے ہین۔ حضرت حلیمہ کے لئے بچھادی اور وہ اس پر بیٹھین۔ خطبات ص ۴۱۹ لاہور۔

اس واقعہ سے حلیمہ سعدیہ کی جتنی قدر و منزلت آپکو مد نظر تھی کماحقہ ظاہر ہو گئی۔ اشفاق و الطاف کے متعلق طبقات ابن سعد کا دوسرا واقعہ حسب ذیل ہے۔

قدمت حلیمة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمکة وقد تزوج خدیجة فشکت جدب البلاد وھلاک الماشیة فکلم رسول اللہ خدیجة فیھا فاعطتھا اربعین شاة وبعیرا موقعا للظعینة وانصرفت الی اھلھا	حلیمہ مکہ مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آئین جب آپ حضرت خدیجہ کبریٰ سے شادی کر چکے تھے حلیمہ نے قحط پڑ جانے اور مویشیون کے مر جانے کی شکایت خدمت مبارک مین عرض کی آپنے انکی نسبت حضرت خدیجہ سے ذکر کیا اُس مخدرہ نے چالیس بکریان اور چالیس تیز رفتار اونٹ مع ہودج عطا فرمائے

ان کو لیکر اپنے اہل و عیال مین چلی گئین۔

اولاد حلیمہ سعدیہ کے ساتھ محاسن سلوک

یہ تو رضاعی ماں۔ حلیمہ سعدیہ کے ساتھ اشفاق نبوی کی صورت حال دکھلائی گئی۔ اب رضاعی بھائی بہنون کے ساتھ اخلاق مصطفوی کی شان ملاحظہ ہو۔

تاریخ و سیر کا اتفاق ہے کہ آپ کے چار رضاعی بھائی بہن تھے یا یہ کہ حلیمہ کی چار اولادین تھین ایک بیٹا تین بیٹیان اُن کے نام یہ ہین۔ عبداللہ۔ انیسہ[۲]۔ حذیفہ[۳]۔ اور حذافہ[۴]۔ جو زیادہ تر شیما کے نام سے تاریخون مین مرقوم ہے۔ طبقات ابن سعد سے عبداللہ اور شیما کا اسلام لانا تو ثابت ہوتا ہے۔ باقی اور دو کے حال پر پردہ ہے۔

حذافہ جو شیما کے نام سے زیادہ مشہور رہی۔ زمانہ رضاعت مین آپ کی کھلائی تھی اور ہمیشہ آپ کو گود مین لئے رہتی تھی زرقانی نے اسکے حالات کسیقدر تفصیل سے لکھے ہین اونکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیما کو آنحضرت صلعم کے ساتھ خاص محبت تھی۔ اور خاص الفت آپ کے کھلانے کے وقت کا ایک گیت جو شیما کے متعلق زرقانی نے لکھا ہے۔ اوس سے بچپن ہی سے اسکی ذہانت اور حقیقت شناسی ظاہر ہوتی ہے۔ زرقانی کے الفاظ یہ ہین۔

الشیما اختہ من الرضاعة تحضنه وترقصه و تقول	شیما آپ کی رضاعی بہن تھی۔ آپ کو کھلاتی تھی گود مین لیکر اوچھالتی تھی
ھذا اخ لی لم یلدہ امی	یہ میرا وہ بھائی ہے جو نہ میری ماں کا زائیدہ ہو

[۱] از اسی رسول صلعم ہی کی اپنی نواسہ کی یاد ان پر ابن زیاد کے دربار مین بدعام لائی گئین مگر کسی غیرتدار مسلمان کو اسوقت اپنے رسول کے نہ اخلاق یاد آئے اور نہ اشفاق اور نہ انکی قومی اور ملکی حمیت نے اونکو اتنی توفیق دی کہ ان پردگیان عصمت سرائے رسالت کیلئے اگر اپنی ردا بچھانی خلاف شان سمجھا تھا تو ایک بیان تو دیا ہوتا حالانکہ اس بارگاہ مجلس مین زید ابن ارقم اور انس ابن مالک وہ مشہور صحابی موجود تھی۔ کیا خیر القرون تھے اور کیا خیر القرون والے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ منہ عفی عنہ

ولیس من نسل ابی وعمی	اور نہ میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہے
زرقانی ۱۲۶ جلد اوّل	

ظاہر طور پر اس شعر کے مفہوم سے نفی اخوت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت مین یہ نفی وانکار عین اثبات واقرار ہے اگر غور کی نظر سے دیکھا جاوے تو اس مدوحہ لڑکی کا یہ شعر بطور خاص ایک پرلطف معما ثابت ہوتا ہے وہ اسطرح کہ اس نے بظاہر ان سب ذریعون سے انکار کردیا ہے جن سے انسان کسی کا بھائی ہوتا ہے لیکن تاہم ھذا اخ لی کہکر اوسکے بھائی ہونیکا دعویٰ بھی کرتی ہے۔ تو جب ماں۔ باپ اور چچا کے ذریعہ اوسکے بھائی ہونے کی رشتہ بالکل منقطع ہوگئے۔ تو اب اوسکی صحت دعویٰ کے لئے سوائے رشتہ رضاعت کے اور کون ذریعہ اوسکے بھائی ہونیکا باقی رہا اور یہ ایسا ہی قوی ذریعہ اور صحیح دعویٰ اوسکے بھائی ہونیکا ہی جو منجانب اللہ شیما کو اسوقت سے لیکر قیامت تک حاصل ہے۔ یہی حقیقت حال ہے اور صورت واقعہ اس ذہین لڑکی کے شعر سے ایک امر خاص کی نفی بھی ظاہر ہوتی ہے اور اثبات بھی مگر نفی بالکل ظاہر ہے اور اثبات بڑی خوبی سے مخفی۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھلاتے وقت شیما کا ایک اور گیت زرقانی نے لکھا ہی وہ یہ ہے۔

یا ربنا ابق اخی محمدا	ہمارے پروردگار۔ ہمارے بھائی محمدؐ کو تو سلامت رکھ
حتے اراہ بالغا وامردا	یہانتک کہ ہم اوسکو جوان اور بالغ دیکھہ لین
ثم اراہ سیدا ومسودا	اور پھر اوسکو سید وسردار قوم پائین
واکبت اعادیہ معا والحسدا	اوسکے ساتھ دشمنی وحسد رکھنی والون کو ذلیل کر
واعطہ عزا یدوم ابدا	اور اوسکو ایسی عزت دے جو ابدالآباد تک قایم رہے

امام ازدی شیما کی ان دعائیہ اشعار کی نسبت لکھتے ہین کہ ما احسن ما اجاب اللہ دعاھا بجمیع ما طلبت
زرقانی ص ۱۰۵
(کس خوبی سے خداوند عالم نے شیما کی تمام دعاؤن کو جو اوس نے طلب کی تھین مستجاب فرمایا)

ان واقعات سے محقق ہوتا ہے کہ تمام بھائی بہنون مین شیما کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک خاص محبت تھی شیما کے ساتھ زمانہ نبوت مین جو خاص الطاف واحسانات فرمائے گئے اونکو ہم تاریخ طبری کی عبارت ذیل سے نقل کرتے ہین

شیما کے ساتھ خاص الطاف

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لخیلہ التی بعث ان قدرتم علی بجاد رجل من بنی سعد بن بکر فلا یفلتنکم وکان بجاد قد احدث حدثا فلما ظفر بہ	قبیلہ بنی سعد بن بکر پر چڑہائی والے دن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام مسلمانون کو حکم عام دیا کہ جب تم قبیلہ بنی سعد پر غالب آؤ تو اونپر الگ یارانہ جاپڑو۔ اگرچہ اونکی اعداوت (زیادتیان ہم کو) کیسے ہی بیان کئے گئے ہون جب مسلمانون کو اونپر فتح ہوئی تو مسلمانون نے

المسلمون ساقوہ واھلہ وساقوا اختہ الشیماء بنت الحارث بن عبد اللہ بن عبد العزی اخت رسول اللہ صلعم من الرضاعۃ فعنفوا علیھا فی السیاق معھم فقالت للمسلمین تعلمون واللہ انی لاخت صاحبکم من الرضاعۃ فلم یصدقوھا حتی اتوا بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما انتھی بالشیماء الی رسول اللہ صلعم قالت یا رسول اللہ انی اختک قال وما علامۃ ذلک قالت عضۃ عضضتنیھا فی ظھری وانا متورکتک قال فعرف رسول اللہ صلعم العلامۃ فبسط لھا رداءہ ثم قال ھھنا فاجلسھا علیہ وخیرھا وقال لی ان احببت فعندی محبۃ مکرمۃ وان احببت امتعک وترجعی الی قومک قالت بل تمتعنی وتردنی الی قومی فمتعھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وردھا الی قومھا فزعمت بنو سعد بن بکر انہ اعطاھا غلاما یقال لہ مکحول وجاریۃ فزوج احدھما الاخر فلم یزل فیھم من نسلھما بقیۃ طبری جلد ۳ ص ۱۶۶۹ مطبوعہ جرمن

تمام اہل قبائل کو گرفتار کیا۔ ان میں شیما بنت حارث بن عبد اللہ بن عبد العزی بھی تھیں جو رسول اللہ صلعم کی رضاعی بہن ہوتی تھیں وہ بھی گرفتار ہو گئیں انکے ساتھ کچھ لوگ سختی سے پیش آئے تو شیما نے چلا کر کہا کہ مسلمانوں تمکو کیا ہو گیا ہے میں تو تمہارے رسول صلعم کی رضاعی بہن ہوں مگر مسلمانوں نے انکے کہنے پر اعتبار نہ کیا اور انکو تصدیق کیلئے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لے آئے۔ زید ابن عبد اللہ سعدی کا بیان ہے کہ جب شیما آپ کے پاس لائی گئیں تو انھوں نے آپ کے مونہہ پر کہا یا رسول اللہ صلعم میں آپ کی بہن ہوں آپ نے ارشاد فرمایا اس قرابت کی علامت کیا ہے شیما نے جواب دیا کہ ایام طفولیت میں میں ایکدن آپ کو گود میں لئے کھلا رہی تھی آپ نے میرے پشت میں کاٹ کھایا تھا اُسکا نشان ابتک موجود ہے یہ سُنکر آپکو صورت واقعہ یاد آ گئی اور آپنے فوراً انکو پہچان لیا پھر جلدی سے اپنی ردائے مبارک اونکے لئے زمین پر بچھا دی اور اونکو قریب بلا کر ارشاد فرمایا کہ اسپر بیٹھ جاؤ پھر اونکو بہت کچھ دیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھکو تمہاری محبت و تکریم دل سے منظور ہے اگر تمہاری طبیعت چاہے تو میرے ساتھ رہو اور اگر تمہارا دل نہ چاہتا ہو تو میں تمکو تمہارے قوم و قبیلہ کے پاس واپس کر دوں شیما نے خواہش کی کہ مجھے میرے قبیلہ میں بھیجدیا جاوے۔ آنحضرت صلعم نے اونکو باکرام و احترام انکے قبیلے کیطرف بھیجدیا۔ بنی سعد بنی بکر میں بعضوں کا یہ بیان ہے کہ آپ نے شیما کو ایک غلام اور ایک لونڈی بھی دی تھی غلام کا نام مکحول تھا انہیں سے ایک کا بیاہ بھی آخر وقت میں ہو گیا تھا۔ مگر ان کی نسل میں سے کوئی باقی نہیں بچا۔"

یہ تھے اُس رحمت عالم کے اشفاق رفیع اور اوس لطف مجسم کے اخلاق وسیع جس نے اپنی ایک رضاعی بہن کے ساتھ لطف و ایثار کے وہ رعایات وہ احسن سلوک قایم کئے جس کی مثال مشکل سے ملتی ہے۔ رضاعی ماں کے ساتھ جس تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور جسقدر رعایت و عنایت سے سلوک ہوئے وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ رضاعی بہن کے ساتھ جو رفق و مدارا اور اشفاق و اخلاق برتے گئے وہ بھی ابھی معلوم ہو چکے۔ اب ہم اپنے سلسلۂ بیان میں اخلاق نبویہ اور اشفاق مصطفویہ کی اوس وسعت و کثرت کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں جو صرف حقوق رضاعت کی بناپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام قبیلہ ہوازن کے ساتھ قایم فرمائے تھے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔

تمام قبیلہ ہوازن کے قدوم وفد ھوازن علی رسول اللہ صلعم

مقام جعرانہ میں اموال غنیمت کی تقسیم کے بعد قوم ہوازن کی ایک وفد رسول اللہ صلعم

ساتھ صلہ رحم صلعم بالجعرانہ بعد ما قسم الغنائم وفی الوفد عم النبی صلعم من الرضاعۃ ابو ثروان وفی روایۃ الثانی قال والمتکلم ابو صرد زهیر ابن صرد فقال یا رسول اللہ صلعم انا اصل و عشیرۃ وقد اصابنا من البلاء ما لا یخفی علیک یا رسول اللہ انما فی هذہ الحظائر عماتک وخالاتک وحواضنک اللاتی هن یکفلنک ولو انا ملحنا للحارث ابن ابی شمر والنعمان ابن المنذر ثم نزل منا بمثل الذی نزلت به رجونا عطفهما وعائدتهما وانت خیر المکفولین ویقال انه قال یومئذ انما فی هذہ الحظائر اخواتک وعماتک وخالاتک وبنات عمک وبنات خالتک وابعدهن قریب منک یا بابی انت وامی انهن حضنک فی حجورهن وارضعنک بثدیهن و تورکنک علی اوراکهن وانت خیر المکفولین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم ان احسن الحدیث اصدقه وعندی من ترون من المسلمین افابناءکم ونساءکم احب الیکم ام اموالکم فقال یا رسول اللہ صلعم خیرتنا بین احسابنا واموالنا وما کنا لنعدل بالاحساب شیئا فرد علینا ابنائنا ونسائنا فقال النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم اما ما لی ولبنی عبد المطلب فهو لکم واسئال لکم الناس فاذا صلیت بالناس ظهرا فقولوا انستشفع برسول اللہ الی المسلمین والمسلمین الی رسول اللہ صلعم فانی ساقول لکم ما لی ولبنی عبد المطلب فهو لکم وسأطلب لکم الی الناس فلما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم الظهر قاموا فکلموا بالذی قال لهم رسول اللہ صلعم فرد علیهم رسول اللہ صلعم ما کان له ولبنی عبد

کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جس میں ابو ثروان جناب رسولؐ خدا کے رضاعی چچا تھے۔ طبقات کی دوسری روایت میں ابن سعد لکھتے ہیں کہ اس وفد میں ابو صرد زہیر بن صرد نامی ایک شخص نے وفد کیطرف سے تقریر کی اور خدمت رسولؐ میں عرض کیا کہ ہم آپکے عزیز و قریب ہیں اور جس بلا و مصیبت میں گرفتار ہیں وہ آپ سے مخفی نہیں ان حبوس کے جھونپڑوں میں آپ کی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں اور آپ کی دائیاں ہیں اور کھلائیاں ہیں یہ وہی بیبیاں ہیں جنہوں نے آپ کو پالا ہی اور پرورش کیا ہی اگر ہمکو نبی حارث ابن ابی شمر اور نعمان ابن منذر دو شہر اور نامی سلاطین کو دودھ پلایا ہوتا اور اونکے زمانے میں یہ بلا و مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہوتی جو آج ہکو پیش آئی ہے تو ہمکو اون سے اکرام و الطاف کی توقع اور امید ہوتی اور ادن تو آپ بھی ہمارے بہترین کفالت کرنیوالے ہیں۔ اور بعض روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو ثروان نے اپنی اسی سلسلہ تقریر میں یہ بھی کہا کہ انجھونپڑوں میں آپکی رضاعی بہنیں ہیں۔ پھوپھیاں ہیں خالائیں ہیں پھوپی زاد بہنیں اور خالہ زاد بہنیں ہیں اور انکے تمام قریب و دور کی رشتہ والیاں ہیں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ وہی مصیبت کی ماریاں ہیں جنہوں نے آپ کو اپنی گودیوں میں کھلایا ہے اور اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا ہے اپنے پہلوؤں میں سلایا ہے اور ہر طرح سے آپ انکے لیے بہترین کفالت کرنے والے ہیں۔ یہ سنکر رسول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو کچھ بیان کیا وہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے لیکن تمہارے معاملہ میں مجھے عام مسلمانوں سے مشورت کی ضرورت ہے۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہیں اپنی اولاد و عورتیں زیادہ عزیز ہیں یا اموال و جائداد حاضرین وفد نے جواب دیا کہ جب ہمکو اہل و عیال اور اسباب و اموال کے درمیان تمیز و تفریق کا اختیار دیا جاتا ہے تو ہم کسی طرح سے اموال و جائداد یا کسی شے کے مقابلہ میں اپنی نسواں و اولاد کو ترجیح دینے سے باز نہیں رہ سکتے تو اس بنا پر ہمارے آگے بال بچے ہمیں واپس کئے جائیں یہ سنکر اور بیحد متاثر ہوکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تمہاری اموال میں ہمارا اور بنی عبد المطلب کا اسوقت تک از روئے تقسیم حصہ قائم ہو چکا ہے وہ تمہارا ہو چکا اور ظہر میں تمہاری نسبت نماز کیوقت تمام مسلمانوں سے درخواست کرونگا اور

المطلب ورد المهاجرون ورد الانصار وسأل لهم قبائل	کہ یہ لوگ اپنے معاملہ میں مسلمانون کے پاس رسول اللہ کی سفارش لائے ہین
العرب فاتفقوا على قول واحد بتسليمهم ورضاهم	اور مسلمانون کی سفارش رسول اللہ کے پاس مین نے ان سے کہدیا ہی کہ تمہارے
ودفعوا ما كان في ايديهم من السبي الا قوما تمسكوا	اموال غنیمت مین جو کچھ میرا اور جمیع بنی عبدالمطلب کا حصہ قایم ہو چکا ہے
بما في ايديهم فاعطاهم ابلا عوضا ذلك ج ۲ ص	وہ سب تمہارا ہو چکا - اور مین اسطرح تمام مسلمانون سے تمہارے لئے درخواست

کرونگا پس جب جناب رسالتمآب صلعم نماز ظہر ادا فرما چکے تو بنی ہوازن و بنو سعد کی وفد والے کھڑے ہو گئے - اور انھون نے جس طرح سے آنحضرت صلعم نے ہدایت فرمادی تھی تمام مسلمانون کے پاس اپنی درخواست پیش کی - جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسیوقت تمام اہل اسلام کے سامنے اپنا اور تمام بنی عبدالمطلب کا حصہ ان لوگون کو واپس دیدیا اور اسی طرح تمام مہاجرین و انصار نے بھی اپنے اپنے حصے اون لوگون کو پھیر دیئے اہل عرب کے دوسرے قبائل سے بھی وہ ایسی ہی خواستگار ہوئے - ان مسلمانون نے بھی اتفاق کئے اور اپنے حصۂ اسیر دیدیے باقی رہے ایسے لوگ جو اوسوقت تک تصریات کو صرف کر چکے تھے اون لوگون نے قیمت لگا کر معاوضہ مین اونتنے اونٹ دیدیے -

یہ تھے اُس فیاض - سیر چشم - عمیم الاشفاق اور عظیم الاخلاق پیغمبر برحق کے لطف و ایثار اور رعایات - مرعات کہ رضاعت کے معمولی تعلقات اور نسبت کی بنا پر قوم کی قوم قبیلہ کے قبیلے تمام خطا و مفسدے ایسے معاف کر دیئے گئے جیسے اُنہون نے کچھ کیا ہی نہ تھا - نہ لڑنے آئے تھے اور نہ دشمنون کا ساتھ دیا تھا - سیرت کے واقعات پکار رہے ہین کہ وہ تمام قوم ہوازن کی جمعیت جنکی تعداد کئی ہزار دن سے زیادہ تھی - رسول سے لڑنے آئی تھی اور مسلمانون کا خون کرنے کیا شیما - ابو ثروان اور ابو صرد اور تمامی قبیلہ بنو سعد کے دلون مین مقابلہ و مقاتلہ کے قصد سے نکلنے کے وقت یہ خیال دل مین نہین آیا تھا کہ ہم کس بزرگ سے لڑنے جاتے ہین - یہ تو وہی ہے جسکی ہم رضاعی چچا ہوتے ہین اور بھائی - اور ہماری عورتین اوسکی رضاعی بہنین پھوپیان اور خالائین - اور پھر وفد مین اُنکے بیانات اونکے اعترافات کو صاف صاف بتلا رہے ہین کہ وہ ان تعلقات کو اسیوقت سے جانتے تھے - اور ان حقوق فیما بین سے بھی کماحقہ واقف تھے لیکن اپنی شامت اور بداعمالیون سے اونھون نے ہمسایہ قوم مشرکین کا ساتھ دیا اور جناب رسولخدا صلعم کے حقوق کا کوئی لحاظ نہ کیا یہ انکا ظرف تھا - جناب رسالتمآب ان امور کو جانتے تھے مگر تاہم چشم پوشی فرمائی گئی - یہ رحمۃ للعالمین کی شان تھی

۵ ولیم میور صاحب اپنی جبلّی عادت اور فطرتی نفسانیت سے مجبور ہو کر ایام رضاعت اور طفولیت کی معمولی واقعات پر بھی معترض ہوئے بنا نہین آئے - جناب رسولخدا صلعم کی طفولیت کے متعلق جو واقعات اونکی نظر سے گذرے بلا امتیاز اسکے کہ وہ تاریخ دیکھ معیار پر پورے اور ترتے ہین یا نہین انکی فہرست تعریض پر چڑھ گئے لیکن افسوس اس عیسائی عالم و محقق کو اعتراض کرنیسے پہلے یہ نہ سوجھا کہ جس پیغمبر کی اہانت اور حقارت کی غرض سے اوسکے بچپن کے افعال پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ آخر عبداللہ کا بیٹا ہے نہ اللہ کا - وہ باوجود منصب اعلائے نبوت کے حدود بشریت کے اندر ہے - نہ نعوذ باللہ وجود الوہیت مین داخل ہے - نہ مشترک - وہ اپنی فطرت انسانی کی نسبت چلا چلا کر بتلاتا ہے انا بشر مثلکم یوحی الی مین تو بالکل تمہارے ہی ایک ایسا انسان ہون فرق اتنا ہے کہ مجھپر وحی بھیجی گئی ہے ابلس

حلیمہ رض کے انعام خدمات رضاعت کی چار سالہ مدت رضاعت تمام ہوئی اور حضرت حلیمہ رض جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علیا مکرمہ جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں پہونچا گئیں حضرت آمنہ اپنے نونہال کو تندرست اور خوشحال پاکر حلیمہ سعدیہ رض کی خدمات سے جیسی کچھ خوش ہوئی ہونگی اوس کا اندازہ اسوقت بھی اس زمانہ کے والدین بآسانی کرسکتے ہیں۔ بنی ہاشم کا قبیلہ ہمیشہ سے فیاض تھا۔ انکا ایثار خدمت کے انتظار پر موقوف نہیں تھا۔ پھر ایسے گوہر حلیمہ سعدیہ کی خدمت رضاعت کتنی وقعت اور عزت سے دیکھی گئی ہوگی تاریخ الخمیس میں ہے وجھز حلیمہ خیولا جہاز حلیمہ کا رخصتانہ انعام سب کے رخصتانہ انعام سے بڑھا ہوا تھا۔

حلیمہ سعدیہ رض کا اسلام ابن کثیر شامی لکھتے ہیں کہ حلیمہ قبل اعلان نبوت رحلت کرگئیں۔ مگر جمہور مورخین نے اس کی خلاف کیا ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں ابن جوزی نے حدا میں منذری نے مختصر سنن ابی داؤد میں اور ابن حجر نے اصابہ میں بالاتفاق تصریح کی ہے کہ ابن کثیر کی یہ تحقیق صحیح نہیں۔ مغلطائی نے جو عرب کا قدیم مورخ ہے حلیمہ سعدیہ کے اسلام لانے کے متعلق ایک خاص رسالہ لکھا ہے جس کا نام التحفۃ الجسیمہ فی اسلام الحلیمہ رض ہے۔

ابن حجر اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں حلیمہ رض کے شوہر ابو ذویب حارث ابن عبدالعزی کا اسلام لانا بھی ثابت کرتے ہیں اور اونکے ایمان لانے کے متعلق یہ واقعہ قلمبند فرماتے ہیں کہ اعلان نبوت کے زمانے میں حارث ابن عبدالعزی جناب رسول خدا صلعم کے خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کی اس دعوت کی نسبت عرب کے تمام اقوام و قبائل میں کیا مشہور ہے۔ آپ نے اون سے مدعائے رسالت بیان کرکے ارشاد فرمایا کہ ایک دن آپ دیکھ لینگے کہ میں جو کچھ کہتا تھا وہ بالکل سچ نکلا۔ آپ کے انداز استقامت اور طرز متانت نے حارث کے دل پر حقیقت اسلام کا ایسا گہرا اثر کیا کہ وہ اپنے دل میں کہنے لگے کہ میں اوس دن کا انتظار ہی کیوں کروں آج ہی اُس دن کا اقرار کرلوں یہ کہکر اوسیوقت مسلمان ہوگئے۔

طفولیت میں ضبط اوقات اور پاک عادات مدبر قدرت نے فطرت صالحہ کے اعلیٰ جوہروں سے پیکر رسالت کو مرتب کیا تھا۔ زمانِ رضاعت اور دوران طفولیت سے پاکیزگی۔ طہارت۔ احتیاط ضبط اوقات تہذیب اور حیا و عفت کے اعلیٰ اور لاجواب محاسن آپ کے عادات و طرز عمل سے پیدا و ہویدا ہوتے تھے۔ جو عموماً بچوں کے طبائع اور عادات اور روزمرہ کے مشاہدات سے بالکل مخالف تھے یہ خصوصیات تنہا آپ کی عادات ہی سے

حاشیہ صفحہ دیگر ہے اور بحرمت رسولؐ کے ایسے صاف اور پاک اعترافات کی موجودگی میں ایام طفولیت کے واقعات پر مثلاً لڑکے کے چھوٹے چھوٹے لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف رہنا۔ مکان کی چھت سے پرندوں کو اوڑا دینا۔ رضاعی بہن کی پیٹھ میں کاٹ کھانا۔ سر ولیم کے اعتراضات کیسے صحیح اور قابل التفات سمجھے جاسکتے ہیں جب یہ تمام حرکات و سکنات فطرت انسانی کے اصول اور بشریت کے معمول کے مطابق پائے جاتے ہیں جن کا مشاہدہ روزمرہ سے ثبوت بھی موجود ہے اور فاعل کا اعتراف بھی۔ ان واقعات سے نہ معجزات کے معنی لئے جاسکتے ہیں نہ خرق عادات کی۔ سر ولیم نے حقیقتاً ایسے لغو اور مہمل اعتراض پیش کرکے اسلام اور بانی اسلام کی توہین تو نہیں اپنی قابلیت اور جامعیت کی البتہ بدنامی و رسوائی کروا دی۔ مؤلف عفی عنہ

متعلق نہین تھے بلکہ ضروریات روزمرہ مین بھی آپ کی احتیاط پابندی اوقات اور التزام پورے طور سے ظاہر ہوتا تھا۔ اوسیوقت سے۔ صبر، سکون۔ تحمل۔ استغنا اور قناعت طبع ہمایون کے خاص جوہر معلوم ہوتے ہین۔

محدث شیرازی حلیمہ سعدیہ کی زبانی لکھتے ہین۔

حلیمہ رض گوید کہ ہرگزوے در جامۂ خود بول و براز در جامۂ خود نکردی ہمچنانکہ عادت دیگر اطفال بود۔ روزمرہ۔ وے وقتے معین داشت کہ دران وقت بول و غائط کردی و تا روز دیگر تا ہمان وقت بران احتیاج نداشتے در روایتے از حلیمہ است کہ گفت ہرگاہ خواستمی کہ دہان مبارک ویرا از شیر پاک کنم باشست و شود ہم ضرورت نمیدیدم و اگر عورت وے ظاہر شدے۔ بغضب رفتی و فریاد کردے تا چار می پوشیدمی۔ در روایتے آنست از حلیمہ رض کہ گفت چون آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برفتار آمد کودکان را مسدید کہ بازی میکردند۔ از ایشان دوری می جست و ایشان را از بازی کردن منع می کرد و میگفت ما را برائے بازی کردن نیافریدہ اند۔ حلیمہ رض گوید کہ گریہ بدخوئی و بدخلقی نداشت و بدست چپ ہیچ چیز را فرا نگرفتی۔ بدست راست لبستدی۔ حلیمہ رض گوید کہ روزے از روزہا با من گفت یا اماہ۔ چون است کہ برادران مارا بروز نمی بینم گفتم جان من فدائے تو باد ایشان میروند کہ گوسفندان مرا بچرانند۔ بامداد می روند و شبانگاہ باز می آیند گفت مرا این جا تنہا میگذاری و با ایشان مرا نمیفرستی۔ کہ من نیز باید کہ کارے بکنم۔

روضۃ الاحباب جلد اول ص ۹۰

حلیمہ رض کہتی ہین کہ اوسیوقت سے کہ آپکی پاکیزگی طبع کا یہ عالم تھا کہ کبھی آپ نے روزمرہ کے کپڑون مین عام بچون کیطرح رفع حاجت نفرمائی۔ وقت کی پابندی اور احتیاط کا اُسی زمانہ سے یہ حال تھا کہ رفع حوائج ضروریہ کیلئے وقت خاص مقرر تھا اسیوقت رفع حاجت فرمائی جاتی تھی اور پھر روز آیندہ کی وقت مقرر تک اوسکی ضرورت نہین ہوتی تھی۔ مجھکو رفتہ رفتہ روز کی مشاہدے سے اسکا پورا علم و تجربہ ہوگیا اور مین روزمرہ وقت مقرر پر آپکی اُن ضروریات کو انجام دیدیا کرتی تھی۔ حیا و عفت کا بچپن ہی سے یہ عالم تھا کہ اگر میری غلطی اور غفلت سے اگر کسیوقت آپکا کشف ستر ہوگیا تو اوس حیائے مجسم اور ناموس الٰہی کے خاص محرم پر غیظ و غضب کا ایک خاص عالم طاری ہوجاتا تھا اور شرم و حیا کے دفورسے آپ فوراً رونے لگتے تھے۔ مین رونا سنکر دوڑ پڑتی تھی اور کپڑا ڈالدیتی تھی یا اوڑھا دیتی تھی۔ عام بچون کیطرح رونا۔ دودھ کیلئے مچلنا مین نے رضاعت کے دو سالہ ایام مین کبھی نہ دیکھا۔ کبھی آپ نے کوئی چیز بائین ہاتھ سے نہین اٹھائی ہمیشہ سیدھے ہاتھ سے کام لیا۔ رشد و تمیز کا یہ عالم تھا کہ مجکو ہمیشہ ارمان رہا کہ دودھ پلانے کے بعد عام بچون کی طرح آپکے دہان مبارک کو بھی رومال سے پاک کردیا کرون۔ کبھی اسکی مجھے ضرورت ہی نہین ہوئی۔ اِس لئے کہ اس انداز و احتیاط سے دودھ پیا جاتا تھا کہ زیادتی مقدار کا کوئی اثر لب مطہر پر ظاہر نہین ہونے پاتا تھا۔ حلیمہ کا یہ بھی بیان ہے کہ جب آپ کو طاقت رفتار آگئی تو آپنے جب کبھی لڑکون کو باہر کھیلتے ہوئے دیکھ پایا۔ انسے بخلاف فطرت کنارے ہوگئے اونکو ہمیشہ کھیلنے کودنے سے منع فرماتے تھے اور ارشاد کرتے تھے کہ ہم لوگون کو کھیلنے کے لئے نہین پیدا کیا گیا ہے حلیمہ رض یہ بھی کہتی ہین کہ آپ نے ایک دن مجھسے استفسار فرمایا کہ ہمارے بھائیون کو آپکہان بھیجا کرتی ہین

کیونکہ میں اونکو دن بھر گھر میں نہیں دیکھتا ہوں میں نے جواب دیا کہ میری جان آپ پر فدا ہو وہ گھر کی بھیڑیں جنگل میں چرانے جایا کرتے ہیں۔ ہر روز سویرے صبح کو گھر سے بھیڑیں لیکر نکل جاتے ہیں دن بھر جنگل میں بھیڑیں چراتے ہیں اور شام کے وقت ہر روز گھر چلے آتے ہیں۔ یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی اونھیں کے ساتھ آپ کیوں نہیں بھیجدیا کریں مجھے بھی کچھ کام کرنا چاہیئے۔

ام ایمن آپ کی مرضعہ (دودھ پلائی) تو نہیں لیکن محضنہ (کھلائی) ضرور تھیں بیان کرتی ہیں۔

ام ایمن گوید کہ ہرگز ندیدم کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از گرسنگی وتشنگی شکایت کردے۔ چون بامداد شدے یک شربت آب زمزم بخوردے وتاشب ہیچ نطلبیدے وبسیار بود کہ طعام چاشت براو عرض می کردم واو می گفت مرا رغبت بطعام نیست۔ روضۃ الاحباب ص ۹۵

ام ایمن کہتی ہیں کہ میں نے کبھی آپ کو بھوک کی اور پیاس کی شکایت کرتے ہوئے نہیں سنا۔ ہر روز کا معمول تھا کہ میں آب زمزم کا شربت تیار کرکے دیدیتی تھی آپ پی لیتے تھے اور پھر شام تک کچھ بھی نہ مانگتے تھے۔ اکثر میں طعام چاشت (ناشتہ) تیار کرکے حاضر کرتی تو ارشاد فرماتے کہ مجکو بھوک نہیں۔

یہ صبر۔ استغنا۔ قناعت اور زہد وتوکل کا دیباچہ مشق و ریاضت تھا۔

نبوت کی قوت ارتقا ونمو

جو ہر قدسیہ نے آپ کی قوت نامیہ میں اسقدر ارتقا پیدا کردیا تھا جو نبوت کی خصوصیت کو عام فطرت انسانی کی عمومیت سے بالکل علیحدہ ثابت کرتا ہے۔ زرقانی اپنی شرح میں اسکی مفصل ذیل کیفیت و حقیقت بیان کرتے ہیں۔

انه صلی اللہ علیه وآله وسلم لما صار ابن شهرین کان یتزحلف الصبیان الی کل جانب وفی ثلاثة اشهر کان یقوم علی قدمیه وفی اربعة کان یمسک الجدار ویمشی وفی خمسة حصل له القدرة علی المشی ولما تم له ستة اشهر کان یسرع فی المشی وفی سبعة اشهر کان یسعی ویغدو الی کل جانب ولما مضی له ثمانیة اشهر شرع یتکلم بکلام الفصیح وفی عشرة اشهر یرمی السهام مع الصبیان۔ زرقانی ج ۱ ص ۱۷۹

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مہینے کے ہوئے تو بچوں کے پیچھے ہر طرف گھٹنیوں چلنے لگے جب تین مہینوں کے ہوئے تو دونوں پاؤں سے زمین پر کھڑے ہونے لگے۔ چار مہینوں کے ہوئے تو دیوار پکڑکر کھڑے ہونے لگے۔ پانچویں مہینہ آپ کو رفتار کی طاقت آگئی چھٹے مہینہ رفتار میں سرعت کی قوت پیدا ہوگئی۔ ساتویں مہینہ آپ اچھی طرح ہر طرف اپنے پاؤں سے چلنے پھرنے لگے اور جب کامل آٹھ مہینے کے ہوگئے تو آپ صفائی سے بولنے لگے اور دسویں مہینے میں آپ بچوں کے ساتھ تیراندازی کرنے لگے۔ زرقانی ج اول ص ۱۷۹

اقامت بنی سعد کے زمانہ کا یہ واقعہ طبقات ابن سعد میں مرقوم ہے۔

انه کان یخرج هو واخوه فیلعب مع الغلمان فیبعثهم علیه السلام ویاخذ بید اخیه ویقول انا لم نخلق لهذا

جب آپکے رضاعی بھائی آپکو ہمراہ لیکر لڑکوں کیساتھ کھیلنے کیلئے لیجاتے تھے اور کھیلنے لگتے تھے تو آپ اپنے رضاعی بھائی کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے اور ارشاد

فرماتے تھے کہ ہم اسکے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں۔

ابھی سے اپنے وجود ذیجود کی ضرورت کی اتنی کامل معرفت تھی۔ ایسا ہی حلیمہ سعدیہ سے یہ فرمانا کہ ہمیں بھی بھائیوں کیساتھ بھیجا کیجئے کیونکہ ہمکو بھی کچھ کام کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ آپ کی سعی و ریاضت کا مقدمہ تھا حسنت جمیع خصالہ + صلوا علیہ وآلہ +

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ بنی سعد کے قبیلہ میں آپ کے چار سال ایام طفولیت تمام ہو گئے گویا پانچویں برس کے آغاز میں آپ اپنے اپنے خاص بیت الشرف کی طرف معاودت فرمائی۔ اور پھر چھ برس کے سن تک اپنی والدہ گرامی قدر کے دامن عاطفت میں پرورش پاتے رہے مگر مصلحت ایزدی نے اس زمانہ پرورش کو زیادہ دیرپا نہ رکھا۔ کل دو ہی برس کے بعد اسکی مدت تمام ہو گئی علیا مکرمہ جناب آمنہ سلام اللہ علیہا نے مدینہ منورہ سے معاودت فرماتے ہوئے مقام ابوا میں انتقال فرمایا۔ ابن ہشام اور ابن سعد نے اسکی تفصیل مفصلہ ذیل عبارت میں لکھی ہے۔

ان ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امنة بنت وهب توفيت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن ست سنين بالابواء بين مكة والمدينة كانت قد قدمت به على اخواله من عدي بن النجار تزيره اياهم فماتت وهي راجعة به الى مكة

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادر گرامی شان حضرت آمنہ بنت وہب نے جب آنحضرت صلعم کا سن کل چھ برس کا تھا مقام ابوا رحلت فرمائی۔ یہ مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے جناب آمنہ سلام اللہ علیہا اپنے ننہالی عزیزوں سے ملنے کیلئے مدینہ تشریف لے گئیں تھیں۔ وہاں سے رخصت ہو کر مراجعت فرماتے وقت انتقال فرما گئیں۔

ابن سعد نے ابن ہشام سے زیادہ تفصیل سے آپ کے واقعہ وفات کو لکھا ہے۔ انکی اصلی عبارت یہ ہے۔

ثم رجعت به امه الى مكة فلما كانوا بالابواء توفيت امه امنة بنت وهب فقبرها هناك فرجعت به ام ايمن على البعيرين اللذين قدموا عليهما الى مكة كانت تحضنه مع امه ثم بعدان انتهت۔ طبقات

آنحضرت صلعم اپنی مادر گرامی کے ساتھ مکہ لوٹے جب مقام ابوا پر پہنچے تو آپ کی والدہ ماجدہ جناب آمنہ بنت وہب نے انتقال کیا اور وہیں مدفون کردی گئیں۔ ام ایمن آپ کو لیکر ان ہی دونوں اونٹوں پر مکہ واپس آئیں جن پر سوار ہو کر مکہ سے مدینہ گئی تھیں۔ ام ایمن حیات اور بعد وفات حضرت آمنہ کے بھی آنحضرت صلعم کی کھلائی رہیں۔

ان دونوں عربی مورخین نے حضرت آمنہ کے مدینہ جانے کی وجہ ننہالی اقربا سے ملاقات بتلائی ہے۔ مگر ہمارے ہندی محقق شبلی صاحب نے حضرت عبداللہ ع کی قبر مطہر کی زیارت کو اس سفر کا خاص مدعا بتلایا ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ دونوں توجیہیں قلبی تعلقات کا پورا پتہ دیتی ہیں۔ مگر ہمارے شبلی صاحب کی توجیہ تعلق کی مخصوص اہمیت رکھتی ہے اسلئے ضرور ترجیح کے قابل ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ نبوت میں اس سفر کا خود ذکر فرمایا ہے۔ ابن سعد آپکے ارشاد کو مفصلہ ذیل عبارت

عبارت میں لکھتے ہیں۔

فکان رسول اللہ صلعم یذکر امورا کانت فی مقامہ ذلک لما نظر الی الاطم بنی عدی بن النجار عرفہ وقال کنت الاعب انیسہ جاریۃ من الانصار علی ھذا الاطم وکنت مع غلمان من اخوالی نطیر طائرا کان یقع علیہ ونظر الی الدار فقال ھھنا نزلت بی امی وفی ھذہ الدار قبر ابی عبد اللہ بن عبد المطلب واحسنت العوم فی بئر بنی عدی بن النجار۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام باتوں کا جو اس مقام پر پیش آئیں ذکر فرماتے تھے۔ مدینہ میں تشریف آوری کے وقت آپ نے عدی بن النجار کی عمارات کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ وہی مقام ہے جہاں میں انیسہ نامی انصار کی ایک لڑکی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور یہی وہ مقام ہے جہاں میں اپنے ننہالی قرابت والے لڑکوں کے ساتھ مقیم تھا اور ان کے متعلق جیسا آپ نے ارشاد کیا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور پھر اس مکان کی طرف ارشاد فرمایا کہ یہی وہ گھر ہے جس میں میں اپنی ماں کے ساتھ ٹھیرا تھا اور اسی گھر میں میرے والد بزرگوار حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کی قبر ہے اور میں نے یہیں بنی عدی بن النجار کے ایک مشہور تالاب میں تیرنا سیکھا تھا۔

تاریخوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مادر گرامی قدر کے ساتھ مدینہ میں کل ایک مہینہ قیام فرما رہے تھے۔

ماں کی قبر کی زیارت واقعات مندرجہ بالا کے ساتھ مشاہدات تاریخی یہ بھی بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے نورانی دل میں اپنی والدہ گرامی شان کی ہمیشہ یاد زندہ تھی۔ اور ان کی مفارقت کے بعد اشفاق مادری کے آثار ویسی ہی تازہ تھی۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔

فلما مر رسول اللہ صلعم فی عمرۃ الحدیبیۃ بالابواء قال ان اللہ قد اذن لمحمد فی زیارۃ قبر امہ فاتاہ رسول اللہ صلعم فاصلحہ وبکی عندہ وبکی المسلمون لبکاء رسول اللہ صلعم فقیل لہ فقال ادرکتنی رحمتھا فبکیت ص ۳۶

عمرہ حدیبیہ کے بعد جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ابوا پر پہونچے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی والدہ گرامی قدر کی قبر کی زیارت کیلئے خدا کی طرف سے مجاز و ماذون کیا گیا ہوں یہ فرما کر آپ اونکی قبر مطہر پر تشریف لیگئے اور انکو نیکیوں کے ساتھ یاد کیا۔ اور اشکبار ہوئے آپ کو روتا دیکھکر تمام اہل اسلام بھی رونے لگے۔ آپ سے سبب گریہ دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ مجھے اشفاق و مراحم یاد آگئے اور میں بے اختیار ہوکر رو پڑا۔

حضرت عبد المطلبؑ کی کفالت اس میں کس کو کلام ہوسکتا ہے کہ اتنے صغر سنی کے زمانہ میں ماں سے مفارقت آنحضرت صلعم کیلئے سخت ترین مصیبت ثابت ہوئی ہوگی لیکن حضرت عبد المطلب کی شفقت و دردمندی نے اس ودیعت خداوندی کو فوراً اپنے کنارۂ عاطفت میں اٹھالیا۔ اور کیونکر نہ اوٹھاتے جناب عبد المطلب اپنے جوانمرگ صاحبزادے عبد اللہ کے بعد اس در یتیم کو انکا نعم البدل جانتے تھے اور جناب آمنہ کی حیات تک آپ کی پرورش و آرام

رسانی کی طرف سے آپ کو ایک گونہ اطمینان حاصل تھا۔ ہاں۔ انکے انتقال کر جانیکے بعد باوجود اس کے کہ آپ کی عمر اسی برس کی ہوچکی تھی اعضا و جوارح جواب دیچکے تھے متعدد جوان بیٹے اور اونکے جوان بال بچے بھی موجود تھے۔ تمام گھر بھرا پڑا تھا ممکن تھا کہ پیرانہ سالی کے عذر معقول کے باعث سے حضرت عبدالمطلب یتیم عبداللہ روحی فداہ کی پرورش و پرداخت انکی کسی چچا سے متعلق کردیتے اور آپ آرام کرتے۔ مگر نہیں۔ اس ضعف و نقاہت کے عالم میں بھی۔ آنحضرت صلعم کی تمام مہمات اپنے ذمہ لی گئیں۔ جناب عبدالمطلب کو انکی پرورش و پرداخت میں بڑی آسانی اور سہولیت مادر حضرت حمزہؑ کی جہت خاص سے حاصل ہوئی۔ جو حضرت آمنہؑ کی اپنی چچازاد بہن تھیں۔ اور ان دونوں خواتین باتمکین کی بیکوقت شادی ہوئی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔

ان تمام قرائن و ذرایع پر غور کرنیکے بعد یہ بھی ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ پرورش و حفاظت جان رسولؐ کی ایسی منتم بالشان خدمت ان تعلقات ظاہری سے زیادہ مشیت کے نظام حقیقی سے متعلق تھی۔

یہ مسلم ہے کہ حضرت عبدالمطلب کو حضرت عبداللہ سے بمقابلہ اور فرزندوں کے مفرط درجہ کی محبت تھی کیونکہ اصغر اولاد تھے اور فطرت انسان کے اعتبار سے باپ کے سب سے زیادہ محبوب پھر ایسے محبوب ترین فرزند کا چشم و چراغ۔ ایسے پارہ جگر کا نام و نشان کیونکر تمام گھر سے زیادہ عزیز نہیں ہوسکتا ہے۔ اور پھر وہ بھی بذاتہ ایسا کہ اوسکا دوسرا نعم البدل ممکن نہیں۔ باپ ولادت سے پہلے اوٹھ چکا۔ ماں بچکی تھی۔ وہ کل چھ برس کا چھوڑکر گذر گئی حقیقتاً یہ مصائب ایسے تھے جو بواسطہ اور غیر سروکاری اشخاص کو بھی ایسے یتیم۔ بے ماں باپ کے بچہ کے ساتھ دلسوزی اور ہمدردی کی توجہ دلاتے ہیں۔ نہ یہ کہ صرف اس بزرگوار کو جو اپنی جان اور اپنے تمام خاندان سے اسکو زیادہ عزیز رکھتا ہو۔ ابن سعد نے اپنے ایک جملہ میں ان تمام مدعا کو تمام کردیا ہے وہ یہ ہے۔

فلما توفیت قبضه الیه جده عبد المطلب وضمه ورق علیه رقة لم یرق علیها علی ولده وکان یقربه منه ویدنیه ویدخل علیه اذا خلا واذا نام

جناب آمنہ نے وفات پائی۔ تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پرورش و پرداخت کے تمام امور حضرت عبدالمطلب سے متعلق ہوئے اور حضرت عبدالمطلب نے اپنے محاسن اشفاق کے وہ مسالک آپ کے ساتھ اختیار فرمائے جو اپنی کسی اولاد کے ساتھ بھی نہیں ظاہر فرمائے تھے۔ تمام گھر والوں میں اسوقت قریب ترین و عزیز ترین یہی تھے خلوت و جلوت میں آپ کو برابر ساتھ رکھا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ سویا کرتے تھے طبقات ص ۵۔

عرب کی یہ قدیم تہذیب تھی کہ وہ کسی بزرگ خاندان کے برابر تعظیماً کسی عام یا خاص مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے اس قدیم آداب معاشرت کے خلاف ورزی کے اظہار پر اوسکے عامل کو عام اس سے کہ وہ کسی پایہ یا پایہ کا کیوں نہو نہایت حقارت و نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اس قومی دستور و آداب کے وہ اسقدر پابند تھے کہ غیر ممیز اطفال تک کو بھی ان اقسام کی جرات کرتے ہوئے دیکھکر چشم پوشی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسکو آداب مجلس اور طریقہ نشست و برخاست بتلادینے کی ضرورت سے فوراً متنبہ اور آگاہ کردیتے تھے۔ اون کا یہ قدیم دستور اونکا یہ قومی آداب اقطاع عالم میں کم و بیش

تمام قوموں کی تہذیب و معاشرت میں آجتک داخل ہے۔

قدیم آئین تعظیم سے رسول خدا کا استثنا

جناب عبدالمطلب نے اپنے جگر گوشۂ یتیم عبداللہ کو اس قیود سے بالکل مستثنیٰ فرما دیا۔ ذیل کا واقعہ اس کا شاہد ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے۔

کان رسول اللہ صلعم مع جدہ عبد المطلب بن هاشم وکان یوضع لعبد المطّلب فراش فی ظل الکعبة فکان بنوہ یجلسون حول فراشہ ذلک حتی یخرج الیہ لا یجلس علیہ احد من بنیہ اجلالا لہ قال فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاتی وھو غلام حقیر حتی یجلس علیہ فیاخذہ اعمامہ لیوخروہ عنہ فیقول عبد المطّلب اذا رای ذلک منھم دعوا ابنی فو اللہ ان لہ لشانا ثم یجلسہ معہ علیہ و یمسح ظھرہ بیدہ ولیسرہ ما یراہ یصنع۔ ابن ہشام مطبوعہ مصر ص ۵۷

جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جد بزرگوار حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں تھے۔ ایکبار ایک قومی مجلس کی ترتیب دیگئی تھی اور زیر کعبہ شرقہ عبدالمطلب کیلئے جو اس زمانہ میں امیر اور متولی خانہ کعبہ تھے ایک فرش خاص بچھایا گیا تھا اور آپ کی تمام اولاد و فرزندان اپنے اعزازی مراتب و مناصب کے لحاظ سے اس فرش کے دو رہین چاروں طرف بیٹھے تھے اور صدر میں حضرت عبدالمطلب کے لئے خاص جگہ چھوڑی گئی تھی۔ اور اونکی ذاتی عظمت کا اعتبار سے آپ کے خاص فرزندوں میں سے بھی کوئی صاحب اس مقام خاص پر بیٹھنے کی مجاز نہیں تھے حسن اتفاق سے جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اسوقت تک کمسن بچے تھے تشریف لاتے ہی سیدھے اپنے جد بزرگوار کے مقام پر جا بیٹھے۔ آپکے چچاؤں نے اوٹھکر آپ کو تھام لیا اور پائین میں اپنے پاس بٹھا لینا چاہا۔ اسی اثنا میں حضرت عبدالمطلب آگئے اور یہ کیفیت دیکھکر اپنے بیٹوں سے کہنے لگے کہ میرے فرزند کو کیوں روکتے ہو۔ چھوڑ دو۔ خدا کی قسم اسکے لئے ایک شان خاص ہے۔ یہ کہکر آپ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر اپنے مقام پر بیٹھ گئے اور انکی پشت مبارک پر اپنا دست شفقت پھیرنے لگے اور جو دل میں آپکی جو ہستی اسکی نسبت تشفی و دلجوئی فرمائی۔

ظاہر میں تو اس واقعہ سے حضرت عبدالمطلب کے انتہائی اشفاق ظاہر ہوتے ہیں۔ جو موجودہ سلسلۂ بیان کا اصلی عا ہے مگر حقیقت میں یہ واقعہ نظام قدرت کی طرف سے مراتب رسالت کی معرفت کا مقدمہ ہے۔

دعای استسقا میں رسولؐ کی شرکت

ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان میں جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بالترتیب وتفصیل وہ تمام واقعات لکھیں گے جو حضرت عبدالمطلب کے زمانہ حیات میں واقع ہوئے اسی سلسلہ میں دعائے استسقا کا بھی ایک واقعہ ہے جسمیں جناب رسولخدا صلعم کی برکت شرکت معلوم ہوتی ہے ہم اسکو ابن سعد کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

عن رقیقة بنت ابی صیفی بن هاشم بن عبد مناف قالت تتابعت علی قریش سنون ذھبن بالاموال واشفین علی الانفس قالت فسمعت قائلا یقول فی المنام یا معشر قریش ان ھذا النبی المبعوث منکم وھذا ایان خروجہ

رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم بن عبد مناف کا بیان ہے کہ ایکبار مکہ میں متواتر کئی برسوں تک قحط پڑتا رہا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لوگوں کے مال و اسباب تلف ہو گئے اور بالآخر جانوں کے جانیکی نوبت آئی۔ انھیں ایام میں میں نے ایک شخص کو خواب میں کہتے سنا کہ اے قوم قریش نبی آخر زمانہ تو پیدا ہو چکا اور اسکے ظہور کا وقت بھی قریب پہونچ گیا جسکی برکت سے تمہیں فراغت و خوشحالی نصیب ہوگی

وبه یاتیکم الحیا والخصب فانظروا رجلا منکم وسطکم
نسبا طوالا عظاما ابیض مقرون الحاجبین اهدب الا
شفار جعدا سهل الخدین رقیق العرنین فلیخرج هو و
جمیع ولده ولیخرج منکم من کل بطن رجل فتطهروا
وتطیبوا ثم استلموا الرکن ثم ارقوا راس ابی قبیس ثم
یتقدم هذا الرجل فیستسقی وتؤمنون فانکم ستسقون
فاصبحت فقصت رؤیاها علیهم فنظروا فوجدوا
هذه الصفة صفة عبد المطلب فاجتمعوا علیه
وخرج من کل بطن منهم رجل ففعلوا ما امرتهم به
ثم علوا علی ابی قبیس ومعهم النبی صلعم وهو غلام
فتقدم عبد المطلب وقال لاهم هولاء عبیدک و
اماؤک وبنات اماتک وقد نزل بنا ما تری وتتابعت
علینا هذه السنون فذهبت بالظلف والخف و
اشفقت علی الانفس فاذهب عنا الجدب واتنا
بالحیاء والخصب فما برحوا حتی سالت الاودیة و
برسول الله صلی الله علیه واله وسلم سقوا ص۵۲

تم لوگ ایک ایسے آدمی کو تلاش کرو جو تم میں شریف النسل ہو اوسکے
بدن کی ہڈیاں لمبی ہوں جسکی جلد بدن پر دہاری چشم کے پاس جھکدار
ہو جسکے آگے سر کے بال کم ہوگئے ہوں - دونوں رخسار ہموار ہوں بھویں
قریباً جُٹی ہوں اور دونوں ابرو تنگ ناک باریک ہو ایسے آدمی سے
کہو کہ اپنی تمام اولاد و احفاد کو ساتھ لیکر باہر نکلے اور تم میں سے بھی ہر قبیلہ
اور ہر عشیرہ کا ایک ایک آدمی اوسکے ساتھ ہو پہلے تم لوگ غسل کرو -
پاک و پاکیزہ ہو خوشبو لگاؤ اور رکن کعبہ کا استیلام بجا لاؤ - اسکے بعد
کوہ ابو قبیس کی چوٹی پر چڑھ جاؤ اور اُس شخص کو اپنا پیشوا بناؤ بعد ازاں
سے کہو کہ پانی برسنے کی دعا کرے یقین رکھو کہ اسی تدبیر سے تم لوگ عنقریب
سیراب ہوگے - رقیقہ کا بیان ہے کہ صبح کو اوٹھکر میں نے اپنا خواب بیان کیا جسے
ملکر سب نے غور کیا اور بعد تلاش و فکر کے بعد حضرت عبدالمطلب کو ان صفات سے
موصوف پایا - تمام قبائل و عشائر کے لوگ آپکے پاس جمع ہوئے صورت
حال عرض کی - یہ فوراً مستعد ہو گئے - پھر تمام لوگوں نے ملکر مراسم و
لوازم مذکورہ انجام دیے اور حضرت عبدالمطلب کو اونکی تمام اولاد و احفاد
کے ساتھ لیکر کوہ ابو قبیس کی سب سے اونچی چوٹی پر چڑھ گئے - اور انھیں بزرگوں
کے ساتھ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے اور آپ اسوقت
کمسن تھے - جماعت موجودہ کی اقتدا حضرت عبدالمطلب نے کی اور دعائے استسقا ان الفاظ میں ادا فرمائی - الٰہی یہ جماعت کی جماعت تیرے بندے
ہیں اور تیرے بندوں کی عیال - تیری کنیزیں ہیں اور تیری کنیزوں کی اولاد - جو مصیبت ہم لوگوں پر پڑی وہ تجھ پر ظاہر ہے ہم لوگوں پر گذشتہ
کئی برسوں سے آفت پڑ رہی ہے اور تباہی و پریشانی اور اب تو انکی جانوں پر آبنی ہے - الٰہی اب اس مصیبت کو ہم پر سے اوٹھا لے اور ہمکو خوشحالی اور
وسعت رزق عطا فرما - رقیقہ کا بیان ہے کہ قوم قریش کو کچھ نہیں نصیب ہوا تھا دفعتہً اس تدبیر سے جماعت کی جماعت نے درگاہ رب العزت میں دعا
نہیں کی اور جناب رسالتمآب صلعم کی برکت سے سب کے سب سیراب ہوگئے - طبقات ابن سعد جلد ا ص ۵۲ مطبوعہ جرمن ۵ا
اِس واقعہ سے جہاں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کی برکت وسعادت ثابت ہوتی ہے

حاشیہ ۵ا حضرت عبدالمطلب کی کفالت پر عیسائیوں کا اعتراض - مولوی شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۲۷ میں لکھتے ہیں
عبدالمطلب کا آنحضرت صلعم کو عزیز رکھنا ایک مسلم واقعہ ہے لیکن مارگولس صاحب کو دادا کا پوتے پر مہربان ہونا بھی گوارا نہیں فرماتے ہیں یتیم
لڑکے کی حالت کچھ اچھی نہ تھی اور آخر زندگی میں انکے چچا حمزہ نے نشہ کی حالت میں محمد کو طنزاً اپنے باپ کا غلام کہا تھا (مارگولس لائف آف

وہاں حضرت عبد المطلب کی ذاتی وجاہت و عظمت کا بھی اظہار کامل ہوتا ہے۔ آپکی اس وجاہت و اقتدار کا یہ مرتبہ صرف اس لیے تھا کہ آپ مکہ کے رئیس تھے اور قریش کے سردار بلکہ اس شہرت عامہ اور اعتبار و اختیار کے باعث آپ کی خاص اخلاقی یادگار و آثار تھے۔ جو آپ کی ذات ستودہ صفات کو ممدوح روزگار بنائے تھے۔

ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔

حاشیہ صفحہ دیگر آپ تحریر ص ۴۵-۴۹ حضرت حمزہؑ کے جس قول سے استدلال کیا جاتا ہے مارگولوس خود تسلیم کرتے ہیں نشہ کی حالت تھی۔ اسکی تفصیل جیسا کہ بخاری میں ہے یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ نے باربرداری کے لئے اونٹ خریدے اوسوقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ حضرت حمزہؑ شراب میں مخمور ادھر سے گذرے اور اونٹ کا پیٹ پھاڑ کر دل و جگر کا کباب بنایا۔ آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ حضرت حمزہؑ کے پاس آئے اور انکو ملامت کی حضرت حمزہؑ سخت مخمور تھے۔ اس حالت میں وہ الفاظ انکی زبان سے نکلے تھے۔ کیا اس حالت کا کوئی بیان شہادت میں پیش کیا جا سکتا ہے؟ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۲۰

مارگولوس کا یا اعتراض ابیطالب کی کفالت کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے اس لیے عبد المطلب کے زمانہ میں شبلی صاحب کا اسکو مندرج فرمانا اور اس پر تنقید لکھنا قبل از وقت ہے اور ایک بموقع تقدیم۔

مولوی شبلی صاحب کا اکثر مقامات پر یہ لکھنا کہ "ابھی تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی" یہ بتلاتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اسلام میں شراب کسی وقت حلال ہی تھی۔ اگر تنزیل حرمت کے اعتبار پر یہ قیاس فرمایا جاتا ہے۔ تو اور بھی تعجب انگیز ہے کیونکہ قبل حرمت والی تمام آیات قرآنی اسکی ذم و قبح کو بتلا رہی ہیں۔ یہ امت اسلام کی بداخلاقیاں ہیں اور شامت اعمالیاں کہ خدا کے بار بار بتلانے پر بھی وہ اُسے بُرا نہیں جانتی اور پی جاتی ہے۔ اخلاق الٰہی نے تھوڑے دنوں تک اسکے نیک و بد کی تمیز اُمت کے فیصلہ پر چھوڑ دی لیکن اُمت کے اخلاق ذمیمہ اونکے خلوص ایمانی اور اعضائے روحانی پر ایسے غالب آگئے تھے کہ وہ اسکو ترک نہ کر سکی تو بالآخر تعذیب الٰہی کی تہدید کے ذریعہ سے یہ ناہنجار عادت چھڑوائی گئی۔ اگر اُمت رسولؐ کو اتباع کا دعویٰ تھا یا سیرت رسولؐ کی اتباع کو وہ اپنے دینی اور دنیاوی مقاصد کے حصول کا ذریعہ سمجھتی تھی تو اوسکو اپنے رسولؐ برحق کی عادت پر نظر ڈالنی تھی اور یہی اس ناہنجار عادت کے ترک کیلئے کافی تھی لیکن اسکی توفیق ہی نہیں ہوئی۔ اور تعذیب الٰہی کی آسمان سے تہدید و تاکید بلوائی گئی۔ اس بنا پر تا خیر تنزیل کو کسی مدت تک جواز یا حلت خمر کا باعث سمجھنا سخت غلطی ہے خمر، زنا، چوری۔ وغیرہ وغیرہ ہمیشہ سے اخلاقی اور روحانی جرم قرار دیے گئے ہیں اور تمام شریعتہائے سابقہ میں یہ افعال ذمیمہ کبائر معاصی بتلائے گئے ہیں۔ شراب شریعت اسلام میں آزادنی تا آخر وقت ویسی ہی حرام مطلق تھی جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و آلہ علیہم السلام کی سابق شریعتوں میں۔ فافہم و تدبر

ہم اس ناہنجار عادت کی حضرت حمزہؑ سے نسبت بھی اعتبار کے قابل نہیں سمجھتے۔ کیونکہ حضرت عبد المطلب کے متعلق تمام حدیثوں کی کتابوں میں بالاتفاق لکھا ہے انہ حرم الخمر فی حیاتہ (آپنے اپنی عمر بھر شراب کو حرام کرلیا تھا) تو ہم مشکل سے اونکے صاحبزادے حضرت حمزہؑ کو بخلاف سیرت پدری اسکا یقین کر سکتے ہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب یہ واقعہ اون کے اسلام لانیکے

ان عبدالمطلب احسن قریش وجها وامدہ جسما واحلمہ للوجود و اکفا وابعد الناس من کل موبقۃ تقتد الرجال ولم ملک قط الا اکرامہ وشفعہ وکان سید قریش حتی هلك تاہ نفر من خزاعۃ فقالوا نحن قوم متجاورون فی الدار هلم لنحالفک فاجابهم الی ذالک واقبل عبدالمطلب فی سبعۃ فرھن بنی عبدالمطلب والارقم ابن نضلہ بن هاشم الضحاک وعمر ابن صیفی بن هاشم ولم یحضرہ من بنی عبدشمس ولا نوفل فدخلوا دار الندوۃ فتحالفوا بها علی التناصر والمواساۃ وکتبوا بینهم کتابا وعلقوہ فی الکعبہ مراۃ

حضرت عبدالمطلب باعتبار ذاتی وجاہت کے تمام قریش مین وجیہ ترین بزرگ تھے اور جسامت کے لحاظ سے سب سے زیادہ جسیم اور طویل حلم و تحمل مین سب سے بڑہکر حلیم۔ جود و سخاوت مین سب سے زیادہ سخی و کریم۔ فتنہ و فساد کی مواقع پر سب سے دور رہنے والے۔ جو دیکھتا تھا وہ آپکی تعظیم و تکریم کرتا تھا اور آپکی ہدایتون کو بجا لاتا تھا اور سلاطین معاصرین مین قبیلہ قریش کی امارت مادام الحیات آپ سے متعلق رہی۔ ایکبار بنی خزاعہ کے لوگ آپکی خدمت مین آکر کہنے لگے کہ ہم لوگ آپ کے ہمسایہ مین اسوقت اس التجا کی ساتھ حاضر ہوئے ہین کہ آپ ہملوگون کو اپنا حلیف بناکر اپنی پناہ مین لے لیں آپنے فورًا اون لوگون کی استدعا کو قبول کر لیا اور بنی عبدالمطلب مین سے سات آدمیونکو لیکر اور ارقم بن نضلہ بن ہاشم اور ضحاک و عمر پسران بنی صیفی بن ہاشم کو بھی ان مین شامل کرکے دار الندوہ مین تشریف لائے اس معاہدہ مین بنی عبدالشمس (امیہ) اور بنی نوفل مین سے کوئی فرد واحد شریک نہ ہوا۔ دار الندوہ مین جانبین سے مواسات و حمایت کی باہمی معاہدے لکھے گئے اور دستور قدیم کے مطابق کعبہ مین آویزان کر دیے گئے

بنی ہاشم کے یہ وہ حقیقی معارف ہین جو قدیم سے انکے اخلاقی اعزاز و امتیاز کی خصوصیات مین داخل ہین اور یہ وہی مفاخر ہین اور اصلی مفاخر مشارعت جو تمام قریش کیا تمام قبائل عرب پر انکی تفضیل و ترجیح کے سچے معیار ثابت ہوتے ہین اور یہ تمام صفات و محاسن جس طرح قصی کو اپنے وقت مین ہاشم کو اپنے زمانہ مین حاصل تھے اوسیطرح عبدالمطلب کو اپنے عہد مین قدرت کی طرف سے بدرجہ اولیٰ حاصل تھے۔ بدرجہ اولیٰ اسلئے کہ ان تمام محاسن و صفات سے آراستہ و پیراستہ بزرگوار کے متعلق شہنشاہ رسالت کی کفالت و تتمہ نبوت کی حفاظت بھی سپرد ہونیوالی تھی۔

حاشیہ صفحہ دیگر قبل کا بھی نہین بتلایا جاتا۔ بلکہ مشرف باسلام ہو جانیکی بعد کا اور پھر ان الفاظ اضافی کے ساتھ کہ رسول اللہ صلعم اس واقعہ کی خبر پاکر بالنفس النفیس اونکی تادیب کیلئے تشریف لیجاتے ہین اور اونکی دونون آنکھون کے سامنے کھڑے ہوکر اونکو ملامت کرتے ہین مگر حمزہ پر نعوذ باللہ کچھ اثر نہین ہوتا وہ کچھ نہین سنتے اور اول فول بکتے چلے جاتے ہین۔ مخالفین اسلام تعجب سے کہین گے کہ یہ وہی رسول ہے جسکی ایک نگاہ سرسری نے فورًا اس واقعہ کے بعد ہی حضرت عمر کے غیر متحمل غصہ کو ایسا ٹھنڈا کر دیا کہ اون سے فورًا قدم رسالت پر سر جھکا دینا اور اسلام لے آنے کے سوا اور کچھ بن نہ آیا لیکن حمزہ کے مقابلہ مین نہ رسول کی روحانی آثار کارگر ہوئی نہ ذاتی اور صفاتی اقتدار کا عبرت دلایا اولی الابصار

ہم ان تمام اقسام کے افسانون کو خاندان رسالت کی عادات و معاشرت کے قطعی خلاف سمجھتے ہین خصوصًا حضرت حمزہ وغیرہم ممدوحین بنی ہاشم کے متعلق ان لغویات کو تو قطعی ممنوع و موضوع یقین کرتے ہین یہ بخاری صاحب کی رکاکت طبعی ہے جو ان لغویات کو مندرج کرکے مسائل دینی کی تو ایکطرف بنیاد قایم کرتے ہین اور دوسری طرف مخالفین اسلام کو اہانت اسلام اور حقارت حضرت خیر الانام علیہ السلام پر آمادہ اور تیار فرماتے ہین الامان الحفیظ مولف عفی عنہ

وفات حضرت عبدالمطلب

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ اس کفالت و حفاظت کا زمانہ کل چار ہی برسون مین تمام ہوگیا حضرت عبدالمطلب بوڑھے تو ہو ہی چکے تھے شیخوخیت سے گذر کر کہولتیت کا وقت آ ہی گیا تھا بیاسی[82] برس کی عمر ہو چکی تھی بیمار پڑے ضعیف تو تھے ہی ضعف اور علالت دونون ملکر مرض الموت بن گئے۔ وفات کا وقت قریب ہوا تو باوجودیکہ تمام عرب مین کثیر الاولاد مشہور تھے ابن سعد لکھتے ہین فلم یکن فی العرب ابواب مثل عبدالمطلب۔ عرب مین عبدالمطلب کے ایسے کسی باپ کی اولادین نہین تھین۔ اس لئے محض تعلقات قلبی کی بنا پر ایسے بڑے خاندان کے بزرگ کی آنکھون کے سامنے اونکے بستر مرگ پر اپنی اولاد و احفاد مین سے ایک ایک کی صورت موجود رہنی چاہئے لیکن اس فطرتی جذبات کے برخلاف وہ بزرگ خاندان اپنی اتنی کثیر اولاد مین سے نہ کسی فرد واحد کو بلاتا ہے۔ نہ یاد کرتا ہے اور نہ اونکے متعلق کوئی وصیت فرماتا ہے ہان ایک ہشت سالہ بچہ کی یاد و تعلقات اوسکو ایسا بیچین اور مضطرب الحال کئے ہین کہ وہ جو کچھ کہتا ہے یا وصیت کرتا ہے وہ صرف اسی کے لئے اور کسی کے لئے بھی نہین۔ اسطرح کہ اپنے قائم مقام اور اپنے وارث و وصی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور اپنے شرعی وصیت کے الفاظ مین اوس بچے کی کفالت۔ حفاظت۔ حمایت اور اعانت کے لئے اپنے بعد اوسکو ذمہ دار بناتا ہے۔ طبری۔ ابن سعد اور ابن ہشام کے متفقہ مختار سے ذیل مین مندرجہ بالا مضامین کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔

فتوفی عبدالمطّلب بعد الفیل بثمانی سنین وکان عبدالمطّلب یوصی برسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عمّہ اباہ ان اباطالب وعبداللہ ابا رسول اللہ صلعم کانا لامہ فکان اباطالب ھو الذی یلی امر رسول اللہ بعد جدہ وکان یکون معہ۔

طبری جلد اول ص ۱۱۲۳ مطبوعہ یورپ[?] جرمن

واقعہ فیل سے آٹھ برس بعد حضرت عبدالمطلب انتقال فرما گئے۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حضرت ابیطالب کو وصیت فرما گئے کیونکہ حضرت ابیطالب اور حضرت عبداللہ ماں جائے بھائی تھے اس خصوصیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت کا منصب حضرت ابیطالبؑ کو تفویض ہوا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ابیطالبؑ کے ہمراہ رہے۔ طبری جلد اول ص ۱۱۲۳ جرمن۔

ان مشاہد تاریخی سے حضرت عبدالمطلب کے اون دلی جذبات اور قلبی تعلقات کے تمام حالات کا پورا انکشاف ہو جاتا ہے اور اسی کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے منصب ولایت و حفاظت کی مخصوص اہمیت بھی ظاہر ہو جاتی ہے اس عہدہ جلیل اور منصب عظیم کیلئے حضرت ابیطالب کی تخصیص کی ظاہری توجیہہ تو مذکورہ بالا تاریخی اسناد سے معلوم ہو چکی۔ مگر غور و تلاش کے بعد یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے اس ودیعت الٰہی کی ولایت کی تجویز تفویض مین صرف ابیطالب اور عبداللہ کی صلبی اور بطنی یکجہتی ہونے پر اعتبار نہین کیا ہے بلکہ حکم الٰہی کا انتظار اور استخارہ فرمایا ہے چنانچہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین۔

اقرع ابیطالب بینہما فخرجت القرعۃ لابی طالب۔ عبدالمطلب نے دونون کے درمیان قرعہ ڈالا۔ تو قرعہ ابیطالب ہی کے نام نکلا۔ زرقانی ص ۲۲۸ ج ۱

[1] زبیر کی تجویز ولایت اور تکفل کا خودغرضانہ اضافہ ہے جو اب ابیطالب کے استحقاق

حضرت عبدالمطلب کے انتقال پر حضرت کا حزن و ملال

حضرت عبدالمطلب نے جیسا بیان ہو چکا ہے۔ مکہ میں وفات پائی اور مقام حجون میں مدفون ہوئے۔ سن وفات ۸ عام الفیل مطابق ۵۷۸ء ہے

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جد بزرگوار کی مفارقت کا بیحد ملال ہوا۔ ام ایمن کی اسناد سے ابن سعد نے لکھا ہے رأيت رسول الله صلعم يومئذ يبكي خلف سرير عبد المطلب - میں نے دیکھا رسول صلعم اوس دن عبدالمطلب کے جنازہ کے پیچھے پیچھے روتے جاتے تھے۔

حضرت ابیطالبؑ اور رسول اللہ صلعم کی کفالت

حضرت عبدالمطلب کے روز وفات سے حضرت ابیطالب کی کفالت کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اسمیں کسکو کلام ہو سکتا ہے کہ حضرت ابیطالب اپنے پدر بزرگوار حضرت عبدالمطلب کے وصی تھے۔ جانشین تھے اور قائم مقام۔ اس لئے تمام خاندانی اور قومی اعزاز و امتیاز جو عبدالمطلب کو حاصل تھے وہ وراثتاً انکو تفویض ہوئے اور انھیں ظاہری مشارف و معارف کے ساتھ کفالت و حفاظت رسول صلعم کے روحانی مفاخر بھی انھیں کی سعادت اور خوش نصیبی کا حصہ ٹھہرے۔ حالانکہ حارث سے لیکر عباس و حمزہ تک حضرت عبدالمطلب کے متعدد بیٹے تھے۔ جن میں اکثر ان سے سن میں بڑے تھے۔ اور گھر میں موجود تھے مگر عبدالمطلب کو قدرت کی طرف سے انھیں کے انتخاب کا اشارہ ہوا۔ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے کہ یہ انتخاب ایسا لاجواب ہوا کہ تمام قریش کیا تمام عرب میں اسکی مثال مشکل سے ملتی ہے۔

جناب ابی طالب کی کفالت کا زمانہ آپ کے استقلال۔ پاداری۔ ہمت۔ صبر اور استقامت کی آماجگاہ تھا۔ زمانہ کی ناماسعدت۔ قوم کی مخالفت دشمنوں کی یورش۔ اپنی کثیر العیالی اور تنگ حالی ہر وقت دامنگیر رہتی تھی مگر ان تمام تعلقات و ترددات سے قطع نظر کر کے جگر گوشہ عبدالمطلب یتیم عبداللہ کی حفاظت و حمایت کے خیال ہر وقت دل سے لگے رہتے اور کیوں نہ لگے رہتے گھر بھر میں خدا کی ودیعت تھا تو یہی تھا۔ باپ کی وصیت تھا تو یہی تھا اور اپنے ماں جائے بھائی کی نشانی اور مٹی ہوئی صورت تھا تو یہی تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ دیگر واستیصال کے لیے آمادہ اور تیار ہیں سوائے ان حضرات کے نہ کسی عربی تاریخ میں اس کا ذکر ہے۔ اور نہ کسی عربی سیرت میں۔ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ قسطلانی میں صرف اس قیاس کی بنا پر بعض تاریخوں میں زبیر کو بھی عبداللہ و ابیطالب کا ماںجایا لکھا ہے۔ کفالت و ولایت کو بھی ضم کر دیا ہے۔ حالانکہ جس خلاف قیاس اور مخالف واقع دعوی کا ذکر کیا ہے اوسکی اوسی کتاب میں پھر تردید و تکذیب کر دی ہے اونکو سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسے قیاسی اور محض بے بنیاد دعوی کے اظہار کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ زرقانی کی محض نادانی ہے۔ چنانچہ ہم اسکی نسبت خود انھیں کی تحریر ذیل میں لکھتے ہیں۔

فلا يرد ان الزبير شقيقه ايضا وقد قيل شاركه في كفالته وحق ابيطالب بلكرة لامتداد حياته

فان الزبير لم يدرك الاسلام وقيل اقرع عبد المطلب بينهما فخرجت القرعة لابي طالب وفي اسد الغابة

للحافظ عز الدين ابن الاثير كفله ابو طالب لانه شقيق ابيه وكذالك الزبير لكن كفله ابي طالب لما

اتنی خصوصیات کے مقابلہ میں آنحضرت صلعم کو اپنی تمام اولاد پر کیونکر ترجیح ندیتے۔ انھیں روحانی تعلقات اور قلبی جذبات نے انکے دل پر سوائے یتیم عبداللہ کے اپنی کسی صلبی اولاد کی محبت والفت کے نقش نہ جمنے دئے۔ اور حقیقت میں ایسی ہمت و استقلال و استحکام خلوص اور محبت پر جو بزرگوار نازہو گا وہی ودیعت الٰہی کی حفاظت و حمایت کا خاص محافظ اور تنہا ذمہ دار بن سکتا ہے۔ اور یہی صفات کمالیہ حضرت ابیطالب کی ذات میں مخصوص طور پر ثابت ہوتے ہیں جو مدبرین قدرت کی بارگاہ میں انکے منتخب کیے جانیکے باعث ہوئے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کفالت کا ایک ایک واقعہ حضرت ابیطالب کے عدیم المثال اور بینظیر ہمت واستقامت کا کامل دفتر ہے جو ڈیڑہ ہزار برس کی مدت مدید کے بعد بھی آج تک عرب کے کارناموں میں ویسے ہی زندہ اور محفوظ ہے۔ اور ابدالآباد تک قایم رہیگا۔ ذیل کے تاریخی مشاہدات جنکو ہم نے زمانہ وقوع کی ترتیب سے اپنے سلسلہ بیان میں لکھا ہے ان واقعات کا پورا انکشاف کرتے ہیں۔ ابن سعد طبقات میں رقمطراز ہیں۔

محبت رسول اللہ صلعم ابی طالب کے دل میں

کان ابیطالب یحبّہ شدیدا لایحبّہ ولدہ وکان لاینام لا الی جنبہ ویخرج فیخرج معہ وبصبّہ ابی طالب صبابۃ بصبّ بہا بشئ قطّ الخ

ابیطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسی شدید محبت تھی۔ کہ ویسی اپنے کسی خاص بیٹے سے کبھی نہیں تھی راتوں کو ہمیشہ اپنے پہلو میں لیکر سلایا کرتے تھے۔ اور جہاں کہیں باہر جاتے آپ کو اپنی ہمراہ لیکر جاتے۔ اور جس چیز سے آپ کو رنج ہوتا۔ اوس سے ابیطالب کو بھی ضرور رنج پہونچا کرتا تھا۔

حقیقتًا ابیطالبؑ کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا تعلق اور تعشق تھا کہ ویسا دنیا میں کسی کے ساتھ نہیں تھا۔ اس ودیعت الٰہی کے ساتھ غایت درجہ کی محبت والفت کے شامل خلوص وعقیدت کا اقرار و اظہار بھی کیا جاتا تھا۔ ابن سعد لکھتے ہیں۔

ابیطالب اور رسولؐ کی عقیدت

وکان یخصّہ بالطعام وکان اذا اکل عیال ابی طالب جمیعا اوفرادی لم یشبعوا واذا اکل معھم رسول اللہ صلعم شبعوا فکان اذا اراد ان یغذیھم قال کما انتم حتّی یحضر ابنی فیاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیاکل معھم فکانوا یفضلون من طعامھم وان لم یکن معھم لم یشبعوا فیقول ابی طالب

آنحضرت صلعم کے کھانے اور کھلانیکا خاص طور پر انتظام مدنظر رکھا جاتا تھا اور یہ امر تجربتًا پایا جاتا تھا کہ ابیطالب کے بچّے۔ عام اس سے کہ مجتمع ہو کر یا منفرد ہو کر کھائیں آسودہ نہیں ہوتے تھے۔ اور جب آنحضرتؐ کے ساتھ کھاتے تھے تو سیر ہو جاتے تھے! اسلیئے جناب ابیطالب نے یہ انتظام فرمایا تھا کہ جب بچے کھانا کھانے کیلئے بیٹھتے تو آپ اون سے فرماتے کہ تاوقتیکہ میرا فرزند (آنحضرت صلعم) نہ آلے۔ کوئی کھانا نہ کھائے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ لیتے تھے تو بچے ملکر سب ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور ابیطالب اپنے بچوں سے اکثر کہا کرتے تھے کہ

بقیہ صفحہ دیگر لوصیۃ عبدالمطّلب وا مالانّ الزبیر کفلہ حتی مات ثمّ کفلہ ابی طالب وھذا غلط لانّ الزّبیر شھد حلف الفضول وللمصطفے ؐ نیف وعشرون سنہ واجمع العلماء علی انہ شخص مع ابی طالب الی الشام بعد موت عبدالمطلب

انک مبارک وکان الصبیان یصبحون ومصاشعثا ویصبح رسول اللہ دہینا کحیلا ۷۶

آنحضرتؐ کے ساتھ کھانے سے تمہارے کھانوں میں برکت ہوا کرتی ہے نہیں تو تم سب بھوکے رہجاؤ اور کبھی نہ آسودہ ہو

اگر کسی دن اتفاقاً آنحضرت صلعم ساتھ نہ ہوتے تھے تو حقیقتاً بچے آسودہ نہیں ہوتے تھے۔ عام طور سے صبح کو بچے سو کر اوٹھتے تو پریشان دل اور آلودہ چشم اوٹھتے لیکن بخلاف انکے آنحضرت صلعم صاف ستھرے اور مسرور الحال اوٹھا کرتے تھے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوگیا کہ حضرت ابیطالب کے دل میں اپنے فرزند عزیز کیطرف صرف محبت مربیانہ ہی نہیں تھی بلکہ عقیدت مخلصانہ بھی تھی اور عظمت عقیدتمندانہ بھی اور یہ انکی معرفت رسالت کا بیّن ثبوت ہے۔

عظمت رسول اللہ صلعم　ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ حضرت ابیطالب اپنے والد بزرگوار حضرت عبد المطلب کے وصی تھے اور قائم مقام۔ اسی خصوصیت کی بناپر آنحضرت صلعم کی کفالت وحفاظت میں انکے بھی وہی طرز عمل ثابت ہوتے ہیں جو حضرت عبد المطلب کے متعلق پائے جاتے ہیں طبقات ابن سعد کے مفصلہ ذیل واقعات ہمارے بیان کے شاہد ہیں

کان ابو طالب تلقی لہ وسادۃ یقعد علیہا فجآء النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھو غلام فقعد علیہا فقال ابی طالب والہ ربیعۃ ان ابن اخی لیحس بنعیم ص ۷۶

جناب ابی طالب کے بیٹھنے کے لیے ایکبار (دار الندوہ میں) فرش بچھایا گیا تھا اس اثنا میں جناب رسالتماب صلعم جو اوسوقت تک کمسن تھے تشریف لائے۔ اور اپنے چچا کے مقام پر بیٹھ گئے اتنے میں ابیطالب آگئے اور آنحضرت صلعم کو اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا دیکھکر کہنے لگے کہ ربیعہ کے خدا کی قسم۔ میرے بھتیجے کے لیے ایک نعمت خاص کی نسبت ہے۔

یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ہم حضرت عبد المطلب کے احوال میں لکھ آئے ہیں۔ اور اس سے یہ امر محققہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت عبد المطلب نے آنحضرت صلعم کی اس شان عمل کو آپ کی علو مرتبت کا مقدمہ سمجھا تھا اور اوس کا اعلان واعتراف فرمایا تھا اوسی طرح حضرت ابی طالب نے آپ کی روحانی عظمت وجلالت کی تصدیق وتوثیق فرمائی اوسی کے ایسا یہ واقعہ ہے۔ زرقانی۔ شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔

باقل من خمس سنین فھذا یدلُّ علی انّ ابی طالب ھو الّذی کفلہ زرقانی ص ۲۲۰ ج ۱۔ زبیر کا شقیق عبد اللہ ہونا خلاف نہیں ہو سکتا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زبیر کفالت دونوں میں ابیطالب کے شریک تھے مگر اس کیلئے حضرت ابیطالب خصوصیت کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں اسوجہ سے کہ حضرت ابیطالب زیادہ دنون تک زندہ رہے اور زبیر قبل اسلام زندہ رہے اور یہ بھی ایک قول ہے کہ عبد المطلب نے اس امر میں قرعہ اندازی کی مگر قرعہ ابیطالب ہی کے نام نکلا اور اسد الغابہ میں حافظ اعز الدین ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ ابیطالب نے آنحضرت صلعم کی پرورش کی کیونکہ وہ عبد اللہ کے ماجائے بھائی تھے اور ایسے ہی زبیر بھی مگر کفالت ابیطالب ہی نے کی اسکی وجہ عبد المطلب کی خاص وصیت تھی اب رہا یہ قول کہ زبیر اپنی حیات تک کفیل رہے جب وہ مرگئے تو ابیطالب نے کفالت کی بالکل غلط ہے کیونکہ زبیر حلف الفضول تک زندہ تھے اور آنحضرت صلعم اوسوقت سات برس یا بیس برس تک کے ہو چکے تھے اور تمام علما کا اسپر اتفاق ہو چکا ہے کہ عبد المطلب کے تقریبا پانچ برس بعد ابیطالب نے آنحضرت کو لیکر شام کا سفر کیا تھا اور یہ امر کی قوی دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی کفالت ہمیشہ ابیطالب ہی کے ساتھ مخصوص تھی اور لطف عفی عنہ

عن جلهمة ابن عرفطة قال قدمت مكة وهي في قحط فقالت قريش بعد ان تشاوروا واللفظ الحديث عند ابن عساكر قدمت مكة وقريش في قحط فقال منهم يقول اعمدوا للات والعزى وقال منهم آخر اعمدوا لمناة الثالثة الاخرى فقال شيخ وسيم حسن الوجه جيد الرأي انى تؤفكون وفيكم باقية ابراهيم وسلالة اسمعيل قالوا كانك عنيت ابا طالب قال ايها فقاموا اجمعهم فقمت فدققنا عليه الباب فخرج الينا فنادوا اليه يا ابا طالب قحط الوادي واجدب العيال فهلم فاستسق فخرج ابا طالب ومعه غلام هو النبي صلى الله عليه وآله وسلم كانه شمس دجن وحوله اغيلمة فاخذه فالصق ظهره بالكعبة ولاذ الغلام باصبعه وما في السماء قزعة فاقبل السحاب من ههنا وههنا واغدق واغدودق وانفجر له الوادي واخصب النادي والبادي ص ۲۲۹

ابن عساکر اپنی تاریخ میں جلہمہ ابن عرفطہ کا یہ شاہد بیان کرتے ہیں کہ جلہمہ کا بیان ہے کہ میں ایکبار عین قحط کے موسم میں ۔ میں مکہ میں گیا ابن عساکر کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ ابن عرفطہ کا بیان ہے کہ قریش سخت مصیبت قحط سے پریشان تھے ۔ اون میں سے ایک نے صلاح دی کہ لات وعزیٰ سے استغاثہ وفریاد کی جاوے دوسرے نے کہا کہ منات سے جو ثالثہ اخریٰ ہے چارہ جوئی کیجائے ۔ ان میں سے ایک معزز ذی وجاہت اور صائب الرائے بزرگ بول اوٹھا کہ مجھے اس امر کا یقین ہے کہ ابھی تم لوگوں میں ایک ایسا بزرگ قوم موجود ہے جو سلسلۂ ابراہیمی کا بقیہ اور نسل اسماعیلی کا نمونہ ہے اوسکی طرف کیوں نہ رجوع کیا جاوے سبنے کہا کیا تمہارا اشارہ ابیطالب کی طرف ہے ؟ اُس نے جواب دیا ہاں ۔ اونھیں کی طرف ہے ۔ جلہمہ کا بیان ہے کہ یہ سنکر سب کے سب اوٹھ کھڑے ہوگئے ۔ اور میں بھی اونکے ساتھ ہولیا ۔ ہم سب ملکر ابیطالب کے مکان پر آئے ۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا حضرت ابیطالب نکل آئے سب لوگوں نے عرض کی ۔ اے ابیطالب ۔ ہر طرف سے قحط نے گھیر لیا اور اہل و عیال کی بربادی کا وقت پہونچ گیا سب کو سیراب کیجئے یہ سنتے ہی ابیطالب باہر نکل آئے ۔ آپ کے ساتھ ایک کمسن بچہ تھا اور وہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ۔ اونکا روئے منور آفتاب تاباں کی طرح روشن تھا ۔ ابیطالب اوس صاحبزادے کو اونگلی پکڑائے اونکے اور لڑکے اوس بچہ کو گھیرے ہوئے ۔ خانہ کعبہ میں آئے اور رکن کعبہ سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے ۔ اور اوس بچہ کی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف بلند کردیا اور طلب باران کی دعا کی ۔ پارہ ہائے ابر سطح آسمانی پر نمایاں ہوئے ۔ اور تھوڑی دیر کے بعد پانی برسا اور پھر تو ایسا برسا کہ تمام پانی بہ نکلا اور تمام صحرا و بیابان سبز و شاداب ہوگئے ۔

جناب ابیطالب نے صرف اعلان شان نبوت کی ضرورت سے ۔ نہ اپنے اظہار معارف کی غرض سے اس واقعہ کی یادگار میں ایک طویل قصیدہ نظم فرمایا ہے ۔ جو بالتمامہ سیرۃ ابن ہشام وغیرہم تمام عربی تاریخ و ادب کی کتابوں میں مذکور ہے جس شعر خاص میں آنحضرت صلعم کے یمن وبرکت سے حصول باران کا اشارہ فرمایا گیا ہے ۔ وہ یہ ہے ۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه [1] — محمد صاحب آپ خوش جمال شخص ہیں جن کی برکت سے ابر پانی برساتا ہے

[1] اس قصیدہ اور حضور صلعم اس شعر کی قبولیت ایسی کامل اور برابر تھی کہ قلب رسالت میں اسکی یاد ہمیشہ بنی رہی ۔ زرقانی بیہقی کے حوالہ سے لکھتے ہیں جاء اعرابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا رسول اللہ اتیناک وما لنا صبی یغط ولا

ثمال الیتامی عصمۃ للارامل — یتیموں کے لئے جائے پناہ ہیں اور بیووں کے پردہ دار

حاشیہ گذشتہ صفحہ

بعیر یئط وانشد ابیاتا فقام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یجر ردائہ حتے صعد المنبر فرفع یدیہ الی السماء ودعا فما رد یدیہ حتے التقت السماء بابراقھا وجاوا یضجون الغرق فضحک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال للہ در ابی طالب لو کان حیا لقرت عیناہ من ینشدنا قولہ فقال علی یا رسول اللہ کانک ترید قولہ وابیض یستسقی - وذکر ابیاتا فقال صلعم اجل زرقانی ص ۲۳۱ - یعنی ایک اعرابی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میں اپنی جانب سے حاضر ہو کر عرض کرتا ہوں کہ قحط زدگی کے باعث سے میرے بال بچے زمین پر پڑے ہوئے ہیں میرے اونٹ بھوک سے چلا رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی آنحضرت صلعم اوٹھ کھڑے ہوئے۔ ردائے مبارک کے گوشے زمین پر مس ہوتے جاتے تھے۔ آپ اسی حالت میں منبر پر تشریف لائے اور دستہائے مبارک آسمان کی طرف بلند فرمائے۔ اور درگاہ رب العزت میں نزول باران رحمت کی دعا مانگی۔ دستہائے مطہر بارگاہ قدرت کے سامنے سے نہیں ہٹے تھے کہ صدور رحمت کے آثار ہویدا ہوئے اور بکثرت مینہ برسا گیا۔ یہ مشاہدہ فرما کر آپ اسقدر شاداں و فرحاں ہوئے کہ دندان مبارک خندیدگی کے باعث نمایاں ہوگئے اور ارشاد فرمانے لگے کہ کیا خوب ابی طالب نے کہا ہے۔ اگر وہ اسوقت زندہ ہوتے تو خوشی سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے اور بہت ہی خوش ہوتے حضرت علی مرتضی نے عرض کی کہ اس ارشاد سے آپ کا اون کے اس شعر کیطرف اشارہ ہے۔ پھر شعر مذکور پڑھا۔ جو اوپر لکھا گیا ہے) آنحضرت صلعم نے فرمایا ہاں یہی " اس عبارت نے حضرت ابیطالب کے اس شعر کی اعلی قبولیت کے ساتھ۔ بہت بڑا ضروری امر یہی ثابت کر دیا کہ ملک وقوم کی ایسی ناگزیر حالتوں کے وقت خاندان بنی ہاشم ہی مرجع خلائق قرار دیا جاتا تھا۔ اور جب امکانی قوتیں بیکار ہو جاتی تھیں۔ تو سلسلۂ ابراہیمی اور خانوادہ اسمعیلی کے انھیں باقیات الصالحات اور چیدہ و برگزیدہ حضرات سے رجوع ساجات کی جاتی تھی اور یہ ذوات عالیہ بھی ایسے موقعوں پر اونکی کشودکاری اور مطلب برآری کو اپنے فرائض منصبی یقین فرما کر اونکی حمایت و اعانت پر فوراً آمادہ اور مستعد ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ ہم حضرت عبدالمطلب کے زمانہ سے لیکر جناب رسالتمآب صلعم کے عہد تک مسلسل لکھکر دکھلاتے آئے ہیں۔ حالات و واقعات کو استعیاب کی نگاہوں سے دیکھنے والے حضرات اِن واقعات کو تسلسل اور تواتر کے معیار تحقیق پر کامل پائیں گے۔ یہ وہی اوصاف مخصوصہ ہیں جو بارگاہ احدیت سے اِن حضرات کیلئے مخصوص و محفوظ فرما دیے گئے ہیں۔ یہ سلسلۂ مرتبہ و عظمت خاندان ہاشم اور دودمان رسالت کے ساتھ بطور خصوصیت اتنا مستقل اور مستمر رہا کہ ان حضرات سے انتزاع امارت و حکومت کے بعد بھی ملک و قوم کو جب کبھی ان مصائب سے سامنا ہو جاتا تھا۔ اور انکے دفاع کیلئے کوئی تدبیر عملی کارگر نہیں ہوتی تھی۔ تو بالآخر فرمانروایان ملک کے بد لقتدار اور سرداران قوم کے بیخۂ اختیار انھیں دادرسان ملک اور فریادرسان قوم کے دامنگیر حمایت و اعانت ہوتے تھے۔ اپنے اس بیان کے ثبوت میں ہم ذیل کا واقعہ صواعق محرقہ کی اصلی عبارت سے نقل کرتے ہیں و فی تاریخ دمشق الناس کرتہ روکلا ستسقاء عام الرمادۃ سنۃ تسع عشرۃ فی الھجرۃ فلم یسقوا فقال عمر ابن الخطاب لاستسقین غدا بمن یسقی اللہ بہ فلما اصبح

گھر کی دُنبیوں کی گلہ بانی

حضرت عبدالمطلب کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ برس کے ہوچکے تھے نفس قدسیہ کے روحانی اثر سے آپ کے تمام قوآے مدرکہ آٹھ برس والے عادی بچوں سے بدرجہا اولٰے قوی تر اور کامل تر تھے۔ دو برس آنحضرت ابیطالب کی کفالت وحفاظت مین رہکر آنحضرت صلعم کامل دس برس کے ہوگئے۔ اور اب وہ وقت آگیا کہ اس جہان بان عالم وعالمیان کو فضاے قدرت کی اسباب سامان مشاہدہ کرائے جائین۔ جن سے وہ صانع قدرت کے عجائب وغرائب کی حقیقت کا کامل ادراک کرسکے اونکی انتہائی علت کو سمجھے اور حقیقی اصلیت کو معلوم کرے معرفت آلہی کی ابتدائی تفصیل مین خوض وغور کی وریاضت شروع کی جائے۔ اوران ریاضتون کی تیاریون کے لیے خلوت گزینی۔ تنہائی اور ترک علائق کے سامان فراہم اور مرتب کردیے جائین۔ سیرت انبیا علیہم السلام کے پڑہنے والے حضرات جانتے ہین کہ سبق آموزان معرفت اور مبتدیان حقیقت کی تعلیم کے لئے۔ ہر زمانہ اور ہر مقام مین قدرت کو یہی انتظام کرنے ہوتے ہین آپکی عادت اور دستور آلہی کے مطابق مہتمم قدرت نے متمم رسالت کی تعلیم ہی کے لئے وہی قدیم انتظام جاری فرمائے اور دس برس کے سن مین آپنے اپنے گھر کی دُنبیون کی گلہ بانی آغاز کی۔ ظاہر مین تو یہ معمولی گلہ بانی تھی مگر حقیقت مین یہ کافۃ الناس کی پاسبانی کا دیباچہ تھا اور انکی حفاظت ونگرانی کا مقدمہ۔ تبلیغ رسالت کی سلسلہ جنبانی تھی اور تقدیم سیاست کی حکمرانی۔ قدرت ہی اس نفس قدسیہ کی صانع تھی اور قدرت ہی اس انتظام کی ناظم۔ اسلئے تعلیم آلہی کے یہ تمام ابواب واسباب طبع رسالت کے مطابق اوترے اور چونکہ روافد معرفت اور غوامض حقیقت کے باعث انکشاف پہلے یہی ثابت ہوتے ہین اس لئے یہ سادہ وپاک وصاف اور محض آزادحصہ عمر اور اوسکے مشاغل کی یاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب نورانی مین ہمیشہ زندہ اور قایم رہی۔ اور زمان رسالت مین بھی عندالتذکرہ اسکا اکثر ذکر فرمایا جاتا تھا۔ ابن سعد طبقات مین لکھتے ہین۔

قال رسول اللہ صلعم ما بعث اللہ نبیا الا راعی الغنم قال لہ اصحابہ وانت یا رسول اللہ قال و انا رعیتہا لاہل مکۃ بالقراریط۔

جناب رسالتمآب صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انبیا علیہم السلام نے گوسفندون کی گلہ بانیان کی ہین اصحاب حاضرین نے پوچھا۔ اور آپنے یا رسول اللہ ارشاد فرمایا۔ ہان مین نے بھی اہل مکہ کی دُنبیان قرار لط پر چرائی ہین۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ غدا ذہب عمر عند العباس وقال لہ اخرج بنا حتی نستسقی اللہ بک قال العباس یا عمر اقعد فی بلیتی فارسل الی بنی ہاشم ان تطہروا وتلبسوا من صالح ثیابہم فاتوہ فاخرج طیبا فطیبہم ثم خرج العباس وعلی امامہ والحسن عن یمینہ والحسین عن یسارہ وبنوہا شم خلف ظہرہ وقال یا عمر لا تخلط بنا غیرنا ثم اتوا المصلی فوقفوا قام العباس حمد اللہ واثنی علیہ فقال اللہم انک خلقتنا وعلمت ما نحن عاملون بہ قبل ان تخلقنا فلم یمنعک علمک بحالنا عن رزقنا اللہم کما تفضلت علینا فی اولہ

اصحاب کا یہ تعجبانہ استفسار شان رسالت کی موجودہ جلالت و اقتدار کے باعث تھا۔ اسکے بعد ابن سعد ایک دوسرا قول ذیل کی عبارت میں لکھتے ہیں :۔

مروا النبی صلعم بکباث الاراک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیکم با لاسود منہ قال کنت اجتنیہ اذا انا راعی الغنم قالوا یا رسول اللہ ورعیتہا قال نعم وما من نبی الا قد رعیہا

ایک دفعہ آپ اصحاب کے ساتھ جنگل میں تشریف لیگئے صحابہ پیلو توڑ توڑ کر کھانے لگے آپ نے فرمایا جو سیاہ ہیں وہ زیادہ خوش ذائقہ ہیں میں اسکو اس وقت سے جانتا ہوں جب میں بچپن میں دنبیاں چرایا کرتا تھا صحابہ نے عرض کی آپ نے بھی دنبیاں چرائی ہیں فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں ہے۔ جسنے دنبیاں نہ چرائی ہوں۔

صحابہ کا یہ استعجاب بھی اوسی بنا پر مبنی ہے مولوی شبلی صاحب سیرۃ النبی میں اس مقام پر لکھتے ہیں کہ فرانس کے ایک مؤرخ نے لکھا ہے کہ ابو طالب چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذلیل رکھتے تھے۔ اس لیے اون سے بکریاں چرانے کا کام لیتے تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عرب میں بکریاں چرانا معیوب کام نہ تھا۔ بڑے بڑے شرفا اور امرا کے بچے بکریاں چرایا کرتے تھے۔ خود قران مجید میں ہے ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون۔

شبلی صاحب کا یہ جواب الفاظ قرآنی سے مستنبط ایک فرانسیسی عیسائی کے لئے کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے اسکو آپ کی خوش فہمی کے سوا اور کیا کہا جاوے اوسکے ساکت کرنیکے لئے آپ کا اتنا ہی لکھہ دینا کافی تھا کہ اگر بھیڑ دنبیاں چرانے پر اعتراض کیا جاتا ہے تو اپنے ہاں گدہے چرانے کے لئے کیا کہا جاوے گا۔

حقیقت میں دنبیاں چرانا عیب ہے اور نہ گدہے چرانا یا پالنا بری بات ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم اپنے زمانہ اپنے ملک اور اپنے ادب معاشرت کے مطابق چار ہزار اور دو ہزار برس کے گذشتہ تمدن و معاشرت کا مقابلہ اور موازنہ کرنے بیٹھے ہیں اس مدت میں انقلاب زمانہ اور اختلاف خیالات و مذاق کے مطابق بہت سی ایسی باتیں ہیں جو اس وقت

حاشیہ صفحہ دیگر فیفضل علینا فی اخرہ قال جابر فما تم دعائہ لیستجب علینا سحاب فما وصلنا الی المنازل الا یبلنا من المطر فقال العباس انا المستقی ابن المستقی خمس مرات اشارا الی ان اباہ عبد المطلب استسقی خمس مرۃ فیسقی اللہ الناس صواعق محرقہ بحوالہ ینابیع المودۃ امام قندوزی مطبوعہ بمبئی ص ۵۶ ء دو برس متواتر سے مدینہ کے تمام لوگ ۱۹ سنہ ہجری میں جو عام الرمادہ کے نام سے تمام تاریخوں میں مشہور ہے دو بار طلب باران کے لئے نماز استسقا پڑھ چکے خدا سے دعایں مانگ چکے تھے لیکن نہ پانی برسا اور نہ وہ سیراب ہوئے۔ یہ حال دیکھکر حضرت عمرؓ نے کہا کہ کل خداوند عالم تم سب کو سیراب فرمائیگا۔ غرضکہ صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہملوگوں کے ساتھ چلئے کہ خداوند عالم آپ کی وجہ سے ہم لوگوں کو سیراب فرمائے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا اے عمرؓ تم میرے گھر پر توقف کرو اور بنو ہاشم سے کہلا بھیجو کہ وہ غسل و طہارت کرکے لب سہاے فاخرہ سے آراستہ ہوں۔ چنانچہ وہ تمام حضرات یہ پیغام سنکر حضرت عمرؓ کے پاس آئے

اچھی تھین بُری قرار پا گئی ہین۔ اسیوجہ سے موجودہ زمانہ مین طبقۂ اعلیٰ کی نسبت ادن باتون کا اگر ذرا سا بھی تعرض یا ذکر کیا جاتا ہے تو عموماً معمول پسند طبیعتین اعتراض پر فوراً تیار ہو جاتی ہین۔ لیکن تاہم ان مین جو مائل اعتدال ہین اور واقف حال۔ وہ اسکی حقیقت کو سمجھکر خاموش رہ جاتی ہین مگر عیسائیون کے تعصب سے نہ ہمکو اعتدال ہی کی اُمید ہے نہ تلاش حقیقت اور تفحص احوال کی توقع۔ پھر ان کے اعتراض کو انکے تعصب و نفسانیت کا خاص الخاص نتیجہ سمجھنا ہوگا

مولوی شبلی صاحب نے طبقات ابن سعد کے حوالہ سے اندرون مذکورہ بالا واقعات کو تحریر فرمایا ہے۔ اور بکریان چرانے کے مضمون پر نمبر ا کا نشان لگا کر سیرۃ النبیؐ کے زیر حاشیہ صفحہ ۱۲۹ مین یہ عبارت لکھی ہے۔

بخاری نے کتاب الاجارہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول نقل کیا ہے کہ مین قراریط پر مکہ والون کی بکریان چرایا کرتا تھا" قراریط کے معنی مین اختلاف ہے۔ ابن ماجہ کے شیخ یعنی سوید ابن عبید کی رائے ہے کہ قراریط قیراط کی جمع ہے۔ اور قیراط درہم یا دینار کے ٹکڑے کا نام ہے۔ اسی بنا پر ان کے نزدیک حدیث کے یہ معنی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اجرت پر مکہ والون کی بکریان چراتے تھے اور اسی بنا پر بخاری نے اس حدیث کو باب الاجارہ مین نقل کیا ہے لیکن ابراہیم حربی کا قول ہے کہ قراریط ایک مقام کا نام ہے جو اجیاد کے قریب ہے ابن جوزی اسی قول کو ترجیح دیتے ہین۔ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح مین یہ بحث اور زیادہ تفصیل سے لکھی ہے اور قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ابن جوزی کی رائے صحیح ہے (عینی جلد ۶ ص ۱۳۱ ۶۴۳) نور النبراس مین یہ بحث اور زیادہ تفصیل سے ہے اور اسی رائے کو ترجیح دی ہے ملاحظہ ہو سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۱۲۹ حاشیہ

حاشیہ صفحہ دیگر۔ اور حضرت عمر نے عطر لگا کر اون کے لباس کو معطر فرمایا۔ پھر حضرت عباس نکلے۔ اور اون کے آگے آگے جناب علی مرتضیٰ تھے داہنے جانب حضرت حسن مجتبیٰ تھے۔ اور بائین طرف حضرت حسین شہید کربلا۔ انکے پیچھے تمام بنو ہاشم تھے حضرت عباس نے ارشاد کیا کہ اے عمر ہم لوگون کے ساتھ کسی غیر کو نہ ملنے دو یہ کہکر وہ تمام حضرات مقام نماز پر تشریف لائے حضرت عباس ٹھہر گئے۔ نماز پڑھی اور خدا کی حمد و ثنا کی اور دعا کی اے پروردگار تو نے ہملوگون کو پیدا کیا اور تجھکو ہمارے افعال و اعمال کا ہماری حفاظت سے پہلے علم ہے کوئی شے تیرے لئے مانع نہین ہو سکتی۔ اے پروردگار جس طرح تو نے ہملوگون پر اس سے قبل تفضل و عنایت فرمائی ہے ویسے ہی اس آخر زمانہ مین بھی لطف و کرم فرما۔ جابر کہتے ہین کہ یہ دعا ابھی تمام نہین ہوئی تھی کہ یاروں طرف سے ابر گھر آیا اور اسطرح موسلون دھار پانی برسا کہ گھر تک آتے آتے ہملوگون کے تمام کپڑے تر اور ہو گئے۔ یہ حال مشاہدہ فرما کر حضرت عباس فرمانے لگے کہ مین مُستقی (پانی پلانیوالا) کا بیٹا ہون اور ایسے مستقی کا بیٹا ہون کہ جسکی وجہ سے پانچ مرتبہ پانی برسا ہے اور حضرت عباس کا یہ قول اوس واقعہ کیطرف اشارہ کرتا ہے جیسا کہ مشہور ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے اپنے زمانہ حیات مین دعائے استسقا کے ذریعہ سے پانچ مرتبہ پانی برسایا ہے۔"

اس واقعہ نے ہمارے مذکورہ بالا بیان کی پوری تصدیق کر دی اور بتلا دیا کہ بنی ہاشم ضعف اور تنگی کی حالتون مین بھی اپنی روحانی عظمت و اقتدار پر قایم تھے بلا وصعیت کے ان مالا یخل عقدون کی کشود کار بھی انہی سے ملک زقومیکے تہ طبقات رعایا کیکر

اس سے قبل کی عبارت میں شبلی صاحب کا یہان تک لکھنا بالکل صحیح اور یہ واقع ہے کہ عرب میں بکریان چرانا معیوب کام نہین تھا بڑے بڑے امرا و شرفا کے لڑکے بکریان چراتے تھے۔ مگر اب اونکی اس مابعد کی عبارت سے حقیقت حال کا پورا انکشاف ہوگیا اور مخالفین کے اس تعریض اور طعن و تشنیع کا اصلی باعث معلوم ہوگیا کہ حقیقت مین عیسائی مورخ فرانسیسی کے اس اعتراض کی باعث شیخین بخاری اور ابن ماجہ کی غلطی ہے۔ جسکی تصدیق و اقرار خود شبلی صاحب کو بھی کرنا ہوا اور لکھنا ہوا کہ حقیقت مین انہون محدثین نے قراریط کے غلط معنی لگائے۔ اصل مین قراریط کو ایک مقام خاص کا نام تو نہ سمجھے بلکہ قیراط کی جمع سمجھے جسکے معنی درہم و دینار کے لئے۔ اور یہی غلط فہمی ان تمام فسادات کا باعث ہوئی۔ یہ کچھ ایسی مشکل آپڑی کہ آخر شبلی صاحب کو شیخین بخاری و ابن ماجہ کے ایسے معتمد ترین محدثین کی تنقید و تردید فرمانی ہوئی۔ اور اپنے اون تمام اصول تالیفی کو جو اپنے مقدمہ کتاب کے طومار مین مورخین پر محدثین کو ترجیح دیئے جانیکے متعلق لکھے ہین۔ چھوڑنا پڑا اور بخاری صاحب کے ایسے اوستاد فن کی تکذیب کرنی ہوئی۔ جنکی کتاب کو اصح الکتب بعد الکتاب باری یقین کرنا آپ کا ایمان ہے اور ایسے سراپا اعتماد اوستاد و نقاد و حدیث کے قول کی تردید ابن حربی اور علامہ عینی کے ایسے نوآموزان فن کی تحقیقات سے کرنی ہوئی تو گویا مقدمہ کتاب مین نقد روایت اور تحقیق واقعات کے متعلق جن اصول کی پابندی کا دعویٰ کیا گیا تھا اور ان اصول کی ترتیب و تدوین کی تفصیل مین تاریخون کو مندرجات

حاشیہ صفحہ دیگر زیادہ نزدیک۔ انھین حضرات سے اُمید لگاتے تھے۔ اور انھین کے توسل سے اپنی کامیابی کا یقین کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے تمام لوگون سے حتماً کہدیا تھا کہ کل تم ضرور سیراب ہوئے جاؤ گے۔ انکا یہ قول ثابت کر رہا ہے کہ ان حضرات کی ذریعہ سے اونکو اپنی عملی تدبیرین کامیابی کا پورا یقین تھا۔

اس خاندان جلیل الشان کے او ربزرگوارون کے بھی ایسے حالات اسی سلسلہ مین قلمبند کرتے مگر ضرورت سے زاید اور طوالت کا باعث سمجھکر قلم انداز کرتے ہین اس واقعہ نے یہ بھی بتلا دیا کہ ایسی ناگزیر ضرورتون کیوقت یہ حضرات بلا عذر و کلام رفاہ و فلاح عام کے کامون کیلئے آمادہ اور مستعد ہو جاتے تھے کیونکہ وہ عامۃ الناس اور کافۃ الخلائق کے انجاح مطالب کو اپنا فرض منصبی خیال فرماتے تھے۔ حضرت عباس کی اس تخصیصی تاکید سے کہ ہمارے ساتھ کوئی غیر نہ شامل کیا جاوے صاف صاف ثابت ہے کہ یہ منصب اور عہدہ اسی خانوادہ کیساتھ مخصوص و محدود ہے۔ ہ درین بزم رہ نیست بیگانہ را۔ اور اس تخصیص مین حضرت عباس نے اپنے باپ عبد المطلب اور اپنے بھائی ابیطالب کی پوری تاسی فرمائی ہے جس طرح عبد المطلب و ابیطالب نے اپنے اپنے زمانہ مین خاص آداب و ترکیب سے دعائے استسقا فرمائی تھی بالکل اوسی طرح عباس نے بھی تعمیل کی۔ رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم کی زبانی جو واقعہ حضرت عبد المطلب کے زمانہ کا اوپر بیان ہو چکا ہے اگر اوسسے اس واقعہ کا مقابلہ کیا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ جس احتیاط و آداب سے عبد المطلب نے بمعیت تمام بنی ہاشم دعائے استسقا کی تھی اسیطرح حضرت ابیطالب نے اپنے وقت مین اور خاص جناب رسول اللہ صلعم نے اپنے عہد معدلت مہد مین اور پھر حضرت عباس نے اپنے زمانہ مین ادا فرمائی اور یہ وہ مخصوص طریقے اور محفوظ آداب ہین جنپر سوائے ان حضرات کے دوسرون کو کم علم و اطلاع ہوتی ہے اسواقع کو

پر پہلے صحاح کی مرویات اور پھر صحاح میں سب سے پہلے الشیخین بخاری صاحب کی مرویات کو مرجح بنایا گیا تھا۔ آپ کے موجودہ استدلال کے وقت وہ سب بار ہوا ہوگئی گویا وہ قرار داد وہ اصول نہ قابل توجہ تھے نہ لایق اعتنا۔ اور نہ اونکے متعلق آپ کی پابندی اور مطابقت کے وعدے لائق ایفا۔ اب بھی شبلی صاحب کو اپنے مقدمہ کتاب کے طمطراق اور طول اور اوسکے بیہ بیکار خامہ فرسائی کا اب بھی اعتبار ہوا یا نہیں۔

اب سنیے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ قراریط ایک جنگل یا غیر آباد قطعہ زمین کا خاص نام ہے جو حوالے مکہ میں مقام اجیاد سے قریب ہے۔ آپ کے شیخین ابن ماجہ و بخاری صاحبان سے حقیقت میں بڑی غلطی ہوگئی کہ اونھوں نے درہم و دینار کے معنی لگا کر اس سے اجرت کے مطلب نکالے۔ اب آپ ہی انصاف سے فرمایئں کہ اوس عیسائی فرانسیسی مورخ کا کیا قصور ہے نہ اوس کا اپنا قول ہے اور نہ اوس کا اپنا مختار بلکہ یہ تو آپ ہی کا اقرار ہے۔ جسکو وہ آپ کے ایسے مستند اور معتبر ماخذوں سے مستنبط کرتا ہے جو صداقت میں آپ کے نزدیک قرآن کے بعد ہے۔ تو اوس کا اعتراض بے دلیل کیسے کہا جا سکتا ہے۔ آپ اوسکی تردید میں جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ حقیقت میں اوسکی تردید نہیں۔ بلکہ آپ ہی کے معتبر اور مستند محدثین کی تکذیب ہے جسکے لیے وہ فرانسیسی مورخ نہ جوابدہ ہے نہ ذمہ وار۔ اس مخالف اسلام کی تعریض کی ساری ذمہ داریاں ابن ماجہ اور بخاری کے سر جاتی ہیں جو قراریط کے ایسے معمولی لفظ کے اصلی معنی نہ سمجھ سکے تو آپ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ شان رسالت کی اصل حقیقت کو کب سمجھے ہونگے۔

حاشیہ صفحہ دیگر بخاری صاحب نے بھی باب المناقب عباس میں لکھا ہے لیکن اپنی کوتہ قلمی کے خاص انداز سے صورت واقعہ کو ایسا بدلا کہ پڑھنے والے کو اصل واقعہ کی کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکتی ہے عبارت یہ ہے ان عمر ابن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس رضی اللہ عنہما فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا قحطنا فسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون جب لوگوں میں قحط پڑا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے ہمراہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ دعا استقا فرمائی اور یوں دعا کی کہ پروردگار جب قحط پڑتا تھا تو ہم رسول صلعم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے اور وہ ہمکو سیراب فرماتے تھے اب ہم اسوقت تیرے نبی صلعم کے چچا کے توسل سے تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں تو ہمکو سیراب فرما پس ہم سب سیراب ہوئے۔

اس حدیث کے بیان کی شان اختصار اور عنوان حقیقت پر جب نگاہ کی جاتی ہے اور اسکی عبارت مذکورہ بالا عبارت تاریخ دمشق سے ملائی جاتی ہے تو اصل واقعہ کی صورت ہی تبدیل معلوم ہوتی ہے۔ اور ایسی کہ اول تا آخر نسبتے ندارد۔ کا صاف صاف مضمون جھلکتا ہے ہم کو بخاری صاحب کی اس تخریج حدیث کی نسبت نہ تنقید منظور ہے اور نہ تردید ہمکو تو آپ کی حقیقت نگاری اور واقعہ نویسی کی صرف شان دکھلانی ہے۔ یہ توہم کیا ساری دنیا جانتی ہے کہ بنو ہاشم اور خصوصاً بنی فاطمہ کے اخبار و آثار اور کسی قسم کے ذکر و اذکار آپ کی طبع نازک پر از حد ناگوار گذرتے ہیں۔ اسلیئے اس واقعہ کی اصل حقیقت لکھکر دنیا کو بتلا دینے کی آپ جرأت نکر سکے لیکن اصل حقیقت وہی تھی جو تاریخ دمشق کی تفصیلی عبارت سے اوپر لکھی گئی۔ مگر چونکہ اوس کے الفاظ میں جناب علی مرتضیٰ اور حسنین علیہم السلام کی روحانی عظمت و اقتدار کا اظہار و اقرار ہو جاتا تھا

ابن ماجہ نے تو صرف ایک غلطی کی کہ اپنے شیخ کے قول کے مطابق قراریط کے معنی درہم و دینار کیلئے بخاری صاحب نے تو دو غلطیاں کیں۔ پہلے تو قراریط کے معنی درہم و دینار کے لئے۔ دوسری قیامت یہ کی کہ اس حدیث کے لئے اپنی کتاب میں ایک خاص باب باندھا اور اسکو باب الاجارۃ کے خاص نام سے موسوم کیا نتیجہ یہ ہوا کہ عام و خاص آپ کے باب الاجارۃ کا عنوان دیکھکر رسول عربی کی ابتدائی شان و شوکت شخصیت و حیثیت اور معاشرت و مشغلت کو ایک کے معمولی مزدوری کرنیوالے چھوکروں میں شمار کرنے لگے (نعوذ باللہ من ذالک)

ہمکو حضرت ابوطالب کی ناتوجہی اور ناقدری کی بیجا شکایت پر اس عیسائی مصنف سے رنج و ملال پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی جبکہ ہم اسلامی محدثین معتبرین کے خاص قلم و زبان سے۔ ذات اعلائے رسالت اور پیکر والائے نبوت کی یہ توہین و حقارت تیار اور مرتب دیکھتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اسلامی محدثین۔ تدوین احادیث کے غیر متحمل شوق و شغف کے ساتھ مرویات میں۔ واقعات اور حشویات کی اصل مقاصد اور زوائد کی بھی تفریق و تمیز کرتے جاتے تو پھر ان کے مرویات پر نہ اسلامی محققین کو تحقیق و تنقید کی ضرورت ہوتی اور نہ کسی غیر اسلامی معترض کو تعریض و تردید کی جرأت۔

حاشیہ صفحہ دیگر　اس بنا پر اصل حقیقت کا انکشاف غیر مفید اور بیکار سمجھکر صورت واقعہ ہی تبدیل کر دیگئی۔ ضمناً اور تبرکاً حضرت عباس کی بزرگی کا خیال بھی کیا گیا اور عظمت بھی قائم رکھی گئی تو وہ بھی ایسی کہ حضرت عمر رضی کہ ایک طفیلی کی شان سے آگے نہ بڑھ سکی۔

موضوعیت اشعار ابی طالب　مولوی شبلی صاحب نے سیرۃ النبیؐ کے حاشیہ پائین صفحہ ۱۴۳ مین لکھا ہی ابوطالبؑ کے نام سے جو قصیدہ لامیہ ابن ہشام وغیرہ نے نقل کیا ہی (ابن ہشام از صفحہ ۹۳-۹۴) سرتاپا موضوع ہی اسکے خاتمہ کے اشعار یہ ہین ۔

فینا احمد بی اروبه　یقیم عنده صوت المتطال　فایده رب العباد بنصره　واظهر دنا حقه غیر باطل

بلکہ حضرت ابوطالبؑ ہی کی کلام قدیم ہونیکی نسبت وضعی ہونیکی تعریض نہین فرمائی گئی ہی۔ بلکہ حضرت خدیجہؑ۔ حضرت ابوبکرؓ اور امیہ بن الصلت کی اشعار وغیرہ کتبی ایسے ہی موضوع قرار دیے گئے ہین۔ اسکے موضوع ہونیکے ثبوت مین شبلی صاحب لکھتے ہین کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مطبوعہ مصر ص ۹۲ مین خطیب بغدادی سے روایت کی ہے کہ محمد ابن اسحاق شعرای وقت کو مغازی کے واقعات دیدیا کرتے تھے کہ انکے بارے مین اشعار کہدو۔ ان اشعار کو وہ اپنی کتاب مین شامل کر دیتے تھے۔ سیرۃ النبیؐ زیرین حاشیہ ص ۱۴۳۔ اس تعریض و تکذیب کی جو وجوہ اور مجبوری شبلی صاحب کو لاحق ہوئی ہے وہ اونکی خاص عبارت سے ذیل مین لکھی جاتی ہے " اکثر لوگ یہ کرتے تھے کہ قرآن مجید مین توحید و معاد کی جو باتین ہین اونکے مطابق اشعار تصنیف کیا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ اس سے اسلام کی تائید ہوگی۔ امیہ ابن الصلت کے نام سے جو اشعار مشہور ہین انکو دیکھکر صاف یقین ہو جاتا ہی کہ کسی نے قرآن کو رکھکر یہ اشعار کہے ہین مثلاً فقلت له یهرون فادعوا- الی الفرعون اللذی کان طاغیا* وقولا له انت رفعت هذه * بلا عمد ارفق اذا بك بانیا* وقولا له انت سویت وسطها* منیرا اذا ما جنه اللیل هاديًا- ایک عجیب بات یہ ہے کہ مسٹر مارگولیتھ نے بھی ایک موقع پر اسکی تصدیق کی ہی۔ چنانچہ لکھتے ہین۔ قدیم شاعری کا اکثر حصہ قرآن کے اسلوب پر موزون کیا گیا ہے (از صفحہ ۲۲ تا صفحہ ۶۳) ان لوگون نے اپنی دانست مین اسلام کی خیر خواہی

اس بحث کے ضمن میں ہمکو شبلی صاحب کے وہ اصول تحقیق و تنقید روایات یاد دلاتے ہیں۔ جو وہ اپنے مقدمہ کتاب میں نہایت شد و مد سے قلمبند فرما چکے ہیں۔ اونکی طولانی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

مغازی اور سیرۃ میں جس قسم کی جزئی تفصیلیں موجود ہوتی ہیں وہ فن حدیث کے اصلی بلند معیار تک نہیں پہونچتیں اس لئے ارباب سیر کو تنقید اور تحقیق کا معیار کم کرنا پڑتا ہے۔ اس بناپر سیرت و تاریخ و مغازی کا رتبہ فن حدیث سے کم رہا جس طرح امام بخاری اور مسلم نے یہ التزام کیا کہ کوئی ضعیف حدیث بھی اپنی کتاب میں درج نہ کرینگے اس طرح سیرت کی تصانیف میں کسی نے یہ التزام نہیں کیا۔ آج بیسوں کتابیں قدما سے لیکر متاخرین تک کی موجود ہیں مثلاً سیرت ابن اسحق سیرت ابن ہشام۔ سیرۃ ابن سید الناس۔ سیرۃ دمیاطی حلبی مواہب لدنیہ قسطلانی کسی میں تو یہ التزام نہیں۔ سیرۃ النبی حاشیہ زیر صفحہ ۴

پھر اس سے قبل صفحہ ۵ میں رقمطراز ہیں۔

ہماریت میں متعدد کتابیں ایسی موجود ہیں جن میں ایک حدیث بھی ضعیف نہیں ہیں۔ مثلاً بخاری اور مسلم کی صحیح ۱۱

حاشیہ صفحہ دیگر کی غرض سے یہ کام کیا تھا۔ آج یوروپ والے اس سے یہ کام لیتے ہیں کہ آنحضرت صلعم پیغمبر نہ تھے۔ بلکہ جاہلیت کے خطبا اور شعرا معتقدات اور خیالات بلکہ طرز ادا تک اخذ کرتے تھے لیکن ادب کا نکتہ شناس یا فن روایت کا ماہر بے تکلف سمجھ سکتا ہے کہ تمام خطبے اور اشعار مصنوعی ہیں۔ سیرۃ النبی حصہ اول حاشیہ زیر صفحہ ۱۴۳۔ ہم کو اور لوگوں کے اشعار کی تکذیب سے کوئی بحث نہیں ہمکو صرف حضرت ابیطالب کے اون اشعار کی توثیق منظور ہے جنکی اصلیت ہم پر ثابت ہو چکی ہے۔ اور اسی بنا پر ہم اونکو اپنے سلسلۂ بیان میں اوپر لکھہ چکے ہیں۔ الغرض۔ مندرجہ بالا شعر حضرت ابی طالب کے اوس قصیدۂ لامیہ میں داخل ہے جسکی موضوعیت شبلی صاحب کی عبارت سے معلوم ہو چکی ہے مولوی شبلی صاحب کو اسکی تکذیب کی جو ضرورت لاحق ہوئی وہ بھی اونھیں کی عبارت سے ظاہر ہو چکی خلاصہ یہ ہے کہ عیسائی متعصبین کے اعتراض علی المضامین القرآن کے خوف سے جیسا کہ شبلی صاحب کی توجیہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے انکی اصلیت سے انکار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مولوی صاحب نے اونکی تعریض کا خود ہی معقول جواب دیدیا ہے۔ اور شعرائے قدیم کے انداز کلام اور قرآن مجید کی زبان اور طرز بیان کا مقابلہ کرکے عیسائیوں کے اس فضول نامعقول۔ بے اصل وہم و خیال کی کامل تردید کردی ہے اور وہی کافی ہے۔ اور یہ تو شبلی صاحب ان اشعار کی موضوعیت ثابت کرنیکے بغیر بھی کر سکتے تھے لیکن جیسا کہ ہم اوپر لکھہ آئے ہیں کہ مولوی صاحب کو عیسائیوں کے اس لکھہ دینے نے کہ کیا دینے والا خوف دلا رکھا تھا کہ قرآن مجید کا طرز بیان معتقدات اور اکثر خیالات عام شعرائے عرب کے خیالات سے ملتے جلتے ہیں۔ جسکی وجہ (نعوذ باللہ) اسکی کلام آلہی ہونیکی حقیقت میں احتمال ہے۔ اول تو یہ امر ایک بار نہیں سو بار تجربات اور مشاہدات سے تمام مخالفین اسلام پر بخوبی ثابت ہو چکا ہے اور ان سے پہلے کفار قریش پر بھی ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن کی زبان نہ کسی طرح و عنوان سے زبان بشری ہے اور نہ اس کا طرز بیان۔ بیان انسانی ہے۔ جبکہ وہ اعتراف خود لیس کلام البشر کہہ کہکر اپنی زبانوں سے آپ کر چکے ہیں۔ تو ایسی صورت میں ایسے بوسیدہ اور پامال اعتراض سے شبلی صاحب کیلئے اغماض ہی بہتر تھا۔ اب رہا یہ امر کہ قرآن مجید میں علم

شبلی صاحب کی یہ عبارت۔ اور صحت بخاری کی نسبت اونکا یہ دعویٰ۔ اور پھر اونکا یہ اصول کہ حدیث کے مقابلہ میں سیرت کی کتابیں مستند نہیں۔ غرضکہ اونکا یہ خیالی التزام اور قیاسی طومار۔ اونکی خاص تردید و تنقید بخاری کی مرقومہ بالا عبارت سے القط ہو گیا اور بالکل بیکار۔ اور بالآخر اونکی خاص اعتراف سے ثابت ہو گیا کہ جس کتاب کی نسبت آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ اوسمین کوئی ضعیف روایت بھی نہین۔ اوسی کی ایک ایسی غلط حدیث مین ایسا غلط بیان نکل آیا جسکی نسبت تنہا آپ کو اعتراف ہی کرنا نہین ہوا بلکہ اوسکی تنقید بھی اور تردید بھی۔ اب آپ کے کس مختار کا اعتبار کیا جاوے۔

حاشیہ صفحہ دیگر　معتقدات وخیالات پائے جاتے ہین۔ تو اس سے کسی کو بھی انکار نہین ہوسکتا۔ قرآن پر کیا منحصر ہے توریت اور انجیل بھی خیالات ومعتقدات انسانی کا مجموعہ ہو اور ان دونون کتب آسمانی مین بھی اوسوقت کے قومی اور ملکی خیالات ومعتقدات کی تفصیل موجود ہے اور کیونکر نہو جب آخر یہ کتب مقدسہ اسی غرض ومقصد سے تو نازل ہی فرمائی گئیں تھین کہ انسان کے دینی۔ اخلاقی۔ ملکی اور قومی تہذیب معاشرت تمدن مین عام طور سے رفاہ واصلاح ہو۔ تو پھر ان کتب آسمانی کو خیالات ومعتقدات انسانی سے خالی سمجھنا محض نادانی ہی ہے یہانتک تو ہم نے خاص عیسائیون کی اوس تعریض کا جواب دیا ہے جس نے شبلی صاحب کو ڈرا کر اور خوف دلا کر قدیم شعراے اسلام کے اشعار پر اون سے موضوعیت کا قلم پھروا دیا ہے شعراے عرب کے کلام قدیم پر موضوعیت کا الزام یا اون کے بعد مورخین ومحققین عرب پر وضاعی کا اتہام شبلی صاحب کے ضعف استدلال کی قوی دلیل ہے۔ یہ آپ کی کمزوری ہے جس نے مخالف کے جواب مین آپ کو آسانی اور سہولیت کی غرض سے اصلیت کلام کے انکار کی ترکیب بتلائی اور آپ نے یہی آسان اور سہل تدبیر اختیار فرمائی۔ حالانکہ ان مین سے اکثر اشعار عموماً اور یہ شعر اور اسکے ایسے ابیطالب کے اکثر اشعار خصوصاً۔ روایت ودرایت دونون طریقون سے ثابت ہو چکے ہین اور اصل واقعہ کے زمانہ سے آجتک مفسرین۔ محدثین۔ مورخین اور محققین اسلامی کی تصنیفات وتالیفات مین نقل ہوتے آئے ہین پھر آج انپر موضوعیت کا الزام لگانا اور مخالفین اسلام کے سامنے اپنے محققین اسلامی کو وضاع وکذاب ٹھیرانا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ اون زبان درازون سے اسلامی اخبار وآثار کا مضحکہ اڑوانا ہے۔ دیکھئے شبلی صاحب نے خطیب بغدادی کے قول منفرد پر اعتبار کر کے امام سبکی قرطبی شعرانی عسقلانی بیہقی۔ احمد بن الحسین الموصلی المعروف بہ ابن وحشی۔ علامہ ابن سلامۃ القضاعی۔ علامہ علی الاجہوری۔ امام تلمسانی علامہ ابوطاہر۔ علامہ برزنجی۔ اور امام الحرمین اسفرائنی وغیر امثالہم۔ اتنے محدثین وناقدین حدیث اور اسیطرح۔ ابن ہشام۔ طبری۔ ابن اثیر علامہ حسین دیاربکری۔ صاحب تاریخ الخمیس اور ابوالفدا وغیرہم کے ایسے مورخین معتبرین کو جھوٹا بتلایا۔“

اگر ان بزرگون کی تصنیفین تحریر کتاب کے وقت۔ آپ کے پاس موجود نتھین تو صرف شرح زرقانی ہین۔ اس شعر اور اس کے ساتھ اور چند اشعار کی خاص تصنیف ابیطالب ہونیکی تحقیقی اور تفصیلی بحث ملاحظہ فرمائی ہوتی۔ تو حقیقت کا انکشاف ہو گیا ہوتا۔ دیکھئے علامہ دمیری نے حضرت عبدالمطلب کیطرف اس شعر کی نسبت کی تھی۔ آپ کی طرح نہ اسکی بے اصلیت نقل کی تھی اور نہ موضوعیت مگر زرقانی نے دمیری کی اس غلط فہمی کی جن لفظون مین کی ہو وہ یہ ہین۔ وھذا البیت من ابیات فی قصیدۃ لابی طالب۔ وعلی الصواب وقول الدمیری وتبعہ جماعۃ انہ بعبد المطلب غلط۔ یہ قول کہ شعر ابیطالب کے قصیدے کا ہے صحیح ہے اور علامہ دمیری اور

آیا اس دعوی کا کہ بخاری میں ایک ضعیف روایت بھی نہیں - یا اس معترفانہ تنقید و تردید کا جو اوپر ابھی ابھی لکھی گئی - آپ کے وہ اصول کہ حدیث کے مقابلہ میں سیرت کے جو واقعات قابل اعتماد نہیں - ایسی حالت میں مانے جائیں گے یا اس واقعہ میں آپ کی رمز زدہ اور اقرار کردہ صورت حال پر اعتبار کیا جاوے گا -

صورت حال تو یہ بتلا رہی ہے کہ صحیحین بخاری اور ابن ماجہ نے اپنی غلط فہمی سے - یا عربی کی عدم لغت دانی سے یا یوں کہیئے کہ محض نادانی سے اس حدیث کو ایک غلط صورت میں دکھایا مگر اونھیں نا معتمد علیہ سیرت نگاروں نے تو قراریط کے بالکل صحیح معنوں میں ویسی طرح سمجھا ہے جس طرح شبلی صاحب خود بھی سمجھے ہیں اور دنیا کو سمجھا رہے ہیں طبقات ابن سعد - حدیث کی کتاب نہیں - وہ زیادہ سے زیادہ من حیث التاریخ - ایک سیرۃ یا تذکرہ کی کتاب سمجھی جاتی ہے اور بہایت معتبر اور اپنے اوستاد - واقدی کی کتاب سے بھی معتبر ترین - ہم اپنے مرقومہ بالا سلسلہ بیان میں اوسکی اصل عبارت سے لکھ چکے ہیں اور پھر اس واقعہ کی نسبت اوسکے لفظ لکھے دیتے ہیں انا رعیتھا لاھل المکۃ بالقراریط میں قراریط پر اہل مکہ کی دنبیاں چراتا تھا - اس سیرت نگار نے بالکل اپنے سیدھے سادے اور معمولی اصول کے

حاشیہ صفحہ دیگر اور اونکے گروہ تعین کا یہ قول کہ یہ عبد المطلب کا شعر ہے بالکل غلط ہے - شرح زرقانی جلد اول ص ۲۳۱

اس کے بعد زرقانی ... اسکے ثبوت میں - امام بیہقی کے اسناد سے وہ واقعہ لکھتے ہیں جس میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابیطالب کے اس شعر کی خود تصدیق فرمائی ہے اور اونکی خاص تصنیف کردہ بتلایا ہے جس کو ہم پوری تفصیل سے اوپر لکھ آئے ہیں پھر جب اس شعر اور اسکے اکثر اشعار کی اصلیت نقادان فن کی تنقید و تحقیق بالا سے شبلی صاحب صد ہا برس قبل ثابت ہو چکی ہو تو پھر اسکی موضوعیت پر بحث کرنا ایک فضول کوشش ہے - اب ہر شخص بلا تکلف عینی صاحب کی تنہا رائے کو زرقانی کے تفصیلی استدلال سے مقابلہ کر کے شبلی صاحب کی غلط فہمی کو خود سمجھ لیگا خصوصاً بیہقی کے اسناد سے تو اسکی روایت و درایت کے پایہ امتیاز تک پہونچی ہوئی ثابت ہوتی ہے - ہم نہیں جانتے کہ مخبر صادق علیہ السلام کی تصدیق کے بعد پھر کس مسلمان کو اسکی تکذیب یا موضوعیت کا گمان ہو سکتا ہے -

اب اس امر کے متعلق ایک امر کی تحقیق اور باقی ہو اور وہ یہ ہے کہ مولوی شبلی صاحب شعرائے قدیم کے ان اشعار کی موضوعیت کی نسبت لکھتے ہیں "لطیف تر بات یہ ہی کہ ابن ہشام ان اشعار کو نقل کر کے اکثر موقعوں پر لکھہ دیتے ہیں کہ فن شعر کے ماہرین ان اشعار کی نسبت انکار کرتے ہیں - مثلاً سریہ ابو عبیدہ بن الحرث میں (ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲ مطبوعہ مصر) حضرت ابو بکرؓ کا ایک قصیدہ نقل کیا ہی اور لکھا ہے اکثر اھل العلم والشعر ینکر ھذہ القصیدۃ لابی بکر اکثر اہل علم و شعرا میں اس بات کے منکر ہیں کہ یہ قصیدہ حضرت ابو بکرؓ کا ہے -

ہمکو نہ حضرت ابو بکرؓ کے قصیدہ کی تحقیق سے واسطہ ہے اور نہ اُمیہ بن ابی الصلت کے خطبہ اور اشعار کی تفتیش سے سروکار اور نہ اس سے غرض ہے کہ ابن اسحاق نے حضرت ابو بکر کے قصیدے کی موضوعیت کا کہاں تک خود اعتراف کیا ہے - ہمکو تو جو کچھ تحقیق کرنا ہی یا لکھنا ہی وہ صرف حضرت ابیطالب کے اس قصیدہ ، اسکے اشعار اور خاصکر مذکورۂ بالا شعر کی نسبت جو ہماری موجودہ بحث کا اصلی موضوع ہی - اب ہم کو یہ دیکھنا ہے اور دکھلا دینا ہی کہ اسکے متعلق محمد ابن اسحاق نے نقل کرنے کے بعد اپنا کیا فیصلہ قایم کیا ہی جس پر اتفاق سے ابن ہشام کی جبین

مطابق اس واقعہ کو آنحضرت صلعم کے دس برس کی عمر کی حالات مین اوسیطرح مندرج کیا ہے جسطرح شبلی صاحب نے اپنی سیرت مین۔ نہ بخاری صاحب کی طرح اس واقعہ کے لئے کوئی عنوان قایم کیا ہے اور نہ کوئی خاص باب باندہا ہے نہ اسکو رسولؐ کی ابتدائی معیشت کے اسباب و ذرایع ٹھیرائے ہین۔ نہ اسکو مزدوری اور اجارہ بتلایا ہے جو لکہا ہے وہ اتنا ہے ذکو رعیہ رسول اللہ صلعم الغنم بمکۃ یعنی مکہ مین رسول صلعم کا دنبیان چرانا۔

ایک لطیف بات تو یہ ہے کہ اسوقت قراریط کے متعلق جو صحیحین بخاری اور ابن ماجہ سے شبلی صاحب اختلاف و اجتناب اختیار فرماتے ہین اور مجبور ہوکر اونھین غیر مستند نامعتمد اور غیر مفید سیرت نگارون پر اعتبار کرتے ہین جب ایک محقق کے آگے آپ کے یہ اصول موضوعہ اور اہل صحاح کی ناانصافانہ جنبہ داری اور اہل سیرت کی بے اعتباری پیش کیجاویگی۔ جو آپ مقدمہ کتاب مین لکہہ چکے ہین تو وہ آپ کی جامعیت و صلاحیت پر حسرت و افسوس کرکے اتنا ضرور کہدیگا ع این عقل و دانش بباید گریست۔

اصل واقعہ کی حقیقت کا انکشاف

اس بحث کے متعلق تمام مرقومہ بالا جزوی اور کلی ضروریات کو لکھہ کر ہم اصلی واقعہ کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ عرب کی قدیم دستور کے مطابق جیسا کہ شبلی صاحب لکھتے ہین اور عرب کی تمام قدیم سیرت۔ تاریخ اور اشعار سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ایام طفولیت مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دنبیان چرائی ہین۔ اور اوسوقت کے ملکی اور قومی تمدن معاشرت اور تہذیب کے اعتبار سے آپ کا یہ ابتدائی مشغلہ معیوب نہین کہا جا سکتا۔ اس لئے۔ اس کی وجہ سے نہ آپ کے خاندانی اعزاز و اقتدار مین کوئی کمی آسکتی ہے اور نہ آپکی روحانی عظمت پر اور شان رسالت پر کوئی حرف آسکتا ہے۔ خاندانی اعزاز کیلئے

حاشیہ صفحہ دیگر اور مطبع کا شبلی صاحب حوالہ دیتے ہین وہی میرے پاس بھی موجود ہے ہیں اوس مین جب اس قصیدہ کو تلاش کرتا ہون تو صفحہ ۹۱ سے لیکر صفحہ ۹۴ تک کے تین ثلث صفحون تک اس تمام قصیدے کو لکہا ہوا پاتا ہون اسمین کل ۹۴ شعر ہین جنمین سے شعر زیر بحث ۳۰ نمبر کا شعر ہے۔ پورے قصیدے کے خاتمہ پر یہ لکہی ہے قال ابن هشام هذا ما صح لی من هذه القصيدة وبعض اهل العلم بالشعر ينكر اكثرها۔ ابن ہشام کہتے ہین کہ اس قصیدے کے اتنے شعر جو لکہے گئے ہین میرے نزدیک صحیح ہین لیکن بعض علماے شعر ان مین سے اکثر اشعار کا انکار کرتے ہین۔ ابن ہشام مؤلف سیرۃ کی تحقیق سے تو اس قصیدہ کے جتنے شعر اونہون نے لکہے ہین وہ سب کے سب اونکے نزدیک صحیح ہین۔ مگر بعض علما شعر ان مین سے اکثر اشعار کا انکار کرتے ہین مولوی شبلی صاحب کا ابن اسحق یا ابن ہشام کے اس انکار سے جو اونہون نے حضرت ابوبکرؓ کے قصیدے کی نسبت تحریر کیا ہے ابیطالبؑ کے قصیدے کی موضوعیت کیسے ثابت ہوتی ہے نتیجہ تو آپ کے مدعا کے خلاف ہے وہ کہتے ہین میرے نزدیک تو یہ تمام ۹۴ شعر صحیح ہین یعنی ابیطالب کے خاص طبعزاد ہین لیکن بعض شعرا ان مین سے اکثر اشعار کو ابیطالب کی تصنیف نہین سمجھتے۔ نہ سمجھین او تنے شعر نہین سہی بقول حزین ع دو صد شعر دیوان من رفت رفت۔ ابن ہشام کی اس تحریر سے آپ کے اس دعوی کی کہ ابیطالبؑ کا یہ قصیدہ لامیہ سرتاپا موضوع ہے کیسے ثابت ہوا۔ ہان یہ ہوسکتا ہے کہ چند شعر اس

اسوجہ سے معیوب نہین ہو سکتا کہ عرب کے تمام امرا۔ رؤسا اور شرفا کے عام طبقات مین جاری تھا۔ مرتبۂ رسالت اور درجۂ روحانیت کے لحاظ سے بھی اسلئے قابل الزام نہین کہ تمام کتب انبیاؑ سے حضرات انبیاؑ و مرسلین کا دُنبیان چرانا ثابت ہوچکا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کی جلد اول مین ابو الانبیا حضرت ابراہیم علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کی حالات و واقعات مین بالتفصیل لکھا جاچکا گیا

اصلیت اور حقیقت یہ ہے کہ دُنبیون کی یہ گلہ بانی بھی حقیقتاً تخصیصی تھی تعمیمی نہین تھی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صرف اپنے گھر کی دُنبیون کی گلہ بانی اور نگرانی فرماتے تھے۔ عام طور سے اہل مکہ کی نہین۔ محدثین نے غلط سمجھا ہے اور اسی غلط فہمی کے باعث اتنا فساد برپا ہوا ہے۔ اسمین شک نہین کہ اہل مکہ کا لفظ سیرت کی کتابون مین بھی ویسی ہی ہے جیسے حدیثون کی کتابون مین۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اہل مکہ سے اپنا گھرانا اپنا قبیلہ مراد ہے کیونکہ بنی عبد المطلب یا بنی ہاشم قریشی بھی تھے اور مکی بھی۔ حدیث کی کتابین اس تخصیص کو کہین ظاہر نہین کرتین۔ سیرت نے جناب رسول خدا صلعم کے خاص ارشاد سے اس تخصیص کا اظہار ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ اوسی طبقات ابن سعد مین یہ واقعہ درج ہے جس سے حقیقت حال کا پورا انکشاف ہو جاتا ہے عبارت یہ ہے۔

انّ النبیؐ صلعم قال بعث موسیٰ و ھو راعی غنم و بعث داؤد و ھو راعی غنم و بعثت و انا ارعی غنم اھلی باجیاد۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۸۰ جرمن	جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ مبعوث ہوئے وہ بھی دُنبیون کے چرواہے تھے اسکے بعد حضرت داؤد مبعوث ہوئے وہ بھی دُنبیون کے چرواہے تھے۔ اونکے بعد مین مبعوث کیا گیا ہون نے بھی اپنے گھر کی دنبیان اجیاد (پہاڑ کا نام ہے جو قرار بطے کے پاس ہے) پر چرائی ہین۔ طبقات ج ۱ ص ۸۰

شبلی صاحب نے اس مسئلہ مین تنقید و تردید سب کچھ تو تمام کر دیا۔ مگر اسکی تخصیص کیطرف ذرا توجہ نفرمائی۔ گویا آپکی تحقیق مین پیغمبر عرب کا اجرت و معاوضہ پر تمام اقوام مکہ کی دُنبیان چرانا ثابت ہے۔ اور یہ امر آپ کے نزدیک نہ بنی ہاشم کی عظمت و اقتدار کا مخالف ہے اور نہ شان رسالت کا مناقص حالانکہ اصول تعمیم سے بھی اوسوقت کی قدیم معاشرت۔ تہذیب و تمدن کے سراسر خلاف ہے۔ اور اسوقت بھی کوئی شخص نہین مان سکتا کہ شرفا۔ رؤسا اور امرائے مکہ کے بچے اپنے سے کم درجہ قبائل اور ارذال قوم کی دنبیان چرانا گوارا کرتے ہون گے۔ بخلاف اسکے ہر شخص بلا تکلف مان لیگا کہ اوسوقت کے شرفا رؤسا و امرائے مکہ کے بچے اپنے گھر یا اپنے قبیلے کی دُنبیان شہر کے بیرونی مقامات مین چرایا کرتے تھے جیسا کہ خود آنحضرت صلعم کی زبانی ابن سعد کی عبارت سے ثابت ہے۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب کی محققانہ نگاہ طبقات ابن سعد کے اس آخر واقعہ مندرجہ پر نہ پہونچ سکی۔ اگر پہونچ سکی ہوتی۔ تو ہمکو جیسا یقین ہے وہ تخصیص کے مسئلہ کو بھی صاف فرما دیتے۔ یہ تو مؤلف کی کوتہ قلمی ہے یا قصیر النظری۔

حاشیہ صفحہ دیگر ابیطالب کی تصنیف ہون۔ اسکو ہم بھی مانتے ہین اور ہمارے متدین اسلامی مورخ نے بھی لکھدیا ہے۔ شبلی صاحب کی یہ تحقیق تا اصلیت و حقیقت واقعات کیا بتلائے گی۔ امور تاریخی اور عدم واقفیت مین ادلجھا دیگی۔ المؤلف عفی عنہ

سفر شام اور راہب بحیرا کا مشہور واقعہ

بارہ برس کے سن میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عم محترم حضرت ابیطالب کے ساتھ ملک شام کا سفر کیا۔ ابن سعد طبقات میں اس سفر کی کیفیت یون لکھتے ہیں۔

لما بلغ رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم اثنی عشر سنۃ خرج بہ ابیطالب الی الشام فی العیر التی خرج فیھا للتجارۃ ونزلوا بالراھب بحیرا فقال لابی طالب فی النبی صلے اللہ علیہ و الہ و سلم ما قال وامرہ ان یحتفظ بہ فردہ ابو طالب معہ الی مکۃ وشب رسول اللہ صلعم مع ابی طالب

جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ برس کی عمر کے ہوئے تو جناب ابیطالب انکو ہمراہ لیکر قریش کے قافلہ تجارت کے ساتھ شام کیطرف روانہ ہوئے اور بحیرا نامی راہب عیسائی کے مسکن پر منزل گزین ہوئے راہب بحیرا نے حضرت ابی طالب سے جناب رسولخدا صلعم کی نسبت وہ سب باتین کہین جو اوس کو آپ سے کہنی تہین اور آپ کی حفاظت و نگرانی کے متعلق تاکید کردی۔ چنانچہ حضرت ابیطالب آپ کو وہین سے اپنے ہمراہ مکہ واپس لائے

(طبقات ص ۷۶)

اس عربی کی مستند ترین سیرت مین تو یہ واقعہ اتنا ہی ہے جو لکھا گیا۔ سیرۃ النبی مین شبلی صاحب نے حق ناحق اسکو ایک معرکۃ الآرا مسئلہ تاریخی بنادیا ہے۔ اور حدیث و سیرت کی تحقیق و تنقید کے باہمانہ امتزاج سے وہ غلط بحث تیار کیا ہے کہ صاف طبعان زمانہ کی عام بدمزگی اور ناگواری کا باعث ہوتا ہے۔ شبلی صاحب کی عبارت ذیل مین ملاحظہ ہو۔

ابوطالب تجارت کا کاروبار کرتے تھے۔ قریش کا دستور تھا۔ سال مین ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے شام کو جایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم کی عمر تقریباً بارہ برس کی ہوگی کہ ابو طالب نے سفر شام کا ارادہ کیا۔ سفر کی تکلیف یا کسی اور خیال سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لیجانا نہین چاہتے تھے لیکن آنحضرت صلعم کو ابیطالب سے اسقدر محبت تھی کہ جب ابیطالب چلنے لگے تو آپ اون سے لپٹ گئے۔ ابو طالب نے اب انکی دلشکنی گوارا نہ کی اور ساتھ لے لیا۔ عام مورخین کے بیان کے موافق بحیرا کا مشہور واقعہ اسی سفر مین پیش آیا اس واقعہ کی تفصیل اسطرح بیان کیگئی ہے۔ کہ جب ابیطالب بصرے مین پہونچے تو ایک عیسائی راہب کی خانقاہ مین اوترے جس کا نام بحیرا تھا۔ اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھکر کہا کہ یہ خیر المرسلین مین۔ لوگون نے پوچھا تم نے کیسے جانا تو اوس نے کہا جب تم لوگ پہاڑ سے نیچے اوترے تو جسقدر درخت اور پتھر تھے سب سجدے کے لئے جھک گئے۔ طبری نے مختلف طریقون سے اس واقعہ کو لکھا ہے۔

طبری کے مختلف طریقون مین سے صرف ایک طریقہ کا خلاصہ اور ماحصل شبلی صاحب نے لیا ہے اور اوسپر ذیل کی تنقید لکھی ہے۔ یہ روایت مختلف طریقون مین بیان کیگئی ہے تعجب یہ ہے کہ اس روایت سے جسقدر تمام مسلمانون

کو شغف ہوا اس سے زیادہ عیسائیون کو ہے۔ سر ولیم میور۔ سپرنگر اور مارگیولوس وغیرہ سب اسے عیسائیت کی فتح عظیم خیال کرتے ہین اور اس بات کے مدعی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذہب کے حقائق واسرار اسی راہب سے سیکھے۔ اور جو نکتے اس نے بتلا دیے تھے انھیں پر آنحضرت صلعم نے عقائد اسلام کی بنیاد رکھی اسلام کے تمام عمدہ اصول انھیں نکتون کے شرح اور حواشی ہین عیسائی مصنفین گر اس روایت کو صحیح مانتے ہین تو اوسی طرح ماننا چاہیے جس طرح روایتون مین مذکور ہے۔ اس مین بحیرا کی تعلیم کا کہین ذکر نہین قیاس مین بھی نہین آسکتا کہ دس بارہ برس کے بچے کو مذہب کے تمام حقائق سکھائے جاوین۔ اگر یہ کوئی خرق عادات تھا تو راہب بحیرا کو تکلیف کرنیکی کیا ضرورت تھی۔

مولوی شبلی اپنی جبلی عادت سے مجبور ہین۔ آپ ایک حد تک معقول اور کافی جواب دے چکے اب اس سے زیادہ انکشاف تو پھر وہی اپنا ہی پردہ فاش کرنا ہے "اب ان الفاظ مین اس روایت کی تنقید کیا تکذیب فرمائی جاتی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ناقابل اعتبار ہے۔ اس روایت کے جتنے طریقے ہین سب مرسل ہین یعنی راوی اول واقعہ کے وقت موجود نہ تھا۔ اور اس راوی کا نام بھی نہین بیان کرتا۔ جو شریک واقعہ تھا اس کا سب سے زیادہ مستند طریقہ یہ ہے جو ترمذی مین مذکور ہے۔ اسکے متعلق تین باتین قابل لحاظ ہین (۱) ترمذی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ حسن اور غریب ہے۔ اور ہم اس حدیث کو اس طریقہ کے سوا اور کسی طریقہ سے نہین جانتے ہین (۲) حسن کا مرتبہ حدیث صحیح سے کم ہوتا ہے اور جب غریب ہو تو اوسکا رتبہ اور بھی گھٹ جاتا ہے (۳) اس حدیث کا ایک راوی عبد الرحمن ابن غزوان ہے۔ اسکو بہت سے لوگون نے اگرچہ ثقہ بھی کہا ہے لیکن اکثر اہل فن نے اس کی نسبت بے اعتباری ظاہر کی ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال مین لکھتے ہین کہ عبد الرحمن منکر حدیثین بیان کرتا ہی جن مین سب سے منکر وہ حدیث ہے جس مین راہب بحیرا کا واقعہ مذکور ہے (۴) حاکم نے مستدرک مین اس روایت کی نسبت لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہے علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک مین حاکم کا یہ قول نقل کر کے لکھا ہے کہ مین اس حدیث کے بعض واقعات کو موضوع جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہون (۵) اس روایت مین مذکور ہے کہ حضرت بلال اور ابوبکر بھی اس سفر مین شریک تھے۔ حالانکہ بلال کا اسوقت تک وجود بھی نہین تھا اور حضرت ابوبکر بچے تھے (۶) حدیث کے آخر راوی ابوموسی اشعری ہین جو خود شریک واقعہ نہین تھے۔ اور اوپر کے راوی کا نام بھی نہین بتاتے (۷) ترمذی کے علاوہ طبقات ابن سعد اور مستدرک وغیرہ مین جو سلسلۂ سند مذکور ہے۔ سب مرسل ہین۔ یعنی بیچ مین ایک راوی چھوٹ گیا ہی (۸) حافظ ابن حجر اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہین لیکن چونکہ حضرت ابوبکر اور بلال کی شکایت بالبتہ غلط ہے اسلئے مجبوراً اقرار کرتے ہین کہ اسقدر حصہ غلطی سے روایت مین شامل ہو گیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر کا یہ دعا بھی

صحیح نہین کہ اس روایت کے تمام راوۃ قابل سند ہین عبدالرحمن ابن غزوان کی نسبت خود الحفیظ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین لکھا ہے کہ وہ خطا کرتا تھا۔ اسکی طرف اسوجہ سے شبہ پیدا ہوتا ہی کہ اوس نے ممالیک کی روایت نقل کی ہے۔ ممالیک کی ایک روایت ہے جسکو محدثین جھوٹ اور موضوع خیال کرتے ہین سیرۃ النبی ۱۳۱ ۱

چونکہ شبلی صاحب نے اپنی تنقید کی عبارت پائین صفحہ نہین لکھی ہے بلکہ اصل کتاب کی عبارت مین داخل کردی ہے اسلئے اسکی نسبت مجھکو جو کچھ عرض کرنا ہے وہ مین بھی حاشیہ زیرین کی عبارت مین نہین بلکہ اپنے اصلی سلسلۂ بیان مین منضم کرتا ہون۔

شبلی صاحب کے ایسے محقق زمانہ کی مرقومہ بالا تنقید۔ جو بنا صکر عیسائیون کے اعتراض کی تردید مین لکھی گئی ہے جب وقت حقیقت کی نظر سے دیکھی جاویگی تو جیسا ہم اوپر بیان کرآئے ہین اس وقت بھی پھر وہی عرض کرینگے کہ آپ کے اس ناگوار اور غیر استوار طریقہ تنقید و استدلال سے نہ معترضین کی تردید ممکن ہوسکتی ہے اور نہ تسکین بلکہ آپکی موجودہ تنقید تو آپکے محدثین و محققین کی کوتہ بینی۔ کوتہ نظری اور کوتہ عقلی کی حقیقت مخالفین و معترضین اسلام پر واضح اور روشن کرتی ہی اور آپ کی جدت پسندی کا یہ طریقہ ہی جو معترضین کے ارادہ تعریض اور حوصلہ تکذیب کو اور وسیع کردیتا ہے ہر شخص آپکے مرقومہ بالا تنقید کو پڑھکر بلا تکلف سمجھ لیگا کہ اسلامی مولفین اور مصنفین مین محدثین سے لیکر مورخین تک سب کے سب غلط نگار رہتے اور کورانہ نقل کرنے کے عادی۔ بدقسمتی سے اس سلسلہ مین مورخین کا کیا ذکر۔ محدثین صحاح امام بخاری امام مسلم۔ امام ترمذی۔ امام مالک وغیرہ سب ہی داخل ہین۔

آپ کی تنقید کی صورت حال کا ایک رخ تو یہ قایم ہوتا ہے۔ اوسکا دوسرا رخ یون نمایان ہوتا ہے کہ ترمذی صاحب اپنی صحیح مین اس واقعہ کو لکھتے بھی ہین اور پھر اوسکی صداقت مین عیب بھی لگادیتے ہین۔ پھر صحیح مین ایسے مشکوک یا ساقط از اعتبار مرویات کے اندراج کی ضرورت ہی کیا تھی۔ حاکم صاحب بڑے شد و مد سے بخاری صاحب اور مسلم صاحب کے شروط پر اسکی صداقت و صحت کا چیلنج دیتے ہین۔ لیکن وہی صاحب۔ حاکم صاحب کی انتہا پسندی کو اعتدال کے درجہ تک گھٹا لاتے ہین اور چونکہ اسمین بخاری و مسلم کی شرط صحت لگی ہے اس بنا پر اسکو بالتمامہ غلط ٹھیرانے کی تو جرأت کرتے نہین فرماتے ہین کہ مین اس حدیث کے بعض فقرات کو موضوع۔ جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہون۔

اگر غور سے موجودہ صورت حال پر نظر ڈالی جائے تو شبلی صاحب کی اس تنقید مین مرقومہ بالا دو تورخون کے علاوہ ایک تیسرا پہلو بھی نظر آتا ہے وہ حافظ ابن حجر شارح صحیح بخاری کا خاص طرز بیان ہے۔ ان بزرگ پر آخر شبلی صاحب کو غصہ آہی گیا اور انپر رواۃ پرستی کا الزام لگا ہی دیا گیا آپ کے نزدیک ابن حجر نے نہایت نازیبا اور بد نما پہلو بدلا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس روایت کی صحت کو بھی تسلیم کیا ہی لیکن چونکہ حضرت ابوبکر اور بلال کی شرکت بداہۃً غلط ہے۔ اسلئے مجبوراً اقرار بھی کرلیا ہے کہ اسقدر حصہ غلطی سے روایت مین شامل ہوگیا ہے۔ یہان تو ابن حجر نے اس کی صحت کی تصدیق کی وہان کتاب تہذیب التہذیب مین عبدالرحمن ابن غزوان کو حدیث مین خطا کرنے والا بھی لکھدیا ہے ابن حجر کی اسی دورخی رائے پر شبلی

صاحب کو طیش آ گیا۔

مگر ہم شبلی صاحب سے عرض کرتے ہین کہ آپ کا یہ عتاب بیجا ہے اور طیش بیکار جب آپ صاف صاف ابن حجر کا
یہ قول خود لکھ رہے ہین کہ روایت مین اوس حصہ واقعہ کے داخل ہو جانے سے جو بہ یہی غلط ہے اونکا اس کے کل
صحیح ہونے مین کلام ہے تو وجہ پاکر آپ کو یہ برافروختہ ہونیکا کیا حق ہے۔ اب رہا یہ امر کہ ابن حجر بھی۔ آپ اور آپ کے چند
ہمخیال مولفین مورخین کی طرح اس روایت کے سراپا موضوع اور بالکل غلط ہونے کیون قائل نہ ہوئے تو آپ کا یہ گلہ
آپ کے حسن و تعقل کا پتا اور ناز بیجا کا پورا مزہ دیتا ہے اسکی وجہ بالکل صاف ہے اور روشن۔ ابن حجر معمولی پایہ کے بزرگ
نہین تھے صحیح بخاری کے شارح شروح بخاری مین انکی شرح کا سب سے بلند مرتبہ ہے۔ وہ اپنے اصول و مختار مقررہ کی بڑی پابندی
تھے۔ وہ جانتے تھے کہ صحیحین کے شروط کے مطابق جو حدیث بقول آپ۔ کہ ایک ضعیف سے ضعیف روایت بھی نہیں ہے جو
ایکبارگی بیدردی کی روایات کو سراپا غلط اور موضوع بتاتے اور ایسی متداول مستند صحیح الکتاب کی عظمت گھٹا دیتے۔ اونکی تصحیح
آپ کی سیرۃ النبی کا مقدمہ تو ٹھیک ہی نہین جس مین آپ نے کتب صحاح کو عموماً اور صحیحین بخاری و مسلم کو خصوصاً اعتبار سے
صداقت مین گویا قرآن مجید کا ہم وقت بتلایا جاتا ہے۔ مگر بالآخر تمام سلسلہ بیان اور مباحث تالیفی مین ذخیرہ موضوعات کا
انبار اور افترا یات کا دفتر ٹھیرایا جاتا ہے اب فرمایا جاوے کہ آپ کا یہ طریق موجودہ صورت حال مین آپ کے لئے کون شئ
تیار کریگا۔ اور آپ اپنی ایسی روش انحراف کے مقابلہ مین۔ ابن حجر کے اختلاف کیلئے اون پر یہ واقعہ کی [illegible]
آئین۔ حقیقت یہ ہے کہ بخاری ہون یا مسلم ہون یا ترمذی۔ مالک ہون یا ابن حجر ہون یا مولوی شبلی۔ اصلیت سب پر [illegible]
ہے سب علیحدہ سے یہ حق ہے کہ نہ یہ نہ حقیقت روا افسانہ زندہ یہ واقعہ روایت اور درایت دونون طریقون سے صحیح ہے حضرت
ابوبکر اور حضرت بلال کی شرکت کے غلط اضافے نے یہ سارے مفسدے پیدا کردئے جو حقیقتاً ایسا سفید جھوٹ ہے جو کسی
طرح نہین چھپ سکتا۔ ایسی کوری بیعقلی ہے جسکی تاویل ممکن نہین سمجھ کیا۔ یعنے بات جہان بات بنائے نہ بنے حقیقتاً
ابن حجر سے کوئی بات نہین بن سکتی تھی۔ اونہون نے صرف اس حصہ حدیث کے غلطی سے اصل حدیث مین مخلوط ہو جانیکا
اعتراف کر دیا تو کیا برا کیا۔ یہ تو اونکا ضعف تدین نہین کہا جا سکتا بلکہ اونکا دین تمدن اور اپنے اصول کی کمال پابندی
قرار دیجاویگی شبلی صاحب اپنے مولفانہ تلون پر ذرا بھی خیال نہین فرماتے۔ میری دانست مین ابن حجر نے ذہبی سے
زیادہ قصور نہین کیا ہے۔ آپ خود تلخیص مستدرک سے ذہبی کا یہ قول اوپر نقل فرما چکے ہین کہ مین اس حدیث کو موضوع
جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہون۔ اب اس بیان کو ابن حجر کے کلام سے ملایا جاوے تو مدعا دونون کا ایک ہی پایا جاویگا۔
فرق یہ ہے کہ ذہبی نے بڑے حزم و احتیاط سے اوس غلط حصہ روایت یا واقعہ کا نام نہین بتلایا اور ابن حجر نے اپنے کمال تدین سے
اوس غلط حصہ روایت یا اضافہ حدیث کو بتلا دیا لیکن مشکل تو یہ ہے کہ اب آپ کو یہ کون بتلائے کہ کن لوگون نے کس غرض
و غایت سے یہ جوڑ جوڑ لگایا ہے۔ اکنون کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان ❊ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد ❊

صحیحین کے استخفاظ مراتب کا یہ مستحسن طریقہ تھا کہ یہ بحث یہین تک رہنے دیجاتی۔ اور اس اضافہ کی وجہ اور اضافہ کرنیوالے کی تلاش نکیجاتی۔ ہمکو کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ یہ حدیث جو صحاح کے معتبر کتابون مین سے لیکر حدیث کی تمام چھوٹی بڑی کتابون مین اُسوقت سے لیکر اسوقت تک نقل ہوتی چلی آئی ہے۔ صرف اپنے ایک حصہ کی غلطی کیوجہ سے بالکلیہ غلط ہو جائے گی یہ اصول آئین تنقید کے مطابق ثابت ہوتا ہے اور نہ قواعد کلام کے موافق۔ عبد الرحمن ابن غزوان کی جرح و قدح بھی اصولاً ایسی مستحکم اور ناقابل التاویل نہین معلوم ہوتی۔ اسی روایت کی نسبت آپ خود اعترافاً تحریر فرماتے ہین کہ اسکو بہت سے لوگون نے ثقہ بھی لکھا ہے اور بعض نے منکر بھی۔ اس بنا پر اسکے قطعی کاذب اور وضاع ہونیکی بھی دلیل قایم نہین ہو سکتی۔ صرف ذہبی نے اسکو منکر لکھا ہے اور اوسکے مرویات سے خصوصاً واقعہ راہب بحیرا کو موضوع بتلایا ہے۔ تو گویا اس کی تنقید مین وہ منفرد ہین۔ اب انکی منفردہ رائے کو کثیر التعداد محدثین کے مختار سے مقابلہ فرمائین۔ جو اسکی توثیق و صحت کے قائل ہین۔ تو ذہبی کے مختار منفردہ کا کیا وزن رہجاتا ہے۔ اس لئے شبلی صاحب کی یہ تمام کد و کاوش بیکار اور غیر مفید کوشش ہے۔

اس سے کسی کو بھی انکار نہین ہو سکتا کہ عبد الرحمن نے حضرت ابو بکر وغیرہ کی شرکت کے قبل تک اس واقعہ کو پوری اصلیت کے ساتھ بیان کیا۔ اور بقیہ حصہ کو اوس موضوعیت کیساتھ بیان کیا جیسا کہ اوس نے غیرون سے غلط سنا تھا اب رہا یہ امر کہ اس روایت کے تمام طریقہ مرسل ہین۔ تو اولاً اصول نقد حدیث کے مطابق مراسیل صحابہ قطعاً درست ہین یہ اعتراض بیجا ہے۔ ثانیاً اس کیلئے صاحبان شیخین جوابدہ ہین۔ جنھون نے نقل و نقد حدیث کے اصول اقسام اور ابواب بھی قایم کئے اور اپنی اپنی تالیفات کو ان اصول موضوعہ کا بظاہر سخت پابند بھی بتلایا۔ پھر ان موضوعات اور لغویات کی بھرتی بھی اونھین کتابون مین بھر دی۔ اس کا جواب شیخین صحیحین دیسکتے ہین یا خود شبلی صاحب جو اپنے تقدمہ کتاب مین اپنے طمطراق سے ان بزرگون کی مدح سرائی کر چکے ہین۔

حقیقت مین شبلی صاحب کی یہ تنقید عیسائیون کی فتح عظیم کی تردید تو کیا کرے گی تائید البتہ کرتی ہے کیونکہ یہ خانہ جنگی باہمانہ تکذیب و تردید۔ تغلیط۔ بعد تصحیح۔ جو اسلامی دائرہ مین۔ اکابرین صحاح سے لیکر عام محدثین و شارحین تک مین پھیلی ہوئی دکھلائی گئی ہے۔ جسوقت مخالفین کی نگاہ سے گذرے گی اونکی تعریض و تردید کے حوصلون کو اور بھی کشادہ کر دیگی اور وہ سمجھ لین گے کہ بس یہ حضرات ایسے تھے اور ایسے تھے۔ اپنے خیال مین شبلی صاحب نے عیسائیون کو اس تنقید سے اپنی صفائی دکھلائی ہے۔ مگر اس سے بھی اونکی قیاسی فتح عظیم کی بیخ کنی نہین ہوئی اور اوسکے وقعیہ کا کوئی پہلو بھی اس تحریر سے نہین نکلا سچ تو یہ ہے کہ شبلی صاحب کو وہ پہلو معلوم ہی نہین اور اسکی وجہ یہی ہے کہ عیسائیون کی ذراسی تعریض پر آپ اسقدر مضطرب الحواس ہو جاتے ہین کہ حقیقی واقعات کو چھوڑ کر زوائد اور دور از قیاس ذرایع سے جواب دینا چاہتے ہین اور اپنے علما کی تغلیط کے ثبوت دیکر اونکی تردید پیش کرتے ہین جو گویا جواب تسلیمی ہو جاتا ہے۔ دیکھئے شبلی صاحب اس روایت کو

عیسائیت کی فتح عظیم سمجھے ہین وہ حقیقتاً اونکی شکست فاش ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جیسا آپ کو خوف ہے عیسائی اس روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راہب بحیرا سے رموز نبوت اور اصول شریعت کی تعلیم حاصل کرنا ظاہر کرتے ہین لیکن اونکا یہ دعوی محض افترا او قطعی بے دلیل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ یہی دلیل اونکا اصلی ماخذ ہے۔ مگر اسکی بالتمامہ عبارت سے اونکے دعوے کا ایک حرف بھی ثابت نہین ہوتا۔ روایت موجود ہے عبارت حاضر ہے الفاظ پیش نگاہ ہین۔ کوئی عیسائی تبلادے کہ اسنے کس حساب کس حرف اور کس لفظ کے یہ معنی ہوتے ہین کہ راہب بحیرا نے محمدؐ کو نبوت کے رموز اور شریعت کے اصول تبلائے۔ جب ایسے معنی نہین نکلتے تو وہ ضرور جھوٹے ہین اور اونکا دعوی سراسر جھوٹا ہی اور اونکی فتح عظیم خالی ہوا مین قلعہ بندی ہے۔

یہ تو سرسری طور پر اون کی موہوم فتح عظیم کی حقیقت بیان کی گئی جو شبلی صاحب کو اتنا مخوف اور مضطر بنائے ہوئے تھی۔ ہم نے اوسکو اونکی شکست فاش قرار دیا ہے ہم اب اسکو ثابت کرتے ہین۔ دیکھئے تاریخ طبری کے الفاظ روایت یہ ہین۔

ان ابا طالب خرج فی رکب من قریش الی الشام تاجراً و تهیا الرحیل واجمع السیر صب به رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم فیما یزعمون فرق له ابا طالب فقال واللہ لاخرجن به معی ولا یفارقنی ولا افارقه ابدا او کما قال فخرج به معه فلما نزل الرکب بصری من ارض الشام وبها راهب الیه بصیر علمهم عن کتاب فیما یزعمون یتوارثونه کابرا عن کابر فلما نزلوا ذلك العام ببحیرا صنع لهم طعاما کثیرا وذلك انه رأی رسول اللہ صلعم وهو فی صومعته علیه غمامة تظله من بین القوم ثم اقبلوا حتی نزلوا فی ظل الشجرة قریبا منه فنظر الی الغمامة حین اظلت الشجرة وهصرت اغصان الشجرة علی رسول اللہ صلعم حتی استظل تحتها فلما رأی ذالك بحیرا نزل صومعته ثم ارسل الیهم فدعاهم جمیعا فلما رای بحیرا رسول اللہ صلعم یلحظه لحظا شدیدا وینظر الی اشیاء من جسده قد کان یجدها عنده من صفته فلما فرغ القوم من الطعام وتفرقوا

جناب ابی طالب قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کے قصد سے جانے لگے جب اسباب سفر اور سواری کا سامان درست ہوگیا تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملول ہوئے اسوجہ سے کہ مشہور تھا کہ آپکے عم محترم آپکو اپنے ہمراہ اس سفر مین نہین لیجائین گے حضرت ابیطالب نے آپکو ملول دیکھکر ملال کا باعث اس غلط خبر کو پاکر فرمایا کہ مین اپنے جگر گوشہ کو لئے بغیر کہین باہر نہین جاسکتا اور نہ کسی حالت مین کسی وقت اپنے جگر پارہ کو جدا کرسکتا ہون۔ چنانچہ ابیطالب نے آنحضرت صلعم کو اپنے ہمراہ لیا۔ جب قافلہ شہر بصری مین جو علاقہ شام کے توابعات سے ہی پہونچا تو وہان ایک راہب نصرانی رہا کرتا تھا جس کا نام بحیرا تھا اوسکا وہان خاص صومعہ تھا (خانقاہ) اور وہ اوس زمانے کے تمام نصرانیون مین باعتبار علم کتب سماویہ اعلم الناس تھا اور یہ کمالات علمی اوسکو وراثتاً اوسکے سلسلہ مین ایک بزرگ کے بعد دوسرے بزرگ سے ملے تھے۔ اب کی بار یہ قافلہ تجار قریش وہان منزل گزین ہو تو بحیرا نے انکی ضیافت کیلئے بافراط کھانا تیار کیا اور یہ اس باعث سے تھا کہ اوس نے جناب رسولخدا کو اس حالت مین دیکھ لیا اور پہچان لیا تھا کہ بخلاف اور

سئل رسول اللہ صلعم عن اشیاء فی حالہ فی یقظتہ وفی نومہ فجعل رسول اللہ صلعم یخبرہ فیجدھا بحیرا موافقۃ لما عندہ من صفتہ ثم نظر الی ظہرہ خاتم النبوۃ بین کتفیہ قال بحیرا لعمہ ابا طالب ما ھذا الغلام منک قال ابنی فقال لہ بحیرا ما ھو ابنک لھذا الغلام ان یکون ابوہ حیا قال انہ ابن اخی قال فما فعل ابوہ قال مات وامہ حبلی بہ قال صدقت ارجع بہ بلدک واحذر علیہ یھود فواللہ لئن راؤہ وعرفوا منہ ما عرفت لیبغنہ شرا فانہ کان شان عظیم فاسرع بہ الی بلدہ فخرج بہ عمہ سریعا حتے اقدمہ مکۃ

اہلیان قافلہ کے آپ کے فرق مبارک پر ایک پارۂ ابر سایہ فگن تھا اس اثنا میں قافلہ کے لوگ آئے اور اوسکے صومعہ کے پاس ایک درخت کے سایہ میں فروکش ہوئے۔ راہب بحیرا اوس ابر سایہ فگن کو برابر دیکھ رہا تھا کہ اوس درخت کی ڈالیاں بھی رسول اللہ صلعم کیطرف سایہ کردینے کی غرض سے جھکنے لگیں۔ تا اینکہ اونھوں نے آپ کے فرق مبارک پر پورا سایہ کرلیا۔ یہ دیکھکر راہب بحیرا اپنے صومعہ سے نیچے اوترا اور تمام مجمع قریش کو اپنے پاس بلایا۔ جب بحیرا کی نظر آپ کے روئے منور کیطرف پڑی تو بڑی دیر تک آپ کے جمال مبارک کی زیارت کرتا رہا اور آپ کے جسم مطہر میں اون اشیاء کا مشاہدہ کرتا رہا جو آپ کی صفات کے متعلق اوسکی کتابوں میں لکھے تھے اور اوس نے دیکھے تھے۔ تمام لوگوں نے جب کھانے سے فراغت کی تو بحیرا نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے خواب و بیداری کے حالات

طبری ج ص ۱۲۵ مطبوعہ جرمن

استفسار کئے۔ آپنے اُسے تبلائے تو اوس نے آپ کے جوابات کو بھی اون صفات مخصوصہ کے مطابق پایا۔ جو اوسکی کتابوں میں لکھی تھیں اوسکے بعد اوس نے آپ کی پشت مبارک پر غور کیا۔ تو مہر نبوت کو دوش مطہر کے مابین پایا۔ پھر آپ کے عم محترم ابیطالبؑ کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا یہ لڑکا تمہارا کون ہے حضرت ابیطالب نے کہا میرا بیٹا ہے راہب بحیرا نے کہا کہ یہ بیٹا آپ کا ہو نہیں سکتا اس لئے کہ میرے علم میں اس کے باپ کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے حضرت ابیطالبؑ نے جواب دیا کہ میرا بھتیجا ہے بحیرا نے کہا کہ اسکا باپ کیا ہوا ابیطالب نے کہا کہ وہ مرگیا اور اسکی ماں بھی گذر گئی بحیرا نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اچھا تو آپ اسکو اپنے ہمراہ اپنے شہر کیطرف یہاں سے واپس لے جائیں اور اسکے متعلق یہودیوں سے ہمیشہ خائف رہا کریں قسم خدا کی اگر وہ اسے دیکھ پائینگے۔ اور اسی معرفت کے ساتھ جیسا کہ میں نے اسکو پہچان لیا ہے وہ بھی پہچان لیں گے۔ تو پھر اسکے ساتھ شر و فساد برپا کرینگے۔ کیونکہ اسکے لئے ایک شان عظیم ودیعت ہوئی ہے۔ یہ سنکر آپ کے عم محترم آپ کو اپنے ہمراہ لیکر وہاں سے واپس ہوئے اور داخل مکہ ہوگئے۔

دوسری روایت طبری کی یہ ہے۔

خرج ابو طالب الی الشام وخرج منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اشیاخ من قریش فلما اشرفوا علی الراھب ھبطوا فحلوا رحالھم فخرج الیھم الراھب کانوا قبل ذالک یمرون فلا یخرج الیھم ولا یلتفت

حضرت ابو طالبؑ نے شام کا سفر کیا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اور تمام اکابرین قریش بھی قافلہ میں شامل تھے۔ جب یہ لوگ دیر راہب کے پاس پہونچے تو اوتر پڑے اور اپنے سامان بھی قیام کرنے کی قصد سے اتار لئے

قال فهم يحلون رحالهم فجعل يتخللهم حتى جاء فاخذ بيد رسول الله صلعم فقال هذا رسول رب العلمين هذا يبعثه الله تعالى رحمة للعلمين فقال له اشياخ قريش ما علمك قال انكم حين اشرفتم من العقبة لم يبق شجرة ولا حجر الا خر ساجدا ولا يسجدون الا النبي وانى اعرفه بخاتم النبوة اسفل من غضروف كتفه مثل التفاحة ثم رجع فصنع لهم طعاما فلما اتاهم به كان في رعية الابل قالوا ارسلوا عليه فاقبل وعليه غمامة فقال انظروا اليه عليه غمامة تظله فلما دنى من القوم وجدهم قد سبقوه فيها الى فئ الشجرة فلما جلس مال الشجرة عليه فقال انظروا الى فئ الشجرة مال عليه قال فبينما هو قائم عليهم وهو يناشدهم ان لا يذهبوا به الى الروم فان الروم ان راوه عرفوه بالصفة فقتلوه فالتفت فاذا هو بسبعة نفر قد اقبلوا من الروم فاستقبلهم فقال ما جاء بكم قالوا جئنا ان هذا النبي خارج في هذا الشهر فلم يبق طريق الا بعث اليها ناس وانا اخترنا خيرة بعثنا الى طريقك هذا قال لهم هل خلفكم احد هو خير منكم قالوا لا انما اخترنا خيرة لطريقك هذا قال افرأيتم امرا اراد الله ان يقضيه هل يستطيع احد من الناس رده قالوا لا فتابعوه واقاموا معه قال فاتاهم فقال انشدكم الله ايكم وليه قالوا ابو طالب فلم يزل يناشده حتى رده وبعث معه ابو بكر و بلالا وزوده الراهب من الكعك والزيت ـ

طبری ص ۱۱۲۶ جرمن

وہ راہب اپنے صومعہ سے باہر نکلا۔ حالانکہ اس سے قبل قریش کا قافلہ تجارتی چند بار آچکا تھا اور وہین قیام کر چکا تھا مگر وہ راہب کبھی انکے پاس آیا تھا اور نہ ان لوگون سے ملتفت ہوا تھا۔ راہب کی اس صورت حال اور طرز سلوک سے سامان اوتارنیوالون کو ایک حیرت انگیز فکر دامنگیر ہوئی یہانتک کہ اوس راہب نے آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک تھام لیا اور کہا کہ یہ سید العالمین اور رسول رب العلمین ہین اور یہ وہی ہین جنکو خداے سبحانہ تعالی نے دونون جہان کی رحمت بناکر مبعوث فرمایا ہے۔ یہ سنکر اکابر قریش نے پوچھا کہ تم نے کیسے جانا۔ راہب نے جواب دیا کہ جس وقت تم لوگ یہان آئے اور اپنا رحلہ اور سامان سفر وغیرہ اوتارنے لگے تو مین نے دیکھا کہ کوئی شجر اور کوئی حجر ایسا باقی نہین رہا جو انکے سجدۂ تعظیمی کے لئے نہ جھک گیا ہو۔ اور سوائے نبیؐ کے اور کسی کے لئے سجدۂ تعظیمی نہین کیا جاتا اور مین نے انکو مہر نبوت سے بھی پہچان لیا۔ جو انکے دوش مبارک کے حصۂ زیرین کیطرف نمایان ہے۔ یہ کہکر وہ چلا گیا۔ اور ان لوگون کی دعوت کیلئے کھانے پکواکر اپنے ہمراہ لایا۔ تو آنحضرت صلعم اونٹون کو چرا رہے تھے۔ راہب نے کہا کہ انکو بلا بھیجو۔ جب آپ آئے۔ تو فرق مبارک پر پارہ ابر سایہ گستر تھا بحیرا نے قریش سے خطاب کر کے کہا کہ اس پارۂ ابر کو دیکھتے جاؤ جو انکے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے پھر جب آپ قوم سے قریب آگئے تو اس شجر سے بھی یہی کیفیت ظاہر ہوئی جو پہلی روایت مین بیان ہو چکی ہے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو وہ درخت آپکے اوپر جھک گیا بحیرا نے پھر مجمع قریش سے کہا کہ اس درخت کی جھکنے کو دیکھو پھر وہ راہب مجمع قریش مین کھڑے ہو کر مناشدہ کے طریقہ مین کہنے لگا کہ مین تمہیں تاکید کرتا ہون کہ تم انکو (آنحضرت صلعم کو) روم مین (علاقہ شام اسوقت روم کا ماتحت تھا) نہ لیجاؤ کیونکہ اہل روم اگر انکو ان صفات کے ساتھ پہچان لینگے تو قتل کروا دینگے۔ چنانچہ وہ سات آدمی جو روم سے ہو آئے تھے بحیرا پہلے اونھین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ کہو ان مشاہدات کا تم پر کیا انکشاف ہوا۔ ان لوگون نے جواب دیا کہ ہم نے

یقین کرلیا ہے کہ یہ خدا کے فرستادہ نبی ہین اور کوئی طریقہ مذہب ایسا نہین ہے جس مین ایک نبی نہ مبعوث کیا گیا ہو اور ہم لوگ بھی
اس طریق کو بہتر سمجھتے ہین اور جو اس طریقہ مین نبی مبعوث ہوا ہے اوسی کو اختیار کرتے ہین بحیرا نے کہا کیا تم ایسے شخص کو چھوڑ دوگے
جسکو تم اپنے اخلاف مین سب سے بہتر سمجھتے ہو۔ سب نے کہا نہین کیونکہ ہم اوسکو اوسکے طریق مین نیکو کار سمجھکر اختیار کر چکے ہین بحیرا نے کہا کیا تم
ان اقرار و اعتراف کے بعد خدائے سبحانہ تعالیٰ کو جھٹلا سکتے ہو۔ کیا کوئی تم مین سے اوسکی مشیت کو روک سکتا ہے سب نے کہا کوئی نہین۔
ہم سب اوسکی بیعت کرینگے اور اوس کے ساتھ رہین گے بحیرا اون کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مین تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تم مین
سے اس شخص کا ولی کون ہے سب نے کہا ابیطالب اسکے ولی ہین پھر بحیرا نے ابو طالب کے ساتھ اپنے مناشدہ کو تمام کیا۔ جبتک کہ وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو وہان سے لیکر واپس ہوئے اور ابوبکرؓ اور بلالؓ بھی آپ کے ہمراہ واپس آئے اور بحیرا نے کعک و زیت
کے تحائف آپ کے ہمراہ کر دیے"۔

تاریخ طبری مین انھین دونون مرقومہ بالا طریقون سے یہ روایت مندرج ہے جنکی اصل عبارت نقل کر دی گئین۔ آخر روایت
کے کچھ حصہ کا غیر مسلسل طور پر مولوی شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبیؐ مین ترجمہ فرمایا ہے۔ اس لئے یقین ہے کہ شبلی صاحب نے تالیف
کتاب کے وقت طبری کی دونون روایتین اور اونکی عبارتین ایکبار نہین کئی بار ملاحظہ فرمائی ہونگی۔ شبلی صاحب عیسائیون کے اس متعصبانہ
اور مخویانہ دعوی کی ہیبت اور اصلیت کو خود تحقیق فرما کر عربی ماخذون کو سیرۃ النبی مین نقل فرما دیتے اور معترضین کو دکھلا دیتے کہ تم
جن عربی ماخذون پر صرف اتہام لگا کر اپنی فتح عظیم کے ہوائی قلعہ باندھ رہے ہو۔ وہ تو اون اصلی ماخذون کے ایک لفظ سے کیا ایک
حرف سے بھی ظاہر نہین ہوتا۔ بس یہین سے عیسائیون کے غلط اتہام و الزام کی حقیقت کھل جاتی اور آپ کی خاطر مبارک
سے بھی عیسائیون کے اس اعتراض کا خوف و اندیشہ نکل جاتا جسکی وجہ سے سخت اضطراب لکھا تھا اسقدر خامہ فرسائی کی
بیکار زحمت اوٹھائی گئی۔ مین نے اس واقعہ کو حدیث و تاریخ کے معتبر ماخذون مین دیکھا ہے سب سے زیادہ مفصل اور
مسلسل طور پر ابن ہشام نے اس واقعہ کی پوری کیفیت قلمبند کی ہے۔ ہم اونکی اصل عبارت ذیل مین نقل کرتے ہین۔

إن ابا طالب خرج فی رکب تاجرا الی الشام فلما تهيّا للرّحيل واجمع المسير صب به رسول الله صلے الله عليه واله وسلم فيما يزعمون فرق له وقال والله لا اخرجن به معی ولا يفارقنی ولا افارقه ابدا او کما قال فخرج به معه فلما نزل الرکب البصری من ارض الشام وبها راهب يقال له بحيرا فی صومعة له وکان اليه علم اهل نصرانية ولم يزل فی تلك الصومعة منذ قط راهب اليه يصير علمهم عن کتاب فيها يزعمون يتوارثونه کابرا	حضرت ابی طالب نے بغرض تجارت سفر شام کا قصد کیا اور سامان سفر وغیرہ جمع ہو گیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ملول خاطر ہوئے جیسا کہ مشہور تھا کہ ابی طالب اس سفر مین آپ کو ہمراہ نہ لیجائینگے۔ یہ معلوم کر کے حضرت ابیطالب نے فرمایا کہ مین تمہارے لئے بغیر کہین باہر نہین جاسکتا اور مین کبھی تمکو اپنے ساتھ سے جدا نہین کر سکتا یہ فرما کر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیکر ہمراہی قافلہ تجار قریش روانہ ہوئے قافلہ شہر بصری مین جو متعلقات شام سے ہے پہونچا تو وہان ایک راہب رہتا تھا جسکو بحیرا کہتے تھے اور اوسکا ایک صومعہ خاص رہنے کیلئے تھا اور وہ نصرانیت کا عالم

عن كابر فلما نزلوا ذلك العام ببحيرا وكانوا كثيرا ما يمرون
به قبل ذلك فلا يكلمهم ولا يعرض لهم حتى كان ذلك
العام فلما نزلوا به قريبا من صومعة صنع لهم طعاما
كثيرا وذلك فيما يزعمون عن شئ راه وهو في صومعته
ويزعمون انه رئ رسول الله صلعم وهو في صومعته
في الركب حين قبلوا وغمامة تظله من بين القوم
قال ثم اقبلوا فنزلوا في ظل شجرة قريبا منه فنظر الى
الغمامة حين اظلت الشجرة وتهصرت اغصان
الشجرة على رسول الله صلعم حتى استظل تحتها فلما
رئ ذلك بحيرا نزل من صومعته وقد امر بذلك الطعام
فصنع ثم ارسل اليهم فقال اني صنعت لكم طعاما يا
معشر قريش فانا احب ان تحضروا كلكم صغيركم وكبيركم
وعبدكم وحركم فقال له رجل منهم والله يا بحيرا ان لك
لشأنا اليوم ما كنت تصنع هذا بنا وقد كنا نمر بك كثيرا
فما شأنك اليوم قال له بحيرا صدقت قد كان ما
تقول ولكنكم ضيف وقد احببت ان اكرمكم واصنع لكم
طعاما تأكلون منه كلكم فاجتمعوا اليه وتخلف عنهم
رسول الله صلعم من بين القوم لحداثة سنه في رحال القوم
تحت الشجرة فلما نظر بحيرا في القوم ولم ير الصفة
التي يعرف ويجد عنده فقال يا معشر
قريش لا يتخلفن احد منكم عن طعامي قالوا له يا بحيرا
ما تخلف عنك احد ينبغي له ان يأتيك الا غلام وهو
احدث القوم سنا فتخلف في رحالهم فقال لا تفعلوا
ادعوه فليحضر الطعام معكم قال فقال رجل من قريش
واللات والعزى ان كان اللؤم بنا ان يتخلف ابن عبد الله
بن عبد المطلب عن طعام من بيننا ثم قام اليه فاحتضنه
واجلسه مع القوم فقال رآه بحيرا جعل يلحظه لحظا

متبحر تھا اور اوس صومعہ مین اس سے بڑھکر کوئی عالم ترین راہب نہین گذرا
تھا اور لوگوں کی نسبت یہ مشہور تھا کہ اوس کا علم و کمال وراثتاً ایک بزرگ
کے بعد دوسرے بزرگ سے سینہ بسینہ پہونچا تھا۔ ابکی بار یہ قریشیون کا بجا
قافلہ۔ بخلاف اس کے کہ قبل مین وہین اکثر بار اوتر چکا تھا مگر نہ اس
راہب نے انلوگون سے گفتگو کی تھی اور نہ ان سے کسی قسم کا تعرض کیا تھا۔ ابکی
بار جب یہ لوگ اوسکے صومعہ کے قریب اوترے تو بحیرا نے انلوگونکی ضیافت
کیلئے افراط سے کھانے پکوائے اسکی نسبت انلوگون نے خیال کیا کہ آنحضرت
صلعم کو دیکھکر اسنے یہ نوعیت کی ہے کیونکہ جب یہ لوگ اوترتے تھے تو وہ اپنے
صومعہ سے دیکھ رہا تھا کہ اہل قافلہ کے درمیان آپ کے سر مبارک پر
ایک پارہ ابر سایہ فگن ہے تا اینکہ اسی حالت سے قافلہ کے سب لوگ
ایک درخت کے نیچے جو وہان سے بالکل قریب تھا فروکش ہوئے
تو پھر اہل قافلہ نے اوس پارۂ ابر کیطرف نظر کی تو اوسکو اوس درخت پر
سایہ گستر دیکھا۔ اور درخت کی شاخون کو بھی جناب رسولخدا صلعم پر سایہ فگنی
کی غرض سے سرنگون پایا۔ جب بحیرا نے یہ مشاہدہ کیا تو وہ اپنے صومعہ سے
نیچے اوترا۔ تب ان لوگون کے دعوت کا انتظام کیا اور جب کھانے پک چکے
تو ان لوگون کے پاس کہلا بھیجا کہ حضرات قریش مین نے آپ کی مہمانی کیلئے
کھانے پکوائے ہین اور میری استدعا ہے کہ آپ سب لوگ چہ بزرگ اطفال
چہ غلام چہ آزاد تشریف لاکر ماحضر تناول فرمائین۔ قریشیون سے ایک صاحب
کہنے لگے کہ اے بحیرا شاید آج کے دن کیلئے کوئی مخصوص شان ہے
کیونکہ تم نے ہمارے ساتھ اس سے قبل کبھی ایسے محاسن سلوک ظاہر
نہین کئے تمہے آج کی کیا شان ہے؟ بحیرا نے جواب دیا آپ لوگ سچ
فرماتے ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ آپ لوگ مہمان ہین۔ آج میری یہ خواہش
ہوئی کہ مین آپ حضرات کا اکرام و تواضع کرون اور آپ کیلئے کھانے تیار
کراؤن کہ آپ سب لوگ ملکر کھائین۔ چنانچہ سب لوگ خوان دعوت پر جمع
ہوئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو صغر سنی اور نیز سامان کی

شدیداً و ینظر الی اشیاء من جسدہ وقد کان یجدھا
عندہ من صفتہ حتی اذا فرغ القوم من طعامھم و
تفرقوا قام الیہ بحیرا فقال یا غلام اسئلک بحق اللات
والعزی الا ما اخبرتنی عما اسئلک عنہ وانما قال لہ
بحیرا ذلک لانہ سمع قومہ یحلفون بھما فزعموا ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا تسئلنی باللات
والعزی شیئاً فواللہ ما ابغضت شیئاً قط بغضھما
فقال لہ بحیرا فباللہ الا ما اخبرتنی عما اسئلک عنہ فقال
لہ سئلنی عما بدا لک فجعل یسائلہ عن اشیاء من حالہ
من نومہ و ھیئتہ و امورہ فجعل رسول اللہ صلعم
یخبرہ فیوافق ذلک ما عند بحیرا من صفتہ ثم نظر الی
ظھرہ فرأی خاتم النبوۃ بین کتفیہ علی موضعہ
من صفتہ التی عندہ (قال ابن ھشام وکان مثل
اثر المحجم) قال ابن اسحق فلما فرغ اقبل علی عمہ ابی طالب
فقال لہ ما ھذا الغلام منک قال ابنی قال لہ بحیرا
ما ھو بابنک وما ینبغی لھذا الغلام ان یکون ابوہ حیاً
قال فانہ ابن اخی قال فما فعل ابوہ قال مات وامہ
حبلی بہ قال صدقت فارجع بابن اخیک الی بلدہ
واحذر علیہ یھود فواللہ لئن رأوہ وعرفوا منہ ما
عرفت لیبغنہ شراً فانہ کائن لابن اخیک ھذا شان
عظیم فاسرع بہ الی بلادہ فخرج بہ عمہ ابوطالب سریعاً
حتی اقدمہ مکۃ حین فرغ من تجارتہ بالشام فزعموا
فیما روی الناس ان زریراً وتماماً ودریساً وھم نفر من
اھل الکتاب قد کانوا رأوا من رسول اللہ صلعم مثل ما رآہ
بحیرا فی ذلک السفر الذی کان فیہ مع عمہ ابی طالب فارادوہ

نگرانی کیوجہ سے اوسی درخت کے نیچے چھوڑ دیا۔ جب بحیرا نے تمام لوگوں کی
مجمع پر نظر کی اور کسی کو بھی اون میں سے اس صفت کا نہیں دیکھا جسکو
وہ پہچان چکا تھا تو کہنے لگا کہ حضرات قریش۔ کیا آپنے کسی آدمی کو
پیچھے چھوڑ دیا ہے اور اوسکو دعوت میں شریک نہیں کیا ہے لوگوں نے
کہا کہ ہم نے اپنے اون تمام لوگوں میں سے جنکو تم نے دیکھا ہے کسی کو بھی
نہیں چھوڑا۔ مگر ہاں ایک لڑکے کو البتہ اپنے سامان کی نگرانی کیلئے
چھوڑ آئے ہیں۔ بحیرا نے کہا۔ نہیں ایسا نہ کیجئے اونکو بھی بلا لیجئے اور
دعوت میں شریک کر لیجئے۔ اسی اثنا میں مجمع میں سے ایک صاحب بول
اٹھے کہ لات وعزیٰ کی قسم یہ ہماری لئیم الطبعی ہے کہ اگر ہم اس
دعوت میں حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے یتیم فرزند کو چھوڑ دیں اور
اوسکو کھانے میں اپنا شریک نہ کریں۔ یہ کہکر وہ اوٹھے اور آنحضرت
صلعم کو لاکر تمام قوم کے ساتھ خوان دعوت پر بٹھلا دیا۔ جب بحیرا نے
آپ کو دیکھا تو لحاظ خاص سے دیر تک خوب غور کرتا رہا اور پھر آپ کے
جسم مبارک پر کچھ اشیاء کو دیکھتا اور تلاش کرتا رہا تا اینکہ اون تمام
اشیاء کو پا گیا۔ جنکو وہ آپ کی صفات خاص کے متعلق خاص طور پر
جانتا تھا۔ جب تمام لوگ کھانے سے فراغت پا چکے اور ادہر اودہر
منتشر ہو گئے تو بحیرا نے آپسے کہا کہ اے نوجوان۔ تجھکو لات وعزیٰ کی
میں قسم دیتا ہوں کہ میں تم سے اسوقت جو پوچھتا ہوں تم اسکا
پورا جواب دو۔ بحیرا نے اسوجہ سے آپ کو لات وعزیٰ کی قسم دی
تھی کیونکہ وہ آپکے اہل قافلہ کو انکی قسم کھاتے ہوئے سن چکا تھا
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیرا کا یہ سوال سنکر
ارشاد کیا کہ مجھسے لات وعزیٰ کی قسم دیکر کوئی شے نہ پوچھو۔ مجھے
کسی شئے سے اتنی نفرت اور اتنا بغض نہیں ہے جتنا ان دونوں
سے ہے۔ یہ سنکر بحیرا نے کہا کہ اچھا تو آپ کو اب خدا کی قسم دے کر پوچھتا
ہوں کہ جو کچھ میں آپسے اب پوچھتا ہوں اسکا پورا جواب دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اب جو

فردهم عنه بحيرا وذكرهم الله وما يجدون في الكتاب من ذكره وصفته وانهم ان اجمعوا لما ارادوا به لم يخلصوا اليه ولم يزل بهم حتى عرفوا ما قال لهم وصدقوه بما قال فتركوه وانصرفوا عنه ابن ہشام جلد اول ص ... مطبوعہ مصر

پوچھنا ہو وہ پوچھو یہ سنکر بحیرا نے آپ سے آپ کی خواب بیداری اور دیگر حالات وغیرہ کے متعلق سوال کئے۔ اور آپ نے اوسکے استفسارات کے جواب اوسکی معلومات کے مطابق دیئے تھے جو اوسکو آپ کی صفات مخصوصہ کی نسبت پہلے سے حاصل تھے۔ اوسکے بعد اوس نے آپکے دوش مبارک کے درمیان مہر نبوت کا مشاہدہ کیا اور یہ بھی اُن علامات میں داخل تھی۔ جو اوسکو آپ کی صفات کے متعلق پہلے سے معلوم تھی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ مہر نبوت لشان حجامت یعنی پچھنے کے ایسے نشان تھے۔ جب بحیرا آپ کی تلاش عادات اور مشاہدہ صفات وغیرہ سے فراغت کرچکا تو جناب ابی طالب سے مخاطب ہوا اور پوچھنے لگا کہ یہ نوجوان آپکا کون ہوتا ہے۔ ابیطالب نے کہا میرا بیٹا ہے۔ بحیرا نے کہا یہ آپ کا بیٹا تو ہو نہیں سکتا کیونکہ مجھے جہاں تک اسکے متعلق علم واطلاع ہے۔ اسکا باپ زندہ نہوگا۔ ابیطالب نے کہا میرا بھتیجا ہے۔ بحیرا نے کہا اسکے باپ کیا ہوئے ابیطالب بولے اونھوں نے قضا کی اور انکی ماں بھی گذر گئیں۔ بحیرا نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔ آپ اپنے بھتیجے کو اپنے ہمراہ لیکر اپنے شہر کی طرف جلد واپس جائیے اور انکی نسبت یہودیوں سے ہمیشہ خائف رہا کیجئے۔ کیونکہ وہ لوگ اگر انھیں دیکھ پائیں گے اور اسی معرفت سے جس معرفت سے میں نے انھیں پہچان لیا ہے پہچان لینگے تو ان کے لئے بہت سے مفاسد پیدا کرینگے۔ کیونکہ آپکے اس بھتیجے کیلئے مرتبہ عظیم حاصل ہونیوالا ہے اس لئے آپ جلد انھیں لیکر یہاں سے چلے جائیں بحیرا کے یہ کلام سنکر حضرت ابیطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو لیکر بسرعت تمام وہان سے روانہ ہوگئے۔ اور داخل مکہ ہوگئے جب اس قافلہ تجار کو شام میں تجارت سے فراغت ہوئی۔ جیسا بقول مشہور اہالیان تاریخ ہے۔ زریر تمامہ اور دریس نامی یہودیوں نے آنحضرت صلعم کو ہمراہی ابیطالب اس سفر میں دیکھ لیا تھا اور اونھیں صفات مخصوصہ سے پہچان لیا تھا تو آنحضرت صلعم کی نسبت اوسیوقت سے ارادہ بد کرلیا تھا۔ لیکن بحیرا نے اونپر سخت اعتراض کیا اور کہا خدا کی قسم کیا تم نے اپنی کتاب میں اسکی یہ صفات اور حالات نہیں پائے ہیں اور اس خیال سے کہ وہ بدبخت آپ کے ساتھ ارادہ بد کرچکے ہیں اس لئے بحیرا نے اونکو اوسوقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اون لوگون نے بحیرا کے اقوال معرفت آنحضرت صلعم کی صداقت نہ کرلی۔ اسکے بعد وہ لوگ اپنی مفسدون کی نیت سے باز آئے اور وہان سے چلے گئے۔

ہم نے مضمون زیر بحث کے متعلق عربی ماخذون کی متعدد عبارتیں نقل کردین صرف اس لئے کہ دنیا دیکھکر اور پڑھکر بتلادے کہ ان طویل اور پرتفصیل عبارتون کے کس جملہ اور کس فقرے سے عیسائی مؤلفین آنحضرت صلعم کی راہب بحیرا سے تعلیم پانیکے معنی لیتے ہین اور اس بناپر شبلی صاحب کو عیسائیت کی فتح عظیم کا خوف دلاتے ہین۔ واقعات تو صاف صاف بتلاتے ہین کہ بحیرا نے عادت انبیاؑ اور سیرت مرسلینؑ کے مطابق آپ سے آپ کے ذاتی حالات وصفات کے متعلق چند مستفسر پیش کئے اور آپ نے اوسکے تمام سوالون کے کافی جواب دئے۔ جنکو سنکر بحیرا نے آپ کو موصوف بصفات چند انبیا ہونا

بطور کامل یقین کر لیا اور بس۔

اتنی قلیل مکالمت اور مخاطبت سے کون بے عقل آنحضرت صلعم کی نسبت تعلیم و تلقین یا تدریس پانے کے معنی لگائے گا ہان اگر اس قلیل مکالمت کے علاوہ ۔ بحیرا کے ساتھ آپ کی صحبت ۔ خلوت اور مشورت کسی کتاب مین منقول ہوتی تو عیسائیون کی ان بدگمانیون کے لئے کسیقدر گنجایش ہو سکتی تھی ۔ مگر یہان تو سرے سے اس خیال کا وجود ہی نہین ۔ پھر ایسے بے وجود اور لا اصل خیال کی فکر کیسی اور خوف ہی کیا ۔ یہ سب توہمات متعصبانہ ہین ۔ جو مختلف قسم کے مہیب صورتون مین پیدا ہو کر اقطاع عالم مین عالم مغربی کے خاص عالم دکھلا رہے ہین حقیقت شناس تو اس فتح عظیم کے وسواس کے پاس بھی نہین جاتا ۔ بلکہ حقیقت کی نگاہون سے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین اونکی اس قیاسی فتح عظیم کو شکست کامل بتلاتا ہی کیونکہ صورت واقعہ ثابت کرتی ہے کہ عیسائیت کے اتنے بڑے عالم متبحر نے ۔ جو علم و کمال کے اعتبار سے اوس زمانہ کی عیسائی دنیا مین اپنی مثال اور اپنا جواب نہین رکھتا تھا ۔ آنحضرت صلعم کی نبوت کی کامل طور پر تصدیق کر لی ۔ پھر تصدیق بھی کیسی عامیانہ اور کورانہ نہین بلکہ محققانہ و عارفانہ علاوہ برین ۔ یہ تصدیق اور یہ توثیق بھی کیسے کی اور کیونکر کی ۔ اسطرح کہ کتب سماویہ کے صفات مندرجہ سے مطابق کرنے کے بعد اپنی تصدیق و تحقیق معرفت کا اظہار و اقرار کیا ۔ اس تحقیق و تصدیق پر بھی اکتفا نہین کیگئی مشاہدہ کے بعد تجربہ بھی کر لیا گیا جسطرح ابھی ابھی ابن ہشام کی عبارت سے ثابت ہوا کہ اول راہب نے ان صفات کو آپ مین مشاہدہ کر کے تمام قریش کی دعوت کا سامان کیا لیکن مہمان جب کھانے کو بیٹھے تو بحیرا کی واقفکار اور متجسس آنکھون نے اس صفت کا تمام مجمع مین کسی ایک کو بھی نہ پایا جسکے خیر مقدم مین اس ضیافت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا اور حقیقت حال یہ تھی کہ ان صفات سے موصوف اور ان خصوصیات سے مخصوص جو ذات مقدس تھی وہ اوس مجمع مین بحیرا کے پیش نظر نہین تھی تا اینکہ آنحضرت صلعم خاص طور پر بلوائے گئے جب تشریف لائے تو بحیرا کو پھر وہ تمام اوصاف و خصائص نظر آنے لگے اسکے بعد طبری کے الفاظ مین راہب بحیرا کا کہنا ھذا سید المرسلین یبعثہ رحمۃ للعالمین اوسکی تصدیق رسالت اور اقرار نبوت کا کامل ثبوت ہے۔

بحیرا کی یہ تصدیق نبوت ایسی کامل اور جامع تھی جسکی توثیق و تطبیق قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے تو گویا راہب بحیرا کی معرفت تمام کتب سماویہ کے مطابق تھی پھر اسکے کمال مین کس کو کلام ہو سکتا ہے ۔ اسی بنا پر اکثر علمائے اسلام نے اوسکے سابق الایمان ہونیکی تصدیق فرمائی ہے ۔ دیکھو زرقانی جلد اول تذکرہ راہب بحیرا ۔ علاوہ برین امام المتکلمین فخر الدین رازی کی معرفت نبوت کے قرار دادہ اصول کے مطابق اگرچہ ایسے شخص نے اقرار شہادتین بھی نہ کیا ہو ۔ تاہم ایسے شخص کا ایمان بھی خالص ثابت ہوتا ہے اور اسلام بھی کامل (دیکھو الکلام شمس العلما مولوی شبلی مطبوعہ حیدر آباد)

بحیرا کے اقرار نبوت کے بعد اوسکا اعلان بھی مرقومہ بالا مشاہدہ تاریخی سے ثابت ہوتا ہے ۔ حضرت ابیطالب کو

آنحضرت کی شان عظیم سے آگاہ کرنا۔ اور بصرے سے فوراً ہی مکہ واپس لیجانے کی تاکید شدید کرنا۔ اشرار یہود کا جو ظاہر میں احبار یہود کہلاتے تھے مگر حقیقت میں خونخوار تھے اور سفاک۔ آنحضرت صلعم کے متعلق ارادۂ بد کرنا۔ بحیرا کا آنکے مفسدون پر انکو سرزنش کرنا اور انھین کی کتابون سے انکو معقول کرنا۔ یہ سب کیا تھا۔ نبوت کی سچی پہچان تھی اور رسالت کا نمایان اعلان۔ موجودہ صورت حال کو دیکھکر اور پڑھکر ہر شخص بلا تکلف سمجھ لیگا کہ اس عالم نصرانی کے موجودہ طرز عمل نے نصرانیت کی حقانیت پر محویت کا قلم پھیر دیا اور عیسائیت کو شکست کامل پہونچاکر صداقت اسلام کی فتح عظیم کا اعلان عام کر دیا ہے۔

مسیحی مصنفین کی خاص عادت ہے اور عیسائی معترضین کا قدیم طرز تحریر کہ وہ اسلام کی نقل واقعات مین طرح طرح کی قلم کاریون سے کام لیتے ہین اور اپنے مغویانہ غرض و مقاصد سے انکے غلط معانی لگاتے اور خلاف مطلب بتلانے مین ذرا بھی شرم نہیں کرتے۔ جیسا کہ راہب بحیرا کی حقیقت حال سے منکشف ہوا۔

اس بحث طولانی کے خاتمہ مین ہم کو اتنا اور بتلا دینا ضروری ہے کہ شبلی صاحب ہون۔ یا سر سید احمد خان۔ ان حضرات کا اس واقعہ کے وجود ہی سے انکار کرنا ایک بیکار کوشش ہے۔ کیونکہ ایسے صریح انکار سے مورخین اور محدثین اسلام پر کیا منحصر ہے موضوعیت اور کذب افترا کا التزام صحیحین تک پہونچ جاتا ہے اور معترضین کی نگاہون میں اسلام کے ایسے مستند اور معتبر علما و محدثین کی بے اعتباری اور غلط نگاری ثابت کرتا ہے جنکی تالیفات اور تصنیفات کے اعتبار پر اصول اسلام کے دفتر کی شیرازہ بندی منحصر ہے۔ ایسی حالت مین یہ تردید انکاری تمام کتب حدیث و صحاح کی کساد بازاری کر دیگی۔ حالانکہ انکی خطا ذرا بھی ثابت نہین واقعہ صحیح ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین مگر خوش قسمتی سے عقیدت مندون نے جو جوڑ لگایا ہے۔ وہ ایسا بے موقع اور بے تکا ہے کہ اصل و پیوند کا فرق صاف نظر آتا ہے۔ یہ اہل صحاح کی سادہ لوحی ہے یا اپنے اصول اور طریقہ کی پابندی کہ اس عیب کو آج تک نکال نہ سکے۔

اب رہا یہ امر کہ اس واقعہ کے سراپا موضوع ہونیکے متعلق شبلی صاحب نے صحیح ترمذی کا قول یا تاریخ طبری کے رواۃ کی جرح و قدح تعلیل و تعدیل قائم کی ہے۔ وہ سب دور از کار اور بیکار کا طومار ہے۔ خود شبلی صاحب نے سیرۃ النبی کے جلد اول و جلد دوم بہت سی ایسی حدیثین مندرج کی ہین جو مراسیل کیا غریب۔ احاد اور ضعاف مین داخل ہین۔ اور ان کتابون سے برا جو لے دیے ہین جو تمام اقسام کی حدیثون پر حاوی ہین۔ ہم تو شبلی صاحب کے اس محققانہ اور مقلدانہ احتیاط کے اسوقت قائل ہوتے جب ہم دیکھتے کہ آپنے ایسی کتابون کو اپنا ماخذ نہ بنایا ہوتا شبلی صاحب کو سمجھنا چاہیے کہ ان کتابون پر منحصر نہین۔ ایک ترمذی کیا تمام کتب صحاح احادیث مراسل سے پر ہین شبلی صاحب اگر صحاح مین صرف صدوق و مرفوع کی تنہا شرط قائم کر دین گے تو اس معیار پر نہ بخاری بخاری ہیگی اور نہ مسلم مسلم۔ چونکہ ہم اس بحث کو کسی قدر اوپر لکھ آئے ہین اسلیے اسمین زیادہ طوالت بیکار ہے۔

باقی رہا شبلی صاحب کا یہ کہنا کہ ابو موسی الاشعری طبری کے ایک طریقہ کا آخر راوی ابو موسی الاشعری چونکہ شریک واقعہ نہین تھا اسلیے اسکا قول قابل قبول نہین یہ آپ کا وہم ہے جو سر سید کی طویل حسن خدمت سے عارض ہوا ہے۔ انکو بھی خطبات کے اکثر

مقامات مین ایسے ہی توہمات پیش آچکے ہین ۔ اعتراض پہلے دونون حضرات کو اپنی تعریض کی حقیقت اور مطابقت قائم کر لینی تھی اور وہ کسی طرح قائم نہین ہوسکتی ۔ظہور رسالت کے واقعات جو صحابہ کی زبانی مرقوم ہین ۔ اُنمین آپ حضرت اُنکی ذاتی شرکت کی تلاش کیونکر کرسکتے ہین اور اُنکی شرکت کو کیسے پاسکتے ہین حضرت ابوبکرؓ کے ایسے قدیم صحابہ کی شرکت کو ابھی ابھی آپ خود موضوع و مجہول ثابت کر چکے ہین اور حقیقتاً ہے بھی ایسا ہی ۔ تو پھر ابوموسیٰ الاشعری اور دیگر متاخرین صحابہ کی شرکت کی تلاش تو ایک کھونی ہوئی عقل والے کا کام ہوگا حضرت ابوبکر مذکورہ بالا واقعہ مین اگر شریک نہین تھے تو بیدا تو ضرور ہوچکے تھے اسلیے اونکا اس واقعہ کا ذکر کرنا اگرچہ عقلاً مستعبد ہوگا مگر محال و ناممکن نہین ہوسکتا لیکن اُنکے ذکر شرکت پر ایسا شدید انکار کیا گیا تو پھر اس واقعہ مین ابوموسیٰ اشعری کے ایسے متاخرین صحابہ کی تلاش شرکت تو اپنے معیار سے خود انکار کرنا ہے اسلیے شرکت واقعہ کی دلیل قائم نہین ہوسکتی ۔ ہان آپ کو اسکے پوچھنے کا حق ضرور حاصل ہے کہ ابوموسیٰ نے کس سے سُنا ۔ مگر ہم دیکھتے ہین کہ عالمان احادیث اور اماماں مرویات نے قول صحابہ کو اتنی اہمیت اور عظمت دیکر نقد احادیث کے اصول مین صاف لکھدیا ہے کہ مراسیل صحابہ صحیح ہین اور معتبر تو ایسی حالت مین اس مستفسرہ کا حق بھی آپ کو مشکل سے حاصل ہوسکتا ہے افسوس ہے کہ ہم اس بحث کو اس سے زیادہ نہین لکھ سکتے اور اتنا ہی کافی سمجھتے ہین ۔

راہب بحیرا کا واقعہ اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلعم کی رسالت و نبوت کا معیار عظیم ہے رحمۃ العالمین کے صفات قدسیہ اور سید المرسلین کے کمالات نبویہ کے متعلق اس عالم نصرانی کا اقرار ۔ اعتراف اُسکی تصدیق و توثیق حقیقت مین اصول اسلام کی بنیاد کو ایسی مستحکم اور استوار کرتی ہے جو نصرانیت اور رہبانیت کے بڑے بڑے زور آزما پہلوانون کے ہلائے نہ ہلسکتی ہے نہ گرائے گرسکتی ہے ۔ عیسائیون کی دراصل یہ کمزوری ہے اور اُن کے اصول کا حقیقی ضعف جو اسلام کی ایسی عظیم الشان فتح کو صرف عالم فریبی کی غرض سے عیسائیت کی کامیابی بتلاتے ہین ۔ یہ اُن کا ایسا غلط دعوے ہے جو نہ عقل سے ثابت ہوسکتا ہے نہ نقل سے ۔

ہم کو آخر مین یہ بھی بتلادینا ضروری ہے کہ مؤلفین اسلامی سے اس واقعہ کی نقل و اندراج مین غلطی بھی واقع ہوئی ہے اور اسمین بھی کوئی کلام نہین کہ محدثین سے زیادہ مورخین کا طبقہ اسکے لیے زیادہ جوابدہ ہے ۔ وہ غلطی یہ ہے کہ بحیرا کے واقعہ کو تمام مورخین اسلامی نے عموماً واقعات تاریخی کے سلسلہ مین بیان کیا ہے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اونکے نزدیک یہ واقعہ اون ایام مین پیش آیا جب سن مبارک بارہ تیرہ برس کا ہوچکا تھا ۔ اس بنا پر تمام تاریخون نے ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارھوین سال کے تفصیلی حالات مین اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے ۔ مورخین کو اسکے نقل سے پہلے اسکی اصلیت اور مناسبت پر لحاظ کرنا چاہیے تھا ۔ ہمکو اسمین کوئی کلام نہین کہ یہ واقعہ آپکی عمر کے بارھوین سال مین واقع ہوا لیکن سوائے اس تعلق اور مناسبت کے اس واقعہ کو آپ کے ذاتی حالات سے جو سیرت کا نہ اصل موضوع ہے اور نہ مقصود ۔ کوئی علاقہ اور ربط نہین ۔ اس واقعہ مین جس قدر حالات ہین وہ آپ کے صفات و علامات نبوت وغیرہ کا انکشاف کرتے ہین ۔ اسلیے کہنا بالکل

صحیح ہے کہ اس واقعہ کے نقل و ذکر کا یہ مقام نہین تھا۔ بلکہ اسکو اعلان نبوت اور اظہار رسالت کے قریب جگہ دینی چاہی تھی اور نبوت کی پیشینگوئیون اور سلسلۂ بشارت مین انکو قلمبند کرنا بہتر تھا لیکن با انہمہ یہ مقامی نامناسبت اس واقعہ کی موضوعیت کی دلیل نہین ہوسکتی۔ مورخین نے چونکہ عام طور سے آپکی بشارت کو وقوعات قبل از ولادت سمجھکر اپنی اپنی تالیفات مین بہت کم بیان کیا ہے اور اپنی موضوع تالیفی سے زائد سمجھا ہے اور ایک حد تک صحیح سمجھا ہے۔ اسلیے اس واقعہ کو آپ کی صغرسنی کے حالات مین نقل کر دیا ہے۔ مگر وہ نقل بھی اسی حد تک ہے جس حد تک اسکی اصلیت ہے اور وہ اتنی ہی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات مین بحیرا کی نبوت و رسالت کے وہ تمام صفات و علامات جو اپنی کتب و صحائف مین اسنے پڑھے تھے تمام و کمال مشاہدہ کیے۔ خود انکی تصدیق کی اور دوسرون سے کرائی مورخین اسلام کا اس واقعہ کے نقل و ذکر سے صرف اسی قدر مدعا تھا۔ اور اسکی حقیقت اور اصلیت بھی اتنی ہی تھی عیسائی مصنفین کی دیانتداری اور حقیقت نگاری کا مقتضا یہی تھا کہ اس واقعہ کو وہین تک محدود رکھتے جہانتک اُنھون نے اصل ماخذون مین پایا تھا۔ جیسا کہ مولوی شبلی صاحب بتلا آئے ہین۔ اور منشاء دیانت و عدالت یہی تھا کہ اُسکے مقاصد و مطالب مین مغویانہ قلم کاریون سے کام نہ لیتے۔ تو اہل اسلام کو اُنکے ان تحریفانہ طرز عمل کی تنقید و تردید کی بھی ضرورت نہوتی لیکن بمقتضائے طبیعتش نیست کہ مطابق اُنکے متعصبانہ و نفسانیت نے اس موقع کو اپنی خالمفانہ قلمکاریون کے لیے غنیمت سمجھا اور اس سے وہ لایعنی اور مہمل معنی و مطالب نکالے جنکو نہ حقیقت سے واسطہ ہے اور نہ اصلیت سے سروکار۔

مرقومہ بالا واقعات سے معلوم ہوچکا ہے کہ حضرت ابی طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر اوس مقام سے واپس چلے آئے اور اپنے جگرگوشہ کی حفاظت جان کے مقابلہ مین مال تجارت کے نقصان یا اصل سرمایہ کے تاوان کا کوئی خیال اور کوئی پروا نہین کی قریش کا یہ سالانہ تجارتی قافلہ تھا اور اسمین اُن کے قدیم دستور کے مطابق تمام قبائل عشائر کے اکابر و عمائد مین شامل تھے۔ یہانتک کہ ابیطالب کے سوا عبدالمطلب کے اور صاحبزادے بھی شامل تھے۔ بحیرا نے جناب رسالتمآب صلعم کی حفاظت و نگرانی کے متعلق جو کچھ کہا تھا اور تاکید کی تھی وہ ان سب کے سامنے کی تھی۔ اور نیز آپکی ذات مین نبوت و رسالت کے جو صفات و علامات پائے تھے اُنکا اعلان کیا تھا۔ وہ سب کے مقابلہ مین کیا تھا لیکن بحیرا کی اس صلاح و تاکید کا جو کچھ اثر ہوا وہ صرف حضرت ابیطالب کے قلب پر اور کسی پر نہین۔ یہانتک کہ عبدالمطلب کے اور بیٹون مین سے کوئی صاحب اتنا بھی مُوثر نہوئے کہ تجارت کے کاروبار مین چند دنون بھائی بھتیجے کو بصرے سے مکہ تک پہونچا دین ابیطالب اسکی اصلیت کو خوب سمجھتے تھے۔ اسلیے اسکی نسبت نہ بھائیون سے اصرار کیا اور نہ التماس کیے۔ اسلیے کہ وہ اپنے موجودہ منصب کی ذمہ داریون سے خوب واقف تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ حضرت عبدالمطلب نے اس منصب کی تفویض مین تعمیم نہین اختیار کی اور اس ودیعت الٰہی کی حفاظت و نگرانی کے لیے تخصیص جاری فرمائی۔ جو حقیقتاً نظام مشیت کا اصلی منشاء

ومدعا تھا۔ تو پھر اسمین دوسرون کی امداد وامانت کا خواستگار ہونا نظام قدرت مین خلل ڈالتا ہے حضرت ابیطالب کی یہ جبلایہ استقلال اور یہ پاداری انکے ان ذاتی خصوصیات وصفات کا پورا ثبوت دیتی ہے جن کی بناپر حفاظت رسول صلعم کے منصب اعلےٰ کے لیئے مدبرین قدرت نے انکا انتخاب فرمایا تھا۔ اور ان کے موجودہ اور نیز آیندہ طرز عمل اور حسن خدمات نے اسکے لیئے اسکو پورا موزون اور مناسب ثابت کردیا۔

محاسن اطوار قبل از بلوغ

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک اسوقت بارہ برس کا ہوچکا تھا وہ زمانہ تھا کہ طفولیت تمام ہورہی تھی اور شباب آغاز ہورہا تھا۔ اس سفر کے بعد کامل جوان ہونیکے زمانہ تک آپکا سفر کرنا صحیح طور پر ثابت نہین بعض حدیثون کی کتابون سے ہمراہی حضرت ابیطالب آپکا شام کیطرف دوبارہ جانا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ مرویات اصلاً ونقلاً وہی ہین جو حضرت ابوبکر کی مشارکت کی معتقدانہ تاویلات ہین سے اور صحت سے بالکل خالی۔ بعض مورخین نے محدثین کے زیر اثر اسکو جابجا نقل بھی کردیا ہے مگر وہ اعتبار کے قابل نہین ہین حقیقت یہی ہے کہ اس سفر کے بعد پھر آپنے کامل جوان ہونیکے زمانہ تک کہین کا سفر نہین کیا اور نہ ابیطالب آپکو پھر کسی سفر مین اپنے ہمراہ لیگیئے

اسوقت سے لیکر جوان ہونے کے زمانہ تک آپ کی ذات بابرکات ان محاسن صفات سے تمام اعلیٰ اور یکتا جوہر ظاہر وآشکار ہونے لگے جو عام فطرت انسانی مین نہایت کم بلکہ نہین پائے جاتے تھے آپ کے تمام قویٰ مدرکہ اسیوقت فضل و کمال کے اُس حدود انتہائی تک پہونچے ہوئے تھے جن تک انسان کا دسترس دشوار تھا۔ قوائے عملی۔ نظری۔ اور حسی کے کمالات سے آپکے تمام محاسن اعمال اور مکارم اخلاق واضح اور لائح تھے۔ نیک نفسی سلامت روی۔ پاکیزہ طبعی بہتر عمل سے پیدا تھے۔ شرم وحیا۔ کرم وعطا۔ زہد واتقا صبر وتحمل اور عدل وانصاف آپ کے خاص شعار صلۂ رحم۔ اداے حقوق جار اور امانت منظلوم آپ کے صفات ذاتی کے اصلی معیار تھے۔ حلم ووقار۔ تواضع۔ راست گوئی اور امانتداری آپکی فطرت صالحہ کے حقیقی جوہر۔ غور وفکر۔ ترک علائق اور استغراق فی الحقائق۔ ترکیب طبع قدسیہ کے اصلی عنصر تھے مقدس طبیعت اچھی باتون پر جس طرح ہمیشہ راغب اور مائل رہا کرتی تھی۔ اسیطرح بُری باتون سے کارہ اور متنفر رہتی تھی۔ ایماندار دیانتدار۔ اور صداقت شعار لوگون سے ملنے جلنے کیلیئے جتنا میلان طبیعت تھا اُتنا ہی مغرور۔ ظالم۔ درشت خو۔ کینہ پرور۔ کج خلق اور خودغرض لوگون کی صحبت سے احتراز واستحفاظ اختیار کیا جاتا تھا۔ ان محاسن صفات کا اسیوقت سے مکہ کے تمام قبائل و اقوام پر اتنا اثر تھا کہ ہر فرد بشر آپ کو ایک بڑی عظمت کی نظر سے دیکھتا تھا خلوت وجلوت کی صحبتون مین آپ کا سکوت کم سخنی اور اکثر خاموشی۔ حاضرین کے قلوب پر خاص اثر کرتی تھی مجمع مین تکلم کے وقت لفظ لفظ سے صحت وصداقت فصاحت وبلاغت کی اس کثرت سے گہرریزی ہوتی تھی کہ کسی کو مجال سخن نہین ہوتی تھی۔ ابن سعد نے طبقات مین ان تمام صفات کو ذیل کی عبارت مین نقل کیا ہے طبری اور ابن ہشام مین بھی قریب قریب یہی عبارت درج ہے۔

وشب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی طالب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عم محترم حضرت ابیطالب کی ظل عاطفت

ممکله الله ویحفظه ویحوطه من امور الجاهلیة ومعایبها لما یرید من کرامته وهو علیٰ دین قومه حتیٰ بلغ ان کان رجلا افضل قومه مروة واحسنهم خلقا واکرمهم مخالطة واحسنهم جوارا واعظمهم حلما وامانة واصدقهم حدیثا وابعدهم من الفحش والاذی وما رای ملاحیا ولا مماریا احدا حتیٰ سماه قومه الامین لما جمع الله من الامور الصالحة فیه فلقد کان الغالب علیه بمکة الامین وکان ابوطالب یحفظه ویعضده وینصره الی ان مات ص ۳	ونگرانی میں جوان ہوگئے۔ پروردگار عالم نے ہر طریقہ سے آپ کی تائید کی۔ اور رسوم جہالت کے تمام معائب ومناقص سے محفوظ ومصون رکھا کیونکہ ان کرامتوں سے ارادہ مشیت میں آپ کی قوم کو دینداری کے طریقہ پر لانا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ان تمام محاسن وصفات سے آراستہ ہوکر سن بلوغ تک پہونچے تو تمام قبائل واقوام میں باعتبار خلق ومروت کے افضل ترین۔ حسن اخلاق میں نیکوترین۔ باہمانہ مراسم اتحادی اکرم ترین۔ حلم وامانت میں اعظم ترین اور تقریر وبیان میں صادق ترین مردم تھے۔ ایذا رسانی فحش زبانی اور دیگر افعال ذمیمہ رکھنے والے لوگوں سے زیادہ علیحدہ رہنے والے اور ہمیشہ پرہیز واحتیاط اختیار کرنیوالے تھے

کسی شخص نے آپ کو تندمزاج اور تلخ کلام نہیں دیکھا۔ یہانتک کہ تمام قوم قریش اور باشندگان مکہ نے اسوقت سے آنحضرت صلعم کو الامین کا خطاب دیا اور حضرت ابیطالب برابر آپ کی حفاظت ونگرانی۔ اعانت اور نصرت فرماتے رہے۔ یہانتک کہ انتقال کرگئے

حرب الفجار میں شرکت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بیس برس کی ہوئی تو عرب کی یہ مشہور ومعروف لڑائی موقوف ہوئی۔ جو ایام جہالت کا آخر معرکہ تھا یہ جنگ بھی اہل عرب کے نامی وسلسلہ جنگ کی ایک کڑی تھی اور ایام جہالت میں مردم آزاری اور خونخواری کی ایک زندہ مثال۔ یہ لڑائی قبیلہ قریش اور قبیلہ قیس کے فیما بین ہوئی تھی سبب جنگ ابن سعد ان الفاظ میں بتلاتے ہیں۔

کان سبب حرب الفجار ان النعمان ابن منذر بعث بلطیمة له الی سوق عکاظ الی التجارة واجارها له الرجال عروة ابن عتبة بن جابر ابن کلاب فنزل علی الماء یقال له اوارة فوثب البراض بن قیس احد بنی بکر بن عبد مناة بن کنانه وکان خلیعا علی عروة فقتله وهرب الی خیبر فاستخفی بها ص ۸۰	حرب الفجار کا سبب یہ تھا کہ نعمان ابن منذر اپنے جانوران باربرداری پر سامان تجارت لیکر عکاظ کے میلہ میں تجارت کی غرض سے آیا تھا ان جانوران باربرداری کو عروہ ابن عتبہ نامی شخص نے جو بنی کلاب کے قبیلہ سے تھا کرایہ لیا اور اون کو لیکر ایک پانی کے چشمہ پر جو اوارہ کے نام سے مشہور تھا۔ اوترا۔ براض ابن قیس نے جو قبیلہ بنی بکر کا ایک آدمی تھا اور قوم وقبیلہ سے نکالا ہوا تھا عروہ کو غافل پاکر مار ڈالا

اور بھاگ کر خیبر میں جا چھپا۔

جنگ کا سبب تو یہ تھا۔ اثر یہ ہوا کہ قریب قریب تمام قبائل وعشائر جہالت کے قدیم دستور کے مطابق آپس میں گتھ گئے قتل وقصاص کا معاملہ تھا اس لئے طرفین سے تحمل وسکوت اور درگذاشت قطعی ناممکن تھی۔ عروہ کے قتل کی خبر جب عکاظ کے میلہ میں پہونچی جو اوسوقت تمام قبائل وعشائر کا مرکز تھا۔ تو اس خبر کے سنتے ہی قریش اور ان کے حلیف اور طرفدار قبائل نے بنی کنانہ

کا ساتھ دیا اور بنی قیس سے عروہ کا قصاص طلب کیا۔ قریش نے بنی قیس پر صرف یہی الزام نہین لگایا تھا بلکہ ایام حرم مین خونریزی کرنے سے اونکو قومی مجرم بھی قرار دیا تھا۔ قریش۔ بنی کنانہ اور اونکے معاون قبائل عروہ کے خون ناحق سے اسقدر متاثر ہوئے کہ وہ سب کے سب عکاظ کے میلہ سے اپنا اپنا مال تجارت واپس لیکر مکہ چلے آئے اور بنی قیس سے مقابلہ و مقاتلہ کی تیاریان کرنے لگے۔ بنی قیس بھی عرب تھے۔ وہ کیون دبنے لگے بالآخر جانبین سے مقابلہ ہو ہی گیا۔ اور سخت معرکہ پڑا اور بڑی خونریزی ہوئی چونکہ اسمین تمام قریش کے قبائل داخل تھے۔ اس لیئے بنی ہاشم بھی شریک تھے۔ اور اپنے اعمام کے ساتھ جناب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ السلام بھی۔ میدان کارزار مین بنی قیس کو قریشیون پر دوپہر تک غلبہ حاصل رہا۔ مگر دوپہر کے بعد قریش نے بنی قیس کو زیر کر لیا۔ اور آخرکار لڑائی جانبین سے صلح پر تمام کر دی گئی۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس معرکہ مین اپنی شرکت کا خود ذکر فرمایا ہے قال رسول اللہ صلعم و ذکر الفجار فقال قد حضرته مع عمومتی۔ مین اس معرکہ مین اپنے اعمام کے ساتھ شریک تھا۔ اس معرکہ مین آپ کی شرکت کا سبب اول تو یہ تھا کہ قریش حق پر تھے اور ایک خون ناحق کے طالب قصاص۔ اس سبب سے اونکا یہ طرز عمل ہر منصف مزاج اور عدالت پسند شخص کے نزدیک پسندیدہ تھا اور مناسب دوم یہ کہ اپنے قبیلہ کی عظمت و اقتدار اور امر حق مین اپنے بزرگون کی حمایت و نصرت بھی ضروری تہی۔ وقت اور موقع کی ان ناگزیر ضرورتون نے آپ کو اس معرکہ مین شریک ہونیکے لئے تیار کر دیا تھا۔ اور آپکی یہ شرکت اپنے اعمام کی حمایت و نصرت تک محدود تھی جیسا کہ ابن ہشام قول رسول م سے صاف طور سے ان الفاظ کی تصریح کر دی ہے۔ کنت انبل علی اعمامی ای ارد عنھم نبل عدوھم اذا رموھم بھا مین اپنے اعمام کی طرف سے تیر چلاتا تھا یعنی اون تیرون کو رد کرتا تھا جو میرے اعمام پر اونکے دشمن چلاتے تھے۔ اس قول مبارک کی بنا پر اس جنگ مین آنحضرت صلعم کا طرز عمل بالکل مدافعانہ ثابت ہوتا ہے نہ مخاصمانہ۔ اور حقیقت مین جسطرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم محض اپنے اعمام کی نصرت و حمایت کی ضرورت سے اس لڑائی مین شریک ہوئے تھے۔ اوسیطرح بنی ہاشم بھی قریش کی قرابت اور باخود باہمی مراسم کے لحاظ سے شریک جنگ ہوئے تھے۔ ورنہ اصل مخاصمت بنی کنانہ اور بنی قیس کی تھی۔

امام سہیلی نے ابن ہشام سے زیادہ تفصیل کے ساتھ تصریح کر دی ہے۔

وانما لم یقاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مع اعمامھم فی الفجار وقد بلغ من القتال لانھا کانت حرب فجار وکانوا ایضا کلھم کفارا ولم یوذن اللہ لمومن ان یقاتل الا لیکون کلمۃ اللہ ھی العلیا

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے اعمام کا ساتھ دیکر اس جنگ مین شرکت نہین کی۔ باوجودیکہ آپ مقابلہ اور مقاتلہ کے سن تک پہونچ چکے تھے۔ اس کا باعث یہ تھا کہ یہ جنگ ایام حرام مین واقع ہوئی۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ جانبین کفار تھے۔ اور اہل ایمان کے لئے تو صرف اعلاے کلمۃ اللہ کی تنہا غرض سے دہمت بقبضہ ہونیکا حکم ہے۔

حرب الفجار کی وجہ تسمیہ یہ ہے جیسا کہ ذکر بیان ہو چکا ہے کہ یہ جنگ ایام حرام مین واقع ہوئی۔ اور یہ وہ ایام مخصوصہ

تھے جن میں جہالت اور اسلام دونوں زمانوں میں عام طور سے جدال و قتال خونچکشی اور خونریزی وغیرہ قطعی ممنوع تھی اسی بناپر اس جنگ کا نام حرب الفجار رکھا گیا۔ ؎

حلف الفضول کے معاہدے میں شرکت

حرب الفجار کا فیصلہ طرفین کی مصالحت سے ہوگیا۔ مگر کوئی زمانہ ہو نیک و بد۔ بید رد و ہمدرد طبیعت والوں سے خالی نہیں رہتا۔ اس لئے حرب الفجار سے اہل مکہ کی درد مند اور انصاف پسند طبیعت والے بے حد متاثر ہوئے اور ان میں سب سے زیادہ اثر لینے والے بنی ہاشم تھے۔ ابن سعد نے انکی تخصیص کی کامل تصریح کردی ہے۔ اون کے الفاظ یہ ہیں لا نعلم احدا اسبق من بنی هاشم بهذا الحلف میری تحقیق میں بنی ہاشم پر کسی فرد واحد کی سبقت اس معاہدے میں ثابت نہیں ہوتی طبقات ج ۱ ص ۸۲۔

اس معاہدے کا خیال بنی ہاشم میں سب سے پہلے زبیر بن عبدالمطلب نے پیدا کیا۔ اور اوسکی وجہ یہ ہوئی کہ حرب فجار میں بنی قیس اور بنی کنانہ کے قتل و خونریزی کو دیکھکر ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کم سے کم مکہ سے ایسے مرکزی مقام کو تو عرب کی سفاک اور بیداد گر قوم کے حملات سے محفوظ رکھنا ضرور ہے لیکن یہ استحفاظ باہمانہ اتحاد کے معاہدے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا۔ اس غرض سے زبیر ابن عبدالمطلب نے دیگر اکابر و عمائد قریش کو اس تجویز میں اپنا ہمخیال اور ہم کلام بنایا۔ طبقات میں انکی تجویز و تدبیر کی عملی صورت ان الفاظ کیساتھ دکھلائی گئی ہے۔

کان حرب الفجار فی شوال وهذا الحلف فی ذی القعدة وکان اشرف حلف کان قط اول من دعا الیه الزبیر — جنگ فجار شوال میں واقع ہوئی اور حلف الفضول ذی قعدہ میں اور یہ معاہدہ تمام سابق معاہدوں سے اشرف و افضل تھا سب سے پہلے اس

؎ شبلی صاحب نے بڑی خصوصیت کیساتھ لکھا ہے کہ حرب الفجار میں آنحضرتؐ کے علمبردار زبیر بن عبدالمطلب تھے۔ قریش کا رئیس اور سپہ سالار اعظم حرب ابن امیہ جو ابو سفیان کا باپ اور امیر معاویہ کا دادا تھا۔ سپہ سالار اعظم کے خطابی الفاظ موٹے قلم سے لکھے گئے ہیں زبیر بن عبدالمطلب کی کوئی معرفت نہیں کرائی گئی ہے اور حقیقتاً کوئی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن قریش کے سپہ سالار اعظم حرب ابن امیہ کی کامل تفصیل و تخصیص سے معرفت کرائی گئی کہ آپ ابوسفیان کے والد ماجد اور امیر معویہ صاحب کے جد امجد۔ اس مخصوص تفصیل سے جو آپکی اصلی غرض تھی وہ ہم سمجھ گئے آپ کی اتنی خامہ فرسائی وہی بنی امیہ کی خیر خواہی ہے۔ اور وہ اس غرض سے ہے کہ آپ اسیوقت سے بنی ہاشم پر بنی امیہ کی ایک گونہ حکومت و امارت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ کے اس مصنوعی اقتدار کی حقیقت کا انکشاف تو عنقریب ہم اپنے مقام پر کرینگے لیکن یہاں اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ آپکے ممدوح ذی اقتدار حرب الفجار کے سپہ سالار تھے۔ انکی ذی اقتداری کی شان تو یہیں سے ثابت ہوجاتی ہے۔ اب رہی بنی ہاشم کی امارت وہ شرکت رسول صلعم کیوجہ سے نعوذ باللہ جسطرح ذات سرور کائنات پر لازم آتی ہے ویسے ہی سائر بنی ہاشم اور جمیع قریش پر۔ اگر اس توضیح سے آپ کا یہی مقصود ہے تو خدا آپکو مبارک کرے ہم نہیں سمجھتے کہ اس تصریح و توضیح سے یا اس معرفت سے بنی امیہ کی کون سی عظمت ثابت ہوئی۔ جب خود شبلی صاحب امام سہیلی کی اس عبارت سے کانت حرب فجار وکانوا ایضا کلهم کفارا۔ یہ حرب فجار تھی کیونکہ جانبین سے کفار تھے۔ اسکی حقیقت کو دکھلا چکے ہیں اور شمار کفر و جاہلیت بتلا چکے ہیں شبلی صاحب کے حسب منشا اگر کسی کفار کے سپہ سالار اعظم بنگئے یا کسی کافر سلطنت اور مشترک حکومت کے شہر یار اعظم ہوگئے تو اس سے اہل اسلام یا ارباب ایمان کیسے مرعوب ہوجائینگے۔ المولف

سید اولاد حیدر عفی عنہ

عبد المطلب فاجتمع ابنوا هاشم وزهرة وتيم في دار عبد الله بن جدعان فصنع لهم طعاما فتعاقدوا وتعاهدوا بالله القائل لنكونن مع المظلوم حتى يؤدى اليه حقه   طبقات ص ۸۲

معاہدے کی زبیر بن عبد المطلب نے ابتدا کی اور لوگوں کو اسکی دعوت دی بنی ہاشم زہرہ اور تیم اس معاہدے کی غرض عبد اللہ ابن جدعان کے مکان میں جمع ہوئے پہلے حاضرین کی ضیافت کیگئی پھر سب نے مجلس مجوزہ کا انعقاد کیا اور خدا کو درمیان دیکر فیمابین معاہدہ کیا کہ وہ لوگ مظلومین کیطرف ہو کر ظالمین کے ساتھ اوسوقت تک معاندت کرینگے جبتک کہ ظالم اپنے مظالم کی دیت و معاوضہ مظلوم کو نہ دیدے۔

اس معاہدے میں بنی ہاشم کے فرد واحد۔ بلکہ اون سب کے مایۂ افتخار ہونیکی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریک تھے چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

ما احب ان لي بحلف حضرته في دار عبد الله بن جدعان حمر النعم واني اغدر به هاشم وزهرة وتيم وتحلفوا ان يكونوا مع المظلوم ولو دعيت به لاجبت وهو حلف الفضول   طبقات ۸۲

اوس معاہدے کے عوض میں جو دار عبد اللہ بن جدعان میں منعقد ہوا تھا اور جنمیں بنو ہاشم ـ بنو زہرہ اور بنو تیم نے اس امر پر قسم کھائی تھی حلف اوٹھایا تھا کہ وہ مظلومین کی اعانت و حمایت کیا کرینگے مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جائیں تو میں نہ لوں اور آج بھی اگر ایسے معاہدے کیلئے مجھے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں وہ معاہدہ حلف الفضول تھا۔

یہ امر بھی ضرور بتلا دینے کے قابل ہے کہ حمایت مظلوم کے اس معاہدے میں صرف بنو ہاشم بنو زہرہ اور بنو تیم ہی شامل تھے بنو امیہ کا نام کسی تاریخ سیرت و حدیث کی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ اس سے ہر شخص بلا تامل سمجھ لیگا کہ شبلی صاحب کا ابھی ابھی تبلایا ہوا اشا بڑا ذی اثر اور مقتدر قبیلہ اخلاق میں کتنا کمزور اور مظالم کا کیسا خوگر تھا جو باوجود اسکے کہ اوس معرکہ میں فوج قریش کا سپہ سالار اعظم تھا لیکن اس سے نہ کچھ متاثر ہوا اور نہ بعد اوسکے قوم کے اس معاہدے میں شریک ہوا۔ بلکہ اپنی جہالت پسند فطرت اور جفا جو طبیعت کے زیر اثر ہو کر استیصال مظالم اور قتال ظلمہ وقت کے جو انتظام عدالت پسندان و دردمندان قوم نے تجویز کئے تھے اس سے اغماض و روگردانی کر گیا۔ اور شریک نہوا۔ افسوس ہے شبلی صاحب نے جس قبیلہ کی قدامت اور عظمت ثابت کرنے کی بنیاد قایم کرنا چاہی ہے وہ آغاز ہی سے بشقاوت شعار اور مظلومین کو چھوڑ کر ظالمین کا مددگار ثابت ہوتا ہے۔

جہانتک تحقیق کیا گیا ہی اس معاہدے میں سوائے مرقومۂ بالا تین قبائل قریش کے کوئی دوسرا قبیلہ داخل نہیں تھا۔ بلکہ قبائل دیگر ساکنان مکہ کی جگہ بیرونی قرب و جوار کے اکثر نفوس شامل تھے۔ یہ کس لئے تھا؟ اسلئے کہ اس معاہدے میں نہ شریک ہونیوالے قبائل اپنی جنگجو طبیعت سے مجبور تھے۔ اور جہالت کے اثر سے سفاکی اور خونریزی اور ہر قسم کے مظالم کو ہمیشہ کا پیشہ اور اپنی معیشت کا مستقل ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس سبب خاص سے وہ اس معاہدہ میں شریک ہونے پر راضی نہ ہوئے جو لوگوں کے اکتساب معیشت کے طریقوں میں سدباب ہوتا تھا۔

شبلی صاحب کی اوس تحریر سے جو اونہوں نے اس حلف الفضول کی وجہ تسمیہ میں قلمبند فرمائی ہے۔ ہمارے مندرجہ بالا

بیان کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے ”اس معاہدہ کو حلف الفضول اس لئے کہتے ہیں کہ اول اول اس معاہدہ کا خیال جن لوگوں کو ہوا ان کے نام میں فضیلت کا مادہ داخل ہے یعنی فضل بن حرث فضیل بن وداعہ اور مفضل۔ یہ لوگ بنی جرہم اور قطورا کے قبیلے کے لوگ تھے“ یہ تحریر بتلا رہی ہے کہ دیگر قبائل کے لوگ تو اس معاہدے میں شریک ہوئے لیکن قریش میں سوائے تین قبائل کے اور کسی کو اس میں شرکت کی توفیق نہ ہوئی جسکی وجہ صرف وہی ہو سکتی ہے جو اوپر لکھی گئی۔

لیکن شبلی صاحب نے اپنی اس تحریر میں اپنے سابق مختار سے انحراف فرمایا ہے۔ آپ کے سہو و ذہول کا یہ طریقہ آپ کی تالیفات میں اکثر مقامات پر پایا جاتا ہے۔ اس واقعہ کی ابتدا میں تحریر فرمایا گیا ہے ”جنگ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیر ابن عبدالمطلب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور خاندان کے سرگروہ تھے یہ تجویز پیش کی“ غرضکہ بنی ہاشم کے ساتھ اس خیال کی اولیت کا خود اعتراف فرما لیا گیا ہے اور اپنا یہ اقرار و اعتراف بھی طبقات ابن سعد کے حوالے پر محول کیا ہے جسکی اصل عبارت ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ اور جس میں آل ہاشم کا اس خیال و تجویز میں سب سے پہلے سبقت کرنا بالتصریح مندرج ہے۔ پھر باوجود اس اقرار و اعتراف کے مندرجہ بالا عبارت میں کیونکر اور کس بنا پر لکھا جاتا ہے کہ اول اول اس معاہدہ کا خیال جن لوگوں کو آیا انکے نام میں لفظ فضیلت کا مادہ داخل تھا یعنی فضل ابن حرث فضیل بن وداعہ اور مفضل۔ یہ لوگ جرہم اور قطورا کے قبیلہ سے تھے“ تو گویا معلوم ہوا کہ اسکی اولیت بنی ہاشم سے صحیح نہیں ہے بلکہ بنی جرہم اور بنی قطورا اسکے موجد اول ہیں شبلی صاحب کے ان اعتراف و اختلاف کو غور سے دیکھکر اہل بینش آپ کی تلون مزاجی اور تغیر طبعی کا خود اندازہ کر لینگے۔ وجہ تسمیہ جو مادۂ فضل کی رعایت سے بتلائی گئی ہے اسکی اصلی ماخذ کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ اور عبارت زیر بحث حاشیہ میں امام سہیلی کے اسناد سے جو وجہ تسمیہ بتلائی گئی ہے وہ امام سہیلی کی خاص رائے ہے۔ اس بنا پر آپ کی دوسری توجیہ سے پہلی توجیہ زیادہ قریب الفہم ہے حقیقت یہ ہے کہ طبقات وغیرہ میں اسکی وجہ تسمیہ خاص طور پر نہیں لکھی گئی۔ متاخرین نے اپنی جدت طبعی سے ویسی توجیہیں قایم کی ہیں ممکن ہے کہ انمیں سے کوئی صحیح ہو لیکن ان پر قطعی اعتبار دشوار ہے۔)

تزویج باحضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا۔

شبلی صاحب نے سیرۃ النبیؐ میں واقعہ تزویج کو بنائے کعبہ کے واقعہ کے بعد لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۱۳۷۔ آپ کی یہ ترتیب آپ کی ذاتی تجدید ہے۔ اور ابن ہشام۔ طبری اور ابن سعد وغیرہم۔ قدیم عربی ماخذوں کی ترتیب سے بالکل خلاف ہے میرے نزدیک ڈیڑھ ہزار برس بعد والے مؤلف کو ان امور میں مجدد بننے کے شوق سے مقلد رہنا ہی بہتر ہے۔ اسلئے ہم سیرۃ النبیؐ کی ترتیب کے خلاف اسوۃ الرسولؐ میں تزویج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ کو تعمیر کعبہ کے واقعہ سے پہلے بیان کرتے ہیں۔

حلف الفضول کے معاہدے کے وقت آپ کا سن بیس برس کا ثابت ہو چکا ہے۔ اور آپکی تزویج کو تمام مورخین و محدثین آپ کی پچیس برس کی عمر میں بتلاتے ہیں۔ اس مختار متفقہ کے رو سے واقعہ تزویج معاہدہ حلف الفضول کے پانچ برس بعد

واقع ہوا۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ حضرت ابی طالب کی ہمراہی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے قافلہ تجارتی کیساتھ سفر کیا تھا اسوقت سن مبارک بارہ یا تیرہ برس سے زاید کا نہین تھا۔ اس بنا پر ثابت ہے کہ آپ نے بارہ برس کی عمر ہی سے مشغلۂ تجارت کیطرف اپنی مقدس طبیعت کا میلان ظاہر فرمایا تھا۔ طبیعت ہمایونی کی یہ قدرتی اور موروثی موزونیت تھی قدرت کا منشا تو بالکل کھلا ہوا ہے۔ وہ یون کہ اتنی کمسنی مین اس مشغلہ کاروبار کیطرف طبع مقدسہ کا میلان اور رجحان نمایان ہونے لگا۔ جس زمانہ مین عام فطرت والے بچے سوائے کھیلنے کودنے کے ترتیب معاشرت اور تحصیل معیشت کی کسی فکر و تلاش کیطرف مائل نہین ہوتے۔ موروثی یون کہ ولادت باسعادت سے ہزارہا سال پیشتر سے آپ کا خاندان اعلیٰ اور دودمان والا۔ جو اولاً بنو اسمٰعیل اور آخراً قریش کے مخصوص نام و لقب سے تمام اقطاع عالم مین مشہور و معروف تھا ہمیشہ اور برابر تجارت پیشہ رہا اس مشہور عالم سلسلہ مین قصی کے وقت سے کاروبار تجارت کے فروغ یابی کی عملی تدبیرین جاری کیگئین اور کئی بادیگر آپ کے جد بزرگوار ہاشم ابن عبد مناف کے زمانہ مین وہ تدبیرین کامیابی کے نقطۂ کمال تک پہونچین۔ یہان تک کہ سلاطین غیر ممالک اور اقوام غیر نے بھی تجار قریش کے راہداری اور آسانی کاروبار کے لئے معاہدے لکھے اور پروانہ راہداری دیے اور اپنے قلمرو مین اطلاع عام کی ضرورت سے اسکے اعلان جاری کئے۔ جیسا کہ ہاشم ابن عبدالمطلب کے حالات مین تفصیل سے لکھا گیا ہے اسی طرح مسلسل طور پر ہاشم کے بعد مطلب مطلب کے بعد عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے بعد ابیطالب۔ اس سلسلہ کے تمام بزرگوار کاروبار تجارت فرماتے رہے اور معیشت کا وہ طریقہ اور عام ذریعہ جو مدتہائے دراز سے اس سلسلہ مین چلا آتا تھا وہی اسوقت تک قایم اور مستقل رہا۔ اس بنا پر مولوی شبلی صاحب کا یہ لکھنا بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ سن رشد کو پہونچنے کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب فکر معاش ہوئی تو تجارت سے بہتر کوئی پیشہ نظر نہین آیا"

آپ نے اپنے اس موروثی مشغلہ کی ابتدا اپنے خاص اور تنہا سرمایہ سے نہین کی۔ بلکہ مشترکہ سرمایہ سے۔ اسکی خاص وجہ خاص سرمایہ کی کمی تھی اور یہ بالکل ظاہر تھی اسلئے کہ نہ حضرت عبداللہ کوئی ایسا سرمایہ چھوڑ گئے تھے اور نہ حضرت ابیطالب اپنی کثیر العیالی اور خرچ عیالداری کی مجبوریون سے کسی علیحدہ اور کافی رقم کا اسپر اضافہ کرسکتے تھے۔ ان دقتون کی وجہ سے مشترکہ سرمایہ سے آغاز تجارت کا طریقہ اختیار فرمایا گیا اور یہ نہایت آسانی سے قایم ہوگیا۔ اس لئے کہ اوسوقت یہ دستور جاری تھا کہ سہولیت کی غرض سے اکثر لوگ اپنا سرمایہ کسی امانتدار اور ہوشیار شخص کو تجویز کرکے سپرد کردیتے تھے۔ منافع مین اوسکو اپنا سہیم بنا لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کے مشغلہ کو اسی طریقہ سے شروع کیا اور لوگون نے بھی آپ کے ساتھ معاملت کو بطیب خاطر قبول کرلیا۔ کیونکہ ہر شخص آپ کی دیانت امانت اور صداقت کا تجربہ کرچکا تھا۔

شبلی صاحب نے آنحضرت صلعم کے حسن معاملت کی چند مثالین سیرۃ النبی مین نقل کی ہین۔ ہم بھی اون کو اپنے بیان کی تصدیق کے لیے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

عبداللہ بن ابی الحمسا ایک صحابی بیان کرتے ہین کہ بعثت سے پہلے مین نے آنحضرت صلعم سے خرید و فروخت کا معاملہ

کیا تھا۔ کچھ معاملہ ہو چکا تھا کچھ باقی تھا۔ مین نے کہا پھر آؤن گا۔ اتفاق سے مجھکو تین دن تک اپنا وعدہ یاد نہ آیا تیسرے دن جب وعدہ گاہ پر پہونچا تو آنحضرت صلعم کو اوسی جگہ منتظر پایا۔ لیکن اس خلاف وعدگی سے آپکی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ صرف اسقدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی۔ مین اس مقام پر تین دن سے موجود ہون۔

سائب نام ایک صاحب جب مسلمان ہو کر خدمت اقدس مین حاضر ہوئے تو لوگون نے اونکی تعریف کی آپنے فرمایا مین انکو تم سے زیادہ جانتا ہون سائب نے کہا میرے مان باپ آپ پر قربان ہون۔ آپ میرے شریک تجارت تھے لیکن ہمیشہ معاملہ صاف رکھا فکنت لاتدارئ ولاتماری۔ نہ میرا آپ کے ذمہ نہ آپ کا میرے ذمہ کچھ باقی ہے۔

قیس ابن سائب مخزومی ایک اور صحابی تھے۔ آپ کے شریک تجارت تھے۔ وہ بھی انھین الفاظ کے ساتھ آپ کے حسن معاملہ کی شہادت دیتے ہین۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۱۳۶

سب کے ساتھ کاروبار مین آپ کی صفائی۔ معاملت تجارت مین اور شرائط مشارکت مین شرکاء کے ساتھ آپ کی سچائی چارون طرف مشہور ہو گئی تھی۔ امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ عموماً تمام تجار اور اہل کاروبار آپ کی خوش معاملگی و صفائی کے گرویدہ تھے۔ تجارت کی غرض سے آپ نے بصرے اور شام کا سفر کیا تھا اور پہلے انھین دونون مقامون مین اسباب تجارت فروخت کرکے اپنے حسن تدبیر و خوش نظمی سے کافی نفع اوٹھایا تھا۔ پھر جیون جیون سرمایہ مین ترقی ہوتی گئی سلسلہ تجارت مین بھی اضافہ ہوتا گیا شام و بصرے کے علاوہ اور مقامات مین بھی جو تجارت کے مرکزی مقام تھے تشریف لیگئے۔ حباشہ کا بازار عرب مین سالانہ ملکی کاروبار اور خرید و فروخت کے لئے بہت مشہور و معروف تھا۔ تجارت کی غرض خاص سے یہان بھی آپ کا تشریف لانا تاریخون سے ثابت ہوتا ہے۔

یہ واقعات بتلا رہے ہین کہ کاروبار تجارت مین آپ کی صفائی اور سچائی تمام تجارت پیشہ قوم و قبائل پر کامل طور سے اثر پذیر ہو چکی تھی۔ اور ہر شخص اپنے مقام پر آپ کو اپنا کاروبار تجارت سپرد کرنے کا متمنی تھا انھین لوگون مین جناب خدیجہؑ بھی تھین۔

یہ خوش قسمت اور عالی منزلت خاتون شرفائے قریش کے ایک ممتاز خاندان سے تھی۔ پانچوین پشت مین اس خاتون محترمہ کا سلسلۂ نسب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ تجارت اور کاروبار کے اعتبار سے تجار مکہ مین کوئی انکا مقابل نہین تھا۔ طبقات ابن سعد مین لکھا ہے کہ جب اہل مکہ کا قافلہ تجارت کو روانہ ہوتا تھا تو اکیلا حضرت خدیجہؑ کا مال تجارت تمام قریش کے مال کے برابر ہوتا تھا۔ شبلی صاحب اس عبارت کو ابن سعد کی عبارت بتلاتے ہین۔ حالانکہ یہ عبارت طبقات ابن سعد کی نہین ہے۔ بلکہ شرح زرقانی جلد اول صفحہ ۲۳۹ مین واقدی اور دیگر مورخین سے نقل کیگئی ہے۔

شبلی صاحب اسی صفحہ کے زیر حاشیہ لکھتے ہین یکجا تمام حالات دیکھنے ہون تو زرقانی جلد اول ص ۲۲۴ سے ۲۳۶ تک دیکھنا چاہیئے۔ حالانکہ حالات تزویج جناب خدیجہؑ شرح زرقانی مین صفحہ ۲۳۸ سے شروع ہوکر صفحہ ۲۴۵ مین تمام ہوئے ہین

شبلی صاحب کی یہ سہو ہے۔ ان چھوٹی چھوٹی فروگذاشتون کے لئے اہل تالیف قطعی مجبور ہین اور بالکل معفو۔ کیونکہ انکی بنا بالکل ان لوگون کی کثیر المشغلی اور سہو النظری پر مبنی ہے جس سے کوئی نہین بچ سکتا۔

ثروت و اقتدار کے اعتبار سے حضرت خدیجہؑ تمام تجار مین عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھین۔ مکہ اور قرب و جوار کے تمام تجارت پیشہ قوم و قبائل کے لوگ انکے زیر اثر تھے اور دست نگر۔ عادات و اوصاف کے لحاظ سے حضرت خدیجہؑ کی پاک نفسی حسن اخلاق اور عام ہمدردی مشہور آفاق تھی۔ انھین محاسن ذاتی کی خصوصیات سے ایام جہالت ہی مین آپ کا لقب طاہرہ مشہور ہوگیا تھا۔ آپ کے ذاتی اوصاف کے متعلق ابن سعد یہ عبارت نقل کرتے ہین۔

وهي يومئذ اوسط قريش نسبا و اعظمهم شرفا

یہ خاتون اوسوقت تمام قریش مین عالی نسب اور صاحب شرافت تھین۔

ابن ہشام اور طبری کے یہ الفاظ ہین۔

وكانت خديجة تاجرة ذات شرف ومال كثير وتجارة تبعث بها الى الشام فتكون عيرها كعامة عير قريش وكانت تستاجر الرجال وتدفع اليهم المال مضاربة

جناب خدیجۃ الکبریٰ تاجرہ تھین۔ صاحب شرافت اور اہل دولت انکی تجارت کا یہ حال تھا کہ جب قافلہ تجار شام کو جاتا تھا تو اوسمین اکیلا انکا مال تمام لوگون کے مال کے برابر ہوتا تھا۔ تجار آپ سے مال لیکر تجارت کیلئے لیجاتے تھے اور منافع لیکر اصل سرمایہ واپس دیتے تھے۔

شبلی صاحب نے بھی اس مضمون کو سیرۃ النبی صفحہ ۱۲۶ مین لکھا ہے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی حسن معاملات اور مکارم عادات حضرت خدیجہؑ کے میلان خاطر کے باعث ہوئے اور حقیقت مین منشاء قدرت کا یہ مقدمہ تھا۔ ابن ہشام و طبری اسکی حقیقت ذیل کے الفاظ مین لکھتے ہین۔

فلما بلغها عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ما بلغها من صدق حديثه وعظم امانته وكرم اخلاقه بعثت اليه فعرضت عليه ان يخرج في مال لها الى الشام تاجرا وتعطيه افضل ما كانت تعطي غيره مع غلام لها يقال له ميسرة

جناب خدیجہؑ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت بیانی اعلیٰ درجہ کی امانتداری اور اعظم ترین اخلاق کی خبرین پہونچین تو اونہون نے خود اپنی طرف سے اس تصریح کے ساتھ پیام بھیجا اور درخواست کی کہ آپ میرا اسباب تجارت لیکر میرے غلام میسرہ کے ساتھ شام کیطرف جائین تو مین آپ کو اسکے معاوضہ مین اوس سے کہین زیادہ دونگی جو دوسرے تاجر آپ کو دیتے ہین۔ ابن ہشام ۶۷ (مصر) طبری ۱۱۲۶ (جرمن)

طبقات اور مواہب لدنیہ کی عبارات سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ کے ساتھ تعلقات تجارت قایم کرنیکی مشورت ابیطالب نے دی تھی۔ اور جب اس امر مین آنحضرت صلعم کا امتزاج لیلیا تو حضرت خدیجہؑ سے اسکی خود تحریک فرمائی۔ طبقات ج ۱ ص ۸۲ زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص ۱۹۹ ج ۲۔ اگرچہ مندرجہ بالا عبارت سے آنحضرت صلعم کی ترقیب و درستی حیثیت کی نسبت حضرت ابیطالب کے خالص مربیانہ طرز عمل ثابت ہوتے ہین لیکن جب اسکے دوسرے پہلو پر نظر ڈالی جاتی ہے اور ابیطالب کی حیا و ہمت بصرو

قناعت پر جو بنی ہاشم کا تمغائے شرافت تھی۔ خیال کیا جاتا ہے تو ابن ہشام اور طبری کے بیانات و مندرجات صحت و واقعیت سے قریب تر ثابت ہوتے ہین۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت خدیجہؑ کے اس پیام اور مجوزہ انتظام کو سنکر منظور فرمالیا اور اونکی غلام میسرہ نامی کے ہمراہ سامان تجارت لیکر شام کیطرف روانہ ہوگئے۔ اس سفر مین آپ کی حسن تدبیر اور سلیقہ شعاری سے حضرت خدیجہؑ کی تجارت مین امید سے زاید نفع ہوا۔ میسرہ ایک زمانہ سے اپنی مخدومہ کے کل کاروبار کا مختار تھا۔ وہ بھی آنحضرت صلعم کے خوش خلقی اور لین دین خرید و فروخت مین خوش سلیقگی دیکھکر دنگ ہوگیا۔ معاملات تجارت مین میسرہ نے آپ کی ایسی خوبیان مشاہدہ کین۔ جو اسنے دیکھین کیا کبھی سنی بھی نہین تھین۔ کاروبار تجارت سے فراغت پاکر جب قافلہ مکہ مین لوٹ آیا تو میسرہ نے اپنے تمام مشاہدات جناب خدیجہؑ سے دُہرادیے۔

تمام اہل تاریخ و سیرت نے اسی واقعہ کو حضرت خدیجہ کے میلان خاطر کا باعث بتلایا ہے۔ اور اون کے ساتھ تعلقات تجارت کے سلسلہ مین صرف اسی ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ مگر شبلی صاحب نے صحت کے ساتھ محققانہ طور پر ثابت فرمایا ہے کہ اس سے پہلے بھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے کاروبار مین اپنی غایت درجہ کی خوش سلیقگی حسن معاملت اور دیانت و امانت ثابت فرمائی ہے۔ اونکی مفصلۂ ذیل عبارت سے پورا انکشاف حال ہوجاتا ہے۔

حضرت خدیجہ نے جہان جہان آپ کو تجارت کی غرض سے بھیجا تھا۔ ان مین جرش[۱] بھی تھی جو یمن مین ہے حاکم نے مستدرک مین لکھا ہے اور ذہبی نے بھی تصدیق کی ہے کہ جرش مین آپ دو دفعہ تشریف لیگئے اور ہر دفعہ حضرت خدیجہؑ نے معاوضہ مین ایک اونٹ دیا۔ سیرۃ النبی ص ۱۰۸

ابن ہشام اور ابن سعد کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت خدیجہ کی طرف سے تزویج کی سلسلہ جنبانی شروع کیگئی اور نفیسہ بنت منیہ شادی کا پیام لیکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئین۔ ابن سعد ان الفاظ مین حقیقت حال کو بیان کرتے ہین۔

عن نفیسہ بنت منیّہ قلت کانت خدیجۃ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزّی بن قصی امراۃ حازمۃ جلدۃ شریفۃ مع ما اراد اللہ بہا من الکرامۃ والخیر وھی یومئذ اوسط قریش نسبا و اعظمھم شرفا و اکثرھم مالا و کل قومہا کان حریصا علی نکاحہا لو قدر علی ذلک قد طلبوا ہا و بذلوا بہا الاموال فارسلتنی دسیسا الی محمد صلعم بعد ان ارجع

نفیسہ بنت منیّہ کا بیان ہی کہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بڑی ہوشیار اور شریف ترین خاتون تھین اور باین ہمہ خدای سبحانہ تعالیٰ کا ارادہ توفیق خیر و برکت کے ساتھ اونکا رفیق تھا وہ اس زمانہ مین باعتبار حسب و نسب کے اعلیٰ ترین قریش تھین فضل و شرف کے لحاظ سے بھی اونمین اعظم ترین اور مال و دولت کے شمار سے تمام قریش سے زیادہ متمول اور خوشحال قوم و قبیلہ کے تمام لوگ ان سے نکاح کرنے کے متمنی تھے۔ اور حتی الامکان

[۱] جرش بالضم فتح الرائے یمن مین ایک شہر ہے۔ یہان کا چمڑا اور اونٹ مشہور رہے ہے۔ ہمیم ابن جراشہ صحابی اور اسد بن عبد الملک یہین کے رہنے والے تھے۔ قاموس اللغات۔

فی عیر من الشام فقلت یا محمدؐ ما یمنعک ان تزوج فقال ما بیدی ما اتزوج به قلت فان کفیت ذلک ودعیت الی الجمال والمال والشرف والکفاءۃ الا تجیب قال فمن هی قلت خدیجۃ وقال کیف لی بذلک قالت قلت علیّ قال فانا افعل فذهبت فاخبرتها فارسلت الیه ان ائت الساعۃ کذا وکذا وارسلت الی عمها عمرو بن اسد لتزوجها فحضر ودخل رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم فی عمومته فتزوجه احدهم طبقات ابن سعد ص

اسکے نفیسہ ساعی تھی۔ اگرچہ اسکے لئے جناب خدیجہ اونکے تمام احوال بھی طلب فرمایئں تو وہ مذکرنیکے لئے حاضر تھے نفیسہ کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہؑ نے شام سے قافلہ تجارت کے واپس آنیکے بعد مجکو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیام نکاح لیکر بھیجا۔ میں نے حاضر خدمت ہوکر عرض کی۔ اے محمد صلعم آپکو اب اپنا بیاہ کر لینے کے لئے کون شے مانع ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے جس سے میں اپنے بیاہ کا قصد کروں۔ میں نے کہا کہ اگر میں اس امر میں آپکی کفالت کروں اور ایک ایسی جگہ آپکی نسبت لگادوں جو صاحب شرف و وجاہت وصاحب مال و دولت بھی ہو اور آپ کی کفالت بھی کرسکے۔ توکیا ایسی حالت میں آپ اوسے قبول فرمایئں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ کون ہیں؟ میں نے کہا وہ خاتون معظمہ خدیجہؑ ہیں۔ ارشاد ہوا وہ کیسے اس امر پر راضی ہونگی۔ میں نے کہا کہ اسکی ذمہ داری مجھپر ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا میں بیاہ کرونگا نفیسہ کا بیان ہے کہ میں آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد سنکر رخصت ہوئی اور جناب خدیجہ سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت خدیجہؑ نے آنحضرت صلعم کے پاس اوسی روز نکاح مقرر فرماکر کہلا بھیجا اور اپنے چچا عمر ابن اسد کو بھی اسکی خبر کر دی اور صیغہ تزویج پڑھ دینے کے لئے کہلا بھیجا۔ وقت مقررہ پر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اعمام کے ساتھ حضرت خدیجہ کی عصمت سرا میں تشریف لیگئے اور آپکے اعمام میں سے ایک صاحب نے آپ کا خطبہ نکاح پڑھا۔

مولوی شبلی صاحب تزویج کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ واپس آنیکے تین مہینے بعد (سفر شام سے) حضرت خدیجہؑ نے آپ کے پاس شادی کا پیام بھیجا۔ اونکے والد کا انتقال ہوچکا تھا۔ لیکن آپ کے چچا عمر ابن اسد زندہ تھے۔ عرب میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کرسکتی تھیں۔ اور اسمیں بالغہ یا نابالغہ کی قید نہ تھی حضرت خدیجہؑ نے چچا کے ہوتے خود براہ راست تمام مراتب طے کئے۔ تاریخ معین پر ابوطالب اور تمام رؤسائے خاندان جن میں حضرت حمزہ بھی تھے۔ حضرت خدیجہ کے مکان پر آئے۔ ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑہا۔ پانچسو درہم طلائی مہر مقرر پایا۔ سیرۃ النبی ص ۱۴۷

بالغہ کے لئے تو عرب پر موقوف نہیں تمام ممالک اسلام اور غیر اسلام میں بھی یہی حکم و دستور قایم ہے۔ لیکن نابالغہ کے لئے شبلی صاحب کی یہ تعمیم نہ شرعی طریقہ سے ماذون ہے اور نہ عقلی قرینہ سے موزوں۔ کیونکہ نابالغہ میں جبتک سن رشد نہیں پایا جائیگا اسکا کسی قسم کا اقرار یا اعتراف قابل اعتبار نہوگا۔ اسلئے احکام شریعت اور قانون حکومت دونوں نے نابالغہ کے عقد نکاح میں ولایت کی ضرورت کو مشروط کر دیا ہے اور یہ ایسا عام دستور ہے کہ زیادہ تصریح کا محتاج نہیں اس بنا پر بالغہ اور نابالغہ کا ایک حکم خیال کرنا۔ عام اس سے کہ قبل اسلام ہو یا بعد اسلام شبلی صاحب کی عجلت رقمی ہے۔

ابوطالب کا خطبۂ نکاح | شبلی صاحب نے ابیطالب کا خطبہ نکاح پڑھنا تو تحریر فرمایا ہے مگر اوس خطبہ کی عبارت نہیں

نقل فرمائی۔ ہم جانتے ہین یہ آپ کی کوتہ قلمی اور اختصار پسندی کا خاص مقام ہے لیکن واقعات کو کامل تفصیل کے ساتھ فاصکر جب وہ بغیر تلاش موجود ہے اور تمام کتابون مین منقول۔ لکھنا اور بیان کرنا بھی مولف کا خاص کام ہے۔ بہرحال امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ مین علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین۔ امام الحرمین برزنجی اسنی المطالب اور امام دولابی نے اس خطبہ کو بیک لفظ تحریر فرمایا ہے۔ ہم زرقانی سے ذیل مین اس خطبہ کو نقل کرتے ہین۔

الحمد لله الذی جعلنا من ذریة ابراهیم وزرع اسمٰعیل وضئضئ معد وعنصر مضر وجعلنا حضنة بیته وسواس حرمه وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی هذا محمد بن عبد الله لا یوزن برجل الا رجح به شرفا ونبلا وفضلا وعقلا فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل وامر حائل ومحمد من قد عرفتم قرابته وقد خطب خدیجه بنت خویلد وبذل لها ما اجله وعاجله من مالی کذا وهو والله بعد هذا له نبأ عظیم وخطر جسیم۔

تمام تعریف اوس خدائے بزرگ و برتر کے لئے سزاوار ہے جس نے ہمکو ذریت ابراہیمؑ و اولاد اسمٰعیلؑ و نسل معد ابن عدنان اور صلب مضر سے پیدا کیا اور ہمکو اپنے بیت کا محافظ اور اپنے حرم محترم کا نگہبان مقرر فرمایا۔ ہمارے لئے ایک ایسا گھر قرار دیا جس کا خلق خدا حج کرتی ہے اور ایسی متبرک زمین عطا کی کہ جہان خدا کی مخلوق امن باقی ہے یا سوا اسکے خدا نے ہمکو لوگون پر حاکم بنایا۔ اما بعد میرا یہ بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے جس کا اگر کسی شخص سے موازنہ و مقابلہ کیا جاوے تو ازروئے فضل و کمال و باعتبار شرافت و ذہانت یہ گرانقدر نکلے گا یہ مالداری اور دولتمندی مین کم ہے۔ مگر مال کیا ہے۔ ایک ڈھلتی پھرتی چھاؤن ہے جو متغیر اور متبدل ہوجانیوالا حال ہے۔ محمد وہی شخص ہے جسکی قرابت جو کچھ مجھ سے ہے آپ لوگ اوسکو خوب جانتے ہین۔ اوس نے خدیجہ سے تزویج کا ارادہ کیا ہے اور اسطرح مین نے اپنے مال سے اوسکے (خدیجہ کے) مہر موجل (رقم مقررہ) اور صداق معجل (رقم مہر جو بروقت ادا کی جاوے) ادا کردیا۔ مین خدا کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ محمد وہ شخص ہے جسکے لئے کوئی خبر عظیم اور کوئی مہتم بالشان بہرہ یا حصہ نصیب ہونیوالا ہے۔ زرقانی ج ۱ ص ۲۴۲-۲۴۳

اس خطبہ کی پوری نقل و شرح کے بعد زرقانی لکھتے ہین۔

عن الدولابی ان ابی طالب قال وقد خطب اليكم المعشر قریش کریمتکم خدیجه وقد بذل لها من الصداق ما حکم عاجله اثنا عشرة اوقیة ذهبا

دولابی لکھتے ہین کہ خطبہ نکاح مین حضرت ابیطالب کے یہ الفاظ بھی داخل ہین "معاشر قریش مین آپ لوگون کے سامنے خاتون کریمہ خدیجہؑ کا خطبہ نکاح بطیب خاطر پڑھتا ہون اور اونکے صداق مہر اور معجل مین بارہ اوقیہ سونا دیتا ہون۔

حافظ جمال الدین محدث شیرازی۔ روضۃ الاحباب مین ابیطالب کے یہ الفاظ تحریر کرتے ہین۔

قد خطب ابو طالب خدیجة بنت خویلد وقال لها الصداق اجلة وعاجلة عشرون بکرة من مالی۔

خدیجہ بنت خویلد کا مین (محمد صلعم کیطرف سے) خطبہ نکاح پڑھتا ہون اور اونکے مہر موجل و معجل مین بیس مہار اونٹ جو میری ملکیت سے

ہیں ادا کرتا ہوں۔ روضۃ الاحباب ۱۰۶۔ روضۃ الصفا۔ خاوند شاہ سمرقندی۔ جلد سوم میں بھی یہی الفاظ مرقوم ہیں۔

ورقہ بن نوفل کا خدیجہؑ کی طرف سے خطبۂ نکاح

علامہ زرقانی واقعہ تزویج کے سلسلہ میں کتاب منتقی کی سند سے لکھتے ہیں۔

فی المنتقی فلما اتم ابوطالب الخطبة تکلم ورقة بن نوفل فقال الحمد لله الذی جعلنا کما ذکرت وفضلنا کما علی عددت فنحن سادة العرب وقادتها وانتم اهل ذلك کله لا ینکر العشیرة فضلکم ولا یرد احد من الناس فخرکم وشرفکم وقد رغبنا فی الاتصال بحبلکم وشرفکم فاشهدوا علی معاشر قریش بانی قد زوجت خدیجة بنت خویلد من محمد بن عبد الله علی اربعمأة دینارا ثم سکت فقال ابوطالب قد احببت ان یشرکك عمها فقال عمها یا معاشر قریش انی قد انکحت محمد بن عبد الله من خدیجة بنت خویلد وشهد علی ذلك صنادید قریش۔

منتقی میں مرقوم ہے کہ جب ابیطالب اپنا خطبۂ نکاح ختم کر چکے تو ورقہ ابن نوفل نے یوں تقریر کی۔ وہ خدا قابل ستائش ہے جس نے ہم لوگوں کو ان اوصاف سے موصوف کیا۔ جس کا آپنے (ابوطالبؑ) ذکر کیا۔ اور ہم لوگوں کو وہ فضائل عنایت کئے جن کا شمار و انحصار آپنے فرمایا ہم لوگ سردار قوم عرب ہیں اور پیشوائے قوم اور آپ حضرات (بنی ہاشم) وہ بزرگوار ہیں جنکے فضائل سے کسی قبیلہ اور عشیرہ کو انکار ہو ہی نہیں سکتا اور آپ کے مفاخر و مشارف پر کسی فرد واحد کو حرف گیری کی جرأت ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم لوگوں نے بطیب خاطر آپ حضرات سے پیوند کرنا چاہا اور آپکے مشارف میں شریک ہونا قبول کیا۔ اے معاشر قریش۔ آپ حضرات اسکے گواہ رہیں کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبد اللہؐ کے ساتھ چار سو دینار مہر پر بیاہ دیا۔ یہ کہکر ورقہ خاموش ہو گئے۔ تو حضرت ابیطالبؑ نے ان سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ اس تصدیق و شہادت میں خدیجہ کے چچا کو بھی شریک کریں۔ یہ سنکر اونکے چچا اسد اوٹھکر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے معاشر قریش آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبد اللہ سے کر دیا۔ تمام صنادید قریش نے اسپر گواہی دی ص ۲۴۴

علامہ زرقانی اس کے بعد منتقی کے اسناد سے لکھتے ہیں۔

فرح ابیطالب فرحا شدیدا وقال الحمد لله الذی اذهب عنا الکرب ورفع عنا الهموم

ابیطالبؑ کو اس تزویج سے بڑی مسرت ہوئی اور فرمایا خدا کا شکر ہے جسنے ہمارے مشکلات و مہمات کو دور فرمایا۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و نگرانی اور آرام رسانی کے متعلق حضرت ابیطالبؑ کے تعلقات اور جذبات کا اندازہ کرنا اور انکو عام واقعات کی طرح پایۂ ثبوت تک پہونچانا۔ اصول فطرت کے خلاف کوشش کرنا ہے۔ ہر باپ کو اپنے بچہ کی محبت ہونا لازمۂ فطرت ہے۔ اسلئے مشاہدات کا ثبوت کیا اور بدیہیات پر بحث کیسی۔ حضرت ابیطالبؑ نے اپنے خطبہ میں اپنے ان جذبات کو جن بلیغ اور پرمعنی الفاظ میں بیان فرمایا ہے وہ انکشاف حقیقت کیلئے کافی ہیں۔ وہ یہ ہیں محمد من قد عرفتم قرابته محمدؐ سے میری قرابت کو سب جانتے ہیں۔ اس سے زاید نہ کسی انکشاف کی ضرورت تھی اور نہ کسی تفصیل و تشریح کی احتیاج ابیطالبؑ کا وہ خطبۂ نکاح جو اوپر نقل ہو چکا ہے ماسوا اسکے کہ زبان عرب کی فصاحت و بلاغت کا بینظیر و بیمثال نمونہ ہے اور

مفاخر و مشارت بنی ہاشم اور اونکے خاندانی عظمت و وجاہت کے کمالات کا آئینہ اور حقیقتاً حضرت ابی طالب کے یہ اظہار مفاخر خود نمائی اور خودستائی کی غرض سے بےموقع اور ناموزون نہین تھے۔ بلکہ مناسبت وقت کے اعتبار سے بالکل مطابق کیونکہ تاریخ سے تبلاتی ہے کہ جناب خدیجہ کی خواستگاری کیلئے تمام اکابر وعمائد قریش اپنی مرفہ الحالی اور فارغ البالی کے لحاظ سے مدت سے ساعی تھے۔ اونکی تمنا کے خلاف ابیطالب کے ایسے متوسط الحال شخص کے گھر مین حضرت خدیجہ کا بیاہا جانا اور اُس نسبت پر اُس خاتون ذی اقتدار کا بلا عذر و تامل راضی ہو جانا عموماً حیرت خیز اور تعجب انگیز تھا خصوصاً عمائدین و اکابرین قریش کے اُسی طبقہ مین اسکے باعث اوس وجہ کی تلاش وامنگیر تھی۔ جو حصول مدعا سے محروم و ناکام رہ گئے تھے۔ اس بنا پر حضرت ابیطالب کو یہ تبلا دینا نہایت ضروری تھی کہ مال و دولت کی کثرت حسبی عظمت اور نسبی شرافت کا مقابلہ نہین کرسکتی۔ اسمین شک نہین کہ باعتبار قومیت کے تمام قریش یکسان ہین لیکن تاہم بنی ہاشم کا قبیلہ اپنے اخلاقی و روحانی اوصاف سے اون مین خاص طور پر ممتاز ہے اور حسب اعزاز اونکے یہی مفاخر و مشارت خاص طور پر اس تزویج کے اصلی باعث ہوئے ہین۔ اور انھین اوصاف مخصوصہ کو حضرت ابیطالب نے نہایت وضاحت سے اپنے خطبہ تزویج مین اون الفاظ کے ساتھ یاد دلایا ہے جعلنا حضنة بيته وسوّاس حرمه وجعل لنا بيتا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا الحكام على الناس۔ خدا نے ہمکو اپنے گھر کا محافظ اور حرم کا نگہبان بنایا اور ہمکو وہ گھر دیا جسکا لوگ حج کرتے ہین اور اوسکو تمام مخلوق کیلئے جائے امن بنایا اور ہمکو لوگون پر حاکم بنایا۔ یہ الفاظ بنی ہاشم کے فضائل و خصائص کو اس اہمیت سے ثابت کررہے ہین کہ امراء اور رؤسا قریش کے موجودہ مجمع مین کسی فرد واحد کو عذر و تامل کی مجال نہوئی۔ بلکہ ورقہ بن نوفل نے اپنے خطبہ مین ان تمام مفاخر و خصائص کو معترفانہ طریقہ سے تسلیم کرکے بنی ہاشم کی ترجیح کو تمام قریش کے مقابلہ مین امر مسلمہ اور مسئلہ مصدقہ ثابت کردیا ہے۔ حضرت ابیطالب نے مال و دولت کی ہستی ناپائدار اور وجود بے اعتبار کو جن الفاظ مین بیان کیا اوس سے بہتر بیان کے لئے کوئی دوسرا طریقہ نہین ہوسکتا تھا۔ اپنے مالی ضعف کے اعتراف کے ساتھ اپنے خاص سرمایہ سے حضرت خدیجہ کا مہر موجل و معجّل طلائی سکون مین ادا کردینا اونکی عالی ہمتی اور بلند حوصلگی کے اظہار کے ساتھ صاف صاف تبلا رہی ہے کہ فیاض کا دست فیض کبھی تہی نہین رہ سکتا۔

ولیمہ نکاح | تزویج کے متعلق عرب مین قدیم سے ایک خاص اور امتیازی دستور ہے۔ سیرۃ الحلبیہ مین خصوصیت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ پہلا ولیمہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صرف خاص سے اس تقریب مین تمام قریش کو دیا اونکی عبارت یہ ہے۔ وهو اوّل وليمة اولمها صلى الله عليه واله وسلم۔

جناب خدیجہ کی طرف سے بھی ولیمہ کا سامان کیا گیا امرت خديجة عمها بنحر ابكرا من بكرانك واطعم الناس هلم مع اهلك فاطعم الناس۔ حضرت خدیجہ نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ اپنے اونٹون مین سے ایک اونٹ ذبح کرین اور مع اپنے اہل و عیال کے شریک ہوکر تمام لوگون کو کھانا کھلوائین۔ چنانچہ تمام لوگون کو دعوت ولیمہ دی گئی۔

حضرت خدیجہ کی دعوت ولیمہ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا خوشنما منظر اور اس تقریب مین

جانبین کی قلبی مسرت کا عالم۔ صاحب کتاب منتقیٰ نے اِن الفاظ مین دکھلایا ہے۔

ودخل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال معہا فقرء اللہ تعالیٰ عینہ وفرح ابو طالب فرحا شدیدا

جب سرعوت مین آنحضرت صلعم داخل ہوئے تو تمام حاضرین کی آنکھین ٹھنڈی ہو گئین اور حضرت ابیطالب کو بیحد مسرت حاصل ہوئی۔

واقعہ تزویج مین بھی بعض غلط بیانات داخل ہو گئے ہین شبلی صاحب اِن واقعات کی صفحہ ۱۳۰ مین اِن الفاظ کیساتھ تنقید فرماتے ہین

بعض روایتون مین آیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے والد زندہ تھے اور انکی موجودگی مین نکاح ہوا لیکن وہ شراب مین مخمور تھے۔ جب ہوش مین آئے تو نکاح کا حال سُنکر بہم ہوئے کہ برابر کا جوڑ نہین لیکن یہ روایت صحیح نہین امام سہیلی نے تبصریح اور بدلیل ثابت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کی والد جنگ فجار کے قبل انتقال کر چکے تھے۔

اسکے علاوہ طبقات ابن سعد مین اگرچہ اس روایت کو نقل کیا ہے مگر پھر اِن الفاظ مین دیا بھی کر دی ہے۔

فھذا کلہ عندنا غلط ولثبت عندنا المحفوظ عن اھل العلم ان اباھا خویلد بنت اسد مات قبل الفجار وان عمھا عمرو ابن اسد زوجھا رسول اللہ صلعم

یہ تمام واقعات میرے نزدیک بالکل غلط اور محض بے اصل ہین اور صاحبان علم و اطلاع کے محفوظ طریقہ سے جو میرے نزدیک ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اونکے باپ خویلد بن اسد جنگ فجار کے قبل ہی مر چکے تھے۔ اور اون کے چچا عمرو ابن اسد نے حضرت خدیجہ کو آنحضرت صلعم کے ساتھ بیاہا تھا۔"

اِسی طرح بعض کتابون مین ایک اور غلط واقعہ اسکے متعلق پایا جاتا ہے جو شاید شبلی صاحب کی نظر سے نہین گذرا اور اگر گذرا بھی تو آپ نے اوس سے خاصکر چشم پوشی اختیار فرمائی۔ وہ غلط واقعہ آنحضرت صلعم کی محفل عقد مین حضرت ابوبکر کی شرکت کا ہے جسکی حقیقت ہم شرح زرقانی سے ذیل مین لکھتے ہین۔ مواہب لدنیہ کے اِس اصل فقرہ کی شرح مین کہ حضرہ ابو طالب و رؤسا مضر فخطب ابو طالب۔ زرقانی کے الفاظ شرح یہ ہین ھذا ھو الصواب المذکور فی الروض وغیرہ وما فی نسخ ابوبکر رضی اللہ عنہ لا اصل لہ۔ قول صحیح و درست یہی ہے جیسا کہ کتاب روض وغیرہ مین مذکور ہے (ابو طالب اور رئیسان مضر شریک تھے اور ابو طالب نے خطبہ پڑھا) اور کتابون مین جو حضرت ابوبکر رض کی شرکت کے متعلق جو لکھا گیا ہے وہ بالکل بے اصل ہے [۱]

تعمیر خانہ کعبہ اسوقت تک کعبہ ایک مکعب چار دیواری تھی قدِ آدم اونچی۔ اوپر چھت نہ تھی۔ نہ دروازہ تھا نہ کواڑ ے۔ اہل عرب اپنے موجودہ تمدن کے مطابق اس برہنہ دیوارون کی قیمتی پوششون سے آرایش کیا کرتے تھے۔ اور ہر سال اپنے کمال عقیدت سے سوزن کار ریشمی پردے چڑھایا کرتے تھے۔ اِن دیوارون کی سادگی اور بیقاعدگی اوسکی قدامت اور عظمت کی اصل حقیقت کو بتلاتی تھی۔ ایک بار خوشبودان مین خوشبو سلگ رہی تھی۔ لوگون کی غفلت سے خانہ کعبہ کے پردے مین آگ لگ گئی۔ اور وہ مشتعل ہو کر چارون طرف پھیل گئی۔ چھت ہوتی تو نقصان ہوتا برہنہ دیوارون کو تو کوئی حرج نہین پہونچا۔ لیکن اوپر سے نیچے تک بالکل سیاہ ہو گئین بعض روایتون سے بیت آلہی کی یہ بدنما

[۱] شرح زرقانی ص ۲۴۲۔

سیلاب ہی قریش کے لئے تعمیر کعبہ کی تجدید کا باعث ہوئی - مگر عام طور سے محققین نے ایک دوسرے باعث کو اسکی تعمیر کا سبب بتلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ نشیب مین واقع تھا شہر کے بالائی حصہ سے ہر سال بکثرت پانی آتا تھا اور عمارت کو نقصان پہونچاتا تھا قریش نے اسکی حفاظت کی یون تدبیر کی تھی کہ اکثر مقامات مین پانی روکنے کیلئے بڑے بڑے بند باندھ دیئے تھے لیکن سیلاب کی کثرت ان بندون کو بھی توڑ دیتی تھی اور پانی کی روانی کعبہ کی دیوارون کو نقصان پہونچاتی تھی بالآخر قریش نے اسکی ازسرنو تعمیر کا مصمم ارادہ کرلیا حسن اتفاق سے ایک جہاز کنارے سے ٹکرا کر بندر جدہ مین تباہ ہو گیا تھا قریش کو اسکی خبر لگ گئی - ولید ابن مغیرہ اس موقع کو غنیمت پاکر جدہ پہونچا - جہاز تباہ شدہ کی لکڑیان خریدلین - لکڑیان بھی مل گئین اور لکڑیون کے ساتھ بخار اور معمار بھی مل گیا - واقعہ یہ ہے کہ اُس جہاز پر باقوم نامی ایک بخار تھا اور وہی اُس جہاز کا معمار تھا جہاز کی تباہی کے باعث وہ بالکل آشفتہ حال اور پریشان روزگار ہو رہا تھا - باقوم رومی عیسائی تھا بعض اوسکو قبطی الاصل بھی بتلاتے ہین - ولید سے حقیقت اور ضرورت معلوم کرکے باقوم نے تعمیر کعبہ کا وعدہ کردیا - ولید اوسکو اپنے ہمراہ مکہ مین لایا اوسی نے کعبہ کی عمارت کو ازسرنو تعمیر کیا - زرقانی خانہ کعبہ مین آتش زدگی کے واقعہ کو ان الفاظ مین لکھتے ہین -

روی یعقوب بن سفیان باسناد صحیح عن الزھری ان امرأۃ اجمرۃ الکعبۃ فطارت شرارۃ فی ثیابھا فاحرقتھا -

یعقوب بن سفیان نے اسناد صحیح کے ساتھ زہری سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے خانہ کعبہ مین خوشبو سلگائی اوسکی ایک چنگاری پردے پر پڑگئی اور پردہ تمام جلگیا -

بقیہ واقعہ تعمیر کے متعلق ابن سعد کے یہ الفاظ ہین -

کانت الجرف مطلۃ علی مکۃ وکان السیل یدخل من اعلاھا حتی یدخل البیت فانصدع تخافوا ان ینھدم وسرق منہ حلیہ وغزال من ذھب کان علیہ در و جوھر کان موضوعا بالارض فاقبلت سفینۃ فی البحر فیھا روم ورأسھم باقوم وکان بانیا فجنبتھا الریح الی الشعیبۃ وکانت مرفاء السفن قبل جدۃ فتحطمت السفینۃ فخرج الولید بن المغیرۃ فی نفر من قریش الی السفینۃ فابتاعوا خشبھا وکلموا الرومی باقوم فقدم معھم وقالوا ابنینا بیت ربنا فامر اوبالحجارۃ تجمع وتنقی الضواحی منھا فبینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ینقل معھم وھو یومئذ ابن خمس ثلثون سنۃ ص ۹۳ - جز من

شہر مکہ زمین نشیب مین واقع تھا اور بالائی قطع زمین سے شہر مین اکثر سیلاب آیا کرتا تھا اور خانہ کعبہ تک پہونچکر نقصان پہونچایا کرتا تھا - لوگون کو انہدام عمارت کا خوف ہوا اور نیز اسوجہ سے کہ خانہ کعبہ سے غلاف وپردے کی قسم سے کپڑے طلائی ہرنون کے وہ دونون مجسّے جنپر موتی اور دیگر جواہرات جڑے تھے - اور وہ زمین مین مدفون تھے چوری چلے گئے تھے اس اثنا مین رومی تجار کی ایک کشتی آئی - جس کا رئیس باقوم تھا اور وہی اوسکا معمار بھی تھا - باد مخالف نے اُس کشتی کو جدہ سے کچھ دور آگے لا کر ایک کھاڑی مین ڈالدی اور وہین وہ تباہ ہو گئے - یہ خبر پاکر ولید ابن مغیرہ قریش کے اور چند لوگون کو اپنے ہمراہ لیکر اوس کشتی کے مقام پر پہونچا اور کشتی کی تمام لکڑیان جمع کر کے خرید کرلین اور باقوم رومی سے گفتگو کی اور اوسکو اپنے ساتھ مکہ مین لائے اور تعمیر کعبہ پر اوسکو مقرر کیا اور اوسکی ہدایت کے مطابق پتھرون کو مٹی سے صاف کرکے جمع کرلیا - انھین پتھر ڈھونے والون مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم بھی ساتھ ساتھ پتھر ڈھوتے تھے۔ اوسوقت سن مبارک پینتیس سال کا ہو چکا تھا۔

تعمیر کے سب ضروری اسباب فراہم ہو چکے تو عمارت موجودہ کے گرانے کی ضرورت ہوئی۔ خدا کا گھر کون ڈہائے۔ سب کے پائے عقیدت مین لغزش تھی۔ کوئی اس مقدس عمارت کے انہدام پر نہ ہاتھ اوٹھاتا تھا اور نہ پاؤن بڑہاتا تھا سمجھانے والے سمجھاتے تھے کہ یہ گرانا عین اوٹھانا اور یہ انہدام عین قیام و استحکام عمارت ہے۔ الغرض اس مشکل کو بھی ولید بن مغیرہ نے دور کیا اور سب سے پہلے گرانے کے قصد سے کعبہ کی دیوار پر چڑہ گیا۔ تاریخ طبری مین ہے۔

فقال ولید ابن مغیرہ انا ابدءکم فی ھدمھا فاخذ المعول ثم قام علیھا وھو یقول اللھم لا ترع اللھم لا نرید الا الخیر ثم ھدم من ناحیۃ الرکنین فتربص الناس بہ تلک اللیلۃ وقالوا ننظر فان اصیب لم نھدم منھا شیئا ورددناھا کما کانت وان لم یصبہ شئ فقد رضی اللہ ما صنعنا ھدمنا فاصبح الولید بن المغیرۃ من لیلۃ غادیا علی عملہ فھدم والناس معہ حتی انتھی الھدم الی الاساس طبری ۱۳۵ الجزء من

ولید بن مغیرہ نے کہا کہ مین اسکے انہدام کا کام شروع کرتا ہون چنانچہ وہ کدال لیکر دیوار پر چڑہ گیا اور کہنے لگا اے پروردگار تو غضب مین نہ آ میری نیت سوائے خیر کے کچھ اور نہین ہے۔ یہ کہکر ڈہانا شروع کر دیا اور دونون رکن تک کے سرون تک گرا کر کام ختم کر دیا۔ شام ہو گئی۔ تمام اہل مکہ کو رات بھر عجیب بے چینی تھی اور سب کے سب آپس مین کہتے تھے کہ کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور آئے گی۔ کیونکہ خانہ کعبہ کی کوئی شے آجتک ڈہائی نہین گئی تھی کہ پھر اپنے مقام پر نہ پہونچا دی گئی ہو۔ اگر رات بھر مین کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو سمجھا جائیگا کہ خداوند عالم ہمارے اس انہدام کے عمل سے رضا مند ہو گیا۔ خدا خدا کر کے وہ رات خیریت سے گذر گئی۔ صبح کو ولید ابن مغیرہ نے پھر اپنا کام شروع کیا اور لوگ بھی اب شریک ہو گئے۔ یہانتک کہ دیوارین کھُد کر بنیادون تک پہونچ گئین۔

انہدام کعبہ کے خوف و عذاب کی طرف سے جب قریش کو اطمینان ہو گیا تو تمام قبیلون نے آپس مین انہدام کا کام شروع کر دیا اور سب نے ملکر اسکو انجام دیا۔ اسکے آغاز کے وقت ابو وہب جو بہائے شہاور شرفائے قریش مین ایک مشہور و معروف بزرگ تھے۔ اور رشتہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں ہوتے تھے۔ مقامی حاضرین کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ ابن ہشام۔ ابن سعد۔ طبری اور زرقانی نے اونکی تقریر ان الفاظ مین قلمبند کی ہے۔

یا معشر قریش لا تدخلوا فی بنیانھا من کسبکم الا طیبا لا تدخلوا فیھا مھر بغی ولا بیع ربا ولا مظلمۃ احد۔ ابن ھشام۔

اے گروہ قریش۔ بنیاد کعبہ مین وہی شخص داخل ہو۔ جسکے کسب معاش کے طریقے ذریعہ حلال سے ہون وہ شخص نہ آمین آئے جسکے ذمہ دین مہر باقی ہو۔ یا جو سود لیتا دیتا ہو۔ یا جس نے کسی پر ظلم کیا ہو۔

اس تحریر و تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود عام جہالت کے قریش مین خاص احتیاط کرنیوالے معدودے چند حضرات اُسوقت بھی موجود تھے۔ بہرحال۔ بنیادین کھد کر صاف ہو گئین۔ خدا کا گھر بننے لگا۔ بڑے بڑے مالدار اور صاحب ثروت و اقتدار خدا کے بندے۔ پہاڑ سے اپنے سرون پر پتھر ڈہو ڈہو کر لانے لگے۔ فبینما النبی صلعم یحمل الحجارۃ من اجیاد

انھین لوگون مین جناب رسولخدا صلعم بھی پہاڑ سے پتھر ڈہو ڈہو کر لاتے تھے۔ صحیح بخاری مین اس اضافہ کے ساتھ ہے کہ اس محنت مشقت کی وجہ سے آپکے دونون شانے چھل گئے تھے۔ یہ حامل الوحی کے خلوص عبودیت کا مقدمہ ہے۔

موجودہ تعمیر مین نواحیات و اضافات

سلسلۂ تعمیر اسی طرح جاری رہا۔ عمارت بنتی رہی۔ خدا کے عقیدت مند بندے کمال خلوص عقیدت سے کام کرتے رہے۔ اونکے مجموعی خلوص مین کوئی کمی نہین آئی لیکن عین وقت پر سامان عمارت کم ہو گیا۔ ان سامانون مین دیوارون کی ضرورتی چیزین نمٹ گئین جو ہر سب مین وقت پر ملنی دشوار تھین چھت کی کڑیان بھی کم ہو گئین۔ جو کسی طرح فراہم نہ ہو سکین۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ قریش نے قدیم بنیادون کے طول و عرض پاپنی موجودہ تعمیر کا کام آغاز کیا تھا اور موجودہ لکڑیون سے اوسکے مطابق کافی ہو جانے کا اندازہ لگایا تھا مگر جب دیوارین کھنچکر ایک حد تک آگئین تب اونکو اپنے غلط اندازہ کی حقیقت معلوم ہوئی۔ ان لوگون نے طول و عرض مین تو کوئی اضافہ کیا نہین تھا۔ لیکن سیلاب کے آجانے اور نقصان پہونچانے کے حفظ ما تقدم کے خیال سے عمارت کی بلندی مین پہلے سے دوگونہ اضافہ کر دیا تھا۔ بالآخر آپس کی مشورت سے اس مشکل کو یون طے کر لیا کہ لکڑی کے موجودہ انداز تعداد کے موافق تیار شدہ عمارت پر چھت بنا لیجائے باقی عمارت زمین پر صرف چار دیواری بنا کر چھوڑ دیجائے۔ سال آئندہ لکڑی فراہم کر کے بنا لی جائے گی۔ اسی صلاح پر اتفاق کیا گیا۔ ایک نئی دیوار کھینچکر بقیہ زمین علیحدہ کر لیگئی۔ صرف چار دیواری کھینچدی گئی۔ جو حطیم کے نام سے مشہور ہے اور بقیہ زمین پر خانہ کعبہ کی عمارت تعمیر کیگئی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر ہونیکے حالات کو اس تفصیل کے ساتھ عرب کی تاریخون مین کسی مورخ نے ایسا نہین لکھا جیسا کہ علامہ عبدالرزاق صاحب کتاب اخبار مکہ نے۔ ہم اوسکی اصل عبارت ذیل مین درج کرتے ہین۔

فلما اجتمع لہم ما یریدون من الحجارۃ والخشب وما یحتاجون الیہ ھدموا الی ھدمہا فہابت قریش ھدمہا وقالوا من یبدء اینھدمہ فقال الولید بن المغیرۃ انا ابدءکم فی ھدمہ انا شیخ کبیر فان اصابنی امرا کان قد دنا اجلی وان کان غیر ذلک لم یرزءنی فعلا البیت فی یدہ عتلۃ یھدمہ بہا فھدمتہ قریش معہ بہا فہدمت قریش معہ حتی بلغوا الاساس الذی دفع علیہ ابراھیم واسمعیل القواعد من البیت فلما اجمعوا اخرجوا من النفقۃ قلت ما النفقۃ ان تبلغ لہم عمارۃ البیت ویترکوا بقیۃ فی

جب پتھر اور لکڑی سب جمع ہو گئے۔ تو قریش نے کعبہ کے ڈہانے کا ارادہ کیا مگر سب کے سب اس مین گرفتار رہے اور ڈرتے تھے کہ اگر ڈہا دین گے تو خدا جانے کیا آفت آئیگی۔ ولید بن مغیرہ نے اپنا دل کڑا کیا اور کہا کہ مین ڈہانا شروع کرتا ہون مین بوڑھا تو ہو ہی گیا ہون اگر کچھ آفت آئیگی تو کیا میرے مرنے کے دن تو قریب آ ہی چکے ہین چنانچہ ولید بن مغیرہ کعبہ کی دیوار پر چڑہا اور کدال سے ڈہانا شروع کیا پھر سب ملکر ڈہانے لگے اور بنیاد تک جس پر سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل نے چنائی شروع کی تھی کھود کر برابر کر دیا جب سب ڈہا چکے تو معلوم ہوا کہ جو کچھ سامان اونہون نے جمع کیا ہے وہ سب کے بنانے کو کافی نہین ہے۔ آخر سب نے ملکر مشورہ کیا اور اس امر پر اتفاق کیا گیا کہ بنیاد تعمیر گھٹا دیجائے اور جسقدر

الحجر علیہ حداً آ ملداً رایطوف الناس من ورآئہ ففعلوا ذلك وبنوا فی بطن الكعبة اساسا یبنون علیہ من شق الحجر و تركوا من ورآءہ من بناء البیت فی الحجر ستة اذرع و شبرا فبنوا علی ذلك فلما وضعوا ایدیهم فی بناءها قالوا ارفعوا بابها من الارض واكسوها حتی لا تدخلها السیول ولا ترقا الا بسلم ولا یدخلها الا من اردتم ان كرهتم احدا ادا فعتموه ففعلوا ذلك ص ۱۰۹-۱ اخبار مكہ للعبد الرزاق

امکان اور سامان کے مطابق ہو اوسیقدر عمارت بنائی جائے اور بقیہ بنیاد چھوڑ دی جائے اور اوسپر صرف چار دیواری کھینچ دی جائے۔ لوگ پشت سے اوسکا طواف بجا لایا کرین۔ اِس مجبوری کی وجہ سے اونکو اصل عمارت کے اندر سے ایک نئی دیوار بنانی پڑی۔ اور یہی دیوار عمارت مجوزہ کی آخری دیوار قرار پائی جسقدر رکہ اصل کعبہ سے زمین (حطیم) علیحدہ کردیگئی وہ چھ گز اور چھ بالشت۔ ان لوگون نے کعبہ کو چار گز اور ایک بالشت کی کرسی دی اور اسقدر اونچی کرسی پر دروازہ رکھا تاکہ سیلاب کا پانی بھی اندر نہ گھسے اور کوئی شخص بغیر سیڑھی کے نہ چڑھ سکے اور اس ترکیب سے جسکو چاہین نہ جانے دین۔

محمد الامین

الغرض خانہ کعبہ کی موجودہ عمارت طول مین گھٹا کر اور ارتفاع مین بڑہا کر تکمیل کے قریب پہونچگئی۔ اور حجر الاسود کے نصب کا وقت آگیا تو اس قدیم اور قابل التعظیم پتھر کو اس کے مقام پر رکھنے کے لئے قریش مین چشمکین چلنی لگین ہر شخص اس شرفیابی کے لئے خواہشمند رہا اور اس اعزاز کے حصول کے لئے آپس کا اصرار بڑہتے بڑہتے پہلے تکرار پھر جنگ و پیکار کے درجہ تک پہونچگیا۔ قریشیون مین سب سے زیادہ قبیلۂ عبد الدار کشت و خون پر تیار ہوگیا۔ طبری مین اسکی حسب ذیل تفصیل لکھی ہے۔

حتی اذا بلغ البنیان موضع الركن اختصموا فیه كل قبیلة ترید ان ترفعه الی موضعه دون الاخری حتی تجاوزوا وتحالفوا و اعدوا للقتال فقربت بنو عبد الدار جفنة مملوءة دما ثم تعاقدوا هم و بنو عدی ابن كعب علی الموت وادخلوا ایدیهم فی ذلك الدم فی الجفنة

یعنی جب حجر الاسود کو اپنے مقام پر نصب کرنیکا وقت آگیا تو ہر شخص کی تمنا ہوئی کہ مین اسکو اسکے مقام پر رکھون۔ اس بنا پر سب کے سب آپس مین جدل ستیز و تجاوز پر ہو گئے۔ اور قسم کھا کھا کر جنگ و جدال کے لئے مستعد ہوگئے بنی عبد الدار تو یہانتک پرجوش ہو گئے جیسا کہ عرب مین سخت سے سخت قسمون کا انکا دستور تھا کہ اونہون نے خون تازہ سے ایک پیالہ بھر لیا اور دستور جاہلیت کے مطابق اپنے اور بنی عدی بن کعب کے قبیلہ والون کے ہاتھ اوس خون سے بھرے ہوئے پیالے مین ڈلوائے۔ گویا کہ کشت و خون پر نہایت استقلال سے اپنی آمادگی کا اعلان کیا۔

خیریت تھی کہ قریش کے تمام قبیلے نہ اتنے پرجوش تھے اور نہ اتنے برسر پرخاش لیکن تاہم اونکی انانیت اور مخالفت کیا کم تھی نتیجہ یہ ہوا کہ کامل چار دن گذر گئے اور وہ باخود یا کے مشورہ سے اس امر کو تصفیہ نہ کر سکے خدا کے بندے خدا کا گھر تو بناتے تھے لیکن اپنا گھر بگاڑ رہے تھے۔ حقیقی بندہ پرور کو یہ کب منظور رہ سکتا تھا۔ اِسلئے اُس نے اپنے نظام کبریائی کی خاموش تہ میں سے ایک ایسی تدبیر نکالدی کہ اوسکا گھر بھی بنگیا اور قریش کی بات بھی بن گئی۔ ولید ابن مغیرہ نے اونکو یہ کہکر راضی کرلیا کہ اس امر کو قدرت کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جاوے۔ ذاتی انتخاب و تعین موقوف کیا جاوے۔ جو شخص کل صبح کو سب سے پہلے خانہ کعبہ مین

داخل ہو وہی اس منصب جلیل کو انجام دے - خدا کو بات بنانی تھی - سب لوگوں نے یہ شرط مان لی جس اشتیاق و اضطراب میں قریش نے یہ رات کاٹی ہوگی - واقعہ کی اہمیت بتلا رہی ہے - خدا کی قدرت کی کس کو خبر - اوسکی مشیت کا کس کو علم صبح کو خدا کے گھر میں جو شخص سب سے پہلے داخل ہوا وہ قریشیوں کا الامین تھا اور رسول رب العلمین - اب جسقدر جہالت میں پکے تھے اوسیقدر قول و قرار میں سچے - اول تو نقض اقرار اور خلاف معاہدہ ہونیکی وجہ سے اب انکو تامل کی کوئی وجہ باقی نہیں تھی - دوسرے یہ کہ اس عہدہ جلیلہ کی نسبت جناب رسول خدا صلعم کی ہر طرح وعنوان سے موزونیت او صلاحیت اونکے تامل و عذر کیلئے کوئی شوشہ پیدا نہیں کر سکتی تھی اس لئے جمال جہان آرا پر نظر پڑتے ہی ہر شخص کی زبان سے اہلاً و سہلاً کی آوازیں بلند ہونے لگیں - ابن ہشام نے ذیل کی عبارت میں اسکی تفصیل کی ہے -

فمکث قریش علی ذلک اربع لیال او خمسین ثم انھم اجتمعوا فی المسجد وتشاوروا وتناصفوا فزعم بعض اھل الروایۃ ان ابا امیہ ابن المغیرہ وکان یومئذ اسن قریش کلھا فقال یا معشر قریش اجعلوا بینکم فیما تختلفون فیہ اول من یدخل من باب ھذا المسجد یقضی بینکم فیہ ففعلوا فکان اول من دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فلما راؤہ وقالوا ھذا الامین رضینا ھذا محمد صلعم ص، ۶ مطبوعہ مصر

انہیں امور کے تصفیہ میں قریش کو چار یا پانچ راتیں گذر گئیں آخر کار سب مسجد میں جمع ہوئے اور اس امر کے تصفیہ کی نسبت مشورت کرنے لگے - بعض راویوں کا بیان ہے کہ ابا امیہ (ولید) بن مغیرہ جو قریش میں اوسوقت سب سے زیادہ معمر تھا کہنے لگا کہ اے قریش تم لوگ ان باتوں کا یوں تصفیہ کر لو کہ کل صبح کو جو شخص اس مسجد کے دروازے سے پہلے داخل ہو وہی اس خدمت کو انجام دے - سب نے اسی پر اتفاق کر لیا صبح کو سب سے پہلے جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہوا - وہ جناب رسولخدا صلعم تھے جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو چلا اوٹھے یہ تو ہمارے امین ہیں یہ تو محمد (صلعم) ہیں ہم لوگ انہیں پر راضی ہیں -

قریش تو راضی ہو گئے - مگر امین آلہی کی عدالت تنہا اپنی شرفیابی اور امیدواریں کی محرومی پر راضی نہو سکی اوس خلق مجسم نے اونکے شرفیاب و مثاب ہونیکی نہایت آسان اور سہل ترکیب نکال لی - اپنی ردائے مبارک بچھادی سنگ اسود کو اوسمیں رکھکر قریش کے قبائل اربعہ کے چار ممتاز ترین اشخاص کو بلایا - اور ردائے مبارک کا ایک ایک گوشہ اونکے ہاتھوں میں دیدیا اور اسطرح اس ردا کو اوٹھا کر حجر الاسود کے مقام پر لے آئے - یہ لوگ اوس ردا کو اوٹھائے رہے آپنے دست مبارک سے حجر الاسود کو اوسکے مقام پر نصب کر دیا - ابن ہشام ان الفاظ میں اس واقعہ کو لکھتے ہیں -

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ھلم الی ثوبا فاتی بہ فاخذ الرکن فوضعہ فیہ بیدہ ثم قال لتاخذ کل قبیلۃ بناحیۃ من الثوب ثم ارفعوہ جمیعا ففعلوا حتی بلغوا بہ موضعہ وضعہ ھو بیدہ ثم بنی علیہ ص ۶۷

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ایک کپڑا لاؤ - سب لائے آپنے دست مبارک سے حجر الاسود کو اوسمیں رکھا پھر فرمایا ہر قبیلہ اس کپڑے کے گوشہ کو پکڑ لے اور اونچا کرے - سب نے ایسا ہی کیا - یہاں تک کہ اوسکو اصلی مقام پر لے آئے - تب آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے اپنے دست مطہر سے اسکو اٹھا کر نصب کر دیا -

حقیقتاً یہ ذات رسالت کی برکت تھی جس نے اِس آسانی اور سہولیت سے قریش کی مخاصمت کو رفع دفع کردیا نہیں تو آپس کی کشت وخون سے خانہ کعبہ نما جاتا۔ اور پانی کی جگہ خون کا سیلاب حرم محترم مین چارون طرف آجاتا۔ ظاہر مین تو عمارت کی ابتدا سے تعمیر کا یہ پتھر نصب کیا گیا تھا لیکن حقیقت مین خانہ خدا کی تکمیل عظمت کا یہ سنگ آخری تھا جو تمم رسالت اور خاتم نبوت کے دست مطہر سے اسوقت رکھا گیا۔ مولوی شبلی صاحب نے بھی اِس خصوصیت کی نسبت اشارہ فرمایا ہے سیرۃ النبی صفحہ ۱۴۳ کے زیر حاشیہ تحریر فرماتے ہین " یہ ایک حدیث کیطرف تلمیح ہے۔ جس مین آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مین نبوت کی عمارت کا آخری پتھر ہون " لیکن میرے نزدیک یہ صرف تلمیح نہیں ہے بلکہ اِس واقعہ کی تصریح اور کرشمہ قدرت کی کامل توضیح رسالت کی برکت سے قریش کی جہالت کا ایک بہت بڑا فساد عظیم جو ایک دن برپا ہونیوالا تھا رک گیا اور وہ نزاع باہمی سے علیحدہ ہوکر بڑی سرگرمی سے عمارت کی تکمیل پر متفق ہوگئے۔ اور پھر جبتک کہ اسکی عمارت کا کام ختم نہ ہولیا۔ اونمین کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہوا۔ یہ رسالت کے فیصلہ کامل کا اثر تھا۔

بالآخر عمارت کعبہ بن گئی۔ مگر کیسی بنی؟ عمارت ابراہیمی سے طول۔ ارتفاع مین جو کچھ فرق پیدا ہوا تھا اوسکو ہم اوپر بتلا آئے ہین۔ اور اختلافات جو واقع ہوئے۔ اونکو ہم اخبار مکہ کی اصلی عبارت سے ذیل مین درج کرتے ہین۔

فبنوا حتی ارتفعوا اربعۃ اذرع وشبر ثم کبسوھا ووضعوا بابھا مرتفعا علی ھذہ الاذرع فقال لھم باقوم الرومی اتحبون ان تجعلوا سقفھا مکبسا او مسطحا فقالوا ابن بیت ربنا مسطحا قال فبنوہ مسطحا وجعلوا ست دعائم فی صفین فی کل صف ثلاث دعائم واجعلوا ارتفاعھا من خارجھا من الارض الی اعلاھا ثمانیۃ عشر ذراعا وکانت قبل ذلک تسعۃ اذرع فزادت قریش ارتفاعھا فی السماء تسعۃ اذرع اخری وجعلوا میزابھا یسکب فی الحجر وجعلوا درجۃ من خشب فی بطنھا فی الرکن الشامی یصعد منھا الی ظھرھا۔

جب یہ تنازع رفع ہوگئی تو تعمیر شروع ہوئی جتنا کہ کعبہ پہلے زمین سے اونچا تھا۔ قریش نے اوس سے دوگونہ بلند کیا یعنی زمین سے اٹھارہ گز اونچا اور پہلے صرف نو ہی گز تھا جب دیوارین بن چکین تو باقوم نے پوچھا کہ اسکی چھت کیسی بنائی جائے بنگلہ نما یا چورس سب نے کہا کہ ہمارے خدا کے گھر کی چھت چورس بناؤ۔ تب باقوم نے اوسکے عرض سے چھ ستون دو قطارون مین اس غرض سے بنائے کہ ہر قطار مین تین ستون پڑ گئے۔ اور اون پر چورس چھت بنادی۔ وغالباً اسقدر لمبی لکڑی نہیں ہتی کہ پورا شہتیر پڑجاتا اس سبب سے بیچ مین ستون بنانے کی ضرورت ہوئی اور شاید اسوجہ سے باقوم نے بنگلہ نما چھت بنانی چاہی ہوگی تاکہ تیتی پڑجائے اور بیچ مین ستون بنانے نہ پڑین۔ چھت کا پرنالہ اوسنے حجر مین ڈالا۔ جو چھوڑ دیگئی تھی۔ (حطیم) مین اور کعبہ کے اندر ایک کاٹھ کی سیڑھی چھت تک بنائی اور چھت مین ایک روشندان رکھا جس سے کعبہ کے اندر اُجالا بھی رہے اور اسمین سے جب ضرورت ہو کعبہ کی چھت پر چڑھ جاوین۔ ترجمہ منقول از خطبات سید احمد خان صفحہ ۲۹ ۵

مفصلۂ ذیل تفصیل سے قدیم اور موجودہ پیمایش پورے طور سے معلوم ہوجائیگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمارت

بلندی۔ زمین سے چھت تک ۹ گز
طول۔ حجر اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز
عرض۔ رکن شامی سے رکن غربی تک ۲۲ گز
طول۔ رکن غربی سے رکن یمانی تک ۳۱ گز
عرض۔ رکن اسود سے رکن یمانی تک ۲۰ گز

رکن شامی ۳۲ گز رکن اسود
۲۲ گز ۲۰ گز
رکن غربی رکن یمانی

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۱۲ میں علامہ ازرقی کی تحریر سے عمارت ابراہیمی کی جو پیمایش لکھی ہے۔ وہ صرف ایک ہی جانب کے طول و عرض کی تصریح لکھکر ختم کر دی گئی ہے۔ بقیہ دو طرف کی پیمایش کو یہ خیال کر کے پڑھنے والے دو طرف کی پیمایش کو بحساب مساوی خود سمجھہ لین گے نہین لکھا ہے۔ آپ کی اس کوتہ قلمی سے بہت بڑی غلط فہمی کی بنا ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص اس حساب پیمایش سے عمارت کعبہ کو مربع سمجھے گا۔ حالانکہ ایسا نہین کعبہ کی عمارت ایک شکل مکعب ہے نہ مربع اور اسی رعایت سے اس عمارت مقدسہ کا نام کعبہ کہا گیا۔ تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے علامہ ازرقی کی جس عبارت سے اس پیمایش کو لکھا ہے اوسکو پورا پڑھا بھی نہین لیا جس مین دونون طرف کی پیمایش میں اختلاف صاف صاف درج ہین۔ اور جسکو ہم نے اوپر کا نقشہ کھینچکر پوری تفصیل سے دکھلا دیا ہے۔ شبلی صاحب کے ایسے محقق کی یہ کوتہ قلمی کہی جائے یا عجلت رقمی۔ سرسید نے شبلی صاحب سے زیادہ صحیح اور صاف طور پر دونو عمارتون کا اختلاف پیمایش دکھلایا ہے۔ حالانکہ ماخذ دونون کا وہی علامہ ازرقی کی کتاب تاریخ اخبار مکہ ہے۔

تربیت حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام

حوادث کعبہ سے پہلے رسول ؐ کا گھر بس چکا تھا۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس برس کے ہو چکے تھے۔ مولوی شبلی صاحب نے اس زمانہ مین آپ کے صرف مشاغل تجارت کا ذکر کیا ہے اور آپ کے کسی اور خاندانی تعلقات اور ذاتی واقعات پر جن سے آپ کے محاسن اخلاق اور صلہ رحم کی رعایت ثابت ہوتی ہے کوئی توجہ نہین فرمائی ہے۔ حالانکہ ذرا سی زحمت گوارا فرمانیکی بعد یہ واقعات چھوٹی بڑی کتابون مین سیرت و تاریخ کی موجود ہین۔ ممکن ہے کہ آپ نے مدعائے تالیفی سے زاید سمجھکر قلمزد فرما دیا ہو۔ یا اسکے مخفی رکھنے جانے مین آپ کی کوئی غرض خاص حائل ہو گئی ہو۔

بہر حال اسی زمانہ مین حضرت علی مرتضےٰ ؑ کی تربیت و پرورش تعلیم و پرداخت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذمہ لی اور اسی وقت سے شہر علوم ظاہری و باطنی کے دروازے اس کمسن صاحبزادے پر کھلنے لگے۔ حضرت علی رضؑ کا سن

مبارک اسوقت دس برس کا محقق ہوتا ہے - ہشام - طبری اور ابن سعد نے صورت واقعہ یوں لکھی ہے -

وکان ابا طالب ذا عیال کثیر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم للعباس عمہ کان من الیسر بنی ھاشم یا عباس انّ اخاک ابا طالب کثیر العیال وقد اصاب الناس ماتری من ھذہ الازمۃ فانطلق بنا فلنخفف عنہ من عیالہ اخذ من بنیہ رجلا وتاخذ من بنیہ رجلا فنکفھما عنہ قال العباس نعم فانطلقا حتّی اتیا ابا طالب فقالا انا نرید ان نخفف عنک من عیالک حتے ینکشف عن الناس ما ھو فیہ فقال لھما ابا طالب اذا ترکتما لی عقیلا فاصنعا ما شئتما فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم علیّاً فضمہ الیہ واخذ العباس جعفرا فضمّہ الیہ فلم یزل علی ابن ابی طالب مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم حتّی بعثہ اللہ نبیّا فاتبعہ علی فاٰمن بہ وصدقہ ولم یزل جعفر عند العبّاس حتی اسلم واستغنیٰ عنہ

طبری ص ۱۱۶۴

حضرت ابیطالب کثیر العیال تھے - جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عباس سے جو اسوقت تمام قبیلہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ فارغ البال اور خوش حال تھے ارشاد فرمایا کہ آپ دیکھتے ہیں آپ کے بھائی کثیر العیال ہیں (ابوطالبؑ) اور اسوجہ سے تنگ حال - ہم لوگوں کیلئے مناسب ہے کہ اونکی عیالداری کے بار کو ہلکا کر دیں اسطرح سے کہ اونکے بیٹوں میں سے ایک ایک بیٹے کو ہم آپ اپنے اپنے ذمہ لے لیں حضرت عباس نے اس مشورت کو قبول فرمایا - یہ دونوں حضرات حضرت ابیطالبؑ کے پاس تشریف لائے اور اپنی مشورت سے اونکو مطلع فرمایا - یہ سنکر ابوطالب نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو باقی دو بچوں کیلئے جو آپ دونوں صاحب چاہیں انتظام کر لیں - یہ سنکر جناب رسولخدا صلعم نے علی مرتضیٰؑ کو لیکر اپنے عیال میں ملا لیا اور پھر اوسوقت تک کہ جناب رسولخدا صلعم درجۂ نبوّت پر فائز ہو لیے اور علیؑ نے آپکی تصدیق نہ فرمالی اور آپ پر ایمان نہ لائے آپ سے علیحدہ نہ ہوئے - اسی طرح عباسؓ نے جعفر کو لیکر اپنے عیال میں شامل کر لیا - اور جعفر بھی اوسوقت تک کہ آنحضرت پر ایمان نہ لائے اور اپنی معیشت کے کاروبار خود نہ کر سکے حضرت عباس سے جدا نہ ہوئے -

اس واقعہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اون قلبی تعلّقات اور دلی جذبات کو پورے طور سے ثابت کر دیا جو آپ کو اپنے خاندان کے ساتھ عموماً اور حضرت ابیطالب کے ساتھ خصوصاً ہمیشہ دل سے لگے رہتے تھے یہ رعایت صلۂ رحم کے تعلیمی مقدمات تھے - ابوطالب کے ساتھ خصوصیت تو صرف اس سے ظاہر ہے کہ بجائے اسکے کہ پہلے عباس کو اپنے بھائی کی غربت اور عسرت اور خرچ عیالداری کی کثرت کا فطرتاً خیال ہونا چاہیے تھا - مگر اسکے قبل جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ضرورت کو محسوس فرمایا اور اپنے عم محترم کے رفع تکلیف کا انتظام فرمایا -

اس کا سبب بالکل صاف ہے اور باعث بالکل ظاہر - اور وہ یہ ہے کہ اخلاق الٰہی کا وہ پیکر مجسم در حقیقی رحمت عالم - پانچ برس کے سن سے لیکر پچیس برس کے سن تک حضرت ابی طالب کے اشفاق و احسان کے مختلف طریقوں اور ذریعوں کو مشاہدہ فرما چکا تھا اور والدین احسانا کے تبلائے ہوئے اصول اخلاق کے بموجب ان محاسن سلوک سے بکدو

وسلم بار ہوتے کے مناسبِ اور مستحسن طریقے پر اور موقع ہمیشہ زیرِ نظر رکھا کرتا تھا۔ صرف مناسبتِ وقت اور مصلحت کا انتظار تھا۔ چونکہ موجودہ زمانہ منا
اور مصلحت دونوں کا اعتبار کرنا تھا اس لئے اون رعایات کی اداکاری کا یہ مستحسن طریقہ اختیار فرمایا گیا اور غالباً اس صلۂ رحم نبو
کی اداکا یہ پہلا موقع ہے انتخاب و الحاق جناب علی مرتضیٰ کی تو یہ ظاہری صورت قایم ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت پر کامل نظ
والے تو صاف صاف بتلادینگے کہ خدا نے جسطرح تمام قریش اور تمام بنی ہاشم میں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ
کو منتخب فرمالیا تھا اوسی طرح اوسکے رسولؐ نے حکم خدا سے تمام بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب میں حضرت علی مرتضیٰ کو چن
اور وہ اپنے اس دعوے کو کہ اَنْفُسَنَا کی نص صریح اور انا و علی من نور واحد (جمع الفوائد۔ مناقب المغازلی۔ فردوس
الاخبار دیلمی بنابیع المودۃ قندوزی ص ۹ مطبوعہ بمبئی) سے مستنبط اور مستخرج بتلا ئینگے۔

افسوس ہے کہ مولوی شبلی صاحب نے اس واقعہ کو جو ابن ہشام طبری اور زرقانی وغیرہ تمام کتابوں میں درج ہے
بالکل قلمزد فرمایا ہے۔ آپ کے اس تجاہل عارفانہ کی وجہ مجبوری کو ہم آپ سے زیادہ جانتے ہیں لیکن باوجود اس کے
مولوی صاحب کو اسکی اصلیت کا اقرار کرنا پڑا اور اسی سے ایک حقیقت شناس پر اس واقعہ کی حقیقت اور صدا
ظاہر ہو گئی۔ چنانچہ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۵۰ میں۔ سابق الاسلام حضرات کے تذکرہ میں تحریر فرمایا گیا ہے کہ حضر
علیؑ تھے۔ جو آپ کی آغوش تربیت میں پلے تھے۔ اگرچہ استخفاف ہی کے انداز میں یہ مبہم الفاظ لکھے گئے ہیں مگر
اس اختصار کے بھی منت گذار ہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ مولوی شبلی صاحب کی تحریر کا یہ خاص انداز ہے کہ ایک مقام پر جس
شے سے انکار ہوتا ہے۔ دوسرے مقام پر اوس کا اظہار و اقرار بھی کردیا جاتا ہے۔ آپ کا یہ تلوّن بھی ایک خاص لطف
رکھتا ہے۔

قبل نبوت سیر و نجات میں تجارت کی غرض سے سفر

سیرۃ النبی ص ۱۳۶ جلد اول میں مرقوم ہے۔
مورخین یورپ نے جو علوم غیبی کے منکر ہیں اور ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ (نعو
آپ کے تمام معارف و معلومات سیر و سفر سے ماخوذ ہیں۔ قیاسات کے ذریعہ سے اس دائرے کو اور وسعت دی
ایک مورخ (مارگیولوس) اپنی تاریخ کے صفحہ ۰ میں لکھتا ہے کہ آپ نے بحر؟ سفر بھی کیا تھا۔ جسکی دلیل یہ ہے کہ قرآ
جہازوں کی رفتار اور طوفان کی کیفیت کی ایسی صحیح تصویر ہے جس سے (نعوذ باللہ) ذاتی تجربہ کی بو آتی ہے۔ مورخ
مذکور کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ مصر بھی تشریف لے گئے تھے۔ اور ڈیڈ سی (بحر میت) کا بھی معائنہ کیا تھا" لیکن تاریخ
دفتر ان سے خالی ہیں۔

سیرۃ النبی کے جامع مولوی سید سلیمان صاحب ندوی اپنے اوستاد کی مرقومہ بالا عبارت پر حا
زیر صفحہ میں یہ نوٹ دیتے ہیں۔

یورپ میں مورخین۔ جنکی بنیاد صرف قیاس و رائے پر ہوتی ہے۔ اگر اس قسم کے واقعات بیان کریں تو کوئی تعجب

لیکن اگر بحرین تشریف لیجانے کی روایت صحیح ہے تو خلیج فارس آپ نے دیکھا ہوگا۔ بحریت کا مشاہدہ بھی ممکن ہے۔ کیونکہ اس کا موقع عرب اور شام کے درمیان میں ہے جہاں سے کئی بار مال تجارت کے ساتھ گذرے ہونگے۔ زیر حاشیہ ص ۱۳۰ ۔سیرۃ النبی۔

اوستاد و شاگرد کے اس اختلاف رائے کو دیکھکر ہمکو سخت تعجب ہوتا ہے۔ مولوی شبلی صاحب مخالفین اسلام کے خوف اعتراض کی وجہ سے۔ جو انکی خاص عادت ہے۔ قیاس ورائے کی نا اعتباری۔ اور کتب تاریخ میں ان واقعات کی عدم موجودگی کی بنا پر انکی اصلیت سے انکار کرتے ہیں لیکن مولوی سلیمان صاحب واقعہ بحرین سے جسکو شبلی صاحب خود اوپر لکھہ چکے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر بحری کے اوس خیال و قیاس کی تائید کرتے ہیں۔ جنکی بنا پر مخالفین اسلام کو اپنے قیاسی مفتریات اور فسادات کے طوفان اوٹھانے کا پورا موقع ملتا ہے افسوس ہے مولوی سلیمان صاحب نے پہلے تو یوروپین مصنفین کے قیاس پر عیب لگایا ہے۔ پھر واقعہ بحرین سے آنحضرت صلعم کے خلیج فارس کا معائنہ اور بحریت کے مشاہدات کا پتا بتایا ہے۔ یہ بھی تو سلیمان صاحب کا صرف قیاس ہی قیاس ہے کسی کتاب سے مستنبط تو نہیں۔ تو پھر عرض خدمت یہ ہے کہ اگر آپ کے اوستاد نے۔ ان واقعات سے تاریخی دفتر خالی پاکر۔ اس زاید از ضرورت بحث کو تمام کر دیا تھا تو کیا بُرا کیا تھا۔ آپ اپنے خاص مختار پر نظر ڈالئے۔ آپ اور آپ کے اوستاد دونوں قیاس کو معیوب ٹھیراتے ہیں لیکن صرف مخالفین اسلام ہی کا قیاس بُرا اور قابل الزام ہے یا اہل اسلام کا بھی۔ انصاف کا مقتضیٰ تو یہ ہے اور اصول اخلاق کی تعلیم تو یہ ہے کہ عیب یا نقص کسی قسم کا ہو۔ وہ تمام اقوام و مذاہب میں یکسان اور مساوی بُرا اور قابل اعتراض سمجھا جاوے اس لئے یہ کبھی صحیح نہیں ہوسکتا کہ اسلامی مولفین کے قیاس و آرا صحیح ہوں اور مخالفین اسلام کے قیاس غلط۔ قیاس و رائے کسی کی بھی ہو۔ اگر صحیح ہے تو ضرور ماننے کے قابل ہوگی۔ اور اگر غلط ہے تو چاہے کتنے ہی بڑے اسلامی یا غیر اسلامی عالم کی ہو۔ کوئی بھی نہ مانے گا۔

اس اصول کے مطابق تحقیق کا متلاشی جب تلاش کرنے لگتا ہے تو قیاس و رائے کی اہمیت اور اتباع کو مخالفین اسلام سے زیادہ تہذیل اسلام کے دائرے میں اور خصوصًا اوس کثیر التعداد طبقہ میں کثرت سے پاتا ہے جو امام اعظم حضرت ابو حنیفہ کوفی کی تقلید و اقتدا کا شرف حاصل کئے ہوئے ہیں۔ افسوس ہے کہ حیائے ایمانی اور غیرت اسلامی مجھکو اس سے زیادہ انکشاف حقیقت کی اجازت نہیں دیتی۔ اور میں اتنی ہی اشارت کو صاحبان بصیرت کے سمجھ لینے کے لئے کافی سمجھتا ہوں۔

مولوی شبلی صاحب نے مارگیولوس کی غلط فہمی کی تردید تو کردی۔ مگر صرف قیاس کی کمزور دلیل سے۔ اس کی بھی کی وجہ وہی مخالفین کے اعتراض کا خوف ہے یہ بھی آپ کا کمزور قیاس ہے جو ہم کے یقینی درجہ تک پہونچا ہوا ہے ہم بار بار مخالفین اسلام کے۔ ان معویانہ تعریفات کے متعلق لکھہ چکے ہیں کہ جس سختی سے وہ مفسدانہ اعتراض کرتے ہیں اوسی

شدت کے ساتھ معقولانہ جواب بھی اونکو دینا چاہیئے۔

اچھا وہ کہتے ہین کہ ہمارے پیغمبر صلعم نے سفر بحری کیا۔ اور اپنے اس مختار کو آپ کے اقرار کردہ سفر بحرین سے مستنبط بتلاتے ہین اور مولوی سلیمان صاحب بھی اس بنا پر اونکے اس قیاس کی تردید قطعی کو جو آپنے قلمبند فرمائی ہے پسند نہین کرتے بلکہ اونکے اس قیاسی مختار کی تائید کرتے ہین۔ تو اونکے (یورپین مورخین) اس قول کی تردید مین ہم صاف صاف اور کھلے الفاظ کے ساتھ یہ لکھدینگے کہ بحرین تک آپ کا سفر کرنا اور راستہ مین خلیج فارس کے مناظر کا معائنہ فرمانا اور پھر اسی طرح بقول سلیمان صاحب بحر میت کا جو عرب و شام کے درمیان مین واقع ہے۔ ملاحظہ فرمانا بھی صحیح ہے۔ اور تھوڑی دیر کیلئے یہ بھی مان لیا جاوے کہ مارگیولوس کا وہ تخمینہ قیاس جو اوس نے محض عالمعترضین کی غرض سے قایم کیا ہے اور آپ کی بحری سفر کرنے کو لکھا ہے وہ بھی درست ہے اور پھر اس سفر سے اوس کا یہ مراد لینا بھی کہ انہین مشاہدات بحری کے خیالات و جذبات مختلف طریقون سے قرآن مجید مین بیان کئے گئے ہین صحیح ہین۔ ان تمام فرضی اعتراضات کے بعد بھی تو ان مغویانہ ترکیب و ترغیب سے مخالفین کا نہ دعویٰ ثابت ہوتا ہے اور نہ مدعا حاصل نہ خدا کے سچے رسولؐ (صلعم) کی تکذیب ہوتی ہے نہ اوس کی سچی کتاب کی تردید۔ مخالفین کا یہ قیاس در قیاس اور یہ وہم بالائے وہم البتہ اوسوقت اعتبار کے قابل سمجھا جاتا۔ جب (نعوذ باللہ) قرآن مجید کو بھی انجیل مقدس کی طرح پولوس۔ متی شمعون۔ اور یوحنا کی تالیفات بتلایا جاتا۔ اوسوقت یہ کہا جا سکتا تھا کہ عبارات و الفاظ قرآنیہ مین۔ اسکے مولف (نعوذ باللہ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تجارب تاجرانہ اور مشاہدات سفر وغیرہ کے اقتباسات داخل ہین۔ قرآن مجید کو ہم بخلاف انجیل کے۔ انسانی تالیف و تصنیف نہین سمجھتے۔ بلکہ اوسکو لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً کلام الٰہی سمجھتے ہین اور اسکی تمام و کمال عبارت مین بقدر ایک شوشہ کے بھی کلام انسانی کی مداخلت کو صحیح نہین جانتے۔ ایسی حالت مین پھر ہم ان مفسدانہ قیاسات کو عام اس سے کہ وہ ہمارے کیسے ہی صحیح ماخذون سے نہ مستنبط بتلائے جائین۔ جب معارض شان قرآن ہوتے ہین تو کیسے صحیح مان سکتے ہین

طرفہ تر تو یہ ہے کہ ہمارے ماخذون پر بھی یہ جھوٹا الزام ہے اور ناحق اتہام۔ وہ صرف بحرین اور شام کے علاقون مین بغرض تجارت آپ کا تشریف لے جانا بیان کرتے ہین اور ان علاقون سے آپ کی پوری واقفیت ثابت کرتے ہین نہ اون مین آپ کے کسی سفر بحری کا نہ آپکے کسی مشاہدہ کا کہین کوئی ذکر ہے نہ مذکور۔ پھر ان ماخذون سے ایسے مغویانہ اور مفسدانہ نتیجے نکالنا۔ یورپین مورخین کی صاف اور بالکل کھلی ہوئی عالمفریبی ہے۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ ہمکو اپنے معترض کی حیثیت اور شخصیت پر بھی تو نظر رکھنا چاہیئے۔ پہلے سمجھ لینا چاہیئے کہ معترض کون ہے۔ ایک عیسائی ہے جسکی آسمانی کتاب نہ خدا کی بھیجی ہوئی اور نہ رسول کی پہونچائی ہوئی ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اوسکے پیغمبر کے وہ اقوال ہین جو اوسکے چار مختلف صحابیون کے لکھائے ہوئے ہین۔ اور پھر وہ بھی آپس مین مختلف۔ اس لئے نہ وہ خدا کی کتاب کہلاتی ہے اور نہ اوسکے رسول خاص کے نام سے موسوم بلکہ یون کہی جاتی ہے۔ متی کی کتاب۔ لوقا کی کتاب پولوس کی کتاب وغیرہ وغیرہ اس بنا پر یہ بالکل یقینی ہے کہ ان کتب اربعہ مین جنھین بنام انجیل مقدس کہا جاتا ہے انسانی خیالات و جذبات کا مجموعہ ہے۔

مارگیولس کے نزدیک چونکہ اوسکی کتب مقدسہ کی عظمت واہمیت اتنی ہی ثابت ہوتی ہے اس لئے وہ قرآن مجید کو بھی اسی پیمانہ پر خیال کرتا ہے۔

مارگیولوس کے ان لغویات کی تردید نہایت آسانی سے اسطرح کرنی تھی کہ پہلے اوسکو عہد عتیق و جدید کی وہ عبارتیں دکھلائی جاتیں۔ جن سے انسانی خیالات واقتباسات کا پورا پورا اثر ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل آسان تھا عہد جدید سے زیادہ تو عہد عتیق میں اسکی کثیر تعداد مثالیں موجود ہیں افسوس ہے کہ یہ بحث ہماری موجودہ تالیف کا اصلی موضوع نہیں ہے اس لئے ہم اوسکی مفصل انکشاف حقیقت سے مجبور ہیں۔ ورنہ ہم کتب قدیمہ توریت وانجیل سے نکال کر۔ ایک مارگیولوس کیا تمام عیسائی مصنفین اور یوروپین مورخین کے آگے پیش کر دیتے اور دکھلا دیتے۔ اور پھر اون سے پوچھتے کہ بتلاؤ۔ یہ خدا کے الہامی مضامین ہیں یا تمہارے انبیاء و مرسلین کے سفرناموں اور روزنامچوں کے مضامین اس سوال کا وہ جواب جو دیتے وہی ہمارا اور تمام اہل اسلام کا جواب اون کے قائل اور ساکت کرنیکے لئے کافی تھا۔

ایک اور طریقہ اونکے ساکت کرنیکا نہایت قوی اور مستحکم یہ بھی تھا کہ مناظر بحرین کی تفصیل کے لئے تو عبارت قرآنی پر خیالات انسانی کے اظہار کا قیاس کیا جاتا ہے اور یہ مفتریانہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حامل قرآن روحی فداہ نے ان عبارات میں اپنے ذاتی اقتباسات ظاہر فرمائے ہیں اس لئے کہ یہ مناظر آپ کے مشاہدے میں پہلے آچکے تھے لیکن اور جو حقائق اشیاء عالم کی نسبت جو قرآن مجید میں متعدد اور متفرق مقامات میں بیان کئے گئے ہیں۔ اونکے لئے کیا توجیہ پیش کیجائیگی مثلاً ابر و باد کی خلقت۔ نباتات کی پیدائش۔ انسان کی ترکیب خلقت اور اوسکے مراتب۔ دریا۔ پہاڑ۔ نباتات۔ جمادات یہانتک کہ شہد کی مکھی تک کی ضرورت خلقت بالکل اسیطرح بتلائی گئی ہے جسطرح آجکل بڑے بڑے کالجوں میں مشہور ومعروف علم کائنات کی عالم اور پروفیسر بتلاتے ہیں۔ تو کیا مارگیولوس اور اوس کے ہمطریق اور ہمخیال عیسائی مورخین ہمکو کسی ایسے معلم یا کسی ایسی تعلیمگاہ کا پتا بتلا سکتے ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ علم و اطلاعات حاصل کی ہوں۔ یا کسی میوزیم یا لائبریری میں کم سے کم آپ کا تشریف لیجانا اور وہاں خلقت اشیاء کی ان ترکیبوں کا مشاہدہ فرمانا ثابت کرسکتے ہیں۔ اور جب ایسا نہیں کرسکتے۔ تو ان مفتریانہ عالمغربیوں سے نہ قرآن کی حقانیت میں کوئی کمی آسکتی ہے۔ اور نہ اوس حامل وحی اور عالم علم لدنیہ کی صداقت میں کسی کو کلام ہوسکتا ہے۔

اب حقیقت حال کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے بحرین اور علاقہ شام تک سفر کئے اور ضرور کئے۔ وہ محض تجارت کی ضرورت سے۔ اب اس سفر میں آپ نے نظام قدرت کے عجائب وغرائب جس حد تک مشاہدہ فرمائے۔ اوس سے ازدیاد معارف الٰہی اور حصول حقائق مخلوقات مقصود تھے اور کچھ نہیں۔ باقی رہا جملہ اشیاء عالم کی ترکیب اونکے طبائع خواص اور عمل کے انکشافات کا علم تو وہ علم لدنیہ اور کمال نبوتیہ کے متعلق تھا جو آپ کو نبوت کے ساتھ ودیعت کیا گیا تھا تعجب ہے کہ مولوی شبلی صاحب نے عام طور سے یہ کیونکر لکھدیا کہ یورپین مصنفین غیب کے قائل نہیں۔ دہریوں سے

بحث نہین۔ انکے علاوہ اور جتنے یورپ مین مصنفین اور مؤلفین ہین وہ ضرور غیب کے قائل ہین۔ اگر قائل نہون تو وہ عیسائی نہین رہ سکتے۔ غیب کا انکار کیا تو حضرت عیسیٰؑ کی رسالت ہی غائب ہوگئی۔ اس بنا پر یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ وہ کٹے عیسائی ہنکر اپنے صرف حسد و نفسانیت کی غرض سے صرف اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ السلام کی تصدیق و معرفت مین عالم مذہبی کی خاص غرض و نیت کے ساتھ قدم قدم پر ایسی ایسی سلسل دشواریان پیدا کرتے ہین۔ جو کسی طرح قابل توجہ نہین ہوسکتین۔

مراسم شرک سے اجتناب

حکمأ و علما کا خاص مسلہ ہے اور عقل و حکمت کا عام کلیہ کہ طبیعت انسانی فطرت خالصہ پر مخلوق ہوئی ہے ایسی طبیعت والون سے اچھے برے دونون اقسام کے اعمال صادر ہوسکتے ہین لیکن طبیعت انسانی مین مخصوص وہ طبائع ہوتے ہین جو انوار ہدایت سے معمور اور آثار نبوت کے جوہرون سے مالا مال پائے جاتے ہین۔ اونکی خلقت ابتدا ہی سے فطرت صالحہ پر قایم ہوتی ہے اور ایسی پاک طبیعت کے بزرگون سے اچھے کامون کے سوا برے کامون کا صدور و ارتکاب ناممکن ہوتا ہے فطرت صالحہ کے اصول پر مخلوق کئے جانیوالے بزرگوار اس سے قبل کہ وہ مدارج نبوت اور مناصب ارشاد و ہدایت پر فائز فرمائے جایئن۔ اپنی فطرت صالحہ کے اوس فیضان سے اچھے کامون کی طرف ہمیشہ رغبت رکھتے ہین اور برے کامون سے نفرت ابتدا ہی سے اچھے کامون کا اختیار کرنا اور برے کامون سے اجتناب کرنا گویا اونکی تعلیم و ارشاد تمثیلی کا پہلا زینہ ہے۔ وہ اپنے ہمچشمون اور ہمعصرون کو اپنے طریقہ اور اطوار دکھلا کر اچھے برے کامون مین تمیز کرنے کی ہدایت فرماتے ہین۔

اسی اصول پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبل از نبوت تمام حالات و معاملات پر غور کرنے سے صاف صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ آپ کبھی اون امور کیطرف متوجہ نہین ہوتے تھے۔ جو خدا کی طرف سے برے بتلائے گئے تھے۔ اور اون امور کو اختیار فرماتے تھے۔ جو قدرت کی جانب سے جائز اور مستحسن ٹھہرائے گئے تھے۔ یہ مسلم ہے کہ کل محاسن اور رذائم کی حقیقت آپ پر قبل نبوت بھی اوسیطرح ظاہر تھی جس طرح بعد نبوت لیکن اوسوقت اختیار و اجتناب اپنی ذات تک محدود تھا۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اعلان فریضۂ نبوت تھا جو اوسوقت تک تفویض نہین ہوا تھا اور یہ اوسی کا فیض اور اوسی کا تقاضا تھا کہ بچپن سے شباب اور شیب کے زمانون تک (جبکہ چالیس برس کے ہوچکے تھے اور نبوت نہین پائی تھی) آپنے کبھی معبود حقیقی کو چھوڑ کر کسی غیر معبود کا اعتراف نہین کیا۔ جس کعبہ کی تعمیر مین اس محنت اور جانفشانی سے اینٹ پتھر ڈھوئے تھے۔ اوس مین ایک معبود کی جگہ تین سو ساٹھ بت شب و روز پوجے جاتے تھے۔ اوسی مقام اور مکان مین آپ کی روزانہ آمد و رفت تھی۔ بیشمار اور ہزار ہا ہزارون آدمی مکہ اور بیرجات سے آکر اون غیر حقیقی اور مصنوعی معبودون کے آگے سر جھکاتے تھے۔ ٹکریں لگاتے تھے۔ یہ کافرانہ اور مشرکانہ مشاہدات روزانہ نظر اقدس سے ملاحظہ فرمائے جاتے تھے۔ مگر چاہیے اس سے کسی اثر یا دلچسپی کی کوئی کیفیت آپ کے قلب نورانی

مستولی ہوتی ہو قطعی نہین اور بالکل نہین - ان کیفیتون کے خلاف جو ان مشاہدات سے قلب مبارک پر جو اثر ہوتا تھا وہ انکی کافرانہ غفلت کا اور مشرکانہ جہالت کا - انوار نبوت سے پُر اور مملو دل ابتداہی سے درد مند ہوتے ہین اور یہ عالم و کیفیت اوسی فطرتی دردمندی کے خواص تھے -

ان امور کفر و شرک مین نعوذ باللہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا از مہد الی اللحد کسی زمانہ یا کسی وقت مین انہماک و اشتغال منافی اخلاق - معارض فطرت صالحہ کیا مناقض شان رسالت ثابت ہوتا ہے - اون امور سے بھی جو صرف نامشروع منسوب الی الکفر یا مشتبہ بالشرک ہوتے تھے - بالکل ویسا ہی احتراز و اجتناب اختیار کیا جاتا تھا جیسے خاص اون افعال ذمیمہ کے ارتکاب و انہماک سے -

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نبوت کے ان اوصاف مخصوصہ کے اظہار و اقرار ان الفاظ مین فرما کر کہ "یہ قطعاً ثابت ہے کہ آپ بچپن اور شباب مین بھی جبکہ منصب پیغمبری سے ممتاز بھی نہین ہوئے تھے - مراسم شرک سے ہمیشہ مجتنب رہے" (سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۳۹) پھر اپنے اس اعتراف سے اختلاف کرتے ہین اور گویا جمہور کی اس کلیہ مسلّہ اور مسئلہ متفقہ کو منتشر قرار دیتے ہین اور اپنی دانست مین عیسائیون کے استدلال کی تنقید و تردید فرماتے ہین جو آنحضرت صلعم کی عصمت کو عہد نبوت اور تفویض منصب رسالت کے وقت سے قرار دیتے ہین -

حقیقت یہ ہے کہ شبلی صاحب نبوت و رسالت کی اصلی شان و حقیقت ہی کو نہین سمجھے ہین - اسلئے انکا خاص لکھا ہوا مصرع اونکے حسب حال ہے ع ہمہ ورق کہ سیہ گشت و مدعا اینجاست - اول تو سیرت و تاریخ کی موضوع تالیف مین عقائد کی بحث پیش کرنا خلاف سیاق ہے خصوصاً اپنے معتقدات کے متعلق غیرون کے اعتراضات کو بیان کرنا مخالف اور معارض استدلال ہے - اگر مناسب مقام کی رعایت سے یہ خیال کرکے کہ مخالفین کے بے بنیاد اور بے سرو پا اعتراضات انہین مقامات سے شروع ہوتے ہین - اس خارج از بحث بیان کی ضرورت تسلیم ہوئی ہے تاہم سمجھ لینا چاہیئے کہ آپ کی تنقید و تردید سے عیسائی مخالفین کی تعریضین بے اصل و ثابت نہین ہوتین - بلکہ بخلاف اسکے صحیح بخاری کی متعدد روایات بسند امام حنبل وغیرہم کے موضوعات و مہملات کے کافی ثبوت مل جاتے ہین اس مضمون کے متعلق شبلی صاحب کی اصل و حاشیہ کی مفصلہ ذیل عبارت استدلال ملاحظہ ہو (**الف**) ایک دفعہ قریش نے آپکے سامنے کھانا لاکر رکھا یہ کھانا بتون کے چڑھاوے کا تھا - جانور جو ذبح کیا گیا تھا وہ کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا - آپنے کھانے سے انکار کر دیا - اس روایت پر زیر صفحہ یہ حاشیہ چڑھایا گیا ہے -

صحیح بخاری باب المناقب - ذکر زید بن عمرو بن نفیل یہ حدیث امام بخاری نے اور ابواب مین بھی نقل کی ہے اونکے الفاظ مین اجمال رہگیا ہے - جو اوس روایت مین صاف ہوگیا ہے مسند امام حنبل (جلد اول ص ۱۸۹) مین ایک روایت ہے جسمین بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زید کو اس کھانے پر بلایا اور زید نے انکار کیا اور پھر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تاریخ سے کبھی بتوں پر ذبح کیا ہوا کھانا نہین کھایا" لیکن اس روایت کے راویون کا حال نہین ملتا۔ اور یون بھی بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا حقیقت ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۳۹

آپ کی اس تنقید سے معلوم ہوگیا کہ عیسائیون کے مندرجہ بیانات اونکی خاص مخترعات و مصنوعات نہین ہین بلکہ آپکی مشہور اور معتبر کتابون سے ماخوذ و مستنبط ہین۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ جن الفاظ و معانی مین معترضین نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے وہ متواتر ابواب مین امام بخاری صاحب نقل فرما چکے ہین اور تنہا بخاری صاحب نے نہین بلکہ اونکے اوستاد اور شیخ الشیوخ امام احمد ابن حنبل صاحب نے بھی اپنی مسند کی جلد اول صفحہ ۱۸۹ مین تحریر فرمایا ہے۔ آپ معترفانہ طور پر خود بھی اسکا اعتراف فرماتے ہین تو اتنے اور ایسے اعترافات کے بعد آپ ہی بتلا ئین کہ آپ کی تنقید و تردید کا کیا وزن رہ جائے گا۔ اب اپنی موجودہ تنقید کی تفصیلی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

آپ کے پاس صحیح بخاری کی کُل ایک روایت اون متعدد روایات کی نقیض موجود ہے جسکو آپ نے اوسکی اصل عبارت کے ساتھ لکھا ہے اور اوسکو ہم اوپر نقل کر آئے ہین۔ اوس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل مین واقعہ یہی ہے کہ قریش نے ایک دعوت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بتون پر چڑہائے ہوئے جانور کا گوشت رکھکر کھلانا چاہا تھا آپ نے انکار کر دیا اور نہ کھایا"۔ شبلی صاحب غالباً معترضین کے اعتراضات سے بچنے کے لئے اس روایت پر اعتبار فرماتے ہین اور لکھتے ہین کہ امام بخاری نے یہ حدیث اور ابواب مین بھی لکھی ہے۔ اوسکے الفاظ مین اجمال رہ گیا ہے جو اس روایت مین صاف ہو گیا ہے"۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ حدیثین جو بخاری کے اور ابواب مین مذکور ہین۔ وہ معترضین کی علی الاکثر موافق اور موید ہین جنکے اتفاق و تائید کو آپ صرف اجمال رہجانے کے معنون مین لیتے ہین۔ مگر یہی ایک روایت ہے جس سے معترضین کی تائید نہین ہوتی۔"

اب آپ مندرجہ بالا تفصیل سے اپنی تنقید و تردید کی شان و انداز کو دیکھہ لین کہ آپ کا یہ عذر کیسا ضعیف ہے کہ میرے چار دعون یا باتون مین تین جھوٹی ہین اور ایک سچی۔ اب شبلی صاحب اپنے امام بخاری صاحب سے پوچھنے کا پورا موقع اور اطمینان رکھتے ہین اور دریافت کر سکتے ہین کہ ایک امر کو متعدد اور متواتر مقامات پر بطور اجمال لکھنا اور آخر مین مفصل طور پر لکھدیتے مین آپ نے کیا خوبی رکھی ہے اور اس سے کیا فائدہ سمجھا ہے"۔ دو باتین تھین۔ اول یہ کہ اگر امام بخاری کو یہ امور مناقص شان نبوت حقیقتاً معلوم ہو چکے تھے۔ تو ان مرویات کو کتاب مین درج ہی نہ فرمایا ہوتا۔ اور اسی آخر والی روایت کے نقل پر اکتفا فرمائی ہوتی۔ اور اگر منافی نبوت نہین معلوم ہوئے تھے تو پھر آخر روایت کو لکھنا نہین چاہیئے تھا یہ اجتماع ضدین کی موجودہ ترکیب و ترتیب تو ضرور فساد کا باعث ہوگی۔ معتقدین بخاری سمجھین یا نہ سمجھین خواہ سمجھین بھی تو سمجھکر رہ جائین لیکن مخالفین تو چپ رہنے کے نہین۔ وہ تو آپ کی اس غلط ترکیب سے ضرور فائدہ اٹھائین اور رائی کو پربت کر دکھلائین گے۔

اب صورت حال کا دوسرا رخ مشاہدہ فرمایا جائے اب آپ مسند امام حنبل سے اس واقعہ کی وہی بدنما صورت دکھلاتے ہیں۔ جو معترضین بیان کرتے ہیں تو گویا بخاری سے پہلے بھی واقعہ کی یہی بدنما صورت آپ کی کتابوں میں نقل ہوتی چلی آئی ہے جس کا آپ خود لکھکر اقرار کر چکے ہیں تو اس بنا پر یہ واقعہ متواتر بھی ہوگیا اور قدیم بھی۔ اس تواتر او قدامت کے جواب میں۔ آپ صرف یہ مضحکانہ فیصلہ کرتے ہیں کہ "اس روایت کے راویوں کا حال نہیں ملتا۔ اور یوں بھی بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا وقعت ہے"۔

آپ کی تنقیدی جواب کا پہلا حصہ کہ اس روایت کے راویوں کا حال نہیں ملتا صریح دفع الوقتی ہے کیونکہ مسند احمد بن حنبل میں سلسلہ روایت موجود ہے۔ رجال کی ایک نہیں متعدد کتابیں خدا کے فضل سے آپ کے پیش نظر ہیں۔ ایک ایک راوی کی تصدیق و تکذیب اور جرح و تعدیل کیوں نہ فرمائی گئی۔ مگر آپ کو تو ایک گونہ خود اس کا یقین ہے کہ اسکے راوی صحیح ہیں تب تو لکھا جاتا ہے کہ یوں بھی بخاری کے سامنے اسکی کیا وقعت ہے۔ شبلی صاحب یہ یوں بھی کیا؟ اسکے معنی تو یہ ہوئے کہ اگر روایت امام حنبل کے رواۃ تمامتر صحیح بھی ہوں تو بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا وقعت ہے اب راویوں کی صحت کا معاملہ نہیں رہا۔ امام بخاری و حنبل کی ترجیح و فضیلت کا مسئلہ پیش ہوگیا"۔ ہم تو کہدینگے کہ یہ آپ کی خود غرضی ہے اور محض بخاری پرستی"۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے آپ کے اس غلط اصول کو مانیں گے بھی تو وہی جنھوں نے تمام حدیث کی کتابوں میں سے صحاح کو منتخب کیا اور پھر صحاح میں صحیح بخاری کو سب پر ترجیح دی مخالف کو آپ کی اس ترکیب کی پابندی کیوں ہونے لگی۔ اور مسند امام حنبل کے مقابلہ میں صحیح بخاری کی اس تصدیق و توثیق کی نسبت آپ کے اس چیلنج کو وہ کیوں ماننے لگے۔ اور آپ خود بھی غور کرلیں اور سمجھ لیں کہ اگر سواد اعظم میں کوئی شخص ایسے اعتراض پیش کرتا تو اوسکے مقابلہ میں آپ کو اس چیلنج دینے کا حق حاصل تھا کیونکہ وہ صحیح بخاری اور مسند حنبل کی اہمیت کو جانتا تھا۔ لیکن ایسی قوم و گروہ کے مقابلہ میں جو بخاری اور امام حنبل کی مرویات سے اپنے مدعا کو دکھلاتا ہے اور ان کے فرق مابہ الامتیاز کو اور انکی جرح و تعدیل کو نہیں جانتا۔ آپ کو اس چیلنج کے پیش کرنیکا کیا حق حاصل ہے اور دنیا کی انصاف پسند طبیعتیں آپ کے اس طریقہ استدلال کو کب مان سکتی ہیں۔

صاف تو یہ ہے کہ آپ اس چیلنج کی نمائشی لفاظیوں سے عیسائیوں کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ نہ ہم نے رسول اللہ صلعم کی اصل شان پہچانی اور نہ ہمارے امام بخاری صاحب نے نہ امام حنبل صاحب نے علما متقدمین نے عقائد کی درستی اور معرفت خدا و رسول ص کے صفات و مدارج کی ترتیب و ترمیم کی تو اوس وقت ضرورت محسوس فرمائی ہے جب اونکو حکمائے معتزلہ سے مقابلہ کرنا ہوا ہے۔ ورنہ اس سے ڈیڑہ سو برس پہلے بے دیکھے سنے۔ بے ہر طرح کی حدیثیں۔ ہر قسم کی روایتیں اس کثرت سے بن چکی تھیں کہ بقول آپ کے۔ ایک امام زہری کی تصنیف پر لادکر لائی گئیں تھیں۔ تو پھر اب بتلائیے ان جامعین حدیث کا اس وقت مدعا کیا تھا جمع حدیث یا ترتیب عقا

دیکھئے حالات دیکھئے واقعات پڑہیئے معلوم ہو جائیگا کہ اسوقت ان جامعین حدیث کی نظر صرف تجمیع حدیث پر تھی وہ ترتیب عقاید کو نہ دیکھتے تھے اور نہ اونکا یہ کام تھا۔ انہیں امام احمد حنبل صاحب کی مرویات فی العقاید کو موجودہ اصول عقاید کے مقابلہ فرمایئے جو اصولیین عقاید نے قایم کئے ہیں تو آپ آسمان زمین کا فرق پائیں گے۔

اس بنا پر عیسائیون کے جواب مین آپ کو بخاری صاحب یا ابن حنبل صاحب کی اہمیت سے ذرا بھی بحث کرنی نہین ہوگی۔ بلکہ ان تمام مرویات خلاف عقائد کی نسبت۔ عام اس سے کہ وہ بخاری مین ہون یا مسند امام حنبل مین یا کسی اور کتاب مین۔ آپ کو یہ کہدینا پڑیگا کہ اسلامی اصول عقاید کے مخالف جو بالکل قرآن مجید اور قول صحیح رسول سے منضبط ہین کوئی روایت عام اس سے کہ اسلام کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کتاب مین کیسی ہی معتبر اور مستند ذریعہ واسناد سے مندرج ہو نہ قابل قبول ہے نہ قابل عمل۔ ایک یہی طریقہ استدلال معترضین کے مقابلہ مین چل سکتا ہے۔ دوسرا نہین کیونکہ ہمارے معترضین اوس عقیدے کے لوگ ہین جنکا خدا نہ منزہ بالذات ہی اور نہ رسول مبرا عن الخطیئات۔ اسلئے وہ تو ضرور آپ کی ماخذون سے اون غیر مفید اور غیر مستند مرویات کو ڈہونڈہ نکالین گے۔ جن سے اونکے عقائد فاسد کی تائید وتطبیق ہوتی ہو ایسی حالت مین ابتدا ہی سے تفریق عقاید کے معقول اصول پر استدلال قایم کرنا چاہیئے۔ نہ بخاری صاحب کی علوشان پر اور ابن حنبل صاحب کے غلط بیان پر۔ شبلی صاحب یا تو اصول عقاید کے استحفاظ فرمالین۔ یا تقلید اسلاف کا لحاظ کرلیں اور اگر وہ چاہین کہ استحفاظ عقائد بھی ہو اور اسلاف کی تقلید کی صحت بھی تو یہ غیر ممکن ہے۔ ذرا سی کا یہ طریقہ استدلال تو اسلام کی خانہ جنگیون کے عنوان اور شبلی صاحب کی خاص جنبہ داری کی داستان شروع کردیگا۔ جو اور بھی اسلام کی تضحیک تضعیف کا باعث ہوگا۔

(ب) شبلی صاحب کی دوسری روایت یہ ہے کہ۔ نصاری نے دعوی کیا ہی کہ آپ (آنحضرت صلعم) کے اعتقادات مین جو تغیر ہوا ہے وہ عہد نبوت سے ہوا ہی ورنہ اس سے پہلے آپ کا طرز عمل وہی تھا جو آپ کے خاندان اور اہل شہر کا تھا چنانچہ آپنے اپنے پہلے صاحبزادے کا نام عبد العزی رکھا تھا۔ یہ روایت خود امام بخاری کی تاریخ صغیر مین موجود ہے لیکن یہ روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کیونکر استدلال ہو سکتا ہے حضرت خدیجہ اسلام سے پہلے بت پرست تھین اور اونھون نے یہ نام رکھا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک منصب ارشاد پر مامور نہین ہوئے تھے اسلئے آپ نے تعرض نہ فرمایا ہوگا۔ اور اصل واقعہ یہ ہی کہ یہ روایت فی نفسہ ثابت بھی نہین۔ اس روایت کا سب سے زیادہ صحیح سلسلہ وہ ہے جو امام بخاری نے تاریخ صغیر مین روایت کیا ہے۔ اس کا اول راوی اسمٰعیل بن ابی اویس ہی۔ اگرچہ بعض محدثین نے اسکی توثیق کی ہے لیکن گروہ کثیر کی رائے حسب ذیل ہے۔

(۱) معویہ ابن صالح۔	اسمٰعیل اور اوس کا باپ دونون ضعیف ہین۔
(۲) یحیٰی بن مخلط	وہ جھوٹ بولتا ہے اور محض ہیچ ہے۔
(۳) امام نسائی	ضعیف اور غیر ثقہ ہے۔

(۴) نضر بن سلمہ مروزی — وہ کذاب ہے۔

(۵) دارقطنی — میں اسکو صحیح حدیث کے لئے پسند نہیں کرتا۔

(۶) سیف بن محمد — وہ جھوٹ حدیثیں بناتا ہے۔

(۷) سلمہ بن شبیب — اس نے مجھ سے خود اقرار کیا کہ جب کبھی کسی بات میں اختلاف ہوتا تھا تو میں ایک حدیث بنا لیتا تھا۔ سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۱۴۰

شبلی صاحب کے اس استدلال کا انداز تو پہلے سے بھی زیادہ خراب ہے۔ پہلے طریقہ استدلال میں اگر زیادہ نقیض روایتیں تھیں۔ اور گو ایک ہی سہی مگر موافق اور موید حدیث بھی موجود تھی۔ جسکو آپ نے بڑی شان سے چیلنج دیکر دکھلایا۔ لیکن یہاں تو بخاری صاحب کا اقرار ہے اور وہ خود لکھکر اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پہلے صاحبزادے کا نام عبدالعزیٰ رکھا تھا (نعوذ باللہ) اس سے ثابت ہوا کہ معاذ اللہ آپ کو اوس زمانہ یا اوسوقت تک عزیٰ کی معبودیت کا اوسیطرح اعتراف واقرار تھا جسطرح اور قریش کو تب تو اپنے لڑکے کا نام عبدالعزیٰ رکھکر اوسکو اتنا عزیٰ کی عبدیت کی طرف منسوب کیا (العیاذ باللہ)

شبلی صاحب۔ اب ہمیں سے سمجھ لیں کہ آپ بخاری کی ایسی نامفید اور مجہول السند کتاب سے اپنے مخالفین خصوصًا یورپین محققین کو کیا چیلنج دیتے ہیں۔ لطف تو یہ ہے کہ پہلے واقعہ میں تو اس کتاب کی تصدیق و توثیق کا چیلنج دیا جاتا ہے اور پھر دوسرے واقعہ میں جب کسی تاویل سے کوئی کام نہیں نکلتا تو بمصداق۔ عذر گناہ بدتر از گناہ اوسی چیلنج دادہ اصح الکتاب کی خود تنقید و تردید فرمائی جاتی ہے۔ اور اوسکے راویوں کو دروغگو۔ فریبی۔ چور۔ سب کچھ لکھکر ثابت کیا جاتا ہے۔ آپ ہی فرمائیں کہ آپ کا یہ انداز استدلال دیکھکر مخالفین مضحکہ نہ کریں تو اور کیا کریں۔

اب یہ تو فرمائیں کہ سلسلہ رواۃ میں ایک راوی (اسمٰعیل بن ابی اویس) کو جسے آپ جھوٹا اور جوٹا بتلاتے ہیں تھوڑی دیر کے لئے وہ ویسا ہی مان بھی لیا جاوے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بخاری صاحب کیسے بزرگ تھے جنھوں نے جھوٹے سچے۔ ایماندار بدکار کی کوئی تمیز نہیں کی۔ اور آنکھ بند کرکے ایسے جھوٹے راویوں کے غلط مفتریات کو اپنی کتاب میں بھر دیا۔

یہ تو بخاری صاحب کی محدثانہ شان تھی۔ اب اپنی شان محققانہ ملاحظہ فرمائی جاوے۔ وہی سلف کی قدیم اصول تقلید کے مطابق آپ نے پہلے تو حمایت بخاری کی غرض سے تاویل کرنی چاہئے اور چونکہ موضوع بحث رسول اللہ صلعم کی عزت ہے۔ اسلئے شبلی صاحب کو بڑی مشکل پیش آئی۔ رسول اللہ صلعم کی عصمت بھی قائم رکھنی اور امام بخاری کی عزت بھی اس مشکل سے نکلنے کا آپ نے ایسا شرمناک طریقہ اختیار کیا جس سے بخاری صاحب کی تو خیر عزت سنبھل گئی لیکن رسول اللہ کی حرمت پر دھبہ آگیا۔ یہ سب آپ کی ناحق پرستی کا نتیجہ ہے۔ آپ بخاری صاحب کی حمایت میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح

بھی ہو تو اس سے آنحضرت صلعم کی نسبت کیونکر استدلال ہو سکتا ہے۔ اسکی تاویل یون کی جاتی ہے حضرت خدیجہ ع اسلام سے پہلے بت پرست تھین۔ اونھون نے یہ نام رکھا ہوگا۔ آنحضرت ص ابھی تک منصب ارشاد پر مامور نہین ہوئے تھے اس لئے آپ نے تعرض نہ فرمایا ہوگا۔ آپ ہی کہئے یہ کیسا ضعیف جواب اور کیسی شرمناک تاویل ہے،،

افسوس ہے کہ آپ نے پہلے یہ نہ لکھا۔ جیسا کہ اس تاویل کے بعد آخر آپ کو لکھنا پڑا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ بھی ثابت نہین مگر آپ سے کیسے پہلے لکھدیتے۔ آپ کو تو بخاری صاحب کی بھی عزت سنبھالنی تھی اس ضرورت سے آپنے اس کفر شعاری کو صدیقہ کبریٰ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے سر لگایا۔ آپنے ناموس رسول کی کفر شعاری کا اقرار تو کرلیا۔ مگر بخاری صاحب کی بدنامی اور ربے احتیاطی کو نہ گوارا کر سکے۔ واقعی آپکی یہ دلیری تمام اہل اسلام کی حیرت اور عبرت کا باعث ہے۔ شبلی صاحب ہم آپ کو یاد دلاتے ہین کہ آپ کی اس شرمناک اور دلیرانہ تاویل نے تمام مخالفین کو خوب ہنسوایا۔ مگر بلا امتیاز تمام اہل اسلام کو آٹھ آٹھ آنسو رلوایا۔

ہم پھر کہتے ہین کہ آپ رسول اللہ صلعم کی شان کو سمجھے ہی نہین۔ یہ مان لیا کہ رسول اللہ ص اوسوقت تک منصب ارشاد پر فائز نہین ہوئے تھے لیکن عزیٰ کی حقیقت کو تو جانتے تھے۔ اور اگر آپ اس سے انکار کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم اسوقت تک عزیٰ کی حقیقت کو نہین جانتے تھے۔ تو پھر (نعوذ باللہ) آنحضرت صلعم بھی اور قریش کیطرح عزیٰ کا احترام اور اوسکی پرستش کو باقی رکھتے تھے۔ اس دلیل سے ماننا پڑے گا کہ عزیٰ کی حقیقت و اصلیت آپ پر کماحقہ ثابت تھی جب ثابت تھی۔ تو شبلی صاحب کا یہ احتمال جیسا کہ وہ اپنی تاویل مین لکھتے ہین کہ اسلئے آپ نے تعرض نہ فرمایا۔ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار حقیقت کو چھپایا اور یہ امر تو اخلاق نبوت اور شان رسالت کو اور پست کر دیتا ہے۔ اسلئے آپ کی یہ تاویل منافی شان رسالت ہونیکی باعث قطعی غلط ہے۔ اور محض حمایت بخاری مین وضع کی گئی ہے۔ یہ تاویل خلاف واقع ہونیکے علاوہ خلاف نقل و عقل بھی ہے۔ خلاف نقل تو اس طرح کہ سوائے آپ کے (کتے آمدی و پیر شدی) زرقانی، عسقلانی، قسطلانی، عینی اور کرمانی کسی شارح بخاری نے اس واقعہ کے متعلق۔ رسول اور ناموس رسول صلعم کی خلاف شان ایسی دلیرانہ اور بے ادبانہ تاویل کرنے پر جرأت نہین کی لطف تو یہ ہے کہ یہ تاویل بھی کیجاتی ہے اور پھر اسی اس تاویل کی فوراً تکذیب بھی فرمادیجاتی ہے۔ جیسا کہ اس تاویل کے بعد لکھدیا گیا ہے۔ اور اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ بھی ثابت نہین اب آپ ہی بتلائین کہ جب یہ واقعہ ثابت ہی نہین تو تاویل کیسی؟ شبلی صاحب کی عجیب منطق ہے مقصد مفقود تاویل موجود۔ یہ تو مخالف نقل ہونیکی حالت تھی اب خلاف عقل ہونیکی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

بخاری صاحب کے راوی کی کامل تنقید و تکذیب فرما کر شبلی صاحب آخر مین یہ عبارت تحریر فرماتے ہین ”یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے پہلے بت پرستی کی برائی شروع کر دی تھی اور جن لوگون پر آپ کو اعتماد تھا اونکو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ سیرۃ النبی ص ۱۴۰

شبلی صاحب اپنی اس رائے پر غور فرمائیں اور بتلائیں کہ جب فائز برسالت ہونے سے پہلے آنحضرت صلعم بت پرستی کی ممانعت فرماتے تھے۔ تو جناب خدیجہ کو نعوذباللہ اس صریح بت پرستی اور کفر شعاری سے کہ اپنے بیٹے کو عزیٰ بت کا غلام بنائیں اور بندہ قرار دیں کیوں منع فرمایا؟ اسکا کوئی جواب شبلی صاحب سے نہیں ہو سکتا ہے سوائے اسکے کہ فرمائیں حضرت خدیجہ کو نعوذباللہ آپ کے دون معتمدین میں غیر تھیں۔ جنکو اس امر سے منع فرماتے تھے۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ جن لوگوں پر آپ کو اعتماد تھا ان کو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ اب آنحضرت صلعم کے نزدیک جناب خدیجہ صدیقہ کبریٰ کی نا اعتباری یا عموماً میاں بی بی کی باہمی بے اعتمادی کی شرمناک اور نفرت انگیز تفصیل شبلی صاحب کی حیاداری کر سکے گی۔ کسی مسلمان کی دینداری تو سوائے حسرت و عبرت کی ایک حرف بھی منہ سے نہیں نکالیگی۔

(ت) سیرۃ النبی جلد اوّل ص ۱۴۰ کی اصل عبارت تمام فرما کر زیرین حاشیہ یہہ عبارت تحریر فرمائی گئی ہے۔

مسٹر مارگیولوس نے اسکے برخلاف (ممانعت بت پرستی) ایک حیرت انگیز دعویٰ کیا ہے اور اسکے ثبوت میں دعوے سے زیادہ تر حیرت انگیز فریب کاری کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ (سلام اللہ علیہا) دونوں سونے سے پہلے ایک بت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ جس کا نام عزیٰ تھا۔ مصنف نے اسکی سند میں امام احمد بن حنبل کی روایت (جلد ۴ صفحہ ۲۲۲) پیش کی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

حدثنی جار لخدیجہ بنت خویلد انہ سمع النبی صلعم وھو یقول لخدیجۃ واللہ لا اعبد اللات والعزی واللہ لا اعبد ابداً قال فتقول خدیجۃ خل اللات خل العزی قال کانت صنمھم التی کانوا یعبدون ثم یضطجعون	مجھسے خدیجہ بنت خویلد کے ایک ہمسایہ نے بیان کیا کہ میں نے پیغمبر صلعم کو حضرت خدیجہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے خدیجہ بخدا میں کبھی لات و عزیٰ کی پرستش نہ کرونگا خدیجہ کہتی تھی (کہتیں تھیں) کہ لات کو جانے دیجئے عزیٰ کو جانے دیجئے (یعنی انکا ذکر بھی نہ کیجئے) اس راوی نے کہا کہ لات و عزیٰ وہ بت تھے جنکی پرستش اہل عرب سونے سے پیشتر کیا کرتے تھے۔

ایک معمولی عربی دان بھی سمجھ سکتا ہے کہ عبارت مذکور میں کانوا کا لفظ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اہل عرب لات و عزیٰ کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ کی طرف اشارہ ہوتا تو تثنیہ کا صیغہ ہوتا۔ نہ کہ جمع کا اسکے علاوہ خود اس روایت میں لات و عزیٰ کی پرستش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار مذکور ہے۔ ص ۱۴۰۔

ح س شبلی صاحب کا لکھنا بالکل صحیح ہے اور مارگیولوس کا سمجھنا اور سمجھانا دونوں غلط۔ اسکو حقیقت سمجھکر اگر مارگیولو نے لکھا ہے تو اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اس یورپین محقق نے پوری فریب کاری سے کام لیا ہے۔

اتنا اور عرض کر دینا ہے کہ آپ کی تنقید میں بھی تھوڑا سا اجمال رہ گیا ہے۔ وہ یوں صاف کر دینا چاہیے تھا عربی لفظ کانوا۔ کا ترجمہ وہ لوگ۔ ہونا چاہتا تھا۔ آپ کا ترجمہ اہل عرب لفظی ترجمہ نہیں بلکہ مرادی ترجمہ ہوا۔ اسلئے عبارت ترجمہ میں وہ لوگ اصلی الفاظ عبارت میں اور اہل عرب خطوط معکوسی کے اندر ہونا چاہیئے۔

پھر تنقید کی عبارت میں بھی کانوا کا ترجمہ اہل عرب ہی لکھدیا گیا ہے اسکو بھی ویسا ہی ہونا چاہیئے پھر تشریح تنقید میں تبلایا گیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ ع کی طرف اشارہ ہوتا تو تثنیہ کا صیغہ ہوتا نہ کہ جمع کا۔ فی الحال اہل اسلام میں بھی زبان عربی کی جتنی کمی ہوتی جاتی ہے وہ ظاہر ہے اسلئے تثنیہ اور جمع کا باہمی فرق اور اونکے جداگانہ صیغون کی تمیز عام اردو دانون کے لئے مشکل ہو جائے گی۔ اس ضرورت سے اونکو ان الفاظ میں سمجھا دینا ضروری ہے کہ اگر آنحضرت صلعم اور حضرت خدیجہ ع انھیں حضرات خاص سے راوی کی مراد ہوتی تو زبان عربی کے قاعدے کے مطابق راوی تثنیہ کا صیغہ لاتا۔ اور کانوا کی جگہ کانا کہتا۔ مگر جب اوسنے ایسا نہین کیا اور عام جمع کا صیغہ کانوا لایا تو اس سے تمام لوگ یعنی کل اہل عرب مراد ہوئے۔

اسکے علاوہ حضرت خدیجہ ع کی نسبت اجتناب کفر کی تفصیل شبلی صاحب نے خدا جانے کس مصلحت سی چھوڑ دی وہ یہ ہے۔ عربی کی عبارت سے صاف طور پر ثابت ہے اصلی روایت حضرت خدیجہ ع کے اس جواب پر تمام ہوگئی۔ (فتقول خدیجۃ خل اللات خل العزّی۔ خدیجہ ع نے کہا لات کو جانے دیجئے۔ عزّی کو جانے دیجئے) یہ تو اب روایت کا راوی اپنے سامعین کو لات و عزّی کی اصلیت و ماہیت تبلاتا ہے کہ لات و عزّی اصل میں کیا شئے تھے لات و عزّی دو بت تھے جنکی پرستش وہ لوگ (اہل عرب) سونے سے پیشتر کر لیا کرتے تھے۔ یعنی عرب میں یہ دستور تھا کہ سونے سے پہلے اندونون بتون کی پوجا کر لیا کرتے تھے۔ اب اس تفصیل کی تشریح ملاحظہ ہو۔

راوی کو اس روایت کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ راوی (خدیجہ ع کا ہمسایہ) خود اہل عرب تھا اور اس قدیم دستور کا جاننے والا۔ اوسکو اندونون حضرات (آنحضرت صلعم اور حضرت خدیجہ ع کے) مکالمات سنکر جو ملک و قوم کے دستور قدیم کے صریح مخالف تھے۔ بالکل نیا اور انلوگون کا تنہا طریقہ معلوم ہوا۔ اس لئے اس واقعہ کی ندرت اور اندونون حضرات کی کفر پرستی سے نفرت اور تمام قوم کے اس دستور قدیم سے مخالفت کی بناپر راوی نے اس واقعہ کو اس مسئلہ خاص کے ثبوت میں کہ یہ دونون بزرگوار بت پرستی کے قدیم دستور اور رسم ورواج سے بالکل علیحدہ تھے اور تمام اہل عرب میں اس ناہنجار اور کیفر کردار عادات سے بالکل مستثنٰی تھے۔ اپنا چشمدید واقعہ بیان کیا ہی اور ثابت کر دیا ہے کہ جسطرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لات و عزّی کی پرستش سے متنفر تھے اوسی طرح حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا بھی اس سے محترز تھین۔

مارگیولوس صاحب کی سمجھ کا کیا کہنا۔ خوب سیدھے کا اولٹا سمجھے۔ افسوس ہے اونکے اس مورخانہ بیان پر اور حسرت ہے اونکی محققانہ شان پر بقول شبلی صاحب اس روایت کے غلط معنی لگا کر تمام دنیا سے اپنی عربی دانی کی داد لیتے ہین۔ اور ساری دنیا کو اپنی غلط فہمی سے فریب دیتے ہین۔ لیکن اپنی توریت مقدس میں۔ حضرت یعقوب کی بی بی کا جنکا نام راحل (راحیل) تھا۔ جو بذات خاص ایک جلیل القدر پیغمبر کی بیوی اور تمام انبیائے بنی اسرائیل کی مان تھین

اپنے باپ لابن کے بتون کو چرانا۔ اور اونٹون کے کجاوے مین اونکو چھپا کر اوپر آپ بیٹھ جانا۔ اور اس شکل و صورت سی بگڑ جانا اور حیض کا بہانہ کر کے اوس مقام سے نہ اوٹھنا اور اس حیلہ و ترکیب سے اون بتون کو اپنے پاس رکھ لینا اور باپ کو واپس نہ دینا پوری تفصیل سے درج ہے۔ (سفر تکوین باب ۳۱۔ آیت ۵۔ ۲۵) دیکھکر ذرا بھی نہین شرماتے۔ مارگیولس کے ہان نبوّت یا ناموس نبوت کی کوئی خصوصیت نہین۔ وہ اس تخصیص کو بھی تعمیم مین لیتے ہین اور جب حضرت یعقوبؑ کی خاندان نبوت اور اونکے خاص ناموس کے ان اتہامات صریح کو واقعات صحیح سمجھتے ہین تو پیغمبر عربؐ اور اوسکے پاک و مقدس ناموس کی نسبت مارگیولس کو اس مغویانہ اور گمراہانہ فریب کاری کرتے ہوئے کب شرم و حجاب آسکتا ہے"

مارگیولس کی غلط فہمی اور عالمفریبی کی کامل تردید کر کے ہم شبلی صاحب نعمانی کی خدمت مین پھر یاد دہانی کرتے ہین کہ آپ نے عبد العزیٰ کے تسمیہ کی تاویل مین نہایت بیباکی سے لکھدیا ہے کہ حضرت خدیجہ اسلام سے پہلے بت پرست تھین آپ کا یہ لکھدینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ واقعہ کی اصل عبارت تو یہ بتلا رہی ہے کہ حضرت خدیجہؑ اسلام سے پہلے بھی بت پرستی سے کارہ اور متنفر تھین تب تو فرماتی ہین خل اللات خل عزیٰ جس کا ترجمہ آپ خود ان الفاظ مین فرماتے ہین۔ لات کو جانیدیجئے عزّیٰ کو جانیدیجئے (یعنی ان کا ذکر بھی نہ کیجئے" شبلی صاحب خود اپنے ان مختلف مختارہ آرا پر غور فرمالین۔ جب آپ خود اعترافاً لکھتے ہین کہ حضرت خدیجہؑ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود بقول آپ کے ان بتون کے ذکر سے بھی منع فرماتی تھین تو وہ پھر خود کیسے بت پرستی کرسکتی تھین اور ان کو کون بت پرست کہہ سکتا ہے۔

(ث) پھر زیر حاشیہ یہ روایت مرقوم ہے۔

مارگیولس نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عزّیٰ کے نام پر ایک خاکی رنگ کی بھیڑی ذبح کی تھی۔ صاحب موصوف نے اسکی سند مین مگر کوئی عربی ماخذ نہین پیش کیا۔ بلکہ ولہوسن کا حوالہ دیدیا ہے (دیکھو مارگیولس کی کتاب ص ۶۰۰۰۲۸) معجم البلدان (جغرافیہ کی ایک کتاب) مین ایک روایت اس مضمون کی موجود ہے اوّل تو اس موضوع خاص مین یہ کتاب خود بے سند ہے۔ ثانیاً یہ روایت کلبی سے ہے۔ جو مشہور دروغگو ہے۔ شبلی صاحب کا پہلا اعتراض کہ مارگیولس نے عربی ماخذ کا حوالہ نہین دیا بالکل صحیح ہے اور مارگیولس کا ثبوت مین اپنا ماخذ پیش کرنا بالکل خلاف استدلال ہے۔ جب معجم البلدان مین یہ روایت دیکھ لی گئی تو مارگیولس کے سر سے وضع حدیث کا الزام جاتا رہا۔ باقی رہا شبلی صاحب کا یہ فرمانا کہ معجم البلدان جغرافیہ کی کتاب ہے اور صنف حدیث مین موضوع نہین ہوئی ہے مخالفین کے لئے تشفی بخش نہین ہوسکتا اس لئے کہ وہان تو دیوانہ را ہوئے بس است کا عالم ہے اونھین حدیث و جغرافیہ کی تفریق و تمیز سے کام نہین۔ اون کا تعصب اونکی خود غرضی اونھین تمیز کب کرنے دیگی۔ اب اونھون نے ایک مسلمان مصنف کو دیکھ پایا۔ اور اوسی کے قول سے لگا استدلال کر لیا انکی تنقید و تردید کے لئے ہم پھر شبلی صاحب کی خدمت مین عرض کرینگے کہ ان سے استدلال مین وہی اصول قایم رکھے جائین جو ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین۔ یاقوت حموینی کی جغرافیہ دانی یا حدیث سے ناواقفکاری یا کلبی کی موضوعیت اور

غلط کاری دکھلانے سے کام نہیں نکلے گا۔ صاف صاف لکھنا اور اقرار کرنا ہوگا کہ خلاف اصول عقاید۔ کوئی صاحب ہوں محدث۔ مورخ یا کوئی اور ہوں۔ جب کوئی روایت کوئی واقعہ مخالف عقاید بیان فرمائیں گے۔ وہ مسلمانوں کے لئے نہ قابل قبول ہوگا نہ لائق تسلیم۔ اس لئے یہ تمام واقعات و روایات جو اوپر بیان کی گئی ہیں اور تاریخ بخاری اور مسند امام احمد حنبل وغیرہم کو انکا ماخذ بتلایا گیا ہے۔ سب کے سب محض لغویات ہیں اور صریح مفتریات۔ مخالف۔ اسلام کسی وقت اور کسی زمانہ میں نہ ہمارے رسول صلعم کے طریقے اور عمل ثابت ہوئے ہیں نہ اوسکے اہل بیت کرام علیہم السلام کے۔ رسول ص نے نہ اوسکے بی بی نے کبھی بت پرستی کی اور نہ کبھی اپنی کسی اولاد کا نام بتوں کے نام پر رکھا۔ حقیقتاً عبد العزیٰ نام آپ کا کوئی بڑا بیٹا ہی نہیں تھا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا۔ جنکی خصوصیت کی وجہ سے عرب کے قدیم قومی دستور کے مطابق آپ کی کنیت **ابو القاسم** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہور ہوئی۔ لیکن قضائے الٰہی سے وہ بھی قبل بعثت انتقال فرما گئے۔ یہ تمام مرویات اوس زمانہ اور اوس زمانہ کے لوگوں کی موضوعات ہیں جن لوگوں نے اوروں کے عیب چھپانے اور برابر بنانے کے لئے شان رسالت کی تخفیض میں خواہ مخواہ تعمیم کو داخل کر دیا۔ ان لغویات کے لئے نہ اسلام جوابدہ ہو سکتا ہے اور نہ بانی اسلام علیہ السلام

موحدین سے ملاقات

محض بیضرورت سُرخی ہے شبلی صاحب اور تمام اہل اسلام کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ رسالت کے تمام طریقے وہبی ہوتے ہیں تعلیم ربانی اور توفیق یزدانی ابتدا سے لیکر انتہا تک رسول ص کے شامل حال ہوتی ہے تو پھر اسکی کوئی ضرورت و احتیاج نہیں کہ موحدین سے ملاقات ہو یا نہو موحدین سے ملاقات اور مجالسات منصب رسالت میں تعلیم و اکتساب کے شبہ پیدا کر دیں گی۔ جو قطعاً منافی رسالت ہے۔ جن موحدین کا ذکر کیا گیا ہے یا جنکے نام لئے گئے ہیں اونکے اعتقادات فی الوحدۃ کی تفصیل دوسری بحث میں بتلائی گئی ہے کہ وہ کس قسم کی وحدانیت کے قائل تھے۔ ان میں سے شبلی صاحب نے ایک ورقہ بن نوفل کا حال خود لکھا ہے کہ وہ آخر میں عیسائی ہو گئے تھے۔ تو آپ ہی فرمائیے کہ اونکی عقیدت فی الوحدت کس کام کی رہی۔ جب اونہوں نے ذات الٰہی کو قابل تناسل و توالد یقین کر لیا۔ پھر توحید کا ایسا غلط اور سراسر منافی اعتقاد رکھنے والے شخص کی ملاقات سے اوس بزرگ کو کیا لطف اور کیا فائدہ حاصل ہونیوالا تھا۔ جو خالص اور کامل توحید کی تبلیغ و تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہو۔ اور جو خاص طور پر توحید کے راستوں سے اون خار و خاشاک کو پاک و صاف فرما دینے کے لئے اتارا گیا ہو جو سالکان وحدت کے دامنوں میں اولجھ اولجھ کر اونکو قربت الٰہی کے حصول سے روک رکھتے ہیں۔

اسکے علاوہ آپ خود اوس وقت کے موحدین میں قیس ابن ساعدہ۔ ورقہ بن نوفل۔ عبد اللہ ابن جحش۔ عثمان بن الحوارث اور زید بن عمرو بن نفیل (غرض خاص تو انکے نام کے شمول سے تھی) کے نام گنا کر خود لکھتے ہیں کہ ان میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید سے ملاقات کی تھی جس کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے۔ ص ۱۴۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ بقیہ لوگوں سے ملاقات نہیں ہوئی۔ تو پھر آپ ہی کی اس خاص تحریر سے آپ کی یہ سُرخی کہ موحدین سے ملاقات غلط اور محض بیضرورت ثابت

ہوگئی۔ مگر آپ نے آگے چل کر اپنے اس اعتراف و اقرار پر بھی اعتبار نہیں کیا اور زید سے بھی ملاقات ہونیکی یہ صورت نکالی تھی کہ
" ورقہ عیسائی ہو گئے تھے۔ اور چونکہ حضرت خدیجہ کے برادر عم زاد تھے اور مکہ ہی میں رہتے تھے اس لئے قیاس ہوتا ہے کہ
آپ ان سے ملے ہونگے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انسے آپ کی دوستی تھی۔ ص ۱۴۱"
میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ قیاس صحیح ہے اور بالکل فی الواقع۔ آپ کو خود اسکی واقعیت یاد نہیں رہی۔ اسلئے
قیاس کرنے کی ضرورت ہوئی۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل سے ضرور ملاقات ہوئی۔ آپ خود لکھ چکے
ہیں۔ اپنی سیرۃ النبیؐ جلد اول کے صفحہ ۱۴۸ میں اپنی یہ عبارت ملاحظہ فرمالیجائے۔
آپ نے حضرت خدیجہ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ وہ آپ کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ جو عبری زبان جانتے تھے
اور توریت و انجیل کے ماہر تھے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقعہ کی کیفیت سنی
تو کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰؑ پر اترا تھا۔
لیجئے ملاقات ہوگئی لیکن اس ملاقات سے وہ ملاقات جو آپ کی اصلی مراد ہے ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ بالکل غلط
ٹھیری۔ موحدین سے ملاقات کی خاص سرخی قایم کرنے سے جو آپ کا مدعا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں
میں مراسم تھے۔ آپ انکے پاس آتے جاتے تھے ممکن ہے کہ یہ لوگ بھی آپ کے پاس آتے جاتے ہوں۔ مگر ورقہ والی مندرجہ
بالا واقعہ نے صاف صاف تبلادیا کہ آنحضرت صلعم اور ورقہ میں اس واقعہ سے پہلے شناسائی اور مراسم نہیں تھے۔ کیونکہ اگر فیمابین
آمد و رفت ہوتی تو حضرت خدیجہ کو لے جانے اور معرفت کرانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اگر قبل سے آپس میں روابط ہوتے۔ تو آپ
بالنفس النفیس جاکر براہ راست اون سے اپنی تسکین و تشفی فرمالیتے۔ جناب خدیجہ کی معرفی کی ضرورت نہیں تھی۔ اس سے
ثابت ہوا کہ فیمابین صرف شناسائی تھی۔ مجالست یا مکالمت اور صلاح و مشورت ثابت نہیں۔
ورقہ بن نوفل ہو چکے قس بن ساعدہ کی نسبت لکھا جاتا ہے ادب و محاضرات کی کتابوں میں عموماً اور بعض تاریخوں میں
بھی مذکور ہے کہ قس بن ساعدہ نے عکاظ میں جو مشہور خطبہ دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس خطبہ میں شریک تھے۔
شبلی صاحب نہ اپنے کسی اقرار پر قایم رہتے ہیں اور نہ اپنے کسی مختار پر۔ ذرا اپنے دیباچہ میں نقل روایات کی متعلق اپنے
مقرر کردہ حدود و نصاب یاد فرمائے جایئں۔ پھر اپنے ادب و محاضرات کے حوالجات پر غور کیا جاوے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا
کہ یہ واقعہ آپ کے نصاب مقررہ کے مطابق ہرگز قابل اندراج نہیں تھا۔ پھر آپ نے محض بے ضرورت اسکو کیوں لکھا اور
پھر لکھکر آیندہ عبارت میں قوی دلائل سے اسکی تردید بھی فرمادی تو گویا تمام تر یہ آپ کی سعی حاصل تھی اور کچھ بھی نہیں لیکن آپنے
ان واقعات کو خاصکر اس وجہ سے لکھا اور حتی الامکان اس کی تردید بھی کردی اس باعث سے کہ عیسائی منتفین انھیں غیر مقید
اور نا مستند مرویات کو اپنی عالمفریبی کا ماخذ بنالیتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ وآلہ وسلم کی رسالت ان لوگوں کی تعلیم
ہدایت۔ مشورت اور صحبت کا نتیجہ تبلاتے ہیں۔

ہمکو بھی اقرار ہے کہ یہ غرض آپ کی صحیح ہے اور یہی آپ کی حفظ ماتقدم کے اعتبار سے ایک حد تک مفید ہے لیکن آپنے قس ابن ساعدہ کی روایت کے متعلق اپنی تحقیق و تردید کو تمام کر دیا ہے و ورقہ بن نوفل اور خصوصاً زید بن عمرو بن نفیل کی نسبت مجالست، مکالمت اور برابر صحبت کو صحیح یقین کر لیا ہے۔ کیونکہ زید کی نسبت تو صحیح بخاری کے اسناد موجود ہیں اسلئے ان مرویات کی تردید پر آپ کا قلم نہ اوٹھ سکا۔ جب قلم نہ اوٹھ سکا اور تردید نہ ہو سکی تو آپ کے مخالفت کو ان ماخذوں سے اپنی عالمفریبی کے نتیجے نکالنے کا تو ویسا ہی موقع حاصل رہگیا۔ اگر قس بن ساعدہ سے نہیں تو ورقہ او زید بن عمرو سے استفادہ اور مشورۃ فی علم الرسالت کا قیاس تو اپنی حالت پر قایم رہگیا۔ حالانکہ یقینیات رسالت کو ان ظنیات و قیاسات سے کیا واسطہ اور کیا سروکار۔ اور ان مشتبہین فی المعرفت او متشککین فی الوحدت کو سلسلۂ رسالت کے آگے کیا مقدار اور کیا اعتبار۔ یہہ گم کردگان حقیقت اپنے خیالات و جذبات میں بغیر کسی راہبر کے شاہد حقیقی کی تلاش میں اگر تھوڑا بہت سمجھہ سمجھہ کر ٹکرا رہے تھے۔ یا بگڑ بگڑ کر سمجھہ رہے تھے۔ وہ حقیقتاً اصل خداشناسی اور معرفت سے کوسون دور تھے۔ پھر مبلغ رسالت او متمم نبوت کو ان سے صحبت رکھنے کی نہ کوئی ضرورت تھی اور نہ مشورت کرنے کی حاجت۔ اس بنا پر ان لوگون کی ملاقات یا مجالسات کا ذکر کرنا اور پھر اس اہتمام سے کہ اسکے لئے ایک جداگانہ عنوان قایم کرنا معترضین کو اعتراض کا اور موقع دلانا ہے اور توہین کے توہمات کو اور قوی بنانا ہے۔ دیکھئے آپ خود اپنی کتاب میں چار صفحون کے بعد ان لوگوں کے نتیجہ کو جنکو آپ موحدین بتلاتے ہین اور اون سے رسول صلعم کی ملاقات کو ایک خاص باب میں بیان فرماتے ہین ان الفاظ مفصلۂ ذیل میں لکھکر دکھلا دیتے ہین

> یہ فطرت سلیم اور نیک سرشتی کا اقتضا تھا۔ لیکن ایک شریعت کبریٰ کی تاسیس۔ یک مذہب کامل کی تشئید اور رہنمائی کونین کے منصب عظیم کے لئے کچھ اور درکار تھا اس زمانہ کے قرب میں تین اور حق پرستون (ورقہ۔ زید۔ عثمان بن حویرث) کے دل میں خیال آیا کہ جماد لا یعقل کے آگے سر جھکانا حماقت ہی۔ چنانچہ سب مذہب حق کی تلاش میں نکلے لیکن ناکامی کی دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر رہ گئے۔ ورقہ او عثمان عیسائی ہو گئے۔ او زید یہ کہتے کہتے مر گئے کہ اے خدا اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ تجھکو کس طریقہ سے پوچنا چاہئے تو مین اوس طریقہ سے تجھے پوجتا۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۴۰

جب آپ خود ان لوگون کی ایسی حالت لکھکر اقرار کرتے ہین کہ سب کے سب دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر رہ گئے یعنی کوئی بھی راہ معرفت یا منزل وحدت تک نہین پہونچا۔ تو پھر آپنے اونکو موحدین کیسے تسلیم کر لیا۔ اگر بتون کی پرستش نکرنے سے آپ کو انپر قائل توحید ہونیکا گمان ہوا ہے تو جین۔ بدھ او نانک شاہی تمام فرقون کو موحد مان لیجئے۔ اور ان کے عالمون یا موحدون سے ملاقات کرنیکو (اگر واقعات مل جائین) ایک رسول کے لئے ضروری اور قابل الذکر یقین کیجئے۔ اور اگر ورقہ وغیرہ عیسائی ہو جانے سے آپنے موحد سمجھہ لیا تو جیسا ہم اوپر لکھہ آئے ہین آپ کو بھی مسئلہ تثلیث کو عین توحید یقین کر لینا ہوگا افسوس تو یہ ہے کہ آپ خود غرضانہ تقلید اسلاف کے ساتھہ داد تحقیق و انصاف لینا چاہتے ہین اور اجتماع ضدین محال ہے۔

ایک زید بن عمرو بن نوفل کی شخصیت اور معرفت قایم کرانے کے لئے۔ جنکے سلسلہ مین یہی تشبث بعد حضرت عمر بن الخطاب پیدا ہوئے۔ یہ تمام کوشش کیگئی ہے اسمین کلام نہین کہ شبلی صاحب کی یہ ایجاد اور طبعزاد خاص نہین۔ بلکہ ایک زمانہ سے علماؤ محدثین نے حفظ ماتقدم کے خیال سے اور حضرت عمر کے خاندانی اور قدیم فضل و کمال ثابت کرنے سے ان مرویات کو جو صریح موضوعات مین۔ تاریخ و سیرت کی کتابون مین داخل کردیا ہے۔ جو ناقص شان رسالت ثابت ہونیکے علاوہ طرح طرح کے فساد پیدا کرتی ہین جن مین سے ایک تو عیسائی معترضین کو غلط تعریضات کی موقع دہی ہے جسکی آپ خود تنقید و تردید فرما چکے ہین اسکے علاوہ اور مفسدات ہین جو نفس اسلام مین سخت خرابی پیدا کرتے ہین۔

احباب خاص یہ سرخی بھی بیکار ہے اور محض بیضرورت۔ لیکن جس ضرورت خاص سے آپ نے اسکو لکھا ہے وہ بھی پوشیدہ نہین ہے شبلی صاحب کی عبارت یہ ہے۔

نبوت سے پہلے جو لوگ آپ کے احباب خاص تھے۔ نہایت پاکیزہ اخلاق۔ بلند مرتبہ اور عالی مرتبت تھے ان مین سب سے مقدم حضرت ابو بکر رض تھے۔ جو برسون آپ کے شریک صحبت رہے حضرت خدیجہ کے بھتیجے بھائی حکیم بن حزام۔ جو قریش کے معزز رئیس تھے وہ بھی احباب خاص مین تھے۔ حرم کا منصب رفادہ انھین کے ہاتھ مین تھا۔ دار الندوہ کے بھی یہی مالک تھے چنانچہ اسلام کے بعد امیر معاویہ کے ہاتھ مین ایک لاکھ درم پر بیچ ڈالا۔ لیکن یکل رقم خیرات کر ڈالی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر مین پانچ برس بڑے تھے اگرچہ یہ مدت تک یعنی ہجرت کے آٹھوین سال تک ایمان نہین لائے۔ لیکن اس حالت مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کعبہ مین ذویزن کا اسباب نیلام ہوا تھا۔ اوس مین ایک حلہ تھا۔ انھون نے اوسکو پچاس اشرفیون پر خریدا اور مدینہ لیکر آئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نذر کرین آپ نے فرمایا کہ مشرکین کا ہدیہ قبول نہین کرتا البتہ قیمت لو تو لے سکتا ہون۔ مجبور ہو کر انھون نے قیمت لینی گوارا کرلی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو لیلیا ضماد ابن ثعلبہ جو ازد کے قبیلے سے تھے۔ جاہلیت مین طبابت اور جراحی کا پیشہ کرتے تھے۔ یہ بھی احباب خاص مین تھے۔ نبوت کے زمانہ مین یہ مکہ مین آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت مین دیکھا کہ راستہ مین جارہے ہین اور پیچھے لونڈون کا غول ہے مکہ کے کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجنون کہتے تھے۔ لونڈون کا غول دیکھکر ضماد نے بھی یہی قیاس کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ محمد (صلعم) مین جنون کا علاج کرتا ہون۔ آپ نے حمد و ثنا کے چند موثر جملے ادا کئے ضماد مسلمان ہوگئے۔ اس واقعہ کو مسلم اور نسائی نے مختصراً لکھا ہے لیکن زیادہ تفصیل مسند امام احمد بن حنبل جلد اول ۳۰۲ مین ہے۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

[illegible] میں شریک تھے۔ اون میں سے ایک صاحب قیس بن سائب مخزومی تھے مجاہد بن جبیر جو مشہور مفسر گذرے ہین وہ انھیں کے غلام تھے۔ اِن کا بیان ہے کہ شرکا کے ساتھ آپکا معاملہ نہایت صاف رہتا تھا اور کبھی کوئی جھگڑا یا مناقشہ پیش نہین آتا تھا۔ سیرۃ النبیؐ ج ۱ ص ۱۴۴

احباب خاص مین اگر حضرت ابوبکر کو آپ بعد نبوت احباب خاص مین شمار فرماتے تو مجھے کوئی عذر نہین تھا۔ مگر افسوس ہے کہ مجھے قبل نبوت انکے احباب خاص ہونے مین ضرور تامل ہے۔ اسلئے کہ شبلی صاحب خود راہب بحیرا کے قصہ مین لکھکر اقرار کر چکے ہین کہ اس روایت مین مذکور ہے کہ حضرت بلالؓ اور ابوبکرؓ بھی اس سفر مین شریک تھے۔ حالانکہ اوسوقت بلال کا وجود بھی نہین تھا اور حضرت ابوبکر بچے تھے۔ سیرۃ النبی ص ۱۳۱ ممکن ہے کہ فیما بین شناسائی ہو لیکن محض شناسائی احباب خاص کی خصوصیت تک نہین پہونچتی۔ خصوصًا جب سن و سال مین فیما بین اتنی تفاوت واقع ہو کہ ایک سیزدہ سالہ ہو۔ قریب بلوغ اور دوسرا بچہ سہ سالہ یا چار سالہ شبلی صاحب احباب خاص کی ضرورت اور مقاصد و مطالب کو خوب جانتے ہین۔ علی العموم احباب خاص وہی اشخاص بنائے جاتے ہین جو سن و سال اور علم و کمال اور فکر و خیال مین مساوی ہوتے ہین۔ ان خصائص مین سے کوئی خصوصیت اوسوقت تک حضرت ابوبکر کے لئے ایسی ثابت نہین کی جاتی جس مین وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ مساوی ٹھرائے جائین جب کوئی ایسا قرینہ اور ذریعہ یا ضرورت ایسی معلوم نہین ہوتی تو حضرت ابوبکرؓ کو قبل از وقت نبوت کے خاص احباب مین شامل کرنے سے آپکی وہی غرض و غایت حفظ ماتقدم اور پیشبندی سمجھی جاویگی جو ارباب موحدین کی فہرست قایم کرنے مین آپ زید بن عمر بن نفیل کے شمول کی نسبت مدنظر رکھ چکے ہین۔ عرب کی قدیم تاریخون مین تو نہ ارباب موحدین سے ملاقات رکھنے کا ذکر ہے اور نہ احباب خاص کا مذکور۔ ہان حدیثون سے ماخوذ کی ہوئی سیرت و تاریخ کی کتابون مین عالم صحابیت کی بنیاد رکھنے کے لئے ان واقعات کو قلمبند کرنا از حد ضروری سمجھا گیا ہے کیونکہ یہی حضرات قبل نبوت تک تو احباب خاص رہتے ہین اور بعد نبوت اصحاب خاص ہو جاتے ہین۔

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ تنہا حضرت ابوبکر کا شمول کافی نہ تھا۔ بہتر ہوتا کہ عشرہ مبشرہ کے تمام حضرات احباب خاص کے اس قدیم دائرے مین لے لئے جاتے۔ تو صحبت بھی معقول ہو جاتی۔ اور ان بزرگوارون کے آیندہ حسن خدمات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت و رفاقت کے لئے اپنی صلاحیت و موزونیت کو آپ ثابت کر دیتے۔ لیکن شبلی صاحب مین نہ اتنی جرأت اور نہ اتنی جدت کہ وہ تقلید اسلاف کا قدیم طریقہ چھوڑ کر اپنی مضمون آرائی مین کوئی تازگی پیدا کرین۔ اسلئے آپ نے وہی پرانی اور پامال لکیر پیٹی۔

حکیم بن حزام جو حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی ہوتے تھے دوسرے نمبر مین احباب خاص بتلائے جاتے ہین حضرت ابوبکرؓ کے احباب خاص ہونیکی تو کوئی خصوصیت نہین بتلائی گئی۔ لیکن انکے اوصاف و خصائص کی قدرے معرفت کرائی گئی ہے اول یہی کہ حضرت خدیجہؓ کے برادر عم زاد تھے۔ اصولاً یہ قرابت بھی مفید مطلب نہین ہوتی۔ کیونکہ واقعات تو یہ

بتلاتے ہین کہ حضرت خدیجہ کا اپنا بھائی۔ نوفل بن خویلد۔ وہ بدبخت ازلی تھا۔ جو شقی ترین مشرکین کے ساتھ جان رسالت کا مرتے دم تک دشمن بنا رہا اور آخر کار معرکہ بدر مین جناب علی مرتضیٰ ع کی تیغ آبدار سے داخل جہنّم ہوا۔ یہ تو حقیقی بھائی کا مآل کار ہے۔ اسکے مقابلہ مین برادر عم زاد کا کیا شمار۔ اور اس مین ترقی کی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ بدبخت ابولہب جو اصلی قرابت مین اپنا چچا ہوتا تھا ہمیشہ ملائے جان بنا رہا تو پھر ان سببی علاقہ بمدون کا کیا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ دوم یہ کہ قریش کے نامور رئیس تھے۔ دارالندوہ اور رفادہ کے مالک یہ سب صحیح اور فی الواقع۔ مگر یہی وجوہات نبوّت کے احباب خاص ہونے کے اگر اسباب خاص قرار دیے جائین تو نبی زمانہ کی حیثیت رؤسا، اور اہل متوّل سے یا اُمرا کے درباری مصاحبین سے زیادہ ثابت نہین ہوگی۔ اور پھر نبوت و رسالت کے ابتدائی جذبات وخیالات امارت و ریاست کے موثرانہ اقتباسات جلائے جائین گے۔ دہم پرست مخالفین تو آپ کے اس قیاس بے مقدار کا طومار بنادین گے۔ سوم یہ کہ آخر مین ان احباب خاص کا مآل کار جو نبوّت و رسالت کا مدعا ہے خاص ہونا چاہیئے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بزرگ آٹھوین سال ہجری تک نہ اپنے محب خاص کو رسول برحق سمجھے اور اوسکی رسالت کو سچی رسالت۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود اتنے مراسم وراہ کے نبوت ان پر اپنے فیضان کا کوئی اثر نہ پہونچا سکی۔ پھر پیغمبر کو اس شخص کو احباب خاص بنانے سے کیا فائدہ ہوا۔ اسکے بعد شبلی صاحب حلہ والا واقعہ بیان کرتے ہین۔ اس واقعہ سے تو حکیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبّت والفت کیا ایک قسم کی نفرت ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی مقام سے اصل مدعائے نبوت معلوم ہوجاتا ہے جو ہر نبی اللہ کو ابتدا ہی سے مدنظر رہتا ہے۔ آپ اپنے قدیم دوست کے ہدیہ کو صرف اس بناپر واپس دیتے ہین کہ وہ اب تک ایمان نہین لایا ہے۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے کہ جس شخص سے ایسا گہرا اور قدیم اتحاد قایم ہے۔ وہ اب تک دل مین تو جھوٹا سمجھتا ہے لیکن محض ظاہرداری کے طریقہ پر اوسکے ساتھ نمایشی خلوص ومحبت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ معاملات تو احباب خاص کی خصوصیت کو اور بد نما بنا دیتے ہین۔ اور احباب خاص ہونیکا جیسا شبلی صاحب کا قیاس ہے کوئی کافی ثبوت نہین ہوپہنچاتی یہ تو خیر حکیم بن خرام کا ہدیہ تھا جو بلا قیمت نہین لیا گیا اور اسوجہ خاص سے کہ حکیم اوسوقت تک مسلمان نہین ہوئے تھے۔ ہم تو شبلی صاحب کو حضرت ابوبکرؓ کا ہجرت کے موقع پر اونٹ کا ہدیہ پیش کرنا یاد دلاتے ہین۔ حضرت ابوبکرؓ تو خیریت سے مسلمان بھی ہوچکے تھے اور اسوقت رفیق تنہا بنائے جاچکے تھے۔ ام المومنین حضرت عایشہؓ سے نکاح بھی ہوچکا تھا۔ اسوجہ سے قرابت سببی پر بھی فائز ہوچکے تھے لیکن ان تمام خصوصیات پر بھی مضاعف قیمت دیکر اونکا اونٹ لیا گیا۔ ایسا عالی ہمت۔ سیرچشم اور مستغنی المزاج بزرگ کیا اُمرا کا احباب بنتا یا اونکو اپنا احباب بنانا کب گوارا فرماتا۔

ضماد ابن ثعلبہ ازدی غریب کا۔ جو احباب خاص کے تیسرے نمبر پر رکھے گئے ہین حکیم ابن خرام کے ایسے دولتمند شخص سے اچھا مآل کار ہوا اونپر فیضان نبوت کے اچھے اور پورے اثر ہوئے۔ ان کے مخلصانہ سوال کے جواب مین لبہائے مبارک سے چند موثر جملون کا ارشاد ہوتا تھا۔ جیسا کہ لکھا گیا ہے ضماد مسلمان ہوگئے شبلی صاحب اسی واقعہ سے شان رسالت اور فیضان نبوت کی حقیقت کو سمجھ لین۔ ابھی تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فائز برسالت بھی نہین ہوئے تھے۔ پھر بکمال تسخیر اور قوت

تاثیر جو سوائے قدرت روحانیت کے آئے ۔ آ نہین سکتی۔ اوسوقت آپ کی ارشاد مین کیسے اور کہان سے آئی۔ اُسوقت تک نزدل قرآن بھی نہین ہوا تھا۔ جو یہ کہا جاوے کہ آپ نے وہ قرآن کے جُملے پڑھے تھے ۔ اور یہ کلمات آلہی کی جبروتی تاثیر تھی جس نے ضماد کو قبول ایمان کی طرف کھینچ لیا یہی وہ مشاہدات ہین جو ہر زمانہ مین نبی زمانہ کو عام اس سے کہ وہ فائز برسالت ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہدایت ارشاد کے مخصوص موقعون اور ضرورتون کے وقت ان کمالات روحانیہ سے ہمیشہ کامل ثابت کرتے ہین یہ کمالات اوسکی فطرت صالحہ کے ساتھ ساتھ پیدا کئے جاتے ہین ۔ اور اسی کے ساتھ بالمدارج نشو و نما اور ترقی پاتے رہتے ہین۔ اسی بنا پر انبیاؑ و مرسلین کا ازمبداء فی اللحد ان تمام کمالات پر فائز ہونا اسلام کے اُصول عقائد مین داخل ہے ۔ ملاحظہ ہو تفسیر امام رازی

قیس ابن سائب مخزومی کو احباب خاص کی فہرست مین چوتھا نمبر رکھا گیا ہے ۔ میرے خیال مین انکا اندراج تو بالکل بیضرورت ہے ۔ انکے خیالات سے سوا ے اسکے کچھ اور نہین معلوم ہوتا کہ جن لوگون کے ساتھ آنحضرت صلعم مکہ مین کاروبار تجارت رکھتے تھے ۔ اُن کے ساتھ آپ کے معاملات کو بہت صاف رکھا جانا ثابت کرتے ہین۔ ان بزرگ کے اس بیان سے نبوّت کی حقیقت کیا معلوم ہوئی۔ ہان اوس زمانہ مین مشغلہ تجارت کے متعلق آپ کا کمال تدیّن ثابت ہوتا ہے ۔ جو شبلی صاحب کے موضوع تالیف سے کوئی واسطہ نہین رکھتا ۔ تجارت مین کمال تدین کوئی ایسی چیز نہین جو آپ کی ذات مین من حیث التجارت کوئی خصوصیت ثابت کرتا ہو ۔ یہ تو تجارت اور اہل تجارت کے لئے عموماً اتنا ضروری ہے کہ اسکے بغیر ایک دن بھی ذنکا کاروبار نہین چل سکتا ۔ فی زمانا بڑی بڑی تاجر کمپنیان کُھلی ہین اور قریب قریب تمام تر غیر اسلامی ہین ۔ اور اون مین کمال تمدن ثابت ہوتا ہے تو کیا اونکے اس کمال تمدن سے ہم اون مین شائبہ نبوت بھی تسلیم کرلین اگر ایسا ہی ہو تو ہر سچا آدمی نبی ہو سکتا ہے ۔

افسوس ہے شبلی صاحب کی اس خودغرضانہ غفلت اور ہوشیارانہ اخفا و چشم پوشی پر ۔ آپ نے احباب موّحدین اور مخصوصین کی فہرستین کمال تفحص و تلاش سے مرتب کرلین اور بڑے حزم و احتیاط سے ۔ سرے سے بیرونی اور غیر سروکاری لوگون کو آنحضرت صلعم کے ارباب ملاقات اور احباب روابط و اتحاد مین شامل کرلیا لیکن آپ کی یاد اور آپ کی نظر توجہہ کبھی اسطرف نہ گئی کہ محمد صلعم کے گھر مین بھی کوئی تھا جس سے آپ مجالست مکالمت یا صحبت کا لطف اوٹھاتے اور اوسکو محب خاص بناتے ۔ قرآن تبلا رہے ہین کہ آپ کی تحقیق مین یا تو محمد (صلعم) کا گھر آدمیون سے بالکل خالی تھا یا اون کے گھر والے ایسے ہی ناکارے تھے کہ آنحضرت صلعم سرے سے اونکو منہ لگانا نہین چاہتے تھے ۔ اور اون سے مجالست مکالمت یا صحبت رکھے جانے کی ذلّت کو گوارا نفرماتے تھے ۔

بنی ہاشم پر جیسی کہ آپ کی ابتداے تالیف سے نظر شفقت ہے وہ اس کتاب مین ہم ہر ہر مقام پر دکھلاتے آئے ہین اور انشاء اللہ دکھلاتے آئین گے ۔ شبلی صاحب ۔ دل لگتی ہوئی باتون کو کتاب مین لکھا کیجئیے جس بزرگوار کے گھر مین ایک کبیر السن جد امجد خدا کے فضل و کرم سے اوسکے گیارہ ہوشیار اور اہل کاروبار بیٹے اور پھر ان بیٹون کے متعدد بیٹے موجود ہون ۔ کنبہ کا کنبہ اور قبیلہ کا قبیلہ ایسا بھرا پُرا ہو ۔ وہ اپنے تمام عزیز و اقاریب مین سے کسی ایک کے ساتھ بھی مراسم و روابط نہ پیدا کرے ۔ نہ کسی سے ملاقات

رکھا ہوا اور اون مین سے کسی کو اپنا دوست اور احباب خاص بناتا ہو۔ آپ کیلئے کسقدر خلاف فطرت ہے اور منافی عادت۔ کیا (نعوذ باللہ) عبد المطلب کے گھر مین سب کے سب ابو لہب ہی تھے۔

سب کو جانے دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے چچا حضرت حمزہ جو سن مین تقریباً برابر اور رضاعی بھائی بھی ہوتے تھے جنکے متعلق آپ خود لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے اعمام مین حضرت حمزہؑ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ (تاہم احباب خاص مین نہ لئے گئے) وہ آپ سے سن مین دو تین برس صرف بڑے تھے۔ اور ساتھ کھیلے تھے۔ دونون نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا اور اس رشتہ سے بھائی بھائی تھے۔ وہ ابھی تک اسلام نہین لائے تھے لیکن آپ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ (تاہم احباب خاص کہے جانے کے قابل نہین تھے) اون کا مذاق طبیعت سپہگری اور شکار افگنی تھا۔ دن بھر تمام تمام دن شکار مین مصروف رہتے تھے۔ شام کو واپس آتے تو پہلے حرم مین جاتے۔ طواف کرتے۔ قریش کے رؤسا صحن حرم مین الگ الگ دربار جما کر بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت حمزہؑ ان لوگون سے صاحب سلامت کرتے۔ کبھی کسی کے پاس بیٹھ جاتے اس طریقہ سے سب سے یارانہ تھا۔ اور سب لوگ انکی قدر و منزلت کرتے تھے۔ (مگر شبلی صاحب کو انکی اتنی قدر بھی گوارا نہ ہوئی کہ رسولؐ کے احباب خاص مین انکا نام بھی لکھدین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخالفین جس بے رحمی سے پیش آتے تھے یگانون سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ ایک دن ابو جہل نے رو در رو آپ کے ساتھ گستاخیان کین۔ ایک کنیز دیکھ رہی تھی آئے تو اوس نے تمام ماجرا کہا۔ حضرت حمزہؑ غصہ سے بیتاب ہو گئے۔ تیر و کمان ہاتھ مین لئے حرم مین آئے اور ابو جہل سے کہا کہ مین مسلمان ہو گیا ہون۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ

دیکھئے شبلی صاحب لکھنے کو تو سب لکھ گئے۔ لیکن حضرت حمزہؑ کو جوش محبت اور جذبات قرابت کے اصلی اور عملی خدمات کی تفصیل کو بالکل مرفوع القلم فرما گئے۔ گویا اس واقعہ مین حضرت حمزہؑ کی رفاقت و حمایت نبویؐ کے یہ مشاہدات آپ کی نزدیک ذکر کے قابل ہی نہین تھے۔ حقیقتاً ہم آپ کی اس فروگذاشت کی ضرورت خاص کو۔ جو آپ کا اصل مدعا ہے خوب سمجھتے ہین اور واقعی اگر آپ اسکی تفصیل کر دین تو صحابہ مین سے ملاقات اور احباب خاص کی طلسمی فہرست جو آیندہ ایک بڑے عالم خاص کی بنیاد قایم کرنیکے لئے مرتب کیگئی ہے بالکل غارت اور برباد ہو جائے۔ مگر ہم مجبور ہین۔ حقیقت حال کا انکشاف کئے بغیر ہم نہین رہ سکتے چنانچہ یہ پورا قصہ تو ہم حضرت حمزہؑ کے اسلام لانے کے متعلق لکھین گے۔ یہان ہم صرف اسکے متعلق اوتنی ہی عبارت اور اوسکی تفصیل ذیل مین درج کرتے ہین جسکو آپنے اصل واقعہ سے نکالدیا ہے۔ اور عربی ماخذون کی اصلی عبارتون کے ترجمون مین خواہ مخواہ قطع و برید کر دی ہے۔ دیکھئے آپ لکھتے ہین۔ ایک دن ابو جہل نے رو در رو گستاخیان کین۔ ایک کنیز دیکھ رہی تھی۔ حضرت حمزہؑ شکار سے لوٹے تو اوس نے یہ ماجرا کہا۔ حضرت حمزہؑ غصہ سے بیتاب ہو گئے۔ تیر و کمان ہاتھ مین لئے حرم مین آئے اور ابو جہل سے کہا کہ مین مسلمان ہو گیا۔

شبلی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کو دیکھکر جو حقیقتاً ایک مضمون ہے جس کی صرف ابتدا ہے خبر ندارد۔ ہر شخص سمجھ لیگا

کہ حضرت حمزہ ؑ غصہ سے بیتاب ہو گئے۔ تیر و کمان لئے حرم مین آئے اور ابوجہل سے کہا کہ مین مسلمان ہو گیا ہون۔ مگر تاہم اوسکو آپ سے یہ پوچھنے کا حق باقی رہ جائے گا کہ حضرت حمزہ ؑ غصہ سے اتنی بیتابی کی کیا وجہ تھی۔ اگر ابوجہل کی گستاخیان اسکی باعث تھین تو پھر ان بیتابیون کا نتیجہ کیا نکلا۔ کچھ بھی نہین جب آپ کے لکھنے کے مطابق اسکے نتیجہ پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ باآن شور اشوری و باین بے نکلی۔ یہ خالی دہمکی تھی اور زبانی پرجوشی تھی۔ تیر و کمان لئے یہ کہڑے کے کہڑے رہ گئے اور کچھ بھی نہ کر سکے نہ معلوم وہ غصہ کیسا تھا اور کیا ہوا۔ اوسکی بیتابی کیسی تھی اور کیا ہوئی۔ ان امور پر غور کرنے کے بعد ہر شخص آپ کے مُنہ پر کہدیگا کہ آپنے اپنی اس عبارت مین ایک واقعہ کی مبتدا کو تو لکھا۔ لیکن اوسکی خبر کی کوئی خبر نہ لی۔

اب مین اوس ابتدا کی خبر لکھکر بتلائے دیتا ہون کہ اس واقعہ کے نتیجہ سے حضرت حمزہ ؑ کی حمایت و رفاقت نبوی جو حقیقتاً قرابت و یکجہتی کے اصلی مقصود مین پورے طور سے ثابت ہوتی ہین۔ ابن ہشام۔ طبری۔ قسطلانی۔ اور زرقانی بیک لفظ لکھتے ہین۔

فاحتمل حمزۃ الغضب لما اراد اللہ بہ من کرامتہ فخرج سریعا لا یقف علی احد کما کان یصنع یرید الطواف بالکعبۃ معدّا لابی جہل اذا لقیہ ان یقع بہ فلما دخل المسجد نظر الیہ جالسا فی القوم فاقبل نحوہ حتی اذا قام علی راسہ رفع القوس فضربہ بہا ضربۃ فشجہ بہا شجۃ منکرۃ۔ طبری ۱۱۸۷۔ ابن ہشام ۹۹ زرقانی ۹۹

حضرت حمزہ ؑ غصہ سے بیتاب ہو گئے کیونکہ قدرت خدا نے انکے اس غیظ کیحالت خاص سے اظہار کرامت کا ارادہ فرمایا تھا۔ اسلئے صورت حال سنکر آپ نہایت تیزی سے گھر چلے۔ اور جبکہ طواف کعبہ کرتے وقت آپکا دستور تھا اوس دن اوسکے خلاف آپ حاضرین کعبہ مین کسی ایک کے پاس بھی نہ ٹھہرے کیونکہ انکا مدعا ابوجہل سے صرف ملنے کا تھا۔ مسجد حرم مین پہونچے ابوجہل اپنی قوم کے چند لوگون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا آپ سیدھے اوسی کیطرف بڑھتے ہوئے چلے گئے یہان تک کہ آپ اوسکے سر کے بالکل قریب آگئے۔ اپنی کمان (غالباً لوہے کی ہوگی) اوٹھائی اور اوس سے اوسکو ایک ضرب شدید لگائی۔

غصہ کی شدت اور انتقام کی پرجوشی کی کیفیت ہوتی ہے کہ منتقم مقابل مخالف کو اوسوقت تک وجہ انتقام نہین بتلاتا جبتک کہ فعل انتقام کو عملی صورت مین انجام تک نہین پہونچا لیتا یہی کیفیت غصہ کی بیتابی سے حضرت حمزہ ؑ کی ہوئی۔ جب ابوجہل کو مار چکے یا یون کہو کہ اوس سے انتقام لیچکے یا اسکو اُسکی گستاخی کی سزا تک پہونچا چکے تو اوس سے بالفاظ طبری یون ارشاد فرمایا۔ اتشتمہ وانا علی دینہ (ارے دیکھ۔ تو نے جسے گالیان دین مین اوسی وقت سے اوسکے دین مین آگیا) دنیا کے انصاف پسند اور حق بین حضرات دیکھ لین شبلی صاحب نے پیمبر کے ایسے دلسوز اور جان نثار احباب خاص کی سر فروشی اور جان نثاری کی خدمات کو کیسا چھپایا ہے اور قطع و برید فرما کر کیسا غارت کیا ہے۔ کیا شبلی صاحب پیغمبر صلعم کے ایسے جانثار اور معین و مددگار کو احباب خاص اور ملاقات رکھنے والے حضرات کی فہرست مین نہین لے سکتے تھے؟ کیا قبل اسلام اونکی یہ جان نثاری اور حمایت رسول اونکی محبت خاص اور اختصاص کو ثابت نہین کرتی۔ کیا یہ واقعات ثابت نہین کرتے کہ خود اوسوقت رسول اللہ صلعم کے گھر مین اونکے پسینہ پر اپنا خون گرانے والے موجود تھے۔

اسی طرح اعمام مین حضرت عباس کا نام بھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اونکے تعلقات اور جذبات بھی

اوسی مقدار و اعتبار پر یقین کئے جائینگے۔ جتنے اور جیسے حضرت حمزہ ؑ کے۔ یہ وہی بزرگ تھے جن سے قبل رسالت آنحضرت صلعم نے حضرت ابیطالب کی عیالداری اور ناداری کی حالتون مین اعانت وکفالت کی درخواست کی تھی اور خاص مجلس مشورت قایم کر کے عقیل کو ابیطالب کے پاس رہنے دیا۔ علی ؑ کو اپنے پاس رکھ لیا اور جعفر کو اونکے (عباس) حوالہ کر دیا تھا۔ شبلی صاحب کے پاس اتنا دل درد مند کہان جو بنی ہاشم کے ان باہمانہ اور دلسوزانہ جذبات یکجہتی اور تعلقات قلبی کو قدر کی نگاہون سے دیکھتے اور قابل الذکر سمجھتے۔ آپ کو تو ہمیشہ ذکر اغیار سے لطف آتا ہے۔ اور اسی بنا پر آپنے اس واقعہ کا ذکر بھی سیرۃ النبی مین نہین کیا ہے۔ اور کیون کرنے لگے؟ لیکن حقیقت نے اپنا انکشاف کرا ہی لیا۔ اور حضرت عباس کی نسبت غزوۂ بدر کے آخر مین آپکے قلم سے اتنا نکل گیا ہے کہ

دوسری طرف محبت کا یہ اقتضا تھا کہ حضرت عباس ؑ کی کراہ سنکر رات کو آپ آرام نہ کرسکے۔ لوگون نے گرہ کھولی تو آپنے آرام فرمایا۔ سیرۃ النبی ؐ جلد اول ص ۳۴۲

اب آپ ہی تصفیہ فرمائین کہ جس کی محبت کے تقاضے اس حد تک پہونچے ہوئے ہون کہ اوسکی تکلیف کی وجہ سے رات بھر رسول اللہ صلعم کو نیند نہ آئی۔ جب اوسکی تکلیف رفع کر دیگئی تب رسول صلعم نے آرام فرمایا۔ تو کیا ایسا شخص احباب خاص کی تعریف مین نہین آسکتا؟ لیکن شبلی صاحب مجبور تھے۔ ان واقعات کو کیسے لکھتے۔ حضرات حمزہ اور عباس۔ دونون صاحب بنی ہاشم تھے۔ اہلبیت ؑ کے دائرہ مین شمار ہوتے تھے۔ جنکے ذکر و نام سے شبلی صاحب کو جھجک آتی ہے۔

حمزہ ؑ اور عباس۔ اعمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ السلام کے حالات تمام کر کے آپ کے بھائیون کے حسن خدمات ملاحظہ ہون۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائیون مین عبیداللہ بن حارث بن عبدالمطلب بھی اوسی گروہ مین تھے۔ اس بزرگ کے حالات اونھین تو معرکۂ بدر مین پڑھ لئے جائین۔ آپ خود لکھتے ہین۔

عتبہ حضرت حمزہ ؑ سے اور ولید حضرت علی ؑ سے مقابل ہوا۔ عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا حضرت علی نے بڑھکر شیبہ کو قتل کر دیا اور عبیدہ کو کندھے پر اوٹھا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین لائے۔ عبیدہ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کیا مین دولت شہادت سے محروم رہا۔ آپ نے فرمایا نہین تم نے شہادت پائی۔ عبیدہ نے کہا آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ اون کے اس شعر کا مستحق مین ہون ونسلمه حتى نصرع حوله۔ ونذهل عن ابنائنا والحلائل۔ ہم محمد ؐ کو اوسوقت دشمنون کے حوالے کردینگے جب ہم اون کے آگے لڑکر مر جائینگے۔ اور ہم محمد ؐ کے مقابلہ مین اپنے بیٹون اور بیبیون کو بھول جائینگے۔ سیرۃ النبی ؐ کرد بدر

اس جان نثار اور فدائی بھائی کے یہ قلبی جذبات ہین اور عملی خدمات۔ جنکو لکھکر آپ خود اقرار کر چکے ہین۔ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ باشاد زرقانی اور ابن ہشام۔ اسوقت اون تمام ہاشمیون مین جو رسول اللہ صلعم کی رفاقت مین جان نثاری کو حاضر تھے۔

سب سے کبیر السن تھے۔ انکا سن اسوقت ترسٹھ برس کا ہو چکا تھا حضرت حمزہؑ انکے چچا ہوتے تھے لیکن ان سے آٹھ برس سن میں چھوٹے تھے غزوہ بدر میں حضرت حمزہ کا سن ۵۸ برس کا بالاتفاق ثابت ہے۔ اسکے علاوہ اگر قبل و بعد اسلام کی بھی بحث پیش نکالی جاوے تو انکا اشعار ابیطالب کو پڑھنا اور اپنے جذبات و خدمات کو اونکے مطابق تبلانا ثابت کر رہا ہے کہ اونکی یہ سرفروشانہ خدمات موجودہ حالات کے اثر سے نہین پیدا ہوئی ہین۔ بلکہ یہ تعلقات و جذبات اوسیوقت سے اپنی قدامت و اہمیت کا حقیقی ثبوت دیتے ہین جسوقت سے ان اشعار کے اصلی مصنف نے ان کو نظم فرمایا ہے۔ اور اونھین احساس و اختصاص سے ان خدمات کے روحانی تعلقات وابستہ تھے۔ جنکے زیر اثر ہو کر شاعر نے یہ اشعار نکالے تھے۔ اور اپنے دل کی ترجمانی کا کام اپنی زبان و بیان سے لیا تھا لیکن افسوس ہے شبلی صاحب کے دل مین ان غریبون کی طرف سے اتنا درد اور اتنا احساس کہان کہ ان جذبات پر ان خدمات پر غور کی نظر ڈالیں اور انکی قدر کرین اور احباب خاص مین انکو بھی شمار فرمائین۔

اس فدائی بھائی کی طرح ایک فدائی بھائی گھر مین ابھی اور بھی تھا۔ وہ حضرت جعفر بن ابیطالبؑ تھے یہ غریب تو علیحدہ مرحوم کے خلاف قبل اعلان نبوت سے لیکر ہجرت کے آٹھوین سال تک برابر بھائی کی خدمت مین سر بکف جان نثاری کیلئے حاضر رہے یہان تک کہ آپ ہی کے تحریر اقراری کے مطابق "غزوہ موتی مین رجعفرؑ اس بے جگری[۱] سے لڑے کہ زخمون سے چور ہو کر گر پڑے" اس قدیم رفیق رسالت کو اور اوس کے حسن خدمت کو آپ بھی جانتے ہین اور دنیا بھی جانتی ہے۔ یہ وہی قدیم رفیق ہے جو اعلان نبوت اور اظہار اسلام سے برسون پہلے پیغمبر صلعم کی خلوت اور جلوت مین برابر حاضر رہا۔ یہانتک کہ آپ کے ساتھ عبادات الٰہی مین بھی اوسوقت سے شریک تھا۔ جب مشرکین قریش کے خوف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علانیہ نماز نہین پڑھ سکتے تھے ہجرت اور ترک وطن و مفارقت احباب کے مصائب اوٹھا کر مکہ معظمہ سے مصر گیا نجاشی کے دربار مین مہاجرین کی طرف سے ترجمان بنا۔ ابوسفیان اور عمر عاص وغیرہ سفرائے مشرکان قریش کی تعریضات کا کلمہ بکلمہ اسی نے جواب دیا کامل چھ برس تک غیر ملک اور غیر قوم مین بال بچے لئے پڑا رہا۔ عین فتح خیبر کے موقع پر حاضر ہو کر قدمبوس رسالت ہوا جناب رسالتمآب صلعم نے بچھڑے ہوئے بھائی کو گلے سے لگا کر فرط مسرت سے ارشاد فرمایا کہ خدایا مین تیری کس کس نعمت پر شکر مسرت کا اظہار کرون۔ قلعات خیبر کی فتوحات پر یا جعفر سے ملاقات پر۔ دیکھئے خاتمہ حضرت جعفر کے احوال مین شبلی صاحب خود قمطراز ہین۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ (شہادت جعفرؓ) کا سخت صدمہ ہوا حضرت جعفر سے آپ کو خاص محبت تھی۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۷۲

---

[۱] اظہار شجاعت و دلیری کے مقامات پر بے جگری کے خلاف جگرداری کا لفظ زیادہ موزون تھا جو زبان و محاورہ کے مطابق تھا۔ اگرچہ جی چھوڑ کر لڑنے کے طرف شمس العلماء صاحب کا خیال گیا ہے تو پہلے جی اور جگر کے فرق کو سمجھ لینا تھا۔ اسلئے یہان بے جگری کا لفظ بالکل ناموزون بے موقع اور خلاف محاورہ ہے المؤلف عفی عنہ

افسوس ہے کہ ایسا رفیق اور جان نثار بھائی جس سے محبت خاص رکھی جانے کا شبلی صاحب خود اقرار فرماتے ہین احباب خاص کی فہرست خاص سے کیون قلمزد کردیا گیا؟ العلم عند اللہ

ہم اپنے موجودہ سلسلہ بحث منقدانہ کو تمام کرتے ہین اور شبلی صاحب کو بتلادیتے ہین کہ آپ کی دونون سرخیان اور آپ کے دونون عنوان موحدین سے ملاقات کی تفصیل اور احباب خاص کی فہرست دونون زاید از بیان ہین جنکو آپ نے اپنی ضرورت خاص سے ایجاد کیا ہے۔ ورنہ کسی متقدمین یا متاخرین صاحب سیر و تاریخ نے اپنی تصنیفات و تالیفات مین نہ یہ ابواب قائم کیے ہین اور نہ یہ عنوان۔ اسمین کلام نہین کہ بسبیل ذکر رسول اللہ صلعم سے انلوگون کے ملنے کا ذکر آیا ہے لیکن اونکی کچہ ایسی خاص اہمیت نہین ہے جو ذکر کے قابل سمجھی جاوے۔ مگر علمائے محدثین نے جو کلام و مناظرہ کی رنگ آمیزیون پر زیادہ متوجہ تھے۔ اون حضرات نے حضرت ابوبکر اور زید بن عمر بن نفیل کے شمول نام سے بیجا نفع اوٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ہی تنقیدی عبارت اور آپکے خاص اقرار و اعتراف سے نہ اسکی کوئی حقیقت ثابت ہوتی ہے اور نہ اصلیت پھر یہ کیون لکھے گئے؟ باعث وہی ہے۔ خود غرضی اور تقلید اسلاف۔ کہ حضرت ابوبکر کی قدامت رفاقت ثابت ہو اور زید بن عمر بن نفیل سے قدیم صحبت حالانکہ یہ کوشش بھی محض بیکار ہے۔ رفاقت اور صحبت سے اکیلے کام نہین نکلتا۔ انکے ساتھ اور چیزین بھی ضروری اور لازمی ہین جنکی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ یہ مقام۔

تاریخ و سیر مین جس غرض سے انکا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف اتنی ہی ہے کہ اوس زمانہ مین جو لوگ بت پرستی سے کراہت رکھتے تھے اون مین فطرت صالحہ کے حقیقی جوہر تو کہان۔ ہان اونمین عقل سلیم کا کسیقدر مادہ آچلا تھا اور یہی اونکی کراہت اور انکار بالطبع کا باعث ہوا تھا۔ صرف اتنی نوعیت خیال کی وجہ سے جاہل لوگون کو اونپر محققین وحدت ہونے کا عام گمان ہوگیا تھا مگر بات یہ ہے کہ اون جاہلون مین اوسوقت وحدانیت کے علم جاننے والا کون تھا۔ جو ان لوگون کے علم توحید کی پوری حقیقت کو جانچتا اور اصل توحید کے اصول سے اونکے معلومات کو مقابل کرتا۔ اصل توحید کے مبلغ اور اوسکی خالص تعلیم کے متمم کا اوس زمانہ مین ظہور ہوچکا تھا اور توحید کامل کی تلقین اوسکے مقدس وجود کا اصل مقصود تھا۔ اس بنا پر جناب رسول اللہ صلعم قبل رسالت ان لوگون سے بعض اوقات ملتے تھے۔ یا وہ آپ کی صحبت سے مستفید ہوتے تھے۔ جیسا کہ سیر و تاریخ مین لکھا ہے۔ ان مجالسات و مکالمات مین حضرت رسالت مآب صلعم کو صرف اونکی حقیقت توحید کا تفحص مقصود تھا۔ نہ اونکے خیالات و جذبات سے کوئی اثر پذیری منظور تھی اور نہ اونکی غلط توحید دانی پر حرف گیری۔ اسی آمد و رفت سے آپ نے اوس زمانہ کے مشہور موحدین کے کمال معرفت اور علم توحید کے مبلغ و مایہ کو پورے طور سے اندازہ کرلیا اور خوب سمجھ لیا کہ ع این رہ کہ میروی بترکانست۔ لیکن چونکہ اعلان نبوت اور اجرائے احکام رسالت کے لئے اوسوقت تک ماذون نہین ہوئے تھے۔ اس لئے ان لوگون سے کوئی تعریض نہین فرمائی گئی اور اون کو اونکے خیالون پر چھوڑ دیا گیا۔

موحدین سے ملاقات اور احباب خاص کے پیدا کرنے کی حقیقت تو اتنی تھی۔ اب شبلی صاحب اسکو جتنا نہ بنالین

لیکن بناتے وقت اتنا ضرور خیال رکھیں جیسا کہ ہم اوپر بتلائے ہیں کہ اگر آمین ذرا بھی اہمیت دی گئی تو رسالت کی کامل اور خالص
توحید والی ہوم بیرونی اور خارجی اقتباسات واکتسابات کے نقص پیدا ہو جائینگے۔ جو سراسر منافی شان رسالت ہیں
یہ تو صرف موحدین سے ملاقات رکھنے کی حقیقت و کمال کر مجھکو یہ بحث کرنی تھی۔ اب ہم احباب خاص کی نسبت بھی بالاختصار
نظریہ لکھکر اس بحث کو بھی تمام کئے دیتے ہیں۔ ہم نے اپنے تنقیدی بیان میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یگانوں میں
اکثر بزرگواروں کے حالات اور اونکے محاسن خدمات آپ ہی کے اظہار واقرار سے لکھکر بتلا دیا ہے کہ ان اوصاف کے اعتبار سے
شبلی صاحب کو احباب خاص کی فہرست تیار کرتے وقت بہت سے حضرات مل سکتے تھے جو آپ کے تجویز کردہ لوگوں سے
اوصاف آداب اور خدمات کے اعلیٰ اعتبار و امثال سے احباب خاص ہونے کے قابل تھے۔ اور حقیقتاً تھے بھی ایسے ہی۔
آپ کا یا کسی کا استثناء انکار گوشت سے خون کو علیحدہ نہیں کرسکتا۔ آپ یا کوئی اور عام اس سے کہ "لکھے" یا نہ لکھتے۔ کہے یا نہ کہے
یہ روحانی تعلقات اور فطرتی مسلمات۔ نہ اظہار کے طالب ہیں نہ اقرار کے طلبگار۔ شبلی صاحب نے بڑی فروگذاشت کی جو ان
بزرگوں کو احباب خاص کی فہرست سے قلمزد کر دیا۔ حالانکہ ان حضرات سے بڑھکر کسی کو آپ کے احباب خاص ہونیکا اوسوقت
نہ حق حاصل تھا اور نہ دعویٰ۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے انکے قبل اسلام حالات و واقعات پر غائر نظر نہیں ڈالی یا اونکو اپنی ضرورت خاص سے
نا مفید سمجھکر مطلقاً دیکھا بھی نہیں ورنہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق و تائید کرنے والے ہر بات
پر جان دینے والے اونکے گھر ہی میں خدا کے فضل و کرم سے اتنے تھے کہ آپ کو کسی بیرونی اور خارجی معاون۔ مددگار اور طرفدار
کی ضرورت نہیں تھی۔ احباب خاص سے خصوصیت پیدا کرنے کی محتاجی تھی۔ نہ مصاحب عام سے مصاحبت کی مجبوری۔ آخرش
آپ کو یہ بھی ملحوظ رہے کہ عقاید اسلام کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام اور بنی ہاشم
بخلاف دیگر اقوام و قبائل قریش۔ طریقۂ توحید پر متمسک تھے۔ گو وہ توحید توحید اسلام کے مقابلہ میں کتنی ہی قلیل اور ہیچ مقدار ہو جیسا کہ
اکثر بزرگان بنی ہاشم کے متعلق آپ سیرۃ النبیؐ میں خود اعتراف فرما چکے ہیں۔ ہم اس بحث کو پوری تفصیل کے ساتھ عنقریب بیان
کرینگے۔

اسباب رسالت

آغاز نبوت کی تفصیل حالات سے پہلے ہمکو جناب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے
اسباب اور وجوہات پوری تفصیل و تشریح کے ساتھ لکھدینے نہایت ضروری ہیں۔ اسلئے کہ عالم اسباب میں ہر شے کے
نظم کے لئے ایک سبب کا ہونا ضروری ہے نظم دنیاوی کس شمار میں ہے جب نظام آسمانی کیلئے ایک سبب خاص کا ہونا
ضروری تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہوئی۔ دوسری یہ ہے کہ تفویض رسالت کی نسبت وہ اسباب ضروریات اونکے اصلی
واقعات اور حقیقی شہادات کے ساتھ دکھلا دینا اور بتلا دینا نہایت ضروری ہیں جنکی ناگزیر اور غیر منتقل موقعوں پر قدرت کو ایک
جدید اور ایک تازہ پیغمبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اخبار و اسفار قدیمہ توریت و انجیل سے قدرت کے ان انتظامات کا سلسلہ وار

اور نہایت استوار ثبوت ملتا ہے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ وہ ضرورتین بھی نہایت وضاحت سے معلوم ہوجاتی ہین جو قدرت کے لئے تفویض رسالت کے باعث اور اسباب قرار پاتے ہین۔ اگر تھوڑی دیر کیلئے کتب قدیمہ مین ان واقعات کو دیکھنے کی زحمت گوارا کرلیجائے تو نہایت آسانی سے حقیقت کا انکشاف ہوجائیگا ان دو وجہون کے علاوہ آغاز رسالت سے پہلے اسباب رسالت بیان کرنے کے لئے ہمکو ایک وجہ اور ایک ضرورت خاص ـ جو ہماری دونون مندرجہ بالا ضرورتون سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمکو اوس رسولؐ کے حالات اور اوسکی رسالت کے اسباب خاص بیان کرنے ہین جو بقول شبلی صاحب مسیح علیہ السلام کی طرح صرف تبلیغ دعوت پر کفایت کرنے نہین آیا تھا۔ یا حضرت کلیم کی طرح صرف اپنی قوم کو لیکر مصر سے نکل جانے کی غرض سے نہین تعین فرمایا گیا تھا۔ وہ خاتم الانبیا تھا صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ اور بیشک خاتم الانبیا بناکر اسی لئے بھیجا گیا تھا کہ دنیا کے تمام خطرات ومفسدات سے خود سلامت رہکر عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام معمورۂ عالم کو اپنی انوار رسالت اور آثار ہدایت سے پرنور فرمادیتا۔ شریعت بھی اوسی سے وابستہ تھی اور انتظام سیاست بھی۔ اس بنا پر اس ذات مقدس کی ذمہ داریان اون تمام بزرگوار ون سے بدرجہا بڑھی ہوئی تھین۔ یہ لازمی ہے کہ اون کے اسباب بھی اپنے مقدار مین بڑھے ہون۔

شبلی صاحب تو ہمیشہ اشارون سے کام لیتے ہین اور تفصیل دوسرون پر چھوڑ دیتے ہین۔ مندرجہ بالا عبارت مین ضرورت اور اسباب رسالت آنحضرت صلعم کو مبہم طریقہ سے بتلا تو گئے اور کتب عہد عتیق وجدید کی گذشتہ شریعتون پر شریعت قرآنی کی ترجیح بھی دکھلادی گئی ہے۔ لیکن اشارات وکنایات تک اصل مدعا کو اس حد تک محدود ومخفی رکھا گیا کہ کوئی سمجھا اور کوئی نہ سمجھا۔ حالانکہ یہ موقع ان اُمور کی خاص تفصیل اور کامل تشریح کا ہے ورنہ بیان مین دعوی بے دلیل ہونیکا نقص لازم آئے گا۔

خیر آپ نے ضروریات تفصیل پر توجہ نفرمائی۔ اور واقعات رسالت ہی کی تفصیل سے ابتدا کردی۔ یہ آپ کا خاص مختار تالیف ہے۔ لیکن ہم نے واقعات رسالت کے آغاز سے پہلے اسباب وضروریات رسالت کے بیان کو ضروری یقین کرلیا ہے۔ اور اول باب مین اس آخر سبب وضرورت کو مفصل طور پر لکھدینا سب سے زیادہ اپنے لئے ضروری سمجھ لیا ہے جس سے خاص طور پر مسیحی دنیا کو معلوم ہوجائے کہ جس شریعت کو وہ بالکل ناقابل اصلاح غیر مبدل اَبدی اور سراپا آسمانی حکومت یقین کئے ہوئے تھے۔ وہ اصولاً اپنے مبلغ اور معلم کی اصلی تبلیغ اور حقیقی تعلیم سے چند سو برس کی مدت مدید مین تعصب۔ حسد۔ نفسانیت اور خود غرضی کی غلط کاریون سے تباہی وبربادی کے آخر کنارون تک پہونچ گئی تھی اور ایسے خراب ہوگئی تھی کہ اوسکی موجودہ خداپرستی اور بت پرستی مین کوئی فرق باقی نہین رہا تھا۔

ہم کو یہ بھی لکھدینا ضروری ہے کہ عیسائیت ہی پر منحصر نہین۔ اوس زمانہ کی عام تاریکی مین تمام مذاہب قدیمہ کی یہی خراب حالت تھی۔ لیکن چونکہ اوس زمانہ مین تمام مذاہب پر عیسائیت غالب تھی اسلئے سب سے زیادہ اسکی تفصیلی کیفیت کا بیان ہمارے لئے ضروری ہے کیونکہ ہمارے موجودہ موضوع سوانح مین ہمکو عیسائی مصنفین کے تمام معاندانہ اور متعصبانہ حملات کی تفصیل تردید کا ایک قدم پر پیش آئیگی

جیسا کہ ہمارے گذشتہ بیان سے ظاہر ہو چکا اور آیندہ ظاہر ہوتا جائیگا شریعت کی تباہکاریون کے ساتھ انکی سیاست کی سیاہکاریون
کی تفصیل بھی نہایت ضروری ہے۔ اسلئے کہ مُصلحِ کائنات علیہ وآلہ التحیات کلّیات عالم کے دونون مجموعون کو بیکجا اور
بیکوقت درست و مرتب فرمانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

شبلی صاحب کی طرح اکثر اسلامی مورخین نے ان مضامین کی تفصیل کو اسوجہ سے ضروری نہین سمجھا ہے کہ رسول عربی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ممالک غیر کے اقوام و مذاہب کے حالات و واقعات کو جو بجائے خود مشاہدات کے معیار تک ثابت
ہین بیان کرنا بیضرورت ہوگا لیکن علی الاکثر مصنفین و مولفین نے ان امور کی تفصیل کو بھی اپنی تصنیفات و تالیفات کا
جزو ضروری سمجھا ہے۔ اپنی موجودہ تالیف مین مین نے اپنا بھی یہی مختار قایم کیا ہے۔ اور مندرجہ بالا تفاصیل کو نہایت
ضروری سمجھا ہے۔ اس موضوع خاص مین۔ مین نے عربی۔ فارسی۔ اُردو اور انگریزی کے اکثر ماخذون کو بالاستیعاب دیکھا ہے
کسی اسلامی مولف نے اس مضمون کو ایسی وضاحت اور تفصیل سے نہین لکھا ہے جیسی تصریح و تشریح فخر قوم و وطن
رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی سی۔ آئی۔ ای۔ بالقابہ نے اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام مین

اکثر حضرات کو یہ شبہہ ہوگا کہ اسلامی واقعات و کارنامجات کی تائید مین اسلامی مولفین کے مختار و آرا کو پیش کرنا۔
استدلال کلامیّہ کا ضعیف اور نامقبول طریقہ ہے لیکن ہم اونکو باور کراتے ہین کہ مولف ممدوح کے تمام بیانات نہ اونکے
خاص مختار ہین اور نہ اونکے خاص آرا و اقوال۔ بلکہ بالکل یوروپین مولفین و مصنفین قدیم و جدید کے خاص اقتباسات ہین اور
اعترافات اسلئے حقیقتاً نہ وہ اسلامی مولفین کی تحریر ہین اور نہ اونکی تائید۔ جیسا کہ عنقریب اصل عبارت سے بتفصیل ظاہر ہوگا
اس تفصیل مین مولف ممدوح نے جو ترتیب بیان قایم کی ہے۔ ہم اوس مین کسی قسم کی مداخلت کو مناسب نہین سمجھتے۔ بلکہ اُسی
ترتیب و ترکیب کے ساتھ پہلے دین مسیحی کی تمام خرابیون کو بالترتیب بتلائین دکھلائین گے اور تمام اقطاع عالم مین اسکی بدنظمی
اور بدعملی کو بتلاکر آخر مین جزیرہ نمائے عرب مین اسکی (عیسائیت) خراب حالت اور وہان کی ملکی اور قومی خرابیون کو بالتفصیل
بیان کرینگے۔

مذہب یہود کی زوال پذیر حالت

یہود کو شاہان بابل کے قید سے مخلصی پائے ہوئے گیارہ صدیان گذر چکی تھین اور اس مدت
مین اونکے حالات مین بیشمار اختلافات پیدا ہو چکے تھے۔ مصائب و شدائد کے وہ سلسلے جو حضرت موسیٰ ع کی تباہ شدہ قوم
کو پیش آتے گئے۔ وہ ٹیٹوس[1] اور ہاڈرین[2] کی لڑائیون کے موقع پر اپنی انتہائی درجون تک پہونچ گئے تھے۔ لا مذہب حکومت

[1] ٹیٹوس (طیطوس) اس کا اصلی نام FLAVIOUS SABISWSUSVE Spasim... (فلیویوس سبیلیوس
وسباسیانوس) ہے۔ ایک رومن بادشاہ تھا سباسین نامی شاہ روم کا بیٹا تھا۔ یہ اپنے باپ کے عہد مین سپہ سالار تھا اور محاصرہ بیت المقدس
مین اس نے بڑی ناموری حاصل کی۔ اس نے ۷۹ء مین تخت حکومت پایا شباب کے زمانہ مین یہ وارستہ مزاج اور فضول خرچ سمجھا جاتا تھا اسوجہ سے
لوگون کو خوف تھا کہ یہ اپنے زمانۂ شاہی مین ایک دوسرا طبروس ثابت ہوگا لیکن اوسکے مابعد کے اعلیٰ درجہ کے اطوار سے ثابت ہوگیا کہ اوسکی نسبت

روم نے اونکے تمام معابد کو مسمار کر دیا اور اونکی قومیت کو آگ اور خونریزی کے ذریعوں سے بالکل نیست و نابود کر دیا عیسائی حکومت قسطنطنیہ نے بھی بیرحمانہ غیظ و غضب کے ساتھ اونکا تعاقب کیا لیکن باینہمہ اونکے گذشتہ مصائب آیندہ کے لئے اونکو کوئی اچھا سبق نہ دے سکے۔ انکے یہ تمام ذاتی مصائب بھی جو اونھون نے اپنے بیرحم تعاقب کرنے والون کے ہاتھون اوٹھائی تھی اونھین انسانیت اور اطمینان سے رہنے کی قدر و منزلت نہ سکھلا سکے۔ اونکی خونخوارانہ بیرحمیان جو اونھون نے مصر سائپرس اور سائرین کے شہرون مین۔ وہان کے بے قصور باشندون کے ساتھ محض مکارانہ اور مفسدانہ طریقون سے کی تھین وہ اون کے خوفناک طریقہ بغاوت کا ثبوت دیتی ہین۔ سلسلۂ اسرائیلی تقریبًا بالکل تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ اوسکی قوم کے لوگ تمام روئے زمین پر پریشان و بے سامان مارے پھرتے تھے۔ دور دراز قطعات عالم مین اپنی پناہ و محافظت کی مقامات ڈھونڈتے پھرتے تھے لیکن اسکے ساتھ ہر گوشہ اور ہر مقام پر اپنا وحشیانہ غصہ غیر معقولانہ نخوت۔ بغاوت مجز قلب کی شدت اور قساوت لئے جاتے تھے۔ جن کا عیب و الزام اونکو ایک بیشمار سلسلہ انبیا کے ذریعہ سے برابر لگایا گیا اور بتایا گیا تھا۔ غیر ممالک مین بھی یہودیون نے اپنے مامن کے مقامات مین اپنی گذشتہ حرکات کے مناظر پیش کر رکھے تھے۔ اگرچہ تمام قوم یہود کو پھر اپنے دن پھرنے کی اُمید ضرور تھی۔ مگر وہ اُمید بھی ایک طرف غیر معقولانہ تعصب اور ایک طرف افقیر و سانہ تعیشات و اسرافات کی خواہشون سے مخلوط تھین۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے بھی اور چلے بھی گئے لیکن اس قوم کے لوگون پر اپنا کوئی نمایان اثر نہ پہونچا سکے۔ وہ طفل نبوت (حضرت عیسیٰؑ) صرف نزول مسیحاءؑ کے اون خیالون مین (اور ردّ و قبول کی حالتون مین) پیچیدہ رکھا گیا۔ جو اندنون تمام قصص آسمانی

حاشیہ صفحہ گذشتہ یہ تمام خیالات محض بے اصل تھے۔ اور بالآخر تمام طبقہ رعایا مین وہ اسقدر ہر دلعزیز ہوا کہ اوسکو بنی نوع انسان کی مسرت عام کا لقب دیا گیا سنہ ۷۶ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۳۸ء مین مرگیا۔ (Beeltons Hist (T) P 837)

۵۲ ہاڈرین یا آڈرین۔ اصلی نام اس کا پبلیوس ایلیوس (Publius Aelius) شاہان روم مین بہت عظیم الشان بادشاہ گذرا ہے۔ اس نے حکومت مین نہایت اعلیٰ قابلیت دکھلائی۔ پہلے اسنے فوج کی ملازمت اختیار کی اور ایک مجاہین مذہب کے رسلے مین داخل ہو گیا۔ لیکن اس نے سبینہ (Sabina) شاہ طرجان (Trajan) کی لڑکی کے ساتھ شادی کر لی اور اوسکو فوجکشی مین اپنے ساتھ لیتا گیا پھر بالتدریج وہ علاقہ پینونیا (Pinonia) اور وہان کی کونسل کا گورنر مقرر ہوا سنہ ۱۱۷ء مین شاہ طرجان کے مرنے کے بعد وہ تخت نشین ہوا اُسنے شاہان فارس سے صلح کر لی اور رعایاے روس کا قرض ادا کر دیا کسی بادشاہ نے خاص طور پر سیاحت کر کے ملک کے اندرونی حالات سے اتنی واقفیت نہین پیدا کی تھی جتنی آڈرین نے۔ اوس نے پا پیادہ دور دراز مقامون مین سفر کیا اور تمام ملک کے علاقہ کو خود ملاحظہ کیا سنہ ۱۲۱ء مین اوسنے علاقہ گال کی سیر کی۔ اور وہان سے برطانیہ مین آیا یہان آکر اوس نے سالوی فرتھ (Solway Frith) سے لیکر دریائے ٹائن (Tyne) کے دہانہ تک ایک دیوار تیار کرادی۔ یہ دیوار اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ رومن کا علاقہ کلیڈ ونین کے حملات سے محفوظ رہے برطانیہ سے کوچ کر کے وہ ممالک افریقہ اور ایشیا مین گیا سنہ ۱۲۵ء مین اوس نے ایلوسینین (فرقہ باطنیہ) شہر ایتھنس (ایتھنس) مین نام لکھوایا۔ اور یونانیون کے عقاید متوہمہ کے مطابق ان شمول کے ذریعہ سے اوس نے اپنے مرنیکے بعد ایلیسیا (Elysia) مین اپنا دائمی مقام بنایا۔ اسکے زمانہ حکومت مین عیسائیون نے بڑے بڑے مظالم

عالم مین پھیلے ہوئے تھے۔ اور جن ایام مین اوس طفل نبوت کی مقدس ولادت اور حادثہ واقع ہوئی تھی۔ اسمین کلام
نہین کہ صحیفۂ دانیال کی عبارت نے جو قوم کی عین سخت مصیبتون کے وقت مرتب ہوا تھا۔ اس معلم اور مبلغ نبوت کا دل پر نہایت
گہرے اثر پہونچائے تھے۔ اور وہ قوم کی مصیبتناک حالتون پر افسوس کر رہا تھا۔ یہودیون کے فرقہ زیلات[۱] کی ظالمانہ بدعات اپنے
کوہستانی مساکن مین فرقہ فریسیون کی آزادی کے نیم دل خیالات فرقہ ایسینون کی خیالی امید نجات پہیل کر ایک طرف تو حکومت
اسکندریہ تک پہونچ گئے اور دوسری طرف بدھ مت کے زیر اثر آئے ہوئے ممالک ہندوستان تک صحرانشین درویشون
کی ہدایات اور تہدید و تنبیہہ ارشادات جنکی ہستیان دربار ہیرودس[۲] سے علٰحدگی اختیار کرنے کے جرم مین قربان ہوگئین سب اپنے
دلی استغنا سے حضرت عیسےٰ ع سے پیش کرتے تھے لیکن پرچم رومانی[۳] کی چوبین سلطنت یہودیہ کے دل کے اندر پیوست ہوگئین۔
اور اوسکے تمام محافظ دستہائے فوج کے نظام ملکی کے متعلق امید انقلاب پامال ہوگئین۔ حضرت عیسیٰ ع کی تبلیغ رسالت مین
خاموشی اور صرف خدا کے ذریعہ سے سلطنت آسمانی کی اُمید حصول اُس زمانہ کے معیار خیالات و جذبات پر صرف مبنی تھی ایسی زود
غضب اور غیر مغلوب متعصب لوگون کو حضرت عیسیٰ ع عام اخوت اور محبت کی تعلیم دینے آئے تھے۔ ایسے مغرور اور تشخص پسند قوم (یہود)
کے درمیان آپ نے تواضع اور انکسار کی راہ بتلائی۔ اپنے خاص حواریون پر ہمیشہ مہربان اور شفیق رہکر اور تمام طبقات انسانی
کے ساتھ طریقہ مساوات قایم کر کے اوس نے زہد و اتقا کی اعلا یادگار چھوڑی۔ زبردست دولت مند اور حکمران طبقون مین تو آپ کی
(عیسیٰ ع کی) تبلیغ نے نفرت۔ دہشت۔ تعریض اور تردید کے جذبات کو مشتعل کر دیا۔ لیکن نادار مفلوک الحال اور ان پڑہ لوگون
مین اس معلم ربانی کی گہری محبت نے خلوص و احسان مندی کے خیالات کو ابھار دیا۔ ایک دفعہ زردشتی مین وہ اپنی رسالت

حاشیہ صفحہ گذشتہ اوٹھائے۔ اس نے کوہ مقدس کالوری (Calvary) پر سیارہ جوپیٹر (Jupiter) مریخ کے نام پہ
ہیکل تیار کی اور بیت لحم مین اڈونیس[۱] (Adonis) کا بت قایم کیا۔ اور بیت المقدس کے دروازے پر سُور کی تصویرین منقش کرا دین یہ باتین
تمام تر اس امر کا ثبوت دیتی ہین کہ اوسکو عیسائیت سے سخت نفرت تھی۔ یہودیون کی لڑائی جو اس کے ظالمانہ اطوار کا نتیجہ تھی۔ اڑہائی برس تک قایم رہی
جسمین پانچ لاکہ اسی ہزار آدمیون کی جانین تلف ہوگئین اوس نے بستر مرگ پر زبان لاطینی مین کچھ اشعار نظم کئے۔ جنمین اپنی روح سے خاص طور پر خطاب
کیا ہی جنکے اقتباسات پوپ نے اپنی مشہور نظم۔ ایک مرتے ہوئے عیسائی کی مناجات مین داخل کیا ہی۔ اسمین کلام نہین کہ اوس مین بہت سی خوبیان بہی
تھین لیکن وہ بہی اوسکی خرابیون مین مخلوط ہوگئین تھین ۷۶ء مین پیدا ہوا اور ۱۳۸ء مین فوت ہوا۔ (Beetons P. 28)

[۱] اپیقورس (Epicurus) یونانی فیلاسفر کا نام ہے اسکی تعلیم یہی تھی کہ تعیشات اصل مدعائے حیات ہے ۳۴۲ ق۔م مین پیدا ہوا اور ۲۷۰ ق م
مین فوت ہوا۔ (Chambers P. 313) [۲] اڈونیس (Adonis) شام (اسیریا) کے بادشاہ تہیاس نامی کا بیٹا جو اوسکی لڑکی مرحا نامی
کے بطن سے تھا۔ وینس (زہرہ) کا معشوق تھا۔ وہ شکار کا بڑا عادی تھا۔ اوسکی معشوقہ نے وحشی خونخوار جانورون کے شکار سے اوسے منع کر دیا تھا اسلئے کہ اون کے شکار
مین اسکی جان کے ضایع ہونیکا خوف لگا تھا۔ اوس نے اپنی معشوقہ کی اس مشورت پر بہت کم توجہ کی آخرکار ایک صحرائی سور نے اوسکو ایک مہلک زخم پہونچایا جسکے
اُسنے زخمی کیا تھا۔ جب سیارہ زہرہ کو اسکی خبر لگی تو اوس نے اپنے عاشق زار پر نالہ زاری کر کے اوسکو ایک تازہ پہول انیمنی (Anemone) کی شکل مین منتقل کر دیا۔ (دیکھو

کی پوری کامل یقین و امید رسیحای موعود کی پوری عظمت وشان کے ساتھ مجانین یہود کے دارالسلطنت (بیت المقدس) مین آیا۔ شاید دو ہفتے آئے ہوئے نہین گذرے ہون گے کہ وہ عیسیٰؑ اپنے مدعا کی اصلی کامیابی کے ساتھ مصلوب کردیا گیا۔ ان تمام مرویات مین جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور واقعات سیرت کے متعلق مشہور ہین۔ اتنی بات تو ضرور نمایان ہے کہ آپ ناداروں مین پیدا ہوئے تھے۔ اور آپ کے مواعظ زیادہ تر بھی غربا کی جانب تھے۔ اسمین کوئی کلام نہین کہ آپ ناتونون[۵] کے علوم مین پورا کمال رکھتے تھے۔ آپ کی قلیل امدت رسالت قصبات کے عام طبقات کے ساتھ محدود تھی۔ جن مین بالکل نادار کاشتکار اور قصبہ گلیلی (خلیل) کے ماہی گیر شامل تھے۔ اس بنا پر آپ کے حواریون محض غربا اور بے لکھے پڑھے اشخاص تھے

عیسائیت کی خرابی

باوجود اپنی زود قبول اصول طبیعت اور اون معجز نما جذبات و مشاہدات کے جو اونکے قلوب پر اوس معلم ربانی کے یکایک چلے جانے سے پر تو فگن ہوا تھا۔ تاہم ان لوگون (حواریون) نے اوس معلم کو ایک انسان سے زیادہ نہین سمجھا انکے یہ عقاید اور اوسکی تعلیم اوسوقت تک الیسی ہی قایم رہی جبتک کہ پال نے۔ اس شخص (حضرت عیسیٰؑ) کا ایک خاص طریقہ مذہب نہ ایجاد کرلیا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب کئے جانے کے مجلس مشورت مین صدر نشینی اختیار کی۔ اسی کے اختراع و ایجاد سے مذہب عیسائیت مین ذات الٰہی کے ساتھ فرشتون کی مماثلت کا رواج ہوا۔ دینیات عیسائی کے مورخین کا جیسا بیان ہے کہ فیضان روح القدس پہونچائے جانے کے وعدے کے برخلاف یہ قرار پایا کہ کتب الہامی کی تائید و محافظت کے لئے ایک ایسا موید و محافظ فراہم کرنا ضروری ہے۔ جو تمام علوم وفنون مین کامل ہو۔ جو اپنے علمی حربون سے علماے یہود اور اساتذہ حکماے یونان سے مقابلہ و مدافعہ کرسکے۔ اس ضرورت خاص سے خود مسیح علیہ السلام نے ایک عجیب غریب آواز کے ساتھ۔ آسمان سے اپنے ایک تیرہوین[۱۳] حواری کو بلایا جس کا نام پہلے سال (ساول تھا) پھر بعد مین پال (پولوس) قرار پاگیا جبکہ علوم یہود و یونان مین وسیع استعداد حاصل تھی۔ (اسپرٹ آف اسلام۔ دیباچہ۔ ص ۲۱ بحوالہ Ecclesiastical Hist vol ii Pea. Mochim)

حاشیہ صفحہ گذشتہ شیکسپیر کی نظم (وینس اور اڈونس) پراسرپائن (Proserpine) نے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے بار دیگر اوسکو زندہ کیا۔ مگر اس شرط پر کہ چھ مہینے وہ وینس کیساتھ بسر کرے اور چھ مہینے پراسرپائن کے ساتھ لطف صحبت اوٹھائے۔ عزقیل نبی کی کتاب مین تموز (Thammuz) نامی شخص کا ذکر آیا ہے۔ اُسی کو اڈونس سمجھا جاتا ہے چھ مہینون۔ کے شروط مندرجہ بالا کو سرد و گرم کے سالانہ فصلون کا باعث خیال کیا گیا ہے۔ اڈونیس کے نام پر ایک دریا ہے جو کوہ لبنان سے نکلکر دریائے بابلوس مین گرتا ہے Brewers P. 27

[۵] زیلات (Zilots) مجانین یہود کی ایک جماعت جنکی مخالفت بمقابلہ سلاطین روم کے آخر کار سنہ ۷۰ء مین بیت المقدس کی بربادی کا باعث ہوئی۔

Chambers P. 146.

[۶] ہرودس (Herodous) یہودیون کا بادشاہ جسکے حکم سے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام مصلوب کئے گئے۔

[۷] پرچم ہمائی۔ رومن بادشاہون کی علامت سلطنت۔

[۸] یہود اپنے علما کو ربیون کہتے تھے اور اکثر احبار بھی　　المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

فرقۂ زردشتی مینگو زورسٹیرین Manig Zoaristarian ایک نجات دہندہ فرشتہ کی آمد کا عقیدہ رکھتے تھے جسکو وہ سروش کے لقب سے مشہور کرتے تھے اور مشرق سے اوسکے ظہور کی اُمید کرتے تھے بُدھ مذہب کے لوگ خدا کے ایک مماثل کا جا بایک ان دوشیزہ سے پیدا ہوگا۔ عقیدہ رکھتے تھے اہل اسکندریہ کے صوفی مشرب نفرا مقالات لاغوس[1] Logos اور دمیا غورث (Dimaoge[2]) کے قائل تھے۔ وہ مخفی عقائد جو حیات ممات اور نجات اوسس (Ousia[3]) کے متعلق اور اسس کریس (Isis Ceres[4]) کی نسبت اس صورت میں کہ مادر دوشیزہ اپنے نومولود خدائے شمس ہوروس (Horus) کو اپنی گود میں لئے ہوئے پائے جاتے تھے اور یہ عقاید ممالک مصر و شام میں علی العموم رایج تھے۔

پولوس نے خالص عیسائیت کو خارجی عقائد سے آلودہ کردیا پال (پولوس) فطرتاً فریسی Pharisse عقائد کا عالم تھا کامل طور پر ان نیم صوفیانہ نیم فلسفانہ وقتی خیالات اور مقامی جذبات میں مبتلا ہوگیا۔ خواب و خیال کا ہمیشہ سے عادی تھا۔ لیکن خلقتاً بہت پرجوش تھا۔ عوارض جسمانی سے بھی وہ خالی نہیں بتلایا جاتا تھا جیسا کہ اسٹراوس[5] (Straus) بیان کرتا ہے کہ وہ کبھی اوس معلم اعظم (مسیح علیہ السلام) سے بذات خاص نہیں ملا تھا (وہ پال) فوراً اوسکی

[1] لاغوس۔ اسٹائک فلاسفی میں (Stoic Philosophy) انسان کی وہ قوت جو نظام دنیا کے تدابیر کے فرائض انجام دیتی ہے Chambers P. 535

[2] دمیا غورث۔ ملتوی فلاسفی کی حکمت عقاید مادیین (دہریہ) میں وہ قوت جو دنیا اور اشیاء کی پیدا کنندہ ہے لیکن وہ خدائے قادر کے تابع ہے۔

[3] Chambers P. 245 [4] اسیریز (Oseris) قدیم مصریوں کا بہت بڑا خدا جو شیب (Sheb) اور نٹ (Not) کا بیٹا تھا اوسکی بی بی کا نام آسس (Isis) تھا۔ اوسیریز کو سٹ نے مار ڈالا لیکن ہوروس نے سٹ سے اپنے باپ کا معاوضہ لیلیا۔ ہوروس قیامت میں منتقم کے عہدے پر مامور ہوا۔ Chambers P. 8 المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

[5] اسٹراوس کا اصلی نام ڈیوڈ فریڈرک اسٹراوس (David Fredrick Straus) ہے۔ جو ۱۸۳۲ء میں شہر ٹوبنجن (جرمنی) کا اسکول اسسٹنٹ ٹیچر مقرر ہوا ۱۸۳۵ء میں اوسنے ایک لطیف تالیف موسوم بہ حیات عیسیٰ ع شایع کی۔ اور اونکی حیات پر معقولانہ تعریض کی۔ اور مفصل طور پر یہ لکھا کہ شریعت عیسیٰ کی جو تاریخ علمای عیسائیت نے تیار کی ہے وہ سراپا موضوعات ہے اور عہد نامہ قدیم کی بشارات مسیح کی خیلی اور متوہمانہ اصول پر قایم ہے ان قیاسی اصول کو دوسری صدی میں عیسائیوں نے عیسائیت میں ماخوذ کیا اور پھر اوسوقت سے بالتدریج تمام دنیائے عیسائیت کی عقائد میں داخل ہوگیا اس جرم میں معہ ٹوبنجن کی ملازمت سے موقوف کردیا گیا۔ پھر (Stuttgart) اسٹٹ گرٹ کا اتالیق مقرر ہوا۔ اوسکی کتاب کی تردید شایع ہوئی تو اوس نے اوسکے دو جداگانہ جواب مگر موافقانہ طریق سے لکھکر شایع کرائے لیکن باایں ہمہ ملک و قوم میں اوسکی طرف سے مخالفت ایسی سخت اور گرمی ہوگئی تھی کہ اسکے بعد جب وہ دارالعلوم زورچ (Zurich) میں فلسفہ اور تاریخ مذہب کا پروفیسر مقرر ہوا تو اوسکو فوراً مستعفی ہوجانے پر مجبور کیا گیا اور وہ انجمن نظامیہ جس نے اسکو مقرر کیا تھا برخاست کردی گئی پھر اوس نے اشوبرت (Schubert) جرمن کے مشہور شاعر کی سوانح عمری لکھی پھر دوسری کتاب عیسائیت کی عقاید نامی لکھکر شایع کی ۱۸۴۸ء میں اسٹٹ گرٹ کی ڈائٹ کا ممبر مقرر ہوا اوسکی آخر تصنیف عیسائیوں کے قدیم اور جدید عقائد نے تمام ملک و قوم میں بڑی بڑی جوشی پھیلادی۔ شہر لڈوگ برگ میں ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوا اور شہر برلن میں ۱۸۷۴ء میں فوت ہوا۔ (Beetons Hist P. 798)

(Macionites) (مارقیطون) پیٹری پاشینس[۵] (Patrepassians) (نسطریون) مین ظاہر ہوئی - وہ خاص حضرت مسیح علیہ السلام کی معرفت مین عیسائیون کے اختلاف آرا کا ایک غیر محدود سلسلہ ثابت ہوتی ہے (مسیح ع کی الوہیت اور مخلوقیت کے مرو بہ جذبات عقائد سے ہر طبقہ کے لوگ - اور خاص طور پر وہ لوگ جنھون نے انہین کو نہین دیکھا تھا اور اوسکی ذات مین خواص مخلوقیت کا مشاہدہ اور اوسکی روزانہ معاشرت اور سیرت مین اوسکے افعال و اعمال بشری کا معاینہ نہین کیا تھا - فوراً بلا عذر و تامل اوسکی الوہیت تسلیم کرنے کے لئے پہلے سے آمادہ تھے قسطنطین اعظم (Constantine) کی تخت نشینی کے قبل سے بہت سے ذرایع و وسائل نے مذہب عیسائیت کی ترقی اور مقبولیت مین تائید ہونچا رکھی تھی - مثلاً ہی - ہر کفر شعاری کی قطعی بدنظمی اور کبھی حاکم شریعت کی عدم موجودگی سے جو کوئی نظم قایم رہ سکتا - اور مزید بران علوم فلسفہ کی کثیر التعداد مدارس کی افتتاح نے عیسائیت کی ترقی و وسعت کی راہون کو سہل ہی بنا دیا اور ہموار بھی - عیسائیت کی ترقی نے اپنے جذبات عقاید کے ذریعون سے طبقہ اعلا کے صاحبان عقول کو متوجہ کر لیا - مفلوک الحال طبقات مین اوس نے سکون و آرام پیدا کر دیا - اور جس وقت مین جب اسکے متبعین نے اپنی رائے کی ذی اعتباری سے طالبان تحقیق کے دل و زبان کو خاموش کر دیا تھا انکی تبلیغ نے اون لوگون کی تمنا ان کو پورا کر دیا تھا جو مدت سے قدیم معاشرت سے گریزان ہو کر ایک پاکیزہ تر معاشرت کے خواہان تھے اور علاوہ برین ان لوگون کے ظالمانہ تعاقب کی مصیبتون نے بھی - جو اکثر اوقات ظالم یہودیون کے ہاتھ) انکو اوٹھانی ہوئین - انکی عظمت و اقتدار کو طبقہ عوام کے دلونمین جاگزین کر دیا - اور ان رہبران قوم کے متعلق حصول شہادت کی اضافی نسبت نے اور انکے مدعا کو قوی کر دیا - ابتدا مین رسالت مسیحؑ کی تبلیغ کے بند ہو جانے اور اصل تعلیم کے خالی از اصول ہو جانے نے (انکو اونمین توسیع غور و تلاش کیلئے زیادہ آزادی تھی اور بنا لیا اوس سے علم و عمل دونون کے لئے کافی وسعت دیکھی تھی جیسا کہ قدیم رہبران عیسائیت کے حالات سے معلوم ہوتا ہے) فرقہ مخالفین کو نہ تنہا شریعت مسیحی کے اصول و قواعد مین اعتراض کی گنجایش دیدی بلکہ خاص ذات مسیح کے متعلق بھی انکار و اعتراض کے لئے وسیع میدان چھوڑ دیا - بیت المقدس سے یہودیون اور عیسائیون کے اخراج نے جنکے پاس مسیح کے انسان ہونے کے اخبار و آثار کثرت سے تھے - بعد ازان ان لوگون کے ساتھ غیر یہودی قومون کے شامل ہو جانے نے - جو قرب و جوار مین آباد تھین اور جن مین تیوفیثا غورثانہ یا پولوس کے خیالات متعلق نظام عالم موجود تھے اس خیال غیر مستقل اور موہوم کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اونکے عقاید مین داخل تھا نامی و دو اقسام کے ظنیات اور فرقون مین متفرق کر دیا اس طریق و تفصیل سے تمام مخلوقیت کے آثار و علامات اور اونکے متعلق وہ تمام اشیا جو خارج از تصورات تھے وہ انکے مماثل خدا ہونے کے قابل لتعظیم مرقع سے ہٹا دیئے گئے - اور وہ قابل احترام اخلاص و اقعات حیات جناب عیسیٰ علیہ السلام

حاشیہ صفحہ گذشتہ - تالیف اپنے بعد یادگار چھوڑی - اس بنا پر اسکے اصل طریقہ تعلیم کی حقیقت پر کامل یقین اسوقت تک نہایت دشوار ہی شہر سوموس مین ۵۸۵ ق - م مین پیدا ہوا اور تقریباً ۵۰۰ ق م مین فوت ہوا (Beetons Hist. Poll) ۵[۲] یہ تینون حضرت عیسیٰ کو قطعاً خدا جانتے تھے ۵ مارقیطون - حضرت عیسیٰ کے مخلوق ہونیکی تو ضرور قائل تھے - مگر آپ کو خدا کا مماثل قرار دیتے تھے اور ابن اللہ ہونیکی نسبت انکا اعتقاد تھا کہ ذات الٰہی کو عام انسان کی آنکھون مین بطور معاینہ و مشاہدہ پیش ہونیکی ضرورت و اہمیت کو ذات الٰہی مین صرف ہلکا سا پردہ رکھ دیا گیا تھا کہ انسانی مجسمہ کی صورت مین خدا بلحاظ مادہ بشری کے اندر نہین آسکتا تھا ۵ نسطریون کے عقاید مین - باپ بھی بیٹے کے ساتھ صلیب پر مصلوب ہو گیا - ابرٹ آف اسلام بحوالہ Mosheim's also in loco Adv. notes Vol. II P. 150, 301

عجائبات قصص و افسانہ بنا دیے گئے اور اونکے واقعات حیات کی مخترعات و مصنوعات کے ذریعوں سے اسدرجہ نقاب ڈالی گئی کہ فی الحال ہم لوگوں کے لئے یہ معلوم ہونا بالکل دشوار ہو گیا ہے کہ حقیقتاً حضرت عیسیٰ ؑ کیا تھے اور کیا کر گئے۔

الغرض عیسائیت کی وہ مجنونانہ صورتیں جو نزول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صدیوں پیشتر قایم رہ چکی ہیں۔ دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی مادیّین کے دلائل تعلیمی جو اواخر صدی اول مسیحی اور ہاڈرین کی فتح بیت المقدس کے ساتھ ہی ساتھ وجود پذیر ہوئیں اسی زمانہ خاص کی ایجاد و اختراع ثابت ہوتی ہیں۔ اور یہی اختلاف کی صورتیں ہو کر عیسائیوں اور یہودیوں کی بحث و کلام کا ہمیشہ باعث بنی رہیں۔

پہلی صدی میں عیسائیت کا حال | کرنیاتوس (قارنیطوس[۱]) نے (Cerinithus) جو اس صدی کا بہت بڑا مشہور فرقہ مادیین کا عالم تھا۔ اپنے شاگردوں کو باپ۔ بیٹے دونوں کی پرستش کی تعلیم دی۔ اور انہوں باپ بیٹے کے متعلق اوسکا عقیدہ تھا کہ یہ عیسیٰ جو پیدا کنندۂ عالم کہا جاتا ہے عیسیٰ مخلوق سے بالکل جداگانہ جنس ہے۔

پالوس کی محنت عیسائیت کی بھی سعی اور اونکی لاحاصل کوشش نے اپنی مخترعہ شریعت کو مدارس فلسفی اسکندریہ کی تعلیم و نصاب کے مطابق بنانا چاہا تھا۔ عین اوسی زمانہ میں امینوس سکاس[۲] Ammonius Saccas نے دین مسیحی کی ایک نئی شریعت کو حکمت افلاطون کے اصول پر مرتب کیا۔ جسکو ارگین[۳] (Organ) اور دیگر راہبران شریعت نے مل کر مرتب کیا تھا۔ اس تلوّن پسند مصنف نے جسکی تحریر کے آثار قدیم عیسائیت کے تمام مشہور مولفین کی تالیفات میں موجود ہیں عیسائیت کے تمام طریقوں اور فرقوں میں اتحاد اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کوششوں کے بعوض طریقوں میں تو وہ بالکل بانی کا نمونہ بن گیا ہو اور اپنی معاصرین میں بیشک زیادہ بلند نظر ثابت ہوا ہے وہ اپنی ایک خاص درسگاہ قایم کرنے میں ضرور کامیاب ہوا۔ لیکن اوسکی تعلیم و تبلیغ قومی عقائد و اخلاق کی درستی کا کوئی انتظام نہ کر سکی۔

دوسری صدی میں عیسائیت کا حال | دوسری صدی میں عیسائیت۔ بدنظمی اور جنگ و جدال با ہمانہ سے برباد اور مملو ہو گئی۔ عیسائیوں کے تمام مدارس دینی میں تفرقے اور بدعات بالعموم مروج تھے۔ مادیین (دہریت) کا بہت بڑا زور تھا اور عیسائیت پر ہر طرف سے اوسکا بڑا گہرا اثر پڑ رہا تھا۔ وہ چند فرقے جو اس صدی میں پیدا ہوئے وہ خاص طور پر اس سبب سے قابل لحاظ ہیں کہ نہ صرف اُن میں وہ خرابیاں پائی جاتی ہیں جو اوسکی خام تعلیم سے پیدا ہوئی ہیں۔ بلکہ اون میں مذہب زردشتی۔ اصول فیثاغورث اور شریعت

---

[۱] قارنطیوس پہلی صدی عیسائی کا ایک دہریہ عالم تھا۔ جو عیسائیت میں خاصکر یوحنا نبی کی شریعت کا سخت مخالف تھا اوس نے شہر اسکندریہ میں تعلیم پائی تھی اور شہر ایفسیس میں رہتا تھا اسکے حالات اور تصنیفات کے متعلق بہت کم علم و اطلاع ہے ہیٹینس ہسٹری ص ۱۰۴

[۲] امینوس سکا۔ امینوس سقاس Ammonius Saccas یہ شخص اصل میں بازار کا پاسبان تھا۔ پھر حامل الخمر شراب کا ڈھونیوالا کہلانے لگا۔ آخر میں عیسائیت کی حکمت کا بہت بڑا حکیم نکلا اوس نے اپنی پوری حکمت شریعت کا ایک مدرسہ شہر اسکندریہ میں کھولا اور وہ شریعت کا بہت بڑا دارالعلوم ہو گیا اوس نے اپنے طریقہ شریعت میں حکمت افلاطون اور حکمت ارسطاطالیس میں باصول تطبیق قایم کرنے کی کوشش کی اوسکے شاگردوں میں اور جیانوس لیطیموس اور لانجینوس سب کے نامی ہوئے ۲۴۳ء میں بمقام اسکندریہ فوت ہوا۔ [۳] اورگین اور جیانوس فیثاغورث کا شاگرد۔ کتب الٰہیہ قدیمہ کا مشہور شارح ۱۸۶ء میں پیدا ہوا اور

صابیہ کالدیہ کے بھی تمام اخبار و آثار نمایاں ہیں۔

فرقہ مارکونائٹ جو اوّلین کا مشہور و معروف فرقہ تھا۔ وہ اصولاً دو وجود کا قائل تھا۔ ایک کامل الخیر۔ دوسرا کامل الشر لیکن ان دونوں وجود الوہیت کے مابین ایک وجود اوسط بھی تھا۔ جو ڈیمرج کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ بالذاتہ نہ کامل الخیر تھا نہ کامل الشر۔ بلکہ اوسکا وجود ان دونوں اوصاف سے مرکب تھا۔ اور جزاً وسزائے اہل عالم اسی سے متعلق تبلائی جاتی تھیں مارکونائٹ کے عقائد کے مطابق یہ ڈیمرج عالم سفلی کا پیدا کنندہ تھا اور اس بنا پر وجود کامل الشر سے ہمیشہ معرکہ آرا رہا کرتا تھا۔ (یہیں سے عیسائیت میں مذہب زردشتی کے اثر اور مداخلت کو سمجھ لینا چاہیئے) اوس وجود اعلیٰ نے جو سراپا ازلیت اور الوہیت ہے ان دونوں مخالف متنظمین عالم کی باہمانہ جنگ و جدال کو خاتمہ تک پہونچنے اور نفوس انسانی کو ان مصائب کے قیود سے نجات دلانیکی غرض خاص سے قوم یہود کی ہدایت کے لئے ایک وجود کو جو قریب قریب اوسکا مماثل تھا نازل فرمایا۔ اور وہی عیسیٰ ابن اللہ تھے جو مجسم انسان کی شکل و صورت میں صرف اسغرض سے پیدا کئے گئے تھے کہ وہ انسان کی فانی آنکھوں کے مشاہدے اور معائنے میں آسکیں۔ اس تبلیغ رسالت کے فرائض منصبی یہی تھے کہ وہ دونوں متنظمین عالم کی سلطنتوں کو تباہ کرکے انسان کی پریشانی و سرگشتہ ارواح و نفوس کو خدائے حقیقی تک پہنچادے عیسیٰ کی اس تعمیل فرائض پر ڈیمرج نے نہایت سختی سے حملہ کیا۔ لیکن اوسکا کوئی حملہ اس وجہ سے کارگر نہیں ہوا کہ عیسیٰ کا مجسمہ تو صرف ظاہری تھا۔ اس سبب سے وہ کوئی تکلیف پہونچائی جانیکے فطرتاً قابل ہی نہیں تھا۔

فرقہ والنٹیین والنٹینس[۱] (والطینس یا باطنیون) (VALENTIANS) فرقہ کے عیسائی جنکے اثر زیادہ زمانہ تک دیرپا رہے۔ اپنے عقائد میں یہ سمجھتے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے آسمان سے اپنے بیٹے عیسیٰ کو اسلئے نازل فرمایا ہے کہ وہ انسانوں کو ان تمام آلائشوں سے پاک و صاف کردینے کے لئے جن میں وہ آلودہ ہوگئے تھے۔ اونکا نزول اصلی صفات الوہیت کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ آسمانی اور روحانی کیفیات کے ساتھ وہ دنیا میں نازل فرمائے گئے تھے۔ ان کے عقائد میں حضرت عیسیٰ جوہر الوہیت کا ایک انسانی پیکر تھے۔ جو زمین پر حاکم تاریکی کے سلطنت کو غارت کرنیکے لئے نازل فرمائے گئے تھے۔

فرقہ افائیٹس[۲] (افیعون) (APHYTES) کا فرقہ مالک مصر میں ترقی کر رہا تھا۔ اوسکا عقیدہ بھی دیگر بادیین مصر کے عقیدے کی طرح وجود دہریں ازلیت کا قائل تھا۔ اور وہ ایجاد عالم کو ڈیمرج کی محض جفا پرستی کی ایک صورت خلاف مشیت الٰہی تسلیم کرتا تھا۔ اسلئے وہ اسکا بھی قائل تھا کہ روحانی کرائسٹ عیسیٰ کے پیکر انسانی میں متحد ہوکر اسواسطے نازل کیا گیا تھا کہ غاصب ڈیمرج کی حکومت کو برباد کردے۔ اونکا یہ بھی عقیدہ تھا کہ وہ افعی جس نے آدم و حوا کو بہشت میں فریب دیا یا تو بذاتہ خود کرائسٹ تھا یا صوفیا

بقیہ حاشیہ گذشتہ۔ سنہ ۲۴۲ء میں فوت ہوا۔ BEETONS HIST P. 637 المولف عفی عنہ

[۱] والنٹین۔ والسطینس۔ فرقہ ملاحین کا مشہور عالم اور دہریت کا حکیم سنہ ۱۶۰ء میں فوت ہوا CHAMBERS P. 1087

[۲] افائیٹس۔ افیعون۔ دہریوں کا ایک فرقہ جو سانپ کی پرستش کرتا تھا۔ CHAMBERS P. 633

جو ضرور تھا سانپ کی صورت مین متشکل ہوگیا تھا جس زمانہ مین یہ مادیین کے یہ مختلف فرقے یکے با دیگرے کالدی فیلسفی کے اثر سے وجود مین آتے چلے جاتے تھے مین اوسی زمانے مین یونانیون نے پال کی باپ بیٹے اور روح القدس والی تعلیم تثلیث مین اور نیز وجود عیسیٰ مین - دو جداگانہ مضمون کے باہمی اتحاد کے دلائل اور نظام عالم کے متعلق اپنے فلسفیانہ عقائد کے مابین اتفاق و مطابقت کی کوشش شروع کی -

فرقہ پیراکوس اس فرقہ کا بانی پیراکوس[1] (فراقوس) (Paraxeus) تھا عیسائیت مین وہم پرستی کی تعلیم پھیلانے والا پہلا یہی شخص تھا - اور وہ صرف اس حیلہ و تدبیر سے اپنے رواج تعلیم مین سب سے آگے بازی لیگیا - اوس نے عیسائیون کے اس عقیدے کو تسلیم کرلیا کہ باپ بیٹے اور روح القدس مین کوئی فرق نہین ہے - ان لوگون نے یہانتک تسلیم کرلیا کہ باپ اپنے مخلوق بیٹے کے ساتھ اس طرح متحد فی الوجود تھا کہ باپ نے بھی بیٹے کے سب مصائب بمقدار مساوی برداشت کئے - اور اوسکی طرح آپ بھی شرمناک موت برداشت کرگیا -

فرقہ مانٹیوس[2] موشیم (Moshcim) کا بیان ہے کہ یہ تمام فرقے علوم فلسفی کی ذریات تھے - ان سے زیادہ خرابی اور بربادی کی بلا دین مسیحی پر ایک شخص مانٹیوس (مانیطوس) (Montanus) نامی باشندۂ فرغنہ کے ہاتھون آئی - اس شخص نے تمام علوم اور اونکی جامعیت کو بالکل بیصورت بتلادیا اور اپنے آپ کو عیسیٰ کا فرقلیط موعود Paraeelefe ٹھرایا مانیطوس نے بہت جلد کثیر التعداد مقلد پیدا کرلیے جن مین سے دو عورتین پرسکلا Priscalla اور میکسملا (Maxmilla) مدعیان نبوت تھین - اور نہایت مشہور و معروف تھین - یہ دونون عورتین جسقدر اپنے حسن و جمال کے لئے مشہور تھین اوسی قدر نیک طریق اور نیک اعمال نہین تھین - ان دونون نے ملک ایشیائے شمالی کو بدیع عام بنادیا - اور اپنے مجنونانہ مظالم سے تمام قوم انسانی پر خوفناک مصائب وارد کئے -

---

[1] پیراکوس - فراقوس - (Paraxcus) دوسری صدی کا ایک عالم جس نے مسیحی فرقے مانٹینسٹ (Montanist) کو نہایت مستعدی سے مغلوب کرکے اصول تثلیث مین اپنے مخترعات و موضوعات کی تعلیم شروع کی - اسکے بعد سبیلین (Sabellian) فرقے کی پیدائش ہوئی ترتولین Turtullian نے اوسکی تعلیم کی رد لکھی ہے - یہ شخص دوسری صدی تک زندہ رہا Beetons' Hist P. 606

[2] مانٹینوس یا مانیطوس (Montanus) فرقہ عیسائی کا بانی شہر فرغانہ کا رہنے والا حکیم تھا - اوس نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ اوس پر روح القدس کا نزول ہوا ہے اور اوسی کی طرح اوس کی دو شاگرد عورتون پرسکلا (Priscilla) اور میکسملا (Maxmilla) نامی پر بھی نزول روح القدس ہوا یہی مانیطوس مسئلہ تثلیث کا قطعی منکر تھا - اور دوسری شادی کرنے کو زنا محصنہ سمجھتا تھا - اوس کے کثیر التعداد مقلدین ہوئے - اور ان لوگون نے عیسائی اُمت مین بڑی بڑی آشوبی اور بدنظمی پھیلائی - اوس نے اپنی نسبت نزول وحی ہونیکا دعوی کیا پھر تو بڑے بڑے عیسائی علما اونکا اوس کی تقلید مین آگئے سب سے بڑھکر حیرت انگیز امر تو یہ ہوا کہ طرطولین کے ایسا عیسائی عالم متبحر بھی اوس کا مقلد ہوگیا لیکن یہ عالم اپنے خزانہ مین اوس کے حلقہ تقلید سے علیحدہ ہوگیا مانیطوس دوسری صدی تک زندہ تھا - پھر فوت ہوگیا - Beetons Hist P. 353

المؤلف عفی عنہ

فرقۂ مانویہ عین اوسی زمانہ مین جب مارکونائٹس - والنٹین اور مانٹینسٹ اور دیگر فرقہائے مادیین ممالک روم مین اپنی تعلیمات دینی پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے - فارس مین ایک شخص پیدا ہوا جسکی شخصیت اور حیثیت نے دونون عظیم (ایشیا و یورپ) کی حکومت و فلسفہ پر نہایت گہرا اثر ڈالا - مانی طریقہ او ر تربیت سے تعلیمی کمال و جامعیت کا تیار اور کامل پیکر خاص تھا - اعلیٰ درجہ کا نجومی - اعلیٰ درجہ کا علم کیمیا و طبیعیات کا ماہر اعلیٰ درجہ کا منجم اور اعلیٰ درجہ کا مصور تھا - فن نقاشی مین اوسکے کمال ضرب المثل ہین - اور ہر شخص آجتک ارژنگ مانی سے پورے طور پر واقف ہے - وہ یہودیون کے علوم رموز اسفار سے بھی کامل طور پر واقف تھا - عالمان مادیین کی تعلیمات سے بھی کماحقہ ماہر تھا اور مشرقی فلسفہ اور تصوف کی حکمت پر بھی عبور کامل رکھتا - بذات خاص بزرگان مغ کے خاندان سے تھا - اور شریعت عیسوی کی بھی کامل تعلیم پاچکا تھا - ان تمام کمالات و اوصاف مین کامل ہوکر اوس نے موجودہ مذہبی اختلافات سے جو اوسکے گرد و پیش ہر طرف پھیلے ہوئے تھے سخت نفرت ظاہر کی اور اوس نے ان مختلف مذاہب و طرائق کے مجموعہ سے ایک شریعت خاص کی بنا ڈالی - جو تمام اغراض انسانی و نفسانی کو بھی پوری کرسکتی تھی اور مقاصد قلبی و روحانی کو بھی مانی نے اپنی اوس جرأت بیجا سے جو اوس نے تمام مروجہ مذہب کی موجودہ سیل روان کو ایک بالکل نئے اور خارجی طریقہ عقیدہ سے روک دیا - اور اپنے اس طریقہ مین وہ اوس عام تنقید و تردید کے الزام مین خواہ مخواہ داخل ہوگیا جس نے تمام مذہب کی تعلیم و تلقین اور ہدایت و ارشاد کے کام بند کردیے - مانی نے اپنے طریقہ خاص کی تعلیم و ہدایت کو بڑی رازداری سے مخفی رکھا - فرقہ اسماعیلیہ نے ایک زمانہ بعد کے مانی کا یہ طریقہ اختیار کیا - اور پھر فرقہ باطنیہ نے بھی اپنے زمانہ مین دیگر مذاہب کی تنقید و تردید سے بچنے کے لئے یہ مخفی انداز پیدا کیا - اسی باعث سے ہر فرقہ اور طریقہ مانی کا مخالف ہوگیا - پھر تو حقیقت مین یہ نوبت پہونچی کہ جہان کہین مانی یا اوسکے شاگرد اور مبلغین طریقہ پہونچے وہان اونکا نہایت بیباکانہ مظالم کے ساتھ تعاقب کیا گیا - حقیقتاً مانی کی شریعت - ملت عیسائی کے متعلق - قدیم ایرانی اور کالدی فلسفہ کا مجنونانہ مجموعہ تھا - اوسکے عقیدے کے مطابق - مادہ اور روح ہمیشہ معرکہ آرائے مخالفت تھے - انہ دونون ضدین کی مخالفت سے ترکیب انسانی کی ایجاد و خلقت ہوئی - انسان کا اصل جوہر دو قسمون پر تقسیم ہوا - ایک مادی ایک روحانی - روحانی جوہر وہ تھا جو براہ راست آسمان سے انسان مین ودیعت کیا گیا تھا - اور مادی وہ جو خلقت کے امتزاج عناصر سے وجود مین خود بخود آیا - انہ دونون متضاد جوہرون کے اختلاف و ضرر دور کرنیکے لئے اور جوہر روح کو قفس جسمانی (مادی) سے نجات و مخلصی دلوانے کے لئے جسمین وہ (جوہر روحانی) مقید تھا - خدائے تعالیٰ نے فضائے آسمانی سے ایک ازلیت کے مجسمہ کو اپنے خاص جوہرون کے ساتھ نازل فرمایا - جو دنیا مین کرائسٹ کہلایا - کرائسٹ امت یہود کے درمیان ایک ظاہری پیکر انسان کیساتھ نمایان ہوا اور اوس نے اپنے دوران رسالت مین فانی ہستیون کو صورت جسمانی کی ظاہری بدکاریون سے اور روح نورانی کی مخلصی حاصل کرنے کی تعلیم دی

اور اس طریق سے اپنے خراب اور ضرر رسان جوہر پر کامل فتحیابی حاصل کی۔ عالم ظلمت کے بادشاہ نے یہودیون کو اسکے مار ڈالنے کی اشتعال دی۔ چنانچہ وہ صرف ظاہر طور پر نہ حقیقت مین مصلوب کر دیے گئے۔ حالانکہ بخلاف اسکے وہ تبلیغ رسالت کے مناصب تمام فرما کر اپنے مسکن اعلیٰ کی طرف جو فضائے شمسی مین واقع ہے۔ واپس گئے۔

ان دلائل کے مطابق۔ مانی کا قرار دادہ کرائسٹ نہ کھا سکتا ہے۔ نہ پی سکتا ہے۔ نہ مصائب و تکالیف برداشت کر سکتا ہے اور نہ کبھی مر سکتا ہے۔ وہ اس طریق سے خدا کا آخر مماثل بنا کر بھی نازل نہیں کیا جاسکتا۔ غرضکہ وہ آخرین وہ ایک ہوائی ہیولا قایم ہوتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ وہ پیکر نورانی جو تمام اشیا مین نورانیت دلیکتا ہے مگر خود مادہ مین مقید بتلایا جاتا ہے لیکن بغیر صورت مخلوق اختیار کرنے کے وہ صورت مادی سے علیحدہ ہوجانے کے لئے کوشان کہا جاتا ہے۔ یہ کیسے ؟

بہر حال۔ مانی کے یہ عقائد اور اسکے دلائل۔ عام اس سے کہ کیسے ہی صریح کفر آمیز اور خلاف عقل ہون لیکن ظاہری طور پر اسقدر عقل سے بعید نہین معلوم ہوتے جسقدر عیسائیون کا موجودہ مسئلہ استحیلہ TRANS. SUBTANTHFIM کی عقیدت جسکو آج تک اتنی کثیر التعداد قوم عیسائی تسلیم کر رہی ہے۔ یعنی طعام نذر مسیح کا خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خون ولحم مین ہو جکر مستحیل ہو جانا۔

مانی نے اپنے مقلدین کے دو گروہ قرار دیے۔ اور ادن مین سے پہلے منتخب شدہ لوگ نہایت سختی سے زاہدانہ اور مجردانہ معاشرت اختیار کرنیکے لئے مجبور رکھے گئے تھے۔ یہ لوگ ہر قسم کے گوشت وغیرہ کی خوراک کھانے اور شراب وغیرہ اشیاء منشی کے پینے سے سخت منع کئے گئے تھے۔ ازدواج اور دیگر لذات نفسانی کے اختیار کرنے سے بھی محروم رکھے گئے تھے۔ دوسرے قسم کے لوگ مقلدین سماعی کہلاتے تھے۔ اونکی تکلیف نرم و آسان رکھی گئی تھی وہ گھر بنانے زمین رکھنے اور مال و متاع حاصل کرنیکے لئے ماذون تھے۔ وہ گوشت بھی کھا سکتے تھے۔ شادی بیاہ بھی کر سکتے تھے لیکن تاہم انکی یہ آزادی بھی انکو بہت سے حدود و قیود کے اندر اور ان مین سخت سے سخت درجہ اعتدال قایم رکھنے کے شرایط کے ساتھ دی جاتی تھی۔ مانی کو بہرام گور نے قتل کر ڈالا۔ لیکن تاہم اوسکی تعلیم شریعت عیسوی مین اثر کر گئی اور اون تمام اختلافات و مناقشات مین جو آیندہ مختلف عیسائی طریقون مین واقع ہوئی وہ پورے طور سے نمایان تھی۔

تیسری صدی مین عیسائیت کا حال

سبیلین فرقہ کا آغاز

تیسری صدی کے اوسط مین سبیلین[۵] فرقہ نمودار ہوا۔ اوس نے ایک نئے قسم کا اختلاف مذہب مسیحی مین پیدا کیا۔ سبیلین SABALIAN نے بتلایا کہ حضرت عیسیٰ ایک انسان محض تھے

[۵] سبیلین SABALIAN تیسری صدی کا عالم یونانی۔ جس نے وجود عیسیٰ کی الوہیت کے خلاف بہت سے موضوعات تخریج کئے بالآخر فلیطوس کے حکم سے ملک روم سے خارج البلد کیا گیا۔ CHAMBERS P. 830

اونکا عقیدہ تھا کہ ایک قوت خاص پدر اعلیٰ کی طرف سے نازل ہوکر عیسیٰ کے ہیکل انسانی میں ملحق و متحد ہوگئی تھی۔ اور اس بنا پر وہ ابن اللہ قرار پائے یہ خاص طور کی تعلیم جو بقول گبن (Gibbon) کے موحدین کی اصلی راہ قربت تھی عیسائیت کے مختلف فرقون مین سخت بدنظمی کا باعث ہوئی۔ چنانچہ چوتھی صدی کے ابتدا مین۔ اس بنا پر اوریجن (Origen) نے اس عقیدے کی تعلیم پھیلائی کہ الوہیت تین جداگانہ جنسون کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ مذہب تثلیث قدیم لامذہبی کی تلخیص ہے جو امت مسیحی کے لوگون نے ایجاد کرلی۔ کتیر اللہی کے ظنیات سے اونکی فطرت اصولاً سراپا رنگی ہوئی تھی عقیدہ تثلیث حقیقتاً عیسائیون کی ایک قسم کی مدبرانہ مصلحت (دوالیسی) تھی جو اونھون نے شریعت عیسوی اور مذہب کثیر اللہی کے درمیان اختیار کرلی۔ بعد از انقضائے ایام تعلیم تثلیث کامل طور سے شریعت تثلیث بنکر ضروریات دینی مین داخل ہوگئی مگر قبل اسکے اسکے باعث سے بہت سے فلسفانہ طریق و دلائل عیسائیت مین داخل ہوچکے تھے (اسپرٹ آف اسلام بحوالہ MOSHEIM P. 411)

چوتھی صدی مین عیسائیت کا حال فرقہ ایرین کا ظہور

فرقہ ایرین کا ظہور عیسائیت کی خلاف عقل تعلیم سے عام انسانون کے قوائے ذہنی کی معرکہ آرائی کا نتیجہ ہے۔ شہر اسکندریہ مین جو مجنونانہ طریقہ کے عیسائیون کا بڑا مرکزی مقام تھا۔ اریوس[1]۔ (Arius) نامی ایک شخص نے۔ اپنے عالم مجتہد کے ارشاد کے بالکل خلاف۔ نہایت دلیرانہ اور بیباکانہ طور پر عموماً تمام ملک و قوم مین یہ صدائے احتجاج بلند کی کہ کرائسٹ ہرگز ذات الٰہی کے جوہر کے ساتھ مشترک نہین ہین۔ اریوس کی تعلیم بہت جلد ممالک مصر اور شمالی افریقہ مین پھیل گئی۔ اور برخلاف اون تمام حملات و تعاقبات کے جو اسکی امتناع اور سدباب کے لئے انواع و اقسام کی صورتون مین پیدا کئے گئے۔ اس طریقہ کی تعلیم ان ممالک مین نہایت استحکام سے پھیلکر قایم ہوگئی۔ بلکہ ممالک اسپین (Spain) تک پہونچ گئی اور اسکے قیام و استحکام کی یہ حالت اوسوقت تک ایسی ہی رہی جبتک کہ اس عقیدے والون نے مذہب اسلام نہ قبول کرلیا۔ اریوس کے اس طریقہ تعلیم نے جو عیسائیت مین تفریق کثیر پیدا کردی اور اس تفریق نے شاہ قسطنطین کو ۳۲۵ء مین بمقام بتھینیا (BYTHYNIA) کونسل نائس منعقد کرنے کے لئے مجبور کردیا۔ اس مجلس مشورت مین طرفین سے سخت رد و کد کے بعد

[1] اریوس (Arius) امت مسیحی مین فرقہ ایرین کا موجد اور اصول تعلیم علمائے مسیحیہ سکندریہ کا سخت مخالف اوس نے ذات مسیح مین وجود الوہیت کے متعلق ایسے ایسے اختلافات و اعتراض قایم کئے کہ بالآخر بادشاہ قسطنطین کو ۳۲۵ء مین کونسل نائس منعقد کرنیکی ضرورت ہوئی۔ اس کونسل نائس کے فیصلے سے اقوال اریوس ممنوع و مردود کردیے گئے اور جو اصول عقاید فی التثلیث اس کونسل مین وضع کئے گئے وہی جاری کیے گئے۔ اسکے بعد اریوس جلاوطن کرویا گیا لیکن دو برس بعد پھر قسطنطنیہ مین واپس بلا لیا گیا اور اپنے عقائد سے تائب ہوا اور گروہ مخلصین مین داخل ہوگیا لیکن جب یہان سے وہ شہر اسکندریہ مین واپس گیا تو اتانیسوس نے (Athanasius) اوسکو شہر مین آنے نہ دیا۔ اوس نے ہرچند شہر مین جانیکی کوشش کی مگر اہالیان شہر نے سختی سے روکدیا مجبور ہوکر وہ مصر مین چلا گیا اور وہان پہونچکر پھر اوس نے اپنی خلاف الہامی عام طبقات مین شورش پیدا کردی۔ یہ خبر پاکر پھر قسطنطین نے اوسے دربار مین پکڑ بلایا اور حکم دیا کہ وہ کونسل نائس کے فیصلہ سے اتفاق کرنیکا اقرار کرے ورنہ وہ دیکھیگا جو اسے دیکھنا پڑے گا۔ اریوس نے حلف لیکر اقرار کیا تو بادشاہ نے پھر اوسکو مذہب عیسائی مین ملائے جانیکا حکم دیا لیکن دوسرے دن جب وہ بڑے معبد عیسائی مین جا رہا تھا راستہ ہی مین مرگیا لیکن اوس کی تعلیم شریعت اوسکے ساتھ ختم نہوئی بلکہ نسلاً بعد نسلاً عیسائیت مین فرقہ پیدا کرتی رہی ۲۸۰ء مین پیدا ہوا اور ۳۳۶ء مین فوت ہوا P156

اریوس کی تعلیم قطعاً ممنوع کردیگئی اور گویا جرم قانونی قرار دیدی گئی اور کرائسٹ پدر اعلیٰ کے جوہر متحد تسلیم کرئے گئے۔

۱ ہسٹری آف اسلام مجلد ۵ ص ۵ GIBBON VOL IX P.305

اس انتظام سے مذہب عیسوی کی جو حالت ہوئی ہو اوس سے قطع نظر کرکے آپ اس وقت سے اس مذہب کی تاریخ ستم و جور۔ اندرونی جنگ و جدال۔ خوفناک اور ظالمانہ حملات۔ باہمانہ نفرت اور قتل و غارت سے آپس کی روز افزون مشاجرت۔ عام قلوب انسانی سے عقل و انصاف زائل کردینے کے تفصیلی دفتر پیش کرتی ہے۔ ان تمام واقعات و حالات مین عالمان شریعت کی بدکاریان جزو غالب بنکر داخل ہین۔ ان عالمان شریعت کی مسرفانہ تعیش بیجا دعوےٰ اور بدکاریان چارون طرف سے عام شکایتون کا باعث ہوئین۔ زمانہ قدیم کے طریقہ تجرد نے فرقہ مانک (MONKS) کو اپنا مقام بنایا۔ اور ان صاحبان تجرد کی بدکاریان ضرب المثل بن گئین۔ مانک فرقہائے عیسائیت کے مرتب اور تیار فوجی رسالے تھے۔ جو ہمیشہ انواع اقسام کے فساد۔ تکرار۔ اور مخالف سلطنت پرجوشیان رومتہ الکبریٰ اسکندریہ اور قسطنطنیہ کے ایسے مسیحی حکومت کے مرکزی شہرون کی عام شاہراہون اور سڑکون پر واقع کیا کرتے تھے ان کے ان مفسدہ انگیزی اور شرارت طبعی کے نتیجے ہمیشہ سخت خونریزیون مین نمایان ہوا کرتے تھے۔

نسطوریوس[۵۱] اور سینٹ سائرل[۵۲] (NESTORIUS & ST. CYRELL) قاتلان ہیپیا (HYPTIA) دو مسیحی علما کی باہمانہ جنگ و جدال نے عیسائیت کی تاریخ مین ایک قابل الذکر باب کا اضافہ کردیا ہے۔

مختلف مذہبی کونسلین دوسری مذہبی مجلس مشورت۔ جو کونسل یوسیفس[۵۳] کے نام سے مشہور ہے۔ انھین اختلاف مذہب دور کرنیکے لئے جو شریعت مین واقع ہوگئے تھے منعقد ہوئی تھی۔ مگر جیسا کہ مورخ گبن کا بیان ہی۔ اس مجلس مشورت مین

---

۵۱ نسطوریوس (NESTORIUS) شاہ تھیوڈوسیس کے زمانہ مین قسطنطنیہ کا بشپ مقرر ہوا۔ اوسنے شہر انطاکیہ سے سند اجتہاد حاصل کی اور تبلیغ دین مسیحی کے خدمات انجام دینے مین اوس نے بہت بڑی ناموری حاصل کی ۴۲۸ء مین فرمان شاہی کے مطابق وہ قسطنطنیہ کا مجتہد اعظم مقرر ہوا لیکن ۴۳۱ء مین وہ مسئلہ حلول یا ذات عیسیٰ مین دو جوہرون کے انکار کی جرم مین معزول کردیا گیا اور چار سال تک قسطنطنیہ مین مقید رہا۔ پھر ملک مصر مین جلا وطن کردیا گیا۔ اسکے بعد بہت سے دوسرے مقامات مین بحکم سلطنت رہا مقید رہکر بالآخر قید ہی کی حالت مین مرگیا۔ اوسکی تعلیم و ہدایت تمام مشرقی ممالک مین پھیل گئی اور ابھی تک اوس اطراف مین اوسکے متبعین بکثرت پائے جاتے ہین۔ اوس نے ۴۳۹ء مین وفات پائی۔

۵۲ سینٹ سائرل (ST. CYRELL) اسکندریہ کا بہت بڑا مسیحی عالم۔ اس نے فرقہ اریوس کے عقاید کی تردید و تکذیب مین اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ صرف کردیا۔ وہ مسند اجتہاد سے ۳۵۰ء مین اوتار دیا گیا اس لئے کہ وہ گرجا کے بیت المال کو بیچکر فقرا و مساکین کو کھانا بانٹتا تھا۔ اوس نے مجلس علما مین اپنی اس سزا کی اپیل کی اور وہ پھر اپنے قدیم عہدہ پر بحال کردیا گیا۔ لیکن بار دیگر ۳۶۰ء مین معزول کیا گیا اور پھر ایک بار اپنے قدیم عہدہ پر ممتاز کیا گیا لیکن شاہ ویلین (VELEN) نے پانچ برس کے بعد اوسکو جلا وطن کردیا اور پھر بادشاہ کے زمانہ حیات تک واپس نہ آیا۔ اوسکی موت کے بعد آیا بھی تو فوراً مرگیا ۳۸۶ء مین پیدا ہوا ۳۸۶ء مین مرگیا (T.P.53 ریفارمرز ڈکشنری B.)

۵۳ ابیفینوس (EPIPHANUS) جزیرہ قبرص (CYPRUS) کا عالم شریعت شاہ قسطنطین کا خاص مقرر کردہ تھا۔ اس نے ایک تاریخ شارح کتب قدیمیہ کی رد لکھی ہے لیکن اس کی اصل کتاب سے اسکے اقتباسات جو اس نے دیگر علما و حکما کی تصنیفات سے مستنبط

عالم اسکندریہ کی خود رائی نے بحث و کلام کی آزادی کو بالکل روکدیا۔
وہ جنس غیر کی تعلیم و عقیدت سیحیہ یہ حکم عام دیکر بالکل حرام کردیگئی کہ جو لوگ ذات عیسیٰ کو دو جدا حصون مین تقسیم کرتے ہین وہ تلوار ان سے خود حصون مین تقسیم کردیے جائین۔ وہ خود پارہ پارہ بنادیے جائین اور جلتی آگ مین جلا دیے جائین۔ یہ ایک عیسائی مجلس کم مشورت کے مخیرانہ مقاصد ثابت ہوتے ہین۔

پانچوین صدی کے حالات

اس کے بعد شہر چالکیڈون[۵۱] (CHALFADON) مین ایک تیسری مجلس مشورت قایم ہوئی۔ یہ مجلس روم کے بشپ کے استصواب راے سے قایم ہوئی تھی اس مجلس مین ذات واحد مین عیسیٰ کو عین ظہور خدا لیکن دو جداگانہ عناصر کی ترکیب کیا تھا بانڈ جو نیکا عقیدہ بالوضاحت عام طور سے تسلیم کرلیا گیا۔ فرقہ مینوفیسائیٹ (MONOPHYSITES) اور نسطورین (NESTORIAN) نے فیصلہ چالکیڈون کے سدراہ ہونیکی کوشش کی لیکن اس عقیدت کے متعصبین کے ہاتھون سے جو اپنے زعم خاص مین کرائسٹ کے وجود اور ذات خاص کے راز کی تحقیق کامل کرچکے تھے۔ ان لوگون کا قتل عام کرکے استیصال کامل کردیا گیا شہر بیت المقدس عیسائی راہبون کے قبضہ خاص مین آگیا۔ اور ان لوگون نے عقیدہ ظہور ذات واحد کی صداے احتجاج بلند کرکے تمام شہر کو غارت کردیا۔ جلا دیا اور قتل کرڈالا۔ یہان تک کہ مزار عیسیٰ بہی خون انسانی سے ناپاک و آلودہ کردیا گیا۔ اسکندریہ کے عیسائی جو ایک عورت کو قتل کرچکے تھے اپنے اعظم ترین پیشواے مذہبی کو بیت المقدس مین عین اصطباغ دیتے وقت اوسی مقام مقدس مین قتل کردینے سے باز نہ آئے۔ یہان تک کہ اوسکی صاف اور ستہری لاش کو آگ مین جلادیا اور اوسکی خاک کو دریا مین بہا دیا۔

چھٹی صدی کے حالات اور فرقہ مینوفیسائیٹ[۵۲]

چھٹی صدی کے اوسط مین مینوفیسائیٹ فرقہ کا طالع واژون پھر ایک بار یعقوب (JACOB) نامی شہر آدیسہ کے بشپ کے زیر ہدایت ہوکر راستی پر آیا تھا۔ یعقوب اور اوسکے جانشین اور قایم مقامون کے زمانے مین پھر اس فرقہ نے مشرقی حکومتون مین بہت بڑی شہرت

بقیہ صفحہ گذشتہ کے مین بدرجا بہتر اور مفید ہین ۱۳۷۵ء مین ولادت اور ۱۴۳۰ء مین وفات ہے۔ BEETONS HIST 641

[۵۱] چالیکڈون (CHALCADON) دریاے پونٹس (PONTOS) کے دہانے پر موجودہ شہر باخوم (قسطنطنیہ) کے دوسرے جانب واقع ہے یہان قوم مغ (MEGGIES) کے لوگ پہلے آباد تھے۔ اس شہر کو سیتھنس (SYTHIANS) (قوم سیستان) نے بادشاہ غیلنیوس (GALINNUS) کے عہد مین تیسری صدی عیسوی مین غارت کرڈالا۔ پھر شاہ جسٹینین (JASTINIANS) نے چھٹی صدی مین آباد کیا۔ پھر اسکو ترکون نے اپنے زمانہ عروج مین برباد کرکے اشیاء عمارت کو شہر قسطنطنیہ (استنبول) مین ڈہو کر اپنی عمارات مین صرف کیا۔ یہ شہر حکیم زینا قرطوس (ZENOCRATUS) کا مولد تھا۔ BEETONS HIST P. 425

[۵۲] مینوفیسائیٹ (MONOPHYSITES) عیسائیون کا وہ فرقہ جو ذات مسیح کو صرف ایک جوہر سے مخلوق سمجھتا ہے۔ بخلاف عیسائیون کے عام عقائد کے جو عیسیٰ کی ذات کو الوہیت اور انسانیت دونون جوہرون سے مرکب جانتے ہین۔ BEETONS HIST 585

اور عزت پیدا کی فرقہائے نسطوریہ ۔ و متعصبین عیسائیت اور اہالیان چالکیڈون پر اپنے متواتر حملات کر کے ان لوگوں (فرقہ یعقوبی) نے تمام دنیائے عیسائیت میں تباہ و برباد کر دینے والی لڑائیاں اور خونریزیاں چاروں طرف واقع کر رکھی تھیں غیر عیسائی طریق کے لوگوں کے نزدیک مانیوفیسائیت کی یہ تعلیم کہ عیسیٰؑ کی صفات روحانی و انسانی باہم متحد ہو کر ایک جنس خاص تیار ہو گئی ہے اور اس اتحاد ضدین سے کوئی تمیز یا التفریق ۔ دو اشیائے مختلفہ میں نہ کسی صورت سے نمایاں ہوتی ہے اور نہ پیدا ہوتی ہے اصول مقررکردہ کونسل چالکیڈون سے کسیطرح علیحدہ اور مختلف نہیں ہوتے ۔ لیکن تاہم یہ اختلافی خصوصیت بھی کثیر التعداد قوم انسانی کی مصیبتوں کا باعث ثابت ہوتی ہے ۔ آخر کار ۶۳۰ء میں شاہ ہرقلیوس (ہرقل) (MARCULIUS) نے ان مذہبی عقائدوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت سے ایک خاص عقیدہ کو جاری کیا اور اس کا نام مانوتھیالیٹس (MONOTHYLITES) رکھا

ساتویں صدی کے حالات فرقہ مانوتھیالیٹس کی ابتدا

اس فرقہ کی تعلیم نہ اتنی جابرانہ تھی اور نہ مجنونانہ ۔ مانوتھیالیٹس کے عقیدے میں نہ عیسیٰؑ خدائے کامل تھے ۔ اور نہ انسان کامل لیکن انکی ترکیب خلقت الوہیت اور انسانیت کے دونوں جوہروں سے بقدر مشترک مرکب تھی ۔ اور ایسی کہ اوسکی ذات نہ مرکب معلوم ہوتی تھی اور نہ اس ترکیب میں کوئی تغیر یا بد ترتیبی تمیز کی جاتی تھی ۔ بلکہ اس باہمی توحد و توصل سے صرف ایک ہی ذات یقین کی جاتی ہے ۔

بخلاف اسکے کہ یہ صلح کن طریقہ تعلیم قلوب مختلفہ عیسائیت میں سکون و آرام ۔ اتفاق و اتحاد پیدا کرے اسکے شیوع نے تو عیسائیوں کے مختلف فیہ فرقوں کے درمیان خرابیوں کو اور گہرا کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ایشیائے مغربی افریقہ شمالی اور ممالک یورپ کے اکثر حصوں میں حضرت عیسیٰؑ کی منسوب الیہ قربانگاہوں میں قتل عام وغیرہ کے وہی منظر اور وہی عالم ہمیشہ پیش آتے رہے ۔

آمد آمد اسلام سے ماقبل کی صدیوں میں ممالک مسیحی کے مذہب و ملت کی یہ کیفیت تھی ۔ جو اوپر بیان کی گئی خلاصہ یہ ہے کہ قسطنطین کے مذہب عیسائی اختیار کرنے سے مذہب عیسوی نے سلطنت رومۃ الکبریٰ میں نمایاں قوت پکڑی ۔ لامذہبی کی راہ تو بند ہو گئی لیکن اسکے (لامذہبی کے) زوال کی قوت بڑے بڑے عظیم الشان اور خالص رومی سلاطین نے اسکو قایم رکھنا چاہا ۔ لیکن اسکا زوال وانہدام لاعلاج ہو چکا تھا ۔ مورخ گبن کا بیان ہے کہ لامذہبی اور کفر پرستی کے قطعی موقوف ہو جانے کے بعد یہ امید تھی کہ قوم عیسائی امن و امان اور سلامت روی کی حالتوں میں تنہا ہو کر اپنی کامیابی سے آرام و سکون پائے گی ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصول مذہب کا باہمانہ نفاق اونکے سینوں میں ابھی تک زندہ تھا ۔ اور بجائے اسکے کہ وہ پیغمبر کے اصول و قواعد کی عملی طور پر مشق و پابندی کریں اون لوگوں نے ذات عیسیٰؑ کی تحقیقات و تفہیمات کا محققانہ انداز اختیار کیا ۔ تمام مسیحی یورپ گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور شریعت عیسوی انواع اقسام کے اختلافات و موضوعات سے بھری پڑی تھی مردوں کی روحیں اوسی طرح کثرت سے پوجی جاتی تھیں اور معززین قوم و ملک کے

مجسمے اوسیطرح قابل تعظیم و پرستش تسلیم کئے جاتے تھے۔ قبور پرستی اور شخ پرستی دونون عالمگیر ہو رہی تھین۔ اور اسطرح عیسائیت کفر پرستی بنادی گئی تھی عیسائیت کی ماتحتی کی وجہ سے قوم کی ملکی اور معاشرتی حالتین بھی بالکل افسوسناک ہو رہی تھین

عیسائیت کے حیوانی مظالم انسان سے خیالات و فیصلہ بات کی آزادی صلب کرلیگئی تھی۔ اور عیسیٰ کی حکومت لامذہبون اور کافرون کی بیرحمانہ قربانیون اور بیجان ستانیون تک محدود کردیگئی تھی۔ جو مقابلہ مروجہ ملک کے بال بھر بھی اختلاف کرنیکی جرأت کرتے تھے۔ شہر اسکندریہ کی کھلی سڑک پر اور مہذب دنیا کی کھلی آنکھون کے سامنے زمانہ قدامت کی شریف ترین عورت ناقابل الذکر مظالم کے ساتھ۔ ایک عالم عیسائی کے ہاتھ سے جسکا نام دفتر عیسائیت مین شہید کے لقب مقدس سے برابر تحریر کیا جاتا ہے۔ اور جسکے لئے موجودہ روشنی کے زمانہ مین ایک عذر خواہ۔ ڈریپر (DRAPER) بھی پیدا ہو گیا ہے۔ ذبح کرڈالیگئی ڈریپر کے خوش بیان صفحات مین اون خونخوارانہ جرائم کے پورے واقعات موجود ہین۔ جو ابدالآباد تک عیسائیت کے دامن پر بہت بڑا داغ لگائے رہین گے۔

قتل ہپتیا ایک خوش جمال عقیلہ اور نہایت پارسا خاتون[1] جسکی درسگاہ شہر اسکندریہ مین صاحبان ذوق و اہل معاشر مروجہ کی کثرت سے ہمیشہ بھری رہتی تھی۔ مبلغین اور معتقلین عیسائیت کے ایک گروہ نے عین اوسوقت حملہ کردیا جب وہ اپنی تعلیمگاہ سے باہر آرہی تھی۔ ان موئیدین مذہب کے شور و غل مین وہ اپنی گاڑی پر سے کھینچ لی گئی۔ اور کھلی سڑک پر بالکل ننگی کردیگئی وہ تو خوف کی شدت سے بیحواس ہو رہی تھی اوسے اسی شکل سے کھینچ کر ایک قریب کے گرجے مین لیگئے اور وہان امام مذہب کے چھرے سے قتل کرڈالیگئی۔ اوسکی غریب لاش کے ساتھ بدکاری کیگئی۔ اسکے بعد اوسکی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالیگئے اسپر بھی یہ خونخوارانہ مظالم اوسوقت تک تمام نہین کئے گئے جب تک کہ سیپیون سے اوسکا گوشت ہڈیون سے بالکل کھرچ نہ لیا گیا پھر بقیہ اجزائے لاش کو آگ مین ڈالدیا گیا۔ اور باوجود ان تمام مظالم کے دنیائے عیسائیت نے اس ظالم (قاتل ہپتیا سینٹ ساریل) کو مذہبی امام و پیشوا کا خطاب دیا جس نے ایسی خوفناک اور انقلاب انگیز خونخواری دکھلائی غریب ہپتیا کا خون بہا سوائے عمر ابن العاص کی تلوار کے اور کوئی دوسرا نہ لے سکا۔

[1] ہپتیا (Hypatia) تھیون (Theon) کی لڑکی تھی۔ اور شہر اسکندریہ کی بہت بڑی ریاضی دان حکیمہ۔ باپ کے مرنے کے بعد اوس نے حکمت افلاطون کی سند اوس شہر مین حاصل کی۔ اور کثیر التعداد طلبا اور شاگردون کو ریاضی اور فلسفہ کی تعلیم دینے لگی۔ یہان تک کہ یونان اور اسکندریہ مین تعلیم حکمت ارسطو اور افلاطون مین اوسکی شہرت تمام پھیل گئی سینا سوس جس نے آخر مین عیسائی مذہب اختیار کرلیا تھا اوسکا بڑا مداح تھا۔ اسیطرح ارسطیطوس جو حاکم اسکندریہ تھا ہپتیا کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا اور ہر امر ضروری مین اوس سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ حاکم اسکندریہ اور سارئیل (قاتل ہپتیا) کے درمیان سخت عداوت تھی جو آخر مین فیمابین جنگ و جدال کی صورت مین مبدل ہو گئی تھی۔ اور رہبانون (MONKS) کی وابستہ جماعت بے ساریل کی طرف ہوکر ارسطیطوس پر حملہ کردیا اور ارسطیطوس کو بالآخر شہر سے بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد ان لوگون نے ہپتیا کو پکڑا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے

عیسائیت کے مظالم اور عالمگیر بدکاریان

حکومت قسطنطنیہ کی حالت خصوصاً شاہ جسٹینین (JASTINIAN) کے ایسے نامور اور موید عیسائیت کے ایام حکومت مین۔ تمام عیسائی حکومتون کی ملکی اور قومی بدکاریون اور بداخلاقیون کی مرتب فہرست ہے۔ اقاصرہ روم کے تخت شاہی پر ملکہ تھیوڈرا (THEODRA) کے قدم آئے اور وہ سلطنت کے تمام نظام مین بادشاہ کی شریک بلکہ شریک غالب بنگئین تھیوڈرا نے شہر قسطنطنیہ مین اپنی (بدکاری کی) علانیہ تجارت شروع کردی اور وہان کے آوارہ مزاج باشندون مین انکا نام ضرب المثل ہوگیا لیکن بااین ہمہ اوس شہر مین کامل تعظیم وتکریم کے ساتھ یہ سلطانہ تسلیم کرلی گئین اور بڑے بڑے حاکمان قتل وقصاص مجتہدان عصر فتحمند اور قلعہ کشا سپہ سالاران افواج انکی تعظیم واحترام کرنے لگے۔ تھیوڈرا کے جور ومظالم سے سلطنت روم تمام دنیا کی نگاہون مین ذلیل وخوار ہوگئی۔ جن مظالم کو نہ کوئی نصاب مذہبی روک سکتا تھا اور نہ حدود قومی یہ شورش انگیز مفسدے۔ خونریز ہنگامے جن مین علماے مذہب کی ہمیشہ نمایان شرکت رہتی تھی۔ اوس زمانہ خاص کے آئین تھے۔ ان موقعون پر تمام احکام نظام۔ عام اس سے کہ نظام انسانی ہوان یا احکام روحانی سب پامال کردیے جاتے تھے۔ معابد اور مذابح وقربان گاہین انسانی خونخوارون سے ناپاک بنے ہوئے تھے۔ کوئی مقام نہ امن وآرام کے قابل تھا اور نہ طہارت واحترام کے لایق۔ قومی قوانین بالکل متروک کردیے گئے تھے۔ اور باغیانہ بدکاریان دن دہاڑے ہمیشہ جاری رکھی جاتی تھین۔ کوئی واقعہ ایسا خوفناک اس ناپاک شہر مین اوس وقت تک ظاہر نہین ہوا تھا جیسا کہ نیکا کے عام بلوے کی صورت وطریقہ مین شاہ جسٹینین کے پانچوین سال جلوس مین واقع ہوا طبقہ رعایا کی عام طوائف الملوکی اپنی تمام خونریزیون اور بدکاریون کے ساتھ شاہی افواج متعصبین کی حمایت کی وجہ خاص سے ترقی ووسعت پاکر بالکل وحشیانہ انداز وصورت مین اس حد تک پہونچ گئی تھین کہ سلطنت کفار مین بھی اون کی نظیر نہین ملتی۔

شاہ مارقیوس کا خون ناحق

جب ہم قسطنطنیہ کی ان حالتون کا مقابلہ کرنے لگتے ہین تو حکومت فارس کی حالت کو اوس زمانہ مین اس سے کہین بہتر سمجھتے ہین۔ عام جذبات انسانیت۔ ان مظالم وجرائم کو دیکھکر جنھون نے مسیحی قسطنطنیہ کے کارنامون کو سراپا داغدار بنا دیا ہے۔ بالکل علحدہ ہو جاتے ہین۔ جس زمانہ مین کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام بالکل کمسن تھے عین اوسوقت ایک نہایت نیک اور پرہیزگار عیسائی حکمران قسطنطنیہ[۵] جس کا مثل آجتک تخت بازنطیوم (سابق

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ اوسکے اعضا کو جلاد ڈالا ہیپتیا نے دیناطوس یا دیوفنطس (Diophantus) کی تالیف اور دیگر کتابون کی شرحین لکھین اور مقدس زمانہ سدیورنڈ چارلس کنگسلے KINGSEY REVD CHARLSE نے ایک خاص کتاب مین اسکے واقعہ کو لکھا ہے۔ BEETONS HIST P. 935.

[۵] اس بادشاہ کا نام مراقس رومی تھا (MAURICEUS) یہ شخص نہایت قدیم خاندان رومن کا ممبر تھا۔ ۵۷۸ء مین شاہ طبریس نے اسے سالار فوج بناکر محاصرہ فارس مین بھیجا تھا۔ وہان اس نے فتح عظیم حاصل کی ۵۸۲ء مین وہ شاہ طبریس کا قایم مقام ہوا۔ اور اوسکی لڑکی سے شادی کرلی اہل فارس نے روم پر چڑھائی کردی جانبین سے صف آرائی ہوئی اور کامل آٹھ برس تک قایم رہی۔ اور بالاخر خسرو ثانی کے حکومت سے منتزع کیے جانے پر ختم کردی گئی تخت سے منتزع ہوکر خسرو نے مراقس سے کمک مانگی۔ اور مراقس نے مدد فوجی دیکر اوسکو اوسکا موروثی تخت دلوا دیا اسکے معاوضہ مین چند قلعجات فارس مراقس کو دیے اسکے معاہدہ عربیہ

نام قسطنطنیہ) پر نہین بیٹھا تھا ایک عیسائی بادشاہ کے اشارے سے قتل کردیا گیا وہ مظلوم بادشاہ اپنے قصر شاہی کے عبادت خانہ سے باہر کھینچکر لایا گیا اوسکے پانچون بیٹے ایک ایک کرکے اوسکی آنکھون کے سامنے قتل کردیے گئے اور یہ حسرتناک منظر بادشاہ کی خاص تمام کردیے جانے پر ختم کردیا گیا۔ اسکے بعد اوسکی بیوہ سلطانہ پر اور اوسکی لڑکیون پر خوفناک مظالم ڈہا دیے گئے اونکو بھی اوسی مقام پر قتل کردیا گیا۔ جو مقام اون سے پہلے شاہ مراقس کے خون سے رنگین ہوچکا تھا۔

اسکے بعد کے واقعات مظالم۔ جو مقتول بادشاہ کے احباب و رفقا کے ساتھ عمل مین لایے گئے۔ وہ عیسائیان قسطنطنیہ کے اخلاق کی کامل فہرست ہین اونکی آنکہین پھوڑ دی گئین۔ تالو سے زبانین کھینچ لی گئین۔ مثل حیوانات کے اون کے ہاتھ پاون کاٹ ڈالے گئے۔ اون مین سے اکثر تازیانون کے نیچے مر گئے۔ اکثر آگ کے شعلون مین جلکر خاک ہوگئے اکثر کے کام تیر مار مار کر تمام کردئے گئے۔ اور جلدی سے مار ڈالنا۔ تو بقول گبن۔ ایک قسم کا بہت بڑا رحم تھا۔ جو ان بدنصیبون کو مشکل سے نصیب ہوا۔

سلطنت قسطنطنیہ خون تھوک تھوک کر قریب المرگ ہورہی تھی۔ اور ملکی اور مذہبی تفریق و مناقشات سے صد پارہ ہوکر اور عقلی مجادلون سے بیدل ہوکر۔ مذہبی عقاید مین اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی کوششون سے بالکل کمزور ہوچکی تھی۔ اور ہمیشہ کشت و خون۔ بدکاریون اور خونخواریون کے مناظر پیش کرتی رہی۔

عیسائیون کا بہت بڑا مشہور و معروف مورخ ملمین (Mil MEN) قسطنطنیہ مین اوس زمانہ کی مجنونانہ عیسائیت کی یہ حالت بیان کرتا ہے۔

قسطنطنیہ کا بشپ (مجتہد اعظم) سلاطین قسطنطنیہ کا دہن بستہ پرستار۔ ادنیٰ غلام اور پر جوش مذاق والا مصاحب تھا۔ اور کبھی اپنا کامل اخلاقی اثر حاکم سلطنت کے مزاج پر نہ پہونچا سکا۔ اس سے طبقہ زیرین کے ماتحتی علما و پیشوایان مذہب عیسوی قطع نظر آسکے کہ اونھون نے اپنے دوسرے احسان و اشفاق قوم پر مبذول کرکے قوت دولت اور مراتب حاصل کریئے ہون۔ جن سے وہ قوم کی حرص اور دیگر خواہشات نفسانی کو روک سکین مگر باوجود اسکے اونکی یہ تمام قوتین اتنی کافی نہین تھین کہ وہ تمام قوم کے قلوب پر کبھی نظام امن قایم رکھنے کیلئے تحکم کرسکین۔ یا قدیم زمانہ کی بداخلاقیون کو موقوف کرسکین۔ باہمانہ مناقشات و اختلافات مین سکون پیدا کرسکین اور دوگرتی ہوئی قومون کو یکجا کردین بظاہر تو وہ قلوب پر حکمرانی کرتے تھے اور اس سے قبل زمانون مین بھی وہ حکمرانی کرچکے ہین لیکن قلوب عامہ پر یہ حکمرانی کسی اقتدار و عظمت یا احسان و خلوص کے ذریعہ سے نہین کی جاتی تھی بلکہ جاہل متبعین کو وہم پرستی کے خوف دلانے۔ ڈرانے اور دہمکانے سے

بقیہ حاشیہ گذشتہ۔ رومیون مین جنگ واقع ہوئی جس مین اہل عرب نے بارہ ہزار رومیون کو قید کرلیا۔ اگرچہ مراقس نے فدیہ دیکر اونکو چھوڑا لینا چاہا مگر عربون نے دینے سے انکار کردیا اور سب کو قتل کرڈالا۔ اس جرم مین فوج نے مراقس کیساتھ غدر کیا اور فوکس (PHOCOX) کو اپنا بادشاہ بنایا اور قسطنطنیہ پر حملہ کرکے مراقس اور اوسکے تمام خاندان کو قتل کرڈالا ۵۳۹ء مین پیدا ہوا اور ۶۰۲ء مین قتل ہوا۔ BEETONS 297.

حقیقتاً اس طبقہ کے لوگ (علمائے عیسائیت) بذات خود جہالت کے غار مین گر پڑے تھے۔ اور جہالت وحیوانیت کے آگے سرنگون ہوگئے تھے اور یہ ایک نہایت ذلیل درجہ کی تہذیب تھی۔ رہبانیت نے قوم کے کثیر التعداد افراد کو محض زاہدانہ اور دینی مشاغل مین نہایت مستعد اور کار آمد لوگ ثابت ہوتے ہین۔ اپنی طرف کھینچ لیا لیکن ان رہبانون نے جب سے ملک کے خونخوارانہ اور مخالفانہ معاملات ملکی مین اپنے جتھے اور فرقے بنا بنا کر شرکت کی۔ اوسیوقت سے اونکی نگاہون مین اونکی وقعت اور اون کے اثر بالکل کم ہوگئے۔ وہ کہنے کے لئے تو دنیا سے بالکل علیحدہ تھے۔ تارک الدنیا والعلائق تھے۔ تجرد تنہائی کے وادی مین ساکن تھے اور انہین لوگون مین وہ راہبین جو مانک (Monk) کے نام سے مشہور ومعروف تھے اپنے اپنے صومعات مین تو بجائے خود نہایت مستحکم اور پرامن تھے۔ اور ایسا ہی وہ اپنی نجات کی نسبت بھی یقین کامل رکھتے تھے لیکن اپنے فرقہ کے سوائے تمام نوع انسانی کو ایک لاعلاج فنا ونیستی کے لئے چھوڑے بیٹھے تھے۔ سپرٹ آف اسلام ص ۲۳ بحوالہ Milmans Latin Christianity Vst Introduckon P. 84

جو قطعات ملکی۔ ایشیائی ترکستان مین۔ دریائے فرات سے مغرب کی طرف واقع تھے۔ وہ پارتھیین[۱] PARTHIAN اور رومن قومون کے ہاتھون یکے بادیگرے برباد ہوچکے تھے۔ پھر ان دونون تباہ کن قومون کے بعد ان ممالک کو ایران اور رومیون نے پامال کرکے تباہی وبربادی کے آخر درجون تک پہونچا دیا تھا۔ وہان کی رعایا کی بدکاریان اونکی قومی تباہی سے بڑھی ہوئی تھین متعصبین عیسائیت نے اونکی قومی حالتون مین ترقی پیدا کرنے کی جگہہ اونکی خرابیون کو اور دونی کردیا تھا ان ممالک مین مذہب زردشتی ذلیل ترین عیسائیت سے ایک طرف اولجھا ہوا تھا۔ اور فرقہ نسطوریہ (NESTORIAN) اپنے متعصبین مذہب کے گروہ سے دوسری طرف دست وگریبان تھا۔ اور یہ وہی قدیم جنگ تھی جو فیما بین۔ مانٹینوس اور دو پیغمبرہائے انسوان کے درمیان ایک زمانہ دراز سے جاری تھی۔ الغرض ان مفسدات نے مغربی ایشیا کو بربادی اور ناامیدی کا ناپیدا کنار ویرانہ بنا رکھا تھا۔

وہ گرد باد فتوحات جو افریقہ ہوکر گذر گیا۔ وہ قتل عام کشت وخون معلمین ومبلغین مذہب عیسائیت کی زیادتی اور بدعنوانی سے بالکل پر اور مملو تھا۔ اُس نے نور اخلاق کے ایک ایک ذرے کو چن چن کر ملک مصر اور دیگر ممالک افریقہ کے حصّون سے جو قریب قریب زوال ونیستی کے پہونچے ہوئے تھے نکال پھینکا۔ قوم کی حالت اس سے بھی زیادہ ہیبتناک

---

[۱] پارتھیین PARTHIAN ایشیائے مغربی کے ایک علاقہ خاص کا قدیم نام ہے جو کیسپین کے جنوب ومشرق کی جانب ایک جنوبی خاکنائے ہرقانہ (Hyrcania) سے ملا ہوا ہے اب وہ علاقہ خراسان کے شمالی حصہ مین داخل ہے یہ قدیم سے ملک فارس کا علاقہ تھا۔ اسکو سکندر اعظم نے فتح کرلیا تھا اور بعد فتح ملک شام سے ملا دیا تھا لیکن یہان کی رعایا نے بغاوت کرکے اپنے ملک کو آزاد کرلیا۔ اگرچہ رومیون نے اونکو مفتوح کرنیکی متواتر کوشش کی لیکن پھر وہ کبھی کامیاب نہ ہوئے۔ یہانتک کہ اونکے خاص حاکم اربانینوس چہارم (ARBATINIOS IV) نے فارس والون کے ساتھ جنگ کی اور عین معرکہ جنگ مین مارا گیا۔ اوسی وقت سے یہ علاقہ ممالک فارس کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ملحق ہوگیا۔ (BEETONS HIST 528)

ہورہی تھی، ذرزردشتی میں حاکمان شریعت اور قوم کے لوگوں کی دونوں آنکھوں کے سامنے نارسیس[۱] (NARSES) کے ایسا ایک محسن قوم وملک شہر قسطنطنیہ کے بازار میں زندہ جلادیا گیا۔ ایسے ہی تختگاہ روم میں اکزارچ (EXARCH) نائب السلطنت) کے آنکھوں کے سامنے فریق مخالف بشپ کے طرفداروں نے اعلان جنگ دیدیا اور تمام گرجاؤں کو عیسائیوں کے خون سے بھر دیا۔

ملک اسپین (اندلس) نے ان سے بھی زیادہ خوفناک بربادی اور طائف الملوکی کے واقعات پیش کئے۔ دولتمند طبقہ قوم اور وہ چند صاحبان اقتدار وحقوق۔ جو حکومت کی طرف سے عمالان ملکی کے عہدوں پر ممتاز تھے یا حاکمان وقت ہونیکے خطابات والقابات رکھتے تھے۔ وہ گو تمام دینی اور دنیاوی تکالیف سے البتہ سبکدوش تھے۔ وہ انتہا درجہ کی عیش وعشرت کے ساتھ اپنے اپنے خوشنما محلات میں رہتے تھے۔ غلام وکنیز خدمت کے لئے ہمیشہ اونھیں گھیرے رہتی تھیں وہ لوگ اپنے اوقات زیادہ تر حمام کی صحبتوں میں صرف کرتے تھے۔ جو اونکی بدکاریوں کے اظہار کی اصلی شکارگاہ تھی۔ یا قماربازی کی میز پر اپنا وقت گذارتے تھے۔ اس سے جو وقت بچتا تھا وہ کھانے اور پینے میں صرف ہوتا تھا۔ ان کی یہ کثیر عیش وعشرت اور اون میں ان لوگوں کی بے حد زیادتیاں۔ عام طبقہ رعایا کی لاانتہا ناداری اور تکلیف کے ساتھ ایک خوفناک مقابلہ کا موقع دیتی ہیں۔ اب رہیں متوسطین طبقات قوم۔ جنکو شہروں اور قصبوں کی آزاد رعایا کہا جاتا تھا۔ وہ رومن بادشاہوں کے مظالم سے روزانہ پیسے جارہے تھے۔ زمیندارانہ غلامی موقوف ہوگئی تھی۔ اوسکے قائم مقام آبادانہ غلامی قائم ہوگئی تھی اور اس نے آزادی اور غلامی کے درمیان کی صورت اختیار کی تھی۔ بعض حالتوں میں وہ غلاموں سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھے وہ جائز طریقہ میں شادی بیاہ بھی کرسکتے تھے۔ اور اپنی کاشت کے محاصل میں قدرے حصہ پانے کے بھی مستحق ہوجاتے تھے اور اونکے مالک اونکے مال ومویشی نہیں لے سکتے تھے۔ باستثناء انکے وہ اور حالتوں میں ملک کے غلام تھے۔ اور اون کی ذاتی خدمات بالکلیۃ حکومت سے وابستہ تھیں۔ اون کو سزائے جسمانی اوسی طرح دیجاتی تھی جس طرح گھر کے لونڈی غلاموں کو دیجاتی تھی۔ رعایا کچھ ایک ہی شخص کی غلام نہیں تھی بلکہ ملک بھر کی۔ اون کی خدمات کے تعلقات موروثی اور ناقابل الفکاک طریقہ سے اون کی زمین کاشت سے متعلق تھے۔ جیسے وہ جوتتے بوتے تھے۔ ان غلامان حکومت کے حالات جو خاصکر تمام حکومت کی رعایا پر مشتمل تھے۔ ناقابل بیان تھے۔ اون پر حیوانوں سے بھی زیادہ ظلم وبیرحمیاں کی جاتی تھیں۔ جہالت ملکی کے بارشانی حملات ان بدقسمت قطعات زمین پر

---

[۱] نارسیس یا نارسیز (NARSIS) اصل میں یہ ایک خواجہ سرا تھا جو شاہان قسطنطنیہ کی حرم سرا میں معمولی عہدے پر مامور تھا رفتہ رفتہ شاہ جسٹینین کا مشیر خاص ہوگیا۔ اور بالآخر رومیوں کی تمام افواج کا نہایت اعلیٰ اور کارگذار سپہ لار بنگیا۔ یہ قوم گاتھ (GATH) کے محاصرے میں رومیوں کی طرف سے سپہ لار افواج مقرر کرکے بھیجا گیا۔ اور ۵۵۲ء میں وہ فتحیاب ہوا اور شاہ طلطلہ (TOLTILA) اوسی جنگ میں مارا گیا۔ اس کے بعد وہ شاہ روم کیطرف ممالک اٹلی میں وائسرائے بناکر بھیجا گیا۔ اوس نے اپنی حسن تدبیر سے تمام ملک ایطالیہ میں بہت خوب انتظام کئے لیکن آخر میں اوس پر حرص وطمع کا الزام لگایا گیا۔ اور شاہ جسٹینین کے بعد وہ اس جرم میں اس عہدے سے معزول کردیا گیا وہ بچانوے برس کا ہوکر شہر روم قسطنطنیہ میں ۵۶۸ء میں زندہ جلادیا گیا۔
GIBBONS HIST P. 101

س سے بھی زیادہ خوفناک بلا و مصیبت لائے لیکن جب ان مین بیداری آئی تو وہ از خود رفتہ خوفناک اور کامل الارادہ ہوگئے اور اونھون نے ان طبقات آراضی کو لوٹا قتل کیا اور باقیماندہ ترکون عورتون اور پاداڑی لوگون کو اپنا غلام بنایا۔ کثیر التعداد قومین اس جزیرہ نما یورپ مین آباد تھین مقلدین حضرت عیسٰی کے ہاتھون جیسے جیسے خوفناک مظالم اون کے ساتھ ہوئے اور جس بیرحمی سے اونکا تعاقب کیا گیا وہ دلشکن ہین ان لوگون کا تعاقب عاملان شریعت عیسوی کے ہاتھون اور اون کے حکم خاص سے زیر حکم شاہ ویسگوتھ سلبست (Visigoth Sisebut) سنہ ۶۱۶ع سے شروع ہوکر اوسوقت تک نہین تمام کیا گیا جبتک اسلام ان مظلومین جہالت وجنون کے لئے پروانہ نجات نہ لایا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے یورپ کے یہودیون کو اس قابل بنا دیا کہ میمونا مدس Moses Maimonides یا ابن جبریل[1] کے ایسے قابل افراد پیدا کر سکے۔ اسپرٹ اسلام از صفحہ ۱۹۱ لغایت ۳۰۰ رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی سی۔ آئی۔ ای بالقابہ نے مندرجہ بالا عبارت تفصیلی مین صفحات عالم پر الکفر ملۃ واحدۃ کی ایسی اچھی تصویر کھینچی ہے کہ پھر اوسکی دوسری مثال یا عکس ثانی پیدا کرنا دشوار ہے اس تفصیل سے ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا۔ کہ ظہور اسلام اور بعثت حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ الکرام کے وقت کفر و شرک اور ضلالت وجہالت کی عام تاریکی دنیا کے اس سرے سے لیکر اوس سرے تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور عادت الٰہی کے مطابق یہی وقت اور یہی موقع انوار رسالت کی ضیا افشانی کا خاص تھا۔ اس تفصیلی عبارت کے متعلق مجھکو کسی اضافہ کی ضرورت نہین تھی لیکن چونکہ موجودہ زمانہ مین تمام یورپ کا زمانہ ہے اور اس کتاب مین تمامتر یوروپین مصنفین کی تعریفات سے مقابلہ ہے اس لئے ضرور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت ممالک یورپ کی جہالت وضلالت جیسی تاریخون سے ثابت ہو وہ بھی تفصیل کے ساتھ پیش کر دیجائے کیونکہ مندرجہ بالا عبارت تفصیلی مین اس تشریح کی کمی رہگئی ہے اس غرض سے ہم مفصلہ ذیل عبارت مین آنحضرت صلعم کے مبعوث برسالت ہونیکی وقت یوروپین ممالک کے علیحدہ علیحدہ حالات قلمبند کرتے ہین

ممالک یورپ مین عیسائیون کی دینی اور دنیاوی بدنظمی

رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت تمام یورپ مین جہالت کا دور دورہ تھا۔ **انگلستان** مین برٹن (BIRTON) اور سیکسن (SAXON) قومین آباد تھین۔ نارتھمبرلینڈ۔ مڈلینڈ۔ کونٹیز۔ نارفاک۔ سفاک۔ اور سیکس (قریب قریب تمام اضلاع انگلستان مین) مین ووڈن (WODDEN) کی پرستش ہوتی تھی۔

فرانس اور اوسکے اضلاع۔ برن ہلڈ۔ سگ برٹ۔ فری دی گونڈ دی۔ ہلپارک پر افسانہ وقصص کی حالت مین گرفتار تھا

---

[1] ابن جبریل۔ یہود کا بہت بڑا عالم شریعت اسپین کا باشندہ تھا۔ عام طور سے موسی مصری کہلاتا تھا کیونکہ وہ حاکم مصر کا حکیم خاص تھا اوسنے قبل مین بنا کر مسلمان تبلایا تھا اس لیے کہ اوسوقت کے اسلامی سلاطین یہودیون کے سخت مخالف تھے وہ مختلف زبان وعلوم سے واقف تھا اور خاصکر علم فلسفہ اور علم الادویہ کا بہت بڑا کامل تھا وہ علم شریعت کی حقیقت کا بھی ماہر تھا۔ اور مدراس وتالمود (تفاسیر وحدیث یہود) پر اوسنے بڑی بڑی شرحین لکھین اور دلائل عقلیہ سے اونکے مطالب کے مکاشفات کیے اوسکی تصانیف بڑی ضخیم ہین اور اوسکی قدر ومنزلت یہود کی نظر مین آتی ہے کہ ویسی کسی دوسرے عالم کی نہین۔ یہود تو اوسکو موسیٰ ثانی کہتے ہین اوسکی شرح توریت اصول فقہ عبرانیان وغیرہ مشاہیر تصانیف مین بمقام قرطبہ سنہ ۱۱۳۵ء مین پیدا ہوا اور سنہ ۱۲۰۴ء مین فوت ہوا BEETONS Hist 259

اور ان علاقوں مین پادریون کے ایماسے بہت سی بدکاریان روا رکھی جاتی تھین - فرانس ہمیشہ سکسن قوموں سے دریائے البے (R. ELBE) پر معرکہ آرا رہتا تھا - یہ لڑائی سنہ ۷۷۲ عیسوی کے بعد تک جاری رہی جس مین ساڑھے چار ہزار سکسن قیدی نہایت بیرحمی سے شہر وارڈن (WARDEN) مین ہلاک کئے گئے -

ہینگری - اندنوں انتہا درجہ کی وحشی و ناشایستہ اور آوارہ قوم کے ہاتھوں مین تھا - جنکو وحشیانہ اور ظالمانہ وسائل سے اپنے مذہب مین لایا گیا تھا - (سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء اڈیٹوریل نوٹ)

ہندوستان مین برہمنون کا زمانہ شروع ہو گیا تھا - اور برہم مارگی فرقہ بارآور یافتہ تھا - وہ اپنے گندے اصولوں کیطرف بندگان خدا کی رہبری کرتا تھا - مندروں مین زن و مرد کی برہنگی کی تمثالین بنا کر رکھی جاتی تھین اور انھین کی پرستش کی جاتی تھی عبادت خانوں کے در و دیوار پر بھی سراپا فحش تصویرین کندہ کیجاتی تھین جنھیں دیکھ کر ہر ایک مہذب شخص کو نفرت آتی ہے (R. C. Dutt Civilization of India 837)

چین اور مشرق بعیدہ کے باشندوں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی بادشاہت سمجھکر خدا سے موحد موڑ لیا تھا ہر کام کے لیے جدا جدا بت مقرر کر لئے تھے - کوئی بارش کا - کوئی اولاد کا - کوئی جنگ کا - کوئی امن کا -

قبل بعثت عرب کے خاص حالات

یہانتک ہم معمورہ عالم کے گوشہ گوشہ کی بت پرستی اور کفر پرستی کے مفصل اور مسلسل حالات قلمبند کر چکے اور دکھلا چکے کہ ایک کفر شعاری کی بدولت اونکے اخلاق - آداب معاشرت اور ملکی و قومی نظام کیسے تباہ و برباد ہو رہے تھے - اب ہم ان انطباع عالم کے مندرجہ بالا حالات کو بالتفصیل بیان کرکے حسب الوعدہ اخیر مین جزیرہ نمائے عرب کی موجودہ تباہی و بربادی کا نقشہ ذیل کے مضامین مین کھینچتے ہین جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ اس عام تاریکی کے زمانے اور اس دائمی ظلمت کے عین عالم مین اس قطعہ عالم کا جسکی نسبت وہاں کے باشندے مطلب عالم ہونیکا دعوی اور اپنی سرزمین وطن کو ایک نامعدود و غیر معدود زمانے سے تقدیس کا مرکز - رسالت کی تبلیغ کا مخزن - ابراہیمؑ کا معبد اور اسمعیلؑ کا مسکن قرار دیتے آئے ہین - ان خصوصیات و اوصاف سے تو یہ چاہتا تھا کہ وہ اور اوسکے باشندے بمقابلہ اور مقامات کے اپنے اطوار و کردار مین خدا پرستی اور صلاحیت کے مسلک قدیم پر قائم ہوں لیکن واقعات اسکے برعکس یہ بتلاتے ہین کہ اونھوں نے اپنی قدیم عظمت کے تمام خصوصیات کو بالائے طاق رکھکر ایک مدت سے کعبہ مین بت پرستی اختیار کرلی تھی تفصیل یہ ہے -

کئی صدیاں گذر گئی تھین سیکڑوں نسلین ختم ہو گئین تھین کہ جزیرہ نمائے عرب مین اوسوقت سے لے کر اسوقت تک کسی فرمانروا کا پورے ملک پر نہ تسلط ہوا تھا اور نہ کسی بادشاہ کی حکومت - ایک زمانہ دراز سے ملک کا ملک شتر بے مہار تھا - نہ کسی حاکم سے واسطہ نہ کسی حکومت سے سروکار حضرت شعیبؑ کے بعد سے جسے تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہوتا ہے آج تک اس قطعہ زمین پر کوئی ہادی امت نازل ہوا تھا - نہ کوئی راہبر اور نہ پیغمبر مبعوث ہوا تھا - اسوجہ سے یہ ملک کا ملک قوم کی قوم نہ خدا کے اصول ہدایت سے واقف تھی اور نہ قانون سیاست سے آشنا - ایک خالص آزاد قوم تھی اور کامل

جاہل ملک جنکی آزادی محض حیوانی تھی انسانی نہ تھی لیکن وہ آزادی بھی انواع اقسام کی کیفر کرداریوں میں گرفتار تھی - اور ملکی نام و نمود بھی ہزار طرحوں کی جاہلیت میں نیست و نابود -

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب حقیقتاً کسی الہامی مذہب کو نہیں مانتے تھے - اونکو خدا کے وجود ہی سے انکار تھا اور حشر کے منکر تھے - اور چونکہ وہ گناہ کے قائل نہ تھے اس لئے عقبے میں روح کی جزاو سزا کے بھی قائل نہ تھے وہ اپنے آپ کو جملہ قیود قانونی خواہ حدود رسمی سے بالکل مبرا و منزہ تصور کرتے تھے - اور اپنی ہی آزاد مرضی کے موافق کاربند ہوتے تھے اونکا عقیدہ تھا کہ انسان کا وجود دنیا میں ایک وحشت یا جانور کے مانند ہے وہ پیدا ہوتا ہے اور پختگی پر پہونچکر تنزل پکڑتا ہے اور مر جاتا ہے اور جانوروں ہی کے مانند بالکل نیست نابود ہو جاتا ہے اکثر ان میں معتدل خیال والے بھی تھے - اور وہ روح کو غیر فانی سمجھتے تھے - اور اوسکی جزاو سزا کو آدمیوں کے نیک و بد اعمال پر منحصر کرتے تھے - اس لئے ضرور تھا کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے اونکو دائمی خوشی حاصل ہو اور اونکو ابدی تکلیف اور خرابی سے محفوظ رکھے - لیکن خود اونکے پاس کوئی ایسا اصول جسکے وہ کاربند ہوں موجود نہ تھا - اسلئے اونہوں نے اون قواعد کی طرف توجہ کی جنکو اونکی ہمسایہ قومیں مانتی تھیں اور اپنی سمجھ کے موافق ہر قوم سے ان لوگوں نے کچھ کچھ باتیں اخذ کر لیں -

عرب میں بت پرستی کیسے آئی

یہی اسباب تھے جن اسباب سے عرب نے شام کے بت پرستوں سے بت پرستی سیکھی اور عمرابن لحیہ ہبل نامی بت کو شام سے لاکر اور خانہ کعبہ میں نصب کرکے عرب کی بت پرستی کا بانی اور داعی مشہور ہوا - ان لوگوں نے بہت سے معتقدات اپنے ہی اصلی وطن کے الہامی مذہبوں سے اور بہت سے غیر ملکوں کے خیالات سے اخذ کرلئے تھے - اور پھر ان سب کو اپنے توہمات سے خلط ملط کرکے اپنے معبودوں کو دین و دنیا کے اختیارات اوسپر رکھے تھے - لیکن اتنا فرق تھا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ دنیوی اختیارات بالکل اون معبودوں کے ہاتھ میں ہیں اور عقبیٰ کے اختیارات کی نسبت اونکا یہ اعتقاد تھا کہ اون کے بت یعنی وہ جنکی پرستش کے لئے وہ بت بنائے گئے تھے اونکے گناہوں کی معافی کے لئے خدائے تعالیٰ سے شفاعت کریں گے غرضکہ ظہور اسلام سے پہلے ملک عرب میں بت پرستی کی یہی کیفیت تھی - تمام عرب جاہلیت کا شیوہ بت پرستی تھا - اور جن بتوں کی وہ پرستش کرتے تھے اونکی تفصیل یہ ہے -

عرب کے بتوں کے نام اور مقام

ہبل

(۱) ہُبَل - ایک بہت بڑا بت تھا - جو خانہ کعبہ کے اندر داہنے طرف جو خزانہ کا کنواں تین گز گہرا حضرت ابراہیم ع نے کھودا تھا - اوسپر کھڑا کیا گیا تھا - عمرابن لحیہ اسکو ارض جزیرہ سے لایا تھا - اُحد کی لڑائی میں ابو سفیان نے اسی سے مدد چاہی تھی - جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے حکم سے فتح مکہ کے روز حضرت علی مرتضیٰ ع نے اسکو توڑ ڈالا - توریت کے قدیم بت بعل کی یہ غالباً تصحیف ہے -

(۲) وُدّ - قبیلہ بنی کعب کا یہ بت اور وہ لوگ اسکی پرستش کرتے تھے - عرب کا رستم دستان مشہور پہلوان عمر بن عبدود کا نام اسی بت کے نام سے خاص نسبت رکھتا ہے -

(۳) سواع ۔ یہ بت قبیلہ مذحج کا تھا اور وہ اسکی پرستش کرتا تھا۔
(۴) یغوث ۔ قبیلہ بنی مراد کا بت تھا اور وہ اس کی عبادت کرتے تھے۔
(۵) یعوق ۔ بنی ہمدان کے قبیلہ کا بت تھا اور وہ اسکو معبود سمجھتے تھے اور عبادت کرتے تھے۔
(۶) نسر یہ بھی بنی ہمدان کے قبیلہ کا بُت تھا اور یمن کے لوگ اسکی پرستش کرتے تھے۔
(۷) عُزّیٰ ۔ قبیلہ بنی غطفان کا بت تھا اور وہ قبیلہ اس کی پرستش کرتا تھا ۔ اصل میں عُزّیٰ تین درختوں کا مجموعہ تھا جس میں ذات باری عزاسمہ کا حلول سمجھ کر پُوجتے تھے ۔ عزّیٰ لفظ عزیز کا مونث ہے۔
(۸) لات ۔ یہ ایک بن گڑھا پتھر تھا جس میں لوگ خیال کرتے تھے کہ شان باری تعالیٰ کے کرشمے نے حلول کیا ہے لات کو عورت یعنی دیوی سمجھتے تھے ۔ اسی رعایت سے لفظ اللہ کا مونث اللات ہُوا۔
(۹) منات ۔ یہ ایک عظیم الشان بت تھا او سمندر کے کنارے پر قدید کے پاس عمرو بن لحیہ نے نصب کیا تھا ۔ لات و منات کے بت کسی خاص قبیلہ سے علاقہ نہیں رکھتے تھے ۔ بلکہ عرب کی تمام قومیں انکی پرستش کیا کرتی تھیں۔
(۱۰) دوار ۔ یہ بت نوجوان عورتوں کی دیوی تھی وہ چند دفعہ اسکا طواف کرتی تھیں پھر اسکو پوجتی تھیں۔
(۱۱) اِصاف ۔ صفا پر نصب تھا۔
(۱۲) نائلہ مروہ پر تھا ۔ ان دونوں بتوں پر ہر قسم کی قربانی ہوتی تھی ۔ اور سفر میں جانے اور سفر سے آنے کے وقت انکو بوسہ دیتے تھے ۔ حقیقت انکی یہ ہے کہ بنی جرہم کے زمانے میں صفا و مروہ پر یہ دونوں بت نصب کئے گئے تھے ۔ صفا پر جو بت تھا وہ مرد کی شکل تھا اسکو اصاف کہتے تھے ۔ دوسرا بت جو مروہ پر تھا وہ عورت کی شکل تھا ۔ اسکو نائلہ کہتے تھے ۔ ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں انسان تھے ۔ اور بنی جرہم انکو اپنا دیوتا سمجھتے تھے اونکے مرنے کے بعد اونکے دو بت بنا دیے گئے اور پرستش ہونے لگی۔
(۱۳) نہیک (۱۴) مُطعم ۔ یہ بھی عرب کے دو قدیم بت تھے ۔ نہیک کو صفا پر نصب کیا گیا تھا ۔ اور مُطعم مروہ پر۔
(۱۵) ذات الانواط ۔ یہ ایک بہت بڑا سبز و شاداب درخت مقام حنین میں تھا جسکو لوگ پوجتے تھے۔
(۱۶) ذوالکفین ۔ یہ بھی ایک بت تھا جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جلوا دیا۔
(۱۷) عبعب ۔ ایک بڑا پتھر تھا ۔ جس پر اونٹوں کی قربانی کی جاتی تھی ۔ اور عرب ذبیحہ کے خون کا بہنا اوس پر نہایت ناموری کی بات سمجھتے تھے۔

انکے علاوہ ۔ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم ع کی صورت بنی ہوئی تھی ۔ اور اونکے ہاتھ میں قرعہ اندازی کے تیر تھے جو ازلام کہلاتے تھے ۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی تصویریں دیواروں پر بھی کھنچی ہوئی تھیں ۔ حضرت مریم کی بھی ایک صورت تھی ۔ اسطرح کہ حضرت عیسیٰ اونکی گود میں ہیں۔

عرب کی ملکی روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ وُدّ۔ یغوث۔ یعوق اور نسر مشہور لوگون کے نام ہین جو ایام جاہلیت مین گذرے ہین۔ اونکی تصویرین پتھرون پر منقش کر کے بطور یادگار کے خانہ کعبہ کے اندر رکھدی گئی تھین۔ ایک مدت مدید کے بعد اونکو رتبہ معبودیت دیکر پرستش کرنے لگے۔ اسمین کچھہ شک نہین کہ عرب کے نیم وحشی باشندے ان مورتون پر خدا ہونے کا پورا اعتقاد نہین رکھتے تھے۔ اور نہ اون لوگون کو جنکی یہ مورتین تھین معبود سمجھتے تھے بلکہ اونکو مقدس سمجھتے تھے جنکی مندرجہ ذیل خوبیان تھین

عرب جاہلیت ان مورتون کو اون شخصون کی روحون کی یادگار سمجھتے تھے۔ اور اونکی تعظیم و تکریم اس سبب سے نہین کرتے تھے کہ ان مورتون مین کوئی شان الوہیت موجود ہے۔ بلکہ محض اسوجہ سے اون کی عزت و تعظیم کرتے تھے کہ وہ اون مشہور اور نامور اشخاص کی یادگار ہین جن مین اونکے اعتقاد کے موافق جملہ صفات الوہیت یا کسی قسم کی شان الوہیت موجود تھی۔ اون کے نزدیک ان مورتون کی پرستش سے اون لوگون کی روحین خوش ہوتی ہین جن کی وہ یادگار ہین

اونکا یہ اعتقاد تھا کہ خداے تعالیٰ کی جملہ قدرتین۔ بیمارون کو شفا بخشنا بیٹا۔ بیٹی عطا کرنا قحط و وبا اور دیگر آفات ارضی و سماوی کا دور کرنا۔ اونکے مشہور و معروف لوگون کے اختیار مین بھی تھا کہ جنکی طرف اونھون نے صفات الوہیت کو منسوب کر رکھا تھا اور وہ خیال کرتے تھے کہ ان مورتون کی تعظیم و پرستش کیجائیگی تو اونکی دعائین اونسے قبول کیجائینگی

اونکا یہ بھی مستحکم عقیدہ تھا کہ یہ اشخاص خدا کے محبوب خاص تھے۔ اور اپنی مورتون کی پرستش سے خوش ہوکر پرستش کرنیوالون کو خداے تعالیٰ کے قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہونگے۔ اور اون کو تمام روحانی خوشی عطا کرینگے اور اونکی مغفرت کی شفاعت کرینگے۔

بتون کی پرستش کے لئے اون کا یہ قاعدہ تھا کہ بتون کو سجدے کرتے تھے۔ اونکے گرد طواف کرتے تھے اور اونکو نہایت ادب اور تعظیم سے بوسہ دیتے تھے۔ اونپر اونٹون کی قربانیان کرتے تھے۔ مویشیون کا پہلا بچہ بطور نذر کے چڑھاتے تھے۔ اپنے کھیتون کی سالانہ پیداوار اور مویشی کے انتفاع مین سے ایک حصہ معین خدا کے واسطے اور دوسرا حصہ بتون کے واسطے اوٹھا رکھتے تھے۔ اگر بتون کا حصہ کسیطرح کم ہوجاتا تھا تو خدا کے حصہ مین سے اوسکو پورا کر دیتے تھے اور اگر خدا کا حصہ کسیطرح ضایع ہوجاتا تھا تو بتون کے حصہ مین سے اوسکو پورا نہین کرتے تھے۔

عرب کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیان

یہ تو ملک عرب کی قومون کے دینیات کی خرابی تہی۔ اب اونکی اخلاقی اور معاشرتی خرابیان مفصلہ ذیل مضامین مین ملاحظہ ہون۔

عورتین حقیقت مین۔ ہر قوم و ملک کی معاشرت کی زینت ہین۔ عرب جاہلیت انکو سب سے زیادہ خراب حالت مین رکھتے تھے۔ مردون کو اختیار تھا جتنی چاہین عورتین کرلین۔ لیکن عورت شوہر کے بعد بھی اس سے مجبور تھی اگرچہ اس باب کے تعین کرنے کے لئے کوئی قانون منضبط نہین تھا کہ مرد کو کونسی قرابتمند عورتون سے شادی کرنا جائز ہے اور کون سی ناجائز۔ مگر با این ہمہ یہ رسم شایع تھی کہ اوس عورت سے جو قریب تر رشتہ رکھتی ہو ازدواج نہین کرتے تھے اور

یہ اعتقاد خاص رکھتے تھے کہ ایسی عورت کی اولاد عموماً ضعیف اور کمزور ہوتی ہے۔ عرب کی جاہلانہ رسموں میں سب سے زیادہ خراب رسم اور اُن سب سے زیادہ بیرحم رسم لڑکیوں کا مار ڈالنا یا اونکو زندہ دفن کردینا تھا۔ لڑکے اپنی سوتیلی ماؤں کے ساتھ ازدواج کرنیکے مجاز تھے لیکن باپ اپنے بیٹے کی یا متبنّٰی کی زوجہ کے ساتھ شادی کرنے کا مجاز نہ تھا اور اوسکے خلاف عمل کرنا نہایت معصیت اور گناہ سمجھا جاتا تھا۔ شوہر کے بعد اوس کا سوتیلا بیٹا۔ اگر وہ نہ ہو تو کوئی قریب کا رشتہ دار بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیتا تھا اور جو شخص اسطرح چادر ڈال دیتا تھا اوس سے شادی کرنے پر مجبور ہوجاتا تھا۔ عورتیں اپنے متوفی شوہر کا ماتم ایک سال کامل تک کیا کرتی تھیں اور میعاد معینہ کے بعد بیوہ اونٹ کی مینگنیاں یا تو کسی کتے پر یا خود اپنے کندھے پر سے اپنی پیٹھ پر پھینک دیتی تھی جس سے یہ مراد تھی کہ اب بیوہ عورت کو اپنے متوفی شوہر کا کچھ بھی خیال نہیں رہا۔ عورتوں میں اپنے گھر سے بے حجاب نکلنے اور عام مجمعوں میں بدون پردہ اور حجاب کے آنے کا دستور تھا۔ اور اپنے جسم کے کسی حصہ کو کھلا رکھنے اور عوام الناس کو دکھلانے میں کوئی بے حیائی اور بے شرمی کی بات نہیں تھی۔ زنا کاری بھی عام تھی اور ایسی کہ زنان فاحشہ پہچان کے لئے اپنے اپنے گھروں اور خیموں کے آگے ایک نشان کھڑا کردیتی تھیں اور اس رعایت سے وہ صاحب رایات کہی جاتی تھیں۔ اصطلاح عام میں ان صاحب رایات زنان فاحشہ کو کناۃ کہتے تھے۔ ملک کے بڑے بڑے میلوں اور دنگلوں میں یہ عمائد اور اکابر قوم۔ رؤسا اور امرا کی خاص دلچسپی کا باعث ہوا کرتی تھیں۔ انکے خیمے ڈیرے اور رہنے کے مکانات و مقامات امرا اور رؤساے عیش پسند کے عشرت کدے۔ اور تفریح گاہیں بنے رہتے تھے۔ اور ہر شخص نہایت آزادی سے بلا تامّل اُن بازاری عورتوں کے ساتھ ارتباط اور روزانہ آمد و رفت رکھتا تھا میخانوں اور شراب کی عام دوکانوں پر ان کی بڑی ضرورت تھی۔ گویا انکی موجودگی ترکیب مے کی جزو اعظم تھی۔ اس رعایت سے میفروشان عرب بڑی بڑی رقمیں اُجرت میں دیکر ان میں سے متعدد افراد کو اپنی اپنی دوکانوں پر مقرر کرلیا کرتے تھے۔ اور اپنے محاورے میں انکو شواہد کہتے تھے۔ عمرو عاص اور زیاد ابن سمیہ کی ماں انھیں عورتوں میں تھیں۔

سفاکی۔ خونریزی۔ رہزنی گویا اونکی فطرت تھی اور قتل و قصاص اونکی عادت تھی۔ خون کا عوض خون ہی ہوتا تھا۔ جو لوگ خون کی دیت لیتے تھے اونکو اونکے ہمجنس حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اونکا اعتقاد تھا کہ اگر کسی آدمی کے خون کا عوض خون سے نہ لیا جاوے تو ایک چھوٹا سا پردار کیڑا مقتول کے سر سے نکل کر آسمان پر اِسقُوانی اِسقُوانی کہتا ہوا چلاتا پھرتا ہے۔ اور بعض کا خیال تھا کہ مقتول کی رُوح ایک چھوٹی چڑیا کی صورت میں متشکل ہوکر اوسکی قبر کے گرد گھوما کرتی ہے اور اُسقُونی اُسقُونی (مجھکو پانی پلاؤ۔ مجھکو پلاؤ) چلاتی رہتی ہے۔ اس کیڑے کو ھامّہ اور چڑیا کو صدیٰ کہتے تھے لبید شاعر ایک نوحہ میں کہتا ہے۔

فلیس الناس بعدك فی نفیر وما ھم غیر اصداء وھام

ترجمہ۔ تو ایسا بیکس ہے کہ تیرے بعد سواے صدیٰ اور ہامّہ کے کوئی بھی تجھپر نوحہ وزاری کرنیوالا نہیں ہے

اون کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ انسان کی روح اوسکی سانس کے سوا کچھ اور نہین ہے - روح محض ایک ہوا ہے - جو انسان کے جسم کے اندر ہے لیکن جو اونمین زیادہ تعلیمیافتہ تھے - یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ روح ایک نہایت چھوٹا سا جانور ہے جو انسان کے پیدا ہونیکے وقت اوسکے جسم مین گھس جاتا ہے اور ہمیشہ اپنے آپ کو بڑہاتا ہے - اوسکے مرنے کے بعد وہ جانور جسم کو چھوڑکر قبر کے گرد پھرتا رہتا ہے - یہان تک کہ ایک اُلّو کے برابر ہوجاتا ہے -

زمانہ جاہلیت کے عرب دیوؤن اور خبیث ارواحون کو مانتے تھے - تمام خیالی - وہمی اور فرضی صورتین جو بیابانون یا پرانی عمارتون اور مسمار اور منہدم کھنڈرون مین اونکو نظر آتی تھین اور جنکی تنہا آدمی کے خیال مین اکثر ایک خاص صورت بنجاتی ہے - اون سب کو مختلف قسم کی خبیث ارواحین تصور کرتے تھے - بعض لوگ ان مغالطات نظری کو مختلف بروج کی تاثیرات کی طرف سے منسوب کرتے تھے - اور اونکی رائے اورون کی رائے کے مقابلہ مین افضل تر معلوم ہوتی تھی -

ٹوٹکون اور شگون لینے مین اون کا مضبوط اعتقاد تھا - جب کوئی مصیبت یا تباہی اون پر نازل ہوتی تھی تو پتھر کی چھوٹی چھوٹی کنکریان لیکر کچھ اونپر پڑہکر پھونکتے تھے اور اونکو پھینکتے تھے اور ایسا کرنے سے اوس مصیبت کے دور ہونیکی توقع رکھتے تھے - جانورون کے اڑنے اور بولنے سے بھی نیک و بد شگون کیا کرتے تھے - مثلاً اگر کوئی شخص بیٹھا ہے اور کوئی جانور اوسکے داہنے طرف سے بائین طرف راستہ کاٹ گیا تو اسے شگون نیک سمجھتے تھے اور سانح کہتے تھے - اور اگر وہ بائین طرف سے داہنی طرف راستہ کاٹ گیا تو شگون بد جانتے تھے - اور جارح کہتے تھے یہ لوگ نیک و بد جنات مین بھی عقیدہ رکھتے تھے - اونکی مختلف شکلین اور صورتین قایم کررکھی تھین اور اون کے مختلف نام رکھ لیے تھے - اونکے نزدیک بعض جنات نصف جسم انسان کے ایسا اور نصف جسم روحانی رکھتے تھے یہ لوگ علاوہ جنات کے اور دیووں مین اور دیگر اقسام کی روحون مین بھی اعتقاد رکھتے تھے - جو انسان کی نظر سے غائب رہتی تہین لیکن آیندہ کی خبرون کو باواز بلند ظاہر کردیتے تھے اور خود ہمیشہ پوشیدہ رہتے تھے - وہ فرشتون کو اور ارواحون کو بھی جو دکھائی نہین دیتی تھین مانتے تھے - اور مختلف شکلین اون کی طرف منسوب کرتے تھے - (ملخص از خطبات احمدیہ لاہور ص ۱۵۸ - ۱۹۰)

عرب کے الہامی مذہب
مذہب صابئی

عرب کے ظہور اسلام کے وقت چار الہامی مذہب بھی ایک حد مقدار تک رائج تھے ان مین قدیم ترین مذہب صابئی تھا -

مذہب صابئی کو عرب مین قوم سامیہ نے رواج دیا تھا - چونکہ ہمیشہ سے یہ لوگ اپنے آپ کو قدیم مذہب کا پیرو سمجھتے تھے وہ حضرت شیث یا اخنوخ یعنی ادریس علیہ السلام کو اپنا نبی کہتے تھے - اور اپنے مذہب کو اونھین کی طرف منسوب کرتے تھے اونکے پاس ایک کتاب بھی تھی جسکو وہ صحیفہ شیث کہتے تھے - صابئیون کے ہان سات وقت کی نمازین تھین اور وہ اونکو اسیطرح ادا کرتے تھے جسطرح مسلمان اپنی نمازین ادا کرتے ہین - مُردے کے بھی نماز پڑہاتے تھے - اور وہ مسلمانون کی طرح کامل ایک مہینہ قمری کا روزہ بھی رکھتے تھے - لیکن باایں ہمہ جو برائیان اور خرابیان آہستہ آہستہ اونکے مذہب مین پھیلی گئین

وہ یقین کہ وہ ستارون کی پرستش کرنے لگے حرّان کے معبد مین یہ لوگ بنیت حج جمع ہوتے تھے۔ اونھون نے سات ہیکلین یعنی معبد سبع سیارون کے نام پر بنائی تھین اور جس ستارے کا جو معبد تھا اوس مین اوس ستارے کی پرستش کرتے تھے۔ خانہ کعبہ کی بھی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ اون کا سب سے بڑا تیوہار اوس روز ہوا کرتا تھا جبکہ آفتاب برج حمل مین جو موسم بہار کا اول برج ہے۔ داخل ہوتا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے تیوہار اوسوقت ہوتے تھے جب پانچ ستارے زحل مشتری مریخ زہرہ اور عطارد بعض برجون مین یکے بعد دیگرے داخل ہوا کرتے تھے۔ اون کا اعتقاد تھا کہ ان ستارون کے سعد ونحس اثر انسان کی قسمتون پر اور دنیا کے تمام امور پر پڑتے ہین وہ یقین کرتے تھے کہ بارش یا مینہ کی کثرت انھین ستارون کی تاثیر پر منحصر ہے یہ خیال اور اس قسم کے اور خیالات وعقائد صابیین کے سوا عرب کے اور لوگون مین بھی رائج ہو گئے تھے۔ ان لوگون مین اعتکاف کرنیکا بھی رواج تھا۔ غارون اور پہاڑون مین چند روز تک مراقبہ اور سکوت مین بسر کرتے تھے

مذہب ابراہیمی اسلام سے پہلے پانچ انبیا عرب مین مبعوث ہو چکے تھے۔ (۱) حضرت ہودؑ (۲) حضرت صالحؑ (۳) حضرت ابراہیمؑ (۴) حضرت اسمٰعیلؑ اور (۵) حضرت شعیبؑ علی نبینا وآلہ وعلیہم السلام یہ سب انبیا علیہم السلام حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل پر احکام عشرہ نازل ہونے سے پیشتر گذرے ہین۔ اصل اصول ان جمیع انبیاؑ کی شریعت کا خدائے واحد کی عبادت تھی۔ اور دیگر احکام ومسائل جنکو انبیائے مذکور نے بتلائی تھی باستثنار احکام ومسائل حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسمٰعیلؑ اہل عرب کو سب فراموش ہو گئے تھے۔ اور کوئی مقامی روایت ایسی موجود نہین ہے جو ہمکو اسوقت اس بات سے واقف کرے کہ وہ احکام کیا تھے اور کیسے تھے۔ ان قومون کی نسبت فاضل معاصر مولوی محمد سلیمان صاحب نے رحمۃ للعٰلمین مین نہایت مختصر لیکن خوب جامع طور پر یہ عبارت لکھدی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگون نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کرنیکے بجائے۔ مذہب کو اپنی وجہ سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسیٰ عیسیٰ شعیب۔ اور صالح علیہم السلام پیغمبرون کو اون کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہین۔ رحمۃ للعٰلمین دیباچہ ص ۸

حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسمٰعیلؑ کے مذہب کے احکام ومسائل کی نسبت بھی اسیطرح کوئی ایسی سند کافی نہین ہے جس سے کہ ہم اونکو تفصیلوار بیان کر سکین۔ اور ایسے بہت کم مسائل ہین جنہون نے باستعانت روایت مذہبی اور روایات مقامی کے ایسا تاریخی رتبہ حاصل کیا ہو کہ ہم اوسکے حوالہ دینے کے لائق ہون۔ حضرت ابراہیمؑ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا سب سے پہلا کام بت پرستی کا ترک کرنا۔ اپنے باپ کے بتون کا توڑنا۔ اور خدائے برحق پر یقین کرکے صدق دل سے اوسکی پرستش کرنا تھا ختنہ کرنا اور ڈاڑھی کا رکھنا رسوم مذہبی ہین۔ جنکے بیان کرنے کی چندان ضرورت نہین ہے کیونکہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ یہ رسمین حضرت ابراہیمؑ نے مروج اور معین کی تھین۔ خدائے تعالیٰ کے نام پر قربانی کرنا بھی حضرت ابراہیمؑ نے مقرر کیا تھا اور یہ رسم آجتک اونکی اولاد مین اور اونکی اولاد کے پیرون مین بجنسہ مروج ہے۔

خدا تعالیٰ کی عبادت کیواسطے خانہ کعبہ کی تعمیر کی نسبت عرب کی تمام مقامی روایتین اور تمام مورخ اس امر پر متفق ہین
کہ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مل کر بنایا تھا سینٹ پال St. PAUL حواری نے جو گلیشیا
والون کے نام خط لکھا ہے۔ ہماری رائے مین اوس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کو جو بیت المقدس کا ہمپایہ ہے
حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے بنایا تھا۔ خانہ کعبہ مین اوّل خدا کی عبادت اوسکے اندر باہر کیا کرتے تھے اور اوسکے
طواف کے وقت ساری جماعت پکار پکار کر خدا کا نام لیتی تھی اور بوسہ دیتی جاتی تھی۔ تمام آدمیون کا میدان عرفات
مین جمع ہونا جہان کہ حضرت ابراہیم کا حجر اسود ہے نہ حضرت یعقوب کا سنگ عبادت یعنی قربانگاہ اور نہ حضرت اسمٰعیلؑ
کا معبد بلکہ محض ایک وسیع میدان ہے۔ انلوگون کا ایک ساتھ شامل ہو کر خدا کا نام لیکر پکارنا اور اپنے گناہون کی معافی
چاہنا خاص خدا کی عبادت ہے۔ جس کا نام مسلمانون[1] نے حج رکھا ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اسی طرح پر عبادت
خدا کے بانی ہوئے تھے پس کون شبہ کر سکتا ہے کہ حج اوس واجب الوجود ولا شریک لہ کی خاص الخاص عبادت نہین ہے
افسوس ہے کہ رفتہ رفتہ ملک عرب مین بت پرستی کا عام رواج ہو گیا تھا اور با اینہمہ ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ایسے
اشخاص تھے جو ان مذاہب الہامی مین سے کسی نکسی مذہب الہامی کے متبع تھے۔ اور خدائے واحد کی پرستش کرتے تھے
انھین لوگون مین سے متعدد لوگون نے مجدّد مذہب ہونیکا دعویٰ کیا ہی اور اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونیکا مجمع مین اعلام غلط
کیا ہے۔ اور لوگون کو بت پرستی چھوڑ دینے پر ترغیب دی ہے۔ وہ لوگ جنھون نے اپنی نسبت مجدد ہونے کی شہادت دی تھی
تھی اون کے نام یہ ہین۔ حنظلہ ابن صفوان۔ خالد ابن سنان۔ اسد ابو کرب۔ قیس ابن صیداہ وغیرہم اور بعضون نے
حضرت عبد المطلب کو بھی ایک مجدد مذہب قرار دیا ہے۔

لیکن یہ کیسا ہی حیرت انگیز امر کیون نہ معلوم ہو کہ اوس شخص کی اولاد جس نے اپنے باپ کے بتون کو توڑا اور اون کی
پرستش سے مونہہ موڑا اور خدائے واحد کی پرستش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ انی وجہت وجھی للذی فطر السمٰوٰت
والارض حنیفًا وما انا من المشرکین رفتہ رفتہ بت پرستی کی حالت مین ڈوب جائے لیکن اس سے زیادہ تعجب انگیز
تو یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ اوسی کی اولاد مین ایک ایسا شخص پیدا ہوا۔ جس نے پھر اپنے بتون کو بلکہ تمام عرب کی بتون کو
غارت کر دیا۔ اور جس نے خدائے اعظم اور علام الغیوب کی عبادت کو۔ جو تمام چیزون کا مبدا اور مرجع ہے۔ رواج دیا۔ اور اعلیٰ
ترین درجے پر پہونچا دیا اور جس نے جہالت اور کفر کی اوس گہری تاریکی کو جس مین اوسکے تمام ہموطن مبتلا تھے دین حق کے
پاک و شفاف نور سے منوّر کر دیا۔

---

[1] سیّد صاحب اکثر انگریزون کی غلط تقلید مین اونکی منہ پائیہ خواہ کو واقعہ سمجھکر بلا تامل نقل کر دیتے ہین مسلمانون نے حج کا نام نہین رکھا ہی بلکہ خدا نے
اسی نام سے اپنی عبادت کے اس طریقہ کو مخصوص و موسوم کیا ہی آیہ واذان من اللہ و رسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر۔ سورہ توبہ و للہ علی
الناس حج البیت (آل عمران) اسپر شاہد ہے المؤلف۔

مذہب یہود یہودی مذہب کو شام کے یہودیون نے عرب مین پھیلایا تھا۔ جو عرب مین آکر آباد ہو گئے تھے۔ اصل یہ ہے کہ یہودی مذہب عرب مین اون یہودیون کے ساتھ آیا تھا۔ جو پانچوین صدی قبل مسیح مین بخت نصر کے ظلم و جور سے جو اونکے ملک و قوم کی تخریب کا باعث ہوا تھا۔ بھاگ گئے تھے۔ اور شمالی عرب مین بمقام خیبر آباد ہوئے تھے۔ تھوڑے زمانہ کے بعد جب اونکی ضعف کی حالت نے کسیقدر سکون و قرار پکڑا تو اونھون نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کیا اور قبیلہ کنانہ حارث ابن کعب۔ اور کندہ کے بعض لوگون کو اپنے مذہب مین ملالیا ۵۰۰ق مین یمن کے بادشاہ ذونواس حمیری نے مذہب یہود اختیار کیا۔ تب اوس نے اور لوگون کو بھی بالجبر اوسی مذہب مین داخل کرکے اوسکو بڑی ترقی دی۔ اوس زمانہ مین یہودیون کو عرب مین بڑا اقتدار حاصل تھا اور اکثر شہر اور قلعے اونکے قبضے مین تھے۔ لیکن باینہمہ وہ اپنی عادت سے مجبور تھے۔ جہان وہ جاتے تھے اونکی جنگجو اور مفسدہ انگیز طبیعت اور اطوار ساتھ ساتھ جاتے تھے۔ اور اونکے زیر اثر ہوکر قومون مین اختلاف۔ فرقون مین تکرار اور ہمسایہ قبائل و عشائر مین فساد پیدا کرتے تھے۔ خونخواری کے ساتھ عرب مین سود خواری کے بہت بڑے حامی اور معاون یہی لوگ ثابت ہوتے ہین۔ اگر شاہراہون اور عام گذرگاہون پر دلیرانہ حملہ کرکے ملک و قوم کو یہ لوٹ نہ سکتے تھے۔ تو گھر بیٹھکر سود خواری کے ذریعہ سے اونھون نے خاندان کے خاندان اور قبائل کے قبائل کو لوٹ کر خاک سیاہ کر ڈالا۔

عیسائیون کی دیکھا دیکھی انھون نے بھی حضرت عزیر کو ابن اللہ تسلیم کر لیا۔ صرف اسوجہ سے کہ اونھون نے تین سو (۳۰۰) برسون کے بعد توریت کو از بر لکھوا دیا تھا۔ دولتمندی کی کثرت سے سود خواری کی ایسی قماربازی کی تعلیم و مشغلہ بھی انھین لوگون نے پھیلایا۔ فاقہ مست عرب کے قبائل کو روپیہ قرض دیکر اون سے مفت خدمت لینا اور ادائے رقم قرض تک اونکو ایک طرح کی غلامی کی حیثیت مین بسر کرنیکی قدیم جاہلیت کا رواج بھی انھین نے جاری کیا۔ بالآخر انکا وجود ملک و قوم کے لئے فائدہ اور رفاہ کی جگہہ ہر قرینہ سے نقصان دہ اور تباہ کن ثابت ہوا۔

مذہب عیسوی تحقیق سے یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ عرب مین عیسائیت نے ۳ صدی عیسوی مین دخل پایا تھا وجہ یہ ہوئی کہ کلیسائے مشرقی کی خرابیون اور بدعتون کی وجہ سے مغربی فرمانروایان مسیحی نے ان کلیسا کے متبعین عیسائیون کو گمراہ سمجھکر اون ممالک سے نکالدیا تھا۔ اور وہ ترک وطن پر مجبور ہوکر عرب مین آکر بس گئے تھے۔ اس سے یہ صحیح نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جو مصیبت اور مجبوری یہودیون کو شام سے عرب مین لائی۔ قریب قریب وہی بلا و آفت عیسائیون کو بھی عرب کی سرزمین پر کھینچ لائی۔ اور عرب کی سرزمین نے جہان خدا کا گھر تمام مخلوقات کا مامن قائم تھا۔ ان مصیبت زدون کو پناہ دی۔ عیسائی مصنفین نے بیان کیا ہے کہ مذہب عیسوی نے اہل عرب مین بہت ترقی حاصل کی۔ مگر ہم اس امر مین اون سے اتفاق نہین کرتے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ باستثنائے صوبہ نجران کے جس کے اکثر باشندون نے عیسوی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ قبائل حمیر غسان۔ ربیعہ۔ تغلب۔ طے اور حیرہ مین سے معدودے چند اشخاص نے انکی تقلید کی تھی۔ اور کوئی جماعت

کثیر۔ یا قوم کی قوم عیسوی مذہب میں نہیں آئی تھی۔ اغلب ہے کہ ان متفرق اعراب متنصرہ کی وساطت سے حضرت مریمؑ کی تصویر خواہ مورت حضرت عیسیٰؑ کو گود میں لیے ہوئے خانۂ کعبہ کے اندرونی دیوار پر پہنچی گئی ہو یا اوسکے اندر رکھی گئی ہو سرولیم میور۔ خود للکمکر اقرار کرتے ہیں کہ نہایت قلیل تعداد میں مذہب عیسوی سرزمین عرب میں یہاں وہاں پایا جاتا ہے۔ علاقہ نجران میں بنو حارث۔ علاقہ یمامہ میں بنو حنیف۔ چند افراد قبائل طے پر عیسائیت محدود تھی۔

عرب کے اکثر حصوں پر شاہان روم واصفہان کی صف آرائیوں سے خاص طور پر منتفع ہوکر۔ عرب کے دو ملکی خاندان ملوک غسان اور حیرہ نے۔ خسرو اور قیصر کی متابعت کو فیما بین اسطرح تقسیم کرلیا تھا کہ سلاطین حیرہ ملوک فارس کے مطیع تھے۔ اور فرمانروایان غسان اقاصرہ روم کے ماتحت تھے۔ اکاسرہ عجم اور اقاصرہ روم کی باہمی جنگ وجدال نے حقیقتاً تمام ملک وقوم کے مجسمہ سے خون چوس لیا تھا۔ حالانکہ اسباب جنگ میں بمقابلہ عیسائیوں کے ایرانیوں کے مطالبات حق بجانب ثابت ہوتے ہیں۔ انھیں کے زیراثر ہوکر عرب میں حیرہ اور غسان کی ماتحت حکومتیں بھی باہمی کشت وخون اور ادوردائمی جنگ وجدال میں مصروف رہتی تھیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عیسائیت کس اصول کے ساتھ عرب میں مروج تھی۔ اسکی تحقیق جہاں تک کی جاتی ہے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین عرب پر عیسائیت کے مختلف طریقے اپنی مختلف فیہ اقسام کی تعلیم وتبلیغ پھیلا رہے تھے۔ طرفہ تر تو یہ ہے کہ یہ لوگ ایک طرف تو دوسروں کو اپنے دینیات کی تعلیم دیتے تھے۔ اور دوسری طرف خود آپس میں لڑتے مرتے تھے۔ فرقہ نسطوریہ اور فرقہ یعقوبی باہمدیگر معرکہ آرا تھے۔ بخلاف یہود کے یہ عیسائی فرقے اپنے غلط عقائد کی تائید میں انتہادرجہ کے ضدی اور ہیبٹ دہرم بنے ہوئے تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے وجود ذات کی نسبت ذات الٰہی کا خاص مماثل۔ یا کم سے کم اوس کا فرزند حقیقی یا اوس کا کلام خاص یقین کرتے تھے۔ آپ کی پیدائش کو وہ کنار ازلیت سے مختص سمجھتے تھے۔ اور آپ کے ظہور ذات کو الوہیت کا مماثل یا پیکر انسانی میں الوہیت کا مبدل جسکی ترکیب خلقت خاص عالم نور سے ہوئی ہے۔ قرار دیتے تھے۔ اس عقائد کی بنا پر عیسیٰ کی الٰہی منزہ اور مقدس ذات نہ فنا کی جاسکتی تھی اور نہ تو فنا ہوئی۔ سو وہ کلمات استغاثہ جنکو متعصبین عیسائیوں نے خاص حضرت عیسیٰ کی زبانی ادا کئے جانیکی شہرت دے رکھی ہے۔ حقیقت میں وہ نہ انکی زبان سے نکلے تھے۔ اور نہ کبھی نکل سکتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص جو مصلوب ہوا وہ غیر عیسیٰ شخص تھا۔ اور اصل عیسیٰ دشمنوں کے ہاتھ سے سراپا محفوظ رہکر اوتھیں عالم نورانیت کی طرف واپس تشریف لیگئے جہاں سے وہ نازل ہوئے تھے۔

یہ دلیل اگرچہ کیسی ہی مہتوہمانہ نہ سمجھی جاوے۔ لیکن ابنیت حضرت عیسیٰ کے متعلق بمقابلہ اور دلیلوں سے زیادہ چسپاں معلوم ہوتی ہے اور بظاہر قریب الامکان خیال کی جاتی ہے۔ پالیٹ پانٹیوس[۱] (PILATE PONTIUS) کی حضرت

[۱] پانٹیلٹ پانٹیوس شخص ۲۶ء میں یہود کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ اس شخص نے حضرت عیسیٰ کو پہلے تمام الزامات سے بےقصور تسلیم کرلیا تھا لیکن آخرش

عیسیٰؑ کی جان بچانے کے لئے ازحد خواہش جسکو طرطولین[۵۱] ظاہراً تو یہودی لیکن باطناً عیسائی قرار دیتا ہے۔ خاص ہیرودس (HERODIUS)[۵۲] کا بھی قتل عیسیٰ کے الزام گوارا کرنے سے انکار۔ اون چند ساعات تک جن مین وہ قوم بنی انسان کا محسن اور مصلح۔ اون خوفناک مناظر کے انجام دہی کے لئے کھینچ لایا گیا۔ عام تاریکی کا پھیل پھیل کر تمام رات تک اوسی طرح قایم رہنا اور صلیب دیے جانے کے وقت خاص ایک قدرتی ظلمت کا تمام روئے زمین پر محیط ہو جانا۔ یہ سب قرائن متحد و متفق ہو کر اس امر کے قریب الامکان ہونے کا یقین دلاتے ہین کہ بیخطا و بےقصور بالکل محفوظ رہگیا۔ اور ملزم و مجرم مصلوب کر دیا گیا۔

مندرجہ بالا عبارت مین یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ عرب مین عیسائیون کے مختلف فرقے جو آکر آباد ہو گئے تھے وہ مذہب مین اختلاف آرا کی بنا پر آپس مین لڑا کرتے تھے۔ اسکی تفصیل کے لیے مختصراً اتنا کہکر بتلا دینا کافی ہوگا کہ عموماً تمام عیسائی تو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو ابن اللہ تسلیم کرتے ہی تھے۔ لیکن عرب مین یعقوبی فرقہ کے عیسائی حضرت مریمؑ کو (نعوذ باللہ) خدا کی بی بی اور فرشتون کو خدا کی بیٹیان قرار دیتے تھے۔ اس بنا پر فرقہ نسطوریہ سے جو زیادہ تر عراق عرب مین آباد تھے۔ اور یعقوبی فرقہ سے جو شام سے آکر حجاز و یمن مین آباد ہوا تھا بڑے بڑے مقابلے اور مقاتلے پیش آ رہے تھے۔

ظہور اسلام کے وقت - خاص عرب کے۔ دینی۔ اخلاقی۔ ملکی اور قومی خرابیون اور بربادیون کا یہ مرقع تھا جو ہم نے نہایت وضاحت سے کھینچکر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ سرزمین عرب پر موقوف و محدود نہین ہے۔ اس سے پہلے ہم تمام اقطاع عالم کے دینی اور دنیوی حالات۔ جو آنحضرت صلعم کے بعثت کے وقت ثابت ہوتے ہین پوری تفصیل سے دکھلا چکے ہین۔ ہمارے مرقومہ بالا تفصیل حالات کو پڑھکر ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا اور یقین کر لے گا کہ عام گمراہی و ضلالت اور سراپا تاریکی و ظلمت کے ایسے شدید و سخت زمانہ و وقت مین۔ پیدا کنندہ زمین و آسمان اور خدائے رحیم و رحمان

بقیہ صفحہ گذشتہ صلیب دیے جانیکا فتوے اور حکم شاہی کا اعلان بھی ایکی زبان سے برآمد ہوا یہودیہ کا گورنر ہوکر اس نے قوم سامری کے یہودیون کے ساتھ بہت سخت ظلم کیے اس لئے شاہ طبرس نے اوسے یہودیہ واپس بلا لیا۔ اور اوسکو عہدۂ امارت سے معزول کر کے علاقہ گال کیطرف خارج البلد کر دیا۔ جہان اوسنے خودکشی کر لی اور اسطرح ۳۸ء مین مرگیا۔

[۵۱] طرطولین کتب اربعہ اناجیل کا نہایت قدیم اور مشہور و معروف یونانی مترجم اور مفسر۔

[۵۲] هیارڈ اینٹیپاس۔ یا۔ ہیرودس۔ شہر خلیلہ (گلیلی) مین اپنی باپ کا قایم مقام ہوا۔ اس نے شاہ ارطاس۔ سلطان عرب کی لڑکی کو۔ جو اوسکی بیوی تھی طلاق دیدی اور اپنے بھائی فلپ کی بیوی سے عقد کر لیا۔ ارطاس شاہ عرب نے اس باعث سے ہیرودس کے ساتھ جنگ کی۔ اس بدبخت نے حضرت یحییٰؑ کو اپنی دوسری شادی کے ناجائز بتلانے پر جرم مین قتل کروا دیا۔ اس بنا پر یہودیون نے اوسکے خلاف مین بغاوت کر دی۔ وہ بھاگ کر رومتہ الکبریٰ مین چلا گیا اس اُمید پر کہ شاہ روم اوسکو یہودیون کی شاہنشاہی کا منصب عطا کر دیگا۔ لیکن وہ وہان بھی وہ حصول مدعا مین ناکامیاب رہا اور وہ آخر جلاوطنی کی حالت مین مرگیا۔ یہ ہیرودس وہی تھا جسکے پاس حضرت مسیحؑ کو ہمیلیٹ یا پنطوس نے بھیجا تھا۔ بنج ہسٹری ص ۸۸۳

BEETONS HIST 883

کی رحمت کو اپنے بندون کی نجات و خلاصی اور صلح و آشتی کی تعلیم و ہدایت۔ اور کفر والحاد سے ترک تعلق کرنے اور اوس ذات واحد کی پرستش و عبادت بجالانے کی خاص غرض و غایت سے ایک ایسے رہبر کامل کو نازل فرمانیکی ضرورت ہوئی جو اپنے انوار تعلیم و ارشاد سے کفر پرستی کی تاریکیون کو دور کرکے معمورہ عالم کو پرنور کردیتا۔ جن لوگون نے امم سالبقہ کے ازمنہ خاصہ مین بالاستیعاب حالات و واقعات پڑھے ہین اور انبیاے سابقین کے اسباب رسالت اور امم ماضین کی دینی اور دنیوی ضرورتون کو کامل طور سے سمجھ لیا ہے وہ موجودہ عالمگیر جہالت و ضلالت مین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت رسالت کو پوری طور سے سمجھتے ہین۔ اونکو یقینی طور پر علم ہے کہ حضرت موسیٰ ع کو دنیا سے اوٹھے ہوئے دو ہزار سال اور حضرت سلیمان ع کو ڈیڑھ ہزار سال اور جناب عیسیٰ بن مریم کو آسمان پر صعود فرمائے ہوئے چھ سو برس ہوچکے تھے۔ اس زمانے مین ان حضرات کی تعلیم و تبلیغ نے جسقدر دنیا کو اور اہل دنیا کو برائی سے بچایا اور انکی بگڑی ہوئی حالتون کو بنایا تھا اتنی مدت مین اونھون نے اپنی غفلت اور جہالت سے اوسیقدر اپنی دینی اور دنیاوی حالتون کو بگاڑا تھا ان مقدس رہبران روحانی اور پیغمبران ربانی نے سب سے پہلے جس چیز کی تعلیم انھین پہونچائی تھی۔ وہ معرفت اور وحدت الہی تھی اور اوسوقت سب سے پہلے جس چیز کو ان لوگون نے بگاڑا تھا وہ بھی تعلیم تھی۔ اور اسی وحدت الٰہی کی خراب و برباد حالت تھی جو ہر فرقے۔ ہر قوم۔ ہر ملک کے مندرجہ بالا حالات و واقعات سے پورے طور پر معلوم ہوچکی ہے

حقیقت یہ ہے کہ اون کے عقائد مین وجود الٰہی ہی قایم نہین تھا۔ توحید کا کیا ذکر۔ نام کو تو یہ سب لوگ اپنے آپ کو مذہب الہام کا متبع بتلاتے تھے۔ مگر حقیقتاً اون مین نہ مذہب الہامی کے کوئی آثار پائے جاتے تھے۔ اور نہ اخبار دینیات کی خرابی کی وجہ سے اون کے اخلاق۔ تمدن۔ معاشرت اور آداب ایسے خراب و خستہ ہو رہے تھے کہ حیوانیت اور انسانیت مین کوئی فرق باقی نہین رہا تھا۔ جن اصول عقائد کو وہ اپنے خیال مین حق پرستی سمجھتے تھے وہ حقیقت مین بت پرستی سے بھی بدتر تھی۔ جن تہذیب۔ اخلاق اور آداب کو وہ اپنے زعم مین معیار انسانیت خیال کرتے تھے وہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے شعار حیوانیت تھے اور اظہار نفسانیت۔

دنیا کے محققین جانتے ہین کہ شیرازہ عالم کی ایسی ہی شکستگی اور ابتری کے خاص عالم مین۔ اور زمانہ کی ایسی ہی عالمگیر تاریکی اور سیاہی کے خاص وقتون مین اور بندگان الٰہی کی ایسی ہی سیاہ کاریون اور کافر کرداریون کے موقع پر اوس ارحم الراحمین اور ناظم مطلق کو اپنی رحمت کی فیض رسانیون کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مدبر قدرت نے اصلاح عالم کے لئے اسوقت بھی وہی انتظام جاری فرمائے جو ہمیشہ سے عادت الٰہی قرار پاچکے تھے لیکن اپنے اس نظم مین ایکبارگی یہ خصوصیت البتہ قایم کردی کہ اس دفعہ رہنمائی عالم کے اس انتظام کو ایسا مفصل اور مکمل بنایا اور اس نظم کے ناظم اور مجدد کو سلسلہ ہدایت و رہبری کا ایسا خاتم اور متمم قرار دیا کہ پھر زمانے کو پیغمبر کی ضرورت نہ رہی۔

وہ خاتم سلسلہ رہبری متمم جریدہ پیغمبری۔ خاتم النبیین۔ سید المرسلین حضرت محمد ابن عبداللہ ارواحنا فداہ تھے

جو چالیس برس کے سن مین خاص معبد ابراہیمی او رموطن اسمٰعیلی کے شہر مکہ معظمہ مین بقول عموم اٹھار دین رمضان یوم دوشنبہ ۴۱ عام الفیل مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء اور بقول مشہور و جمہور ستائیسوین رجب کو مبعوث برسالت ہوئے۔

خاص عرب مین مبعوث برسالت ہونیکی مخصوص ضرورت

خاصکر جزیرہ نمائے عرب مین حضرت خاتم النبین حبیب خدا محمد مصطفیٰ علیہ و آلہ التحیۃ والثنا کے مبعوث برسالت فرمائے جانے کی وجہ خاص نہایت کھلی اور صاف ہے ۔ ذیل کے الفاظ مین ملاحظہ فرمائی جائے ۔

اگر ہم ملک عرب کو کرۂ ارض پر دیکھین تو اسکے محل وقوع سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جزیرہ نمائے عرب کو ایشیا۔ یوروپ اور افریقہ کے بر اعظمون کے وسط مین جگہ دی ہے اور وہ خشکی و تری (دونون راستون سے) دنیا کو اپنے داہنے اور بائین ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لیئے ایسے ملک مین دنیا کے جملہ اہب کا پہونچ جانا اور جہالت کی حکومت علمی کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی سمجھ مین آ سکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کے ہدایت کے لئے ایک مرکز واحد قایم کرنے کے لئے ہم جگہہ کا انتخاب کرنا چاہین ۔ تو عرب ہی اسکے لئے موزون ہے خصوصًا اوس زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہین کہ جب افریقہ۔ یوروپ اور ایشیا کی تین بڑی قطعات ارض (سلطنتون) کا عرب سے تعلق تھا تو عرب کے اوزان بر اعظمون مین بہت جلد پہونچ جانے کے ذرایع بخوبی موجود تھے۔ رب العلمین نے اسی لئے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عرب مین پیدا کیا اور اونکو بتدریج پہلے اپنی قوم۔ اپنے ملک۔ پھر تمام عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا

رحمۃ للعلمین ص ۹

کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب مین زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض البلد اور شمال مین زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجہ تک آبادی ہے ۔ دونون کا مجموعہ ۱۲۰ اور نصف ۶۰ ہوا۔ جب ۶۰ کو ۸۰ درجہ شمال سے تفریق کرین تب ۲۰ درجہ رہجاتے ہین اور جب ۶۰ سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کرین تب بھی ۲۰ (درجہ شمالی) رہجاتے ہین۔ اور مکہ ۲۱½ درجہ پر آباد ہے ۔ اسلئے گُلّی کرہ ارض مین بھی وسط ہونیکا درجہ رکھتا ہے ۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مکہ کا نام لغات عرب کی کتابون مین ناف زمین ہے ۔ انسان کے جسم مین ناف بھی ٹھیک وسط مین نہین ہوتی ۔ بلکہ قریبًا وسط مین ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد مین مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہے ۔ اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام نسلین اسطرح مقیم ہین کہ مشرق مین قوم آریا (ایرین) اور منگول (مغول) مغرب مین حبشی و ہامائٹ (حام) اور ریڈ انڈینز امریکہ کے باشندے۔ پھر جب کل قومون مین تبلیغ کا پہونچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کام کا مرکز آخر قرار دیا جا سکتا ہے۔ غالبًا اسی لئے قرآن مجید مین ارشاد فرمایا گیا ہے ۔ وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ ۔ ہم نے تم کو درمیانی اُمت (درمیان عالم کی رہنے والی) بنایا اس لئے کہ تم تمام قومون کے سامنے خدا کی شہادت ادا کرو۔ حاشیہ رحمۃ العلمین ص ۹ ۔

تبلیغ و دینیات کے علاوہ اگر سیاسی ضروریات کی نظر سے بھی دیکھا جاوے تو ایسے رہبر آخر الزمان و پیغمبر کامل کی تبلیغ

دینی اور تعلیم و اجرائے احکام سیاسی کی ضرورت سے۔ جو جریدہ عالم مین بندگان الٰہی کی دینی و دنیاوی امور کی شیرازہ بندی کے لئے خاصکر مبعوث فرمایا گیا ہے۔ معمورہ عالم کے وسط مقام کو اپنی تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنانا کسقدر ضروری اور لازمی تھا اور اسی سے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم المرسلین والنبیین ہونے کے خاص ثبوت ملتے ہین۔ کیونکہ آپ سے پہلے جتنی رسالتین گذر چکی ہین وہ سب ایک ہی کام اور ایک ہی مقام کے لئے معین ہوئی تھین حضرت موسی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے مخلصی دلوا کر اپنے وطن اصلی کی طرف واپس لانیکے لئے مامور فرمائے گئے تھے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان ع بنی اسرائیل کی قوم و ملک مین احیائے شریعت و دینیات اور اجرائے نظام حکومت و سیاسات کی غرض سے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ جناب عیسٰی مریم ع باقیماندہ احکام عشرہ توراۃ کی تعمیل و تکمیل کے لئے نازل فرمائے گئے تھے ان تمام رہبران مقدسین کے ذمہ ایک ایک خاص مقام اور ایک ایک خاص کام کی درستی۔ اصلاح اور ترمیم متعلق کیگئی تھی لیکن بخلاف اِن حضرات کے ہمارے سرور کائنات مفخر موجودات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمام معمورہ عالم کی ہدایت تھی اور رہنمائی۔ وہ تبلیغ دینیات کے بھی ذمہ دار تھے اور تعلیم سیاسات کے بھی حسین و درستی اخلاق۔ تمدن او معاشرت غرض تمام انسانی ضرورتین۔ جو ہر قوم و ملک کو ابتدائے عمر سے لے کر انتہا تک لاحق ہوتی ہین شامل ہین۔

تاریخین شاہد ہین اور دنیا کے کارنامے ایک سے لیکر ہزار تک گواہ ہین کہ اس نبی اُمّی خطاب نے علوم دینیات و سیاسات کی اس خوبی اور خوش سلیقگی سے ایسی کامل تعلیم دی کہ پھر اُسوقت سے لیکر ابدالاباد تک کسی رہنمائے عالم کو ہدایت و رہنمائی کے لئے تشریف لانے اور تکلیف فرمانے کی ضرورت ہی باقی نہین رہی۔

اِن ضروریات اور انکی تعمیل کے ذرایع و وسائل پر خیال کرکے ہر سطحی الذہن اور عامی العقل شخص بھی فوراً سمجھ جائے گا کہ ایسی کامل رسالت کی انجام دہی اور نیز دین و دنیا دونون طریقون مین بندگان الٰہی کی رہبری کے لیے مقام وسطی تبلیغ و تعلیم کا مرکز اگر کسی زاویہ یا گوشہ ملک مین قرار دیا جاتا تو ممکن نہین تھا کہ دین الٰہی کی تعلیم اور دستور و آئین ملکی و قومی کی ترمیم اس وسعت اور استقرار و استقامت کے ساتھ کامل ہو جاتی۔

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ شبلی صاحب واقعات تاریخ و سیر کو پہیلیون کی طرح انگلیون پر سجھانا چاہتے ہین حالانکہ اولتص معلوم تھا کہ خاتم رسالت اور متمم نبوت کی سیرت نگار کے لئے خاصکر ان امور کو لکھکر ثابت کر دینا اور بتلا دینا جن سے آپ کے خاتم النبیین ع اور سید المرسلین ہونے کے شہود و ثبوت قائم ہوتے ہین۔ کسقدر ضروری تھا۔ لیکن شبلی صاحب نے اپنے انداز تالیف مین عجلت رتی کے ساتھ کوتہ قلمی بھی اختیار فرمائی ہے جس سے مقصود تالیف مفقود ہو جاتا ہے اور اصل مدعا متعا بنکر رہجاتا ہے۔ بالآخر ہمکو مجبور ہو کر اتنے اوراق مین آپ کی کمی کو پورا کرنا ہوا جو ناظرین کتاب کے پیش نظر ہے۔

شبلی صاحب کا خاندان جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک چالیس برس کا ہو چکا تھا

رسولؐ پر غلط الزام

فطرت صالحہ کے اثر سے قلب مبارک کا رجحان اور طبع مقدس کا میلان جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ آغاز عمر سے اسوقت تک ہمیشہ امور خیر کیطرف متوجہ اور منعطف تھا۔ اگرچہ تمام ملک و قوم مین گمراہی کی شعار جہالت و ضلالت کے اطوار جاری تھے۔ چارون طرف انواع اقسام کی بدکاریان اور کفر کرداریان قایم تھین لیکن آپ ایک ذرہ بھر بھی کبھی ان سے اثر پذیر ہونا تو درکنار کبھی انکی طرف متوجہ بھی نہین ہوئے اور جب کبھی ایسا موقع آپڑا تو آپنے ان تمام افعال ذمیمہ سے قوم و ملک کے لوگون کو متنبہ فرمایا۔ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین۔

مکہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا۔ خود خانہ کعبہ مین تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کا تمغائے شرافت اسیقدر تھا کہ اس صنم کدے کے متولی تھے اور کلید بردار۔ با این ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان بتون کے آگے سر نہین جھکایا۔ دیگر رسوم جاہلیت مین بھی کبھی شرکت نہین فرمائی۔ قریش نے اس بنا پر کہ ہر بات ممتاز رہنا چاہیئے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایام حج مین قریش کے لئے عرفات مین جانا ضرور نہین۔ اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آیئن وہ قریش کا لباس اختیار کرین۔ ورنہ انکو عریان ہو کر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر طواف عریان کا رواج عام ہو گیا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان باتون مین اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا (سیرۃ النبی جلد ا) بالکل صحیح ہے۔ جناب رسولخدا صلعم نے کبھی جہالت و ضلالت کے افعال ذمیمہ اور مراسم قبیحہ مین کبھی اپنی قوم اور اپنے اہل وطن کا ساتھ نہ دیا۔ اور نہ اون مین شرکت فرمائی۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ شبلی صاحب کی نظر توجہ ہمیشہ خاندان رسولؐ پر مبذول رہتی ہے اور شروع سے لیکر کفار قریش اور مشرکین کعبہ کے افعال ذمیمہ کی تصدیق و شہادت مین خاندان رسولؐ ہی کے رویہ اور اطوار کی مثالین پیش کی جاتی ہین۔ شبلی صاحب اپنے اس انداز بیان مین سخت عالمفریبی سے کام لے رہے ہین اور سخت نفرت انگیز اور مغویانہ طریقہ سے قوم اور خاندان کو ایک ہی معنی مین تبلا رہے ہین حالانکہ معمولی علم و اطلاع والا شخص بھی دونون لفظون کے فرق بالمعنی کو پورے طور سے جانتا ہے۔ قومیت ایک علحدہ شے ہے اور خاندان ایک جداگانہ شے ہے۔ یہ ضرور نہین ہے کہ قوم کے تمام لوگ اوسکے خاندان مین داخل شمار کئے جایئن۔ لیکن شبلی صاحب کو تو اس عام فریبانہ اور مغویانہ ترکیب سے تعمیم اور مساوات فی المدارج کے غلط اصول قایم کرنے کی ضرورت خاص لاحق ہے۔ جسپر اونکے عقائد کے اعتبار سے اونکے تمام موضوع تالیف کی ترکیب و ترتیب کا انحصار ہے۔ اسلیئے اگر وہ ابتدا ہی سے قوم کو خاندان اور خاندان کو قوم نہ تبلائین تو تعمیم و مساوات کی ترکیب قدیم کیسے ثابت ہو۔ یہ ضرورت تھی جس نے شبلی صاحب کے قلم سے خاندان رسولؐ کے اکابر افراد کو صنمکدہ کا متولی لکھکر تبلانے جانے پر جرأت دلائی۔ اور پھر کفار مکہ اور مشرکین کے اون جاہلانہ مراسم حج بجالاتے وقت ننگے ہو کر طواف کرنے مین بھی انکا شامل ہونا شہادت کے طور پر پیش کیا۔

اس مین کوئی کلام نہین کہ کفار قریش مین یہ جاہلانہ رسم ضرور ہی جاری تھی۔ جہال عرب برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے آپ کے حوالے کے مطابق ابن ہشام نے اونکے اس وحشیانہ کردار کو پوری تفصیل سے جلد اول صفحہ ۷۶ مطبوعہ مصر مین لکھا ہے

اور ہم نے اونکی تمام عبارت کو غور سے پڑھا ہے۔ لیکن اونکی عبارت مین آپ کی طرح خاص خاندان رسولؐ کی تو کوئی تصریح نہین کی ہے۔ بلکہ عام لفظ قریش سے واقعہ کی تفصیل آغاز کی ہے۔ اون کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔ قال ابن اسحٰق وقد کانت قریش لا ادری قبل الفیل او بعدہ ابتدعت رای الحمس الخ ابن اسحٰق کہتے ہین کہ قریش نے قبل واقعہ فیل یا بعد اوس کے قاعدہ حمس کی بدعت کو آغاز کیا۔ قریش مین خاندان رسولؐ بھی اوسی طرح شامل ہے جس طرح خاندان ابوجہل اور خاندان ابوسفیان پھر اسمین خاندان رسولؐ کو اس خصوصیت سے لکھنے کا آپ کو کون ساحق حاصل تھا۔ اور ابن ہشام کی مرقومہ بالا عبارت مین آپنے کس لفظ سے اس تخصیص و خصوصیت کے معنے پیدا کئے اور یہ مطلب نکال لئے۔ ہان۔ اگر اوس عبارت مین بنو ھاشم یا بنو عبد المطلب من قریش کے الفاظ تصریح و تخصیص ابن ہشام نے لکھے ہوتے تو آپ خاندان رسول کی تصریح و تخصیص فرمانے کے ضرور مستحق تھے۔ جب صورت حال ایسی نہین ہے تو آپ نے صریح فریب دہی کی نیت خاص سے خاندان رسول کی تخصیص فرمائی ہے۔

شبلی صاحب ہر واقعہ کو دیکھکر لکھیئے۔ دیکھئے قوم قریش مین سے بھی جس قبیلہ اور عشیرہ نے اس رسم جاہلیت پر اظہار افتخار کیا ہے۔ اور دوسرے قبیلوں والوں سے امتناع و انکار کے موقع پر تکرار کی ہے۔ اونکی تفصیل اشعار عرب کی شہادتوں سے ابن ہشام نے پوری تصریح کے ساتھ جلد اول ص ۶۰ مین قلمبند کر دی ہے۔ لیکن آپ نے نہ اوسکو پڑھا اور نہ اون پر غور کیا اسی لئے اپنی کتاب مین صفحہ ۶۰ کا حوالہ نہین دیا۔ یہ آپ کا خاص مؤلفانہ طریقہ استخفاف و اسقاط حالات ہے۔ ہم اوسکی تفصیل اوسی صفحہ ۶۰ سے ذیل مین درج کرتے ہین۔

(۱) کفار قریش کے اس معاہدے مین سب سے پہلے بنی عامر جو قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ تھا داخل ہوا اور اونہون نے عمرو بن معدی کرب کو اسکے متعلق فخریہ اشعار لکھکر بھیجے۔

(۲) بنی عامر کے ایک قائم مقام عباس بن مرداس السلمی نے جنگ جبلہ کے موقع پر اس رسم جاہلانہ کو اپنی مفاخرت کے اشعار مین منظوم کیا۔ اس لڑائی مین بنی عامر اپنے مخالف قبیلہ بنی حنظلہ پر غالب آئے۔ اسی معرکہ مین لقیط بن زرارہ بن عدس قتل ہوا۔ اور عمرو بن عمرو بن عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن حنظلہ بھاگ گیا۔ پھر اسی جنگ قبائل کے اخیر سلسلہ مین بنی حنظلہ نے اپنے حریف کو شکست دی۔ یہ جنگ ذی نجب کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس مین حسان بن معویہ الکندی جسکی کنیت ابو کبشہ تھی۔ بنی عامر کیطرف سے قتل ہوا۔ یزید ابن الصعق الکلابی اسیر ہوا اور طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب ابو عامر بن الطفیل بھاگ گیا۔

اب شبلی صاحب فرمائین کہ ان دعویداران اور مددگاران رسم حمس مین رسول صلعم کے خاندان کے کسی ایک فرد واحد کا بھی نام پایا جاتا ہے۔ یا کسی نوع و طریقہ سے ان معرکون اور اونکے اسباب مین ان حضرات کی سازش و شرکت کا کہین برائے نام بھی ذکر پایا جاتا ہے۔ پھر شبلی صاحب نے کس رعایت نسبت اور خصوصیت کے اعتبار پر خاندان رسولؐ

کو اس جاہلانہ اور وحشیانہ مراسم کے ساتھ خاص طور پر منسوب کیا اور یہ ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مراسم جاہلانہ میں اپنے خاندان کے شریک نہ ہوئے۔ کیا ابن ہشام کی کسی عبارت سے شبلی صاحب نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے خاندان والے۔ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب بھی کفار قریش کی طرح ننگے ہو کر طواف کرتے تھے؟ یا ابن ہشام۔ ابن اثیر۔ طبری وغیرہم کسی عربی مورخ کی سند سے یہ واقعہ تحریر فرمایا ہو تاکہ عبدالمطلب یا اون کے کسی صاحبزادے کو کسی شخص نے ننگے ہو کر طواف کعبہ کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ اگر کوئی ایسا واقعہ ابن ہشام وغیرہ سے نقل کیا جاتا تو ہم آپ کے اس دعوے کی صحت اور اس بیان کی اصلیت پر اعتبار کرتے۔ افسوس ہے۔ آپ کی اس خود غرضی پر اور ایسی مغویانہ دلیری پر آپ اپنے قلم سے بلا تامل آفرلیس دبیش وہ باتیں لکھدیتے ہیں جنکا نشان آپ کے اصلی ماخذوں میں کہین نہین پایا جاتا۔ اور اسپر یہ سخت دلیری کہ ماخذ کا حوالہ بھی دیدیتے ہیں۔ صرف یہ سمجھکر کہ مصر کی چھپی ہوئی ابن ہشام ہندوستان میں کہان ملتی ہے اور کون دیکھتا ہے۔ استغفر اللہ ربی۔

اب دیکھیے۔ اوسی ابن ہشام سے خاندان رسول صلعم کے اس شمول کی حقیقت کہان تک صحیح معلوم ہوتی ہے۔

قال ابن اسحٰق حدثنی عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمر بن حزم عن عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم عن عمہ نافع بن جبیر عن ابیہ جبیر بن مطعم قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل ان ینزل علیہ الوحی وانہ لواقف علی بعیر لہ بعرفات مع الناس من بین قومہ حتی یدفع معھم منھا توفیقا من اللہ ورسولہ صلعم ص ۷۹۔

ابن اسحاق عبد اللہ بن ابی بکر سے بن محمد بن عمر بن حزم سے وہ عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم سے وہ اپنے چچا نافع ابن جبیر سے وہ اپنے باپ جبیر بن مطعم سے ناقل ہین جبیر کا بیان ہے کہ ہم نے قبل نزول وحی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام عرفات مین قوم کے لوگون مین سے اپنے خاص اونٹ پکڑے ہوئے دیکھا پھر آپ میرے سامنے انھین لوگون کے ساتھ بتوفیق الٰہی جو اوس وقت انکے شامل حال تھی تشریف لے گئے۔ ص ۷۹

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ مقام عرفات مین جانا اس رسم حمس کے رو سے بالکل ترک کر دیا گیا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن لوگون کے ساتھ قبل بعثت عرفات مین موجود تھے۔ اور راوی کے مطابق۔ وہان توقف فرما کر اوسکے سامنے ہی اپنے ہمراہیون کے ساتھ تشریف لیگئے۔ اب فرمایئے قوم کی قوم۔ خاندان کا خاندان تو آپ کے بیان کے مطابق تو اس رسم قبیحہ مین شریک وشامل تھا۔ تو پھر آپ کے ساتھ یہ کون حضرات تھے جنکو جبیر ابن مطعم نے دیکھا۔ شبلی صاحب کی دیانت وذہانت جو کہے لیکن دنیا کی عدالت اور امانت تو یہی شہادت دیگی کہ وہ حضرات ممتازین بنی ہاشم تھے اور معززین بنو عبدالمطلب۔ توفیقات الٰہی اوسی وقت سے جنکے شامل حال تھی اور اوسی وقت سے وہ رسول اللہ صلعم کے اسوہ حسنہ کی اقتدا کو اپنا منتہائے شرافت اور مدعائے قرابت سمجھے تھے

واقعات مناقض شان رسالت | شبلی صاحب مرقومہ بالا عبارت مین جس رسول صلعم کے ایسے خصوصیات

انکے فائز برسالت ہونے سے پہلے اس اہتمام و شان سے دکھلا چکے ہیں اور آیندہ عبارت میں اونکے اطوار و رفتار کو محض عامیانہ طریق پر معمولات کے مطابق خود لکھکر بتلاتے ہیں۔ عبارت یہ ہے۔

(۱) عرب میں افسانہ گوئی کا عام رواج تھا۔ راتوں کو لوگ تمام اشغال سے فارغ ہوکر کسی مقام میں جمع ہوتے تھے۔ ایک شخص جسکو اس فن میں کمال ہوتا تھا۔ داستان شروع کرتا تھا۔ لوگ بڑے ذوق و شوق سے رات رات بھر سنتے تھے۔ بچپن میں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس جلسہ میں شریک ہونا چاہا لیکن راہ میں شادی کا کوئی جلسہ تھا دیکھنے کے لئے کھڑے ہوگئے وہیں نیند آگئی۔ اوٹھے تو صبح ہوچکی تھی۔

(۲) ایک دفعہ اور ایسا ہی اتفاق ہوا۔ اور سدن بھی یہی اتفاق پیش آیا۔ چالیس برس کی مدت میں صرف دو دفعہ اس قسم کا ارادہ کیا لیکن اندونوں دفعہ توفیق الٰہی نے بچالیا کہ تیری شان ان مشاغل سے بالاتر ہے۔

ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جلسوں میں جن پر لہو و لعب اور افعال و اشغال عبث کی تعریف پوری مطابق ہوتی ہے دلچسپی رکھتے تھے۔ اور انمیں شرکت فرمانے کی اکثر کوشش کرتے تھے لیکن توفیق الٰہی ہر بار آپ کو اس کی شرکت سے بچالیتی تھی۔ اس بنا پر ثابت ہوگیا کہ وہ عمل جسمیں آپ شریک ہونا چاہتے تھے حقیقتاً مذموم و معیوب اور شان رسالت کے خلاف تھا۔ اور جو امتناع شرکت کی قدرت عملی ترکیب نکال لیتی تھی وہ مستحسن اور جائز تھی۔ مگر شبلی صاحب کے تحریر کردہ واقعات اسکے خلاف بتلاتے ہیں۔ جن مجمع میں آپ شریک ہونا چاہتے تھے۔ وہ عربوں کی داستان گوئی کی صحبت تھی۔ جس میں وہ غالباً اپنے اسلاف قدیم کے معرکہ آرائیاں۔ نمود اریاں۔ شجاعت۔ دلیری۔ داد و دہش اور دیگر صفات و خصوصیات کے ذکر بیان کرتے ہونگے اور اسمیں بھی کلام نہیں کہ اون میں مبالغہ آمیزیوں سے کام لیتے ہوں گے۔ لیکن بااینہمہ ان میں بظاہر حرام غیر مشروع اور باعث معصیت ہونے کی کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔ تاوقتیکہ اُن صحبتوں کے بجنسہ و بلفظہ تقریر لکھکر اونکے حرام اور غیر مشروع ہونیکے ثبوت کامل نہ پہونچائے جائیں۔ اس بنا پر اگر یہ مجمع ایسا ہی داستانیں اور واقعات سننے کے خاص موتے اور مقامات تھے۔ تو پھر یہ مذموم کیونکر کئے جائیں گے۔ اور انمیں کسی کی شرکت معیوب کیسے کہی جائیگی۔ اس سے زاید تو شبلی صاحب کی استغناء شرکت کی جو تدبیر لکھتے ہیں وہ مذموم اور مقبوح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں

لیکن اتفاق سے راہ میں شادی کا کوئی جلسہ تھا دیکھنے کیلئے کھڑے ہوگئے۔ نیند آگئی۔ اوٹھے تو صبح تھی۔

بقول آپ کے توفیق الٰہی نے ایک مشغلہ سے بچانے کے لئے جس دوسرے مشغلہ کیطرف متوجہ کردیا۔ وہ شادی کا جلسہ تھا اگرچہ اس جلسہ شادی کے بھی کوئی تفصیلی حالات نہیں لکھے گئے لیکن اسمیں کوئی کلام نہیں کہ یہ جلسہ داستان گوئی کے مجمع سے زیادہ پر لطف اور دلچسپ ہوگا۔ تب تو شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ دیکھنے کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اور نیند آگئی اوٹھے تو صبح تھی گویا رات بھر اوسی جلسہ میں کٹ گئی۔ مگر جب اس جلسہ شادی کی کوئی تفصیلی حالت نہیں لکھی گئی تو شبلی صاحب

اپنے شادی کے جلسون کی مثالون پر اندازہ کرکے خود تصفیہ فرمالین کہ آیا آپ کی عقیدت رسولؐ کی معرفت۔ ایسے جلسون مجمعون اور صحبتون مین۔ رسولؐ تو درکنار غلامان رسولؐ تک کی شرکت کو ایسی محویت و مصروفیت کے ساتھ کہ تمام شام سے صبح کردی۔ ایک منٹ کے لئے بھی گوارا کریگی۔

شبلی صاحب اپنی جا و بیجا پرجوشیون مین جا و بیجا اور مناسب و غیر مناسب طریق و انداز بیان کا اپنی تحریر و بیان مین مطلق خیال نہین کرتے۔ آپ نے عیسائیون کے اس اعتراض کے جواب مین کہ آنحضرت صلعم خیالات و جذبات مین جو کچھ تغیر آیا ہے وہ ادعائے رسالت کے بعد۔ ورنہ آپکے طرز و اطوار سب آپ کی قوم کے لوگون کی طرح تھے۔ آپ کسقدر چراغ پا ہوئے اور اپنی گذشتہ بحث بیان مین کتنی کد و کاوش اور سعی و کوشش سے اونکی تعریف کی تنقید فرمائی یہانتک کہ صحیح بخاری کی بھی تغلیط کی نوبت پہونچائی۔ اب اگر یہی عیسائی آپ ہی کی اس تحریر کردہ اطوار رسول کو اپنے دعوی اعتراض کا شاہد بنائین تو آپکے پاس اونکا کیا جواب ہوگا۔ مشکل تو یہ ہے جیساکہ ہم اکثر مقامات پر دکھلاتے آئے ہین کہ آپ ایک مقام پر ایک واقعہ کا اقرار کرتے ہین اور دوسرے مقام پر اوسی سے انکار فرماتے ہین۔ اس تلون طبعی کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔ یہ دونون واقعات جو لکھے گئے ہین اونکے ماخذون کا بھی کوئی حوالہ نہین دیا گیا ہے کہ حقیقت حال کی کچھ اور تحقیق کی جاتی لیکن ہم کو اس بات کا خود یقین ہے کہ آپ نے انکو بے ماخذ کے نہین لکھا ہوگا۔ جو غالبًا اصحاب حدیث ہی ہون گے نہ ارباب تاریخ۔ سب سے زیادہ مضحکہ انگیز طریقہ تو آپ نے یہ اختیار فرمایا ہے کہ حاشیہ زیر صفحہ مین انکے اسناد و حوالہ کی جگہ۔ سر ولیم میور صاحب کی یہ عبارت ترجمہ نقل فرمادی ہے۔

سر ولیم میور صاحب لکھتے ہین کہ ہماری تمام تصنیفات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے مین اونکے چال چلن کی عصمت اور اونکے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ مین کمیاب تھی متفق ہین،،

بچے تک جانتے ہین کہ یہ شہادت کیسی ہے۔ اس شہادت کے اندراج سے تو خود شبلی صاحب پر یہ اعتراض قایم ہوجاتا ہے کہ سر ولیم میور اور تمام عیسائی مصنفین تک آپ کے اطوار کی پاکیزگی کو اتنے اعلیٰ درجہ تک تبلاتے ہین۔ بخلاف اونکے آپ مسلمان ہوکر اونکو ایسے عامیانہ معمولانہ اور بازارانہ گپ اور لہو و لعب کے جلسون اور صحبتون مین شام سے صبح تک محو و آلودہ دکھلاتے ہین فافہم فتدبر۔

ہم ایسے غلط فہم نہین کہ آپ کے اس مضمون کو بلا سند سمجھین ہمکو یقین ہے کہ آپ نے اسکو اپنے اسلاف کے کسی ماخذ اصلی سے نقل کیا ہوگا۔ لیکن نقل کرنے کے وقت آپ نے اسکے نتیجہ پر غور نہین کیا کہ ؏ این راہ کہ میروی بترکان است
آپ جن حالات و واقعات سے ذات رسول کی عصمت اور پاکیزگی قبل از نبوت ثابت کرنا چاہتے ہین وہی واقعات معمولی اور عامیانہ جلسون اور مجمعون مین آپ کے رسولؐ کی شرکت اور مجالست ثابت کرتے ہین اور پھر اتنی محویت کے ساتھ کہ شام کو صبح ہوگئی۔ رہبر توفیق بھی استغفار رسولؐ کی نسبت ایک سوتی ہوئی تدبیر عمل مین لاتا ہے۔ اور ان مکروہ و نامشروع جلسون

کے مشاہدے سے باز رکھنے کے لئے صرف رسولؐ کو وہیں سلا دیتا ہے۔ اوس سے اتنا نہیں ہو پڑتا کہ رسولؐ کو گھر پہونچا دیتا کہ مشاہدہ معصیت کے ساتھ شرکت لہو ولعب کے الزام سے بھی پورا استحفاظ ہو جاتا۔ نہ ایسے ایسے سراپا غلط واقعات اسلامی کتابوں میں مندرج کئے جاتے نہ اونکی بناپر آج ان گمراہانہ اعتراضات کا مخالفین کو موقع ہاتھ آتا۔ یہ دلائل صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ واقعات و حالات ہی بالکل غلط ہیں۔ نہ انکی کوئی اصل ہے نہ حقیقت۔ طبقہ اسلام میں مساوات اور سلسلۂ امت حضرت سید الانام میں تعمیم وطریقہ عام پیدا کرنے کی غرض سے پہلے خاندان رسولؐ اوسکے بعد شان رسول صلعم کی یہ نوبت پہونچائی گئی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

یہ تو قبل بعثت کے حالات تھے۔ عین زمانہ رسالت میں اور خاص صحن مسجد میں جب رسول اللہ کی طرف (معاذ اللہ) حبشیوں کے ناچ دیکھنا اور دکھلانا منسوب و مشہور کیا جاتا ہے تو قبل بعثت ان لہو ولعب کے مشاغل کی کیا شکایت والے گرازپس لہو وزیر بود فردائے۔ افسوس تو یہ ہے کہ دوسروں کی پردہ پوشی کے لئے رسولؐ کی اتنی اور ایسی پردہ دری کی جاتی ہے۔ ہم بار بار لکھتے چلے آتے ہیں کہ شبلی صاحب اور اون کے اسلاف متقدمین نے حقیقتاً شان رسولؐ ہی کو نہ سمجھا ہے اونہ آجتک سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے یہ حضرات شان رسولؐ کی حقیقی معرفت کا سلیقہ پیدا کرلیں۔ ہم پھر سمجھائے دیتے ہیں کہ قبل و بعد رسالت کی شرط بیکار ہے۔ جب ہم نے ذات رسول صلعم کو ازاول تا آخر فطرۃ صالحہ لدنیہ پر قایم و ثابت تسلیم کر لیا تو پھر عام اس سے کہ صحاح والے ایسے مناقض شان رسالت واقعات لکھنے والے ثابت ہوتے ہوں یا سانید وسنن والے ہم اونکی پابند نہیں۔

نزول وحی اور حصول رسالت

شبلی صاحب نزول وحی اور حصول رسالت کی تفصیل کی ابتدا اس عبارت سے فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سے دنیاوی تعلقات تھے۔ تجارت کا کاروبار تھا۔ متعدد اولادیں تھیں۔ تجارت کی ضرورت سے اکثر سفر کرنا پڑتا تھا لیکن دست قدرت کو جو کام لینا تھا وہ ان تمام مشاغل سے بالاتر تھا۔ دنیا اور دنیا کے تمام کام آپ کو ہیچ نظر آتے تھے۔ تاہم مطلوب حقیقی کا ابتک پتا نہ تھا۔

بالکل صحیح ہے۔ تفویض رسالت اور تعین نبوت کے وقت یہ تمام تعلقات معاشرت آپ کے گرد و پیش تھے جو خدا کی طرف سے اسوۂ حسنہ بنا کر دنیا اور اہل دنیا کی تربیت وہدایت کی غرض سے دکھلائے جانے والے تھے۔ اور انحصار تجرد اور رہبانیت کے ہزار سالہ طلسم ہمیشہ کے لئے توڑے جانے والے تھے۔ اور انکے خلاف اہل عالم کو تعلیم دینی منظور الہی تھی کہ دنیا کے تمام جائز اور مستحسن تعلقات کے ساتھ رہکر بھی الہیات و دینیات کا مبلغ اخلاقیات وسیاسات کا معلم معرفت الہی کی کافی تعلیم دے سکتا ہے۔ اور رہنمائی کونین کے تمام خدمات ادا کر سکتا ہے اوسکی تعلیم کامل نے تمام بنی انسان کے قلوب پر یہ زرین اصول کالحجر کردئے کہ دنیا اگر اصول دین اور حدود شریعت کے اندر ہے تو عین دین ہے۔

یہانتک تو شبلی صاحب کی عبارت شان رسالت اور اوصاف نبوت کے مطابق ہے لیکن آپ کا اخیر فقرہ کہ تاہم مطلوب حقیقی کا ابتک پتا نہ تھا۔ قابل قبولیت نہین اسلئے کہ آپ کے اوسی قدیم اصول تعمیم کیطرف راجع ہے اور پھر اس فقرہ پہ بھی وہی عیسائیون کا گمراہانہ قیاس کہ جو کچھ آپ کی ذات مین تغیر آیا وہ وقت رسالت سے" صادق آجاتا ہے لاحول ولاقوۃ۔ حالانکہ یہ مغلطہ ؤاما۔ ہے۔ رسول کی جبلی عصمت ذاتی قدیم رہے ویسی اوسکی معرفت الٰہی بھی قدیم ہے اوسکی فطرت نبویہ ابتدا ہی سے علم لدنیہ کے فیوض ومآثر پر فائز ہے۔ وہ ہدایت وارشاد کے لئے صرف ایک مدت خاص تک جسکی مناسبت اور مصلحت کا علم خاص ذات باری تعالیٰ کے متعلق ہے وہ ماذون ومامور نہین کیاجاتا ورنہ اوسمین تمامی اوصاف وعلامات نبوت تفویض رسالت کے قبل سے پائے جاتے ہین۔ ہمارے رسول برحق کے متعلق کتابون مین کثیر التعداد واقعات ایسے موجود ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر اکابر وعمائد عرب نے قبل از نبوت آپ کو دیکھکر انھین محاسن اوصاف ومکارم اطوار کے اعتبار پر آپ کو نبی اللہ ہونیکی صحیح بشارت پہونچائی تھی۔ چنانچہ طبقات ابن سعد مین ایسی خبرو واقعات کو ایک علحدہ باب مین جمع کر دیا ہے۔

اس بنا پر یہ لکھنا کہ ہمارے رسولؐ کو چالیس۴۰ برس تک خدا کا پتا نہ لگا۔ اور چالیس برسون کے بعد بعثت کے وقت سے وہ خدا کا شناسا ہوا۔ عقائد مسلمہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ نعوذ باللہ اگر بفرض محال ایسا ہی ہے تو پھر چالیس برس تک وہ کس وجود کا قائل اور کس مسلک کا سالک تھا؟ اور پھر اوسمین اور ورقہ بن نوفل اور عثمان بن حویرث وغیرہ کی ذات وصفات مین کیا فرق مابہ الامتیاز باقی رہا۔

پھر ہم وہی کہین گے کہ شبلی صاحب شان رسول کو سمجھے ہی نہین۔ پہلے آپ سمجھ لین کہ قبل البعثت انبیاء ومرسلین کے قلوب نورانی پہلون سے احوال مخصوصہ مستولی ہوتے ہین۔ وہ ابتدا ہی سے خدا کے وجود کو یکتا اور اوسکے ازلی اور ابدی ہونے کا یقین کامل رکھتے ہین اور اوسیطرح اونکو خدا کی تمام ذات وصفات کا علم راسخ اور یقین واثق ہوتا ہے۔ وہ رسالت ونبوت کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے۔ عالم کائنات کے تمام اشیاء اور اون کے تمام افراد واجزا سے اوس صانع برحق اور قادر مطلق کی قدرت کا مشاہدہ اور ثبوت قائم کیا کرتے ہین۔ اور حقیقتاً اس عالم اور اس زمانہ مین وہ اپنی واقفیت علم کو یقین اور پھر یقین کو سکینۂ الٰہی کے انتہائی حدود تک پہونچاتے ہین اور یہین سے حدود انسانی کی انتہا اور فضای ملکوتی کی ابتدا ہوتی ہے جسکا پہلا زینہ رسالت ہے۔ اونکے اس غور وتفحص اور فکر وتجسس ذات کو خاصکر تلاش وجود معبود سے تعبیر کرنا محض غلط فہمی ہے۔ اور یہی غلط فہمی شبلی صاحب کو بھی یہان لاحق ہوئی ہے حقیقت مین یہ مطلوب حقیقی کی تلاش نہین تھی۔ بلکہ اوس غیر مرئی وجود کا ثبوت اوسکے ظاہری مخلوقات ومصنوعات کے مشاہدات سے حاصل کرنیکا ریاض تھا۔ اور اس تلاش وجستجو سے معاذ اللہ تشکیک قلب کا وہم وگمان نہین کیا جاسکتا بلکہ تسلیۂ قلب کا یقین ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم نے خداوند عالم کے اس سوال (اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ کیا تم مجھپر ایمان نہین رکھتے کے جواب

مین فوراً ارشاد فرمایا کہ بَلٰی وَلٰکِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ - ہان مین تجھپر ایمان رکھتا ہون لیکن یہ استفسار صرف اطمینان قلب کی غرض خاص سے ہے
اِس واقعہ اور ایسی کے ایسے خاص حضرت ابراہیم اور مشاہدہ اجرام فلکی حضرت خضر و موسیٰ اور حضرت داؤد و سلیمان علی نبینا وآلہ وعلیہم السلام کے حالات و مستفسرات مندرجہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ان حضرات مقدسین کو قبل و بعد رسالت ان مستفسرات سے وجود آلہی کی خاص تلاش منظور نہین تھی بلکہ اوسکے ثبوت قدرت کی - جو عین ثبوت وجود تھی کیونکہ ذات آلہی عین صفات ہے اور صفات عین ذات - اس غور و تفحص اور تلاش و تجسس مین وجود قدرت کی جلوہ آرائی مطلوب تھی اور اوسکے مشاہدے اور معائنے درکار تھے - جنکے ذریعہ سے اونکی معرفت اور تبلیغ رسالت کی ضروریات مین اور استحکام و تقویت سے دلائل و براہین بیان کرنے اور دنیا کے آگے بدیہات کی صورت مین مثال پیش کرنے مین آسانی اور سہولیت حاصل ہو

اب شبلی صاحب سمجھ لین - شان رسول یہ ہے اور اوسکی تلاش اور جستجو انھین مشاہدات قدرت کی طرف تھی نہ اصلی وجود قادر مطلق کی جانب اس بنا پر آپ کا آخر فقرہ آپ کی صریح غلط فہمی پر مبنی تھا جسکی الحمدللہ کامل اور کافی اصلاح کردی گئی -

شبلی صاحب کسی مضمون کو سلسلہ سے کبھی نہین لکھتے - نزول وحی کی ابتدا آخر مراتب وحی سے کیگئی ہے اور اِس کا آغاز واقعہ حرا اور نزول اقرأ سے کیا گیا ہے - اس سے دینیات کا مبتدی - اس بیان کو پڑھکر حقیقت وحی کو یہین تک محدود کردیگا - اور سمجھ لیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بارگی یونہین وحی آسمان سے اوتر پڑی شبلی صاحب - آپ نے کتاب خاص و عام - سب کی واقفیت و اطلاع کے لیے لکھی ہے - ہر مضمون کی تفصیل کو خاص طبقات کے علم و اطلاع پر منحصر کرکے قلم انداز کردینا - عوام کو کیا فائدہ دیسکتا ہے - اس بنا پر آپ کو نزول وحی کے مدارج و مراتب سلسلہ وار (بالاختصار ہی سہی) لکھکر بتلا دینا نہایت ضروری تھا - کہ اُن کی سمجھ مین آجاتا کہ مدبرین قدرت نے اپنے رسول کے پیکر انسانی پر مدارج روحانی کے بار - بتدریج اور رفتہ رفتہ نازل فرمائے ہین کہ وہ پیکر مطہر اوسکے جلال قدرت کو اپنی امکانی قوت کے مطابق سنبھال سکے - طرفہ تو یہ ہے کہ حواشی زیرین مین کہین کہین حسب العادت انکا اشارہ بھی کردیا گیا ہے پھر نہین معلوم کس مصلحت سے وہ مضامین و عبارات داخل کتاب نہین کیگئین -

شبلی صاحب سے بات بات پر کون اولجھا کرے - ہم شبلی صاحب کی ان تمام فروگذاشتون سے قطع نظر کرکے جنکو ہم اونکو مقام پر تفصیل سے بیان کرینگے - جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغراق فی اللہ اور تجسس فی اثبات الوجود المعبود کے عوالم و کوائف کو جنمین مدارج وحی کی حقیقت بھی ضمناً داخل ہے - ذیل مین بیان کرتے ہین - اور باتفاق جمہور یہ ثابت ہو کہ معارف ربانی اور مکاشف روحانی کے یہ عوالم و مآثر قبل از بعثت آپ کے قلب نورانی پر مستولی ہا کرتے اوپر بیان ہوچکا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے حسن معاشرت اور اوس کے جائز اور ضروری مشاغل مین آپکا

انہماک دنیا کے لئے اُسوہ حسنہ تھے لیکن جیسا کہ شبلی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ باایں ہمہ دست قدرت کو جو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کام لینا تھا وہ ان تمام مشاغل سے بالاتر تھا" اس لئے اوس کام کے مقابلہ مین جو منجانب اللہ آپ کی فطرت صالحہ کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا تھا آپ دوسرے کامون کو ہیچ مقدار اور بیہودہ سمجھتے تھے۔ اور زیادہ تر اسی فرض مخصوص کیطرف متوجہ رہا کرتے تھے۔ وہ فرض مخصوص کیا تھا۔ پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ وہ ذات واجب الوجود کا ادراک اور عالم کائنات کے ہر ہر جزو سے اوسکے ظہور قدرت کا ثبوت۔ اور اشیائے مخلوق مین انوار خالق کے مشاہدہ قدرت کا اشتیاق تہا۔ اگرچہ یہ عالم آپ کی فطرت صالحہ کے ساتھ مخلوق ہوا تھا لیکن خلقت انسانی کے اصول نمو و ارتقا کے مطابق۔ جیون جیون سن مبارک مین ترقی ہوتی گئی۔ ان جذبات روحانیت مین بھی افزایش ہوتی گئی۔ تا اینکہ وقت بعثت سن مبارک چالیسؐ برس کا ہو گیا تھا اسی مقدار سے آپ کے ان قلبی اور روحانی انوار معارف مین بھی کامل اضافہ پیدا ہو کر یہ کمال بھی تکمیل کے درجہ منتہی تک پہونچ گئے۔

انھین جذبات روحانی کے اثر سے جیسا کہ تمام تاریخ و سیر کے اتفاق اور کتب تفسیر و حدیث کی تفصیل و بیان سے ثابت ہوتا ہے۔ آپ بسا اوقات گہر سے باہر میدانون۔ بیابانون اور کوہستانون مین نکل جایا کرتے تھے ہفتون اور مہینون کی خوراک اور اوتنے دنون کا پانی اپنے ہمراہ لے لیا کرتے تھے۔ اور مہینون۔ بیابانون اور کوہستانون مین قدرت آلہی کے عجائب و غرائب اور اوسکی صنعت لامتناہی کے مدارج و مناصب کا براۃ العین مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ اور ان مشاہدات سے اس قادر مطلق اور صانع برحق کے وجود کا ثبوت حاصل فرمایا کرتے تھے تاوقتیکہ ایک شئے کی حقیقت کامل طور سے نہ معلوم ہو لیتی تھی۔ دوسری شئے کی ماہیت کی تلاش کا سلسلہ نہ اوٹھایا جاتا تھا۔ اگر اس درمیان مین کھانے پینے کی چیزین تمام ہو جاتی تھین تو گھر واپس تشریف لا کر بقدر ضرورت پھر وہ چیزین ہمراہ لے لی جاتی تہین اور پھر انھین مقامات مین واپس آجاتے تھے۔

بسا اوقات ان تحقیقات کا مشاہدہ انوار الہیات کے ذریعہ سے عالم رویا مین ہو جایا کرتا تھا بعض اوقات الہام۔ القا۔ اور ندا کے طریقہ سے مسئلہ تحقیق طلب کا فیصلہ آخری آپ کو تبلا دیا جاتا تھا۔ ندا وغیرہ کی حالتون مین آپ صرف کلمات ندا کو سن لیا کرتے تھے۔ اور ندا کنندہ کو باوجود تفحص و تلاش کے اپنے گرد و پیش کہین بھی نہین پاتے تھے درہائے جبل کے خلوتکدون مین کبھی اپنے وجود فانی سے اوسکے وجود باقی اور ازلی کے ثبوت فراہم کئے جاتے تھے یہی آپکی ابتدائی عبادت تھی۔ جسکو علمائے تاریخ و حدیث نے تحنث کی خاص اصطلاح سے تمام کتابون مین لکہا ہے اور حقیقت بہی یہی تہی اسوقت بہی تفکر اور تجسس فی اثبات الوجود۔ آپ کی عین عبادت تھی جن لوگون نے انبیائے سابقین کے حالات اور خصوصًا حضرت ابراہیم کی تحصیل معرفت کے واقعات کم سے کم اسوۃ الرسولؐ جلد اول مین پڑہے ہین۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مجاہدانہ تجسس ذات کو حضرت ابراہیمؑ کی تلاش وجود سے بالکل مطابق پائین گے۔

ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان مین آپ کی اس عبادت کے حالات لکہتے ہین۔ مکہ کے کوہستانی مقامات مین

آپ نے جس مقام کو اپنی عبادت کے لئے تجویز فرمایا تھا وہ غار حرا تھا۔ یہ غار مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر اوس کوہستانی سلسلہ میں واقع تھا جسکو جبل فاران کہتے تھے۔ یہ غار طول میں چار گز اور عرض میں پونے دو ۱/۲ گز ہے۔ بعثت سے سات برس پہلے انوار الہی کی تجلیات اسی غار میں آپ پر ظاہر ہونے لگی تھیں۔ علامہ مجدالدین فیروزآبادی سفرالسعادت میں لکھتے ہیں کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان انوار الہی کی ضوفشانیوں کو دیکھکر بیحد مسرور ہوتے تھے۔ مگر ان تجلیات میں کوئی صورت یا اس سے کوئی آواز نہیں پیدا ہوتی تھی۔ رحمۃ العالمین ص ۲۹

بعثت کا زمانہ جتنا قریب ہوتا جاتا تھا۔ آنحضرت صلعم کی طبع مبارک میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ ان ایام میں آپ اکثر پانی اور ستو لیکر شہر سے کئی کوس دور غار حرا میں جاکر بیٹھ رہا کرتے تھے۔ اور شبانہ روز عبادت الہی کیا کرتے تھے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الہی کے علاوہ قدرت الہیہ پر تدبر و تفکر بھی داخل تھا۔ اور یہی آپ کی قدیم عبادت تھی۔ جسکو تحنث سے تعبیر کرتے ہیں۔ مولوی شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ غار حرا میں آپ تحنث یعنی عبادت کیا کرتے تھے۔ عینی شرح بخاری میں ہے۔

قبل ما کان صفۃ تعبدہ فاجیبت بان ذلک بالتفکر والاعتبار

سوال کیا گیا ہے کہ اوسوقت آپ کی عبادت کیا تھی۔ جواب کہ غور و فکر اور عبرت پذیری۔

یہ وہی عبادت ہے جو آپ کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبوت سے پہلے کی تھی۔ ستاروں کو دیکھا۔ تو چونکہ تجلی کی جھلک تھی۔ دھوکا ہوا۔ چاند نکلا تو اور شبہ ہوا۔ آفتاب پر اس سے زیادہ لیکن جب سب نظروں سے غائب ہوگئے تو بیساختہ پکار اوٹھے اِنِّیْ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۔ میں فانی چیزوں کو نہیں پسند کرتا۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ میں اپنا منہ اسی کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔

ایک[۵] مغربی مورخ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عبادت کی کیفیت اس طرح ادا کی ہے۔

سفر و حضر میں ہر جگہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ہزار سوال پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں؟ یہ غیر متناہی عالم کیا ہے؟ نبوت کیا شے ہے؟ میں کن چیزوں کا اعتبار کروں؟ میں کیا کام کروں؟ کیا کوہ حرا کی چٹانوں۔ کوہ طور کی سر بفلک چوٹیاں کھنڈر اور میدان کسی نے بھی ان سوالوں کا جواب دیا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ گنبد گردان۔ گردش لیل و نہار چمکتے ہوئے ستارے برستے ہوئے بادل۔ ان سوالوں کے جواب نہ دے سکے۔ سیرۃ النبی ص ۱۴۷ بحوالہ کارلائیل ہیروز

جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عالم خاص کو دیباچہ نبوت سمجھنا چاہیئے۔ اس عالم کی تکمیل کے بعد آپکے رویائے صادقہ ہونے لگے۔ اور ان کے ذریعہ سے انکشاف حقائق ہونے لگے۔ اس عالم سے نبوت و رسالت کی تمہید شروع ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کے شروع میں ہے اول ما بدء بہ رسول اللہ صلعم من الوحی الرویاء الصالحۃ فی النوم۔ جس چیز سے پہلے آنحضرت صلعم پر وحی الہی نازل ہوئی وہ سچے خواب ہوتے تھے۔ اور خواب ہی کے ذریعہ سے آپکے

[۵] اس عیسائی ماخذ کی عبارت کو پڑھکر اسپر واقعات کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ان معاملات کو قد عرف نفسہ عرف ربہ (جس نے اپنے نفس کو

اسرار منکشف ہونے لگے۔ جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے تھے بعینہ وہی پیش آتا تھا۔ سیرۃ النبی (حاشیہ زیرین)

اس سے ثابت ہوگیا کہ رویائے صادقہ بھی وحی الٰہی کا ایک شعبہ خاص ہے شاہد ہے اسکے ثبوت میں یَابُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ ذبح اسمٰعیلؑ کی پوری خبر حضرت ابراہیمؑ کو عالم خواب میں دکھلا دی گئی تھی۔ لیکن یہ بھی یقین کر لینا چاہیئے کہ یہ خواب انبیاء و مرسلین کے مقدس دائرے تک محدود تھے۔ ہمارے آپ کے خواب کو ان سے مناسبت نہیں [۱]

ابن سعد اسکے متعلق خود آنحضرت صلعم کے یہ اقوال نقل کرتے ہیں انا معشر الانبیاء تنام اعیننا ولا تنام قلوبنا ہم لوگوں (انبیاء علیہم السلام) کی آنکھیں سو جاتی ہیں۔ قلوب نہیں سوتے۔ پھر ارشاد فرماتے ہیں تنام عینائی ولا ینام قلبی میری دونوں آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا قلب نہیں سوتا۔ یہ حقیقت ہے انبیاء علیہم السلام کے خواب کی۔ خواب کی حالت خاص میں انبیا کے قلوب نورانی انکشاف حقیقت کے لئے بیدار اور کشادہ رہتے ہیں۔ اس بنا پر اکثر علمائے اسلام نے انبیا کے خواب کو بھی نفطان یعنی بیداری میں شامل کیا ہے قبل بعثت ایک معتد بہ زمانہ تک اسرار الٰہیات کے انکشافات رویائے صادقہ کے ذریعہ سے ہوتے رہے اسکے بعد ندا و الہام کے مدارج وحی آغاز ہوئے۔ طبری نے نہایت تفصیل سے اسکی کیفیت لکھی ہے۔ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

عن ابی بن کثیر قال سئلت اباسلمہ ای القرآن انزل اول فقال یا ایھا المدثر فقلت یقولون اقرا باسم ربک فقال اباسلمہ سئالت جابر بن عبد اللہ ای القرآن انزل اول فقال یا ایھا المدثر فقلت اقرا باسم ربک الذی خلق فقال لا احدثک الا ما حدثنا النبی صلعم قال جاورت فی حراء فلما قضیت جواری ھبطت فاستبطنت الوادی فنودیت فنظرت عن یمینی وعن شمالی و خلفی وقدامی فلم ار شیئا فنظرت فوق راسی فاذا ھو جالس علی عرش بین

ابن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ قرآن مجید میں کون سی آیت پہلے نازل ہوئی ہے ابوسلمہ نے کہا۔ یا ایھا المدثر۔ میں نے کہا لوگ تو کہتے ہیں اقرا باسم ربک سب سے پہلے نازل ہوا۔ ابوسلمہ نے جواب دیا کہ میں نے یہی سوال جابر ابن عبد اللہ انصاری سے کیا تھا اور اونھوں نے مجھے بتلایا تھا کہ قرآن میں سب سے پہلے یا ایھا المدثر نازل ہوا ہے میں نے بھی یہی اون سے کہا تھا۔ جابر بولے میں تمہیں وہی بتلاتا ہوں جو میں نے خود جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میں حسب المعمول غار حرا میں عزلت گزین تھا کہ خدا کا فرشتہ مجھ پر نازل ہوا اور مجھے ندا کی۔ میں نے دائیں۔ بائیں اور آگے پیچھے ہر چند اوس ندا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ پہچان لیا اوس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا) کے مطابق اور الانسان بصیر علی نفسہ (انسان اپنے نفس کا خود بینا ہے) کے حکم کے موافق ایسے ہی سوالات و جذبات قلب مبارک میں پیدا ہو کر آپ کو وجود باریتعالی کے کافی ثبوت پہونچاتے تھے [۱] عیسائیوں نے اس شعبہ وحی یعنی ذریعہ خواب کو بہت وسیع اور محض عام کر دیا ہے۔ اون کے نزدیک ہر شخص اس خواب (وژن) کی صلاحیت رکھتا ہے اس شعبہ وحی پر کیا موقوف ہے خصوصاً آجکل علمائے یورپ تو ہر شاعر کے کمال کو کمال نبوت سے مساوی اور مشتق بتلاتے ہیں نعوذ باللہ المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

السماء والارض فجثثت منہ فاتیت خدیجۃؑ فقلت دثرونی وصبوا علی ماء قال فدثرونی وصبوا علی ماء بارداً فنزلت یا ایھا المدثر۔

نہ کرنے والے کی تلاش کی لیکن کسی کو بھی نہ دیکھا۔ پھر مین نے سر اوٹھا کر اوپر دیکھا تو اوس ندا کنندہ کو آسمان و زمین کے درمیان معائنہ کیا۔ دیکھکر مجھپر جلال الٰہی کا رعب طاری ہوگیا۔ مین فوراً گھر لوٹ آیا اور خدیجہؑ سے کہا کہ مجھپر کپڑا ڈال دو میری منہ پر پانی چھڑک دو۔ یہ سنکر اونھون نے مجھپر کپڑا ڈال دیا۔ اور ٹھنڈا پانی میرے منہ پر ڈالا۔ تو وہ کیفیت زائل ہوگئی اسکے بعد آیہ یا ایھا المدثر نازل ہوا طبری ص ۱۱۵۴ مطبوعہ جرمن

صاحب رحمۃ العالمین نے مشکوۃ باسناد صحیحین اور تاریخ طبری کے متفقہ مرویات سے ماخوذ فرماکر اس واقعہ کو یون لکھا ہے۔

جب انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو نوین ربیع الاول سنہ ۴۱ میلادیہ (مطابق ۱۲ فروری سنہ ۶۱۰ع) کو بروز دوشنبہ۔ روح الامین۔ خدا کا حکم نبوت لیکر انحضرت صلعم کے پاس آیا۔ اسوقت انحضرت ؐ غار حرا مین تھے۔ روح نے کہا۔ اے محمدؐ بشارت قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسول ہین اور مین جبرئیل ہون۔ سفر السعادت مجد الدین فیروز آبادی۔ اسکے بعد نبی صلعم فوراً گھر مین آئے اور لیٹ گئے۔ بی بی سے کہا کہ مجھپر کپڑا ڈالدو (دثرونی) جب طبیعت مین قرار سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ مین ایسے واقعات دیکھتا ہون کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہوگیا ہے۔ مشکوۃ ص ۵۱۴۔

نزول اقراء حسب المعمول ایک دن (باسناد طبری ۱۸۔ رمضان سنہ ۴۱ عام الفیل مطابق سنہ ۶۱۰ع) جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا مین تشریف فرما تھے۔ کہ فرشتہ غیب (روح الامین) نے آکر آپ کو ان الفاظ ربانیہ مین بشارت دی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ

پڑھ (دعوت دے) اوس خدا کے نام کو۔ جس نے کائنات کو پیدا کیا جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھ اوس خدا کے بزرگ نام کو یعنی اوس خدائے بزرگ کے نام پر تمام لوگون کو دعوت دے۔ جس نے انسان کو وہ باتین سکھلائین کہ جنکو وہ نہین جانتا تھا۔

شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین:۔

آپ اس واقعہ کے بعد اوسیوقت گھر واپس تشریف لائے۔ تو جلال الٰہی سے لبریز تھے۔ آپ نے حضرت خدیجہؑ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لوا گئین اور جو عبری زبان جانتے تھے اور توریت و انجیل کے ماہر تھے اونھون نے انحضرت صلعم سے واقعہ کی کیفیت سنی تو کہا یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ پر اوترا تھا۔ روایت مین ہے کہ انحضرت صلعم کو ڈر پیدا ہوا۔ حضرت خدیجہؑ نے کہا کہ آپ متردد نہ ہون۔ خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑیگا۔ پھر وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لوا گئین تو اونھون نے آپ کی تصدیق کی۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بلا شبہ

یہ الفاظ نکلے "مجھکو ڈر ہے" لیکن یہ تردد و ہیبت - یہ اضطراب جلال الٰہی کا تاثر اور نبوت کے بار گران کی عظمت کا تخیل تھا آپ نے کیا دیکھا؟ ناموس اعظم نے کیا کہا؟ کیا کیا مشاہدات ہوئے؟ یہ وہ نازک باتیں ہیں جو الفاظ کا تحمل نہیں کرسکتیں

صحیح بخاری باب التعبیر میں ہے کہ چند روز تک وحی رک گئی - تو آنحضرت صلعم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتے کہ اپنے آپ کو گرادیں - دفعتًا حضرت جبریل نظر آجاتے تھے اور کہتے تھے - اے محمد - تم واقعی خدا کے پیغمبر ہو اس سے آپ کو اسوقت تسکین ہو جاتی تھی - لیکن جب پھر وحی کچھ دنوں تک رکجاتی تھی تو پھر آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے تھے - اور پھر حضرت جبریلؑ نمایاں ہوکر تسکین دیتے کہ آپ واقعی خدا کے پیغمبر ہیں

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے حصوں کی شرح میں معترضین کا اعتراض نقل کیا ہے کہ ایک پیغمبر کو نبوت میں کیونکر شک ہو سکتا ہے - اور یہ تو کسی عیسائی (ورقہ) کے کہہ دینے سے کیا تسکین ہو سکتی تھی - پھر ایک مشہور محدث کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ نبوت ایک امر عظیم ہے - اسکا تحمل دفعتًا نہیں ہو سکتا - پہلے آنحضرت صلعم کو خواب کے ذریعہ سے اس سے مانوس کیا گیا - پھر جب دفعتًا فرشتہ نظر آیا تو آپ بمقتضائے بشریت خوف زدہ ہوگئے - حضرت خدیجہ نے آپ کو تسکین دی پھر جب ورقہ نے آپ کی تصدیق کی تو آپ کو پورا یقین ہو گیا - محدث مذکور کے الفاظ یہ ہیں فلما سمع کلامه ایقن بالحق واعترف به جب آپ نے ورقہ کا کلام سنا تو آپ کو حق کا یقین آگیا اور آپنے اس کا اعتراف کرلیا - محدث مذکور اسکے بعد لکھتے ہیں کہ وحی بار بار اس لئے رک جاتی تھی کہ آپ رفتہ رفتہ اسکی برداشت کرنیکے قابل ہو جائیں - فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب التعبیر جلد ۱۲ ص ۳۱۷ مطبوعہ مصر

لیکن جبکہ ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبوت سے پہلے جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے تھے - اسکی تمام شاخیں آپ پر جھک آئیں - جس سے راہب بحیرا نے آپ کے نبی ہونیکا یقین کرلیا جبکہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اوس پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھکو سلام کیا کرتا تھا - جبکہ صحاح میں موجود ہے کہ نبوت سے پہلے فرشتوں نے آپ کا سینہ چاک کیا - اور جسمانی آلایش نکال کر پھینکدی تو خود ان روایتوں کے روایت کرنے والے کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ فرشتہ کا نظر آنا ایسا واقعہ تھا کہ جس سے آپ اسقدر خوف زدہ ہو جاتے تھے - کہ ایک دفعہ تسکین ہوکر بھی بار بار اضطراب ہو رہا تھا - اور اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دینے کا ارادہ کرتے تھے - اور بار بار حضرت جبریل کو اطمینان دلانے کی ضرورت ہوتی تھی - کیا کسی اور پیغمبر کو بھی ابتدای وحی میں کبھی شک ہوا تھا - حضرت موسیٰؑ نے درخت سے آواز سنی کہ میں خدا ہوں تو کیا انکو کوئی شبہ پیدا ہوا تھا؟

حافظ ابن حجر وغیرہ کی پیروی کرنیکی ہمکو ضرورت نہیں - ہمکو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ خود اصل روایت بہ سند مرفوع متصل ہے یا نہیں - یہ روایت امام زہری کے بلاغات سے ہے یعنی سند کا سلسلہ زہری تک تمام ہو جاتا ہے اور آگے نہیں بڑھتا - چنانچہ خود شارحین بخاری نے تصریح کر دی ہے - ظاہر ہے کہ ایسے عظیم الشان واقعہ کے لئے

سند مقطوع کافی نہین۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۴، ۱۵

الحمد للہ شبلی صاحب کی آنکھین کھل گئین۔ اور وہ بہت جلد اپنے اسلاف کی غلط فہمیون کو سمجھ گئے اور اس بنا پر تقلید اسلاف کی کچھ حد بھی ہے۔ آخر کہان تک؟ آپ کو بزرگان سلف پر طیش آ ہی گیا۔ اور پھر و فور طیش مین آپ نے بلا تامل اور بلا خیال پس و پیش کتب صحاح سے لیکر ابن حجر اور امام زہری تک۔ ایک ایک کی پوری خبر لے لی۔ نہ بخاری صاحب کا ادب کیا اور نہ مسلم صاحب کا لحاظ۔ اور نہ خود اسوقت کی پرجوشی مین اپنے اعترافات و مسلمات کا کوئی خیال رہا۔ جسکو آپ اپنے دست و قلم سے باین الفاظ دیباچہ سیرۃ النبی مین لکھ چکے تھے کہ صحیح بخاری اور مسلم نے ایک غلط کیسی ضعیف تک روایت اپنی کتابون مین نہین لکھی۔ اب انھین شبلی صاحب نے ان حضرات کی اتنی مرویات پر سرے سے قلم پھیر دیا۔ اب شبلی صاحب خود فرمائین کہ آپ کا دیباچہ والا یہ اصول کہ حدیثون کی کتابون کو تاریخ و سیرت کی کتابون پر ضرورتر جیح ہے اسلئے کہ اونمین ایک حدیث بھی غلط اور ضعیف نہین۔ آپ ہی کے اس تنقید و تردید سی صحیح ثابت ہوا یا غلط۔ لاحول و لا قوۃ۔ اس عبارت تنقیدی کو تمام کرکے نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ چونکہ مرقومہ بالا روایت امام زہری کے بلاغات سے ہے اسلئے نہ قابل اعتبار ہے نہ لایق استناد۔

اسوقت اپنی ضرورت سے آپ جو چاہین کہہ لین۔ لیکن سب سے پہلے تو سوال بخاری و مسلم صاحبان سی ہے کہ یہ حضرات نقادان فن اور استادان احادیث کیسے تھے جو روایات مین بلاغات اور متصلات کی بھی تمیز نہین رکھتے تھے شبلی صاحب امام زہری کو ضرورت وقتی سے مجبور ہوکر جیسا کچھ نہ کہدین۔ مگر خدا کے لئے۔ آگے پیچھے کا بھی خیال رکھین انھین امام زہری کی مدح و ثنا مین (دیباچہ ص ۱۵) کتنی خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ ذرا اوسکا بھی خیال رہے۔ اور اگر اوپر نہین خیال کیا جاتا تو اصول عقائد کے مطابق تو ادب اسلاف تو ضرور واجب ہے۔ دیکھئے امام زہری کون ہین؟ تابعین ہین! در خیر التابعین کے القاب اضافی سے ہمیشہ کتابون مین ذکر کئے جاتے ہین۔ پھر تابعین کی مرویات کو آپ کے علمانے اتنا مرتبہ دے رکھا ہے کہ مرویات صحابہ اون سے فروتر ہین۔ اور تابعین کے مرویات مین یہ ایسی خصوصیت ہی جسکو آپ مجھسے بہتر جانتے ہین۔ ایسی حالت مین بلاغات و مرسلات تابعین کی نسبت آپ نہ زبان ہلا سکتے ہین اور نہ ایک حرف منہ سے نکال سکتے ہین۔ تا وقتیکہ تقلید اسلاف کا قلادہ گردن سی نہ اوتار لیجیے اور ان تمام غلط اصول عقائد صحابہ و تابعین کو اپنے ہاتھون سے نہ مٹا لیجئے۔ فافہم فتدبر

شبلی صاحب کی غلط فہمی کی اصلاح

شبلی صاحب کی اتنی صفائی اور خامہ فرسائی کی کوششون کے بعد بھی ہم دیکھتے ہین کہ معترضین کے اعتراض اپنی جگہ پر ویسے کے ویسے ہی قایم ہین۔ اور آپ ہون یا آپ کے اسلاف کسی صاحب سے حقیقتاً اصل مدعاے اعتراض کا جواب نہو سکا آپ نے اپنے قدیم طریقہ تکذیب و تضعیف رواۃ و مرویات کا خانگی جھگڑا پیش کرکے جواب تو خاک دیا صریح دفع الوقتی

کر دی۔ آپ کو بار بار لکھکر بتلا دیا گیا کہ مخالفین اسلام کے اعتراضوں کے مقابلے میں اپنے رواۃ و مرویات کی تکذیب و تضعیف کی ترکیب مفید کار نہ ہوگی۔ وہ اسکے جوابدہ نہیں ہو سکتے۔ کہ آپ کا فلان راوی قابل وثوق ہے یا نہیں۔ یا اوسکی فلان روایت قابل اعتماد و استناد ہے یا نہیں اگر وہ راوی اور اونکی روایتیں جھوٹی ہیں یا سچی تو وہ آپ کی ہیں اور آپ ہی تنہا اسکے جوابدہ ہیں۔ اس بنا پر یہ آپ کی مرقومۂ بالا عبارت تنقیدی معترضین کے لئے قابل تشفی و اطمینان نہیں۔ باوجود آپ کی اتنی طولانہ صفائی کے بھی معترضین کا یہ اعتراض کہ پیغمبر عرب کو (نعوذ باللہ) نزول وحی ہونے پر بھی اپنی نبوت کا یقین نہ آیا۔ یہانتک کہ جبرئیل کے بار بار یقین دلانے پر بھی پورا تیقن نہوا لیکن ایک مرد عیسائی مذہب ورقہ بن نوفل کے کہدینے سے آپ کو اپنی نبوت پر اعتماد و اعتبار کلی حاصل ہوگیا۔ ابھی آپ کے ذمہ باقی ہے۔

قیامت کی کہ آپ نے سند میں ایک لا معلوم الاسم محدث کا یہ قول لکھدیا فلما سمع کلامہ ایقن بالحق واعترف۔ جب آپ نے اوسکا (ورقہ بن نوفل کا) کلام سنا تو آپ کو حق کی پہچان ہوئی۔ اس نے معترضین کی تعریض کو پوری تقویت پہنچا دی۔ خوف الٰہی طاری ہونے تک کا جواب۔ آپ کے گمنام محدث نے جس کا نام اور جسکی کتاب کا نام خدا جانے کس مصلحت سے آپ تبلانا نہیں چاہتے تو مناسب اور فی الواقع ہے لیکن ورقہ سے دریافت کرکے اعتراف نبوت حاصل کرنیکو لکھکر اس نے تو ایسی فاش غلطی کی ہے کہ حقیقتاً شان مخصوصہ نبوت اور صفات منصوصۂ رسالت ہی پر قلم پھیر دیا۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ شبلی صاحب نے بھی باین دعوئے دقیق النظری اسپر کوئی توجہ نہین فرمائی۔ لیکن دنیا حقیقت شناسوں سے خالی نہین۔ اگر ایک آپ کی نظر اصلیت اور حقیقت تک نہ پہونچ سکی تو کیا مولوی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری۔ صاحب رحمۃ العالمین کسیقدر اسکی حقیقت تک پہونچ گئے اور اونھون نے مفصلۂ ذیل عبارت مین معترضین کا ایک حد تک اطمینان دہ جواب دیا ہے۔

اس واقعہ (نزول وحی) کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرا گھر مین آئے اور لیٹ گئے بیوی سے کہا کہ مجھپر کپڑا ڈال دو جب طبیعت مین ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ مین ایسے واقعات دیکھتا ہون کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے اس فقرے سے حضور کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا۔ خدیجۃ الکبریٰ نے کہا۔ نہین آپ کو ڈر کا ہے کا ہے مین دیکھتی ہون کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے سچ بولتے۔ رانڈون یتیمون اور بیکسون کی دستگیری کرتے ہین اور مہمان نوازی فرماتے ہین۔ اہل مصیبت زدون سے ہمدردی کرتے ہین۔ خدا آپ کو کبھی اندوہگین نہ فرمائیگا (بحوالہ مشکوٰۃ باسناد صحیحین)

اب خدیجۃ الکبریٰ کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اسلئے وہ نبی صلعم کو ساتھ لیکر اپنے رشتہ کے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئین۔ حضرت خدیجہؑ کی درخواست پر نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبرئیل کے آنے۔ بات کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ ورقہ فوراً بول اوٹھا یہی وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش مین جوان ہوتا۔ کاش مین اوسوقت تک زندہ ہوتا۔ جب آپ کو آپ کی قوم نکالدے گی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا قوم مجھے نکالدے گی۔ ورقہ بولا ہاں۔ اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی اوس سے شروع میں عداوت ہی ہوتی رہی ہے۔ کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضور کی نمایاں خدمت کروں ۔مشکوٰۃ باسناد صحیحین ص ۵۱۴

عبارت مرقومہ بالا کے اُن الفاظ سے جن پر خط کھینچدیا گیا ہے کسقدر حقیقت کا انکشاف ہوگیا ہے حقیقت واقعہ یہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بعثت اور حصول منصب رسالت کے متعلق نزول ملک اور نزول وحی کے وقت ہی سے ایسا یقین واثق ہوگیا تھا کہ کسی سے استفسار و افادہ کی مطلق ضرورت نہیں تھی جو شان رسالت و منصب نبوت سے عقلاً اور نقلاً مستبعد ہے۔ اور درحقیقت یہ یقین یہ استغنا رسالت کا عین مدعا اور نبوت کا خاص مقتضا تھا۔ حضرت خدیجہ عا نے (اگر رویات صحیحین صحیح ہیں) غالباً اپنے اطمینان قلب اور مزید تشفی کے لئے ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو بیجا کر اسوجہ سے آپ کے بیان کی تصدیق و توثیق کرنی ہوگی کہ وہ علی الاکثر کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایک رسول ظاہر ہونے والا ہے۔ جو ابلیس اور اوسکے لشکر پر غالب آئے گا۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خدیجہ ع تصدیق رسالت کی غرض سے اپنے برادر عمزاد ورقہ کے پاس خود آپ کو لیکر تشریف لیگئی تھیں۔ جناب رسول مقبول صلعم نہ خود ورقہ کے پاس تصدیق رسالت کی غرض سے گئے تھے اور نہ آپ نے خود خدیجہ کو بھیجا تھا۔

شبلی صاحب تقلید اسلاف کے ایسے والہ و شیدا ہیں کہ واقعہ کی حقیقت و اصلیت بھی اصل ماخذوں میں تلاش کرلینا پسند نہیں فرماتے۔ اس واقعہ کی نسبت چونکہ غلط طور پر عموماً مشکوٰۃ صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں یہ نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم خود یا حضرت خدیجہ ع آنحضرت ص کو لیکر ورقہ کے پاس آئیں۔ اور جب ورقہ نے آپ کے بیان لے کر آپ کے دعوئی رسالت کی تصدیق کرلی۔ تب آنحضرت صلعم کو اپنی رسالت کا یقین ہوا جیسا کہ ابھی ابھی صحیحین کے حوالہ اور مشکوٰۃ کی عبارت سے تحریر ہوچکا۔ شبلی صاحب نے بھی بے دیکھے بھالے اسی کو حرف بحرف نقل فرمادیا۔ کم سے کم آپ نے تاریخ طبری اوٹھا کر اس واقعہ کو اوس میں دیکھہ لیا ہوتا تو آپ کو فوراً حقیقت کا پتہ لگ جاتا۔ اور کتب تاریخ پر کتب حدیث کو ہر مقام و موقع پر ترجیح دیے جانیکا غلط معیار جو آپ نے دیباچہ کتاب میں قایم کیا ہے ثابت ہوجاتا۔ امام المورخین ابن جریر طبری مفصلۂ ذیل عبارت میں اسواقعہ کی حقیقت یوں لکھتے ہیں۔

فقالت خدیجة ابشر یا ابن عم واثبت فوالذی نفس خدیجة بیدہ انی لارجوا ان تکون نبیّ ھذہ الامة ثم قامت فجمعت علیھا ثیابھا ثم انطلقت الی ورقة بن نوفل بن اسد وھو ابن عمھا وکان ورقة قد تنصّر وقرأ

بیان نزول وحی کو آنحضرت صلعم سے سُنکر حضرت خدیجہ ع نے کہا یا ابن عم آپ کو بشارت ہو۔ آپ نے جو کچھ کہا وہ سب صحیح و ثابت ہے۔ اور اوس خدا کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں خدیجہ کی جان ہے۔ مجکو یقین ہے کہ آپ اس اُمت کے نبی ہیں یہ کہکر حضرت خدیجہ اوٹھ کھڑی ہوئیں۔ اپنے کپڑے پہنے اور اپنے

الکتب و اسمع من اھل التوراۃ والانجیل فاخبرتہ مما اخبرھا بہ رسول اللہ صلعم انہ رای وسمع فقال ورقہ قدوس قدوس والذی نفس ورقہ بیدہ لئن کنت صدقتنی یا خدیجۃ لقد جاءہ الناموس الاکبر یعنی بالناس جبریل علیہ السلام الذی کان یاتی موسیٰ وانہ لنبی ھذہ الامۃ فقولی لہ فلیثبت فرجعت خدیجۃ الی رسول اللہ صلعم فاخبرتہ بقول ورقہ

طبری ص ۱۱۵۱ مطبوعہ جرمن۔

عم زاد ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس آئین۔ ورقہ عیسائی طریق کے آدمی تھے عیسائی علما سے علم توریت وانجیل حاصل کر چکے تھے جب خدیجہؓ نے ورقہ سے وہ خبرین بیان کین جو رسول اللہ صلعم سے سُنکر آئی تھین اور ورقہ نے انکو سُن لیا اور اوسپر غور کیا تو پکار اٹھا قدوس۔ قدوس۔ اوسکی قسم جسکے قبضہ قدرت مین ورقہ کی جان ہے اگر یہ سچ ہے۔ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے تو اے خدیجہؓ وہ ناموس اکبر یعنی جبرئیل علیہ السلام ہین۔ یہ وہی ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا اور تحقیق کہ وہ آنحضرت (صلعم) اس اُمت کے نبیؐ ہین میری طرف سے جاکر اون سے کہدو کہ وہ اپنے مدعا پر ثابت قدم رہین۔ یہ سنکر جناب خدیجہ وہان سے واپس آئین۔ اور جو کچھ ورقہ نے کہا تھا سب آکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کر دیا۔

کہئے تاریخ طبری کے مرقومہ بالا عبارت سے یہ کہان ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم خود بغرض تصدیق رسالت ورقہ بن نوفل کے پاس گئے۔ یا جناب خدیجہؓ اس غرض سے آپ کو لوا گئین۔ جیساکہ صاحب مشکوٰۃ نے صحیحین کے اسناد سے لکھکر بتلایا ہے۔ تو ایسی حالت مین معترضین کے اعتراض کی تائید آپ ہی کی کتب حدیث سے ہوئی نہ کہ تاریخ سے۔ تو پھر اونکی تردید و تنقید کی آپ کیسے ہمت کر سکتے ہین۔ اسی وجہ خاص سے تو آپ کے گمنام محدث صاحب نے بھی مرویات صحیحین ہونے پر اعتبار کرکے اسکو قبول کر لیا ہے اور لکھدیا الیقن بالحق واعترف لہ اور آپ نے بھی تقلیداً اُسے تسلیم کر لیا۔ شبلی صاحب حالت موجودہ سے خود سمجھ لین کہ معترضین کے اعتراض کا جواب کہان ہوگا۔ یہ روداد تو عین اقبال وایجاب بتلاتی ہے۔ اب فرمایا جائے کہ ایسا سراپا غلط واقعہ جو سراسر مناقص رسالت ہے۔ آپ کی حدیث کی کتابون مین نقل ہے یا تاریخ کی کتابون مین خود ملاحظہ فرما لیا جائے۔ تاریخ مین جو واقعہ نقل ہے اوپر لکھدیا گیا ہے۔ اوسمین جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ معیار رسالت اور اقتدار نبوت کے بالکل مطابق ہے۔ بخلاف اسکے جو کچھ آپکی حدیث کی کتابون مین لکھا گیا ہے۔ وہ شان رسالت اور نبوت کے سراسر مخالف اور مناقص ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی معترضین کے تمام اغراض کی بنا ہے۔ جب صورت حال ایسی قایم ہوتی ہے تو آپ ناحق موقع وبےموقع تاریخ کی کتابون پر حدیث کی کتابون کو ترجیح دیتے ہین۔

نہ شبلی صاحب کو خبر ہے اور نہ اون کے آئمہ حدیث کو کہ ورقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب ملے وہی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ نزول وحی۔ اور حصول رسالت کے بعد جب اس نعمت کے ادائے شکریہ کے لئے آپ خانہ کعبہ مین تشریف لیگئے تو وہان ورقہ سے ملاقات ہوئی۔ اور جس تقدیس وعظمت سے ورقہ نے آپ کی تعظیم وتکریم کی وہ تاریخ

طبری کے مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

فانصرف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الکعبۃ فطاف بہا فلقیہ ورقۃ بن نوفل وھو یطوف بالبیت فقال یا ابن اخی اخبرنی بما رأیت او سمعت فاخبرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لہ ورقۃ والذی نفس ورقۃ بیدہ انک لنبی ھذہ الامۃ ولقد جاءک الناموس الاکبر الذی جاء الی موسی ولتکذبنہ ولتؤذینہ ولتخرجنہ ولتقاتلنہ ولئن انا ادرکت ذلک لانصرن اللہ نصرا یعلمہ ثم ادنیٰ راسہ فقبل یافوخہ

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں طواف کرنیکی غرض سے تشریف لیگئے ورقہ آپ کو طواف میں مشغول دیکھکر آپ کے پاس سے چلے آئے اور کہنے لگے اے میرے بھتیجے تم نے کیا چیزیں مشاہدہ کی ہیں یا سنی ہیں مجھے کہو تو۔ جناب رسول خدا نے تمام باتیں اون سے کہدیں۔ ورقہ سنکر کہنے لگے قسم ہے اوسکی جسکے قبضہ قدرت میں ورقہ کی جان ہے۔ کہ تم اس امت کے نبی ہو۔ اور بیشک تمپر وہی ناموس اکبر نازل ہوا ہے۔ جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا ہے لوگ تمہاری تکذیب کرینگے تمہیں ایذا دینگے۔ تمہیں خارج البلد کرینگے اور تمہارے ساتھ جنگ و قتال کرینگے۔ اگر میں اوس زمانہ تک زندہ رہا تو میں تمہاری نصرت کرتا۔ اور خدا تمہاری نصرت کریگا۔ پھر اپنا سر قریب لاکر آپ کی پیشانی نورکا بوسہ لیا ص ۱۲۵۲ ج ۳ میں

یہ شاہدہ تاریخی صاف صاف بتلا رہا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو خود ورقہ کے پاس گئے اور نہ آپ کو کوئی اونکے پاس لے گیا۔ بلکہ نزول جبرئیل اور وصول اقرار معاودت دولت سرا اور تصدیق و ایجاب حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔ غرض ان تمام واقعات کے بعد جب آپ حسب معمول خانہ کعبہ کے طواف کے لئے تشریف لیگئے تو آپ کو ورقہ ملے اور جو کچھ فیمابین گفتگو ہوئی وہ طبری کی زبانی اوپر نقل کردی گئی۔ قریب قریب تمام تاریخوں کا اسی پر اتفاق ہے۔ اور حقیقتاً واقعہ بھی یہی ہے اور اتنا ہی ہے۔ باقی سب کتابوں کا طومار ہے۔ اور زیادہ تر انھیں طومار سے عیسائی معترضین نے اپنے گمراہانہ اور مغویانہ دفتر سیاہ کئے ہیں۔ تعجب ہے کہ متعصبین یوروپ۔ تاریخ طبری میں اوسکی حقیقت حال کو دیکھکر جسے خود اونھوں نے اپنے چھاپکر شایع کیا ہے۔ ذرا بھی شرماتے نہیں۔

حدیثوں کی اسی طومار بیکار کے سلسلہ میں التوائے وحی کی حالتوں میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتشار و اضطراب کے متعلق اونکا یہ بیان کہ نعوذ باللہ۔ آپ پہاڑ کی چوٹیوں پر سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے تھے اور اس اضطراب و التھاب کی خاص اور انتہائی حالتوں میں خدانخواستہ آپ اپنی جان عزیز دیدینا چاہتے تھے بالکل لغویات اور مہملات ہیں جسکی تردید و تکذیب خود شبلی صاحب بھی فرماتے ہیں۔ لیکن ہمکو بھی اتنا لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ خدا کا سچا رسول جو خاصکر جائز اور ناجائز امور۔ حلال اور حرام کا سب سے بہتر جاننے والا اور ان امور کے متعلق صحیح طریقہ عمل بتلانیوالا ہو۔ قتل النفس خودکشی کے ایسے اخلاقی۔ مذہبی اور سیاسی جرم پر اقدام کرنے اور نعوذ باللہ حرام موت مرنے پر آمادہ ہوگا۔ ان ہذا بعد الابعاد۔ کیا جاہل سے جاہل بھی کوئی مسلمان اسکو مانے گا۔

اس میں کلام نہیں کہ کچھ دنوں تک وحی کے رک جانے سے آپکو ایک فکر و تعلق لاحق حال ضرور ہو جاتا تھا اور

یہ آپ کے خشیۃ اللہ کا باعث تھا۔ اور پھر جب وحی آنے لگتی تھی تو فوراً اطمینان خاطر بھی ہو جاتا تھا۔ بات اتنی تھی کتنی بڑھا دی گئی۔ افسوس ہے کہ بات بڑھانے والوں نے اپنی باتوں کو تو بہت کچھ بڑھا دیا لیکن رسول اللہ صلعم کی شان رسالت کو بالکل گھٹا دیا۔ ان تمام طومار اور قیاسات دور از کار کا خلاصہ یہ ہے جیسا کہ شہود تاریخی سے کھسکر تبلا دیا گیا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ خود ورقہ کے پاس گئے اور نہ کوئی آپ کو اونکے پاس لیگیا۔ رسول صلعم کو علم لدنیؐ کے ذریعہ سے اپنی رسالت و نبوت کا بالنفس النفیس خود یقین کامل تھا اور کسی کی تصدیق و توثیق کی مطلق ضرورت نہیں تھی۔

نزول وحی کو تنزیل اقرا سے آغاز سمجھنا۔ دوسری غلط فہمی ہے۔ جو اکثر علمائے حدیث و تاریخ کو پیدا ہو گئی ہے اس سے قبل جیسا کہ ہم اقسام وحی کے بیان میں مختصراً لکھ چکے ہیں۔ انوار تجلیات کے مشاہدات رویاے صادقہ کے واقعات نداو صدائے غیب کے خطابات اور القاء والہام کے خاص حالات مختلف صورتوں میں قبل از نزول وحی روح القدس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منکشف ہوا کرتے تھے۔ اور یہی مدارج وحی الٰہی ہیں جنکی علما و حکمائے اسلام نے نشر قسمیں تبلائی ہیں۔ زرقانی شارح مواہب لدنیہ نے منجملہ نشر اقسام وحی کے چھ صورتوں کو نہایت تفصیل سے اپنی کتاب کی جلد اول صفحہ ۲۰۷-۲۰۸ تک میں بیان کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نزول وحی کی ابتدا اسی واقعہ سے نہیں ہوئی۔ بلکہ نزول قرآن اور رسالت و نبوت کا اعلان آج ہی کے دن ہوا۔ آج تک خدا کا رسولؐ تبلیغ و تعلیم دین الٰہی کے لئے ماذون و مامور نہیں فرمایا گیا تھا گویا آج سے وہ منصب تبلیغ رسالت اور عہدہٗ ارشاد و ہدایت پر منجانب اللہ ماذون فرمایا گیا۔ حقیقت اتنی تھی قیاسات وظنیات کا اتنا طومار لگا دیا گیا کہ اللہ کی پناہ۔

تبلیغ رسالت

نبوتؐ کا پہلا سوال

شبلی صاحب قمطراز ہیں۔

خاتم الانبیاء علیہ وآلہ التحیۃ والثنا کا کام خود سلامت رہکر عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم کو فروغ اسلام سے منور کر دینا تھا۔ اس لئے نہایت تدبیر اور تدریج سے کام لینا پڑا۔ سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ یہ پر خطر راز پہلے کس کے سامنے پیش کیا جاوے۔ اس غرض کے لئے صرف وہ لوگ انتخاب کئے جاتے تھے۔ جو فیضیاب صحبت رہچکے تھے۔ جنکو آپکے اخلاق و عادات کی ایک ایک حرکات و سکنات کا تجربہ ہو چکا تھا۔ جو پچھلے تجربوں کی بنا پر آپ کے صدق دعوی کا قطعی فیصلہ کر سکتے تھے یہ لوگ حضرت خدیجہؓ آپ کی حرم محترم تھیں۔ حضرت علیؑ تھے جو آپ کی آغوش تربیت میں

پہلے تھے۔ زیدؓ تھے۔ جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور بندۂ خاص تھے حضرت ابوبکرؓ تھے جو برسوں سے فیضیاب خدمت تھے سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہؑ کو یہ پیغام سُنایا۔ وہ سننے سے پہلے مومن تھیں۔ پھر اور بزرگوں کی باری آئی اور سب ہمہ تن اعتقاد تھے" سیرۃ النبی ج

یہ تدریج و تدبیر بھی رسول صلعم کی ذاتی تجویز نہیں تھی۔ بلکہ قدرت کی تدبیر تھی اور مشیت کی ترتیب۔ اسمین کوئی کلام نہیں کہ یہ بہت بڑا راز تھا۔ ہم شبلی صاحب کی طرح اسکو پرخطر تو کہہ نہیں سکتے۔ پُر اثر البتہ کہہ سکتے ہیں۔ اور کیونکر نہوتا۔ خداوند عالم اسی راز کو نبا العظیم کے خاص الفاظ سے تعبیر فرما چکا ہے۔ اور یہ امر بھی بالکل مطابق فطرت ہے کہ انسان اپنے تمام راز کا بالعموم آغاز انکشاف اپنے معتبر ترین محرم راز سے کرتا ہے۔ اور اس صفت خاص میں جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے بڑھکر ممتاز اور کون ہو سکتا ہے۔ خدا کے محرم راز نے۔ خدا کے اس راز کو سب سے پہلے اپنے محرم راز سے کہا۔ صدیقہ کبریٰ نے فوراً تصدیق کر لی۔ شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ آپ نے حضرت خدیجہؑ کو یہ پیغام سُنایا۔ وہ سننے سے پہلے ہی مومن تھیں۔ بالکل واقعہ ہے۔ نہ کوئی قلم آرائی ہے نہ طبع آزمائی۔ اب اسکی حقیقت اور واقعیت طبری کے خاص الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمۃ عن ابن اسحاق واما بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ای ما جاءک من اللہ من نعمۃ و کرامۃ من النبوۃ فحدث ای ذکرھا وادع الیھا قال فجعل رسول اللہ صلعم یذکر ما انعم اللہ علیہ وعلی العباد بہ من النبوۃ سراً الی من یطمئن الیہ من اھلہ فکان اول من صدقہ وآمن بہ واتبعہ من خلق اللہ فیما ذکر زوجتہ خدیجۃ بنت خویلد رحمھا اللہ

طبری ص ۱۱۵۶

ابن حمید سلمہ سے اور سلمہ ابن اسحاق سے۔ آیہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ یا رسول صلعم جو نعمت کہ خدا طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے تم لوگوں سے اوسکو بیان کرو یعنی امور نبوت جو تم پر منبذل ہوئے ہیں۔ اونکو بندگان الٰہی سے بیان کرو۔ اور اسکی طرف لوگوں کو بلاؤ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس آیہ کے نزول کے بعد سے آنحضرت صلعم نعمتہائے نبوت اور کرامتہائے رسالت کو۔ جو آپ پر تبلیغ عبادت کی غرض سے نازل فرمائی گئیں تھیں بیان کرنے پر مستعد ہوگئے لیکن آپ نے اوسکو بالکل بطور راز پہلے اپنے لوگوں سے ظاہر کیا جن لوگوں پر آپ کو پورا اطمینان تھا۔ اور انمین سب سے پہلے یہ راز جس سے بیان کیا گیا وہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھین جو تمام بندگان الٰہی مین سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کرنیوالی۔ آپ پر ایمان لانیوالی اور آپ کی اطاعت و اتباع فرمانے والی ہوئین۔ خدا اون پر رحم فرمائے۔ اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ اودھر مخبر صادق کی زبان سے دعوۃ اسلام کے الفاظ نکلے اودھر صدیقہ کے لبہائے مطہر سے لبیک کے جواب تصدیقی برآمد ہوئے۔ اس واقعہ سے تو حضرت خدیجہ کا استعجال فی الایجاب ثابت ہوا

اب شبلی صاحب کے اس لکھنے کا بھی کہ حضرت خدیجہؑ اس پیام کے سننے سے پہلے مومن تھیں۔ ثبوت بھی ملاحظہ ہو۔

فقالت خدیجہ یا ابن عم لعلک رأیت شیئا قال فقلت لہا نعم ثم حدثتہا بالذی رأیت فقالت ابشر یا ابن عم واثبت فوالذی نفس خدیجہ بیدہ انی لارجوان تکون ھذہ الامۃ

جب آپ نزول وحی سے مشرف اور جلال الٰہی سے سراپا موثر ہو کر دولتسرا میں تشریف لائے تو آپ کے اس غیر معمولی انداز و حال کو دیکھکر جناب خدیجہؑ نے پوچھا کہ کیا آپ نے آج کچھ (نیا مشاہدہ) دیکھا ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ پھر جو کچھ نزول فرشتہ اور وصول وحی الٰہی کے متعلق مشاہدہ فرمایا گیا تھا جناب خدیجہؑ سے ارشاد فرمایا گیا یہ سنکر جناب خدیجہؑ نے فرمایا۔ اے ابن عم آپ کو بشارت ہو۔ آپ اپنے ارادے پر ثابت قدم رہئے۔ اوس خدا کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں خدیجہ کی جان ہے مجھے یقین ہے کہ آپ اس امت کے پیغمبر ہیں۔

طبری صفحہ ۱۱۵۱۔

اس واقعہ سے ثابت ہوگیا کہ جناب رسولخدا صلعم نزول وحی کے مشاہدات کا صرف وہ پہلا تھا کہ جناب خدیجہؑ نے اوسکی تصدیق فرمائی۔ حالانکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسوقت کے بیان سے تبلیغ و دعوت منظور نہیں تھی بلکہ صرف اظہار حالت کیونکہ حضرت خدیجہ نے آپ پر ایک نئی حالت طاری دیکھکر استعجابًا استفسار کیا تھا۔ اوس کے جواب میں جو حالت خاص تھی بیان کر دیگئی یہ سنتے ہی جناب خدیجہؑ نے جس استقلال و استقامت سے تصدیق رسالت فرمائی ہے۔ وہ الفاظ مندرجہ بالا سے ثابت ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ اسوقت تک آنحضرت صلعم نے دعوت کے قصد سے جناب خدیجہؑ سے نہ ارشاد رسالت کیا تھا اور نہ خود خدیجہ کبریٰ نے اسوقت تک ورقہ کے پاس جاکر رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اپنا اطمینان کیا تھا۔ ان تمام صورتوں میں یہ تاریخی واقعہ جناب خدیجہؑ کی تصدیق صاف الفاظ میں قبل از اجرائے دعوت نبوت ثابت کرتا ہے۔ اس لئے شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ سننے سے پہلے جناب خدیجہ مومن نہیں۔ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے

عالم تاریخ کے علاوہ دنیائے حدیث میں صدیقہ کبریٰ سلام اللہ علیہا کی تصدیق رسالت میں سبقت ملاحظہ فرمائی جائے۔ امام قسطلانی تحریر فرماتے ہیں۔

وکان اول من امن باللہ وصدق وصدیقۃ النساء خدیجۃ

سب سے پہلے جو خدا پر ایمان لایا اور تصدیق رسالت کی وہ صدیقۃ النساء خدیجہ ہیں

علامہ عبدالباقی زرقانی اسکی شرح میں لکھتے ہیں۔

قال ابن اسحاق وموسی ابن عقبہ والواقدی والاموی وغیرھم وقال النووی وھو الصواب عند جماعۃ من المحققین وحکی الثعلبی وابن عبدالبر والسہیلی علی الاتفاق وقال ابن الاثیر لم یتقدمہا رجل ولا امراءۃ باجماع المسلمین۔ زرقانی جلد اول ص ۲۳۴

ابن اسحاق۔ موسیٰ ابن عقبہ۔ واقدی اور اموی وغیرہم کا بھی یہی قول ہے اور امام نووی کہتے ہیں کہ جماعت محققین کا بھی یہی مختار و متفق علیہ امام ثعلبی۔ علامہ ابن عبدالبر اور امام سہیلی بھی اسی پر اتفاق کرتے ہیں ابن اثیر لکھتے ہیں کہ تمام جماعت مسلمین میں کوئی مرد یا کوئی عورت حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا سے پہلے اسلام نہیں لائی۔

امام قسطلانی قبل از دعوت حضرت خدیجہ کی تصدیق رسالت کے واقعہ کو جسکو ہم کسیقدر اوپر لکھ آئے ہیں بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

فقال لها علیه الصلوٰة والسلام خشیت علی نفسی فقلت له ابشر فوالله لا یحزنك الله ابدا ثم استدلت بما فیه من الصفات والاخلاق والشیم علی ان من كان كذلك لا یخزی ابدا۔ مواہب لدنیہ

واقعہ نزول وحی بیان فرماکر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ آپ کو بشارت ہو خدا کی قسم خدا تمہارے ساتھ کوئی مواخذہ نہیں کریگا اور اپنے اس قول پر آنحضرت صلعم کے محاسن عادات اور مکارم اخلاق کے تمام صفات موجودہ کو بیان فرماکر ارشاد کیا کہ جو شخص ان صفات حسنہ سے موصوف ہو اوسکے ساتھ کبھی کوئی مواخذہ نہیں کیا جا سکتا۔

اسکی شرح میں علامہ زرقانی رقمطراز ہیں۔

وھو من بدیع علمها وقوة عارفتها۔ یہ استدلال حضرت خدیجہ کے کمالات علم ویقین کے عجائبات اور آپکی قوت کلامیہ واستدلالیہ کے نوادرات سے ہے۔ زرقانی جلد ا ص ۲۸۷

حضرت علی مرتضیٰ کی سبقت فی الاسلام

جناب صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بعد حضرت صدیق الاکبر۔ فاروق الامۃ۔ اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب تصدیق رسالت فرماکر مشرف بایمان ہوئے۔ ابن ہشام اور طبری میں ہے۔

قال ابن اسحٰق كان اول ذكر من الناس امن برسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وصلی وصدق بما جاءه من الله تعالیٰ علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن هاشم وهو ابن عشر سنین یومئذ وكان مما انعم الله علی علی ابن ابی طالب رضی الله انه كان فی حجر رسول الله صلعم

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے جو شخص جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان تمام امور پر جو منجانب اللہ آپ کے اوپر نازل کئے گئے تھے۔ ایمان لایا اور تصدیق کی وہ حضرت علی ابن ابی طالب ابن عبد المطلب بن ہاشم تھے۔ اوسوقت انکا سن دس برس کا تھا اور خدا نے تمام لوگوں سے بڑھکر جو نعمت انکے شامل حال فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ آپ بچپن سے آغوش رسول میں پرورش پا رہے تھے۔

(۱) طبری لکھتے ہیں۔

عن زید بن ارقم قال اول من اسلم مع رسول الله صلعم علی ابن ابی طالب۔

جو شخص جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا وہ علی ابن ابی طالب ہیں منقول از زید بن ارقم۔

عن جابر (۲) بعث النبی صلی الله علیه وآله وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلثاء

جابر بن عبد اللہ الانصاری سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے دن مبعوث برسالت ہوئے اور حضرت علی مرتضیٰ نے

[1] امام احمد بن حنبل نے مناقب میں امام نسائی نے خصائص میں۔ امام حاکم نے مستدرک میں۔ حافظ ابو زید عثمان ابن ابی شیبہ نے اپنی سنن میں۔ ابو عاصم نے

(۳)

عن عباد بن عبداللہ قال سمعت علیا یقول انا عبداللہ واخو رسولہ وانا صدیق الاکبر لا یقولھا بعدی الا کاذب ومفتر صلیت مع رسول اللہ صلعم قبل الناس بسبع سنین

اس دعویٰ بیان کی شہادت عینی بھی ملاحظہ ہو طبری لکھتے ہیں

عن عفیف قال جئت فی الجاھلیۃ الی مکۃ فنزلت علی العباس بن عبدالمطلب قال فلما طلعت الشمس وحلقت فی السماء وانا انظر الی الکعبۃ اقبل شاب فرمی ببصرہ الی السماء ثم استقبل الکعبۃ فقام مستقبلھا فلم یلبث حتی جاء غلام فقام عن یمینہ قال فلم یلبث حتی جاءت امرأۃ فقامت خلفھما فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأۃ فخر الشاب ساجدا فسجدا فقلت یا عباس امر عظیم فقال امر عظیم اتدری من ھذا فقلت لا قال ھذا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب

مشکل کے دن آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

عباد ابن عبداللہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میں خدا کا بندہ ہوں اور صدیق اکبر۔ اور میرے بعد جو کوئی صدیق اکبر ہونے کا دعویٰ کریگا وہ جھوٹا ہوگا اور مفتری کیونکہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ تمام لوگوں سے سات برس قبل نماز پڑھا کرتا تھا۔

عفیف سے منقول ہے کہ ایام جہالت میں مکہ گیا اور عباس ابن عبدالمطلب کے پاس مقیم ہوا جب آفتاب طلوع ہو کر آسمان پر چار و نظر پھیل گیا تو میں کعبہ کی طرف دیکھنے لگا۔ اس اثنا میں ایک جوان شخص کعبہ میں آیا اور اوس نے اپنا سر بلند کرکے آسمان کی طرف دیکھا پھر کعبہ کا بوسہ لیا۔ پھر کعبہ کی طرف موںھ کرکے کھڑا ہو گیا۔ کچھ عرصہ نہ ہوا تھا کہ ایک نوجوان لڑکا آیا اور آکر اوس جوان شخص کے داہنے طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر کچھ دیر نہ لگی تھی کہ ایک عورت آئی اور وہ اندونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اس اثنا میں وہ جوان شخص رکوع میں گیا تو وہ نوجوان اور وہ عورت بھی رکوع میں گئی پھر وہ جوان کھڑا ہو گیا

بقیہ صفحہ گذشتہ نے اپنی سنن میں۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں۔ امام عقیلی نے اور علامہ محب طبری نے ریاض النضرہ میں لکھا ہے عن عباد بن عبداللہ قال علی ع انا عبداللہ واخو رسولہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وانا صدیق الاکبر لا یقولھا ذلک غیری الا کاذب صلیت قبل الناس سبع سنین۔ عباد بن عبداللہ سے منقول ہے کہ فرمایا جناب علی مرتضیٰ ع نے کہ میں بندہ خدا ہوں اور اوسکے رسول صلعم کا بھائی ہوں صدیق اکبر ہوں۔ میرے سوا کوئی ایسا قول و دعویٰ نہیں کرسکتا سوائے اسکے کہ وہ جھوٹا ہوگا میں نے سات برس پہلے سب لوگوں کے نماز پڑھی امام قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں عن معاذۃ العدویہ قالت سمعت علیا یقول علی المنبر البصرۃ انا صدیق الاکبر اسلمت قبل ان یسلم ابو بکر معاذۃ العدویہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو بصرہ کے منبر پر کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں صدیق اکبر ہوں اور میں ابوبکرؓ سے پہلے اسلام لایا ہوں۔ امام بخاری حضرت ابن عباس اور احمد بن حنبل ابی لیلیٰ کے اسناد سے لکھتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الصدیقون ثلاثۃ حبیب النجار مؤمن آل یاسین الذی قال یا قوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مؤمن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی ابن ابی طالب وھو افضلھم فرمایا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ صدیق تین ہیں حبیب النجار۔ جو آل یٰسین کا صدیق ہے جسنے کہا تھا کہ اے قوم پیغمبروں کی متابعت کرو۔ دوسرا حزقیل جو مومن آل فرعون ہے جس نے کہا تھا

ابن اخی انکر ی من هذا معه فقلت لا قال هذا علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب ابن اخی اتدری من هذه الامراة التی خلفهما قلت لا قال هذه خدیجة بنت خویلد زوجة ابن اخی وهذا حدثنی ان ربك رب السماء امرهم بهذا الذی تراهم علیه وایم الله ما اعلم علی ظهر الارض کلها احدا علی هذا الدین غیر هولاء الثلاثة

طبری ص ۱۱۶۱ جز س

اور اوسکے ساتھ ہی وہ نوجوان اور وہ عورت بھی کھڑی ہو گئی پھر وہ جوان شخص سجدے مین گیا اور اوسکے ہمراہ یہ دونون بھی سجدے مین گئے عفیف کا بیان ہے کہ یہ دیکھکر مین نے کہا کہ یہ تو امر عظیم ہے یہ سنکر عباس نے کہا کہ بیشک امر عظیم ہے تم جانتے ہو یہ کون لوگ ہین۔ مین نے کہا نہین عباس نے کہا کہ جوان شخص محمدؐ بن عبد اللہ بن عبد المطلب میرے بھائی کے بیٹے ہین عباس نے کہا جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے۔ مین نے کہا نہین۔ عباس نے کہا یہ علیؑ بن ابی طالب بن عبد المطلب میرے بھائی کے بیٹے ہین۔ پھر عباس نے پوچھا جانتے ہو یہ عورت کون ہے۔ مین نے کہا نہین۔ عباس نے کہا یہ خدیجہ بنت خویلد میرے بھتیجے محمدؐ کی زوجہ ہین (انھون نے یعنی محمد صلعم) نے مجھسے کہا ہے کہ اونکا خدا پیدا کنندہ زمین و آسمان ہے اور اُسی نے اس امر کے کرنیکا انکو حکم دیا ہے جو تم دیکھتے ہو۔ اور قسم خدا کی اسوقت تک میرے علم مین سوائے ان تین آدمیون کے روئے زمین پر کوئی دوسرا ایک بھی اس دین پر نہین ہے۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے خدا میرا پروردگار ہے تیسرے علی ابن ابی طالب اور یہ سب سے افضل ہے۔

۵۲ **فاروق الامۃ**۔ امام دیلمی و طبرانی لکھتے ہین عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلعم لعلی هذا اول من امن بی وهذا اول من یصافحنی یوم القیمة وهذا صدیق الاکبر وهذا فاروق الاعظم یفرق بین الحق والباطل وهذا الیعسوب المومنین والمال یعسوب المنافقین حضرت سلمان فارسی سے منقول ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے حضرت علی کی نسبت فرمایا کہ علی وہ ہے جو سب سے پہلے مجھپر ایمان لایا۔ اور سب سے پہلے ہی مجھسے قیامت کے دن مصافحہ کریگا اور یہی صدیق اکبر ہے اور یہی فاروق اعظم ہے کہ حق اور باطل مین فیصلہ کریگا۔ اور یہی مومنین کا امیر ہے۔

خوارزمی۔ دیلمی اور عبد البر مکی استیعاب مین لکھتے ہین عن ابی لیلیٰ قال قال رسول اللہ صلعم سیکون من بعدی فتنة فاذا کان ذلك فالزموا علیا فانه الفاروق بین الحق والباطل ابو لیلیٰ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلعم نے کہ عنقریب میرے بعد میری امت مین فتنہ برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تو تم علیؑ کی ملازمت اختیار کرو تحقیقکہ وہ حق و باطل مین فرق کرنے والا ہے

۵۳ ابن ہشام نے حضرت علیؑ کا سن مبارک دس برس کا لکھا تھا حالانکہ آپ کا سن پندرہ ۱۵ برس سے لیکر سولہ ۱۶ برس تک کا بتلایا گیا ہے چنانچہ شرح زرقانی مین ہے قال عبد الرزاق عن معمر فی جامعه عن قتادہ عن الحسن وغیرہ قالوا اول من اسلم بعد خدیجه علی وهو ابن خمس عشر سنة او ست عشر سنة استیعاب جلد دوم ص ۴۷۱

عبد الرزاق معمر سے اپنے جامع مین اور وہ قتادہ سے قتادہ حسنؓ بصری وغیرہ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت خدیجہؑ کے بعد جناب علی مرتضیٰؑ سب سے پہلے اسلام لائے اسوقت آپ کا سن پندرہ برس کا تھا یا سولہ برس کا۔

ابن ہشام نے اونھین محدثین کی روایتون پر اعتبار کیا جو حضرت علیؑ کی سبقت فی الاسلام کے مسئلہ کو جب کسیطرح روپوش نکرسکے تو آپ کی شرف سبقت کو کم وقعت کرنیکی غرض سے صغر سنی کے عالم مین بتلا کر ناقابل اعتبار قیاس کرتے ہین وہ نہین جانتے کہ ماں کی گود اور گہوارہ وحی کے اندر والے

شبلی صاحب خود رقمطراز ہیں۔

حضرت خدیجہؑ کے بعد حضرت علی ہیں جو آپ کی آغوش تربیت میں پلے تھے (تربیت پانے کا شرف اوپر بیان ہو چکا ہے) شبلی صاحب نے چونکہ اپنی مندرجہ بالا عبارت میں حضرت علی کی سبقت فی الاسلام کو تسلیم کر لیا ہے اسلئے مجھکو اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل و تشریح کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ کی سیرۃ النبیؐ میرے پیش نظر ہے۔ ہمارا موضوع تالیف زیادہ تر اسی کے اختلاف۔ استخفاف اور دیگر معائب و مناقص کے انکشافات و اصلاحات تک منحصر ہے سبقت اسلام کے مسئلہ کو محدثین متاخرین نے جیسی جیسی قیاسی رنگ آمیزیوں سے چمکایا ہے۔ وہ ہر شخص جانتا ہے لیکن شبلی صاحب نے تحریت سے اسکی حقیقت اور واقعیت کو مان لیکر میرے لئے اوسکی زائد تفصیل و تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی۔

حضرت زید کا اسلام۔ شبلی صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت علیؑ کے بعد زید تھے۔ جو آپکے آزاد کردہ غلام اور بندہ خاص تھے۔ ابن ہشام لکھتے ہیں۔

قال ابن اسحاق ثم اسلم زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبد العزی بن امرء القیس الکلبی مولی رسول اللہ صلعم وکان اوّل ذکر اسلم وصلّی بعد علی ابن ابیطالب علیہ السّلام ص ۸۵ مصر

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ زید بن حارثہ شرحبیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امرء القیس کلبی غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بعد اسلام لائے اور نماز پڑھی۔

ابن ہشام کے اسی قول کو طبری نے بھی اپنی تاریخ میں بلفظہ نقل کر دیا ہے۔ ص ۱۱۶۰

حضرت ابوبکرؓ کا اسلام۔ طبری میں لکھا ہے۔

ثم اسلم ابو بکر بن ابو قحافہ الصدیق۔

پھر حضرت ابوبکر بن ابو قحافہ الصدیق اسلام لائے۔ ابن ہشام میں بھی عبارت درج ہے۔ اور شبلی صاحب نے بھی یہی ترتیب نقل کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں (زید کے بعد) حضرت ابوبکرؓ تھے۔ جو برسوں سے فیضیاب خدمت تھے۔

لیکن طبری نے آپ کے اسلام لانے کے متعلق تمام روایتوں کو لکھکر آخر میں یہ روایت لکھدی ہے۔

عن محمد بن سعید قال قلت لابی اکان ابو بکرؓ اوّلکم اسلاما فقال لا ولقد اسلم قبلہ اکثر من خمسین ولکن کان افضلنا اسلاما

محمد ابن سعید ناقل ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں میں حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔ انھوں نے کہا نہیں ان کے قبل پچاس آدمیوں سے زیادہ اسلام لا چکے تھے لیکن انکا اسلام ہم لوگوں کے اسلام سے افضل تھا۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ بچوں تک کی کامل الایمانی قرآن میں موجود ہے۔ و من سعد سعد فی بطن امہ سید ماں کے پیٹ سے سعید ہوتا ہی اور بزرگی بلغلست نہ بسال کا مسئلہ اوپر مستزاد ہے اسکے علاوہ۔ پندرہ برس اور سولہ برس کے نوجوان کو بچہ کہنا اونھیں بزرگان نابالغان کا کام ہوگا جو ایسی صریح غلطیوں کے بعد بھی اپنے آپ کو دنیا سے علما کہلانا چاہتے ہیں المولف عفی عنہ۔

یہان تک تو شبلی صاحب نے سابقین اسلام کی ترتیب سلسلہ وار قایم کی ہے۔ اسکے بعد سلسلہ بیان کو پریشان کر دیا ہے حالانکہ تاریخ و حدیث کی کتابین ابھی صحابہ اولین کی قبولیت اسلام اور شرف بایمان ہونیکے متعلق ترتیب وار سلسلہ ثابت کر رہی تھیں بہرحال۔ اگر حضرت ابوبکرؓ کے پچاس آدمیون کے بعد اسلام لانے والی روایت کو جسکو امام طبری نے اپنی مرویات کے اخیر مین لکھا ہے قابل اعتبار نہ سمجھا جاوے اور ترتیب مشہورہ کے مطابق آپ کو چوتھے نمبر مین شمار کیا جاوے تو پانچوین ابوذر چھٹے خالد ابن سعید ابن العاص ساتوین عمر ابن عبسۃ السلمی ثابت ہوتے ہین لیکن تاریخ و حدیث کی کتابون مین ان بزرگوارون کے باب مین اسقدر اختلاف کثیر ہے کہ بالآخر کوئی صاحب اس کا تصفیہ نہ کر سکے کہ آخر ان تینون حضرات مین کون بزرگ پہلے ایمان لائے[۵] طبری مین مرقوم ہے۔

قال الواقدی اسلم معهم خالد بن سعید بن العاص خامسا واسلم ابوذر قالوا رابعا او خامسا واسلم عمر ابن علبسۃ السلمی فقال رابعا او خامسا انما اختلف عندنا فی هؤلاء النفر ایهم اسلم اول ذلك روایات کثیرۃ قال فیختلف فی الثلاثۃ المتقدمین وفی ذلك هؤلاء الذین کتبنا بعده۔ طبری

واقدی کا قول ہے کہ انکے ساتھ خالد ابن سعید بن العاصؓ اسلام لائے وہ شمار مین پانچوین مسلمان تھے پھر ابوذرؓ اسلام لائے وہ چوتھے تھے یا پانچوین۔ آخر طبری گھبرا کر لکھتے ہین ہمارے نزدیک انمین اختلاف کثیر ہے کہ ان تینون بزرگون (خالد۔ ابوذر اور عمر عبسۃ) مین کون بزرگ پہلے اسلام لائے ان تینون متقدمین اسلام اور انکے بعد کے ایمان لانیوالے مسلمانون کے باب مین جن کا ہم نے ذکر کیا ہے بہت سی روایات مختلف ہین۔

اس مین کلام نہین کہ واقدی ہون یا طبری۔ ایسے مقام مین مورخ اور محقق کی مجبوری ظاہر ہے۔ لیکن اس مسئلہ کے حل کی صرف یہی صورت باقی ہے کہ ان تینون حضرات کا اسلام باندک تفاوت ایک ہی روز مین تسلیم کیا جاوے۔

اس بحث تقدیم مین طبری۔ ابن ہشام اور دیگر کتب احادیث کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور حضرات نے

۵ل عمر بن عبسۃ السلمی۔ یہ ہے اسلامی حدیثون کی غلطی اور اسلامی تاریخون کا بیان کہ آجتک معلوم نہین کہ ان تینون بزرگون مین کون صاحب پہلے اسلام لائے ایک حضرت ابوبکر کی سبقت فی الاسلام ثابت کرنیکی کوششون نے خاصکر حدیثون کے دفتر اور تاریخون کے کارنامے سب مہمل اور معطل کر دئے کہ صاف صاف پتہ نہ لگے حالانکہ عمر ابن عبسۃ السلمی کے بارے مین خود امام عبدالبر نے استیعاب جلد دوم ص ۴۴۴ مین لکھا ہے کہ عمر ابن عبسۃ السلمی کو ایک شخص نے اہل کتاب مین سے بشارت دی تھی کہ مکہ مین ایک شخص ظاہر ہوگا کہ جو افضل ترین دین لائیگا جب اسکی خبر سننا تو تم اوسکی پیروی کرنا یہ شخص مکہ کے قریب آیا کرتا تھا اور آپ کے متعلق برابر لوگون سے دریافت کیا کرتا تھا جب کچھ خبر نہین معلوم ہوتی تھی تو واپس جایا کرتا تھا یہانتک کہ ایک بار کچھ لوگون سے انکو معلوم ہوا کہ ایک شخص مکہ مین پیدا ہوا ہے جس نے دین آبائی کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ یہ سنکر عمر ابن عبسۃ السلمی مکہ مین آئے فسئلت عنه فوجدته مستخفیاً ووجدت قریشاً الیا علیه لوگون سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت صلعم مخفی ہین۔ اور تمام قریش نے آپ کی مخالفت کی ہے یہ واقعہ صاف صاف بتلا رہا ہے کہ سب پیچھے کا ہے پھر سابقیت کا دعویٰ کیسا؟ اس نے ہشام اور طبری کے رابعًا اور خامسًا کی حقیقت پر پانی پھیر دیا المولف اولاد حیدر عفی عنہ۔

حضرت ابوبکرؓ کے اسلام لانیکے بعد۔ اونھین کی تحریک و ترغیب سے اسلام کو قبول کیا تھا وہ حضرت عثمان بن عفانؓ طلحہؓ اور زبیرؓ وغیرہم آٹھ حضرات تھے۔ ان حضرات کو بھی تقدیم مین شمار کیا گیا ہے لیکن تعجب ہے کہ اونکو شمار تو کر لیا ہے لیکن نمبر شمار نہین جتلایا ہے لطف تو یہ بالا تر ہے کہ ان لوگون کے بعد جو حضرات مشرف باسلام ہوئے خالد بن سعیدؓ۔ ابوذرؓ اور عمر ابن عبسہ۔ اونکو شمار بھی کیا ہے اور اونکا نمبر شمار بھی بتلایا ہے۔ چنانچہ ابن ہشام اور طبری سے ترجمہ و خلاصہ کر کے شبلی صاحب لکھتے ہین۔

حضرت ابوبکرؓ دولتمند ماہر انساب۔ اصحاب الرائے اور فیاض تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب وہ ایمان لائے تو اونکے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ غرضکہ ان اوصاف کی وجہ سے مکہ مین اونکا عام اثر تھا۔ اور معززین شہر ان سے ہر باب مین مشورہ لیتے تھے۔ ارباب روایت کا بیان ہے کہ صحابہ کبار مین سے حضرت عثمانؓ۔ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف۔ حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت طلحہؓ سب انھین کی ترغیب و ہدایت سے اسلام لائے۔ بحوالہ اصابہ فی احوال الصحابہ۔

اس تفصیل و بیان سے ان حضرات کی حقیقت قبول اسلام تو ضرور معلوم ہوئی لیکن نہ انکے قبول اسلام کا وقت و تاریخ معلوم ہوا اور نہ نمبر شمار و تعداد۔ بخلاف انکے حضرت ابوذرؓ۔ خالد بن سعید وغیرہ کے مشرف باسلام ہونے کی کیفیت اگرچہ ان لوگون کے بعد لکھی گئی ہے لیکن صاف صاف لکھکر بتلادیا گیا ہے کہ یہ حضرات چوتھے یا پانچوین نمبر کے بزرگوار تھے اسلیئے مورخین و محدثین کا ان حضرات کے لیئے شمار اور عدد خاص قایم کرنا بتلا رہا ہے کہ یہ حضرات اون لوگون کے اسلام لانے سے ضرور پہلے اسلام لاچکے تھے۔ اس بناپر۔ ابوذرؓ۔ خالدؓ بن سعید وغیرہ حضرت عثمان طلحہ اور زبیر وغیرہم سے سبقت اسلام مین مقدم تھے۔

ہم ان سعادتمندان ازلی مین سے چند بزرگوارون کے تفصیلی حالات ذیل مین قلمبند کرتے ہین۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا اسلام لانا۔ امام عبدالبر استیعاب جلد اول مین لکھتے ہین۔

عن ابی حمزة عن ابن عباس لما بلغ اباذر مبعث رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بمکة قال لاخیه انیس ارکب الی هذا الوادی واعلم لی هذا الرجل الذی یزعم انه یاتیه الخبر من السماء واسمع قوله ثم ائتنی وانطلق الاخ حتی قدم مکة وسمع من قوله ثم رجع الی ابوذر فقال رایته یامر بمکارم الاخلاق وسمعت منه کلاما ما هو بالشعر فقال ما اشفیتنی فیما اردت فتزود وحمل شنة له فیها

ابی حمزہ ابن عباس کی زبانی نقل کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ مین مبعوث ہونیکی خبر ابوذر غفاری کو معلوم ہوئی تو ابوذرؓ نے اپنی بھائی انیس سے کہا کہ اوس وادی مین جاکر اوس آدمی کی خبر لاؤ جسکو یہ زعم ہے کہ آسمان سے اوسکے پاس خبر آتی ہے تم اوسکے قول کو سن آؤ اور واپس آکر مجھسے بیان کرو اونکے بھائی انیس وہان سے چلے مکہ مین آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو سنا اور حضرت ابوذر کے پاس واپس جاکر کہنے لگے کہ مین نے اوس بزرگ کے اقوال و ارشاد کو بالکل مکارم اخلاق کے اصول پر مبنی پایا اور

الماء حتى قدم مكة فاتى المسجد والتمس النبى صلعم
ولا يعرفه وكره ان يسأل عنه حتى ادركه الليل فاضطجع
فراٰه على ابن ابى طالب فقال كان الرجل غريب قال نعم
قال انطلق الى المنزل فانطلقت معه لا يسئلنى عن شئ
ولا اسئله فلما اصبحت من الغد جئت الى المسجد
فبقيت يومى حتى امسيت وسرت الى مضجعى فمر بى على
فقال اما ان للرجل ان يعرف منزله فاقامه وذهب به وما
يسأل واحد منهما صاحبه عن شئ حتى اذا كان يوم
الثالث فعل مثل ذلك فاقامه على معه ثم قال له الا
تحدثنى ما الذى اقدمك هذا البلد قال ان اعطيتنى عهدا
او ميثاقا لترشدنى فعلت ففعل فاخبره على رضى الله
عنه انه نبى وان ما جاء به حق وانه رسول الله صلى الله
عليه وسلم فاذا اصبحت فاتبعنى فانى ان رايت شيئا اخاف
عليك قمت كانى اريق الماء فان مضيت فاتبعنى حتى
يدخل معى مدخل قال فانطلقت اقفوه حتى دخل على رسول الله
صلعم ودخلت معه وحييت رسول الله صلعم بتحية الاسلام فقلت السلام عليك يا رسول
الله وكنت اول من حياه بتحية الاسلام فقال عليك
السلام من انت قلت رجل من بنى غفار فعرض على الاسلام
فاسلمت وشهدت ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله
فقال رسول الله صلعم ارجع الى قومك فاخبرهم واكتم
امرك من اهل مكة فانى اخشاهم عليك فقلت والذى
نفسى بيده لاصرخن بها بين ظهرانيهم فخرج حتى اتى
المسجد فنادى باعلى صوته اشهد ان لا اله الا الله
واشهد ان محمدا رسول الله فثار القوم عليه فضربوه حتى
اضجعوه واتى العباس فاكب عليه وقال ويلكم الستم

کلام میں ایسی شیرینی پائی جو اشعار عرب میں نہیں پائی جاتی یہ سنکر حضرت
ابوذر نے فرمایا کہ تا وقتیکہ میں خود وہاں نجاؤں میری حسب دلخواہ تسکین
تشفی نہیں ہوتی پس وسیوقت وہ روانہ ہوگئے اور صرف ایک چھوٹی سی توسدہ
مشکیزے ساتھ لے لی جس میں پانی بھر لیا۔ اور مکہ کے مسجد الحرام میں داخل ہوئے
آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف تو ہوئے مگر آپ کو پہچان نہ سکے اور نہ کسی سے
پوچھنے کی جرات ہوئی۔ یہانتک کہ رات ہوگئی تو وہیں لیٹ رہے انکو اسحالت
میں دیکھکر حضرت علی ابن ابیطالب نے ان سے دریافت کیا کہ تم کوئی وارد
مسافر ہو۔ بولے ہاں علی نے کہا کہ میرے ساتھ چلو ابوذر کا بیان ہے کہ
میں وہاں سے اوٹھکر آپ کے مکان پر آیا مگر میں نے نہ آپ سے پوچھا اور نہ
آپنے مجھسے کچھ استفسار فرمایا یہانتک کہ صبح ہوگئی اور پھر میں صبح سے مسجد میں
آکر تمام دن بیٹھا رہا یہانتک کہ شام ہوگئی۔ تو پھر میں اپنی خوابگاہ کی
طرف واپس آیا اور پھر حضرت علی میرے پاس آئے اور کہا کہ اس شخص کی
حالت پر تعجب ہے کہ یہ میرے ساتھ تو مقیم ہے اور میرے ہی ساتھ آتا
جاتا ہے لیکن باینہمہ آج تک مجھسے کسی امر کے متعلق نہیں پوچھا۔ خیر تیسرا
دن ہوا۔ اور اوسدن بھی اور دنوں کے ایسا ہی ہوا۔ تو پھر حضرت علی بن
ابیطالب میرے پاس آئے اور مجھسے پوچھنے لگے آیا تم مجھسے اس شہر میں
اپنے آنیکا کچھ سبب کہہ سکتے ہو ابوذر رضی نے کہا ہاں البتہ مگر آپ مجھسے یہ عہد
پیمان کر لیجئے کہ آپ مجھے ہدایت پانے کے طریقے بتا دیں گے کہ میں اوسکے
مطابق عمل کروں پس حضرت علی رض نے مجھے بتایا کہ وہ بزرگ نبی اللہ ہیں اور جو کچھ
اونپر خدا نے نازل فرمایا ہے سب صحیح و برحق ہے اور وہ جناب حضرت کیطرف سے
عہدہ رسالت پر مامور فرمائے گئے ہیں جب صبح ہو تو تم ہمارے ساتھ چلنا
اگر میں تمہارے لئے کسی شے کا خوف دیکھوں گا تو آب افتادہ کیطرح ٹھہرا
رہونگا اسکے بعد تم میرے ساتھ ساتھ آنا اور جہاں میں جاؤں وہاں چلنا
ابوذر رض کہتے ہیں میں پھر آپ چلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا یہانتک کہ آپ
جناب رسولخدا صلعم کی خدمت میں آئے اور میں بھی آپ کے ہمراہ

تعلمون انہ من غفار وان فی طریق تجارتکم الی الشام وانقذہ منہم فعادمن الغد بمثلہا وثاروا الیہ فضربوہ فاکب علیہ العباس فانقذہ ثم لحق بقومہ فکان ہذا اول اسلام ابوذر الغفاری[1] استیعاب جلد اول

حاضر خدمت ہوا میں نے بطریقہ اسلام آنحضرت صلعم کو سلام کیا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اور میں پہلا شخص ہوں جسنے طریقہ وادائے اسلام کے مطابق آنحضرت صلعم کو سلام کیا۔ میرے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا تم کون ہو۔ میں نے عرض کی کہ میں قبیلہ غفار کا ایک آدمی ہوں۔ اسکے بعد آپ نے حقیقت اسلام مجھپر ظاہر کی اور میں اسلام سے مشرف ہوا کلمہ شہادت پڑہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ پہر اسکے بعد آنحضرت صلعم نے مجھے فرمایا کہ اب تم اپنے قبیلہ کیطرف واپس جاؤ اور اپنا اسلام اپنے معاملہ کو اہل مکہ سے پوشیدہ رکھو کیونکہ یہ لوگ سن لیں گے تو تم پر ظلم و ستم کرینگے ابوذر نے عرض کی یا رسول اللہ کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں تو سب کے سامنے جاکر اس امر کا باآواز بلند اعلان کرونگا یہ کہکر وہ آپ کی خدمت سے اوٹھے مسجد میں آئے اور باآواز بلند فرمانے لگے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ یہ سنتے ہی تمام قریش ان پر ٹوٹ پڑے اور مارنے لگے یہانتک کہ یہ زخمی ہوگئے اس اثنا میں حضرت عباس ابن عبدالمطلب آگئے اور انکے بچالینے کی غرض سے ان پر گر پڑے اور مشرکین سے کہنے لگے افسوس ہے تم پر کیا تم نہیں جانتے کہ قبیلہ بنی غفار سے ہیں۔ جو قبیلہ تمہارے قافلہ تجارت کی راہ شام پر واقع ہے۔ پھر انکو اون لوگوں کے پنجہ سے چھڑا دیا۔ پھر دوسرے دن صبح کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ پھر مشرکین قریش ان پر ٹوٹ پڑے اور انکو مارنے لگے۔ حضرت عباس پھر ان پر گر پڑے اور اس ترکیب سے انکو بچا لیا اسکے بعد حضرت ابوذر غفاری رضہ اپنے قبیلہ کیطرف چلے گئے۔ یہ حضرت ابوذر کے اوائل اسلام کے حالات تھے۔

امام عبدالبر لکھتے ہیں

وکان من کبار الصحابۃ قدیم الاسلام یقال اسلم بعد اربعۃ فکان خامساً۔ استیعاب جلد دوم ص ۲۶۴

ابوذر رضہ سبقت اسلام کے اعتبار سے اکابرین صحابہ سے تھے اور کہا جاتا ہے کہ یہ چار آدمیوں (خدیجہ علیؑ زیدؓ اور ابوبکرؓ) کے بعد اسلام لائے اور پانچویں مسلمان ہیں۔

لیکن شبلی صاحب ہیں کہ خواہ مخواہ انکو چھٹے ساتویں نمبر میں شمار کرتے ہیں

استیعاب کی تفصیلی عبارت سے جو اوپر لکھی گئی ہے ثابت ہوگیا کہ اسلام کی معرفت اور بانی اسلام کی تصدیق حضرت ابوذر رضہ نے اپنی غایت تحقیق سے حاصل کی تھی جو انکے کمال فہم اور حسن عقل و شعور کا کافی ثبوت ہے۔ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے پر بھی حقیقت اسلام کے متعلق نہایت احتیاط سے کامل تین دن تک غور فرماتے رہے اور دربار رسالت تک باریابی کیلئے ایک

[1] شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبی ص ۱۵۲ میں انکا ذکر کیا ہے مگر اپنی خاص ترکیب اختصار سے کہ حضرت علیؑ کی انکی قبولیت اسلام میں راہنمائی نہ ثابت ہو سکے لیکن شبلی صاحب سے زیادہ مفصل تو صاحب رحمۃ العالمین نے انکے واقعہ کو لکھا ہے جس سے انکے قبول اسلام میں حضرت علیؑ کی راہنمائی پورے طور سے ثابت ہے ہم جانتے ہیں شبلی صاحب کی کوتہ قلمی کے یہ خاص مقامات ہیں لیکن انکو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ امر مؤلفانہ تدین کے بالکل خلاف ہے۔ آپ نے اُن لوگوں کے حال پر جو حضرت ابوبکر کی تحریک و ترغیب سے مسلمان ہوئے تھے کس تفصیل سے لکھے لیکن یہ بزرگ چونکہ حضرت علیؑ کی وساطت سے ایمان لائے تھے اسلئے اوسکی تفصیل کی ضرورت نہیں کہ اس ذکر کیساتھ علیؑ کا بھی ضرور ذکر آجائیگا۔ فافہم وتدبر المؤلف عفی عنہ

ایسے بزرگ متبرک کو اپنا راہنما بنانا جو مدینہ رسول کا باب العلم مشہور ہے۔ یہ تمام امور انکی خوش وقتی۔ خوش قسمتی اور خوش انجامی کی دلیل واضح تھے۔ حقیقتاً یہ اسلام کی حقانیت اور روحانیت کے اصلی ثبوت ہیں کہ محض ابتدا ہی سے اسکی عظمت اس سرعت وعجلت کیساتھ دور دور پھیل گئی کہ طالبان ہدایت اور حاجتمندان حقیقت بڑی بڑی مسافتیں طے کرکے آتے تھے۔ اور اسلام سے فیضیاب ہوتے تھے۔

حضرت عمار ابن یاسرؓ اور اونکے قبیلہ کا اسلام لانا۔ حضرت عمار یاسر اور اونکے قبیلہ کے مشرف بایمان ہونے کے متعلق تحریر ہے۔

وجاء الله بالاسلام واسلم یاسر وابنه عمار وامه سمیه وعبد الله اخو عمار بن یاسر وکان اسلامهم قدیما بمانی اول الاسلام وکان رضی الله عنهم ممن یعذب فی الله وکان رسول الله صلعم یمر بهم وهم یعذبون فیقولون صبرا یا آل یاسر وقد فعلت ومن حدیث ابن شهاب عن سمعیل بن عبد الله بن جعفر عن ابیه قال مر رسول الله صلعم بیاسر وعمار وام عمار وهم یوذون فی الله فقال لهم صبرا یا آل یاسر انی موعدکم الجنة استعیاب جلد دوم ص ۴۳۶

جب اسلام کو خدا نے ظاہر فرمایا تو یاسرؓ اور انکے صاحبزادے عمار۔ عمار کی ماں سمیہ عمار کے بھائی عبداللہ بن یاسر اسلام لائے۔ ان حضرات کا اسلام ابتدائی اسلام ہی سے قدیم تھا۔ اور یہ وہ بزرگوار تھے جن پر خدا کی راہ میں ظالموں کیطرف سے ظلم وعذاب بےحساب کیا گیا تھا جب ان لوگوں پر ظلم کیا جاتا تھا تو اتفاق سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی ادہر سے گذرے۔ ان حضرات کو اس عالم میں دیکھکر ارشاد فرمایا کہ اے آل یاسرؓ صبر کرو۔ اے پروردگار تو آل یاسر کو انکے اعمال کی بدلہ میں بخشدے اور ابن شہاب کی روایت کے مطابق اسمٰعیل ابن عبداللہ ابن جعفر اپنے باپ کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم کا گذر آل یاسر۔ عمار۔ ام عمار وغیرہم پر ایسے وقت میں ہوا کہ ان لوگوں پر ظلم وستم کیا جا رہا تھا۔ یہ دیکھکر آپنے فرمایا اے آل یاسر صبر کرو تحقیقکہ تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔

طفیل ابن عمر دوسی کا اسلام لانا۔ مولوی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری زاد المعاد ابن القیم کے حوالہ سے اپنی کتاب رحمۃ العالمین جلد اول میں طفیل ابن عمر دوسی کے متعلق لکھتے ہیں۔

انھیں دنوں طفیل ابن عمر دوسی مکہ میں آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور نواحی یمن میں اونکی خاندان کی ریاست حکومت تھی طفیل بذات خود شاعر اور دولتمند شخص تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جاکر اوسکا استقبال کیا اور اعلی پیمانہ پر اسکی خدمت اور تواضع کی طفیل کا اپنا بیان ہے کہ مجھے اہل مکہ نے یہ بھی بتلایا تھا کہ جو شخص ہم میں سے نکلا ہے ذرا اوس سے بچے رہنا اوسکو جادو آتا ہے۔ جادو سے باپ بیٹے۔ شوہر وزن اور بھائی بہن میں جدائی ڈالدیتا ہے ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام کو ابتر کر رکھا ہے ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی کوئی ایسی مصیبت پڑے اسلئے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ تم نہ اوسکے پاس جانا نہ اوسکی بات سننا اور نہ خود بات چیت کرنا۔ یہ باتیں انہوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کردیں کہ

جب میں کعبہ میں جانا چاہتا تھا تو کانوں کو روئی سے بند کر لیتا تھا تاکہ محمدؐ کی آواز کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑے ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا نبی صلعم نماز پڑھ رہے تھے چونکہ خدا کی مشیت ایسی ہی تھی کہ اونکی آواز میری سماعت تک ضرور پہونچے۔ اس [illegible] میں نے سنا کہ وہ ایک نہایت عجیب کلام پڑھ رہے ہیں۔ اوسی وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں با علم ہوں۔ اچھے برے کی تمیز رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے اور کون سی روک ہے کہ میں انکی بات نہ سنوں اچھی بات ہوگی تو مانوں گا۔ ورنہ نہیں مانونگا میں یہ ارادہ کرکے ٹھیر گیا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس گھر کو چلے تو میں بھی پیچھے پیچھے ہو گیا۔ اور جب حاضر ہوا تو نبی صلعم کو اپنا واقعہ مکہ میں آنے کا۔ لوگوں کے بہکانے پنبہ درگوش رہنے اور آج حضور کی زبان سے کچھ سن پانے کا کہہ سنایا۔ اور عرض کیا کہ مجھے اپنی بات سنائیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پڑھا بخدا میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سنا ہی نہ تھا جو اسقدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔

الغرض طفیل اوسیوقت مسلمان ہو گیا۔ جیسے قریش بات بات میں مطاع و مخدوم کہتے تھے وہ بات کی بات میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل و جان سے خادم اور مطیع بنگیا۔ قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت شاق اور ناگوار گذرا۔ بحوالہ زاد المعاد جلد اول صفحہ ۹۳م و ۹۴م

ضماد بن ثعلبہ ازدی کا اسلام لانا: مولوی شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اول میں بذیل تذکرہ ضماد بن ثعلبہ ازدی رضہ تحریر فرماتے ہیں۔

ضماد بن ثعلبہ جو ازد کے قبیلہ سے تھے جاہلیت میں طبابت اور جراحی کا پیشہ کرتے تھے۔ یہ بھی احباب خاص میں تھے نبوت کے زمانہ میں یہ مکہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ راستہ میں جا رہے ہیں اور پیچھے لونڈوں کا غول ہے مکہ کے کفار آنحضرت صلعم کو مجنون کہتے تھے۔ لونڈوں کا قول [illegible] کر ضماد نے بھی یہی قیاس کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ محمد (صلعم) میں جنون کا علاج کر سکتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے حمد و ثنا کے چند موثر جملے ادا کئے ضماد مسلمان ہو گئے۔

اس واقعہ کا مختصراً ذکر امام نسائی اور مسلم نے بھی لکھا ہے لیکن زیادہ تفصیل مسند امام احمد بن حنبل جلد اص ۳۰۲ میں مرقوم ہے سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۴۴ بحوالہ اصابہ و استیعاب امام عبد البر کی جلد دوم مطبوعہ حیدرآباد۔

خالد بن سعید بن العاص کا اسلام لانا: امام عبد البر استیعاب میں بذیل تذکرہ خالد ابن سعید بن العاص لکھتے ہیں

خالد ابن سعید بن العاص یکنی ابا سعید اسلم قدیما یقال انہ اسلم بعد ابوبکر الصدیق فکان ثالثا او رابعا وقیل کان خامسا وقال ضمرہ ابن ربیعہ کان اسلم خالد ابوبکر الصدیق

خالد ابن سعید بن العاص جنکی کنیت ابا سعید ہے قدیم الاسلام میں کہا گیا ہے کہ وہ ابوبکر الصدیق کے بعد ایمان لائے۔ اسلئے وہ تیسرے مسلمان میں یا چوتھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ پانچویں مسلمان ہیں ضمرہ ابن ربیعہ کا بیان ہے کہ خالد ابوبکر صدیق کے ہمراہ ایمان لائے۔

انھیں سابقین اسلام میں۔ مقداد ابن جندب۔ خباب بن الارث۔ سعید بن زید بن ورقہ بن نوفل۔ عبداللہ بن مسعود۔ عثمان بن مظعون۔ عبیدہ۔ بلال۔ ابوفکیہہ اور صہیب رومی بھی داخل ہیں۔

مقداد ابن جندبؓ کا اسلام شبلی صاحب کی کوتہ قلمی بڑی موقع شناس ہے۔ سابقین اسلام میں آپ فرداً فرداً تمام حضرات کا نام لکھکر بتلا گئے۔ لیکن حضرت مقداد ابن جندب کا بھولے سے بھی کہیں نام نہیں لیا گیا حالانکہ استیعاب میں ابن عبدالبر میں۔ جو وقت تالیف آپ کے ہمیشہ پیش نظر تھی۔ یہ عبارت صاف صاف لکھی ہوئی ہے۔

اول من اظهر الاسلام سبعة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وابوبكر وعمار وامه سميه وصهيب وبلال والمقداد جلد اول ص ۵۸	پہلے سات آدمیوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابوبکر۔ عمار۔ اور ان کی ماں سمیہ۔ صہیب بلال اور مقداد۔

تین برس تک تبلیغ رسالت کی مخفی اہتمام پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ نے جس تیزی سے کامیابی حاصل کی اور اس کی تعلیم نے جیسی جلد جلد ترقی پائی ویسی کسی دوسرے مذہب نے نہیں۔ بعثت سے چند دنوں میں ان سعادتمندوں نے جنکے نام اوپر لکھکر بتلا دیے گئے ہیں۔ اسلام کی دولت اور ایمان کی نعمت سے شرفیابی اور بہرہ اندوزی حاصل کی واقعات بتلا رہے ہیں کہ ان میں زیادہ تر وہی حضرات ہیں جنکو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی خاص تعلق اور واسطہ بھی نہیں تھا یہ صرف اسلام کی حقانیت تھی۔ اور جناب سید الانام علیہ السلام کی تعلیم کی پاک روحانیت جنھوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے روحانی فیوض کا اتنا اثر پہونچایا کہ تمام بیگانے عقیدت اور محبت میں اپنے اور یگانے نظر آنے لگے اسلام کی یہ کامیابی کچھ اپنے ہی وطن اور اہل وطن تک محدود نہیں رہی۔ بلکہ اوسیوقت سے دور دراز مقامات میں آپ کی مقدس تبلیغ اور پاک تعلیم کی شہرت سنکر وہ لوگ جو عرصہ سے انوار حق کے متلاشی تھے حاضر ہو ہو کر شرفیاب اسلام ہوئے۔ حضرت ابوذر غفاری۔ طفیل ابن عمرو دوسی۔ ضماد بن ثعلبہ ازدی۔ عمرو ابن عبسۃ السلمی وغیرہم انھیں سعادتمندان ازلی میں تھے۔

لیکن بقول شبلی صاحب کے یہ جو کچھ ہوا پوشیدہ طور پر ہوا۔ نہایت احتیاط کیجاتی تھی کہ محرمان خاص کے سوا کسی کو بھی خبر نہ ہونے پائے۔ تاریخ طبری میں ہے۔

فی السنین الثلث من مبعثه الى ان امر باظهار الدعاء الى الله مستترا مخفيا امره وانزل عليه وانذر عشيرتك الاقربين۔	بعثت سے تین برس تک حضرت کو حکم تھا کہ اپنے امر کو بطور راز مخفی رکھیں اور پھر اسکے بعد (تین برس گذر جانے پر) آیہ وافی ہدایہ وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریبی رشتہ مندوں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ) کے مطابق۔ اظہار امر کا حکم نازل ہوا۔

حدیث و تاریخ کی متفقہ مرویات سے ثابت ہے کہ ابتدائے اسلام میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین الٰہی کی تعلیم و تعمیل کی دونوں صورتوں کو نہایت حزم و احتیاط سے مخفی رکھا کرتے تھے بنشاء قدرت بھی یہی تھا اور مقتضائے مصلحت بھی یہی۔ دین الٰہی کی تعلیم و تلقین تو خلوت کی صحبتوں میں ہوتی تھی۔ جن میں وقتاً فوقتاً لوگ حاضر ہو کر شرف با اسلام ہوا کرتے تھے۔

یہ حاضری بھی بڑی حفظ و احتیاط کے ساتھ ہوتی تھی۔ عمرابن عبسۃ السلمی کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو [illegible] امور تبلیغ ہی کے مخفی رکھے جانے کا حکم نہین تھا بلکہ ذات مقدس کو نظر عام سے محفوظ رکھنے کا بھی خاص طور پر فرمان تھا۔ اسلئے کہ تعلیم ایمان سے تحفظ جان مقدّم تھا۔

خلوت کی یہ مخفی تعلیم بعد بعثت۔ وقت نزول آیہ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین (اپنی رسالت کے امور منصبی کو ظاہر کرو اور مشرکین سے علیحدہ رہو) سے شروع ہوئی اور آیہ وانی ہدایہ وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریبی رشتہ دارون کو عذاب الٰہ) کے وقت نزول تک قایم رہی۔ اس زمانہ مین آنحضرت صلعم ہی کے حزم واحتیاط اور صبر وثبات کا یہ حوصلہ تھا اور آپ ہی کے عزم و استقلال کی یہ ہمت کہ کفار مشرکین کے درمیان بتیس دانتون مین ایک زبان بنکر اپنی ذمہ داری کو ایسی رازداری اور خبرداری کے ساتھ من احسن الوجوہ انجام دیے گئے۔ اور انھین مخفیانہ طریقے اور رازدارانہ ذریعے سے تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان کے سلسلہ کو برابر جاری رکھا یہانتک کہ تین برس مین مسلمانون کی معتدبہ جماعت تیار ہو گئی۔

حدیث وتاریخ کے مشاہدات سے ثابت ہے کہ فرائض اسلام مین پہلے دو رکعت نماز کی تعلیم فرشتہ غیب سے آنحضرت صلعم کو پہونچائی گئی۔ چنانچہ طبری لکھتے ہین۔

وجوب نماز ان الصّلوۃ حین افترضت علی رسول اللہ صلعم اتاہ جبرئیل وھو با علی مکۃ فھمز لہ بعقبۃ فی ناحیۃ الوادی فانفجرت منہ عین فتوضّاء جبرئیل علیہ السلام ورسول اللہ ص ینظر الیہ لیریہ کیف الطھور للصلوۃ ثم توضّاء رسول اللہ صلعم کما رای جبرئیل ع توضاء ثم قام جبرئیل ع فصلے بہ وصلے النبی صلعم بصلاتہ ثم انصرف جبرئیل ع فجاء رسول اللہ ص خدیجۃ فتوضّاء لھا یریھا کیف الطھور للصلوۃ کما اراہ جبرئیل فتوضأت کما توضاء رسول اللہ ثم صلّی بھا رسول اللہ صلعم کما صلّی بہ جبرئیل ع فصلت بصلاتہ ص ۱۱۵۰

جب فریضہ نماز کے وجوب کا حکم ہوا تو حضرت جبرئیل ع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے آپ اوسوقت مکہ کے بالائی حصہ مین تھے حضرت جبرئیل ع آپ کو اوس وادی کے ایک طرف گھاٹی مین لے گئے اور وہان ایک چشمہ جاری کرکے پہلے جبرئیل علیہ نے وضو کیا۔ اور آنحضرت صلعم اونکی وضو کے طریقہ عمل کو دیکھتے رہے کہ وہ نماز کے لیے طہارت کا کیسے سامان کرتے ہین۔ پھر اون کے بعد آپ نے اوسی طرح وضو کیا۔ جیسا جبرئیل کو دیکھا تھا پھر جبرئیل ع نے نماز پڑھی اور آنحضرت صلعم نے بھی ویسی ہی پڑھی۔ پھر وہان سے آپ واپس ہوکر گھر مین تشریف لائے اور حضرت خدیجہ ع کے سامنے اوسی طریقہ سے وضو کیا جسطرح جبرئیل کو وضو کرتے دیکھا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ ع نے بھی اوسی ترکیب وعمل سے وضو کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ نے حضرت خدیجہ ع کے ساتھ اوسی طرح نماز پڑھی جس طرح حضرت جبرئیل ع کے ساتھ پڑھی گئی تھی۔"

یہانتک تو ہم نے مخفی ذریعہ سے دین آلہی کی تعلیم وتبلیغ کے حالات لکھدیے اب ہم اوسکے فرائض وواجبات کے حالات لکھتے ہین۔ مولوی شبلی صاحب رقمطراز ہین

ان ایام (اخفا) مین جب نماز کا وقت آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی پہاڑ کی گھاٹی مین چلے جاتے اور

وہاں اپنی نماز ادا کرتے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ چاشت کی نماز آپ حرم ہی میں ادا کرتے تھے کیونکہ یہ نماز قریش کے مذہب میں بھی جاری تھی۔ ایک دفعہ آپ حضرت علیؑ کے ساتھ کسی درہ میں نماز پڑھتے تھے۔ اتفاق سے آپ کے چچا ابوطالب آ نکلے۔ انکو اس جدید طریقۂ عبادت پر تعجب ہوا۔ کھڑے ہو گئے اور بغور دیکھتے رہے۔ نماز کے بعد پوچھا یہ کون دین ہے [illegible] ہمارے دادا حضرت ابراہیم کا یہی دین تھا۔ ابوطالب نے کہا میں اسکو اختیار تو نہیں کر سکتا[۱] ۔ لیکن تمکو اجازت ہے۔ اور کوئی شخص تمہارا مزاحم نہ ہو سکیگا

پہلے غربا ہی امت نے دعوت اسلام قبول کی شبلی صاحب اس مقام پر سابقین اسلام کی غربت و افلاس میں مشرف باسلام ہونے کو اسلام کی حقانیت کا کافی ثبوت ٹھیرایا ہے اور اس سرعت و عجلت کی ساتھ اس مقدار و حیثیت کے لوگوں میں تبلیغ اسلام کے ترقی کرنے سے مخالفین اسلام کے اس مغویانہ تعریض کا جواب تردیدی نکالا ہے جو عالم مغربی کی غرض خاص سے دنیا کو یہ بتلاتے ہیں کہ معمورۂ عالم میں مذہب اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ ہم اونکی تحریر کو قابل نقل سمجھکر ملخصاً ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

یہ تاریخ اسلام کا ایک بڑا اہم مسئلہ ہے کہ اسلام کیونکر پھیلا؟ مخالفین نے اسکو زلیۃ تلوار بتایا ہے۔ اس مسئلہ پر بحث کتاب کے دوسرے حصہ میں آئے گی لیکن ایک خاص پہلو پر یہیں نگاہ ڈال لینی چاہیئے یعنی یہ کہ اوائل اسلام میں جبکہ اسلام لانا جان و مال سے ہاتھ دھونا تھا۔ کون لوگ اور کس قسم کے لوگ ایمان لائے۔ یہ امر سب میں مشترک تھا کہ یہ لوگ قریش کے مناصب اعظم میں سے کوئی منصب نہیں رکھتے تھے بلکہ اکثر ایسے تھے۔ مثلاً عمار، خباب، ابوفکیہہ صہیب وغیرہ جنکو دولت و جاہ کے دربار میں جگہ ہی نہیں مل سکتی تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو لے کر حرم میں جاتے۔ تو روساء قریش ہنسکر کہتے تھے۔ اھؤلاء من اللہ علیھم من بیننا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر احسان کیا ہے کفار کے نزدیک انکا افلاس انکے تحقر کا باعث تھا لیکن یہی چیز تھی جنکی وجہ سے ایمان کی دولت سب سے پہلے انہیں کے ہاتھ آ سکتی تھی۔ دولت و مال انکے قلب کو سیاہ نہیں کر چکا تھا۔ فخر و غرور انکو انقیاد حق سے روک نہیں سکتا تھا۔ اونکو یہ ڈر نہ تھا کہ اگر بت پرستی چھوڑ دیں گے تو کعبہ کا کوئی منصب عظیم ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ غرضکہ ان کے دل ہر قسم کے زنگ سے پاک تھے اور حق کی شعاعیں ان پر دفعتًا پرتو فگن ہو سکتی تھیں یہی سبب ہے کہ انبیا کے ابتدائی پیرو ہمیشہ نادار اور مفلس لوگ ہوا کرتے تھے عیسائیت کے ارکان اولین ماہی گیر تھے۔ حضرت نوحؑ کے معترضین خاص کی نسبت کفار کو علانیہ کہنا پڑا۔

مانرٰلک اتبعک الا الذین ھم اراذلنا بادی الرای وما نری لکم علینا من فضل بل نظنکم کذبین	ہم تو بظاہر یہ دیکھتے ہیں کہ تیری پیروی ان ہی لوگوں نے کی جو رذیل ہیں اور ہم تو تم میں کوئی برتری نہیں پاتے بلکہ ہمارا تو خیال ہے کہ تم سب جھوٹے ہو

ان نادار ان قوم کی سبقت فی الاسلام کے اسباب و علل میں جیسا کہ شبلی صاحب کا مختار ہے سوائے انکی خلوص و

[۱] یہ فقرہ عالم موضوعیت کی خاص ایجاد ہے۔ مولف

محبت کے اور کون سا باعث بتلایا جا سکتا ہے - اس بنا پر مخالفین کا یہ معویانہ خیال کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا کسقدر لغو [illegible] کیونکہ ابھی تو اسلام کی تبلیغ کے لئے ظاہری اعلان کا حکم بھی نہیں ہے - بانئ اسلام علیہ السلام تعلیم ایمان سے پہلے اپنی حفاظت جان قایم رکھنے کی بنا پر محض خلوت اور مخفی مقامات مین دین الٰہی کی تعلیم اور واجبات مذہبی کی تعلیم کے لئے بڑی تاکید دن کے ساتھ مامور فرمائے گئے ہین - ابھی تو نہ اسلام کے ہاتھ مین تلوار ہے نہ اوسکی کوئی فوج ہے اور نہ کوئی رسالہ تیار - صرف اوسکی اعجاز بیانی اور صدق زبانی اور محاسن اخلاق کی یہ تاثیر ہے کہ جو سنتا ہے وہ اوسکا مطیع و منقاد ہو جاتا ہے - ایسی حالت مین معترضین اون لوگون کی قبول اسلام کا ذریعہ تلوار کی دہار کو کیسے بتلا سکتے ہین - جو کل تین برس کے اندر سیکڑون کے تعداد مین - مکہ معظمہ اور اوس کے گرد و نواح سے آ آ کر مشرف با سلام ہو چکے تھے -

مخالفین اسلام اگر تھوڑی دیر کیلئے تعصب کا حجاب اپنی آنکھون کے سامنے سے اوٹھا دین تو حقیقت حال کا نہایت آسانی سے مشاہدہ کر سکتے ہین - اسلام نہ کوئی نئی شریعت لایا ہے - اور نہ اوس نے اپنے نصاب و حکم شرعیہ کی نسبت کسی نوعیت کا دعویٰ کیا ہے - بلکہ وہ تمام انبیاء و مرسلین گذشتہ کی بشارتین اور شریعتین ثابت اور کامل کرنے کیلئے نازل کیا گیا ہی - اس لئے ضرور ہے کہ اسکے تمام تعلقات ابتدا سے لیکر انتہا تک قریب قریب تمام شریعتہائے سابقہ سے مطابق ہون - امم سابقہ کی گذشتہ مثالون سے کما حقہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ جس طرح انبیائے سابقین پر پہلے ایمان لانے والے زیادہ تر نادار اور مفلوک الحال افراد ملک و قوم ثابت ہوئے ہین - اوسی طرح اسلام کی ابتدائے تبلیغ و تعلیم کے ایام مین بھی علی الاکثر یہی حضرات دولت ایمان سے بہرہ اندوز ہوئے - ہم اس سے زیادہ اس بحث کو اس مقام پر طول دینا قبل از وقت سمجھتے ہین - ان شاء اللہ اسکی تفصیلی بحث اپنے مقام مناسب پر قلمبند کیجائے گی -

ابتدا مین اظہار اسلام کی مدت | شبلی صاحب ابن اثیر کے استناد سے اوپر لکھ چکے ہین کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز چاشت حرم محترم مین جا کر پڑھا کرتے تھے - اسلئے کہ یہ نماز مذہب قریش مین بھی جاری تھی - اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ مشرکین قریش کو آنحضرت صلعم کے امور سے انکار تو ضرور تھا لیکن یہ اکراہ و انکار مخالفت اور مخاصمت کی مہیب صورتون مین ابھی تک تبدیل نہین ہوا تھا - وقتاً فوقتاً وہ اپنی جہالت و ضلالت کی تقاضا سے طعن و تشنیع اور تعریض کے کلمات بکتے اور اسلام پر آوازہ کستے رہتے تھے جیسا کہ اھٰؤلاء منّ اللہ علیھم من بیننا کے الفاظ تعریضی سے صاف ظاہر ہے - لیکن وہ خطا پوش و عطا پاش عالم رحمۃ للعالمین مجسم صلی اللہ علیہ و آلہ الاکرام منشور الٰہی واعرض عن المشرکین کے مطابق - اونکی ان جاہلانہ حرکات پر کوئی توجہ اور اعتنا نہ فرماتا تھا - اور نہایت صبر و سکوت اور ثبات و استقلال سے تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان کے فرائض انجام دیتا تھا - اوسکے خاموشانہ انداز و طریق تبلیغ نے آہستہ آہستہ تھوڑے دنون کے اندر معتقدین کی معتدبہ جماعت قایم کر لی لیکن اتنی زد و کامیابی پر بھی اوسکی خموش استقلالی نے اپنی طرف سے پر جوشی کے کسی اظہار کو نہ مصلحت وقت سمجھا اور نہ مناسب مقام اوس کا عزم بالجزم

اوسی استقلال و پامردی سے کام کرتا گیا اور اپنی ترقی اور توسیع تبلیغ کا قدم آگے بڑہاتا گیا۔

لیکن پرجوش معتقدین سے اپنی زود کامیابی کے جذبات نہ رک سکے۔ اور وہ اسلام [illegible] جانا فطرت عامہ کے اصول معمول کے مطابق اپنی کمزوری۔ اپنا ضعف اور کسر شان سمجھنے لگے۔ اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ اسلام کے اعلان پر اصرار کرنے لگے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خدا کی مصلحت کو خدا جانتا ہے۔ یا اوس کا رسول معمولی طبیعتیں رازدان قدرت نہیں ہو سکتیں اسلئے وہ قدرت کی مصلحتونکو نہین سمجھ سکتیں اونکی اصرار پر قدرت کا رازدار منصب رسالت کا ذمہ دار برابر انکار فرماتا گیا۔ وہ انکے اصرار اور اپنے انکار کی حقیقت و مصلحت کو پورے طور سے جانتا تھا اور اوس پر عمل پیرا ہوتا تھا۔ لیکن عقیدت مندون کی معمولی طبیعتون مین حقیقت شناسی کے اتنے جوہر کہان تھے جو اوسکے منافع او ضرر کو بخوبی سمجھ سکتے۔ اسکی مثال حضرت ابوبکرؓ کے مصائب کا مفصلہ ذیل قصہ ہی۔ جو حضرت حمزہؑ کے عین اسلام لانے والے دن واقع ہوا جسکو ہم تاریخ الخمیس کی عبارت سے نقل کرتے ہین۔

وفی المنتقی وکان حمزۃ بن عبد المطلب اسلم یوم ضرب ابوبکر وذلک ان اصحٰب لرسول اللہ صلعم ورضی اللہ عنہم لما اجتمعوا وکانوا تسعۃ وثلثین رجلاً الح ابوبکر علی رسول اللہ صلعم فی الظّہور فقال یا ابابکر انا قلیل فلم یزل یلح علیہ حتّٰی ظہر رسول اللّٰہ فی نواحی المسجد وقام ابوبکر فی الناس خطیبًا ورسول اللہ صلعم جالس وکان اول خطیب دعا الی اللہ عزوجل والی رسولہ وثار المشرکون علی ابوبکر وعلی المسلمین یضربونہم فی نواحی المسجد ضربا شدیدا او طئوا ابوبکر وضرب ضربا شدیدا ودنا منہ الفاسق عتبۃ بن ربیعۃ فجعل یضربوہ بنعلین مخصوفتین ویحرفہما بوجہہ واثر علی وجہ ابی بکر حتّٰی ما یعرف انفہ من وجہہ وجاءت بنو تیم فاجلوا المشرکین عن ابی بکر وحملوا ابابکر فی ثوب حتی ادخلوہ بیتہ

جلد اول ص ۳۳۲ مطبوعہ مصر

کتاب منتقی مین مرقوم ہے کہ اسلام حمزہ ابن عبد المطلب اوس روز واقع ہوا جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے مار کھائی۔ وجہ یہ ہوئی کہ جب اصحاب رسولؐ کی تعداد انتالیس ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصرار کرنا شروع کیا کہ اب آپ ظہور فرمائین۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر ابھی ہم قلیل التعداد ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ نہین مانے اور اپنا اصرار بڑہاتے رہے۔ یہانتک انکا اصرار بڑہا کہ بالآخر حضرتؐ نے نواحی مسجد مین ظہور فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ پڑہنا شروع کیا اور یہ پہلا خطبہ تھا جو خدا و رسولؐ کی دعوت کے متعلق پڑہا گیا۔ جناب رسولخدا خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ اسپر گروہ مشرکین مین جو لوگ موقع پر موجود تھے اسقدر ہیجان ہوا کہ وہ سب کے سب حضرت ابوبکرؓ اور دیگر مسلمانون پر جو موجود تھے۔ ایکبارگی ٹوٹ پڑے عتبہ بن ربیعہ فاسق نے حضرت ابوبکر کے قریب آکر پاؤن سے جوتے نکالے جو پیوند لگے تھے اور اس سے مارنا شروع کیا کہ جدہر پیوند ہوتا تھا اوسی کو چہرے کیطرف گہما دیتا تھا جس سے حضرت ابوبکر کا چہرہ ایسا سوج گیا تھا کہ چہرے پر ناک نہین معلوم ہوتی تہی۔ اس اثنا مین بنو تیم انکے قبیلہ والے آگئے اور مشرکین سے چہڑا کے ایک چادر مین اوٹھا کر انکو گھر لیگئے۔

حضرت ابوبکر کتمان ایمان کی مصلحتون کو نہین سمجھتے تھے اس لئے اونہون نے اسکے اظہار پر اصرار فرمایا حالانکہ جناب رسولخدا ؑ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخفاء وکتمان کی مصلحتون کو سمجھکر انکو انکے غلط اصرار سے برابر سمجھاتے رہے لیکن چونکہ یہ رازدار قدرت و[illegible] اس لئے نہ مانے نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی مصیبت مین پڑے اور دیگر مسلمانون کے لئے مصائب و شدائد کا فتح الباب کر گئے۔

یہ تو تبلیغ اسلام کے جذبات مین معتقدین کی بیجا مبادرت قریش کی اشتعال طبعی خصومت اور اذیت اہل اسلام و ہلاکی اسلام کا باعث ثابت ہوئی ایسی کے ایسا ایک دوسرا امر ناعاقبت اندیشانہ طریقہ سے سعد ابن ابی وقاص کے ہاتھون اسلام کی تعمیل واجبات کے متعلق سرزد ہوا۔ جو اوسی تاریخ کی مفصلہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے۔

وکان اصحاب رسول اللہ صلعم اذا صلوا ذهبوا الی الشعاب فاستخفوا من قومهم فبینما سعد بن ابی وقاص فی نفر من اصحاب النبی صلعم فی شعب من شعاب مکۃ اذ اظهر علیهم نفر من المشرکین وهم یصلون فناکروهم وعابوا علیهم ما یصنعون حتی قاتلوهم فاقتتلوا فضرب سعد بن ابی وقاص رجلا من المشرکین بلحی من جملها فشجه فکان اول دم اهریق فی الاسلام۔

اصحاب رسول خدا صلعم اس زمانہ مین جب نماز پڑہتے تو پہاڑون کی دردن مین جاکر اپنی قوم سے چھپکر نماز پڑہا کرتے تھے ایکمرتبہ سعد بن ابی وقاص صحابہ کے ساتھ نماز پڑہ رہے تھے کہ اودہر سے کفار قریش کا گذر ہوا انلوگون نے انکی نماز پر استہزا و تمسخر کیا۔ یہانتک کہ جانبین میں لڑائی کی نوبت پہونچ گئی چنانچہ سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کی ہڈی اوٹھاکر ایک کافر کو مارا جس سے اوسکا سر زخمی ہوگیا یہ پہلا خون ہے جو اسلام مین بہایا گیا۔ جلد دوم ص ۲۱۶

عبداللہ ابن مسعود صحابی نے بھی اوائل اسلام مین ایسے ہی جرأت بیجا کی تھی جسکی مفصل کیفیت ہم تاریخ طبری کی عبارت سے ذیل مین لکھتے ہین۔

اجتمع یوما اصحاب رسول اللہ صلعم فقالوا واللہ ما سمعت قریش بهذا القرآن یجهر لها به قط فمن رجل یسمعهموه فقال عبد اللہ بن مسعود انا قالوا انا نخشاهم علیک انما نرید رجلا له عشیرة یمنعونه من القوم ان ارادوه فقال دعونی فان اللہ سیمنعنی قال فغدا ابن مسعود حتی اتی المقام فی الضحی وقریش فی اندیتها حتی قام عند المقام ثم قال بسم اللہ الرحمن الرحیم رافعا بها صوته الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البیان ثم استقبلها یقرءها فتأملوا و جعلوا یقولون

ایکبار اصحاب جناب رسولخدا صلعم جمع ہوئے اور آپس مین کہنے لگے کہ ابھی تک قریش نے بلند اور واضح آواز سے قرآن نہین سنا ہے ہم مین سے کون ایسا شخص ہے جو اونکو قرآن بلند آواز سے جاکر سنادے عبداللہ ابن مسعودؓ بولے وہ مین ہون۔ اصحاب نے کہا تمہاری طرف سے ہمکو خوف ہے اسلئے کہ قریش مین سے کوئی صاحب قبیلہ اوٹھکر تمہارے ارادہ مین تمہارا ساتھ مزاحمت کرے اور تمکو باز رکھے۔ عبداللہ بولے آپ حضرات مجھے چھوڑ دین خدا میری اعانت کرے گا صبح ہوئی تو حرم محترم مین گئے اور مقام ابراہیم پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے بسم اللہ کہی اور سورہ رحمان کی تلاوت شروع کی قریش نے سُنا تو کہنے لگے کہ ابن ام عبد (عبداللہ ابن مسعود کا لقب ہے) کیا کہتا ہے سنو تو لوگون نے کہا یہ تو وہی چیز ہے جو محمد صلعم

ما یقول ابن ام عبد ثم قالوا انہ لیتلوا بعض ما جاء
بہ محمد فقاموا الیہ فجعلوا یضربون فی وجہہ وجعل
یقرء احتے یبلغ منہا ما شاء اللہ ان یبلغ ثم انصرف
الی اصحابہ وقد اثروا بوجہہ فقالوا ھذا الذی
خشینا علیک قال ما کان اعداء اللہ اھون علی منھم
الان لئن شئتم لاغادینھم غدا بمثلھا قالوا لا حسبک
قد اسمعتھم ما یکرھون - تاریخ طبری مطبوعہ جرمن صفحہ ۱۱۰۸

ان لوگوں کے زعم کے مطابق نازل ہوئی ہے یہ سنتے ہی تمام قریش اٹھ
کھڑے ہوئے اور عبداللہ ابن مس[illegible] لیکن
جہانتک خدا کو ان سے تلاوت قرآن [illegible] سورہ بھی یہ تلاوت کر چکے جب
تلاوت کر چکے تو اصحاب رسول صلعم کے پاس واپس آئے۔ چہرہ پر مار کا
نشان بالکل نمایاں تھا۔ اصحاب اس حالت سے انھیں دیکھکر کہنے
لگے کہ ہمکو تمہاری نسبت اسی بات کا اندیشہ تھا عبداللہ نے کہا کہ دشمنان
خدا کی طرف سے یہ امر مجھے بالکل آسان معلوم ہوتا ہے۔ اگر آپ لوگ
چاہیں تو پھر کل میں اسی طرح کر دکھلاؤں۔ اصحاب نے کہا نہیں یہی کافی ہے جس چیز سے وہ کراہیت کرتے تھے وہ تم نے اونکو سنا دی۔

شبلی صاحب نے بھی اس واقعہ کو اسی حوالے سے لکھا ہے لیکن اپنے اختصار کے قدیم پیرایہ میں طبری کا حوالہ بھی غلط دیا ہے صفحہ ۱۱۸۰ کی جگہ ۱۱۰۸ ہونا چاہیئے۔ سیرۃ النبیؐ ج ا ص ۱۷۱

یہ واقعات بتلا رہے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی عقیدتمندوں اور معمول پسندوں نے۔ راز دار رسالت کے مصالح قیمتی کی قدر و عظمت نہیں کی۔ اس لئے کہ وہ اسکے حقیقت شناس نہیں تھے اسلامی محدثین و مورخین کے خلوص عقیدت اسوقت ان حضرات کے اِن طرز عمل کو جیسا کچھ مستحسن بتلائیں۔ اور ان میں سے ایک کو اسلام کا خطبۂ اول اور دوسرے کو حملۂ اول ظاہر فرمائیں۔ وہ اونکے حسن عقائد سے متعلق ہے لیکن بخلاف انکے جب ایک عاقبت بین اور مآل اندیش محقق ان واقعات پر نگاہ غور ڈالے گا تو اوسکو صاف طور سے معلوم ہو جائیگا کہ اون کے یہ مخلصانہ عقائد باعث مفاسد تھے اونکی یہ مبادرت محض بیجا۔ بیوقت اور بالکل نازیبا تھی۔ یہ ہمت و حوصلہ صریح اشتعال انگیزی تھی اور فتنہ خیزی۔ رسول بار باران پرجوشیوں کے اظہار سے منع فرماتا تھا۔ خدا وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ کہکر معاملات کفار سے کنارہ کشی کی تاکید کر رہا تھا لیکن یہ پرجوش عقیدتمند کسیکی بھی نہیں سنتے جلتی آگ کے شعلوں کو اپنے ہاتھوں سے بھڑکاتے ہیں اور آپ ہی آپ گرے جاتے ہیں۔ ان بیجا جراتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام قریش کے غیظ و غضب میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسلام و بانیٔ اسلام علیہ السلام کیطرف سے جو وہ ابتک خموشانہ اور غیر سروکارانہ روش اختیار کئے ہوئے تھے اور اسوقت تک اپنے انکار و اکراہ کو صرف جاہلانہ طعن و تشنیع اور وحشیانہ استہزا و تمسخر تک محدود کئے تھے ان واقعات سے اتنا متاثر ہوئے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی کھلی کھلی عداوت اور مخاصمت پر بڑی مستعدی سے آمادہ ہو گئے۔ اور گویا اسیوقت سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمانوں پر بلاؤ مصیبت کی فتح الباب

شبلی صاحب نے ان واقعات کو سرے سے مرفوع القلم فرما دیا ہے۔ گویا تاریخی واقعات کی حیثیت ہی نہیں رکھتے۔ حالانکہ ان حالات کو تاریخوں سے زیادہ حدیثوں نے بیان فرمایا ہے چنانچہ صاحب تاریخ الخمیس نے ان کو

...یث کی مشہور و معروف کتاب المنتقیٰ سے نقل کیا ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخفا و انزوا کی ...
...ت ... ...شیاری اور بیداری سے کاٹی وہ آپ کے استقلال اور ہمت کے کافی ثبوت ہیں۔ فی الحقیقت
... ...ی اور نبوت ہی کی قوت و پاداری تھی۔ اپنی جان کی حفاظت مسلمانوں کے جان و مال
...نگرانی کفار قریش کی مجنونانہ تعریض اور مغرورانہ طعن و تشنیع پر سکوت و خموشی۔ مزید براں۔ پر جوش عقیدت مندوں کی بیجا
...ادیت اور نازیبا جراٴت و ہمت کا ضبط و بسط اتنی اہم ضرورتیں اور مشکلات کو جناب رسول خدا صلعم بالنفس
...فیس تنہا رہکر من احسن الوجوہ طے فرماتے رہے۔ چنانچہ شبلی صاحب بھی اتنا ضرور اعترافاً لکھتے ہیں۔

تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت رازداری کے ساتھ فرض تبلیغ ادا کیا ص ۱۵۳

نبوت کا چوتھا سال دعوت قریش

...سال رسالت اخفا کے انقضا کے بعد۔ مدبر قدرت نے وقتی تناسب اور مصالح پر نظر کر کے جناب رسالتمآب صلی اللہ
...یہ وآلہ وسلم کو اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِینَ (اپنی قریب کے رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤ) کا حکم محکم نازل فرمایا۔ جو لوگ تحقیق پسند ہیں اور
...قت شناس۔ وہ قدرت کے ان نظام بالتدریج کی مصلحت و خوبی کو کافی طور سے سمجھتے ہیں حقیقت یہ ہی کہ ایسے
...ل وقت میں تبلیغ مذہب کی ادا کاری بالکل رازداری تھی۔ ہر خاص و عام سے اظہار و اعلان قیام اسلام سے
...ت نقصان تھا اور بانی اسلام کیلئے خطرۂ جان۔ بنا بر ابتداہی سے اسکے اظہار تبلیغ اور اقرار و تصدیق کا سلسلہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
...ے خاندان میں اون ذوات مقدسہ سے آغاز کیا گیا جو آپ سے اقرب ترین تھے اور جنکے خلوص ایمان اور وثوق عہدہ
...ان پر خدا اور رسول صلعم کو یقین تھا وہ بزرگوار۔ حضرت خدیجہ آپ کی بی بی تھیں۔ آپکے برابر کے بھائی حضرت علی مرتضیٰ تھے گھر کے
...ردہ خاص زید ابن حارثہ تھے۔ انھیں حضرات سے بالاتفاق جمہور تبلیغ اسلام کی ابتدا فرمائی گئی۔ ان بزرگواروں نے
...اً تصدیق رسول صلعم کر لی اور سب لوگوں سے پہلے مشرف باسلام ہو گئے۔

مشیت خداوندی نے وہی نظام مصلحت جو ابتدائے تبلیغ میں جاری فرمائے تھے اسوقت بھی نافذ پائے
...رچہ اظہار تبلیغ اور اعلان دعوت اسلام کا (انذر عشیرتک الاقربین) حکم صادر ہو چکا تھا۔ لیکن تاہم اسکے نفاذ کا آغاز بھی
...پنے خاص اعزہ و اقارب سے کئے جانے کا خاص طور پر فرمان دیا۔ اس لئے کہ یگانوں پر بیگانوں سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس حکم خداوندی کی جس مستعدی اور سرگرمی سے تعمیل فرمائی اسکو
...ور تاہم پہلے شبلی صاحب کی عبارت میں حسب ذیل نقل کرتے ہیں اور پھر اسکے بعد منتقدانہ طریقہ سے اصل واقعہ
انکشاف حقیقت کرتے ہیں۔ صحیح بخاری ص ... کے حوالہ سے لکھا جاتا ہے،

...ضرت صلعم نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا یا معشر قریش لوگ جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کی جانب سے ایک لشکر آرہا ہے

تو تم کو یقین آئیگا؟ سب نے کہا ہاں۔ کیونکہ ہم نے تمکو ہمیشہ سچ بولتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تو میں کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔ یہ سنکر سب لوگ جن میں آپ کا چچا ابولہب بھی تھا سخت برہم ہو کر چلے گئے۔

چند روز کے بعد آپ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ دعوت کا سامان کرو۔ یہ درحقیقت اسلام کی تبلیغ کا پہلا [illegible] مطلب مدعو کیا گیا۔ حمزہؓ۔ ابوطالبؑ اور عباسؓ سب شریک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں وہ چیز لیکر آیا ہوں جو تمہارے دین و دنیا دونوں کو کفیل ہے اس بار گران کے اوٹھانے میں کون میرا ساتھ دیگا۔ تمام مجلس میں سناٹا تھا۔ دفعتاً حضرت علیؑ نے اوٹھکر کہا گو مجھکو آشوب چشم ہے۔ گو میری ٹانگیں تپلی ہیں اور گو میں سب سے نوعمر ہوں۔ تاہم میں آپ کا ساتھ دونگا۔ قریش کے لئے ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ دو شخص جن میں ایک سیزدہ سالہ جوان ہے دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ حاضرین کو بیساختہ ہنسی آگئی لیکن آگے چلکر زمانہ نے بتلا دیا کہ یہ سراپا سچ تھا۔ جلد ۱ ص ۱۵۴

ظاہر ہے کہ شبلی صاحب نے اس واقعہ کو صرف صحیح بخاری سے نقل کیا ہے۔ اور کسی تفسیر۔ حدیث اور تاریخ کی کتاب سے نہیں اسلئے کہ آپ کے اصول موضوعہ کے مطابق ہیں کہ عنوان حفظ ما تقدم کے لحاظ سے آپ نے دیباچہ ہی سے اوٹھایا ہے۔ بخاری سے بڑھکر کوئی دوسری کتاب معتبر نہیں تھی۔ اسکے مقابلہ میں سیرت وتاریخ تو سرے سے فروتر ہیں تو اونکا ذکر ہی بیکار ہے۔ ایسے ہی تفسیر۔ حدیث بہا ثبات کہ اقبلہ خمسہ سحوات بھی اسکے مقابل نہیں ہیں گو آپ کے اس طلسم بخاری کی حقیقت ہم آپ کے دیباچہ کے تبصرہ میں پورے طور سے دکھلا چکے ہیں۔ لیکن خاص اس روایت بخاری کی حقیقت حاشیہ زیر ین صفحہ کی عبارت میں پوری تفصیل سے لکھتے ہیں۔

لہ چونکہ صحت بخاری کا طلسم شبلی صاحب نے دیباچہ کتاب ہی سے اس غرض وغایت سے باندھا تھا کہ ان عظیم الشان واقعات فضائل ومناقب حضرت علی مرتضیٰ اور جناب رسولخدا ص کے ساتھ آپ کی افضل ترین قربت۔ رفاقت اور نصرت وحمایت اور نیز اسلام کے ساتھ آپ کی مربیانہ اور محسنانہ شفقت اور خدمت پر پورے طور سے نقاب افگنی کی جائے جس سے دنیائے صحابیت میں مساوات اور تعمیم کے غلط اصول قایم وثابت ہوں اس بنا پر اس واقعہ کو اور اسکے ایسے تمام واقعات اسلامی کو انواع اقسام کی صنعت وحرفت اور مختلف وضع وتماش کی قلمکاری سے حتی الامکان مٹایا ہی گیا یا مٹا ہے اور چھپایا ہے جیسا کہ اس واقعہ اور آیندہ تمام واقعات کے متعلق ہماری تنقیدی عبارت زیر حاشیہ سے پورے طور پر ظاہر ہوگا۔ ہم نے بخاری کے استخفاف اور اختصار واقعہ کے خلاف جن علمائے کبار کی تصنیفات سے اسکے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ اگرچہ اون حضرات کی شہرت اور اعلمیت کسی توثیق کی محتاج نہیں ہے لیکن تاہم اصول کلام اور مزید اطمینان کی غرض سے ہم اونکی توثیق مفصلہ ذیل عبارت حاشیہ میں قلمبند کر دی ہے۔ ہم نے امام نسائی کے خصائص کی عبارت سب سے پہلے لکھی ہے اس بنا پر پہلے اونکی توثیق ملاحظہ ہو۔

توثیق امام نسائی۔ امام سبکی طبقات الشافعیہ میں لکھتے ہیں۔ قال ابن الطاهر المقدسی سئالت سعد بن علی الزنجانی عن رجل فوثقه فقلت ضعفه النسائی فقال یا بنی ان لابی عبد الرحمن شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری۔ ابن طاہر مقدسی نے سعد بن علی بن زنجانی سے ایک راوی حدیث کا حال پوچھا اونسے اوسکی توثیق کی میں نے کہا نسائی نے تو اسکو ضعیف کہا ہے تو سعد نے کہا اے میرے بیٹے عبد الرحمن نسائی کے شرائط رجال بخاری سے زیادہ سخت ہیں۔ اسی طرح طبقات الحفاظ امام سیوطی میں ہے قال الذهبی هو احفظ من مسلم بن حجاج

سب شبلی صاحب اور ان کے اسلاف۔ بخاری وغیرہم کی اصلی غرض و مدعا ان ترکیبوں سے کیا تھی؟ وہی حضرت علیؑ کے فضائل [illegible] ۔ اگرچہ سوادِ اعظم میں یہ مواد عالمگیر ہے لیکن امام بخاری صاحب اس مرض میں آغاز ہی سے مبتلا [illegible] ضعف خاص ہے ہم دعوت قریش کے واقعہ کو صحاح۔ مسند۔ سنن۔ تفسیر۔ اور تاریخ کی اصلی عبارتوں کے ساتھ ذیل میں نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائیگا کہ واقعہ کیا ہے اور بخاری صاحب لکھتے ہیں کیا۔ سب سے پہلے ہم امام نسائی کے خصائص سے جو ان کی صحیح میں داخل ہے۔ اسکی حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔

عن ربیعۃ بن ناجذ ان رجلا قال لعلی ابن ابیطالب یا امیر المؤمنین لم ورثت ابن عمک دون عمک قال جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی عبد المطلب فصنع لہم مُدا من الطعام قال فاکلوا حتی شبعوا وبقی الطعام کما ھو کان لم یمس ثم دعا بغمر فشربوا حتی تروّوا وبقی الشراب کان لم یمس ولم یشرب فقال یا بنی عبد المطلب انی بعثت الیکم خاصۃ والی الناس عامۃ وقد رایتم ایکم یبایعنی علی ان یکون اخی وصاحبی ووارثی فلم یقم

ربیعہ بن ناجذ سے مروی ہے کہ کسی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ہی کیوں وارث رسولؐ ہوئے اور آپ کے چچا وارث رسولؐ نہ ہوئے۔ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ رسولؐ اللہ نے خاندان عبد المطلب کو بلا کر دعوت دی۔ ایک مد طعام اور ایک پیالہ پانی سے سب کو سیر کر دیا اور کھانا پانی اسی طرح بچ رہا۔ پھر فرمایا اے بنی عبد المطلب میں تمہاری طرف خاص طور پر مبعوث ہوئے ہیں۔ اور لوگوں کیلئے عام طور سے۔ تو کون شخص تم میں سے ہماری بیعت کرتا ہے۔ اس شرط پر کہ وہ ہمارا وارث ہو اور ہمارا اصاحب ہو اور ہمارا بھائی ہو یہ ارشاد سنکر کوئی بھی کھڑا نہیں ہوا ہم جھٹ پٹ کھڑے ہوئے

باقی عبارت حاشیہ ذہبی کہتے ہیں کہ وہ نسائی مسلم بن الحجاج صاحب صحیح مسلم سے زیادہ حافظ حدیث تھے۔ علامہ عبد الباقی زرقانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں النسائی ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب الخراسانی ثم المصری الحافظ احد ائمۃ المبرزین والعلام الطوائفین والحفاظ المتقنین حتی قال الذہبی ھو احفظ من مسلم ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب خراسانی بعدہ مصری تھے ائمہ معتبرین علماء بکرین اور حفاظ متبحرین میں سے ہیں او بقول ذہبی مسلم سے زیادہ حافظ حدیث ہیں۔ علامہ سیوطی تدریب الراوی میں جسکے اکثر حوالے شبلی صاحب نے بھی سیرۃ النبی میں دیے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

قال ابن طاہر المقدسی شرط البخاری ومسلم ان یخرجا الحدیث المجمع علی ثقۃ رجالہ الی الصحابی المشہور قال العراقی ولیس ما قالہ بجید لان النسائی ضعف جماعۃ اخرج لہم الشیخان او احدہما۔ ص ۳۸۔ ابن طاہر کہتے ہیں کہ شرط بخاری ومسلم یہ ہے کہ وہ ایسی حدیثیں روایت کرتے ہیں جنکے رجال موثق ہوں یا صحابہ کا اجماع ہو۔ عراقی کہتے ہیں یہ درست نہیں کیونکہ نسائی نے بہت سے ایسے راویوں کو ضعیف کر دیا ہے جن سے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔ یا صرف بخاری نے یا صرف مسلم نے روایت کی ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ہم نے یہ روایت خصائص نسائی سے نقل کی ہے نہ صحیح نسائی سے اس بنا پر ہمارا فرض ہے کہ ہم ثابت کر دیں کہ خصائص بھی داخل صحیح ہے اور یہ کہ خصائص اسی صحیح کا ایک جزو خاص ہے اور ایک ہی شے ہے اسکے ثبوت میں ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ابن حجر کی مفصلہ ذیل عبارت۔ وکانہ لم یقف علیہا وَاللہ الموفق (المزی) وافرد عمل یوم ولیلۃ للنسائی عن السنن وھو من جملۃ کتاب السنن فی روایۃ ابن الاحمر وابن السیار وکذلک افرد خصائص علیؑ وھو من جملۃ المناقب فی روایۃ ابن السیار

الیہ احد فقمت الیہ وکنت اصغر القوم قال اجلس ثم قالت ثلاث مرات کل ذلک اقوم فیقول اجلس حتی کان فی الثالثۃ ضرب بیدہ علی یدی ثم قال فذلک ورثت ابن عمی دون عمی ۔ خصائص مطبوعہ مصر جلد ۹ ص ۶۵

حالانکہ ہم سب سے چھوٹے تھے حضرت نے تین بار اس کلام کا اعادہ کیا لیکن کوئی شخص بجز میرے نہ کھڑا ہوا [illegible] صلعم نے اپنا دست مبارک میرے ہاتھ پر مارا [illegible] اسوجہ سے اپنے ابن عم کے وارث ہوئے ۔ نہ ہمارے عم بزرگوار (خصائص مطبوعہ مصر)

صحیح بخاری کی عبارت مندرجہ بالا سے خصائص نسائی کی موجودہ عبارت کو ملایا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ بخاری صاحب نے اپنی خود غرضی سے اس واقعہ کو کیسے مبہم اور مہمل طریقہ سے بیان فرمایا ہے اور اصل واقعہ کو جس سے حضرت علیؑ کی رفاقت نبویؐ کے حقیقی قول و قرار اور جناب مخبر صادق کی زبانی ان کے مراتب و مدارج کے اظہار ہوتے تھے ۔ بالکل مرفوع القلم کردیا گویا انکا وقوع ہوا ہی نہیں تھا۔

اب مسند امام حنبل کی عبارت ذیل میں ملاحظہ ہو۔

حدثنا عبد اللہ ثنا ابی اسود بن عامر ثنا شریک عن الاعمش عن المنہال عن عباد عن عبد اللہ الاسدی عن علیؑ قال لما انزلت ھذہ الآیۃ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ قال جمیع النبی من اھلبیتہ فاجتمع ثلثون

عبداللہ ابی اسود سے ۔ ابی اسود عامر سے ۔ عامر شریک سے شریک اعمش سے ۔ اعمش منہال سے منہال عباد سے ۔ عباد عبداللہ اسدی سے عبداللہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوا تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر کے لوگوں کو جمع کیا وہ لوگ تیس آدمی تھے ۔ انلوگوں کی ضیافت

بقیہ حاشیہ
ولو تفرد التفسیر وھو فی روایۃ حمزہ وحدہ ولا کتاب الملئکۃ ولا استعادۃ والطب وغیر ذلک وقد تفرد بذلک راوی راوٍ فما تبین لی وجھہ افرادہ للخصائص وعمل یوم الیلۃ ۔ مزی مصنف تہذیب نے نسائی کی کتاب عمل یوم ولیلۃ کو علحدہ کیا حالانکہ بروایت ابن احمر و ابن سیار وہ بھی کتاب السنن سے ہے ۔ اسی طرح خصائص جناب علی مرتضیٰؑ کو بھی علیحدہ کیا حالانکہ وہ منجملہ جزو مناقب ہو اور نہ علحدہ کیا تفسیر کو نہ کتاب الملائکہ کو نہ کتاب الاستعادہ کو اور نہ کتاب الطب کو جنکے متعلق ایک ایک راوی منفرد ہوا نسائی سے تو ہمکو اسکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوئی کہ کتاب الخصائص اور عمل یوم واللیلہ کو کیوں اصل کتاب سے علحدہ کیا گیا ۔ تہذیب التہذیب جلد ا صفحہ ۶

اب اسکے بعد یہ بھی سن لیا جاوے کہ فضائل علیؑ کا لکھنا انکے وقت میں اتنا بڑا جرم عظیم تھا کہ سوائے قتل کے اوسکی دوسری سزا ہی نہیں تھی ۔ چنانچہ نسائی غریب بھی اسی چپیٹ میں آگئے اور اسی خصائص کے لکھنے کی وجہ سے انکی جان گئی ۔ ان کا پورا قصہ ابن حجر کی زبانی ذیل میں ملاحظہ ہو ۔ قال ابن عباس سمعت المنصور الفقیہ واحمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی یقولان ابو عبد الرحمن امام من المسلمین وقال محمد بن سعید البادردی ذکرت النسائی لقاسم المطرز فقال ھو امام ویستحق ان یکون اماما وقال ابو علی النیشاپوری سکملت النسائی الامام بلا مدافعۃ وقال فی موضع رأیت من ائمۃ الحدیث اربعۃ فی زمانی واسفاری اثنان نیشاپوری محمد بن اسحٰق وابراھیم بن ابی طالب والنسائی بمصر وعبدان فی الاھواز وقال مامون المصری خرجنا الی طرطوس واجتمع من الحفاظ عبد اللہ بن احمد ومربع وابو الاذان وکلیعۃ وغیرھم فکتبوا کلھم بانتخاب النسائی وقال ابو الحسین

فاکلوا واشربوا فقال فقال لهم من یضمن عنی دینی و مواعیدی [illegible] الجنۃ ویکون خلیفتی فی اہلی فقال رجل [illegible] یا رسول اللہ صلعم ان کنت بحرا من یقوم بھذا ثم قال الآخر قال فعرض ذلک علی اہلبیتہ فقال علی اہلبیتہ فقال علیؑ انا جاء

گئیں۔ اور تمام لوگوں نے ملکر کھایا پیا۔ پھر آپ نے اون لوگوں کو مخاطب کرکے کہا کہ تم مین سے کون شخص ضامن ہوتا ہے کہ میرے قرض کو ادا کرے میرے وعدونکو پورا کرے اور میرے ساتھ بہشت مین رہے اور میرا خلیفہ ہو حاضرین مین سے ایک شخص جسکا نام راوی نے نہین لیا اوٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آیا یہ کیا ضروری ہے کہ ایک ایسا شخص ضامن کھڑا کیا جاوے آپ نے فرمایا ہان۔ پھر آپ نے اسی ارشاد کو اپنے گھر والون پر عرض کیا۔ بالآخر حضرت علی نے اوٹھکر کہا کہ وہ مین ہون

اگرچہ اس حدیث مین بھی حقیقت واقعہ پوری تفصیل سے نہین ہے لیکن وہ الفاظ موجود ہین جنکے پڑھنے لکھنے اور سننے سے امام بخاری اور اونکے معتقدین کو وحشت ہوتی ہے کیونکہ اوسمین خلافت علی کا اظہار و اقرار ہے۔

کنز العمال فی سنن الاقوال والاحوال جلد ۶ صفحہ ۳۹۷ مین اسکی صورت واقعہ یون تحریر ہے۔

عن علیؑ قال لما نزلت ھذہ الآیۃ وَاَنذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقال یا علیؑ ان اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک ذرعا وعرفت انی متے ابادیھم بھذا الامر ارے منہ ما اکرہ فصمت علیھا حتی جاءنی جبرئیل

حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ جب آیۂ وَاَنذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تو آپ نے مجھسے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ مین اپنی قریبی رشتہ دارون کو عذاب الٰہی سے ڈراؤن لیکن مین اس مین جلدی سے توقف کیا اس خوف سے کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میری ہدایت سے اکراہ کرینگے اور میری بات

من المظفر سمعت مشائخنا بمصر یعترفون لابی عبد الرحمن النسائی بالتقدم والامامۃ ویصفون من اجتہادہ فی العبادۃ باللیل والنہار مواظبتہ علی الحج والجہاد واقامۃ السنن الماثورۃ واحترازہ عن مجالس السلطان وان ذلک لم یزل الی ان استشہد بدمشق وقال الحاکم سمعت علی بن عمر الحافظ غیر مرۃ یقول النسائی افقہ مشائخ مصر فی عصرہ واعرفھم بالصحیح والسقیم واعلمھم بالرجال فلما بلغ ھذا المبلغ حسدوہ فخرج الی الرملۃ فسئل عن فضائل المعویۃ فامسک عنہ فضربوہ فی الجامع فقال اخرجونی الی مکۃ فاخرجوہ وھو علیل وتوفی مقتولا شھیدا فقال ابو بکر المامونی سألت عن تصنیفہ کتاب الخصائص فقال دخلت دمشق والمنحرف بھا عن علی کثیر فصنف کتاب الخصائص رجاء ان یھدیھم اللہ صنف بعد ذلک کتاب فضائل الصحابۃ وقرءھا علی الناس وقیل لہ وانا حاضر لا تخرج فضائل معویۃ فقال ای شیء اخرج اللھم لا تشبع بطنہ وسکت السائل ۔ توفی ۳۰۳ھ

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ ابو علی نیشاپوری کہتے ہین کہ نسائی ائمۃ المسلمین سے تھے۔ پھر کہتے ہین کہ نسائی امام ہین بلا مدافعت۔ دوسرے مقام پر کہا کہ ہم نے چار آدمیون کو ائمہ حدیث سے دیکھا ہے۔ محمد بن اسحاق ابراہیم بن ابیطالب نسائی مصر مین۔ عبدان اہواز مین۔ مامون مصری کہتی ہین کہ حفاظ حدیث سے عبداللہ بن احمد۔ مربع۔ ابو الاذان کیلجہ وغیرہ جمع ہوئے سب نے کہا نسائی سے انتخاب لکھا کرو۔ ابو الحسین بن مظفر کہتے ہین ہمارے

فقال یا محمد ان لم تفعل ما تؤمر به یعذبک ربک فاصنع لی
صاعا من طعام واجعل علیه رجل شاة واملأ لنا عسا
من لبن ثم اجمع لی بنی عبد المطلب حتی اکلمهم وابلغ
ما امرت به ففعلت ما امرنی به ثم دعوتهم وهم یومئذ
اربعون رجلا او ینقصونه فیهم اعمامه ابو طالب وحمزہ
والعباس وابو لهب فلما اجتمعوا الیه دعانی بالطعام
الذی صنعته لهم فجئت به فلما وضعته تناول النبی
صلی اللہ علیه وآله وسلم حسبت حزیة من اللحم فشقها
باسنانه ثم القاها فی نواحی الصحفة ثم قال کلوا
بسم اللہ الرحمن الرحیم فاکل القوم حتی نهلوا عنه
ما تری الا اثار اصابعهم واللہ ان کان الرجل الواحد منهم
لیاکل مثل ما قدمت لجمیعهم ثم قال اسق القوم یا علی

تاہیں گے اس بنا پر میں خوش رہا تا اینکہ پھر جبرئیل نازل ہوئے اور کہنے لگے
خدا فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ [illegible] جو تمہارے نبی نے
تم کو حکم دیا ہے تو تم پر تمہارے رب کی طرف [illegible] پس تم
(اے علیؑ) بقدر ایک صاع (یعنے تین سیر پختہ) طعام (روٹیاں تیار کرو)
ایک بکری کا گوشت پکالو۔ اور ایک کاسہ شیر مہیا کرلو۔ اور تمام بنی عبدالمطلب
کو ضیافت میں بلالاؤ تاکہ میں اسی مجلس ضیافت میں اون سے کلام کروں اور
جو کچھ اون کے متعلق حکم ہوا ہے اوسکو بجالاؤں اور ان تک پہونچادوں حضرت
علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت رسولخدا صلعم کے مطابق سب سامان مہیا
کردیا اور تمام بنی عبدالمطلب کو بلالایا وہ لوگ شمار میں کم وبیش چالیس آدمی
تھے اور اون میں آنحضرت صلعم کے چچا۔ ابوطالب حمزہ عباس ابولہب
سب ہی موجود تھے۔ جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے۔ تو آنحضرت صلعم نے مجھے
وہ کھانا کھلانے کیلئے حکم دیا جو انلوگوں کے لئے تیار ہوا تھا میں جب اون
کھانوں کو حضرت کے سامنے لایا تو آپ نے ایک پارچہ گوشت اوٹھایا اور
اپنے دندان مبارک سے کاٹ کر طشت میں رکھدیا اور حاضرین سے کہا بسم اللہ آپ لوگ

بقیہ عبارت حاشیہ۔ مشائخ برابر سب امامت اور تقدم نسائی کے قائل تھے۔ اور اونکی عبادت وحج واجتہاد کی تعریف کیا کرتے تھے اور یہ کہ سنن ماثورہ کی اقامت کرتے تھے اور مجالس سلاطین سے پرہیز کرتے تھے۔ یہی اونکے طریقہ آداب ومعاشرت قایم رہے۔ یہانتک کہ شہید ہوئے۔
امام حاکم کہتے ہیں کہ میں نے حافظ علی ابن عمر کو چند بار کہتے سنا ہے کہ نسائی فقیہ ترین ہیں اپنے زمانہ کے مشائخ میں اور سب سے زیادہ اعلم ہیں صحیح وسقیم احوال رجال کے۔ یہ جب اس درجہ ومراتب پر فائز ہوئے تو لوگوں نے ان سے حسد کیا جس سے وہ رملہ کیطرف چلے گئے وہاں لوگوں نے انسے حسد کیا۔ اور فضائل معویہ کو ان سے پوچھا تو اونھوں نے سکوت اختیار کیا۔ جس پر سب نے مسجد جامع میں ملکر انکو خوب مارا انھوں نے کہا کہ ہمکو مکہ لے چلو۔ وہیں انھوں نے مقتول وشہید ہوکر وفات کی۔ ابوبکر مامون کہتے ہیں کہ ہم نے نسائی سے کتاب خصائص کی وجہ تالیف پوچھی تو کہا کہ جب ہم دمشق میں پہونچے تو وہاں کے لوگوں کو حضرت علی سے منحرف پایا۔ لہذا اس امید پر کتاب لکھی کہ شاید اونکی ہدایت ہو اسکے بعد فضائل صحابہ لکھے اور سب کے سامنے اوسکو پڑھا تو کسی نے پوچھا کہ معاویہ کے فضائل نہیں لکھے تو میں نے اوس سے کہا کہ اوسکی فضیلت کیا لکھی جاوے کیا اللہم لا تشبع بطنہ (خدا کبھی اسکا پیٹ نہ بھرے) لکھدیا جاوے۔ یہ سنکر وہ سائل خموش ہوگیا اور میں بھی چپ ہوگیا۔ نسائی نے ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔
فضائل علیؑ کو لکھنا اور معاویہ کے فضائل کو نہ لکھنا۔ انکے قتل کا باعث ہوا محققین غور کرلیں کہ جب فضائل علیؑ کے اخفاء واسقاط کا انتظام اتنی مدت الایام سے چلے آتے ہیں تو چودہ سو برسوں کے بعد آج اصلیت اور حقیقت کا صحیح پتا لگانا کتنا دشوار ہے لیکن یہ بھی حضرت علی کی حقیقت کی دلیل واضح ہے کہ اتنے اہتمام اور اتنی مدت ایام کے بعد اونہیں کی کتابوں سے اصل حقیقت کا انکشاف ہوجاتا ہے۔

فجئتهم بذلك العُسّ فشربوا منه حتى رووا منه جميعا و
ايم الله ان كان [illegible] الواحد منهم ليشرب منه فلما اراد
رسول الله صلى [illegible] وآله وسلم ان يكلّمهم بدره
ابولهب الى الكلام لقد سحركم صاحبكم فتفرق القوم ولم
يكلّمهم رسول الله فقال الغد يا علي ان هذا الرجل سبقني
الى ما قد سمعت من القول فتفرق القوم قبل ان اكلمهم
فعدّ لنا من الطعام بمثل ما صنعت ثم اجمعهم الىّ قال
ففعلت ثم جمعتهم ثم دعاني بالطعام فقربته لهم
ففعل كما فعل بالامس فاكلوا حتى ما لهم بشئ حاجة ثم
قال اسقهم فجئتهم بذلك العس فشربوا حتى رووا منه

تناول فرمایئن پس تمام لوگون نے کہایا اور سیر ہوگئے۔ اور کھانا ویسا ہی کا
ویسا بچ رہا اوسمین اونکے ہاتھون کے نشان تک نہین معلوم ہوتے تھے
حضرت علی فرماتے ہین کہ قسم ہے اوس خدا کی جسکے قبضہ قدرت مین
میری جان ہی کہ وہ کہانا جو سب نے مل کر کہایا تھا مقدار مین اتنا کہ تنہا
کہ اکیلا آدمی اوسے کہا جاتا اسکے بعد آپ نے مجھے حکم دیا انھین سیراب
کرو مین نے اونھین وہی دودہ کا شربت پلایا اور وہ سب کے سب
سیر ہوگئی اور قسم خدا کی وہ ایک آدمی کے پینے کی مقدار تھا۔ اسکے بعد رسول
اللہ صلعم نے کلام کرنیکا قصد کیا اس اثنا مین ابولہب نے اوٹھکر آپ کا
قطع کلام کیا اور قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے صاحب نے تمپر جادو
کیا۔ یہ سننا تھا کہ تمام قوم کے لوگ متفرق ہوگئے۔ دوسرے دن پھر آپنے

بقیہ عبارت حاشیہ۔ دوسری روایت امام احمد بن حنبل کی ہے۔ علامہ سبکی کی کتاب طبقات الشافعیہ کے صفحہ ۱۹۹ سے
لیکر صفحہ ۲۲۱ تک امام احمد بن حنبل کی توثیق مین لکھے گئے ہین۔ بخوف طوالت ہم پوری عبارت نہین لکھ سکتے اور نہ تمام ترجمہ کی نقل کر سکتے
ہین صرف اوسکے خلاصہ کو اپنی ضرورت کے لئے مناسب اور کافی سمجھ کر قلمبند کرتے ہین۔ کتاب کچھ ایسی نادر نہین ہے۔ ہر جگہ موجود ہے
ہر شخص پوری عبارت دیکھ لے سکتا ہے امام سبکی لکھتے ہین (۱) یہ کتاب (مسند امام احمد بن حنبل) ایک اصل ہے اصول سے اس امت کی (۲)
یہ اصل کبیر ہے (۳) مرجع وثیق ہی (۴) بہت سی احادیث سے اسکی حدیثین منتخب کی گئی ہین (۵) یہ مسند امام قرار دیگئی ہی (۶) یہ کتاب
معتمد علیہ ہے (۷) ملجا ہے (۸) مستند ہی (۹) امام احمد نے کہا ہی کہ مین نے سات لاکھ حدیثون سے اسکو منتخب کیا ہی (۱۰) امام احمد
نے کہا کہ جس چیز مین لوگ اختلاف کرین وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرین (۱۱) امام احمد نے کہا جو حدیث اسمین نہو وہ حجت نہین ہو سکتی
(۱۲) اسکی تمام حدیثین مستند حجت ہین (۱۳) امام احمد نے کہا ہی کہ ہم نے اس کتاب کو امام بنایا ہی (۱۴) جب کسی حدیث مین اختلاف ہو تو اسی
کیطرف رجوع کرو (۱۵) اس مین اونھین لوگون سے روایت لی گئی ہی جنکی صداقت و دیانت ثابت ہو۔ نہ ایسے شخص سے جسمین کوئی طعن
ہو۔ (۱۶) سند اور متن مین پوری احتیاط کیگئی ہے (۱۷) اوسی روایت کو وارد کیا ہی جسکی سند مین صحیح ہین۔ آخر مین امام سبکی نے امام ابو موسیٰ
کا یہ قول لکھا ہی قال امام ابو موسى ومن الدليل ان ما اودعه الامام مسنده قد احتاط فيه اسنادا ومتنا لم يورد فيه
الا ما صح سنده طبقات الشافعي امام سبکی ص ۲۰۲۔ ترجمہ یعنی امام ابو موسیٰ کہتے ہین کہ امام احمد نے اسناد و متن مین بڑی احتیاط کی اور اوسی روایت
حدیث کو وارد کیا ہے جسکی سند صحیح ہے۔

حجۃ الہند شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ انصاف مین لکھتے ہین وجعل اى احمد مسنده ميزانا يعرف به حديث
رسول الله صلعم فما وجد فيه ولو بطريق واحد من طرقه فله اصل وما لا فلا اصل له ص ۵ امام احمد نے اپنی سند کو میزان

جمیعا ثم تکلم رسول اللہ صلعم فقال یا بنی عبد المطلب
انی واللہ لا اعلم شابا فی العرب جاء قومہ بافضل مما
قد جئتکم بہ انی قد جئتکم بخیر الدنیا والآخرۃ وقد
امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی
ھذا الامر علیٰ ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم
فاحجم القوم عنہا جمیعا وقلت وانی لاحدثہم سنا وارمصہم
عینا واعظمہم بطنا واحمشہم ساقا انا یا نبی اللہ صلی
اللہ علیہ والہ وسلم اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبتی فقال
ان ھذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ و
اطیعوا فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب
قد امرک ان تسمع وتطیع لعلی

مجھے بلاکر حکم دیا کہ یا علی اس شخص نے میرے کلام پر سبقت کی اور قبل اسکے کہ مین
کچھ کہون قوم کے لوگ متفرق ہوکر چلے گئے۔ پھر آج تم ویسا ہی کھانا تیار
کرو اور پھر سب لوگون کو بلاؤ پس مین نے [illegible] کے حکم کے مطابق
آج بھی ویسے ہی سامان کئے جو کل کئے تھے۔ اور پھر ان لوگون کو جاکر
بلا لایا۔ جب مین کھانا لیکر آنحضرت کے پاس آیا تو آپ نے پھر وہی عمل کیا جو
کل کیا تھا پس تمام لوگون نے وہ کھانا کھایا اور سیر ہوگئے شربت پیا
اور سیراب ہوگئے۔ کھانے سے فراغت ہوچکی تو آنحضرت صلعم نے ارشاد کیا کہ اے
اولاد عبد المطلب خدا کی قسم مین جوانان عرب مین کسی شخص کو ایسا نہین جانتا جو اس
طرح تمہارے لئے دین و دنیا کی خیر لایا ہو۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ مین تمکو اسکی طرف
بلاؤن۔ پس تم لوگون مین سے اس امر خاص مین میری وزارت کون شخص کرتا ہے
حضرت علی کا بیان ہے کہ مین اوس مجمع مین کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ
صلعم گو مین ان لوگون مین سب سے کمسن جوان ہون میری آنکھین پر آشوب ہین گو میرا پیٹ بڑا ہے میرے ساق پتلی ہین لیکن باایںہمہ مین اس امر مین آپ کا
وزیر بننے کے لئے مستعد ہون یہ سنکر آنحضرت صلعم نے میرے شانے پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ لوگو۔ دیکھو تم لوگون مین یہ میرا بھائی ہے۔ یہ میرا وصی ہے اور یہ میرا خلیفہ
ہے اسکی باتونکو سنو اور اسکی اطاعت کرو۔ یہ سنکر تمام لوگ ہنستے ہوئے اوٹھکھڑے ہوئے اور حضرت ابیطالب کو مخاطب کرکے بطور تمسخر کہنے لگے
آج سے تم اپنے بیٹے علی کے مطیع و منقاد بنائے گئے۔

بقیہ عبارت حاشیہ بنایا ہے جس سے حدیث رسول پہچانی جاتی ہے تو جو طریق حدیث ایک طریق سے بھی اس مین ہے اوسکی تو اصل ہے۔ اور جو نہین ہے
اوسکی کوئی اصل نہین۔

ہندوستان کے امام المحدثین شاہ عبد العزیز صاحب عجالہ نافعہ مین لکھتے ہین۔ حضرت والد ماجد قدس سرہ میفرمایند کہ مسند امام احمد نزد
فقیر از طبقہ ثانیہ است و دو اصل است در معرفت صحیح و سقیم پسے شناختہ می شود۔ حدیثے را کہ آنرا اصل است اناانچہ کہ اورا اصل نیست صفحہ ۶۔ تیسری روایت
کنز العمال ملا علی متقی کی ہے جس کا اکثر حوالہ شبلی صاحب نے بھی دیا ہے اور جسکے مصنف کی اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ حجۃ الہند شاہ
ولی اللہ صاحب و نیز شاہ عبد العزیز صاحب نے انکو اپنے شیوخ مین شمار کیا ہے ہم انکی توثیق مین مزید اطمینان کے لئے کتاب کشف الظنون مسمی حسن
جمع الجوامع سیوطی کے بعد اس کتاب کا طولانی ذکر کیا گیا ہے صرف اوسکی عبارت کو ذیل مین لکھتے ہین ان الشیخ العلامۃ علاء الدین
علی بن حسام الدین الہندی الشہیر بالمتقی رتب ھذا الکتاب الکبیر کما جامع الصغیر وسماہ کنز العمال فی سنن
الاقوال والاحوال ذکر فیہ انہ وقف علی کثیر مما دونہ الائمۃ من کتب الحدیث فلم یر فیہ اکثر جمعا منہ حیث جمع
فیہ بین الاصول ستۃ واجاد منع کثرۃ الجدے وحسن الافادہ شیخ علامہ علاء الدین علی ابن حسام الدین ہندی المشہور متقی نے

مسلسل اور مفصل حقیقت حال تو یہ ہے جو کنز العمال کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوئی دیکھنے والے خود دیکھ لینگے اور پڑھنے والے خود سمجھ لینگے کہ ایسے مفصل واقعہ کو محض خود غرضی اور تعصب کی بنا پر خواہ مخواہ قطع و برید کر کے کیسا مہمل مبہم اور مجمل بنا دیا گیا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل میں محی السنۃ امام بغوی صاحب مشکوٰۃ المصابیح بیک الفاظ اس تمام واقعہ کو ویسا ہی لکھتے ہیں جیسا کہ کنز العمال سے ابھی ابھی نقل ہو چکا ہے ذیل میں صرف اونکے سلسلہ رواۃ نقل کر دیتے ہیں۔ مروی محمد ابن

عن عبد الغفار بن القسم عن المنهال عن عمرو عن عبد الله بن الحارث بن عبد المطلب بن عبد الله بن عباس عن علی ابن ابی طالب۔

محمد بن اسحاق عبد الغفار بن قسم سے وہ منہال سے وہ عمرو سے وہ عبد اللہ بن حارث بن عبد المطلب بن عبد اللہ بن عباس سے اور وہ علی ابن ابیطالبؑ سے معالم التنزیل ص ۶۶۳ بمبئی۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ اس کتاب عظیم کو اوسیطرح مرتب کیا ہے جیسی کتاب جامع الصغیر سیوطی مرتب کی گئی ہے اور اس کا نام کنز العمال فی سنن الاقوال والاحوال رکھا گیا ہے اسمیں بہت سی ایسی حدیثوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ائمہ حدیث کی نظر سے چھوٹ گئی تھیں اور جو فن حدیث کے اصول ستہ کے مطابق قابل نقل تھیں اور اس بارے میں مصنف نے بڑی سعی کی ہے اور اوس سے بڑا فائدہ ہوا ہے۔

ملا علی متقی کی توثیق تو ہو چکی۔ مگر ملا متقی نے اس حدیث کو اصلا علامہ ضیاء مقدسی کی کتاب مختارہ سے ماخوذ کیا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ اونکی توثیق بھی ذیل میں نقل کی جاوے کشف الظنون میں ہے المختارہ فی الحدیث للحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۴۳ثلاث واربعین وستمایۃ التزم فیہ الصحۃ فصحح فیہا احادیث لم یسبق الی تصحیحہا قال ابن کثیر وھذا الکتاب لم یتم وکان بعض مشائخنا یرجحہ علی مستدرک الحاکم کتاب مختارہ حدیث میں ہے۔ حافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی المتوفی ۶۴۳ کی تصنیف ہے اس میں التزام کیا گیا ہے صحت کا جس میں ان حدیثوں کی ایسی صحت کی ہے جس کے قبل کوئی سابق نہوا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ کتاب ناتمام رہی ہمارے بعض مشائخ اسکو امام حاکم کی مستدرک پر ترجیح دیتے ہیں۔ تدریب الراوی میں ہے ومنھم الحافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی جمع کتابا سماہ المختارہ التزم فیہ الصحۃ وذکر فیہا احادیث لم یسبق الی تصحیحہا منجملہ اونکے حافظ ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی ہیں جنہوں نے ایک کتاب جمع کی ہے جس کا نام مختارہ رکھا ہے اسمیں صحت کا ایسا التزام کیا ہے کہ ان سے پہلے کسی نے ایسا التزام نہیں کیا تھا۔

یہی مضمون کتاب التقیید والایضاح۔ زین الدین عراقی۔ اور ضوء اللامع سخاوی اور شرح مشکوٰۃ شاہ عبد الحق دہلوی اور اتحاف النبلاء نواب صدیق حسنخان اور قول مستحسن مولوی حسن الزمان صاحب میں بھی موجود ہے جس میں سب نے تصریح کی ہے کہ کتاب مختارہ کی کل حدیثیں صحیح ہیں۔

چوتھی حدیث امام بغوی کی تفسیر معالم التنزیل کی ہے۔ انکی توثیق بھی ملاحظہ ہو۔ امام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں بذیل تذکرہ ثعلبی لکھتے ہیں فتفسیرہ وان کان غالب الاحادیث التی فیہ صحیحۃ ففیہ ما ھو کذب وموضوع باتفاق اھل العلم ولھذا لما اختصرہ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی وکان اعلم بالحدیث والسنۃ والفقہ منہ والثعلبی علم ما قال

صحاح مسند سُنن اور تفسیر کے اسناد ہو چکے۔ اب ایک تاریخ باقی رہی اگرچہ تفسیر معالم التنزیل میں سیرت ابن اسحٰق ہی سے یہ روایت لی گئی ہے اور ہمارے ثبوت کے لئے یہی کافی تھا لیکن جس سلسلہ سے ہم نے اپنے سلسلۂ بیان کو شروع کیا ہے ابھی ہم کسی اختصار تو لی یا کوتہ قلمی کو پسند نہیں کرتے۔ اسلئے اسی سلسلۂ بیان کرا خیر میں تاریخ طبری کی پوری عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

قال حدثنی محمد بن اسحٰق عن عبد الغفار بن القاسم بن المنہال بن عمر عن عبد اللہ بن الحارث بن نوفل بن الحارث بن عبد المطلب عن عبد اللہ بن عباس عن علی بن ابی طالب قال لما نزلت هذه الاٰیة علی رسول اللہ صلعم وانذر عشیرتک الاقربین دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیه واٰلہ وسلم فقال لی یا علیّ انّ اللہ امرنی ان انذر عشیرتی الاقربین فضقت بذلک ذرعا وعرفت انی متی ابادیهم بهذا الامر اری منهم ما اکره فصمت علیه حتی جاءنی جبرئیل فقال یا محمدؐ انک الا تفعل ما تؤمر به یعذبک ربک فاصنع لنا صاعا

محمد ابن اسحاق عبد الغفار بن قاسم بن منہال بن عمر سے اور وہ عبد اللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب سے اور وہ عبد اللہ بن عباس سے اور وہ علی بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر نازل ہوا تو آپ نے مجھے بلا کر ارشاد کیا کہ اے علیؑ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب خدا سے ڈراؤں میں نے اسکی تعمیل میں یہ خیال چندی توقف کیا کہ وہ لوگ میری ہدایت کو مکروہ جانیں گے تا اینکہ پھر جبرئیل آئے اور مجھسے کہا کہ اے محمدؐ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تمہارا پروردگار تم پر عذاب نازل فرمائیگا۔ پس تم اے علی بقدر ایک صاع کے

بقیہ عبارت حاشیہ۔ المفسرین والنحاۃ وقصص الانبیاء فهذا الامور نقلها البغوی من الثعلبی واما الحدیث فلم یذکر شیئا من الموضوعات التی رواها الثعلبی بل یذکر الصحیح منها ویعزوه الی البخاری وغیره وانه صنف کتاب الشرح السنة وکتاب المصابیح وذکر ما فی الصحیحین والسنن ولم یذکر الاحادیث التی یظهر لعلماء الحدیث انها موضوعة کما یفعله غیره من المفسرین تفسیر ثعلبی میں اگرچہ غالب احادیث صحیح ہیں لیکن بعض حدیثیں موضوع بھی اسمیں داخل ہیں۔ اس لئے جب ابو محمد حسین بن مسعود بغوی نے اوسکو مختصر کیا تو ثعلبی سے صرف اقوال مفسرین ونحاۃ اور قصص الانبیاء کو نقل کیا کیونکہ بغوی علم حدیث سُنت اور فقہ میں اعلم تھے بہ نسبت ثعلبی کے کہ وہ اقوال مفسرین کے البتہ اعلم تھے بغوی نے اون حدیثوں کو البتہ نہ لکھا جو موضوعات سے تھیں اور ثعلبی نے اونکو روایت کیا تھا بغوی اوسی کو لکھتے ہیں بخاری وغیرہ سے کیونکہ یہ مصنف ہیں کتاب شرح سنتہ اور کتاب مشکوٰۃ مصابیح کے اور ذکر کیا اوسی کو جو صحیح وسنن میں ہے اور نہ لکھا اون حدیثوں کو جنکی موضوعیت ظاہر ہوئی علماء حدیث کو جیسا کہ اور مفسرین کرتے ہیں۔

آخر میں ہم نے اسکو تاریخ طبری سے نقل کیا ہے۔ طبری کی بھی توثیق ملاحظہ ہو۔ علامہ داودی طبقات المفسرین میں لکھتے ہیں محمد ابن جریر بن یزید بن غالب الطبری ابو جعفر رأس المفسرین علی الاطلاق احد الائمة جمع من العلوم مالم یشارکه فیه احد من اهل عصره وکان حافظا الکتب بصیرا بالمعانی فقیها فی احکام القراٰن عالما بالسنن وطرقها صحیحها وسقیمها وناسخها ومنسوخها وله تصانیف لعظیمة منها تفسیر القراٰن وهو اجل التفاسیر لم یؤلف مثله کما ذکره العلماء قاطبة وذلک لانه جمع فیه بین الروایة والدرایة ولم یشارکه فی ذلک احد لا قبله ولا بعده مولده باٰمل سنة ۲۲۴ ومات یوم الاحد سنة ۳۱۰ محمد ابن جریر

من طعام واجعل علیہ رجل شاۃ واملأ لنا عسّا من لبن ثم اجمع لی بنی عبدالمطلب حتی اکلّمهم وابلّغهم ما امرت بہ ففعلت ما امرنی بہ ثم دعوتهم لہ وهم یومئذ اربعون رجلا یزیدون رجلا او ینقصونہ فیهم اعمامہ ابوطالب وحمزۃ والعباس وابولهب فلما اجتمعوا الیہ دعانی بالطعام الذی صنعت لهم فجئت بہ فلما وضعتہ تناول رسول اللہ صلعم حذیۃ من اللحم فشقها باسنانہ ثم القاها فی نواحی الصحفۃ ثم قال خذوا بسم اللہ فاکل القوم حتی ما لهم بشیء حاجۃ وما اری الا موضع ایدیهم وایم اللہ الذی نفس علی بیدہ وان کان الرجل الواحد منهم لیاکل ما قدمت لجمیعهم ثم قال اسق القوم فجئتهم بذلک العس فشربوا منہ حتی رووا منہ جمیعا وایم اللہ ان کان الرجل الواحد منهم لیشرب مثلہ فلما اراد رسول اللہ صلعم ان یکلمهم بدرہ القوم الی الکلام لقد سحرکم صاحبکم فتفرق القوم فلم یکلمهم رسول اللہ

کھانا تیار کرو۔ (صاع = ۲½ پختہ سیر) یعنی روٹیاں پکواؤ۔ ایک بکرے کا گوشت تیار کراؤ۔ اور ایک کاسہ شیر مہیا کرو۔ اور تمام بنی عبدالمطلب کو ضیافت میں بلالاؤ تاکہ میں اون سے کلام کروں اور جو کچھ کہ خداتعالیٰ نے انکے متعلق مجھے حکم دیا ہے وہ اون تک پہونچادوں حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے آپکے ارشاد کے مطابق سب فراہم کیا۔ اور تمام بنی عبدالمطلب کے لوگوں کو بلالایا اسدن وہ لوگ تعداد میں کم و بیش چالیس آدمی تھے اور اونمیں آپ کے چچا ابوطالب حمزہ عباس اور ابولہب بھی شامل تھے پس جب یہ تمام لوگ جمع ہوگئے تو آپنے کھانا کھانے کے لئے مجھے کہا اور میں جو کچھ کھانا پکا تھا لے آیا۔ اور جناب رسولخدا صلعم کے آگے رکھدیا آپ نے اس میں سے ایک پارہ گوشت اوٹھایا اور اسکو اپنے دندان مبارک سے کاٹ کر طشت میں رکھدیا پھر تمام لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ آپ لوگ تناول فرمائیں۔ تمام لوگوں نے کھانا شروع کیا یہانتک کہ خوب سیر ہوکر کھا چکے اور کھانا ویسا کا ویسا ہی رہگیا اسمیں اونکے ہاتھوں کا نشان تک نہیں معلوم ہوتا تھا۔ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قسم اوس خدا کی جسکے قبضہ قدرت میں علیؑ کی جان ہے کہ وہ کھانا جو اتنے لوگوں نے ملکر کھایا مقدار میں اتنا کم تھا کہ اکیلا آدمی اُسے کھا جاتا اسکے بعد آپ نے مجھے حکم دیا کہ انہیں سیراب کرو پس میں نے انہیں دودھ کا شربت پلایا اور وہ سب کے سب سیر ہوگئے اور قسم خدا کی وہ ایک آدمی کے پینے کی مقدار تھا اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے کلام کرنیکا ارادہ کیا۔ اور اثنا میں ابولہب اوٹھکر آپ کا قطع کلام کردیا اور قوم سے مخاطب ہوکر کہا کہ تمہارے دوست نے تم پر سحر کیا۔ یہ سنا تھا کہ تمام قوم لوگ منتشر ہوکر چلے گئے۔ دوسرے دن پھر آپ نے مجھے بلاکر حکم دیا کہ یا علی اس

بقیہ حاشیہ۔ بن یزید بن غالب الطبری جنکی کنیت ابوجعفر ہے علی الاطلاق راس المفسرین ہیں منجملہ اماموں کے ایک امام ہیں۔ وہ علوم دین کے ایسے عالم تھے جنمیں انکا کوئی شریک نہیں تھا۔ حافظ کتاب اللہ تھے صحیح سقیم ناسخ اور منسوخ سے خوب واقف تھے تفسیر تو ایسی لکھی ہے کہ آجتک اوسکے مثل کوئی تفسیر لکھی ہی نہیں گئی کیونکہ انھوں نے اسمیں روایت و درایت دونوں کو جمع کیا ہے جسمیں نہ انکا کوئی شریک نہ انکے قبل ہوا اور نہ انکے پیچھے ولادت مقام آمل ۲۲۴ھ میں ہوئی اور وفات ۳۱۰ھ میں۔

علامہ یافعی مرآۃ الجنان میں لکھتے ہیں لہ مصنفات ملیحۃ فی فنون عدیدۃ تدل علی وسعۃ علمہ وغزارۃ فضلہ وکان ثقۃ فی نقلہ وتاریخہ وقیل تاریخہ اصح التاریخ واثبتها فنون عدیدہ میں انکی نہایت عمدہ تصنیفیں ہیں جن سے انکی وسعت علم اور جامعیت فضل کمال ظاہر ہے نقل احادیث میں معتمد ہیں انکی تاریخ کو صحیح و ثابت ترین تاریخ کہا جاتا ہے۔

مصر کے اہل مطابع کی ایک حیرت خیز حرفت تاریخ طبری کی اس روایت کے متعلق اخفاء حقیقت کی ایک حیرت انگیز حرفت مصر کے اہل مطابع عمل میں لائے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ کتاب پہلے جرمن میں چھاپی گئی جسکے مضمون روایت میں حضرت علیؑ کی نسبت آنحضرت صلعم کے خاص الفاظ وصیّی وخلیفتی موجود ہیں جیسا کہ ہم اوپر نقل کرچکے ہیں۔ ملاحظہ طبری مطبوعہ جرمن ص ۱۱۷۳ پھر اسی مطبوعہ جرمن کی نقل

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال الذی یا علی ان ہذا الرجل سبقنی الی القول فتفرق القوم ولم یکلمہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال الغد یا علی ان ہذا الرجل سبقنی الیٰ قال ففعلت ثم جمعتہم ثم دعانی بالطعام فقربتہ لہم ففعل کما فعل بالامس فاکلوا حتی ما لہم بشئ حاجۃ ثم قال اسقہم فجئتہم بذلک العس فشربوا حتی رووا منہ جمیعا ثم تکلم رسول اللہ صلعم فقال یا بنی عبد المطلب انی واللہ ما اعلم شابا فی العرب جاء قومہ بافضل مما قد جئتکم بہ انی قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرۃ وقد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی ہذا الامر علی ان یکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم عنہا جمیعا وقلت وانی لاحدثہم سنا وارمصہم عینا واعظمہم بطنا واحمشہم ساقا انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبتی ثم قال ان ہذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا قال فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لابنک وتطیع

شخص نے مجھ پر کلام کرنے میں سبقت کی اور قبل اسکے کہ میں کچھ کہوں تو قوم کے لوگ متفرق ہو کر چلے گئے۔ پس پھر تم آج ویسا ہی کھانا اور سب سامان وہی مہیا کرو۔ اور پھر سب لوگوں کو بلا لاؤ۔ میں نے آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق آج بھی ویسے ہی سامان سب مہیا کر لئے اور پھر ان لوگوں کو جا کر بلا لایا۔ جب میں کھانا لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے پھر وہی عمل کیا جو کل کیا تھا۔ تمام لوگوں نے وہ کھانا کھایا اور سیر ہو گئے۔ دودھ پیا اور سیراب ہو گئے آب و طعام سے فارغ ہو کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں مخاطب فرما کر کہا کہ اے بنی عبد المطلب خدا کی قسم میں جوانان عرب میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا کہ جو وہ خدا کی طرف سے تمہارے پاس تمہارے دین و دنیا کی ایسی خبر لایا ہو جیسی کہ میں۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں تمھیں اسکی طرف بلاؤں پس تم میں سے کون شخص ہے جو اس امر میں میری وزارت کریگا میرا بھائی ہوگا۔ اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہوگا۔ یہ سنکر تمام لوگ خاموش رہ گئے۔ حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ میں اوٹھکر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ باوجودیکہ میں تم میں سب سے چھوٹا ہوں۔ میری آنکھیں پر آشوب ہیں میرا پیٹ بڑا ہے میری پنڈلیاں پتلی ہیں لیکن میں۔ ہاں میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امر میں آپ کا وزیر ہوں گا۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے میرے شانہ پر ہاتھ مارکر ارشاد کیا۔ یہ تم لوگوں میں میرا بھائی میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے

بقیہ حاشیہ۔ مصر کے مطبع میں چھپی چالاک دست اور بخاری پرست اہالیان مطبع کتاب میں ان الفاظ کا دیکھنا اور باقی رکھنا پسند کرکے بالآخر عبارت میں وصی وخلیفتی کی جگہ کذا وکذا کا لفظ بڑھا دیا۔ امام بخاری بھی اکثر مقام پر ایسے ہی ترکیب برابر عمل میں لاتے ہیں طبری مطبوعہ مصر کی عبارت متغیرہ ملاحظہ ہو۔ فایکم یوازرنی علی ہذا الامر علی ان یکون اخی کذا وکذا فاخذ برقبتی ثم قال ان ہذا اخی کذا وکذا فاسمعوا لہ واطیعوا۔ ص ۶۰ جلد ۹۔ افسوس حقیقت کبھی چھپ نہیں سکتی۔ وصی وخلیفتی کو تو چھپایا۔ گویا مبدای علل کو محذوف کر دیا لیکن جبروت حقیقت نے فاسمعوا لہ واطیعوا کو لیا کا دلیا ہی صحیح وسالم چھوڑوا دیا۔ جو اوسی مبدای علل کی خبر معلول ہے اور منطق کے اصول انطباق میں مسلم ہے کہ جب کسی وجہ سے کسی جملہ یا فقرہ میں علل واسباب نہ معلوم ہوں اور معلول ومسبب اسکا موجود ہو تو وہی معلول ومسبب اپنی علل کی خبر کیلئے کافی ہوگا۔ اسلئے اگر علل حقیقی۔ وصی وخلیفتی نہ ہا تو نہ سہی اوسکا معلول اصلی۔ اطاعت اور اوسکی سماعت ومتابعت تو اپنے مقام پر موجود ہی۔ عالم سے کہ اس کا عہدہ وزارت وخلافت مرقوم ہو یا نہو۔ تو کیا جب اوسکی سماعت واطاعت کا حکم صریح موجود ہی تو وہ بذاتہ مفترض الاطاعت تسلیم کیا جاویگا۔ چودہ سو برس کے گذر جانے کے بعد بھی آج تک فضائل ومناقب علی کے چھپانے گھٹانے اور مٹانے کی وہی کیفیت ہی۔ پھر ان حضرات کے حقیقی مراتب ومدارج کی حقیقت کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ انھیں حقیقت نگاریوں کیلئے امام طبری پر شیعیت کا الزام لگایا گیا تھا کہ اونھوں نے بہت سی باتیں خلاف

اسکی باتون کو سنو اور اسکی اطاعت کرو۔ یہ سنکر تمام لوگ ہنستے ہوئے اور ابیطالب سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ تم اب اپنے بیٹے علی کے مطیع و منقاد بنائے گئے۔ اسکی باتون کو سنو اور اسکی اطاعت اختیار کرو۔

اسلام کی اس اعظم ترین اور اولین واقعہ کی تفصیلی حالت یہ تھی۔ جسکو ہم نے اپنے متعدد اور متواتر ماخذون سے اوپر نقل کردی یہ واقعہ ہر طریقہ سے دعوت اسلام اور تبلیغ ایمان کا پہلا زینہ تھا۔ اسکی اہمیت تو اسی سے ظاہر ہے کہ بقول ابن اسحاق امام طبری اور امام بغوی وغیرہم۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ذرا سا توقف فرمانے کیلئے عتابانہ تہدید نازل فرمائی گئی تھی۔ اور اس خیال سے آنحضرت صلعم سخت متاثر ہوکر اسکی تعمیل مین پہر جس سرگرمی اور مستعدی اور جس سامان و اہتمام سے ایکبار نہین دو دو بار مصروف ہوئے وہ روئداد واقعہ سے ثابت ہے۔ اگرچہ پہلی بار بدبخت ابولہب کی حرکت سے آپ کو اسکے مقصد مین کچھ بھی کامیابی نہین ہوئی لیکن حکم خداوندی کی عظمت و جلال اور آپ کے ہمت و استقلال نے آپ کو ذرا بھی بیدل نہونے دیا اور دوسرے دن اوسی اہتمام و انتظام سے منشاء خداوندی کے مطابق اس حکم الٰہی کو انجام دیا۔ اس تفصیل کو بخاری صاحب کے اقتصار اور شبلی صاحب کے اختصار سے مقابلہ کیا جاوے تو خود غرضی نفسانیت اور عصبیت کے اسرار ہویدا اور آشکار ہو جائینگے اور وہ مقصدہ انگیز اغراض و اسباب بھی ثابت ہو جائینگے جسکی بناپر اس واقعہ کو اس اختصار۔ استخفاف اور قطع و برید کے خاص طریقہ سے نقل کیا گیا۔ کیونکہ صرف اسلئے کہ اسکی تفصیل تعمیم و مساوات کے اصول موضوعہ کو بالکل رد و باطل کردیتی تھی اور جناب علی مرتضیٰ ع کے فضائل و مناقب کو آغاز اسلام سے۔ دائرہ امت خیر الانام علیہ السلام مین خاص رسول اللہ ص کی زبانی عام اس سے کہ وہ تنہا جزم

بقیہ حاشیہ۔ عقائد جنھین اونکو نہ لکھنا چاہیئے تھا۔ لکھدی ہین لیکن بذات خاص اونکی اور اونکی تصانیف کی عظمت و اہمیت ایسی ہی تھی کہ اونکی متروک کردینے سے بہت سے عقائد کی مفید اور ضروری مطالب و مقاصد میت و نابود ہو جاتے شبلی صاحب نے دیباچہ مین ان امور پر بہت اختصار کیساتھ روشنی ڈالی ہے اور ہم اونہین کے حاشیہ مختصرہ کی نقل پر اکتفا کرتے ہین۔

بعض محدثین (سلیمانی) نے طبری کی نسبت لکھا ہی کہ شیعون کیلئے حدیثین وضع کیا کرتے تھے۔ لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین لکھا ہے ھذا رجم بالظن الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمۃ الاسلام المعتمدین یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ واقعہ یہی کہ ابن جریر اسلام کے معتمد امامون مین سے ایک بڑے امام تھے" ذہبی نے اس موقع پر لکھا ہی کہ ان مین فی الجملہ تشیع تھا لیکن مضر نہین۔ تمام مستند اور مفصل تاریخین مثل تاریخ کامل ابن اثیر ابن خلدون ابو الفداء وغیرہ انھین کی بلکہ خود اسی کی مختصرات ہین سیرۃ النبی دیباچہ ص ۲۰

اب ہم جب ابو عبدہ بخاری کی اون روایتون کی حقیقت دکہلاتے ہین جنکو اونھون نے دعوت قریش کے متعلق اپنی صحیح مین درج کیا ہی پہلی روایت یون ہی۔ عن ابن عباس لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین جعل النبیؐ ینادی یا بنی فھر یا بنی عدی لبطون قریش وعن ابن عباس قال لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین جعل النبیؐ یدعوھم قبائل قبائل وعن ابو ھریرۃ ان النبی قال یا بنی عبد مناف اشتروا انفسکم من اللہ یا بنی عبد المطلب اشتروا انفسکم من اللہ یا بنی ام زبیر بن العوام عمۃ رسول اللہ یا فاطمہ بنت محمد اشتری انفسکم من اللہ لا املک لکما شیئا سلونی من مالی ما شئتما ان

ہون یا انصار صحابہ ہون یا غیر صحابہ - ارجح اور افضل ثابت کرتی تھی سب سے زیادہ دہشت خیز اور خوف انگیز
تو اسمین خلیفتی کا لفظ تھا جس کا زبان رسول سے اقرار و اعلان شرف صحابیت اور صحابہ کی خلافت کا بنا بنایا تخت
کا گھر مٹی کر دیتا اور اصول عقائد کے تمام مصنوعی اغراض و مقاصد کو خاک مین ملا دیتا - تو پھر ایسی حالت مین
بخاری صاحب اور اونکے ہمخیال علما و محدثین ایسے سادہ لوح نہین تھے - جو اپنے اسلاف کی اتنی کی کرائی کاروائی
پر پانی پھیر دیتے اور سے ما از چراغ خویش در خانہ سوختیم * کی نظیر و مثال بننے کے مطابق بخاری صاحب نے حسب ضرورت
جس داو پیچ اور کتر بیونت سے اس واقعہ کو اپنی صحیح کے متعدد مقامات پر لکھا ہے - یا اونکے ہمخیال محدثین نے جن
جن ترکیبون اور چالون سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے اوسکو ہم نے تفصیل سے حاشیہ زیرین کی عبارت مین محض
عبرت ناظرین کے خیال سے لکھدیا ہے - اس لئے ہم اس کی نسبت یہان کچھہ زیادہ تفصیل سے نہین لکھین گے -

بقیہ عبارت حاشیہ - عباس سے مروی ہے کہ جب آیہ انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوا تو حضرت نے پکارنا شروع کیا ای بنی فہر ای بنی عدی ہر ہر
بطن قریش کو - دوسری روایت ہی ابن عباس سے کہ آپ نے ہر ہر قبیلہ کو پکارنا شروع کیا تیسری حضرت ابو ہریرہ سے کہ حضرت نے فرمایا
ای بنی عبد مناف اپنے نفسونکو خدا سے خرید کر لو ای بنی عبد المطلب اپنے نفسونکو خدا سے خرید کر لو - ای مادر زبیر ابن العوام اور ای فاطمہ بنت محمد اپنے
نفسونکو خدا سے خرید کر لو کہ ہم تمہارے لئے کسی امر کے مالک نہین ہین - جو چاہو تم میرے مال سے لے لو -

اب اسکی شرح اور جرح فتح الباری کے ان الفاظ مین ملاحظہ ہو - وھذہ القصة ان کانت وقعت فی صدر الاسلام بمکة
فلم یلحقها ابن عباس لانه قبل الهجرة بثلاث سنین ولا ابو هریرة لانه اسلم بالمدینة وفی نداء فاطمة یومئذ ایضا ما
یقتضی تاخر القصة لانها کانت حینئذ صغیرة او مراهقة وان کان ابو هریرة حضرها فلا یناسب الترجمة لانه انما اسلم بعد
الهجرة بمدة والذی یظهر ان ذلك وقع مرتین مرة فی صدر الاسلام وروایة ابن عباس وابو هریرة لها من مراسیل
الصحابة وهذا الموافق للترجمة من جهة دخولها فی مبتدء السیرة النبویة ویؤید بذلك ما سیاتی من ابی لهب کان حاضر
الذلك وهو مات فی ایام البدر ومرة بعد ذلك حیث یمکن ان تدعی فیه فاطمة او یظهر ذلك ابو هریرة وابن عباس
ج ۳ ص ۱۳۱ - یعنی اگر یہ قصہ ابتدائے اسلام مین مکہ مین واقع ہوا تو ابن عباس شریک واقعہ نہین تھے - کیونکہ وہ تو نبوت سے صرف تین برس قبل پیدا ہوئے
تھے اور نہ ابو ہریرہ ہی تھے - کیونکہ وہ تو مدینہ مین مسلمان ہوئے ہین پھر حضرت فاطمہ کو پکارنا بھی مقتضی تاخیر قصہ ہے کیونکہ وہ تو اسوقت بہت
چھوٹی تھین یا کچھہ ہوش والی تھین اور اگر ابو ہریرہ حاضر تھے - تو ترجمہ کے مناسب یہ روایت نہین ہے - کیونکہ وہ تو ایک مدت کے بعد اسلام لائے
اور ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ دو مرتبہ ہوا ایک مرتبہ ابتدائے اسلام مین - کیونکہ ابو لہب بھی خطاب ہے اور وہ قریب جنگ بدر مرا ہے - تو یہ روایت
مراسیل صحابہ سے ہوگی - اور دوسری بار مدینہ مین واقع ہوا تب دعوت فاطمہ اور شرکت ابن عباس و ابو ہریرہ ممکن ہو سکتی ہے - اب تو کسی کو اس روایت
کی عدم صحت مین کلام ہو ہی نہین سکتا کیونکہ اسکا اصل راوی وہ شخص ہے جو اسوقت پیدا ہی نہین ہوا تھا - نہ وہ اس مجمع مین آیا تھا اور نہ اسلام
لایا تھا - پھر بخاری کی روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے -

صرف اتنا اور اضافہ کر دینگے کہ شبلی صاحب نے مقدمہ کتاب میں ترجیح حدیث علی السیرۃ اور ترجیح بخاری علی سائر الصحاح کی نسبت جو اتنا طومار باندھا تھا اور یہ بتلایا تھا کہ سیرت رسولؐ کے متعلق تمام مرویات کو احادیث سے مستخرج کرنا چاہیئے۔ اور وہ حدیثیں بھی کون جو صحیح بخاری میں مندرج ہوں۔ اوسکی اصلی غرض اور گویا اوس مبتدا کی اب خبر معلوم ہوئی بقول شبلی صاحب ؎ ہمہ ورق کہ سیہ گشت و مدعا اینجاست ؞

ہاں جن مقاصد و عقائد کے اصول پر شبلی صاحب نے اپنی کتاب کی تدوین فرمائی ہے اور جن احادیث موضوعہ مصنوعہ سے اوسکو مرتب فرمایا ہے اونکے لئے وہ بذات خاص مجبور و مامور ہیں۔ دوسرے لوگ یا وہ جو اصول تحقیق و انصاف کے مسلک پر قایم ہیں۔ اسکے لئے کیوں مجبور و معذور کئے جائیں گے۔ طبری پر جو تشیع کا الزام لگایا گیا۔ اور پھر باوجود الزام۔ اونکو سواد اعظم کی امامت سے خارج نہیں فرمایا گیا۔ جب کا ذکر گو کیسا ہی مختصر ہو۔ آپنے بھی اپنے دیباچہ کتاب ص ۲۰ میں کیا ہے۔ اوس کا خاص باعث یہی تھا کہ امام موصوف نے تحقیق و انصاف کی رو سے اس واقعہ کو اور اسکے ایسے اکثر واقعات کو جن سے آپکے اصول تعمیم و مساوات کی تردید و تغلیط ہوتی تھی۔ اپنی کتاب میں نقل کر دیا۔ لیکن چونکہ طبری کی تاریخ و تفسیر کو خصوصاً طبقہ متقدمین میں جو اہمیت و افضلیت حاصل ہے وہ ہرگز

بقیہ عبارت حاشیہ روایت میں اتصال ضروری ہے کہ جو شخص راوی ہو وہ راوی اول سے ملا ہو۔ یہاں راوی اول ہی ندارد ہے۔ کیونکہ ابن عباس اور ابوہریرہ خود تو موجود ہی نہ تھے اب رہا یہ خیال کہ دوسرے سے سنا ہو تو وہ نام بھی مذکور نہیں ہے۔ لہذا روایت ہی ساقط ہوگئی۔

ابن حجر نے بخاری پرستی کے اصول پر یہ بات تو بنادی کہ دو مرتبہ ایسا ہوا ہوگا لیکن اسکی کوئی سند نہیں دی۔ اور پھر آگے چلکر اقرار بھی کر دیا کہ دو مرتبہ نزول آیہ ماننا خلاف اصل ہے پس ماننے سے مخالفت حکم الٰہی لازم آتی ہے۔ کیونکہ حکم ہے عشیرہ اقربین کے انذار کا اور آپ پکارتے ہیں دور کے رشتہ والوں کو کیونکہ پہلے نام لیا ہے بنی فہر کا جس سے بارہ پشتوں کا فاصلہ ہے۔ پھر نام لیا ہی بنی عدی کا جن سے آٹھ یا نو پشت کا فاصلہ ہے۔ ابن حجر اسکی یوں تاویل فرماتے ہیں۔ وندائہ للقبائل قریش قبل عشیرۃ الاقربین لیکون انذار عشیرتہ ولدخول قریش کلھا فی اقاربۃ وکان انذار العشیرۃ نقع بالطبع ویکون انذار غیرھم بطریق الاولیٰ ص ۱۸۰ ج ۸ حضرت نے قریب والوں کو چھوڑکر دور کے قبائل والوں کو اسلئے ندا دی کہ اپنے عشیرہ کا انذار مکرر ہو جائے اور نیز اسلئے کہ قریش کلھم حضرت کے اقارب سے تھے۔ یہ معلوم ہو جائے اور اس لئے کا انذار عشیرہ کا بالطبع واقع ہوتا ہی اور غیر کا انذار بطریق اولیٰ ہوتا ہے

اس سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ حضرت کو حکم تھا انذار اقربین کا اور حضرت نے اسکے خلاف تعمیل کی تو کیا کوئی مسلمان اسکو قبول کر سکتا ہے کہ اگر انذار اقرب سے انذار ابعد بھی ہوتا تو لازم آتا کہ کلام خدا (نعوذ باللہ) لغو ہو۔ جس نے انذار اقربین کا حکم دیا۔ حالانکہ عام طور سے یہی دیکھا جاتا ہو کہ جو حکم عام کیلئے ہوتا ہے خواص اپنے آپ کو اوس سے بری جانتے ہیں اور اگر یہی مساوات عام مانی جاتی ہے تو جعلنا شعوبا و قبائل لتعارفوا کی تمیز و تخصیص کا حکم منصوص کیوں دیا جاتا کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جو قرابت بنی ہاشم کو آنحضرتؐ کے ساتھ تھی وہ

اسکے متروک کردیے جانے کی مجوز نہیں ہوئی۔ کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو سواد اعظم میں گویا تاریخ و تفسیر کا خاتمہ ہو جاتا اس بنا پر وہ بھی رکھ لئے گئے اور اونکی تفسیر و تاریخ بھی۔ آخر میں ہمکو یہ لکھدینا بھی نہایت ضروری ہے کہ صحیح بخاری اور اونکی ہمخیال و ہم مذاق محدثین کے علاوہ دیگر مفسرین و محدثین نے بھی اسی تفصیل و تصریح کے ساتھ اس واقعہ کو اپنی اپنی تالیفات میں درج کیا ہے جس تفصیل سے امام محی السنۃ بغوی امام المغازی والسیرۃ ابن اسحاق اور امام طبریؒ وغیرہم نے نقل فرمایا ہے۔ اونکی کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

تفسیر خازن۔ تفسیر سراج المنیر۔ تفسیر ثعلبی۔ تفسیر واحدی۔ تفسیر ابن مردویہ۔ تفسیر ابن ابی حاتم۔ کنز العمال۔ دلائل النبوۃ۔ حلیۃ الاولیا۔ ذخیرۃ المآل عجیلی۔ مختارہ ضیاء مقدسی۔ تہذیب الآثار طبری۔ کتاب الاکتفا۔ تاریخ کامل ابن اثیر۔ تاریخ ابوالفدا۔ تاریخ روضۃ الصفا۔ تاریخ حبیب السیر۔ معارج النبوۃ۔ مدارج النبوۃ۔ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ صاحب۔

تبلیغ اسلام کے اس عظیم ترین واقعہ کو جس پر گویا اساس اسلام قایم ہوئی۔ شبلی صاحب نے چند الفاظ میں لکھکر تمام کردیا۔ ہم جانتے ہیں یہ آپ کی اختصار پسندی اور کوتہ قلمی کا خاص مقام ہے۔ اور ان واقعات و حالات کی تشریحات و تفصیلات کی راہوں سے آپ ہمیشہ خموشی اور عجلت کے ساتھ نکل جاتے ہیں لیکن نکلنے نہیں پاتے

بقیہ عبارت حاشیہ۔ قرابت بنی عدی اور بنی تیم کو بھی آپ کے ساتھ تھی۔ بخاری کی اس فنکاری سے اصل غرض تو یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح بنی عدی اور بنی تیم کو بھی آپ کی قرابتداری میں داخل کردیں۔

اب رہی یہ بحث کہ بخاری کی یہ حدیث مرسل ہے انھوں نے اسکے لئے جو مخصوص باب باندہا ہے اُسکے الفاظ یہ ہیں باب من انتسب الی ابائہ فی الاسلام والجاھلیۃ (باب ان لوگوں کے حال میں جو جاہلیت و اسلام میں آپ کے آباء کرام کے ساتھ تعلق نسبی رکھتے تھے) خود نامعقول ہے۔ کیونکہ اختلاف ہے تو اسمیں کہ ازراہ مفاخرت اور مشاجرت نو پشت تک انتساب ناجائز ہے یا جائز کیونکہ امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کی ہے کہ جو شخص اپنی نسبت کرے اپنے آباء کفار کیطرف نو پشت تک۔ جس سے مفاخرت مقصود ہو تو وہ بریوں جہنم میں ہے مگر یہ مضمون اسمیں ان سے نہیں سمجھا جاتا۔ پھر ایسی بات باندہنے سے کیا فائدہ۔ پھر جتنی حدیثیں اس باب میں لکھیں وہ سب اس عنوان سے خارج ہوئیں **حدیث اول** میں حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کریم ابن کریم ابن یوسف بن اسحاق ابن ابراہیم **دوسری حدیث** میں فرمایا ہے انا ابن عبد المطلب **تیسری حدیث** میں فرمایا ہے۔ یا بنی فہر یا بنی عدی **چوتھی حدیث** میں کہا ہے۔ یا بنی عبد مناف۔ یا بنی عبد المطلب۔ یا صفیہ بنت عبد المطلب یا فاطمہ بنت محمدؐ ان تمام روایتوں کو اس باب سے کوئی تعلق نہیں پھر ایسی روایتوں کے لانے سے کیا فائدہ۔ کیونکہ مدار سند اتصال پر ہے اور یہاں اتصال ہی ندارد ہے۔

اب دوسری حدیث ملاحظہ ہو باب قولہ وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک اعنی جانبک حدثنا عمر بن حفص بن غیاث قال حدثنا الاعمش قال حدثنی عمرو بن مرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال لما نزلت

حقیقت سد راہ ہو جاتی ہے ؎ کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست ۔ ان اسلامی علماء محدثین فضلاء و محققین کو جانے دیجئے جنھوں نے آپ کے خلاف اسکی اہمیت کو اس تفصیل سے لکھا ہم بھی کہتے ہیں کہ تقلید اسلاف کے اصول قدیم کے بالکل خلاف کیا لیکن حقیقت تو کسی سے چھپنے والی نہیں ۔ اپنا ہو یا پرایا ۔ آپ اسکا کیا علاج کر سکتے تھے ۔ آپ نے تو حتی الامکان بہت روک تھام کی لیکن بالکل ناکامیاب رہے ۔

دعوت قریش اور عیسائی مؤلفین کی تحقیق۔

حقیقت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ چودہ سو برسوں کے بعد اسکی عظمت و اہمیت نے آپ کے ایسے مویدین اسلام پر اگر نہیں تو مخالفین اسلام کے قلوب پر پورے طور سے اثر کیا اور اتنی مدت دراز کے بعد اس واقعہ کی حیرت خیزی اور تعجب انگیزی ۔ صداقت اور حقیقت کو جیسے اور جتنے الفاظ میں انھوں نے بیان کیا ہے ۔ ویسے ہی اور اتنے الفاظ میں آپ نے نہیں ۔ وجہ یہ تھی کہ وہ حقیقت پسند تھے اور آپ اپنے مطلب کے غرضمند ۔ ہم ان کے چند اقوال و مختار ذیل میں قلمبند کرتے ہیں ۔

بقیہ عبارت حاشیہ وانذر عشیرتک الاقربین صعد النبیؐ علی الصفا فجعل ینادی یا بنی فھر یا بنی عدی بطون قریش حتی اجتمعوا فجعل الرجل اذا لم یستطع ان تخرج ارسل رسولا لینظر ما ھو فجاء ابو لھب و قریش فقال ارأیتکم لو اخبرتکم ان خیلا بالوادی ترید ان تغیر علیکم اکنتم مصدقی قالوا نعم ما جربنا علیک الا صدقا قال فانی لکم نذیر بین یدی عذاب شدید فقال ابو لھب تبا لک سائر الیوم لھذا جمعتنا فنزلت تبت یدا ابی لھب وتب ما اغنی عنہ ماله وما کسب حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنا سعید بن المسیب وابو سلمہ بن عبد الرحمن ان ابا ھریرۃ قال قام رسول اللہ صلعم حین انزل اللہ وانذر عشیرتک الاقربین قال یا معشر قریش او کلمۃ نحوھا اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم من اللہ شیئا یا عباس ابن عبد المطلب لا اغنی عنک من اللہ شیئا و یا صفیہ عمہ رسول اللہ لا اغنی عنک شیئا تابعہ اصبغ عن ابن وھب عن یونس عن شھاب صفحہ ۱۷ ۔ جلد ۳ صحیح بخاری شریف

مضمون وہی ہے جو اوپر پہلی روایتوں میں لکھا گیا ۔ اس لئے ترجمہ کی طوالت بےضرورت ہے ان روایات کے اختلاف کو صرف ملاحظہ فرمائیے پہلی روایت باب المناقب میں ہے کہ جب آیۂ انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو حضرت پکارنے لگے اے بنی فہر اے بنی عدی اور اس میں ہے کہ حضرت کوہ صفا پر چڑھ کر پکارنے لگے جو صریح مخالف روایت اول ہے (۲) روایت اول میں کوئی ذکر انکے اجماع وغیرہ کا نہیں ہے اور اس روایت میں یہ اہتمام دکھلایا گیا ہے کہ جو آ نہیں سکتا تھا وہ اپنا قاصد بھیجدیتا تھا اور نام کسی کا بھی نہیں بتلایا گیا سوا ابو لہب کے (۳) روایت اول میں کوئی ذکر حضرت کے کلام یا گفتگو کرنے کا نہیں ہے اور یہاں ابو لہب کا آنا اور حضرت سے وجہ ندا دریافت کرنا اور پھر آنحضرت سے سخت کلامی کرنا کہ ابو لہب کے بارے میں سورہ تبت یدا کا نازل ہونا (۴) روایت اول میں جو ابو ہریرہ سے منقول ہے اس میں فرزندان عبد مناف و عبد المطلب کے بعد حضرت صفیہ اور جناب سیدہ کا نام ہے اور یہاں حضرت عباس کا نام بڑھا دیا گیا (۵) روایت اول میں جناب سیدہ اور صفیہ دونوں سے فرماتے ہیں کہ جو چاہو میرے مال میں سے مطالبہ کرو ۔ صرف یہ خطاب یہاں جناب سیدہ سے ہوتا ہے ۔ حضرت صفیہ سے نہیں ۔ کیا کوئی ایسی کتاب کو جسکے صرف ایک واقعہ میں اسقدر اختلاف و تناقص موجود ہو صحیح کہہ سکتا ہے ہرگز نہیں ۔ حالانکہ دونوں کے راوی اول حضرت عبداللہ بن عباس ہیں

مسٹر جان ڈیونپورٹ اپنی کتاب اپالوجی فار محمدؐ اینڈ ہز قران مین لکھتے ہین۔ Apology for Mohammed & his Quran

محمد صلعم نے مخالفین کی مخالفت کا کچھ خوف نہ کیا۔ اور دوبارہ چند مہمان اپنے خاص قبیلہ کے جمع کئے۔ اوران لوگون کے سامنے بھیڑ کا گوشت اور ایک پیالہ دودھ کا رکھا۔ اس بے تکلف ضیافت کے بعد وہ اوٹھے اور اپنے پاکیزہ صفات بیان کرکے اسپیچ (جسکی فطرتی خوش بیانی آجتک یادگار رہے) اس درخواست کے ساتھ ختم کی کہ کون تم مین اس بارگران کی برداشت کرنے مین مدد کرے گا۔ اور کون شخص میرا نائب اور وزیر ہوگا جسطرح ہارون موسیٰ کے وزیر تھے۔ کل مجمع تعجب کیساتھ سکوت مین ہوگیا اور کسی کو اس مجوزہ عہدہ خوفناک کے قبول کرنیکی جراٴت نہین ہوئی لیکن نوجوان پرزور علی (محمد کے چچا زاد بھائی) نے اوٹھکر اور للکار کر کہا۔ اے نبی اللہ مین آپ کا نائب اور وزیر ہون گا۔ اگرچہ مین درحقیقت ان لوگون سے کم سن ہون اور میری طاقتین ان لوگون کے مقابلہ مین کمزور معلوم ہوتی ہین۔ اے نبی مین انلوگون پر تمہارا نائب ہون گا۔ محمد صلعم نے اپنا ہاتھ علی کے گردن مین ڈالدیا اور اونکو اپنے سینہ سے لگا کر آواز بلند کہا کہ دیکھو میرے بھائی اور میرے وزیر کو۔

مسٹر کارلائل۔ اپنی کتاب ہیروز مین جس کا اکثر حوالہ شبلی صاحب نے بھی دیا ہے۔ لکھتے ہین۔

اگرچہ یہ مجمع تمین علی کے باپ ابوطالب بھی تھے۔ محمد (صلعم) کا دشمن تھا۔ مگر تاہم سب لوگون کو ایک ادہیڑ عمر کے آدمی کے

بقیہ عبارت حاشیہ۔ اور حضرت ابوہریرہ ہین۔ اب اسکی شرح مین ابن حجر عسقلانی کی کہا فتح الباری ملاحظہ ہو ھذا من مراسیل الصحابۃ وبذلک جزم بہ الاسمعیلی لان اباھریرۃ انما اسلم بالمدینۃ وھذہ القصۃ وقعت بمکۃ وابن عباس کان حینئذ اما لم یولد واما طفلا۔ یہ حدیث مراسیل صحابہ ہے جسکو ملا سند بیان کرتے ہین۔ اسمٰعیلی نے اسکے ساتھ حزم و احتیاط کی ہے کیونکہ ابوہریرہ اکثر بہت دنون کے بعد مدینہ مین اسلام لائے اور یہ واقعہ مکہ مین ہوا۔ اور ابن عباس اوسوقت پیدا بھی نہین ہوئے تھے اور بہت بچے تھے۔

حدیث مرسل کا ضعف تو ثابت ہوگیا۔ پھر فرمایئے کہ یہ حدیث مسند صحیح بخاری کیونکر ہوسکتی ہے جس کا راوی شریک واقعہ کیا ہو واقعہ تک پیدا بھی نہین ہوا تھا۔ دوسرا راوی نہ وہان موجود تھا اور نہ اوسوقت تک مسلمان ہوا تھا۔ اور جس شخص کی دونون آنکھون کے سامنے بلکہ دونو ہاتھون سے یہ واقعہ اور اسکے سامنے سامان فراہم اور انجام دیئے گئے ہین۔ اسکی شہادت عینی کی بخاری صاحب تصدیق نہین فرماتے جسکو باستثناء اونکے سواد اعظم کے تمام محدثین مفسرین صاحب سنن اور مورخین نے بمرتبہ متواتر لکھا ہے اور بیان کیا ہے۔ اب حدیث مرسل اور تفصیلی حقیقت تدریب الراوی امام سیوطی کی جسکا اکثر حوالہ شبلی صاحب اپنی سیرۃ النبی مین دیتے ہین مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو

ثم المرسل حدیث ضعیف لا یحتج بہ عند جماھیر المحدثین والشافعی کما حکاہ عنھم مسلم فی صدر صحیحہ وعبد البر فی التمھید وحکاہ الحاکم عن ابن المسیب ومالک وکثیرا من الفقھاء واصحاب الاصول حدیث مرسل ضعیف ہوتی ہین۔ جس سے احتجاج نہین ہوسکتا۔ جمہور محدثین اور شافعی کا یہی مختار ہے۔ جیسا کہ مسلم نے اپنی صحیح کے شروع مین اور امام عبدالبر نے اپنی تمہید مین بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور حاکم نے بھی ابن مسیب مالک اور بہت سے فقہاء واصولین کا یہی مسلک بتلایا ہے۔ تدریب الراوی ص ۶۶

آدمی اور ایک سولہ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونوں ملکر تمام دنیا کے برخلاف کوشش کرینگے۔ ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی۔ اور تمام مجمع قہقہہ لگا کر منتشر ہوگیا۔ لیکن ثابت ہوگیا کہ یہ ہنسنے کے لائق بات نہ تھی بلکہ ٹھیک اور درست تھی یہ نوجوان علیؑ ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر ایک شخص اوسے پسند کرے اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز اور باتوں سے جو ہمیشہ اوس سے ظہور میں آئیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحب اخلاق فاضلہ محبت سے بھرا ہوا ایسا بہادر شخص تھا کہ جسکی تیغ و تدبیرات کے آگے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ اس شخص کی طبیعت میں کچھ عجب طرز کی جوانمردی تھی۔ شیر سا تو بہادر تھا لیکن باوجود اسکے مزاج میں ایسی نرمی۔ رحم اور سچائی تھی کہ ایک کرسچین نائٹ Knight Christian (عیسائی دیندار مجاہد) کے شایان تھی۔

واشنگٹن آرونگ اپنی کتاب سکسیسرس آف محمدؐ میں. Successors of Mohamed. لکھتے ہیں۔

محمد صلعم نے باوجود اپنی پہلی کوشش میں ناکامیاب رہنے کے دوبارہ بنی ہاشم کی ایک جماعت کو اپنے مکان پر جمع کیا اور اونکی ضیافت کی۔ پھر کھڑے ہوکر خدا کے الہامی حکم سے اپنے سلسلہ کے لوگوں کو آگاہ کیا اور بآواز بلند فرمایا کہ اے اولاد عبدالمطلب جس خدا نے تملوگوں کو افضل ترین نعمتیں عطا کی ہیں اوسکے نام سے تملوگوں کو اس دنیا کی برکتیں اور

بقیہ عبارت حاشیہ۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں فی شرح المہذب المرسل لا یحتج بہ عندنا و عند جمہور المحدثین وجماعۃ من الفقہاء وجماہیر اصحاب الاصول والنظر وحکاہ الحاکم ابو عبد اللہ عن سعید بن المسیب و مالک وجماعۃ اہل الحدیث والفقہاء۔ ص ۵۷۔ امام نووی کہتے ہیں کہ مرسل سے احتجاج نہیں ہوسکتا۔ نہ ہمارے نزدیک۔ نہ جمہور اصحاب اصول کے نزدیک نہ صاحبان نظر کے نزدیک۔ اور حاکم نے سعید بن المسیب اور مالک وجماعت اہل حدیث و فقہا سے اسی مختار کی حکایت کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صرف حضرت علی کی عداوت اور آپ کی فضائل و مناقب چھپانے کی غرض سے بخاری نے روایت متصل کے ہوتے ہوئے مراسیل روایت سے کام لیا۔ موید مراسیل بخاری نے جو طوفان تائید بخاری میں اوٹھائے ہیں اوسکو ہم اگر تفصیل سے لکھیں تو بہت طوالت ہوجائیگی فتح المغیث میں (ص ۵۷) اس بحث کو کامل تفصیل سے لکھا ہے اور اخیر میں جب مراسیل صحابہ کی صحت پر تصفیہ ٹھیرا جیسا کہ شبلی صاحب کا بھی مسلک ہے (دیکھو دیباچہ) تو پھر اس تصفیہ پر بھی اتفاق نہو سکا۔ فتح المغیث میں نتیجہ بحث کے موقع پر یہ فیصلہ کن الفاظ مرقوم ہیں وبالغ بعضہم فی المضیق فرد مراسیل الصحابہ یہان تک مبالغہ کیا گیا کہ مراسیل صحابہ کو بھی رد کردیا گیا۔ ص ۵۷۔ اس کے ثبوت میں فتح المغیث کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ انہ قال فی الحدیث ابی عبیدہ عن عبد اللہ بن مسعود انہ سئل کان عبد اللہ مع النبی صلعم لیلۃ الجن قال لا ابو عبیدہ نے جو عبداللہ بن مسعود سے روایت کی تو پوچھا گیا کہ عبداللہ آنحضرت صلعم کے ساتھ لیلۃ الجن میں تھے یا نہیں کہا گیا نہیں۔ حالانکہ عبداللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی ہیں اور قصہ جن داخل قرآن ہے مگر صرف اس وجہ سے کہ وہ اوسوقت آنحضرت صلعم کے ساتھ نہ تھے اسلئے یہ روایت مقطوع قرار پائی۔ تو پھر روایتیں ابن عباس اور ابوہریرہ کی کب قابل قبول ہوسکتی ہیں جو اوسوقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اب ایک اور عالم خاص ملاحظہ ہو بعض علمائے اہلسنت اسکے قائل ہوئے ہیں کہ حدیث مراسیل حدیث مسند ہے۔ اسی فتح المغیث میں ہے

آیندہ کی تمام خوشیان بخشتا ہون۔ پس تم مین سے کون شخص میرا بھائی میرا وزیر اور میرا جانشین ہوگا یہ سنکر سب لوگ خاموش رہ گئے بعض لوگ تعجب کرتے تھے اور بعض بے اعتقادی اور تمسخر سے ہنستے تھے۔ آخرکار علیؑ نے اپنی جوانانہ دلیری کے ساتھ پیغمبر کے حضور مین عرض کی کہ اے پیغمبر صلعم مین حاضر ہون محمد صلعم نے اپنے ہاتھ اس جوان کی گردن مین ڈالدیے اور اونکو اپنے سینہ سے لگاکر بآواز بلند فرمایا کہ تم سب لوگ میرے بھائی میرے وزیر اور میرے جانشین کو دیکھ لو اور اوسکی فرمانبرداری کرو نوجوان علیؑ کے اس جرات و مستعدی پر قریش نے ایک حقارت آمیز قہقہہ لگاکر اس کمسن خلیفہ کے باپ (ابیطالب کو) اپنی بیٹے کے سامنے جھکنے اور اوسکی فرمانبرداری کرنے پر ملامت کی۔

مسٹر گبن۔ ام پی۔ Mr Gibbon. M.P اپنی تاریخ اقبال و ادبار روم مین امبار مین لکھتی ہین۔

محمد صلعم نے اظہار دعوت مین تامل فرمایا۔ اوسوقت تک کل ۱۴ آدمی ایمان لاچکے تھے۔ لیکن چوتھے برس اونھون نے باعلان اپنی رسالت کی طرف عام دعوت فرمائی اور تصدیق وحدانیت کا نور پھیلانے کی غرض سے اونھون نے خاندان بنی ہاشم سے چالیس آدمیون کو مدعو کیا۔ اور اون کے لئے سامان ضیافت مہیا فرمایا۔ بعدہ اونلوگون کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اے دوستو۔ اے عزیزو مین تم لوگون کے لئے افضل ترین نعمتین دین و دنیا کا خزانہ لایا ہون جسکو میرے سوا دوسرا شخص نہین دیسکتا۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تملوگون کو اوسکی عبادت کی طرف بلاؤن۔ پس تم لوگون مین سے کون میرا رفیق اور وزیر ہوگا پیغمبر صاحب کے اس سوال کا کچھ جواب نہ دیا گیا۔ حتی کہ وہ حقارت رشک اور تعجب کی خاموشی حضرت علیؑ کی جرأت سے دفع ہوئی۔ جو اوسوقت ایک چاردہ سالہ نوجوان تھے۔ انھون نے عرض کی

بقیہ عبارت حاشیہ۔ صفحہ ۵ مین۔ ثم اختلفوا ھو اعلی من المسند او دونہ او مثلہ و تظہر فائدۃ الخلاف عند المعارض والذی ذھب الیہ احمد و کثیر المالکیۃ والمحققون من الحنفیۃ کالطحاوی ابو بکر رازی تقدیم المسند قال ابن عبد البر و شبھوا ذلک بالشھود یکون بعضھم افضل حالا من بعض واقعد واتم معرفۃ و ان کان الکل عدولا جائزی الشھادۃ یعنی اسمین اختلاف ہے کہ مرسل بہتر ہے مسند سے یا کم ہے۔ یا برابر ہے۔ اس اختلاف کا نتیجہ تعارض کیوقت ظاہر ہوتا ہے۔ مذہب احمد اور اکثر مالکیہ اور محققین حنفیہ مثل طحاوی اور ابوبکر رازی یہ ہے کہ حدیث مسند مقدم ہے۔ ابن عبد البر کا قول ہے کہ یہ مشابہ ہے گواہی سے کہ بعض گواہی گواہ کی افضل ہوتی ہے بعض سے اگرچہ سب عدول اور جائز الشہادت ہون۔ اس اختلاف سے جہان یہ معلوم ہوا کہ بعض ایسے بھی عقل کے پورے ہین کہ مرسل کو ترجیح دیتے ہین متصل پر وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ محققین کا یہی مذہب ہے کہ حدیث مسند افضل ہے مرسل سے۔ تو اب کوئی بخاری صاحب کی روح سے پوچھے کہ آپ نے حدیث مسند کے ہوتے ہوئے۔ جو آپ کے اوستاد امام حنبل کے مسند مین موجود ہے۔ کیون اوس مسند کو چھوڑا اور اس مرسل کو درج صحیح کیا بجز استخفاف حق جناب علی مرتضیؑ اور کون امر باعث تھا۔

اب رد احتجاج حدیث مرسل بھی ملاحظہ ہو۔ فتح المغیث مین ہے۔ وعلی من نحو ذلک ما رویناہ فی الحلیۃ من طریق ابن مھدی عن ابن ھبیعۃ انہ سمع شیخا من الخوارج یقول بعد ما تاب ان ھذہ الاحادیث دین فانظروا عمن تاخذون دینکم وانا کنا اذا ھوینا امرا صیرناہ حدیثا انتھی وکذا قال شیخنا ان ھذہ واللہ قاصمۃ الظھر

اے نبی اللہ ص مین ہر طرح اس کام مین آپ کی نصرت اور رفاقت کے لئے حاضر ہون۔ مین مخالفین کی آنکھین نکال لونگا اونکے دانت توڑ ڈالونگا۔ اونکے پیٹ پھاڑ ڈالونگا۔ اے نبی اللہ ص مین آپ کی وزارت کے لئے حاضر ہون محمد صلعم نے علی کے التماس کو جوش کے ساتھ قبول فرمایا اور حاضرین نے ابوطالب کو اپنے لڑکے کے اس عزت پانے پر طنزیہ کلمات کہی

عیسائی مورخین کے مندرجہ بالا بیانات سے ہمارے غرض شہادت واقعہ سے نہین ہے۔ بلکہ شہرت واقعہ سے طالبان تحقیق پر ثابت ہوگیا کہ حقیقت حال پوری تفصیل و تشریح کیساتھ کتنی مشہور و معروف ہے کہ ایشیا سے لیکر یورپ تک تمام صاحبان تحقیق اس سے پورے واقف ہین اور اسلامی مورخین و محدثین کیا۔ غیر مسلم مولفین و محققین نے بھی اصلی ماخذون اور عربی کتابون سے اسکو لیکر اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات مین قلمبند فرمایا ہے۔

پھر ہم یاد دلاتے ہین کہ حقیقت کسی کے بھی چھپائے چھپ نہین سکتی۔ اس لئے کہ حقیقت ہی۔ بخاری صاحب اور اونکے ہمنواد ہمخیال حضرات نے اسے لاکھ چھپایا۔ اور اسکی معانی و مطالب کو گھٹایا۔ لیکن حقیقت کے جبروت نے اونھین کے ایسے بیشمار علما و محدثین سے تو لکھوا ہی تھا۔ مخالفین اور اغیار سے بھی حقیقت کی تفصیلی واقعات کا اعتراف کرا ہی چھوڑا۔ اب رہی بخاری صاحب کی طلسمی فنکاری۔ اوسکی حقیقت عبارت حاشیہ سے پورے طور پر واضح اور روشن ہوکر مویدین بخاری کے لئے عبرت آموز ہے

(نبوت کا پانچوان سال)

بقیہ عبارت حاشیہ۔ المستحین بالمرسل اذ بدعة الخوارج کانت فی مبدء الاسلام والصحابة متوافرون ثم فی التابعین فمن بعد ھم وھولاء کانوا اذا استحسنوا امرا جعلوہ حدیثا واشاعوہ فربما سمع الرجل الشی فحدث به ولم یذکر من حدثه به تحسینا للظن فیحمله عنه غیرہ ویجی الذی یحتج بالمقاطع فیحتج به مع کونه اصله ماذکرت فلاحول ولا قوة الا باللہ واما الالزام بتعالیق البخاری فھو قد علم شرطه فی الرجال و تقییدہ بالصحة بخلاف التابعین۔ اس سے بڑھکر تو وہ روایت ہی جو بطریق ابن صدی ابن لہیعہ سے مروی ہے کہ ایک شخص خارجی کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہتا تھا۔ یہ حدیثین اصل دین ہین پس دیکھین کہ تم کس سے اپنا دین لیتے ہو کیونکہ ہم لوگون کا قاعدہ تھا۔ کہ جب کوئی بات پسند آتی تو اوسکو حدیث بنا لیتے۔ اس بنا پر ہمارے شیخ نے کہا کہ اس حدیث نے پورے طور پر ان لوگون کی کمر توڑ ڈالی ہی جو حدیث مرسل کو حجت جانتے ہین کیونکہ خوارج تو زمانہ صحابہ سے چلے آتے ہین جبکہ صحابہ بکثرت تھے۔ پھر زمانہ تابعین مین بھی اونکی ایسی ہی کثرت تھی۔ اور اونکا دستور تھا کہ جس امر کو پسند کرتے اوسکو حدیث بنا لیتے اور شایع کر دیتے۔ جس سے اکثر ہوتا کہ سننے والے بوجہ حسن ظن کے اوسکو قبول کر لیتے اور دوسرون سے بیان کر دیتے جیکو وہ منکر غیرون سے بیان کرتے۔ اور پھر اس سے وہ استدلال کرتے جو روایت مقطوع سے استدلال کرتے ہین۔ حالانکہ اونکی اصلیت یہ ہوتی ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔ رہ گیا الزام تعالیق بخاری کا۔ تو وہ ایسے شخص ہین کہ اونکا حال شرائط رجال اور قید صحت معلوم ہے بخلاف تابعین کے۔

اس روایت نے جہان یہ بتایا کہ مراسیل سے استدلال بالکل غلط ہے وہان یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بخاری کی روایتین اسی قسم کی ہین اور اونکی

کفار قریش کے اسباب مخالفت ہم اوپر لکھ چکے ہین کہ ابتداً کفار قریش اگرچہ مخالفت اسلام کے صیغہ مین خموش رہتے تھے لیکن اسلام کے نام سے اونکو ایسی فطرتی نفرت تھی کہ اسکے ذرا سے اظہار و اعلان پر چراغ پا ہو جاتے تھے اور دبی ہوئی چنگاری کی طرح فوراً بھڑک اوٹھتے تھے اور غربائے مسلمین پر جو اوسوقت تک مٹھی اونگلیون پر شمار کے قابل تھے ٹوٹ پڑتے تھے اور اونکی غریب جانون پر قیامت کے ظلم و ستم ڈہاتے تھے تفصیل آگے آتی ہے۔

تفصیل سے پہلے ہمین چاہئیے کہ مشرکین قریش کے عام طبقہ مین مخالفت اسلام کے اسباب تلاش کرین اور پھر اونکو مفصل اور مسلسل طریقہ سے بتلادین اور دکھلادین کہ ہر شخص اونکی مخالفت کے بیرونی اور اندرونی اسباب کو کما حقہ سمجھ لے حدیث و تاریخ کی کتابون مین یہ اسباب و علل ایک جگہ جمع کرنے کی ترکیب کے خلاف مختلف مقامات مین اہمیت واقعات کی رعایت و مناسبت کے اعتبار سے جمع کئے گئے ہین۔ صاحب رحمۃ العالمین نے مجمل طور سے اور شبلی صاحب نے مفصل طریقہ سے ان تمام توجیہات کو سیرۃ النبی مین مندرج فرمایا ہے۔ ہم اوسی کی نقل و خلاصہ کو اپنے مدعائے بیان کے لئے کافی سمجھکر حسب ذیل لکھتے ہین۔

قریش کی مخالفت اور اوسکے اسباب یہ تھے۔ مکہ کی جو عزت تھی کعبہ کی وجہ سے تھی۔ قریش کا خاندان جو تمام عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا اوسکی وجہ سے۔ وہ ہمسائیگان (جار اللہ) خط بلکہ آل اللہ[۱]۔ خاندان الٰہی کہلاتے تھے۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ تعلیقات نے زیادہ حیرانی مین سب کو ڈالدیا ہے۔ کیونکہ وہ تنہا ایسی روایتون ہی کو درج صحیح نہین کرتے۔ بلکہ اکثر شائع بھی خوارج تھے جو اس قسم کی حدیثین پھیلاتے تھے کہ جس قسم کی چاہتے حدیث بنالیتے اور وہ درج صحاح ہو جاتی۔ امام مناوی تقریب مین لکھتے ہین۔ السابعۃ من یکفر ببدعۃ لم یحتج بہ بالاتفاق ومن لا یکفر قیل لا یحتج بہ مطلقا وقیل یحتج بہ ان لم یکن ممن یستحل الکذب فی نصرۃ مذہبہ او لاہل مذہبہ وحکی عن الشافعی وقیل یحتج بہ ان لم یکن داعیۃ۔ وہذا ہو الاظہر الاعدل و قول الکثیر والاکثر وضعف الاول باحتجاج صاحبی الصحیحین وغیرہما بکثیر من المبتدعۃ غیر الدعاۃ (منقول از تدریب الراوی سیوطی) یعنی جو شخص بوجہ بدعت کافر ہو اوس سے بالاتفاق استدلال نہین ہو سکتا۔ رہے وہ لوگ جو بوجہ بدعت کافر نہین ہوتے۔ اسمین اختلاف ہے بعض مطلقاً مانع ہین بعض جائز جانتے ہین بشرطیکہ وہ اپنے مذہب یا اہل مذہب کی نصرت مین کذب کو حلال نجانتا ہو۔ قول شافعیؒ کا ہے بعض کہتے ہین کہ اگر وہ اپنے مذہب بدعت کا داعی نہو تو جائز ہے اور اگر داعی ہو تو ناجائز یہی قول اظہر۔ اکثر اور اعدل ہے مگر قول اول اسوجہ سے ضعیف کر دیا گیا ہے کہ شیخین نے صحیحین مین اکثر بدعتیون سے روایت کی ہے +

[۱] جار اللہ ہو یا آل اللہ۔ جو چاہین قریش اپنے لئے نام و لقب اختیار کرلین۔ لیکن اس سے ثابت ہے کہ اہل بیت کا مقدس خطاب و القاب اوسوقت تک اونھین بزرگوارون تک مخصوص تھا۔ جنکی نسبت مخصوصہ قرآن مجید کے الفاظ منصوصہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت الخ مین موجود ہین

+ نتیجہ اس قول سے معلوم ہوا کہ کوئی قاعدہ ہو شیخین کی وجہ خاص سے درست نہین رہ سکتا۔ عدم قبول حدیث مرسل کا قاعدہ بخاری کی وجہ سے شکست ہوا۔ بدعتیون سے روایتون کا رواج صاحبین صحیحین سے ہوا۔ آخر یہ قاعدہ بھی شیخین کی بدولت نہ قایم رہسکا تاآخر مین یہ بتایا گیا کہ اگر وہ بدعتی اپنے مذہب کا داعی ہو تو اوسکی روایت نہ لی جائے۔ اسکے متعلق امام سیوطی تدریب الراوی مین لکھتے ہین۔

اسکی صرف وجہ یہ تھی کہ وہ کعبہ کے مجاور اور کلید بردار تھے۔ اس تعلق سے قریش کا کاروبار زیادہ پھیلتا گیا۔ آغاز اسلام مین جو لوگ قریش کے رؤسا اعظم تھے۔ اور جنکے آثار واقتدار تمام مکہ پر تھا۔ اونکے نام یہ ہین۔

(۱) ابوسفیان بن حرب۔ معویہ کا باپ۔ حرب فجار مین قریش کا سپہ سالار۔
(۲) ابولہب آنحضرت کا عم نافہم۔
(۳) ابوجہل ولید بن المغیرہ کا بھتیجا اور اپنے قبیلہ کا سردار۔
(۴) ولید بن مغیرہ خالد کا باپ۔ قریش کا رئیس اعظم۔
(۵) عاص ابن وائل عمرو بن عاص کا باپ نہایت کثیر المال کثیر الاولاد اور صاحب اثر تھا۔
(۶) عتبہ بن ربیعہ معاویہ کا نانا۔ نہایت شریف الطبع[۱] اور صاحب ریاست تھا۔

ان کے سوا۔ اسود ابن عبد المطلب۔ اسود بن عبد یغوث۔ نضر بن الحرث بن کلدہ۔ اخنس بن شریق ثقفی ابی بن خلف۔ عقبہ ابن معیط اموی اور ابو البختری وغیرہم۔ صاحب اثر تسلیم کئے جاتے تھے۔

پہلا سبب۔ اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خاندان بنی ہاشم اور بنو امیہ[۲] برابر کے حریف تھے۔ اور دونون مین مدت سے رشک و رقابت چلی آتی تھی۔ نا تربیت یافتہ اور تندخو قومون کا خاصہ ہے کہ کوئی تحریک۔ جو اونکی آبائی

بقیہ عبارت حاشیہ۔ الاول قید جماعۃ قبول غیر الداعیۃ اذا لم یروا ما یقوی بہ عنہ صرح بذلک الحافظ ابو اسحٰق الجوزجانی شیخ ابوداؤد والنسائی قال فی کتابہ المعرفۃ الرجال ومنہم زائغ عن الحق ای عن السنۃ الصادق اللہجۃ فلیس فیہ حیلۃ الا ان یوخذ من حدیثہ ما لا یکون منکرا اذا لم یقو بہ بدعتہ وبلا جزم شیخ الاسلام فی النخبۃ وقال فی شرحہ ما قال الجوزجانی متجۃ لان البلیۃ التی لہا دو حدیث الداعیہ واردۃ فیما اذا کان ظاہر المروی یوافق المبتدع ولو لم یکن داعیۃ الثانی قال العراقی اعترض علیہ بان الشیخین ایضا احتجا بعبد الحمید بن عبد الرحمٰن الحمانی وکان داعیۃ الی الارجاء واجاب بان ابا داؤد قال لیس فی اہل الاہواء اصح حدیثا من الخوارج ص ۱۹ یعنی جماعت محدثین نے جو قبول روایت اہل بدعت مین یہ قید لگائی ہے۔ کہ وہ داعی نہو۔ اور ایسی روایت نہ کرے جس سے اوسکی مذہب کی تقویت ہوتی ہو جسکی تصریح کی حافظ ابو اسحاق جوزجانی نے جو ابوداؤد اور نسائی کے شیخ ہین اور شیخ الاسلام نے بھی اسی کے ساتھ جزم کیا ہے اور کہا

[۱] تعجب ہے کہ شبلی صاحب عتبہ بن ربیعہ سے دشمن رسولؐ کو شریف الطبع کے اوصاف سے موصوف تبلاتے ہین۔ کیا بدر کے واقعات آپ کو فراموش ہو گئے کیا شیبہ اور ولید ابن عتبہ کی اسلام سے مخالفت اور معرکہ بدر مین مشارکت آپ نے خود سیرۃ النبی مین نہین لکھی ہے۔ انکا تمام خاندان۔ بھائی بیٹا اور سب سے بڑھکر انکی صاحبزادی۔ ہندہ جگر خوار کی خونخواری کے حال پڑھکر کوئی کہہ سکتا ہے یہ لوگ شریف الطبع تھے۔ المؤلف سید اولاد حیدر عفی عنہ

[۲] شبلی صاحب۔ مساوات فیما بین بنو ہاشم اور بنی امیہ کا دعویٰ کرتے ہین۔ تو حقدار کون تھا اور ناحق کون۔ اسکا بھی اظہار کر دیا جاتا۔ لیکن اب ایسا نہین کر سکتے بنو امیہ کی جانبداری جو آپ کا لازمہ فطرت ہے اور جس کا انتظام آپنے شروع تالیف سے قایم کیا ہے صاف صاف کھل جائیگی اور تعمیم مساوات کا طلسم جو باندھا گیا ہے برباد ہو جائیگا۔ کوئی تاریخ کوئی سیرۃ اس مساوات کو نہین لکھتی۔ المؤلف۔ سید اولاد حیدر عفی عنہ

رسم و عقاید کے خلاف ہوا اونکو سخت برہم کر دیتی تھی اوسکے ساتھ اونکی مخالفت محض زبانی مخالفت نہین ہوتی تھی اور اونکی تشنگی انتقام کو خون کے سوا کوئی چیز نہین بجھا سکتی تھی۔ آج ہندوستان اسقدر مہذب ہو گیا ہے لیکن اب بھی کسی عام مسئلہ مذہبی کی مخالفت کی جائے تو ایک حشر برپا ہو جاتا ہے۔ اور اگر حکومت موجودہ منتظم اور صاحب ثروت نہوتی تو اس سرزمین پر خون کا بادل برس چکا ہوتا۔

دوسرا سبب۔ عرب ایک مدت سے بت پرستی مین مبتلا تھا۔ خلیل بت شکن کی یادگار (کعبہ) مین تین سو ساٹھ معبودون سے فزون تھی ہبل۔ خدائے اعظم تھا۔ یہی بت ہر قسم کے خیر و شر کے مالک تھے۔ پانی برساتے تھے۔ اولادین دیتے تھے۔ معرکہاے جنگ مین فتحین دلاتے تھے۔ خدا یا تو سرے سے نہ تھا۔ یا تھا تو وجود معطل تھا۔ اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو فوراً برباد کر دینا تھا۔ لیکن اسکے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا۔ اسلئے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور ان مین جن لوگون کو جسقدر زیادہ نقصان پہونچنے کا اندیشہ تھا وہ اسیقدر مخالفت مین زیادہ سرگرم تھے۔ قریش کا رئیس اعظم۔ حرب بن امیّہ تھا۔ چنانچہ حرب فجار مین وہی سپہ سالار اعظم تھا۔ لیکن حرب کے مرنیکے بعد ابوسفیان اس منصب عظیم کے حاصل کرنے کی قابلیت نہین رکھتا تھا۔ اس لئے ولید بن مغیرہ نے اپنی لیاقت اور اثر سے ریاست حاصل کی تھی۔ ابوجہل اسی کا بھتیجا تھا۔ اور وہ بھی قریش مین اعتبار رکھتا تھا۔ ابوسفیان گو اپنے باپ کا منصب نہ حاصل کر سکا لیکن بنو امیہ کے خاندان کا سردار وہی تھا۔ خاندان ہاشم مین سب سے ممتاز اور کبیر السن ابولہب تھا[۱]

بقیہ عبارت حاشیہ۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ جب ایسی روایت کرے جو اوسکے مذہب کے موافق ہو تو وہ رد کر دی جائے گی۔ عراقی نے کہا کہ اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ شیخین نے تو ایسے ایسے بدعتیون سے بھی روایت کی ہے جو اپنے مذہب خاص کے داعی تھے مثل عمر بن حطان کے جو خارجیون کا داعی تھا۔ اور بخاری و مسلم نے عبدالحمید بن عبدالرحمن حمانی سے استدلال کیا ہے۔ جو مذہب ارجا کا داعی تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ داؤد کہتے ہین کہ خوارج سے بڑھکر کوئی صادق اللہجہ نہین ہے۔ یہ کیون؟ صرف اسلئے کہ بخاری نے ان سے روایت لی ہے۔ اصل یہ ہے کہ انسان جسقدر صحیحین کے حالات پر غور کریگا اوسیقدر اوسکی حیرت بڑھتی جائیگی۔ کیونکہ کوئی قاعدہ ایسا نہین ہے کہ محدثین اہلسنت نے ترتیب نہ دیا اور بخاری و مسلم نے اوسکو اپنے طرز عمل سے توڑ نہ دیا کیونکہ دو نمونے تو دیکھ چکے کہ حدیث مرسل عام طور سے ضعیف ہوتی ہے۔ مگر بخاری کا دار و مدار زیادہ تر مراسیل پر ہے (۲) اہل بدعت کی عموماً اور خوارج کی خصوصاً تمام روایتین قابل احتجاج نہین لیکن بخاری نے اسقدر روایتین خوارج سے لین کہ آخر یہ کہنا پڑا کہ خوارج سے زیادہ کوئی صادق اللہجہ نہین۔ کیونکہ ایک نہین صدہا خوارج رواۃ صحیح بخاری سے ہین۔ امام سیوطی نے ایک مختصر سی فہرست خوارج راویان بخاری کی دی ہے جو ذیل مین نقل کی جاتی ہے وکلہم اھل البدعۃ ممن اخرج لھم البخاری ومسلم او احدھما یعنی یہ سب اہل بدعت تھے اور ان

[۱] ابولہب بنی ہاشم مین کبیر السن ضرور تھا لیکن ممتاز کب تھا؟ اور حضرت ابوطالب کے مقابلہ مین اسکو امتیاز و اعزاز خاندانی کس نے دیا سوائے شبلی صاحب کے اور کس کو بتلایا جائے افسوس ہے اپنی تردید آپ ہی کرتے ہین۔ آگے چلکر اسی ابولہب کے حال مین لکھتے ہین اسنے حرم محترم کے خزانے سے غزال زرین چرا کر بیچ ڈالا تھا۔ چور کو ممتاز کہنا شبلی صاحب کی خاص اصطلاح ہے۔

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی چچا تھا قبیلہ سہم میں سب سے زیادہ اثر عاص ابن وائل کا تھا جو نہایت دولتمند اور کثیر الاولاد تھا۔ قریش کی عنان حکومت انھیں کے ہاتھوں میں تھی۔ اور یہی لوگ تھے جنھوں نے اسلام کی سخت مخالفت کی قریش کے اور اکابر مثلاً اسود بن عبد المطلب۔ اسود بن عبد یغوث۔ نضر بن الحرث۔ امیہ بن خلف عقبہ بن معیط الاسدی انھیں لوگوں کے زیر اثر تھے۔ اور اسوجہ سے اعدائے اسلام میں اون کے نام ہر جگہ نمایاں نظر آتے ہیں۔

قریش کا یہ خیال تھا کہ نبوت کا منصب عظیم اگر کسی کو ملتا تو مکہ یا طائف کے کسی رئیس کو ملتا۔ وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم (وہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کو اوترنا تھا تو ان دونوں شہروں (مکہ اور طائف) کے رئیس اعظم پر اوترتا (یعنی ولید بن ربیعہ اور ابو مسعود ثقفی) عرب میں ریاست کے لئے دولت اور اولاد سب سے ضروری شرط تھی۔ اولاد کی نسبت اکثر وحشی قوموں میں ہندوستان میں بھی، یہ خیال رہا ہے کہ جو شخص صاحب اولاد نہو۔ وہ عالم آخرت کے برکات سے محروم رہتا ہے۔ قریش میں اوصاف مذکورہ کے لحاظ سے جو لوگ ریاست کا استحقاق رکھتے تھے وہ ولید بن مغیرہ امیہ بن خلف۔ عاص بن وائل السہمی اور ابو مسعود ثقفی تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اوصاف

سے خالی تھے۔ دولت کے غبار سے آپ کا دامن پاک تھا۔ اور اولاد ذکور سال دو سال سے زیادہ زندہ نہیں رہی۔

تیسرا سبب۔ قریش کو عیسائیوں سے بالطبع نفرت تھی جسکی یہ وجہ تھی کہ ابرہتہ الاشرم (شاہ حبش) جو کعبہ ڈہانیکو آیا تھا وہ عیسائی تھا یہی وجہ تھی کہ قریش کو عیسائیوں کے مقابلہ میں پارسیوں کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ ایران اور روم کی جنگ میں ایرانیوں کو فتح ہوئی تو قریش نے نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ اور مسلمان دل شکستہ ہوئے۔ چنانچہ یہ آیت اوتری۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ اکیلے یا ملکر مسلم و بخاری نے روایت کی ہے نام یہ ہیں۔

ابراہیم بن طہمان[۱]۔ ایوب بن عائذ الکائی[۲]۔ ذر بن عبد اللہ موہبی[۳]۔ شبابہ بن سوار[۴]۔ عبد الحمید بن عبد الرحمن[۵]۔ ابو یحیی حمانی[۶] عبد الحمید بن عبد العزیز بن ابی رواد عثمان بن غیاث البصری[۸]۔ عمر بن ذر[۹]۔ عمرو بن مرہ[۱۰]۔ محمد بن حازم[۱۱] ابو معاویہ الضریر[۱۲]۔ ورقا بن عمیر الیشکری[۱۳]۔ یحیی بن صالح الوحاظی[۱۴]۔ یونس ابن بکیر[۱۵] هولاء رموا بالارجاء وهو تاخیر الحکم فی الحکم علی مرتکب الکبائر بالنار یہ لوگ وہ تھے جو مذہب ارجا میں داخل تھے اور مرتکبین کبائر کے دخول بالنار کے حکم لگانے میں تاخیر کا حکم دیتے تھے۔ اسحاق بن سوید العدوی[۱۶]۔ بہز بن اسد[۱۷]۔ حریز بن عثمان[۱۸]۔ حصین بن نمیر[۱۹] (تا بان امام حسین علیہ السلام) خالد بن سلمہ الفافا[۲۰]۔ عبد اللہ بن سالم الاشعری[۲۱]۔ قیس ابن حازم[۲۲] هولاء رموا بالنصب وهو بغض علی (تعلّی یہ عبارة علیہ) یہ وہ لوگ ہیں جو جوہت اختیار کر چکے تھے اور ناصبیت بغض علی یعنی غیر کو آپ کے اوپر تقدیم دینے کا نام ہے۔ تدریب الراوی ص ۲۰۲ پھر اسی کتاب میں ایک صفحہ کے بعد لکھتے ہیں وعکرمہ مولی ابن عباس[۲۳] والولید بن کثیر[۲۴] هولاء اباضیہ وهم الخوارج الذین انکروا علی علی التحکیم وتبروا عنه ومن عثمان وذویہ وقاتلہ۔ عکرمہ ابن عباس کا غلام اور ولید بن کثیر۔ خوارج کے فرقہ اباضیہ سے تھے جو تحکیم جناب علی مرتضی کے منکر تھے حضرت عثمان رضی سے تبرا کیا اور اون سے مقاتلہ کیا۔ ص ۱۲۱

---

[۵۱] ان اوصاف کے ساتھ مکاری۔ عیاری۔ دغابازی اور حیلہ سازی کی خاصیتیں کیوں چھوڑ دیگئیں۔ قرآن کی جگہ اینٹیں بندھوانا۔ اونٹ کو دشمن بنانا دومۃ الجندل کے فیصلے میں ابو موسی الاشعری کو جل دیکر بیوقوف بنانا سب کچھ تو شبلی صاحب کی پیش نظر ہے۔ المؤلف۔ عفی عنہ

غُلِبَتِ الرُّوْمُ - فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ -

قریب کے ملک مین رومی مغلوب ہوگئے - مغلوب ہونے کے چند سال بعد پھر غالب آجاینگے - خدا ہی کا اختیار ہے پہلے بھی اور پیچھے بھی اور تب مسلمان اللہ کی مدد سے خوشی منائینگے -

اسلام اور نصرانیت مین بہت سی باتین مشترک تھین - سب سے بڑھکر یہ کہ اس زمانہ مین اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا مدینہ منورہ مین بھی ایک مدت تک یہی قبلہ رہا - ان اسباب سے قریش کو خیال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیسائیت قایم کرنا چاہتے ہین -

چوتھا سبب - ایک بڑا سبب قبائل کی خاندانی رقابت تھی - قریش مین دو قبیلہ نہایت ممتاز اور حریف یکدگر تھے بنی ہاشم اور بنو امیہ - عبد المطلب نے اپنے زور واثر سے بنو ہاشم کا پلہ بھاری کر دیا تھا - لیکن انکے بعد اس خاندان[۵] مین کوئی صاحب اثر نہین پیدا ہوا - ابو طالب دولت مند نہ تھے - عباس دولتمند تھے لیکن فیاض نہ تھے - ابو لہب بدچلن تھا - اس لئے بنو امیہ کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت مین - بدر کے سوا باقی تمام لڑائیان ابو سفیان ہی نے برپا کین - اور وہی تمام لڑائیون مین رئیس لشکر رہا عقبہ بن معیط جو سب سے زیادہ آنحضرت صلعم کا دشمن تھا اور جس نے نماز پڑھنے کی حالت مین آپ کے دوش مبارک پر اونٹ کی اوجھ لاڈالی تھی - اموی تھا - بنو امیہ کے بعد جس قبیلہ کو بنی ہاشم سے برابری کا دعویٰ تھا - وہ بنی مخزوم تھے - ولید بن مغیرہ اسی خاندان کا رئیس تھا - اسلئے اس قبیلہ نے بھی

بقیہ عبارت حاشیہ - اب تیسرا قاعدہ بھی ملاحظہ ہو - اوسی تدریب الراوی سیوطی مین ہے الثالث الصواب انه لا يقبل رواية الرافضة وساب السلف كما ذكره فی المنصف فی الروضة فی باب القضاء فی مسائل الاقتاء - مذہب صحیح یہی ہے کہ رافضیون کی اور اونکی جو سلف کا سب کرتے ہین - روایت نہ لینی چاہیئے مصنف نے اسکو استفتاء رمسائل کے باب مین لکھا ہے امام مسلم نے اس قاعدہ کو بھی توڑ دیا - تدریب الراوی مین ہے قال الحاكم كتاب مسلم ملآن الشيعة امام حاکم کہتے ہین کہ صحیح مسلم تو شیعہ راویون سے بھری پڑی ہے اب صحیح مسلم کی توثیق دیکھی جاوے تو اوسی کتاب مین ہے عن ابو علی النیشاپوری شیخ الحاکم قال ما تحت اديم السماء كتاب اصح من كتاب مسلم ص ۱۲۶ - ابو علی نیشاپوری امام حاکم کے اوستاد کہتے ہین کہ آسمان کے نیچے کوئی کتاب صحیح مسلم سے بڑھکر صحیح نہین ہے -

اب صحیح بخاری و صحیح مسلم مین یہ فرق ثابت ہوا کہ صحیح مسلم شیعہ رواۃ سے بھری پڑی ہے اور صحیح بخاری خوارج کے راویون سے پھر جب ایسے خوارج استاد بخاری ہین اور بخاری اون سے روایت کرتے ہین تو کیسے ممکن ہے کہ وہ کبھی اون روایتون کو لکھین جو فضائل جناب امیرؑ مین

[۵] شبلی صاحب تو پیچھے جاکر بنی ہاشم کے پیچھے پڑے ہین - آپ کا یہ لکھنا کہ عبد المطلب کے بعد اس خاندان مین کوئی صاحب اثر نہین پیدا ہوا - کہان تک صحیح فی الواقع اور تاریخ کے مطابق ہے - ایک تو عبد المطلب کے بعد انکے گھر مین وہی مقدس ہے (صلوا علیہ وآلہ) جسکی سیرت نگاری کا شرف آپ حاصل کر رہے ہین اس کے قبل گو غلط فہمی ہی سہی - آپ ابو لہب کو اسی گھر مین قریش مین ممتاز بتلا چکے ہین - عباس کو متمول اور دولتمند قلمبند کر ہی چکے ابیطالب کی نسبت ابن ہشام ص ۲۲ امیر بزرگ وسید القوم کا اقرار کا فرون کا خود موجود ہے - مگر ایک بنی امیہ لو اصول تعمیم کی تائید کی ضرورت مین پڑکر سبب کچھ بے اثر ہے المؤلف عفی عنہ

آنحضرت صلعم کی سخت مخالفت کی۔ ابوجہل کی ایک تقریر سے اس بیان کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اخنس بن شریق ابوجہل کے پاس گیا۔ اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ ابوجہل نے کہا کہ ہم اور بنو عبد مناف ہمیشہ حریف مقابل رہے۔ انھوں نے مہمانداریاں کیں تو ہم نے بھی کیں۔ انھوں نے خون بہا دیے۔ تو ہم نے بھی خون بہا دیے انھوں نے بھی فیاضیاں کیں تو ہم نے ان سے بڑھکر کیں۔ یہانتک کہ جب ہم نے کاندہے سے کاندہا ملا دیا تو اب بنی ہاشم پیغمبری کے دعویدار ہیں۔ خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہیں لا سکتے۔ بحوالہ ابن ہشام ص ۱۰۰ مصر

پانچواں سبب ایک بڑا سبب یہ تھا کہ قریش میں بداخلاقیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے ارباب اقتدار نہایت ذلیل بداخلاقیوں کے مرتکب تھے۔ ابولہب جو خاندان بنی ہاشم میں ممتاز تھا۔ اوس نے حرم محترم کے خزانے سے غزال زرین چرا کر بیچ ڈالے تھے۔ اخنس بن شریق جو بنو زہرہ کا حلیف اور رؤسائے عرب میں شمار کیا جاتا تھا۔ نمام اور کذاب تھا نضر بن حارث کو جھوٹ بولنے کی سخت عادت تھی۔ اسی طرح اکثر ارباب جاہ مختلف قسم کے اعمال شنیعہ میں گرفتار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طرف بت پرستی کی برائیاں کرتے تھے۔ دوسری طرف ان بداخلاقیوں پر سخت دار و گیر کرتے تھے۔ اس سے اونکی عظمت و اقتدار کی شہنشاہی متزلزل ہوتی جاتی تھی۔ قرآن مجید میں پیہم اور علانیہ ان کا رد ان کی شان میں آیتیں نازل ہوتی تھیں۔ گو طریقہ بیان عام ہوتا تھا۔ لیکن لوگ جانتے تھے کہ روئے سخن کس کی طرف ہے

بقیہ عبارت حاشیہ وارد ہیں یہی وجہ ہے کہ بخاری نے تفسیر وانذر عشیرتک الاقربین میں اوس روایت کو نہ لیا جو صحیح اور معتبر ہیں اور انکو لیا جو قطعاً غیر صحیح ہیں کیونکہ اونکے راوی اول ابن عباس ہیں جو اس واقعہ کے ساتھ آٹھ برس بعد پیدا ہوئے۔ دوسرے ابوہریرہ ہیں جو اس واقعہ کے چودہ یا سترہ برس بعد مدینہ میں آئے اور اسلام لائے پھر یہ روایت کیسے صحیح رہ سکتی ہے اگر ابن حجر کا یہ احتمال کریں کہ ممکن ہے یہ آیہ دو مرتبہ نازل ہوا ہو تو یہ قدر خلاف اصل ہے کیونکہ مجبور ہو کر ابن حجر خود لکھتے ہیں لکن کالاصل عدم المتکرار للنزول وقد صرح فی ہذہ الروایۃ بان ذلک حین وقع نزلت اصل یہی ہے کہ تکرار نہیں واقع ہوئی کیونکہ خود اس روایت میں موجود ہے کہ یہ واقعہ اسیوقت کا ہے جسوقت یہ آیہ مکہ میں نازل ہوا ہے۔ تو پھر کون روایت صحیح مانی جائے۔ حضرت کا کوہ صفا پر چڑھکر پکارنا جیسا کہ اس روایت میں ہے۔ یا پہلی روایت جس میں وہاں پکارنا مذکور ہے کیونکہ اس روایت میں تو یہی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت پکارنے لگے۔ جس سے فوریت ظاہر ہے۔ تو ایک روایت ضرور غلط ہوگی۔

دوسرا طریقہ اور سنیے ابن حجر لکھتے ہیں نعم وقع عند الطبرانی من حدیث ابی امامۃ قال لما نزلت وانذر عشیرتک الاقربین جمع رسول اللہ صلعم بنی ہاشم ونسائہ واہلہ فقال یا بنی ہاشم اشتروا انفسکم من النار واسعوا فی فکاک رقابکم یا عائشۃ بنت ابوبکر یا حفصۃ بنت عمر یا ام سلمۃ فذکر حدیثا طویلا فھذا ان ثبت دل علی تعداد القصۃ الاولی وقعت بمکۃ لتصریحہ فی حدیث الباب انہ صعد الصفا ولم تکن عائشۃ وحفصۃ وام سلمۃ عندہ ومن ازواجہ الا بالمدینۃ فیجوز ان تکون متاخرۃ عن الاولی فیمکن ان یحضرھا ابو ھریرۃ وابن عباس ایضا ویحمل قولہ لما نزلت جمع ای بعد ذلک لان الجمع وقع متراخیا عن التنزیل ثم نزل ثانیا ورھطک منھم المخلصین فخص بذلک بنی ہاشم ونساءہ واللہ اعلم وفی ہذہ الزیادۃ تعقیب علی النووی حیث قال فی شرح مسلم ان البخاری لم یخرجھا اعنی ورھطک منھم المخلصون اعتمادا علی ما فی ہذہ السورۃ واغفل کونھا موجودۃ عند البخاری فی سورۃ تبت ص ۲۰۹ جلد ۸ طبرانی نے ابی امامہ

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ

اور اس شخص کے کہنے میں نہ آ جو بات بات میں قسم کھاتا ہے۔ آبرو باختہ ہے طاعن ہے چغلیاں لگاتا ہے۔ لوگوں کو اچھے کاموں سے روکتا ہے حد سے بڑھ گیا ہے گنہگار بدتند خو ہے۔ اور ان سب باتوں کو جھوٹا نسب بتاتا ہے اسلئے کہ وہ مالدار ہے اور لڑکوں والا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ

وہ سن رکھے کہ اگر وہ باز نہ آیا۔ تو ہم اسکی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹنگے جو کہ جھوٹی اور خطا کار ہے۔

ممکن تھا کہ وعظ و پند کا نرم طریقہ اختیار کیا جاتا لیکن مدت کی غفلت۔ عربی نخوت۔ دولت و اقتدار کا فخر۔ ریاست کا زعم۔ ان چیزوں کے ہوتے ہوئے جبتک ضرب نہایت سخت نہوتی وہ خبر نہ ہوتے۔ اس لئے بڑے بڑے جبار اسطرح مخاطب کئے گئے

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا وَبَنِينَ شُهُودًا وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا

مجھکو اور اسکو تنہا چھوڑ دو جسکو میں نے اکیلا پیدا کیا۔ پھر بہت سا مال دیا بیٹے دیے سامان دیا۔ پھر چاہتا ہے کہ ہم اسکو اور دیں۔ ہرگز نہیں وہ ہماری آیتوں کا دشمن ہے۔

یہ خطاب ولید بن مغیرہ کی طرف ہے جو قریش کا سرتاج تھا۔ اور یہ الفاظ اس شخص کی زبانی ادا ہوتے تھے جسکو ظاہری جاہ و اقتدار حاصل نہ تھا لیکن مخالفت کی جو سب سے بڑی وجہ تھی اور جس کا اثر تمام قریش بلکہ تمام عرب پر یکساں تھا۔ یہ تھا کہ جو معبود سیکڑوں برس سے عرب کے حاجت روائے عالم تھے اور جن کے آگے وہ ہر روز پیشانی رگڑتے تھے اسلام انکا نام و نشان مٹاتا تھا۔ اور ان کی شان میں کہتا تھا۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ

تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو۔ وہ سب دوزخ کے ایندھن ہونگے۔

بقیہ عبارت حاشیہ: روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت نے بنی ہاشم کو اور اپنے ازواج کو اور اہل کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے بنی ہاشم تم اپنی جانوں کو خدا سے خرید کر لو۔ اور ازواج سے اپنی آزادی کی سعی کرو۔ اے عائشہ بنت ابی بکر۔ اے حفصہ دختر عمر۔ اے ام سلمہ! اسکے بعد طولانی حدیث کو لکھا ہے پس اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو جائے تو دلالت کرتی ہے تعدد وقوع پر کیونکہ قصہ اولی مکہ میں واقع ہوا جسمیں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلعم نے کوہ صفا پر چڑھکر آواز دی اور اسوقت نہ عائشہ موجود تھیں نہ حفصہ اور نہ ام سلمہ کیونکہ یہ سب تو مدینہ میں حضرت کی زوجیت میں آئیں پس ممکن ہے یہ قصہ متاخر ہوا اور اسوقت ابن عباس اور ابوہریرہ کی حاضری بھی ممکن ہے اور حدیث میں موجود ہے کہ حضرت نے سب کو جمع کیا اور شاید کہ پہلے وانذر عشیرتک الاقربین تنہا نازل ہوا۔ جسکے بعد حضرت نے قریش کو جمع کیا پھر تخصیص کی اور اس زیادتی میں تعقیب ہے نووی پر جنہوں نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ بخاری نے وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ کی روایت نکی۔ یہ غلطی ہے نووی سے اسوجہ سے ہوئی کہ صرف تفسیر سورۂ شعرا پر اعتماد کیا۔ اور اس سے غفلت کی کہ یہ بخاری کے نزدیک سورۂ تبت میں موجود ہے۔"

اس شرح سے گویا مقصد بخاری کی تکمیل تو نہ ہوئی کہ فضیلت و خلافت جناب امیرؑ کو بالکل مٹا دیا گیا۔ مگر جامع القرآن حضرت کی بھی

مدت تک قریش کے تحمل کے اسباب ان کے اسباب کے ساتھ جنمیں سے ہر ایک قریش کے سخت مشتعل کردینے کے لئے کافی تھا۔ توقع یہ تھی کہ اعلان دعوت کے ساتھ سخت خونریزیاں شروع ہوجائیں گی لیکن قریش نے تحمل سے کام لیا اور اسکے ناگزیر اسباب تھے قریش خانہ جنگیوں میں بے پناہ ہوچکے تھے۔ اور حرب فجار کے بعد اسقدر عاجز آگئے تھے کہ لڑائی کے نام سے ڈرتے تھے۔ قبیلہ پرستی کی وجہ سے لڑائی صرف اتنی سی بات پر شروع ہوجاتی تھی کہ کسی قبیلہ کا کوئی آدمی قتل کردیا جاتا تو مقتول کا قبیلہ بغیر کسی تحقیق کے انتقام کے لئے کھڑا ہوجاتا تھا۔ اور جبتک بدلا نہ لے لیا جاوے یہ آگ بجھ نہیں سکتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا قریش کے لئے نہایت آسان تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ بنی ہاشم خون کا انتقام نہ چھوڑینگے۔ تمام مکہ جنگ میں مبتلا ہوجائیگا۔ بہت سے لوگ اسلام لاچکے تھے اور قریبًا کوئی قبیلہ ایسا باقی نہیں تھا جس میں دو ایک آدمی اسلام نہ لاچکے ہوں اسلئے اسلام اگر جرم تھا تو صرف ایک شخص اس کا مجرم نہ تھا۔ بلکہ سیکڑوں تھے اور سب کا استیصال ناممکن تھا۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۵۵-۱۶۱

کفار قریش کی تمام مخالفتوں کے یہی اسباب تھے۔ جو تفصیل سے لکھے گئے۔ عام اصول فطرت کے مطابق مخالفت کے جتنے مختلف اسباب تھے مخاصمت کی اوتنی ہی مختلف اور متفرق صورتیں بھی اختیار کی گئیں۔ ان تمام خیالوں نے سب سے پہلے مخالفت اسلام کی جو تدبیر نکالی اور اوسکو عملی صورت میں لائے وہ اسلام لانیوالوں پر خونخوارانہ ظلم و تعدی تھی کیونکہ قریش یہ سمجھے تھے کہ ان ترکیبوں سے عام طبقات کو عبرت ہوگی۔ اور جو اسلام لاچکے ہیں وہ دست بردار ہوجائیں گے۔ ان میں سے چند مظلومین اسلام کے احوال ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ خوب پردہ دری ہوئی۔ کیونکہ یہ آیہ دو مرتبہ نازل ہوا تھا۔ مگر ایک دفعہ کا بالکل نکال دیا گیا۔ حالانکہ سہ با آیتیں مکرر قرآن میں موجود ہیں۔ مگر یہ آیت نہ رہنے پائی۔ دوسرے یہ کہ اسکے ساتھ آیہ ورہطک منہم المخلصین بھی قرآن میں دو مرتبہ نازل ہوا تھا جسپر صحیح مسلم و صحیح بخاری دونوں کا اتفاق ہے لیکن قرآن موجودہ میں اسکا کہیں وجود نہیں۔ تو پھر تحریف قرآن میں اہل سنت کو کیا عذر ہوسکتا ہے طرہ تو یہ ہے۔ یہی ابن حجر لکھتے ہیں۔ زاد فی تفسیر تبت روایۃ ابی اسامۃ علی الاعمش بھذا السند ورھطک منھم المخلصین خرج رسول اللہ صلعم حتی صعد الصفا فھتف یا صباحاہ فقالوا من ھذا فاجتمعوا الیہ فقال ارأیتم ان اخبرکم ان خیلا یخرج من سفح ھذا الجبل اکنتم مصدقی قال ما اخبرنا علیک کذبا قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید قال ابو لھب تبا لک ما جمعتنا الا لھذا ثم قام فنزلت تبت یدا ابی لھب وقد تب ھکذا قرأ الاعمش عمرو بن مرۃ قولہ وتب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب حدثنا محمد بن سلام واخبرنا ابو معویۃ حدثنا الاعمش عن عمرو بن مرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج الی البطحاء فصعد الی الجبل فنادی یا صباحاہ فاجتمعت الیہ قریش فقال ارأیتم ان حدثتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم اکنتم تصدقونی قالوا نعم قال انی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابو لھب الھذا جمعتنا تبا لک فنزل اللہ تعالی تبت یدا ابی لھب الی آخرہ یعنی جب آیہ وانذر عشیرتک الاقربین اوترا تو حضرت باہر آئے اور کوہ صفا پر چڑھ گئے اور آواز دی صباحاہ

ظالمین قریش اور مظلومین اسلام سابقین مومنین کی فہرست مظلومین میں نمبر اوّل آل یاسر ہیں جنکے مصائب و شدائد کسیقدر اوپر قلمبند ہو چکے ہیں خاندان کا خاندان طبقہ اوّل کا صاحب ایمان ہے۔ یاسر اصل میں یمن کے رہنے والے تھے۔ پریشان ہو کر مکہ میں چلے آئے۔ ابوحذیفہ مخزومی کی کنیز سمیہ نامی سے عقد کر لیا۔ لڑکے بالے ہو گئے اور پھر یہین سکونت اختیار کر لی۔ یاسر کی بی بی سمیہ۔ یاسر کے دونوں بیٹے عمار اور عبداللہ غرضکہ سارا گھر مشرف باسلام ہو چکا تھا لیکن دولت ایمان کے سوا گھر میں کچھ بھی نہ تھا۔ تمام خاندان عسرت اور ناداری میں بسر کرتا تھا۔ کفار قریش غریب بے یار بیچارون پر ٹوٹ پڑے اور ایک ایک کر کے ان غریبون کو اتنا مارا کہ جینے کے لالے پڑ گئے سراپا مجروح ہو گئے۔ اتفاقاً اسی حالت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ادھر آنکلے مومنین مخلصین کی یہ مصیبت آپ سے دیکھی نہ گئی لیکن مجبوری ایسی تھی کہ سوائے سکوت و خاموشی کے دوسرا کوئی چارہ نہیں تھا۔ آپ نے مصیبتناک حالت مشاہدہ فرما کر ارشاد کیا اصبروا آل یاسر فان موعدکم الجنۃ (اے آل یاسر صبر کرو تحقیقکہ بہشت تمہاری وعدہ گاہ ہے) کمبخت ابوجہل نے یاسر کی بی بی سمیہ کو نیزے کی نوکین کونچ کونچ کر مار ڈالا۔ غریب یاسر کا بھی ایسی ہی شدید ضربون سے خاتمہ بالخیر کر دیا گیا۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ظالمین دیکھ لین گے اونکی کیسی بازگشت ہونیوالی ہے۔

بقیہ عبارت حاشیہ (صبح ہوتے تم پر ٹوٹ پڑے) لوگون نے کہا تم کیون پکارتے ہو۔ غرضکہ سب جمع ہوئے تو حضرت نے کہا کہ اگر میں تمکو خبر دون کہ اس پہاڑ کی پشت سے ایک لشکر آیا چاہتا ہے تو تم ہمکو سچا جانو گے سب نے کہا ہم نے تم پر کبھی کذب کا تجربہ نہیں کیا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ ہم تم لوگون کے ڈرانے والے ہین عذاب شدید سے۔ ابولہب نے کہا (نعوذ باللہ) تم ہلاک ہو جاؤ۔ کیا اسی لئے تم نے سب لوگون کو جمع کیا تھا۔ اسپر سورۂ تبت یدا نازل ہوا تبت یدا ابی لھب وتب وقد تب اسی طرح اعمش نے اوس روز پڑھا تھا۔ (مگر قد کا لفظ اب قرآن میں نہیں ہے) اسی ایک روایت کو تین متفرق باب میں لکھا ہے اس سے بخاری صاحب کی خوش سلیقگی ظاہر ہے دوسری یہ کہ ورھطک منہم المخلصین بھی نازل ہوا تھا جو اب قرآن میں نہین ہے تیسری یہ کہ قد تب نازل ہوا تھا اب صرف تب رہ گیا۔ اس پر بھی تحریف قرآن سے انکار ممکن ہے۔ اور کوئی وجہ اسکی بتلائی جا سکتی ہے کہ ورھطک منہم المخلصین کیون نکال دیا گیا۔ صرف اس لئے کہ اسمین بنی ہاشم کی صریح مدح تھی پھر حضرات جامعین قرآن کب اسکو قرآن مین رہنے دیتے اب سورہ تبت کی شان نزول کو دیکھنا چاہیئے کہ آخر یہ سورہ کب نازل ہوا۔ کیونکہ وانذر عشیرتک الاقربین کے نزول کے بعد مکا نازل ہونا عقلاً بھی ناجائز ہے اور نقلاً بھی عقلاً اس وجہ سے کہ وہ مقام تالیف قلوب تھا کہ حضرت اپنی نبوت کا اعلان کر رہے تھے جو ایک ایسا عجیب و غریب امر تھا کہ عرب کے کان بھی اس سے آشنا نہ تھے کہ عرب میں بھی کوئی نبی ہو گا۔ اس لئے حضرت نے اس اہتمام سے اونکی دعوت کی اور نرم الفاظ میں پیغام الٰہی پہونچایا کہ کسی کو متنفر ہونے نہ پائے ایسی حالت مین اسطرح کا سورہ آنا جسمین ایک شخص کی مذمت ہو کسقدر خلاف عقل ہے نقلاً اس وجہ سے کہ امام سیوطی لباب النقول فی اسباب النزول مین لکھتے ہین۔ اخرج البخاری وغیرہ عن ابن عباس قال صعد رسول اللہ صلعم ذات یوم علی الصفا فنادی یا صباحاہ فاجتمعت الیہ قریش قال ارأیتم لو اخبرتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم اکنتم تصدقونی قالوا بلی قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید فقال ابولہب تبا لک

(۲) **خباب بن الارت** تمیم کے قبیلہ سے تھے۔ جاہلیت میں غلام بناکر فروخت کیے گئے۔ اور ام انمار نے خرید لیا۔ ایسے زمانہ میں اسلام لائے جب آنحضرت صلعم ارقمؓ کے گھر میں مقیم تھے اور صرف چھ سات شخص اسلام لا چکے تھے قریش نے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ ایکدن کوئلے جلاکر زمین پر بچھائے۔ اسپر انکو چیت لٹایا۔ ایک شخص چھاتی پر پاؤں رکھے رہا کہ کروٹ بدلنے نہ پایں۔ یہانتک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہوگئے۔ خباب نے مدتون کے بعد یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کیا اور پیٹھ کھول کر دکھائی کہ برص کے داغ کی طرح بالکل سپید تھی۔ ابن سعد جلد ۳۔ خباب جاہلیت میں لوہار کا کام کرتے تھے بعض لوگون کے ذمہ انکی بقایا تھی۔ مانگتے تو جواب ملتا کہ جب تک کہ محمدؐ (صلعم) کا انکار نہ کروگے کوڑی نہ ملے گی یہ کہتے کہ نہیں جتبک کہ تم مرکے جیو نہیں۔ سیرۃ النبی بحوالہ بخاری ص ۶۹۱

(۳) **حضرت بلال**۔ یہ وہی بلالؓ ہین جو موذن مشہور ہین حبشی النسل تھے۔ اور امیہ بن خلف کے غلام تھے جب ٹھیک دوپہر ہو جاتی تو امیہ انکو جلتی بالو پر لٹاتا۔ اور پتھر کی چٹان انکے سینہ پر رکھدیتا کہ جنبش نہ کرتے سکتے۔ اکثر گردن میں رسی باندھ لڑکون کو پکڑا دیتا اور وہ مکہ کے پہاڑون پر ان غریب کو جانورون کی طرح گھسیٹتے پھرتے گردن مین رسیون کے نیل پڑجاتے کبھی یہ ہوتا تھا کہ انکی مشکین باندہ کر زمین پر ڈال دیتے تھے۔ اور ڈنڈون سے پیٹتے جاتے تھے۔ ان تمام مارون کے بعد پیٹ کی مار بھی دیجاتی تھی جو سب سے بری تھی۔ متواتر کئی کئی دنون تک غریب بے آب ودانہ رکھے جاتے تھے لیکن ان تمام مصائب وشدائد مین بھی وہ اسلام کا سبق نہ بھولے۔ ہر ہر ضرب پر اَحَد اَحَد کے نعرے لگائے جاتے تھے۔ بالآخر حضرت ابوبکرؓ نے (اور بروایتے عباس بن عبدالمطلب نے) انکو انکے مالک سے خرید کرکے آزاد کر دیا۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ الهذا جمعتنا فانزل الله تبت يدا ابی لهب (الی آخرہ۔ برحاشیہ جلالین ص ۱۱۱۔ یعنی بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم ایک روز کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور پکارے۔ یاصباحاہ۔ قریش جمع ہوئے اور ابولہب نے کہا ہلاکت ہو تمکو تم نے اسی لئے سب کو جمع کیا تھا جسپر یہ آیۃ نازل ہوا (ملخصًا) تو وہ روایت بخاری کی بالکل غلط ہوئی کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ دوسرا جسکو وقعہ وانذر عشیرتک الاقربین سے کوئی تعلق نہیں۔ جو اغلب امکان ہے۔ کیونکہ حضرت تو اکثر موقع پر اکر تبلیغ فرمایا کرتے تھے لہذا کسی دوسرے موقع اس واقعہ کا پیش آنا ممکن ہے۔ بخلاف واقعہ وانذر عشیرتک الاقربین کے کہ اوس سے کسی قسم کا تعلق ممکن نہیں ہے۔ اگر دوسری روایت پر نظر کیجاوے تو وہ بھی ممکن ہے اور ابولہب کی مذمت بھی کہ اوس سے کوئی بے ادبی ہوئی ہو۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ واقعہ کس زمانہ کا ہے درمنثور سیوطی جلد ۶ صفحہ ۴۰۸ مین ہے۔ اخرج ابونعیم فی الدلائل عن ابن عباس ما كان ابولهب الا من كفار قريش ما هو حتى خرج من الشعب حين تمالات قريش حتى حصرونا فی الشعب وظاهرهم فلما خرج ابولهب من الشعب لقی هند بنت عتبه بن ربيعه حين فارق قومه فقال يا بنت عتبه هل نصرت اللات والعزى قال نعم فجزاك الله تعالى خيرًا يا ابا عتبه قال ان محمدًا يعدنا اشياء لا نراها كائنة بعد الموت فما ذاك وضع فی يدی ثم نفخ فی يديه ثم قال تبا لكما ما اری منكما شيئا مما يقول محمد فنزلت تبت يدا ابی لهب قال ابن عباس فحصرنا فی الشعب ثلاث سنين

(۴) **صہیب رومی** - یہ رومی مشہور ہیں لیکن درحقیقت رومی نہیں تھے - انکے والد سنان نامی کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے حاکم تھے - اور انکا خاندان موصل میں آباد تھا - ایکدفعہ رومیوں نے اس نواح پر حملہ کیا - اور جن لوگوں کو قید کرکے لیگئے ان میں صہیب بھی تھے - یہ روم میں پلے تھے اس لئے عربی زبان اچھی طرح بول نہ سکتے تھے - ایک عرب نے انکو خریدا اور مکہ میں لایا - یہاں عبداللہ بن جدعان نے انکو خرید کرکے آزاد کردیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دعوۃ اسلام شروع کی تو یہ اور عمار بن یاسر ایک ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے - آپ نے اسلام کی ترغیب دی اور یہ مسلمان ہوگئے - قریش انکو اسقدر اذیت دیتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہوجاتے تھے - جب انھوں نے مدینہ کو ہجرت کرنی چاہی تو قریش نے کہا اپنا سارا مال و متاع چھوڑ جاؤ تو جاسکتے ہو - انھوں نے نہایت خوشی سے منظور کرلیا - حضرت عمرؓ جب نماز میں زخمی ہوئے تو اپنی بجائے انھیں کو امامت دی تھی -

(۵) **ابوفکیہہ** - کنیت تھی - افلح نام تھا - صفوان بن امیہ کے غلام تھے - اور حضرت بلال کے ساتھ اسلام لائے تھے - امیہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انکے پاؤں میں رسی باندھی اور آدمیوں سے کہا گھسیٹتے ہوئے لیجائیں اور تپتی ہوئی زمین پر لٹائیں - ایک گبریلا راہ میں جا رہا تھا - امیہ نے انسے کہا کہ تیرا خدا یہی تو نہیں ہے - انھوں نے کہا کہ میرا اور تیرا دونوں کا خدا اللہ تعالیٰ ہے - اس پر امیہ نے اس زور سے انکا گلا گھونٹا کہ لوگ سمجھے دم نکل گیا - ایک دفعہ انکے سینہ پر اتنا بھاری بوجھل پتھر رکھدیا کہ انکی زبان نکل پڑی - بحوالہ ابن سعد جلد سوم -

بقیہ عبارت حاشیہ - واقطعوا عنا المیرۃ حتی ان الرجل منا بالنفقۃ فما یبایع حتی یرجع حتی ھلک فینا من ھلک ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابو لہب بھی کفار قریش سے تھا جیسا کہ وہ لوگ تھے - یہانتک کہ شعب سے خارج ہوئے جبکہ کفار قریش نے مشورہ کرکے ہم سب کو شعب میں محصور کردیا تھا - جب ابو لہب شعب سے خارج ہوا اور اپنی قوم سے مفارقت اختیار کی تو ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ سے ملاقات ہوئی تو ابو لہب نے پوچھا کہ اے ہندہ تونے کچھ لات و عزیٰ کی نصرت کی تو کہا کہ ہاں - ای ابو عتبہ خدا تمہیں جزائے خیر دے - ابو لہب نے کہا محمد (صلعم) ہمسے دو باتوں کا وعدہ کرتے ہیں جنکو ہم نہیں جانتے کہ وہ موت کے بعد پورا ہو یا اس سے اور بعد کو لکر ابو لہب نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھونکا اور کہا تباً لکما - ہلاکت ہو تم دونوں کو - محمد (صلعم) کے وعدوں میں سے ہم کچھ نہیں پاتے اسپر سورہ تبت یدا نازل ہوا - ابن عباس کہتے ہیں کہ ہمکو قریش نے تین برس تک محصور رکھا اور اسطرح کہ ہم سے خرید و فروخت بند کردی کہ ہم کچھ مال خرید کرنے جاتے تو ہمارے ہاتھ کوئی چیز نہ بیچتے - یہانتک کہ ہم میں سے جسکو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا -

اس سے معلوم ہوا کہ سورہ تبت یدا کا نزول بعد محاصرہ شعب ابی طالب - جو نبوت کے سنہ ۱۰ میں واقع ہوا لیکن بخاری نے صرف عداوت جناب علی مرتضیٰؑ کی وجہ سے اسکو - وانذر عشیرتک الاقربین کے نزول سے ملحق کردیا - جو عقلاً اور نقلاً کسیطرح بھی ممکن نہیں ہے اب دیکھئے محاصرہ شعب ابی طالب کب ہوا بعثت سے تین برس تک تبلیغ مخفی ہوتی رہی - اوسکے بعد واقعہ دعوت قریش (سنہ ۴ نبوت) پیش ہوا پھر اسکے بعد حضرت حمزہؓ اسلام لائے - تو جیسا کہ طبری کا بیان ہے فائتمرت بینھم ان یکتبوا بینھم کتابا یتعاقدون فیہ فلما فعلت ذلک

کفار قریش کا یہ سلوک گھر کے غلامون اور قوم کے نادار لوگون تک محدود و موقوف نہین تھا۔ بلکہ اسلام کے ناقابل العفو جرم مین وہ اپنے عزیزون اور قرابتدارون کے ساتھ بھی ایسے ہی ظلم و ستم سے پیش آیا کرتے تھے۔

(۶) **حضرت عثمانؓ بن عفّان** کے اسلام لانے کی خبر جب اونکے چچا کو ہوئی۔ تو وہ کمبخت حضرت عثمانؓ کو کھجور کی صف مین لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دُھواں دیا کرتا۔

(۷) **زبیرؓ بن العوام**۔ زبیر بن العوام جب اسلام لائے تو اونکے چچا بھی انھین چٹائی مین لپیٹ کر ان کی ناک مین دھواں دیتے تھے۔

(۸) **مصعبؓ بن عمیر** کے اسلام لانے کی خبر لتے ہی اونکی شفیق القلب مان نے گھر سے نکالدیا تھا۔

(۹) **سعیدؓ بن زید**۔ حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی۔ سعید بن زید جب اسلام لائے تو حضرت عمرؓ نے ان کو رسیون سے باندھ کر ڈالدیا۔

(۱۰) **سعدؓ بن وقاص** اگرچہ اپنے قبیلہ مین نہایت معزز اور مقتدر تھے۔ تاہم کُفار کے ظلم و ستم سے محفوظ نہین تھے بنو اسد اسلام کے جرم مین ان کو سخت سزائین دیتے تھے۔

یہ ظلم اور حد سے زیادہ خونخوار کفار قریش مظلومین اسلام کو ایسی ایسی وحشیانہ سزائین دیتے تھے کہ اون غریبون کی ہمت و استقلال کے سوا کوئی اور شئے اونکے تحمل و برداشت کی طاقت نہین رکھتی تھی۔ اونکی ہمت و استقلال کے سوا یہ بھی اسلام کی صداقت کا عین الکمال تھا۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ قریش الجاءت بنو ھاشم و بنو مطلب الی ابی طالب فدخلوا معہ فی شعبہ و اجتمعوا الیہ فی شعبہ و خرج من بنی ھاشم ابولھب الی قریش۔ کفار قریش نے پھر آپس مین مفارقت و مخاصمت بنی ہاشم پر عہد کیا اور حلف معاہدہ لکھا۔ اور اسکو خانہ کعبہ پر لٹکایا جب اس کارروائی کی خبر پہنچی تو تمام بنی ہاشم ابوطالب کے پاس آئے اور وہ اون کو لیکر شعب مین داخل ہوئے مگر ابولھب اون سے علیحدہ ہوگیا۔ اور قریش سے جاکر ملحق ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ مفارقت ابولہب کا زمانہ اوسیوقت سے شروع ہوتا ہے جب سے وہ لوگ شعب مین محصور ہوئے۔ تو کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر یہ سورہ (تبت یدا ابی لہب) شروع ہی مین نازل ہوا ہوتا (بقول بخاری صاحب وانذر عشیرتک الاقربین کے ساتھ) تو پھر ابولہب اتنے دنون تک کبھی حضرت صلعم کے ساتھ رہ سکتا تھا۔ تاریخ خمیس مین مرقوم ہے۔

وفی السنۃ السابعۃ من النبوۃ کما فی الحیٰوۃ الحیوان او الثامن منھا علی ما فی المنتقی تقاسمت قریش و تعاھدوا علی معاداۃ بنی ھاشم و بنی عبدمطلب ص ۳۳۵ بروایت حیواۃ الحیوان سنہ سال بعد نبوت مین اور بروایت منتقی ۸ھ مین قریش نے معاہدہ کیا اور آپس مین قسم کھائی کہ بنو ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے عداوت قایم رکھین تو اس حساب سے نزول سورہ تبت یدا کمین جاکر ۹ھ یا ۱۰ھ سال مین ہوتا ہے لیکن بخاری صاحب نے ایک فضائل علیؑ کے چھپانے کی ضرورت سے اوسکو نزول آیت وانذر عشیرتک الاقربین سے ملاکر ایسا غارت کیا ہے کہ بالکل قصّہ کا قصہ ہی غلط ہوگیا۔ لاحول ولا قوۃ۔ المؤلف عفی عنہ۔

(۱) مرقومہ بالا مظلومین اسلام سب کے سب مرد تھے۔ ناعاقبت اندیش قریش نے مسلمان عورتوں کی صنف نازک وضعیف پر بھی رحم نہ کیا۔ ان مصیبت دیدہ اور آفت رسیدہ عورتوں میں سب سے پہلے جس خاتون کی نہایت بےدردانہ اور بیرحمانہ طریقہ سے جان لی گئی۔ وہ حضرت یاسر کی بی بی سمیہ تھیں اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی ماں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(۲) لُبَینہ تھیں۔ یہ بیچاری کنیز تھیں حضرت عمر ان بیکس کو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے تھے میں نے تجھکو رحم کی بناپر نہیں بلکہ اس وجہ سے چھوڑا ہے کہ میں خود تھک گیا ہوں۔ وہ نہایت استقلال سے جواب دیتیں۔ دیکھو عمر اگر تم اسلام نہ لاؤ گے تو تم سے خدا اس کا انتقام لے گا۔

(۳) زنیرہ۔ لبینہ کی ایسی ہی دوسری کنیز زنیرہ تھیں۔ یہ بھی حضرت عمر کے قبیلہ کی کنیز تھیں حضرت عمر اسلام سے پہلے ان کو بھی کو دل کرستاتے۔ ابوجہل نے تو ایک دن ایسی مار ماری کہ غریب کی آنکھیں جاتی رہیں۔

(۴) نہدیہ اور (۵) اُمّ عُبَیس۔ یہ بھی دونوں کنیزیں تھیں۔ اور صرف اسلام کے جرم میں یہ مصیبتیں جھیلی تھیں۔ یہ تمام جلادانہ بیرحمیاں یہ عبرت خیز جفاکیاں ایک مسلمان کو بھی راہ حق سے متزلزل نہ کر سکیں۔ ایک نصرانی مورخ نے سچ لکھا ہے۔

عیسائی اسکو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مسائل نے وہ نشہ دینی آپ کی پیروں میں پیدا کر دیا تھا جسکو عیسیٰؑ کے ابتدائی پیرووں میں تلاش کرنا بیفائدہ ہے۔ جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے تو اونکے پیرو بھاگ گئے۔ اونکا نشہ دینی جاتا رہا۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چلدیے اسکے برعکس محمد صلعم کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کر دیا۔ ہالو جی گاڈفری ہگنس ترجمہ اردو ص ۶۶-۶۷

قریش اور آنحضرت صلعم کی مخالفت میں مشورت

کفار قریش اپنی اس تجویز میں کہ مسلمانوں کو اتنا ستایا جاوے کہ وہ اسلام سے دست بردار ہو جائیں۔ اور اونکی اذیتوں کو دیکھکر دوسرے لوگ قبول اسلام پر جرأت نکر سکیں بالکل ناکامیاب رہے۔ تو اب ان بیرحموں نے حضرت رسول خدا صلعم کی ذاتی ایذارسانیوں کی تدبیریں سوچیں۔ ان ناہنجار تجویزوں کو عملی صورت میں لانیکے لئے اونھوں نے ایک باقاعدہ مجلس مشورت قائم کی جس میں ہر قبائل وعشائر کے پچیس سردار شامل تھے کمال مآل اندیشی کے خیال سے بدبخت ابولہب کو اس مجلس کا صدر منتخب کیا گیا۔ ؎ خدا برہنہ کرے ننگ خاندان نہ کرے۔

اس مفسدہ انگیز مجلس کا پہلا مقصد جو اتفاق رائے کیلئے پیش کیا گیا وہ یہ تھا کہ قبائل بیرونی جو مکہ میں آیا کرتے ہیں اونکو قربت اور صحبت رسول خدا سے بچایا جاوے اور اونکے علیحدہ رکھنے کی یہ ترکیب ہے کہ اون سے آنحضرت صلعم کے متعلق ایسے خاص معائب بیان کئے جاویں کہ وہ خود بالطبع آپ سے متنفر ہو جائیں۔

سب نے اسپر اتفاق کیا کہ آپ کو کاہن مشہور کیا جاوے۔ ولید بن مغیرہ۔ جو قریش مین سب سے زیادہ کہن سال اور تجربہ کار تھا۔ بول اوٹھا مین نے بہت سے کاہنون کو دیکھا ہے۔ کہان کاہنون کی تک بندیان اور کہان محمد (صلعم) کے کلام کی معجز نما فصاحت و بلاغت۔ دیکھو ایسی بات نہ کہو کہ قبائل عرب سنتے ہی کہنے لگین کہ غلط الزام لگاتے ہو اور جھوٹ کہتے ہو۔ پھر یہ تجویز ہوئی کہ اچھا کاہن نہین تو مجنون مشہور کیا جاوے۔ ولید نے پھر ٹوکا۔ اور کہا تو بہ کرو محمدؐ کو دیوانگی سے کیا واسطہ اور جنون سے کیا علاقہ۔

پھر وہ بات قرار پائی کہ انھین شاعر بتلایا جائے۔ ولید کو یہ بات بھی پسند نہ آئی۔ اوس نے تمام مجمع مخاطب کر کے کہا۔ ہم خود شاعر ہین ہمیشہ شعر کہتے ہین۔ اصناف سخن اور اوصاف فن سے خوب واقف ہین۔ ہم جانتے ہین شعر کیا بات ہوتی ہے۔ محمدؐ کے کلمات کو شعر کے لغویات سے کوئی مناسبت نہین۔

پھر اس پر اتفاق ہوا کہ اچھا انہین ساحر کہا جاوے۔ ولید بولا یہ جادو بھی نہین چلیگا۔ کہان محمدؐ کے اخلاق و عادات کی لطافت کہان ساحرون اور شعبدہ گرون کی نجاست محمد (صلعم) کا جمال جہان آرا۔ اونکے محاسن و کمال کا آئینہ ہے۔ جادوگرون کی منحوس صورت اونکی سیہ کاریون کی تصویر ہے۔

اب تو سوچتے سوچتے مجمع کا مجمع تھک گیا۔ سب کے سب عاجز آگئے تو ولید ابن مغیرہ سے کہنے لگے کہ اچھا اب آپ ہی کچھ تجویز کرین اور کوئی مفید تدبیر نکالین۔ ولید نے تمام جلسہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اول تو اس امر خاص مین مین کچھ نکہونگا اور اگر کچھ کہونگا بھی تو وہ بالکل سچ ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ حقیقتاً محمدؐ کے کلام مین ایسی حلاوت ہے اور اوسکی تقریر مین عذب البیانی کی ایسی قدرتی تاثیر ہے کہ باپ بیٹے۔ بھائی بہن اور شوہر و زن مین مفارقت ہوجاتی ہے اور وہ برسون سے تمہارے پیش نظر ہے مین اوسیقدر تم سے کہونگا اور بس تم سمجھنے والے ہو تو سمجھ جاؤ۔

ولید بن مغیرہ کی اس تقریر نے تمام جلسہ مین سکوت کا عالم پیدا کر دیا۔ جو کچھ اسنے کہا تھا وہ بالکل سچ تھا اس لئے کسی فرد واحد کو اسکے خلاف مجال سخن نہ ہوئی۔ لیکن وہ سرے سے جاہل تھے۔ جہالت سے اب بھی باز نہ آئے۔ اپنے ہی سردار قوم سے پیغمبر برحق کے اوصاف سنکر عبرت پذیر تو نہوئے بلکہ خجالت و شرمندگی کے جاہلانہ غصہ مین پہلے سے بھی زیادہ بھر گئے اور پیچ و تاب کھانے لگے۔ بالآخر اپنی کافر کرداریون کے تقاضہ سے سب نے ملکر یہ تدبیر نکالی کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر ممکن طریقہ سے پریشان کیا جاوے اونکی تعلیم کے ہر ہر مقصد کی تضحیک و توہین کی جاوے اور مسلمانون کو تمام مظالم کا نشانہ بنایا جاوے۔

(ابن ہشام جلد اول صفحہ ۹۰ و شفا قاضی عیاض صفحہ ۱۲۹)

قریش کی پہلی وفد اور ابی طالبؑ کی خدمت مین آنحضرتؐ کی شکایت

شبلی صاحب نے اس مقام پر نہایت مناسب طریقہ سے حقیقت حال کا انکشاف فرمایا ہے لکھتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان دعوت کیا اور بت پرستی کی علانیہ مذمت شروع کر دی تو قریش کے چند معززین نے ابو طالب کے پاس آکر شکایت کی ابو طالبؑ نے نرمی سے سمجھا کر انکو رخصت کر دیا

ادہر قوم و وطن کی انسانی قوتیں مخالفت اسلام کی تدبیریں سوچ رہی تہیں۔ راہیں نکال رہی تھیں۔ ادہر

نبوّت کا چھٹا سال حضرت حمزہؓ کا اسلام لانا

اودہر نظام ربانی جبروتی طاقت اسکی وسعت کے سامان کر رہی تھی۔ شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعمام میں حضرت حمزہ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ وہ آپ سے دو تین برس بڑے تھے اور ساتھ کھیلے تھے۔ دونوں نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا اور اس رشتہ سے بھائی بھائی تھے۔ وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن آپ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اونکا مذاق سپہگری اور شکار افگنی تھا معمول تھا کہ منہ اندہیرے تیر کمان لیکر نکل جاتے۔ تمام تمام دن شکار کھیلنے میں مصروف رہتے۔ شام کو واپس آتے تو پہلے حرم میں جاتے طواف کرتے قریش کے رؤسا صحن حرم میں الگ الگ دربار جما کر بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت حمزہؓ ان لوگوں سے صاحب سلامت کرتے کبھی کبھی کسی کے پاس بیٹھ جاتے۔ اس طریقہ سے سب سے یارانہ تھا۔ اور سب لوگ اُنکی قدر و منزلت کرتے تھے

شبلی صاحب نے اس واقعہ کی تمہید کو جس تفصیل سے تحریر فرمایا تھا اوس تصریح سے اصل واقعہ کو نہیں لکھا جس سے معلوم ہو جاتا کہ اون کے اسلام لانے اور شرف بایمان ہونیکے خاص اسباب وہی محبت و اخلاص کے جذبات تھے۔ ہم ذیل میں ابن ہشام کے خاص الفاظ سے اصل حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔

ان اباجهل مرّ برسول الله صلی الله علیه واله وسلم عند الصّفا فاٰذاه وشتمه وقال منه بعض ما یکره من العیب لدنیه والتضعیف لامره فلم یکلّمه رسول الله صلعم ومولاة عبد الله بن جدعان فی مسکن لها تسمع ذٰلك ثم انصرف عنه فعمد الی نادٍ من قریش عند الکعبة فجلس معهم فلم یلبث حمزه بن عبد المطلب انّ اقبل متوشّحا قوسه راجعا من قنص له وصاحب قنص یرمیه ویخرج له وکان اذا رجع من قنصه لم یصل الی اهله حتی یطوف بالکعبة وکان اذا فعل ذٰلك لم یمرّ علی نادٍ من قریش الا وقف وسلّم وتحدث معهم وکان اعرفنی فی قریش واشد شکیمة فلمّا مرّ بالموالات وقد رجع رسول الله صلی الله علیه

ایکبار ابوجہل نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کوہ صفا پر دیکھا۔ اوس بدبخت نے آپ کو ایذا دی (یروایتے طمانچہ مارا) اور سخت کلامی کی اور بعض کہتے ہیں کہ دین اسلام کی عیب جوئی کی جناب رسول خدا صلعم نے اوسکی بدزبانیوں کا کچھ جواب نہ دیا اور قطعاً خاموش رہے عبداللہ بن جدعان کی لونڈی جس کا گھر قریب تھا یہ تمام واقعات دیکھ رہی تھی اسکے بعد ابوجہل واپس آیا اور حسب المعمول روسا قریش کے ساتھ کعبہ میں بیٹھ گیا۔ حمزہ بن عبد المطلب کا یہ دستور تھا کہ ہر روز شکار کے لئے باہر جاتے تھے۔ مگر شکار میں جانے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کر لیتے تھے اسکے بعد امرا قریش سے جو وہاں موجود رہتے تھے صاحب سلامت کرتے تھے اور تھوڑی دیر تک اونکے پاس بیٹھ جاتے تھے اور باتیں کرتے تھے آپ مردان قریش میں معزز اور ممتاز شمار ہوتے تھے۔

پس اس واقعہ کے دن عبداللہ بن جدعان کی لونڈی سے ملاقات ہوئی وہ اتفاقاً حضرت حمزہ کے گھر آئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی

وآلہ وسلم الیٰ بیتہ فقالت لہ یا ابا عمارۃ لو رایت ما لقی ابن اخیک محمدؐ آنفا من ابی الحکم ابن ہشام وجدہ ہہنا جالسا فاذاہ و سبہ وبلغ منہ ما یکرہ ثم انصرف عنہ ولم یکلم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاحتمل الحمزۃ الغضب لما اراد اللہ بہ من کرامتہ فخرج یسعی لم تقف علیٰ احد معدّ الا بی جہل انما لقیہ ان یوقع بہا فلما دخل المسجد نظر الیہ جالسا فی القوم فاقبل نحوہ حتیٰ اذا قام علیٰ راسہ رفع القوس فضربہ بہا فشجہ شجہ منکرۃ ثم قال أتشتمہ فانا علیٰ دینہ اقول ما یقول فرد ذلک علیٰ ان استطعت فقامت رجال من بنی مخزوم الی حمزۃ لینصروا ابا جہل فقال ابو جہل دعوا ابا عمارۃ فانی واللہ قد سببت ابن اخیہ سبا قبیحا۔

وہین موجود تھے۔ اوس کنیز نے حضرت حمزہؓ کو مخاطب کرکے کہا ای ابا عمارہ (حضرۃ حمزہ کی کنیت ہے) کیا تمہین معلوم نہین کہ جو ابو الحکم بن ہشام (ابوجہل کی کنیت) نے تمہارے بھتیجے محمد صلعم کے ساتھ کیا کیا ہے۔ دیکھو ابو جہل وہ تو یہین بیٹھے ہوئے ہین۔ اوس نے اونکو ایذا دی (طمانچہ مارا) اور سخت گالیان دین اور جو کچھ نہین کہنے کو وہ سب کچھ کہا سنا۔ اوسپر وہان سے چلا گیا۔ لیکن محمدؐ نے اوسکا جواب تک نہ دیا۔ یہ سنکر حضرت حمزہ کو سخت غصہ آیا اور یہی غصہ انکے لئے کرامت ایزدی کا باعث ہوا۔ حضرت حمزہ نہایت تیزی سے گھر سے نکلے اور راہ مین کہین نہ ٹھیرے اور داخل کعبہ ہوئے ابوجہل کو دیکھا قوم کے لوگون کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے آپ اوسی غیظ کی حالت مین آگے بڑہتے چلے گئے یہانتک کہ اوسکے سر کے قریب آکر کھڑے ہوگئے۔ اور اپنی آہنی کمان اوٹھاکر اوسکے ضرب شدید لگائی۔ اور مارنے کے بعد اوس سے کہا کہ جس مذہب کو تو برا کہتا ہے مین اوسی دین مین داخل ہوگیا۔ ابھی اگر تیری مجال ہو تو مجھے اوس دین مین داخل ہونے سے باز رکھ لے۔ یہ سنکر بنی مخزوم کا ایک شخص ابوجہل کی حمایت مین اوٹھ کھڑا ہوا لیکن ابوجہل نے یہ کہکر اوسے فوراً روک دیا کہ ابو عمارہ کو تعرض نہ کرو۔ انکو چھوڑدو قصور میرا ہے۔ مین نے حقیقتاً ان کے بھتیجے کو بہت بُری بُری گالیان دی ہین۔ ابن ہشام ص ۹۹ مصر

اس واقعہ کی تفصیل نے تبلا دیا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکوت و صبر نے حضرت حمزہؓ کے جذبات قرابت و یگانگی مین ایسا مفید اور شدید اثر پیدا کر دیا۔ جو حضرت حمزہ کے لئے رشد وہدایت کا باعث ہوا اور بدبخت ابوجہل کے لئے اوسکی سزا و عقوبت کا سبب خاص سے

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

اپنا پھر اپنا ہے۔ کیسا ہی اختلاف ہو اور کتنی ہی مخالفت جب ایسے ناگزیر موقع آجاتے ہین تو تعلقات قلبی و رشتہ جذبات دلی مین غیر متحمل تحریک پیدا ہو جاتی ہے اور وہ مخالفت کو حقیقی مواصلت کی صورت مین تبدیل کر دیتی ہے۔ یہ ضرور نہین کہ حمزہ بھی ابولہب ہی کے ایسے شقی اور سنگدل ہو جاتے۔ خداوند عالم کو یہ بھی اپنی مصلحت خاص دکھلا دینی ضرور تھی کہ اوسی گھر مین ابو طالب حمزہ اور عباس کے ایسے خیر خواہ رسولؐ بھی موجود تھے۔ اور ابولہب کا ایسا بدخواہ اور دشمن جان بھی۔

کفار قریش اور رسول اللہ صلعم کی ایذا رسانیان

حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے ادہر اسلام کی قوت بڑہی ادہر کفار کی خصومت۔ غریب مسلمان مرد اور عورتونکو جن وحشیانہ طریقہ سے اذیت دیتے تھے اور اون کی غریب جانون پر جس شدت سے ظلم وستم ڈہاتے تھے اوسکی کیفیت اوپر لکھی جا چکی ہے اب اونکی بدبختی اور شامت بڑہتے بڑہتے آنحضرت صلعم کو بھی جسمانی ایذا پہونچانے لگی۔ ان تمام بیرحمیون بدسلوکیون اور ایذا رسانیون کا جواب رسول اللہ صلعم کے پاس صرف صبر تھا اور خاموشی

جب کبھی بہت دل بھر آتا تھا تو صرف اتنا ارشاد کر دیا کرتے تھے۔ یا بنی عبد مناف ای جوار ھذا۔ اے بنی عبد مناف حق ہمسایگی خوب ادا کرتے ہو۔ طبری ۱۱۹۹

ان موذیون میں الحکم بن ہشام (ابو جہل) عقبہ بن معیط الاموی۔ امیہ بن خلف۔ نوفل ابن خویلد۔ ابو سفیان بن حرب ابو البختری اور عاص بن وائل السہمی وغیرہم سب سے زیادہ مشہور تھے اور سرگرم۔ ہدایت و ارشاد کے وقت کلمات طعن و تشنیع کرنا۔ بیہودہ اور لغو کلمات بکنا۔ اداے نماز کے وقت تالیان اور سیٹیان بجانا۔ ارکان نماز کی نقلین اوڑانا اور آوازے کسنا۔ راستہ چلتے میں آنحضرت صلعم کے پیچھے آوارہ لونڈون کو استہزا و تمسخر کرنیکی غرض خاص سے ساتھ کر دینا۔ آپ کے راستے مین کانٹے ڈالدینا اور راہ چلتے وقت آپ پر گھرون سے کوڑا ڈالدینا۔ ایذاے رسولؐ کے متعلق ظلمہ قریش کی یہ معمولی اور خفیف باتین تھین۔ جب ان حرکات سے بھی آپ کے صبر و سکوت اور استقلال و ثبات مین کچھ فرق نہ آیا تو کفار آپکی جسمانی تکلیف و آزار پر تیار ہوئے۔ تاریخ طبری مین مرقوم ہے۔

اقبل ابن ابی معیط و رسول اللہ صلعم عند الکعبۃ فلوی ثوبہ فی عنقہ و خنقہ خنقا شدیدا فقام ابوبکر من خلفہ و وضع یدہ علی منکبیہ فدفعہ عن رسول اللہ صلعم قال ابوبکر یا قوم اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔

آنحضرت صلعم۔ خانہ کعبہ مین نماز پڑھ رہے تھے عقبہ ابن ابی معیط اموی آیا اور اس نے اپنی چادر کو آپ لپیٹ کر رسی کے ایسا بنایا اور جب آپ سجدے مین گئے تو چادر کو آپ کی گردن مین ڈالدیا اور پیچ پر پیچ دینے شروع کئے۔ یہان تک کہ بڑی سختی کے ساتھ آپ کا دم رکنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ پیچھے سے آگئے۔ اپنے ہاتھ اوس چادر مین ڈالکر آپ کی گردن سے اُسے جدا کر دیا اور کہا افسوس ہے اے قوم کے لوگون۔ تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے خدا میرا پروردگار ہے۔ طبری۔

اس روایت مین امام ابن القیم زاد المعاد جلد اص ۲۹۷ مین اتنا اضافہ اور فرماتے ہین کہ یہ دیکھکر چند شریر حضرت ابوبکر سے لپٹ گئے۔ اور اونکی خوب زد و کوب کی۔ رحمۃ للعلمین صفحہ ۴۱

جب ان مصائب پر بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرائض تبلیغ اور تعلیم دین الٰہی کی خدمات مین ذرا بھی کمی نہین کی اور اپنے بے مثال عزم و استقلال سے اون مین ویسے ہی مصروف رہے۔ تو ان بدعقلون اور کوتہ اندیشون نے اپنی جہالت و ضلالت کے تقاضون سے جناب رسول خدا کو تبلیغ اسلام سے روکنے اور باز رکھنے کے لئے دنیاوی ثروت و مال کی ترغیب و تحریص کا ذریعہ سوچا۔ اس بنا پر کہ وہ حقیقت ناشناس سمجھے تھے کہ تبلیغ و توسیع اسلام مین آپ کی یہ تمام سعی و کوشش اور کد و کاوش (نعوذ باللہ) حصول نام و نمود اور وصول دولت و ثروت پر مبنی ہے اس لئے انہون نے یہ مجلس مشورت منعقد کی۔

کفار قریش اور آنحضرت صلعم کو تبلیغ اسلام سے باز رکھنے کی ترغیب و تحریص

ابن ہشام کی تحقیق مین یہ مجلس مشورت حضرت حمزہؑ کے اسلام لانیکے بعد منعقد ہوئی۔ اِس کا محرک عتبہ بن ربیعہ تھا جو روساے قریش

ین ایک مرد ممتاز شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ ابن ہشام لکھتے ہین

ان عتبہ بن ربیعۃ وکان سیدا قال یوما وھو جالس فی نادی قریش ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جالس فی المسجد وحدہ یا معشر قریش الا اقوم الی محمد وفاکلمہ واعرض علیہ امورا لعلہ یقبل بعضھا فیعطیہ ایھا ویکف عنا وذلک حین اسلم حمزۃ ورأوا اصحاب رسول اللہ صلعم یکثرون ویزیدون فقال نعم یا ابا الولید قم الیہ فکلمہ ۔

عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سردار تھا ایک دن اکابر قریش کے ساتھ بیٹھا اور حسن اتفاق سے جناب رسول خدا صلعم بھی مسجد الحرام مین تشریف فرما تھے عتبہ نے قریش کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر آپ لوگون کی رائے ہو تو مین اسوقت محمدؐ کے پاس جاؤن اون سے باتین کرون اور چند امور جو مین نے سوچے ہین اون سے پیش کرون شاید وہ بیر لکسی امر کو قبول کرلین تو جیسا میرا خیال ہے ہم لوگون کو اون کی طرف سے فراغت ہو جائے ۔ سب نے متفق ہوکر کہا ہان اے ابوالولید (عتبہ کی کنیت) جاؤ اور اون سے باتین کرو۔

اب اصل واقعہ جسطرح پیش ہوا اور جو گفتگو عتبہ در جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان واقع ہولی۔ وہ ابن ہشام کے الفاظ مین ملاحظہ ہو۔

فقام الیہ عتبۃ حتی جلس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال یا ابن اخی انک منا حیث قد علمت من السطۃ فی العشیرۃ والمکان فی النسب وانک قد اتیت قومک بامر عظیم فرقت بہ جماعتھم وسفھت بہ احلامھم وعبت بہ آلھتھم ودینھم وکفرت بہ من مضی من آبائھم فاسمع منی اعرض علیک امورا تنظر فیھا لعلک تقبل منھا بعضھا قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قل یا ابا الولید اسمع قال یا ابن اخی ان کنت انما تریدبما جئت بہ من ھذا الامر مالا جمعنا لک من اموالنا حتی تکون اکثرنا مالا وان کنت تریدبہ شرفا سودناک علینا حتی لا نقطع امرا دونک وان کنت تریدبہ ملکا ملکناک علینا وان کان ھذا الذی یاتیک رئیا تراہ لا تستطیع ردہ عن نفسک طلبنا لک الطب وبذلنا فیہ اموالنا حتی نبرئک

عتبہ وہان سے اوٹھا۔ اور رسول اللہ صلعم کے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا اومیرے بھتیجے تمہارا خاندان جیسا معزز ہے اور ہم تمہاری قرابت اور مرتبت ونسب سے خوب واقف ہین لیکن تم نے تو قوم کی قوم کو ایک امر عظیم مین مبتلا کردیا ہے اونکی تمام جماعتون کو متفرق کردیا ہے اونکے دانشمندونکو بیوقوف بنایا۔ اونکے معبودونکو عیب لگایا اونکے آباواجداد کی قدیم نمود اریون کو غلط ٹھیرایا لیکن تم اگر میری باتونکو سنو تو مین اپنی چند تجویز کردہ امور تمہارے پاس پیش کرون شاید اونمین سے کوئی امر تمہین پسند آجاوے تو طرفین کیلیے بہتر ہو۔ جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا۔ ہان تم کہو مین ضرور سنونگا عتبہ بولا اومیرے بھتیجے۔ اگر ان امور سے تمہاری غرض مال و دولت کا جمع کرنا ہو تو ہم تمکو اسقدر مال دیدین کہ پھر ہم لوگون مین تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اور اگر اونکے ذریعہ سے تمکو اپنا شرف و اقتدار بڑہانا ہے تو ہم سے کہو۔ ہم تم کو اپنا معتبر علیہ اور مقتدر بنالین اور پھر ہم میں سے کوئی فرد واحد تم سے سرتابی نکر سکے۔ اور اگر تم کو حکومت کا خیال ہے تو ہم تمکو اپنا بادشاہ اور حاکم بنالین اور اگر تم اسکے متعلق اپنی طبیعت مین مرض کا حرج پاتے ہو تو ہم سے کہو ہم

منه فانه ربما غلب لتابع على الرّجل حتى يداوى منه او
كما قال له حتى اذا فرغ عتبه ورسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
تسمع منه قال قد افرغت يا ابا الوليد قال نعم قال
فاستمع منى قال افعل فقال بسم الله الرحمن الرحيم
حٰمٓ تنزيل من الرحمٰن الرّحيم كتاب فصلت اياته
قرانا عربيا لقوم يعلمون بشيرا ونذيرا فاعرض اكثرهم
فهم لا يسمعون وقالوا قلوبنا فى اكنّة ممّا تدعونا اليه
ثم مضى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فيها
يقرءها عليه فلما سمعها منه انصت لها والقى يديه
خلف ظهره معتمدا عليهما يسمع منه ثم انتهى رسول
الله صلعم الى السجدة منها فسجد ثم قال قد سمعت يا
ابا الوليد ما سمعت فانت وذاك فقام عتبه الى اصحابه
فقال بعضهم لبعض نحلف بالله لقد جاءكم ابو الوليد
بغير الوجه الذى ذهب به فلما جلس اليهم قالوا ما ورائك
يا ابا الوليد قال ورائى انى سمعت قولا والله ما سمعت
مثله قط والله ما هو بالشعر ولا بالسحر ولا بالكهانة
يا معشر قريش اطيعونى واجعلوها بى وخلوا بين
هذا الرجل وبين ما هو فيه فاعتزلوه فوالله ليكونن
لقوله الذى سمعت منه نبا فان تصبه العرب فقد كفيتموه بغيركم
وان يظهر على العرب فملكه ملككم وعزه عزكم وكنتم
اسعد الناس به قالوا سحرك والله يا ابا الوليد بلسانه
قال هذا رائى فيه فاصنعوا ما بدا لكم

تمہاری لئے کسی حکیم وطبیب کو تلاش کرلائیں اور اپنے مال و سرمایہ کو تمہارا علاج
کرادین اور تمکو تندرست وصحیح المزاج کرالیں۔ الغرض۔ عتبہ کو جتنا کہنا تھا
وہ کہہ چکا۔ اور جناب رسولخدا صلعم اوسکی تمام باتوں کو سُن چکے تو آپ نے
فرمایا۔ اے ابا ولید۔ تم اپنی باتوں کو تمام کرچکے عتبہ بولا ہاں آپنے کہا کہ پھر میری
بھی کچھ سُن لو۔ عتبہ نے کہا ہاں کہئے۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
حم (یہ فرمان خدا ہے) رحمان (اور) رحیم کے حضور سے صادر ہوتا ہے یہ قرآن
کتاب ہے جس کی باتیں زبان عربی مین سمجھدار لوگون کے لئے تفصیل کیساتھ
بیان کردیگئی ہین (ماننے والون کی) خوشنودی خدا کی خوشخبری سناتا اور
(منکر دنکو عذاب خدا سے) ڈراتا ہے۔ اسپربھی اکثرون نے موتھ موڑلیا اور وہ (اسکو)
سنتے ہی نہین (اور اے پیغمبر یہ لوگ یہ بھی) کہتے ہین کہ جس بات کی طرف تم
بلاتے ہو۔ ہمارے دل تو اس سے پردون مین ہین "
یہانتک جناب رسول خدا صلعم پڑہتے چلے گئے۔ اور عتبہ بن ربیعہ پر ایسی
محویت طاری ہوئی کہ غور سے سُننے کیلئے اپنے ہاتھون کو پیٹھ کے پیچھے باندہ لیا
اور بیٹھا سنتا رہا۔ یہانتک کہ آپ نے مقام سجدہ پر پہونچکر سجدہ کیا سجدہ کرکے
اوٹھے تو فرمایا اے ابو ولید تونے سن لیا جو کچھ تجھے سُننا تھا اسی سی تمیز کرلے
تو کیا ہے اور یہ کلام کیا ہے۔ یہ سنکر عتبہ وہان سے بالکل خموش اوٹھا اور اپنی لوگون
کے پاس واپس چلا۔ عتبہ کو آتا دیکھکر اونین سی بعض نے بعض سے کہا کہ قسم خدا کی
ابو ولید کا چہرہ متغیر اوسوقت کے مقابلہ مین معلوم ہوتا ہے جسوقت وہ ہمارے
پاس سے گئے تھے اس اثنا مین عتبہ آگیا اور بیٹھ گیا۔ قریش نے پوچھا ہاں کہو
اے ابو ولید اب تمہاری کیا رائے قرار پائی۔ عتبہ بولا تم اگر میری رائے پوچھتے ہو
تو قسم خدا کی مین ایسی چیز سننے چلا آتا ہون جیسی مین نے آجتک کبھی نہین
سُنی تھی۔ اور خدا کی قسم نہ وہ شعر ہے اور نہ وہ سحر ہے۔ نہ وہ شگون ہے نہ وہ ٹوٹکا
ہے اور نہ قصہ ہے نہ کہانی ای معشر قریش میری باتون کو سُنو۔ میری رائے پر
چلو۔ تو اس شخص سے اور اسکے امور سے بالکل کنارہ کش ہو جاؤ۔ کیونکہ جو چیزین مین اس شخص سے سُن آیا ہون وہ صرف خبرین ہین اور بشارتین
اہل عرب آپ ہی اس شخص سے سمجھ لین گے اور تمہاری مزاحمت کی ضرورت نہوگی۔ اور اگر یہ شخص اہل عرب پر غالب آگیا تب بھی تمہارے حسب خواہ ہوگا
کیونکہ اس کا ملک تمہارا ملک ہوگا۔ اور اسکی عزت تمہاری عزت الغرض تم دونون حالتون مین خوش قسمت ہوگے یہ سنکر تمام لوگ کہنے لگے ای ابا ولید

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان کا جادو تم پر بھی چل گیا۔ عتبہ نے کہا۔ بات یہ ہے کہ مین نے اپنی رائے کہدی اب تمکو جو اچھا معلوم ہو وہ کرو۔

ہجرت حبشہ نبوت کا ساتوان سال

کفار قریش کو اسلام کی مخالفت مین ناکامیابی پر ناکامیابی ہوتی جاتی تھی۔ حضرت حمزہ کے اسلام لانے سے وہ شکستہ خاطر ہو ہی رہے تھے کہ عتبہ کی سفارت کا بالکل نتیجہ دیکھکر انکا سوہات کا دل بھی بھڑکا ہو گیا۔ ان تیرہ قلبون کو اسلام کے انوار حقیقت کی روشنی تھوڑی ہی تھوڑی معلوم ہونے لگی تھی۔ اور وہ برأۃ العین اسکی معجز نما صداقت کے مشاہدات کرتے جاتے تھے لیکن جہالت کی سیاہی اور ضلالت کی تیرگی اُنکی خط تقدیر بنی ہوئی تھی۔ اور فطرتی بیرحمی اور شقاوت پتھر کی لکیر ہو ہی تھی۔ ان مشاہدات کے بعد بھی اسلام کی مخالفت مین اونکی ستمگاری اور خونخواری موقوف نہین ہوئی بلکہ بخلاف اسکے اونکی جور و جفا اور ظلم و ایذا اتنی بڑھ گئی کہ آخر کار خدا اور رسول کو غریب مسلمانون کی حفاظت جان و مال کا خاص طور پر انتظام کرنا ہوا۔ ابن ہشام اور طبری لکھتے ہین۔

فقال النبی صلعم لھم لو خرجتم الی ارض الحبشۃ فانّ بہا ملکا لا یظلم عندہ احد وھی ارض صدق حتی یجعل اللہ لکم فرجا مما انتم فیہ فخرج عند ذلک المسلمین اصحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الی ارض الحبشۃ مخافۃ الفتنۃ وفرارًا الی اللہ بدینھم فیھم فکانت اول ھجرت فی الاسلام ص ابن ہشام

جناب رسول خدا صلعم نے ارشاد کیا کہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ یہان سے ملک حبشہ کی طرف چلے جاؤ کیونکہ وہان کا بادشاہ رحمدل اور انصاف پسند ہے اور اوسکی حکومت مین ایک کو دوسرے پر ظلم کرنیکی مطلق مجال نہین اور اوسکے ملک والے بھی سچے ہین اور متدین۔ تم لوگ وہان قیام کرو تاوقتیکہ خداوند عالم تمکو ان مصائب سے مخلصی عطا فرمائے ارشاد نبوی کے مطابق مسلمانون کی ایک معتد بہ جماعت فتنہ و فساد کے خوف سے اور خدا کی محافظت دین کے خیال سے فرار اختیار کرکے ملک حبش کیطرف چلی گئی۔ اور یہ اسلام مین پہلی ہجرت تھی۔

ملک حبش کو اہل عرب سے جیسی قربت اور تعلق تھا وہ ظاہر ہے حبش قریش کا قدیم مرکز تجارت تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ منجملہ اور چیزون کے مکہ کا نفیس مال اور بہت بڑا تحفہ چمڑا ہوتا تھا خصوصاً رنگا ہوا چمڑا مکہ اور عموماً حجاز کی خاص صنعت شمار کیجاتی تھی۔ اور کتابون سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مکہ اور شام سے جو مال تجارت کے لئے حبش کو جاتا تھا وہ علی الاکثر چمڑا ہی ہوتا تھا۔

اہل عرب حبش کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے۔ نجاشی حبشی زبان کے لفظ نجوش کی تعریب ہے جسکے معنی زبان حبش مین بادشاہ کے ہین۔ موجودہ نجاشی (شاہ حبش) کا نام اصحمہ تھا۔ تجارت کے کاروبار اور ہمیشہ کی آمد و رفت سے اہل عرب کو حبش کے تمام حالات معلوم تھے۔ اسی لئے مظلومین اسلام نے آنحضرت صلعم کے اس فرمان کو جو خاصکر اونھین کی حفاظت جان و مال پر مبنی تھا بسر و چشم قبول کرلیا۔

سب مسلمانوں کا ملکر ایکبار جانا مصلحت وقت نہیں تھا۔ اِس لئے صحابہ کو دو بار ہجرت کرنی پڑی۔ ایکبار گیارہ آدمیوں کا قافلہ گیا۔ شبلی صاحب نے مفصلہ ذیل صحابہؓ کے نام دیے ہیں۔

(۱) حضرت عثمانؓ مع اپنی زوجہ محترمہ رقیہ (۲) عتبہ مع اپنی زوجہ سہلہ نامی و پسر ابو حذیفہ نامی (۳) زبیر بن العوام (۴) مصعب بن عمیر (۵) عبد الرحمن بن عوف (۶) ابو سلمہ مخزومی مع زوجہ اُم سلمہؓ نامی (۷) عثمان بن مظعون (۸) عامر بن ربیعہ مع زوجہ لیلیٰ نامی (۹) ابو سبرہ بن ارہم (۱۰) حاطب بن عمر (۱۱) سہیل بن بیضاء (۱۲) عبد اللہ بن مسعود۔

تھوڑے ہی دنوں کے بعد دوسرا قافلہ بھی روانہ ہوا۔ اس میں تقریباً ۱۰۷ یا ۱۰۲ آدمی تھے۔ انکی تاخیر ہجرت کی وجہ انکی عسرت و ناداری تھی کہ وقت پر زاد و راحلہ کا سامان مہیا نہ ہو سکا۔ ان جملہ حضرات کے نام ابن ہشام نے جس تفصیل سے لکھے ہیں وہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عثمانؓ اور اونکی زوجہ حضرت رقیہ (۲) عمرو ابن سعید بن عاص اور اونکی بی بی فاطمہ بنت مظعون (۳) خالد بن سعید بن عاص اور اونکی بی بی امینہ یا ہمینہ نامی قبیلہ بنی اُمیہ سے اتنے آدمی تھے قبیلہ بنی ہاشم سے (۴) حضرت جعفر ابن ابی طالب اور اون کی بی بی اسما بنت عمیس بنی اسد بن خزیمہ سے (۵) عبد اللہ بن جحش (۶) عبید اللہ بن جحش اور اونکی بی بی اُم حبیبہ بنت ابی سفیان (۷) قیس بن عبد اللہ اسدی۔ اور اُنکی بی بی برکہ بنت یسار غلام ابو سفیان (۸) معیقیب بن ابی فاطمہ بنی عبد شمس سے (۹) ابو حذیفہ بن عتبہ (۱۰) ابو موسیٰ الاشعری حلیف آل عتبہ نوفل بن عبد مطلب کے قبیلہ سے (۱۱) عتبہ بن غزوان بنی اسد بن عبد العزیٰ کے قبیلہ سے (۱۲) یزید بن ربیعہ (۱۳) عمرو ابن امیہ بنی عبد قصی سے (۱۴) طیب ابن عمر بنی عبد الدار سے (۱۵) مصعب ابن عمیر (۱۶) سویبط بن ہاشم (۱۷) جہم بن قیس (۱۸) عقیش بن عامر (۱۹) عامر بن ابی وقاص (۲۰) خزیمہ بنت جہم (۲۱) ابو الروم بن عمیر (۲۲) فراس ابن النضر (۲۳) بنی زہرہ سے عبد الرحمن بن عوف (۲۴) عامر بن ابی وقاص (۲۵) ابی وقاص مالک ابن اھیب (۲۶) مطلب بن ازہر اور اونکی بی بی رملہ بنی ہذیل سے (۲۷) عبد اللہ بن مسعود (۲۸) عتبہ بن مسعود (۲۹) مقداد بن اسود تیم بن زہرہ سے (۳۰) حرث ابن خالد اور اونکی بی بی ریطہ (۳۱) عمر بن عثمان بنی مخزوم سے (۳۲) عبد الاسید اور اونکی بی بی ام سلمہ (۳۳) شماس عثمان بن عبد (۳۴) ہبار بن سفیان (۳۵) عبد اللہ بن سفیان (۳۶) ہشام بن ابی حذیفہ (۳۷) سلمہ بن ہشام (۳۸) عیاش بن ربیعہ (۳۹) حلیف بنی مخزوم سے معتب ابن عوف (۴۰) بنی جمح سے عثمان بن مظعون (۴۱) سائب ابن عثمان (۴۲) قدامہ بن مظعون (۴۳) عبد اللہ بن مظعون (۴۴) حاطب بن حرث اور اونکی بی بی فاطمہ بنت مجلل (۴۵) محمد بن حاطب (۴۶) حرث بن حاطب (۴۷) حطاب بن حرث اور اونکی بی بی فکیہہ بنت یسار (۴۸) سفیان بن معمر (۴۹) جابر بن سفیان (۵۰) جنادہ بن سفیان اور اون کی بی بی حسنہ (۵۱) انکے مادری بھائی شرحبیل بن حسنہ (۵۲) عثمان بن ربیعہ بنی سہم سے (۵۳) خنیس بن حذافہ (۵۴) عبد اللہ بن حرث (۵۵) ہشام بن عاص بن وائل (۵۶) عاص بن وائل (۵۷) قیس بن حذافہ (۵۸) ابو قیس ابن الحرث (۵۹) عبد اللہ بن حذافہ (۶۰) حرث بن الحرث (۶۱) معمر بن الحرث (۶۲) بشر ابن حارث

(۶۳) سعید بن عمرو (۶۴) عمیر بن رعاب (۶۵) بنی زبید سے محمیہ بن الجزء بنی عدی بن کعب سے (۶۶) معمر بن عبد اللہ (۶۷) عروہ ابن عبد العزی (۶۸) عدی بن نضلہ (۶۹) نعمان بن عدی (۷۰) عامر بن عدی اور اون کی بی بی لیلی (۷۱) بنی عامر بن لوی سے۔ ابو سبرہ بن ابی ارہم اور اونکی بی بی ام کلثوم بنت سہل (۷۲) عبد اللہ بن مخرمہ (۷۳) عبد اللہ بن سہیل (۷۴) سلیط بن عمرو (۷۵) سکران بن عمرو اور اونکی بی بی سودہ بنت زمعہ (۷۶) مالک بن ربیعہ اور اونکی بی بی عمرہ بنت السعدی (۷۷) ابو حاطب بن عمرو (۷۸) سعد بن خولہ (۷۹) بنی حرث بن فہر سے ابو عبیدہ الجراح (۸۰) سہیل بن بیضاء (۸۱) عمرو بن ابی سرح (۸۲) عیاض بن زہیر (۸۳) عمرو بن الحرث (۸۴) عمرو بن عبد غنم (۸۵) سعد بن عبد قیس (۸۶) الحرث بن عبد قیس

ابن ہشام نے تعداد تو اسی کی لکھی ہے لیکن نام گنائے ہین چھیاسی کے۔ غالباً اونھون نے حلیف اشخاص کے نامون کو شمار نہین کیا ہے اور اسیطرح شوہرون کے ساتھ اونکی بی بیون کے نام بھی لکھدیے ہین مگر اونکو بھی شمار نہین کیا ہے یہ خواتین شمار مین اٹھارہ آتی ہین ان دونون کے مجموع سے حضرات مہاجرین حبشہ کی کل تعداد ایک سو چار معلوم ہوتی ہے۔

مولوی شبلی صاحب بہت صحیح لکھتے ہین کہ عام مورخین کا خیال ہے کہ ہجرت اونھین لوگون نے کی جنکا کوئی حامی اور مددگار نہین تھا۔ لیکن فہرست مہاجرین مین ہر درجہ کے لوگ نظر آتے ہین۔ حضرت عثمان بنی امیہ سے تھے جو سب سے زیادہ صاحب اقتدار (مالدار) خاندان تھا۔ متعدد بزرگ مثلاً زبیر اور مصعب[۱] خود آنحضرت صلعم کے خاندان سے تھے عبد الرحمن بن عوف اور ابو سبرہ معمولی بزرگ نہین تھے۔ اس بنا پر زیادہ تر قیاس یہ ہے کہ قریش کے ظلم و ستم بیکسون پر محدود نہ تھے۔ بلکہ بڑے بڑے خاندان والے بھی اونکے ستم سے محفوظ نہ تھے۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ مظلوم تھے اور جنکو انگارون کے بستر پر سونا پڑتا تھا یعنی حضرت بلال۔ عمار۔ یاسر۔ وغیرہ۔ ان لوگون کے نام مہاجرین حبش کی فہرست مین نہین پائے جاتے۔ یا تو انکی بے سر و سامانی اس حد تک پہونچی تھی کہ سفر کرنا ہی دشوار تھا۔ یا یہ کہ درد کے لذت آشنا تھے۔ اور اس لطف کو چھوڑ نہ سکتے تھے ؎ دلم ز جور تو آسودہ است دمی تالم ٭ کہ غیر تیز دلذت خدنگ ترا ٭

ملک حبش مین مہاجرین کا داخلہ کفار قریش ایسے کیا تھے جو مسلمانون کی کسی نقل و حرکت کی خبر پاتے اور خموش رہجاتے۔ مہاجرین کی روانگی کی خبر ملتی ہی قریش کا ایک دستہ اس قصد و ارادے سے فوراً روانہ ہوا کہ جانیوالون کو راستہ ہی مین گرفتار کرلیا جاوے لیکن جبتک یہ پہونچین پہونچین مہاجرین کشتی پر سوار ہوکر ساحل سے روانہ ہوچکے تھے۔ اس لئے تعاقب کرنیوالے ناکامیاب واپس آئے۔ لیکن ناکامی اور محرومی کے بعد بھی وہ اپنی چالون سے باز نہ رہے۔ جیسا کہ بہت جلد بیان ہوتا ہے۔

[۱] خاندان رسالت مین زبیر و مصعب آپ کو یاد آئے اور جعفر ابن ابی طالب کا نام بالکل فراموش ہوگیا۔ حالانکہ صفیہ کے لڑکون اور ابیطالب کے صاحبزادون مین جو فرق ہے وہ دنیا جانتی ہے اور انہین سے باعتبار علاقہ نسبی کے آنحضرت کیسا تھ جیسی قربت ہے وہ شبلی جناب کی ا کو تعلمی سے چھپ نہین سکتی۔ المؤلف

مہاجرین کو نجاشی۔ شاہ حبش نے اپنے ملک مین نہایت آرام اور امن وامان سے رکھا۔ اور کامل طور پر انکو مذہبی آزادی عنایت کی۔ ابن ہشام حضرت ام المومنین ام سلمہ کا یہ قول خود اونکی زبانی نقل کرتے ہین۔

لما نزلنا ارض الحبشة جاورنا بها خیر جار النجاشی امنّا علی دیننا وعبدنا الله تعالیٰ لا نؤذی ولا نسمع شیئًا نکرهه سیرۃ ابن ہشام ص ۱۱۵

جب ہملوگ ملک حبش مین پہونچے تو نجاشی، بادشاہ حبش ہمارے ساتھ برابر اچھا پیش آتا رہا۔ اور ہملوگ پورے امن کے ساتھ اپنے دین پر قایم تھے اور آزادی سے خدائے تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے کوئی ہمین ایذا نہ دیسکتا تھا اور نہ ہم کوئی مکروہات سنتے تھے۔

شبلی صاحب مہاجرین کے آیندہ واقعات لکھتے ہین۔

نجاشی کی بدولت مسلمان حبش مین امن وامان سے زندگی بسر کرنے لگے لیکن قریش یہ خبرین سُن سُن کر پیچ وتاب کھاتے تھے آخر یہ رائے ٹھیری کہ سفارت بھیجی جائے کہ ہمارے مجرمون کو اپنے ملک سے نکال دو۔ عبد اللہ بن ربیعہ اور عمرو بن عاص (فاتح مصر) اس کام کے لئے منتخب ہوئے نجاشی اور اوسکے درباریون مین ایک ایک کے لئے گران بہا تحفے مہیا کئے گئے امام احمد بن حنبل کی مسند مین مسند اہلبیت کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تحفہ بھی علی الاکثر مکہ کا مشہور چمڑہ تھا۔ غرض نہایت سرو سامان سے یہ سفارت حبش کو روانہ ہوئی۔

یہ سفراء نجاشی سے پہلے درباری پادریون سے ملے اور اونکی خدمت مین نذرین پیش کین اور کہا کہ ہمارے چند نادان نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے ہم نے اونکو نکالدیا۔ تو آپ کے ملک مین بھاگ آئے کل ہم بادشاہ کے دربار مین جو درخواست پیش کرین تو آپ بھی ہماری تائید فرمائین۔

نجاشی کے دربار مین قریش کی اپیل

اُسکی تردید مین حضرت جعفر کی تقریر

دوسرے دن سفراء دربار مین گئے۔ اور نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہمارے حوالے کردیئے جائین۔ درباریون نے بھی تائیدکی۔ نجاشی نے مسلمانون کو بلا بھیجا۔ اور کہا کہ تم نے یہ کون سا دین ایجاد کیا ہی جو نصرانیت اور بت پرستی دونون کے مخالف ہے۔

مسلمانون نے اپنی طرف سے گفتگو کرنے کیلئے حضرت جعفر (حضرت علی کے بھائی) کو انتخاب کیا۔

سفراء قریش کی تردید مین حضرت جعفر نے نجاشی کے سامنے یہ تقریر کی۔

ایُّهَا الْمَلِک۔ ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بت پوجتے تھے مُردار کھاتے تھے۔ بدکاریان کرتے تھے ہمسایون کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ قوی لوگ کمزورون کو کھا جاتے تھے۔ اس اثناء مین ہم مین ایک شخص پیدا ہوا جسکی شرافت اور صدق و دیانت سے ہملوگ پہلے سے واقف تھے اوس نے ہمکو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھرون کو پوجنا چھوڑدین سچ بولین۔ خونریزیون سے باز آئین یتیمون کا مال نہ کھائین ہمسایون کو آرام دین عفیف عورتون

پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔ نماز پڑہیں۔ روزے رکہیں۔ زکوٰۃ دیں۔ ہم اوسپر ایمان لائے۔ شرک اور بت پرستی چھوڑ دی۔ اور تمام اعمال بد سے باز آئے اس جرم پر ہماری قوم ہماری جانکی دشمن بنگئی۔ اور اب ہمکو مجبور کرتی ہے کہ پھر اوسی گمراہی مین واپس جائین

نجاشی نے کہا جو کلام تمہارے پیغمبر پر اوترا ہے کہین سے پڑہو۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم کی چند آیتین سنائین۔ نجاشی پر رقت طاری ہوئی۔ اور آنکہون سے آنسو جاری ہو گئے پھر کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل ایک چراغ کے پرتو ہین یہ کہکر سفرائے قریش سے کہا کہ تم واپس جاؤ۔ مین ان مظلومین کو کبھی واپس نہ دونگا۔

دوسرے دن عمرو عاص نے پھر دربار شاہی مین رسائی حاصل کی۔ اور نجاشی سے کہا حضور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ ؑ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہین؟ نجاشی نے مسلمانون کو بلا بھیجا کہ اس سوال کا جواب دین ان لوگون کو تردد ہوا کہ حضرت عیسیٰ ؑ کے ابن اللہ ہونے سے انکار کرتے ہین۔ نجاشی عیسائی ہے۔ ناراض ہو جائیگا۔ حضرت جعفر نے کہا کچھ ہو۔ ہم کو سچ بولنا چاہیئے۔ غرض یہ لوگ دربار مین بلائے گئے۔ حاضر ہوئے تو نجاشی نے پوچھا تم لوگ حضرت عیسیٰ ؑ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو حضرت جعفر نے کہا کہ ہمارے پیغمبر صلعم نے ہم کو بتلایا ہے کہ عیسیٰ خدا کا بندہ اور پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہے نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اوٹھا لیا اور کہا واللہ جو تم نے کہا عیسیٰ ؑ اوس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہین۔ بطریق جو دربار مین موجود تھے نہایت برہم ہوئے۔ نتھنون سے خرخراہٹ کی آواز آنے لگی۔ نجاشی نے اونکے غصہ کی کوئی پروا نہ کی اور قریش کے سفیر بالکل ناکامیاب واپس آئے۔

اس اثنا مین کسی دشمن نے نجاشی کے ملک پر حملہ کیا۔ نجاشی اوس کے مقابلہ کے لئے خود گیا۔ صحابہ نے مشورہ کیا کہ ہم مین سے ایک شخص جائے اور خبر بھیجتا رہے۔ اگر ضرورت ہو تو ہم بھی نجاشی کی مدد کے لئے آئین۔ حضرت زبیر رض اگرچہ سب سے کمسن تھے لیکن اونھون نے اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا۔ مشک کے سہارے دریائے نیل تیر کر رزمگاہ مین پہونچے۔ اودہر صحابہ نجاشی کے لئے خدا سے دعائے فتح کرتے تھے۔ چند روز کے بعد زبیر رض واپس آئے اور خوشخبری سنائی کہ نجاشی کو خدا نے فتح دی۔

یہان تک حالات لکھکر شبلی صاحب نے عیسائی مصنف مسٹر مارگولوس کا اعتراض عبارت حاشیہ مین لکھا ہے۔ مارگولوس نے ہجرت حبش کی بھی بڑی نازک اور دور از نظر وجہ تلاش کر کے پیدا کی ہے۔ فرماتے ہین کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ قریش سے عہدہ برا نہین ہو سکتے اور یہ پہلے سنا تھا کہ کعبہ کے گرانے کے لئے ابرہۃ الاشرم جو آیا تھا وہ حبش ہی کا تھا۔ اس لئے انھون نے چاہا کہ بادشاہ حبش سے سازش کر کے اوسکو مکہ پر حملہ کرنیکی ترغیب دین تاکہ قریش کا زور ٹوٹ جائے۔ اس غرض سے ہجرت کا بہانہ کر کے آپ نے اصحاب کو حبش بھیجا لیکن پھر سمجھے کہ نجاشی اگر مکہ مین آیا تو مکہ پر خود قابض ہو جائیگا۔ مجکو کیا ہات آئے گا۔ اس بنا پر اس ارادے سے باز رہے۔ یہ بالکل بے ثبوت بات ہے۔ صرف بے ثبوت لکھدینے سے بے ثبوت ہونیکی دلیل قایم نہین ہوتی۔ آمین کوئی کلام نہین کہ اس متعصب عیسائی مولف کو

وہ سوجھی جو حقیقتاً مشرکین کو بھی نہین سوجھی تھی لیکن مارگولوس کو اس مغویانہ وہم و قیاس کی کوئی سند کوئی حوالہ پیش کرنا تھا نہ دیا۔ جیسا کہ اس سے قبل اوسنے اپنی اکثر غلط فہمیون کے ثبوت مین ضعیف اور موضوع مرویات اسلامی کو پیش کیا ہے۔ اگر اسلامی سند اوسکے پاس اسکی تائید مین موجود نہین ہے۔ تو اوسکی یہ تعریض نہ ہمارے لئے قابل توجہ ہے اور نہ ہم اسکے ذمہ دار ہین جب مارگیولوس نے کوئی سند پیش نہین کی تو تعصب و نفسانیت کے سوا اوسکے اس مجنونانہ قیاس کی کوئی دوسری وجہ نہین ہوسکتی۔

حضرت عمرؓ کا اسلام لانا ثبوت نبوت

مشرکین قریش اپنی ناکامی اور اسلام کی کامیابی اور ترقی کو اپنی دونون آنکھون سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن اپنی جہالت و ضلالت سے ہٹتے نہین تھے۔ انوار اسلام نے قریب قریب اون تمام سیہ کارون کے گھرون مین اپنی روشنی پہونچادی تھی لیکن اونکی بے بختی آجتک اونکو اسکے احساس سے محروم رکھے تھے حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے سے وہ دل شکستہ ہوچکے تھے عمر عاص کی سفارت حبشہ بھی پیام یاس لائی تھی کہ یکایک ایک تازہ مصیبت۔ یک نشد دو شد کی صورتین نمایان ہوئی جسکی انکو سوتے جاگتے مکوئی امید تھی اور نہ توقع۔ یہ مصیبت حضرت عمرؓ کا مشرف با سلام ہونا تھا حضرت عمرؓ کی مخالفت اسلام معمولی نہین تھی۔ اونکی مخالفت کا اثر مظلومین اسلام کے دائرے مین چارون طرف پھیلا ہوا تھا۔ خصوصاً بچاری اور بیکس مسلمان کنیزان تو بس انکی زد و کوب سے اگر مری نہین تھین تو مرنے کے بالکل قریب ہوچکی تھین ایسے شدید دشمن اسلام کو رام کرنا قدرت ہی کا کام تھا۔ شبلی صاحب مفصلاً یون رقمطراز ہین۔

حضرت عمرؓ کا ستائیسوان سال تھا کہ آفتاب رسالت طلوع ہوا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے حضرت عمرؓ کے گھر لنے مین زید کی وجہ سے توحید کی آواز نامانوس نہین رہی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے زید کے بیٹے سعید اسلام لائے۔ زید کا نکاح حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ سے ہوا تھا۔ اس تعلق سے فاطمہ بھی مسلمان ہوگئیں۔ اس خاندان مین ایک اور معزز شخص نعیم ابن عبداللہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن حضرت عمرؓ اسلام سے ابھی تک بیگانہ تھے۔ ان کے کان مین جب یہ صدا پہونچی تو سخت برہم ہوئے۔ یہانتک کہ قبیلہ مین جو لوگ اسلام لاچکے تھے اونکے دشمن بنگئے لبینہ انکے خاندان کی کنیز تھی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اوسکو بے تحاشا مارتے۔ اور مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ دم لے لون تو پھر مارونگا۔ لبینہ کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا تھا زد و کوب سے دریغ نہ کرتے تھے لیکن اسلام کا نشہ ایسا تھا کہ جسکو چڑھتا تھا اوترتا نہ تھا۔ ان تمام سختیون پر بھی وہ ایک شخص کو اسلام سے بیدل نہ کر سکے۔ آخر مجبور ہوکر (نعوذ باللہ) خود بانی اسلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ تلوار کمر سے باندھی۔ رسول اللہ صلعم کی طرف چلے۔ کارکنان قضا نے کہا ع

آمد آن یارے کہ ما می خواستیم ۔ راہ مین اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ ان کے تیور کو دیکھکر پوچھا خیر ہے؟ بولے کہ محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا) فیصلہ کرنے جاتا ہون۔ انھون نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ خود تمھاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہین فوراً پلٹے اور بہن کے پاس پہونچے وہ قرآن پڑھ رہی تھین۔ انکی آہٹ پاکر چپ ہوگئین اور قرآن کے اجزا چھپا لئے لیکن آواز انکے کانون مین پڑ چکی تھی۔ بہن سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی بولین کچھ بھی نہین۔ انھون نے کہا مین سُن چکا ہون تم دونون مرتد ہوگئے ہو۔ یہ کہکر بہنوئی سے دست وگریبان ہوگئے۔ اور جب انکی بہن بچانے کو آئین تو انکی بھی خبر لی۔ یہان تک کہ ان کا تمام جسم لہولہان ہوگیا لیکن اسلام کی محبت اس سے بالاتر تھی بولین عمر جو بن آئے کرو لیکن اسلام اب دل سے نکل نہین سکتا۔ ان الفاظ نے دل پر خاص اثر کیا حضرت عمر نے بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ انکے جسم سے خون جاری تھا یہ دیکھکر اور بھی رقت ہوئی۔ فرمایا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھکو بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن کے اجزا لاکر سامنے کر دیئے اٹھاکر دیکھا تو یہ سورہ تھی۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (زمین آسمان جو کچھ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے اور خدا ہی غالب اور حکمت والا ہے)

ایک ایک لفظ پر انکا (حضرت عمر کا) دل مرعوب ہوتا جاتا تھا۔ یہانتک کہ جب اس آیت پر پہونچے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (خدا اور اوسکے رسول پر ایمان لاؤ) تو بے اختیار پکار اوٹھے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مین گواہی دیتا ہون کہ سوائے خدا کے کوئی دوسرا خدا نہین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوسکے رسول ہین۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارقم کے مکان مین جو کوہ صفا کی تلی مین واقع تھا پناہ گزین تھے حضرت عمر نے آستانہ مبارک پر پہونچکر دستک دی چونکہ شمشیر بکف گئے تھے۔ صحابہ کو تردد ہوا لیکن حضرت حمزہ نے کہا۔ آنے دو مخلصانہ آتا ہے تو بہتر ہے۔ ورنہ اوسی کی تلوار سے اوس کا سر قلم کر دون گا۔ حضرت عمر نے قدم اندر رکھا تو رسول اللہ صلعم خود آگے بڑھے اور اونکا دامن پکڑ کے کہا۔ کیون عمر کس ارادے سے آیا ہے۔ نبوت کی پرجلال آواز نے انکو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کیساتھ عرض کیا (کی) ایمان لانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ساختہ اللہ اکبر پکار اوٹھے۔ اور ساتھ ہی تمام صحابہ نے ملکر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی تمام پہاڑیان گونج اٹھین۔

شبلی صاحب کے عقیدے مین حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے اسلام مین جان بھی آگئی اور خاص شان بھی اسلئے آپ نے اپنے قدیم طریقہ اختصار سے دست بردار ہوکر خاص طور پر تفصیل سے کام لیا ہے لیکن تاہم اپنی خود غرضی کے اصول کو یہان بھی ترک نفرمایا۔ اصل ماخذ مین جو امور مفید مطلب آپ کے تھے اوتنے تو لکھے گئے باقی القط یہ نہ مؤلف کی شان ہے اور نہ محقق کا انداز بیان۔

آپ نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکی صورت اس انداز پر کھینچی ہے جس سے یہ امر پایا جاوے کہ موصوف کا اسلام لانا اونکی ذاتی تحقیق اور حسن تعقل کا نتیجہ ثابت ہو۔ جیسا کہ حضرت ابوذر غفاری ابو الطفیل دوسی وغیرہم کی حالات وواقعات سے معلوم ہو چکا ہے۔ حالانکہ ابن ہشام آپ کے اصلی ماخذ کی عبارت اسکے خلاف حقیقت حال بتلاتی ہے اور اسکی

تصریح کو آپ بالقصد اپنے ترجمہ سے نکال دیتے ہین۔ ابن ہشام کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے خاندان کے لوگون نے اسلام کی تعلیم خاص رسول اللہ صلعم سے بھی نہین پائی تھی۔ بلکہ خباب بن الارت کے واسطہ سے اس موقع پر حضرت عمرؓ کے بھی راہ نما یہی بزرگ تھے۔ اور حضرت عمر نے بھی انھین سے اسلام کی خوبی اور بانی اسلام علیہ السلام کے دربار رسالت تک اپنی باریابی کے متعلق مستفسرات کئے تھے۔ اور خباب بن لارت نے انکو تشفی بخش جواب دیکر قبول اسلام اور حصول زیارت حضرت سید الانام پر آمادہ اور تیار کر دیا تھا۔ ابن ہشام کی عبارت یہ ہے۔

فرجع عمر عامدا الی اختہ وختنہ وعندھما خباب بن الارت معہ صحیفۃ فیھا طٰہٰ یقرئھا ایاھا فلما احس عمر لغیب خباب فی مخدع لھما او فی بعض البیت

عمرؓ اپنی بہن اور بہنوئی کی تنبیہ کا قصد مصمم کرکے اُسوقت پر پہونچے جب خباب بن رت اُن دونو (آپکی بہن اور بہنوئی) کو اپنے صحیفہ مین سے جو انکے ہمراہ تھا سورہ طٰہٰ کی آیتین سنا رہے تھے جب حضرت عمر کے آنیکی آہٹ ملی تو خباب اونکے گھر کی کسی پوشیدہ جگہ مین جا چھپے۔ یا قریب کے کسی مکان مین چھپ گئے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس خاندان مین معلم اسلام خباب بن الارت تھے۔ انھین کے فیضان تعلیم نے ان لوگون کو مسلمان بنا دیا اتنی عبارت شبلی صاحب نے ترجمہ نہین کی ہے۔

بھائی بہن مین اجزاے قرآن کے دکھلانے کی نسبت جو مکالمات ہوے وہ ابن ہشام کے الفاظ مین یہ ہین۔

قال لاختہ اعطینی ھذہ الصحیفۃ التی یقرؤن لفا انظر ما ھذا الذی جاء بہ محمد او کان عمر کاتبا فلما قال ذلک قالت لہ اختہ انا نخشاک علیھا قال لا تخافی وحلف لھا بالھتہ لیردنھا اذا قرأھا الیھا فلما قال ذلک طمعت فی اسلامہ فقالت لہ یا اخی انک نجس علی شرکک وانہ لا یمسھا الا الطاھر فقام فاغتسل فاعطتہ الصحیفۃ

حضرت عمرؓ نے اپنی بہن سے کہا کہ وہ صحیفہ جو تم لوگون پر پڑھا جاتا تھا مجھے دو تو ہم دیکھین کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا نازل ہوا ہے چونکہ حضرت عمر پڑھنا لکھنا جانتے تھے اسلئے اونھون نے ایسا کہا یعنی مانگ کر دیکھنا چاہا بہن نے جواب دیا کہ مجھے خوف ہے کہ تم اُسے ضایع کر دوگے حضرت عمر بولے تم خوف نہ کرو۔ اور اپنے معبودون کی قسم کھا کر کہنے لگے کہ ہم اوس صحیفہ کو پڑھکر واپس کر دین گے جب انھون نے ایسا کہا تو بہن کو انکے اسلام کی توقع ہوئی۔ لیکن کہا بھائی۔ بات یہ ہے کہ تم اپنی شرک کی وجہ سے ابھی تک نجس ہو۔ اور اس صحیفہ کو سوائے طاہر شخص کے کوئی دوسرا نہین چھو سکتا۔ یہ سنکر حضرت عمر اُٹھے اور فوراً غسل کرآے تب بہن نے وہ صحیفہ دیا۔

اس عبارت کو بھی شبلی صاحب نے بالکل مرفوع القلم فرما دیا! اور حضرت عمرؓ کے قدیم انہماک فی الشرک اور اونکی بہن کے اخلاص فی الاسلام کے متضاد عوالم کو پیش کرنا خلاف غیرت سمجھا لیکن یہ امور انسان کی سعادت اور توفیقات سے متعلق ہوتے ہین آمین نسبی یا سببی قرابت اور خصوصیت کا دخل نہین ہے۔

اس کے بعد جب خباب بن الارت نے آکر سے حضرت عمرؓ کو قرآن پڑھتے اور اوسکی روحانی مطالب و معانی سے اثر پذیر

ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو ایکبارگی سامنے آگئے۔ باہم جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے۔

فلما سمع ذلك الخباب بن الارت خرج اليها فقال له يا عمر والله لارجو ان يكون الله قد خصك بدعوة نبيه فانى سمعته امس وهو يقول اللهم ايد الاسلام بابى الحكم بن هشام او بعمر بن الخطاب فالله الله يا عمر فدلنى يا خباب على محمد حتى اتيه فاسلم فقال له خباب هو فى بيت عند الصفا معه فيه نفر من اصحابه

جب خباب نے انکو (حضرت عمر کو) ٹھنڈے دل سے قرآن پڑھتے سن لیا تو سامنے آکر کہنے لگے اے عمر میں خیال کرتا ہوں کہ خدا نے تجھکو پیغمبر خدا کی دعوت کیلئے خاص طور پر تجویز فرمایا ہے کیونکہ کل ہم نے آنحضرت صلعم کو یہ دعا فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ پروردگار تو اسلام کی حمایت ابی الحکم بن ہشام (ابو جہل) یا عمر بن الخطابؓ کے ذریعہ سے فرما خدا کی قسم یہ بڑا اہم امر ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر بولے کہ اے خباب تم اسی وقت مجھے آنحضرت صلعم کی خدمت میں لیچلو کہ میں اسلام لاؤں خباب نے کہا کہ وہ صفا کے پاس ایک مکان میں مقیم ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے چند اصحاب موجود ہیں۔ آپ وہیں چلے جائیں۔ ابن ہشام ص ۲۱۴ مصر

یہ عبارت بھی شبلی صاحب نے اپنی غرض خاص سے قلمزد فرمادی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خباب بن الارث انکی راہ راست پر لانے۔ رسول اللہ صلعم کا نشان بتلانے اور اون کے اسلام لانیکے اصلی محرک ہوئے۔

قرآن مجید کے روحانی اثر نے جس طرح حضرت عمر کو مسخر کرلیا اوسکی کیفیت تو اوپر معلوم ہو چکی۔ اب خباب بن الارث کی رہنمائی سے جب شرفیاب زیارت ہوئے تو رسالت و نبوت کے تصرفات روحانی نے انکے رام کرنے میں جن عملی ترکیبوں سے کام لیا۔ اوسکے نقل و ترجمہ کو بھی شبلی صاحب قلم انداز فرما گئے۔ شاید حضرت عمر کی کسر شان سمجھی گئی۔ اوسکی حقیقت ابن ہشام کی زبانی یوں ہے۔

فاذن له الرجل ونهض اليه رسول الله صلعم حتى لقيه بالحجرة فاخذ بحجزته او بمجمع ردائه ثم جبذه جبذة شديدة وقال ما جاء بك يا ابن الخطاب ما ارى ان تنتهى حتى ينزل الله بك قارعة ص ۱۲۰

حضرت عمر آئے۔ اجازت مانگی۔ آنحضرت صلعم کیطرف سے ایک شخص نے اندر آنیکی اجازت دیدی۔ آنحضرت صلعم خود انکی طرف بڑھے اور یہ حجرے تک آئے تھے کہ آنحضرت صلعم نے انھیں دیکھ لیا و بقول ہاتھ و بقول انکے گوشہ ردا کو تھامکر سخت زور سے کھینچا اور پوچھا کیوں پسر خطاب آج تم یہاں کیسے آئے۔ خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ تم میں تمام باتوں کی انتہا ہوگئی اور آخر خدا نے تمہیں دوڑا ہوا یہاں بھجوایا۔

نہیں معلوم کہ حضرت صلعم کے ان چند الفاظ خطابیہ میں کیسی قیامت کے روحانی اثر تھے۔ اور آپ کے اوس کشش و دستی میں کیسی معجز نما تسخیر کی قوت مضمر تھی کہ حضرت عمرؓ سے باوجود اتنی قدیم عداوت و خصومت کے اسموقع پر پیغمبر اسلام کے مقابلہ میں سوائے سرافگنی۔ عجز نمائی اور جبین سائی کے کچھ اور نہ بن پڑا۔ مندرجہ بالا سوال رسالت کے جواب میں نیچی آنکھیں کرلیں اور کہا۔

جئتك لاومن بالله وبرسوله وبما جاء من عند الله

یا حضرت میں تو صرف خدا و رسول اور جو کچھ اوسپر نازل ہوا ہے اون سب پر ایمان لانے کی غرض خاص سے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق اس روایت سے تو موصوف کی اپنی سعی وکوشش کی جگہ۔ قدرت کی جبروت۔ رسالت کے روحانی فیوض۔ اور بیچارے جناب (دانکی بہن اور بہنوئی کی رہنمائی بقدر مشترک شامل معلوم ہوتی ہے۔ اس بنا پر شبلی صاحب کا ان استخفاف واقعات سے اگر یہ مدعا تھا کہ وہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا۔ بلا تحریک ومشارکت غیرے ثابت کرین تو وہ اون کے اصلی ماخذ کی عبارات مندرجہ بالا سے کسیطرح ثابت نہین۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق دوسری روایت

شبلی صاحب کی قدیم عادت ہے کہ تلاش واقعات مین آپ اوس واقعہ یا روایت کو نقل کرتے ہین جو آپ کے مفید مطلب ہوتی ہین اور ان واقعات ومرویات کو جن سے آپ کا مطلب نہین نکلتا بالکل قلم انداز کر دیتے ہین لیکن اس موقع خاص پر آپ سے سخت غلطی واقع ہوئی ہے۔ آپ نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانیوالے واقعہ مین تاریخ ابن ہشام کی صرف پہلی روایت کو ملخص اور قطع وبرید کے بعد ترجمہ کر کے لکھا ہے اور اوس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے مین کسی کی تحریص وترغیب کی مداخلت نہین تھی۔ حالانکہ اوپر کی عبارت سے دکھلا دیا گیا ہے کہ موصوف کے اسلام لانیوالے واقعہ مین خباب بن الارت کی تحریک خاص طور پر شامل تھی۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب کی نظر اپنے ماخذ اصلی کی دوسری روایت پر نہین گئی۔ جو اس سے زیادہ اونکے مفید مطلب تھی اور اُس سے ایک گونہ موصوف کی تحقیق خاص نکل سکتی تھی۔

ابن ہشام نے شبلی صاحب کی اختیار کردہ روایت کی نسبت لکھا یا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق یہ وہ روایت جو خاص مدینہ کے لوگون مین مشہور ہے۔

فھذا الحدیث الرُّواۃ من اھل المدینۃ عن اسلام عُمرؓ بن الخطّاب حین اسلم

حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے وقت کی یہ وہ روایت ہے جسکے راوی مدینہ کے لوگ ہین۔

اس کے بعد ابن ہشام نے موصوف کے اسلام لانیکی وہ روایت نقل کی ہے جو مکہ کے راویون سے منقول ومذکور ہے۔

حدثنی عبداللّٰہ بن ابی نجیح مکی عن اصحاب عطاء ومجاھد واعمّن روی ذلک ان اسلام عمر فیما تحدّ ثوا به عنه انه کان یقول کنت عند الاسلام مباعداً وکنت صاحب الخمر فی الجاھلیّۃ احبّھا واشربھا وکان لنا مجلس یجتمع فیه رجال من قریش بالحزورۃ عند الدور ال عمر بن عبید بن عمران المخزومی قال فخرجت لیلۃ ارید جلسائی اولٰئک فی مجلسھم ذٰلک

ابن اسحٰق کہتے ہین کہ مجھسے عبداللہ بن نجیح مکی نے اپنے اصحاب عطاؔ ومجاہد سے اور اونھون نے اپنے راویون سے نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانیکے متعلق اونکو علم ودانست مین یہ واقعہ گذرا ہے یا کہ خود حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ مین ایام جاہلیت مین اسلام کا سخت مخالف اور شراب پینے کا سخت عادی تھا۔ خوب پیتا اور پلایا کرتا تھا۔ اور مکانات ال عمر بن عبید بن عمران المخزومی کے قریب ہماری شراب نوشی کی ایک صحبت گاہ قایم تھی جہان بہت سے جوانان قریش جمع ہوا کرتے تھے مین ایکدن گھر سے آ گیے

قال فجئتهم فلم اجد فيه منهم احدا قال فقلت لو اني جئت فلانا الخمّار وكان بمكة يبيع الخمر لعلّي اجد عنده خمرا فاشرب منها قال فخرجت فجئته فلم اجده قال فقلت لو اني جئت الكعبة فطفت بها سبعا او سبعين قال فجئت المسجد اريد ان اطوف بالكعبة فاذا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قائم يصلي وكان اذا صلى استقبل الشام وجعل الكعبة بينه وبين الشام وكان مصلاه بين الركنين الركن الاسود والركن اليماني قال فقلت حين رأيته والله لو اني استمعت من محمد الليلة حتى اسمع ما يقول فقلت لئن دنوت منه اسمع منه لاروعنه فجئت من قبل الحجر فدخلت تحت ثيابها فجعلت امشي رويدا ورسول الله صلعم قائم يصلي يقرء القرآن حتى قمت في قبلته مستقبله ما بيني وبين الا ثياب الكعبة قال لما سمعت القرآن رق له قلبي وبكيت ودخلني الاسلام فلم ازل قائما في مكاني ذلك حتى قضى رسول الله صلعم صلاته ثم انصرف وكان اذا انصرف خرج على دار ابن ابي حسين وكانت طريقه حتى يجيز على المسعى ثم يسلك بين دار عباس بن عبد المطلب وبين دار ازهر بن عبد عوف الزهري ثم على دار الاخنس بن شريق حتى يدخل بيته وبين مسكنه صلى الله عليه وآله وسلم في دار الرقطاء التي كانت بيدي معوية بن ابي سفيان قال عمر رضي الله عنه فتبعته حتى اذا دخل دار عباس ودار ابن ازهر ادركته فلما سمع رسول الله حسي عرفني فظن رسول الله صلعم اني انما اتبعته لاوذيه فنهمني ثم قال ما جاء بك يا ابن الخطاب

اس جلسہ گاہ میں جلسہ جانے کی غرض سے گیا لیکن یہاں پہونچکر میں نے کسی کو بھی نہ پایا۔ یہ تنہائی دیکھکر میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ لوگ فلان خمار یعنی شراب فروش کی دوکان پر گئے ہونگے جو مکہ میں شراب بنانے اور بیچنے کیلئے مشہور تھا۔ یہ خیال کر کے میں وہان چلا اور یہ بھی ارادہ کرلیا کہ اسی سے شراب لے کر پی لونگا لیکن اتفاق سے وہ بھی نہ ملا۔ اب مایوس ہو کر پھر گھر لوٹنے کا ارادہ کرلیا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی خیال آیا کہ خانہ کعبہ کا طواف ستر بار یا ستر بار کرتے چلیں۔ یہ ارادہ کر کے میں داخل مسجد الحرام ہوا میں نے جو ہیں طواف شروع کیا دیکھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ شام کیطرف منہ کئے ہوئے نماز ادا کر رہے ہیں اور خانہ کعبہ آپ کے اور سمت شام کے درمیان واقع ہے اور اسوقت آپ کا مصلّے رکن اسود اور رکن یمانی کے فیما بین قایم ہے آپکو دیکھکر میرے دلمیں یہ خیال آیا کہ کاش ہم آج رات کو آپ کی زبان قرآن خیر و دن کو سن لیتے جن کو ہم اور لوگون کی زبانی سنا کرتے ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ آپ کی تلاوت کو بغیر قریب گئے کیسے سن سکتا ہوں یہ سنکر میں مقام حجر سے ہوتا ہوا آپ کے قریب آگیا اور ٹہل کر آپ کو سننے لگا۔ آپ اسیطرح نماز میں قایم رہکر تلاوت قرآن مجید فرماتے رہے پھر میں آپ کے آگے جاکر اسطرح کھڑا ہو گیا کہ مجھ میں اور آپ میں سوائے لباس کعبہ اور کوئی شے حائل نہیں تھی۔ پس میں نے جو ہیں آپ کی زبان مبارک سے قرآن کی سماعت کی فورًا میرے قلب میں رقت پیدا ہو گئی اور میں بیساختہ رونے لگا۔ اور اسیوقت سے شعشعہ اسلام میرے دل میں جلوہ افروز ہوا۔ میں کچھ ایسا متاثر ہوا کہ جہان کھڑا تھا وہیں کھڑا کا کھڑا رہگیا اور وہان سے ذرا نہ ہلا۔ یہانتک کہ جناب رسولخدا صلعم نے اطمینان سے اپنی نماز تمام کی اور پھر آپ وہان سے چلے پھر آپ ابن ابی حسین کے طرف سے دار عباس بن عبد المطلب اور دار ابن ازہر بن عبد عوف الزہری کے درمیان ہو کر پھر دار اخنس بن شریق سے گذر کر اپنے مکان میں داخل ہوئے اور اُن

[illegible]

هذه الساعة قال قلت جئت لاؤمن بالله وبرسوله وبما جاء من عند الله قال فحمد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ثم قال قد هداك الله يا عمر ثم مسح صدري ودعا لي بالثبات ثم انصرفت عن رسول الله ودخل رسول الله صلعم بيته قال ابن اسحق والله اعلم اي ذلك۔

دنون آپ کا قیام دار ارقم مین تھا۔ جو بعدہ معاویہ بن ابوسفیان کے قبضہ مین آگیا تھا حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ مین آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ اور دار عباس بن عبدالمطلب اور دار ابن ازہر کے درمیان آپ سے ملاقی ہوا۔ آنحضرت صلعم کو میرے آنے کی آہٹ مل گئی اور مجھے دیکھکر آپ کو یہ خیال گذرا کہ مین آپ کی ایذا دہی کے ارادے سے پیچھے پیچھے آتا ہون آپ نے مجھے آنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے پسر خطاب تم اسوقت میرے ساتھ کیون آتے ہو۔ مین نے بیساختہ عرض کی کہ خدا پر۔ اوسکے رسولؐ پر اور اوس شے پر جو نازل فرمائی گئی ہے ایمان لانے کی نیت سے آتا ہون یہ سنکر آنحضرت صلعم نے خدا کی حمد کی۔ اور پھر مجھسے ارشاد کیا۔ اے عمر۔ خدا نے تمہین ہدایت کی۔ پھر آپ نے میرے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھکر میرے ثبات ایمان کے لئے دعا فرمائی۔ اسکے بعد مین آنحضرت صلعم کی خدمت سے رخصت ہوا۔ اور آپ اپنے مکان پر تشریف لیگئے۔

یہ دونون روایتین لکھکر ابن اسحاق کہتے ہین کہ ان دونون روایتون مین کون صحیح الواقعہ ہے مین نہین کہ
ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۲۱ مطبوعہ مصر

اس روایت مین حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق جو کچھہ بیان کیا گیا ہے وہ بہ مقابلہ سابق روایت کے اس امر کا زیادہ مظہر ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اسلام لانے مین اپنی سعی و کوشش سے کام لیا۔ اور باوجود اپنی قدیم اور عظیم مخالفت اسلام قدرت کیطرف سے جب آپ کی ہدایت کے انتظام کئے گئے تو دم بھر مین انکی دشمنانہ مخالفت دوستانہ موافقت ہو گئی اور پھر اسی کہ جس سے یہ کوسون دور رہنا چاہتے تھے صورت دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے اوس کے پاس خود دوڑے چلے آئے۔ اور خود بخود کہنے لگے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ۔ تعلیم و تلقین کے بعد بھی اصل ہدایت قدرت کا کام ہے وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ ہم اپنے نفسون کی برائی اوسوقت تک دور نہین کرسکتے تا وقتیکہ پروردگار عالم اس امر اہم پر رحم نہ فرمائے۔ آغاز جزو سیزدہم قرآن مجید سورۂ یوسف۔

حضرت ابیطالبؑ اور قریش کی آخری وفد

کفار قریش اور مشرکین کعبہ کی قسمتون مین سوائے ناکامی کے کچھہ اور نہین تھا حالانکہ وہ اسلام کو اسوقت تک بالکل لاوجود سمجھتے تھے اور اونکا مغرورانہ خیال یہ تھا کہ اسکے تھوڑے بہت موجودہ وجود کو نیست و نابود کرنا بالکل اونکے اختیار مین ہے۔ جسوقت چاہین گے اسکو کالعدم کردینگے۔ لیکن اسکے خلاف مین اونکی پے در پے ناکامیابیون نے اونکو چونکا دیا تھا کہ اسلام اپنی بے مقداری مین بھی اتنی قوت اور پائداری رکھتا ہے کہ اونکی کثرت اور جمعیت اون کے خلاف کچھہ بھی نہ کرسکی۔ ممتازین قریش کا بالتدریج حلقہ بگوش اسلام ہونا۔ نجاشی کے پاس سے وفد کا محروم و مایوس واپس آنا۔ حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا۔ اسلام کی کامیابی اور اونکی ناکامی کے مشاہدے تھے جنکو وہ خود آنکھون سے

دیکھ چکے تھے اس بنا پر پھر قریش نے اپنی مخاصمانہ تدابیر میں استمالت کا طریقہ اختیار کیا۔ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود گفتگو کر کے اور حضرت ابیطالب کے ذریعہ سے فہمائش کرا کے آنحضرت صلعم کو تعلیم اسلام سے باز رکھنے کی سعی و کوشش شروع کی اور آنحضرت صلعم سے بالمشافہا گفتگو کرنے سے پہلے اپنی تدبیر کی سلسلہ جنبانی حضرت ابی طالب سے آغاز کی ابن ہشام نے جس تفصیل و ترتیب سے اپنی سیرت میں ان واقعات کو بیان کیا ہو ویسا کسی دوسرے مورخ او سیرت نگار نے نہیں جمع کیا ہے۔ اس بنا پر ہم ذیل میں انھیں کی تفصیل و ترتیب کو سلسلہ وار نقل کرتے ہیں۔

ثم مشوا الی ابی طالب ان لک سنا و شرفا و منزلۃ فینا وانا قد استھیناک من ابن اخیک فلم تنہہ عنا وانا واللہ لانصبر علی ھذا من شتم اباءنا و تسفیہ احلامنا و عیب الھتنا حتی تکفہ عنا او ننازلہ وایاک فی ذلک حتی یھلک احد الفریقین او کما قالوا لہ ثم انصرفوا عنہ فعظم علی طالب فراق قومہ وعداوتھم ولم یطب نفسا بالاسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لھم ولا خذلانہ ان قریشا حین قالوا لابی طالب ھذہ المقالۃ بعث الی رسول اللہ صلعم انہ قد بدالعمۃ وانہ خاذلہ فابق علی وعلی نفسک ولا تحملنی من الامر مالا الطیق قال فظن رسول اللہ صلعم یا عم واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذہ الامر حتی یظہر اللہ او اھلک فیہ ما ترکتہ قال ثم استعبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبکی ثم قام فلما ولی ناداہ ابو طالب فقال اقبل یا ابن اخی قال فاقبل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال اذھب یا ابن اخی فقال ما احببت فواللہ لا اسلمک بشیٔ ابدا ص ۹۰

الغا بعض قریش ملکر پھر حضرت ابی طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے ای ابوطالب ہم لوگوں کے آگے آپ کی بڑی عظمت اور قدر و منزلت ہے اور ہم سب ملکر آپ کی پاس یہ عرض کرنے آئے ہیں کہ آپ اپنے بھتیجے کو منع کریں اور اگر آپ انھیں منع نہ کریں تو ہم لوگ آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ اب ہم لوگوں میں اپنی بزرگوں کے حق میں برا سننے بیوقوف بنائے جانے۔ اور اپنے معبودوں کے عیب کی بیان و اعلان سننے کی ذرا بھی تاب نہیں ہے۔ آپ اونھیں چپ رہنے کی ہدایت کریں ورنہ ہم اونھیں جان سے مار ڈالیں گے اور آپ اکیلے ہم لوگوں کا کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ یہ کہکر وہ لوگ تو چلے گئے اور ابیطالب کو اپنی قوم کی عداوت اور مفارقت بھی گراں معلوم ہوتی تھی اور اسیطرح جناب رسول خدا صلعم سے ان لوگوں کے کہنے کے موافق ترک تبلیغ اسلام کو کہنا بھی گوارا نہیں تھا۔ آخرکار جب یہ لوگ اوٹھکر چلے گئے۔ تو ابیطالب خود آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ای جان عم۔ ابھی ابھی تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تے اور ایسا ایسا کہتے تھے (ان لوگوں کی باتوں کو دہرایا) تو میری خیال میں تمہیں میری اور اپنی جان کا بھی خیال کرنا چاہیے مجھپر اتنا بار نہ ڈالو کہ مجھسے نہ اوٹھ سکے یہ سنکر آنحضرت صلعم کو خیال ہوا کہ چچا کی توجہ میری طرف سے کم ہوگئی۔ قریش کی تہدید و ترہیب سے وہ مجھے چھوڑ دینگے اور اپنی ساتھ نہ رکھیں گے اور میری حمایت و اعانت سے دست بردار ہو جائیں گے یہ چچا کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ چچا۔ اگر یہ لوگ آفتاب کو میری داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور ماہتاب کو بائیں ہاتھ پر تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹونگا اور نہ خدا کے حکم سے ایک حرف بھی کم و بیش کرونگا۔ خواہ وہ لوگ مجھے اس کام میں ہلاک کر ڈالیں۔ اتنا فرماکر آنحضرت صلعم پر عبرت و حسرت کی ایسی حالت طاری ہوئی کہ آپ آبدیدہ ہو گئے اور وہاں سے اوٹھکر روانہ ہو گئے حضرت ابیطالب نے آپکو جاتا ہوا دیکھکر آواز دی اور واپس بلایا۔ جناب رسول خدا صلعم چچا کی آواز سنکر واپس آئے تو ابیطالب نے

کہا جاؤ۔ جو تم کرتے ہو وہ کرو۔ اور جو تم کہتے ہو وہ کہو۔ میں جتبک زندہ ہوں۔ کوئی تم پر دسترس نہیں پا سکتا۔

قریش نے۔ ابیطالب سے اپنے معروضہ کے اثر کا دو چار روز تک انتظار دیکھا لیکن اپنی توقع کے خلاف تبلیغ اسلام میں آنحضرت صلعم کی وہی مستعدی اور سرگرمی دیکھی آمین ذرا بھی کمی نہین آئی تھی۔ تو اونکو ایکبار بھی اپنی محرومی کا یقین ہو گیا۔ اور اونھوں نے سمجھ لیا کہ قلبی تعلقات ابیطالب کو محمد (صلعم) کی دست برداری پر اوسوقت تک تیار نہین کر سکتے جتبک کہ ہم محمد کے برابر عزیز یا اون سے زیادہ عظیم معاوضہ ابیطالب کے آگے پیش نہ کرینگے۔ یہ تجویز کر کے ایک دوسری وفد۔ عمارہ بن ولید بن المغیرہ کو ساتھ لیکر ایک نئی فرمایش کرنیکے لئے ابی طالب کے پاس حاضر ہوئے۔ پوری کیفیت ابن ہشام کے الفاظ مین ملاحظہ ہو

ثم ان قریشا حین عرفوا ان ابو طالب قد ابی خذلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم واسلامہ واجماعہ لفراقہم فی ذلک وعداوتہم مشوا الیہ بعمارۃ بن الولید المغیرۃ فقالوا لہ فیما بلغنی یا ابا طالب ھذا عمارۃ بن الولید انھد فتی فی قریش واجملہ فخذہ فلک عقلہ ونصرہ واتخذہ ولدا فھو لک واسلم الینا ابن اخیک ھذا الذی قد خالف دینک ودین اٰبائک وفرق جماعۃ قومک وسفہ احلامہم فنقتلہ فانما ھو رجل برجل قال واللہ لبئس ما تسوموننی اتعطوننی ابنکم اغذوہ لکم واعطیکم ابنی تقتلونہ ھذا واللہ ما لا یکون ابدا قال فقال المطعم ابن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی واللہ یا ابا طالب لقد انصفک قومک وجھدوا علی التخلص مما تکرھہ فما اراک ترید ان تقبل منھم شیئا فقال ابو طالب للمطعم واللہ ما انصفونی ولکنک قد اجمعت خذلانی ومظاھرۃ القوم علی فاصنع ما بدا لک

جبکہ کفار قریش نے یقین کر لیا کہ ابی طالب آنحضرت صلعم دست بردار ہونگے اور ہمارے تفرقہ جماعت وعداوت کا کوئی خیال نہ کرینگے تو وہ لوگ ایکبار پھر جمع ہو کر عمارہ بن ولید بن المغیرہ کو اپنے ہمراہ لیکر اونکے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ لڑکا جو تمام قریش مین خوشحال اور خوشجمال ہے حاضر ہے آپ اسکو اپنی تبنیت مین قبول فرمایئن اسکی تعلیم و تادیب کرین نصرت وحمایت کرین۔ یہ آپ ہی کا ہو کر رہیگا اور اسکی جگہ اپنے بھتیجے کو جو آپکے بزرگون کے دین کا مخالف ہے اور آپ کی قومی جمیعت مین تفرقہ ڈالتا ہے اور آپ کے دانشمندان قوم کو بیوقوف بناتا ہے ہمکو حوالہ کر دین کہ ہم اوسے مار ڈالین اس امر مین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ ایک آدمی کے عوض مین ہم دوسرا آدمی ہم حاضر کر چکے ہین یہ سنکر حضرت ابیطالب نے کہا کہ تم لوگون نے مجھسے کیسی بری خواہش ظاہر کی ہے تم مجھکو اپنا فرزند اس لئے دیتے ہو کہ مین اسکی ناز و نعم سے پرورش کرون اور اوسکے معاوضہ مین اپنا جگر بند تمہین دیدون کہ تم اسے جا کر قتل کر ڈالو۔ خدا کی قسم یہ تمہاری ایسی فرمایش ہے جو مجھسے کبھی نہین ہو سکتی۔ ابو طالب کا یہ جواب سنکر مطعم ابن عدی بن نوفل بولا کہ ابو طالب تمہاری قوم نے بات انصاف کی کہی ہے۔ اور اون مکروہات سے جسے تم خود نہ رہا ہو اپنی مخلصی چاہی ہے اور مدعا یہ ہو کہ وہ تمہارے خلاف مین کسی امر کے اقدام کے لئے سبقت کرنیوالے نہ ٹھیرائے جائین۔ ابو طالب نے جواب دیا کہ خدا کی قسم کبھی قوم کے لوگون نے انصاف کی بات نہین کہی۔ بلکہ تمام لوگون نے میرے ترک کر دیئے جانے اور مجھسے مقابلہ و مظاہرہ کرنے پر اتفاق کر لیا ہے۔ بہتر جو وہ سوجھے ہین کرین۔

اس وفد کا نتیجہ سب سے زیادہ قریش کے مقاصد کے خلاف نکلا۔ اور آج تک جو تھوڑی بہت توقع ہم قومیت اور ہم نسبیت کے

خیال پر لگی تھی وہ بالاتمام جاتی رہی حضرت ابوطالب کی جواب صاف سے اونکو یقین ہوگیا کہ اونکی استدعا کو قبول کرلینا حضرت ابیطالب کے لئے قطعی ناممکن ہے مطعم بن عدی نے ابوطالب کو جواب مین قوم کی طرف سے جو ترجمانی کی اوس نے صاف صاف لفظون مین ظاہر کردیا کہ انکار کیحالت مین ابیطالب کے ساتھ قوم بھی مقابلہ و معارضہ کے لئے بالکل تیار ہے - ان واقعات سے بآسانی اندازہ کرلیا جاسکتا ہے کہ قریش کس حد تک خبابت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل و ہلاکت پر اور اسلام کی تباہی و غارت پر آمادہ اور مستعد تھے اونکی سرگرمی اور پر جوشی بے خودی کے درجہ تک پہونچی ہوئی تھی کہ اس عالم خود فراموشی مین اونھون نے ایک ایسی مخالف فطرت انسانی استدعا حضرت ابیطالب کی خدمت مین پیش کی تھی جسکو انسان کیا کوئی حیوان بھی قبول نہین کرسکتا تھا حضرت ابی طالب نے جو جواب دیا وہ اسی اصول فطرت کے خلاف ہونیکی بنا پر مبنی تھا لیکن وہ کور عقل ایسے بے خود تھے کہ اسکا ذرا بھی احساس نہ کرسکے مطعم بن عدی بھی جو جہلائے قریش مین معتدل مزاج مشہور تھا - اس سے اثر پذیر نہوسکا اور وہ بخلاف اسکے کہ جانبین سے صلح و آشتی کے طریقہ و عنوان پیدا کرے - عداوت اور آیندہ محاربت کا اظہار کرنے لگا - لیکن حضرت ابیطالب کی خدمات دلی اور تعلقات قلبی اور اونکے استقلال اور عزم بالجزم نے اپنے فرزند کی حمایت و نصرت سے جو زیادہ تر یتیم ابوطالب کے خاص لقب سے مشہور تھا ہاتھ نہ اوٹھایا اور اونکی کثرت اپنی قلت اپنی تمول و مالداری اور اپنی ناداری عیالداری کی ذرا پروا نکی - اور اونکی ایسی ناممکن العمل التماس واستدعا کا ایسا مسکت اور دندان شکن جواب دیا کہ اونکی حال و آیندہ کی تمام امیدین منقطع ہوگئین اور وہ قطعی مایوس ہوکر چلے گئے

قریش اور آنحضرت صلعم سے بالمشافہ گفتگو

سیہ بختان قریش اپنی اس کوشش مین بھی ناکامیاب رہے تو اونکی جہالت نے ایک دوسرے انداز کی معوبانہ تدبیر کیطرف اونکی رہبری کی ابیطالب کیطرف سے قطعی مایوس ہوکر اونھون نے بالنفس النفیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے مطالبات پیش کئے ابن ہشام نے پوری تفصیل کیساتھ اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے - اور صاحب رحمۃ للعالمین نے نہایت متانت و وضاحت سے اوسکا تمام و کمال ترجمہ کیا ہے ہم بخوف طوالت ابن ہشام کی اصل عبارت کی نقل کو زاید از ضرورت سمجھتے ہین اور رحمۃ للعالمین کی نقل ترجمہ کو اپنی اظہار مدعا کے لئے ضروری سمجھکر ذیل مین لکھدیتے ہین -

قریش مکہ نے مشورۃ کی کہ محمدؐ (صلعم) کو قوم کے سامنے بلاکر سمجھانا چاہیئے - اس مشورت کے بعد اونھون نے نبی صلعم کو پاس کہلا بھیجا کہ کل سرداران قوم آپ سے کچھہ بات چیت کرنا چاہتے ہین اور کعبہ مین جمع ہین نبی صلعم خوش خوش وہان گئے کیونکہ آپ کو اونکے ایمان لانے کی بڑی آرزو تھی - جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہان جاکر بیٹھے تو اونھون نے گفتگو کا آغاز اسطرح کیا -

اے محمدؐ صلعم ہم نے تجھے بات کرنے کے بلایا ہے - خدا کی قسم - ہم نہین جانتے کہ کوئی شخص قوم پر اتنی مشکلات لایا ہو جسقدر تم نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہین - کوئی برائی ایسی نہین ہے جو تمہاری وجہ سے ہم پر نہ آچکی ہو - اب تم یہ بتلاؤ کہ اگر تم نے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم ابھی تمہارے لئے مال جمع کردین کہ اوتنا ہم مین سے کسی کے پاس روپیہ نکلے

اور اگر شرف وعزت کے خواستگار ہو تو ہم تمہین اپنا سردار بنالین اور اگر تم حکومت وسلطنت کے طالب ہو تو تمہین اپنا بادشاہ مقرر کرلین۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہین جو چیز دکھائی دیتی ہے وہ کوئی جن ہے جو تم پر غالب آگیا ہے۔ تو ہم ٹونے اور ٹوٹکون کے لئے اپنا مال صرف کرین کہ تم تندرست ہو جاؤ۔ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ کہا۔ وہ میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہین ہے جو تعلیم لیکر مین آیا ہون وہ نہ طلب سوال مال کیلئے ہے نہ طلب شرف یا حصول سلطنت کے واسطے ہے۔ بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بناکر بھیجا ہے مجھپر کتاب اوتاری ہے۔ مجھے اپنا بشیر ونذیر بنایا ہے مین نے اپنے پیغام تمکو پہونچا دیے ہین اور تمہین بخوبی سمجھا دیا ہے اگر تم میری تعلیمات کو قبول کروگے تب وہ تمہارے لئے دنیا وآخرت کا سرمایہ ہے اور اگر رد کروگے تو مین اللہ کے حکم کا انتظار کرونگا کہ وہ میرے لئے اور تمہارے لئے کیا حکم بھیجتا ہے۔

قریش نے کہا اچھا محمد (صلعم) اگر تم ہماری باتون کو نہین مانتے تو ایک اور بات سن لو تمکو معلوم ہے ہم لوگ کس سختی سے دن کاٹ رہے ہین مال ہمارے پاس بہت کم ہے اور گذران بھی سب سے زیادہ تنگ ہے۔ اب تم خدا سے یہ سوال کرو کہ ان پہاڑون کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے تاکہ ہمارا شہر کھل کر میدان ہو جائے نیز ہمارے لئے ایسی نہرین جاری کردے جیسی شام وعراق مین جاری ہین۔ نیز ہمارے باپ دادا کو زندہ کردے۔ ان زندہ ہونیوالون مین قصی بن کلاب بھی ضرور ہون کیونکہ وہ ہمارے سردار تھے۔ اور سچ بولا کرتے تھے۔ ہم ان سے تیری نسبت پوچھ لین گے۔ اور اگر انہون نے تیری باتون کو سچ مان لیا اور تو نے ہمارے دوسرے سوالون کو بھی پورا کردیا۔ تب ہم بھی تجھے سچا مان لین گے۔ اور مان لینگے کہ ہان خدا کے ہان تیرا بھی کوئی درجہ ہے اور اُس نے فی الحقیقت تجھے رسول بناکر بھیجا ہے جیسا کہ تو کہہ رہا ہے۔ **رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مین ان کامون کے لئے رسول بناکر نہین بھیجا گیا۔ مین تو اس تعلیم کے لئے رسول بناکر بھیجا گیا ہون۔ اور مین نے خدا کے وہ پیغامات تمہین سنائے ہین اگر تم اس تعلیم کو قبول کروگے تو یہ تمہارے دنیا وآخرت کے لئے سرمایہ ہے اور اگر رد کروگے تو مین خدا کے حکم کا انتظار کرونگا۔ جو کچھ اوسے میرا تمہارا فیصلہ کرنا ہوگا۔ فرمائے گا۔

قریش نے کہا کہ اچھا اگر تم ہمارے لئے کچھ نہین کرتے تو خود اپنے لئے خدا سے حسب ذیل سوال کرو۔

(۱) خدا ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کردے جو یہ کہتا رہے کہ یہ شخص سچا ہے اور ہمکو بھی تیری مخالفت سے منع کردے۔

(۲)۔ تم اپنے لئے یہ بھی سوال کرو کہ باغ لگ جائین۔ بڑے بڑے محل بن جائین۔ خزانہ مین سونا چاندی جمع ہو جائے جسکی تمہین ضرورت بھی ہے۔ اب تک تو تم خود بازارین جاتے اور اپنی معاش تلاش کرتے ہو۔ ایسا ہو جانے کے بعد ہم تمہاری شرف وفضیلت کی پہچان حاصل کرینگے اور تجھے خدا کا رسولؐ سمجھہ لین گے۔ **رسول اللہ** صلعم نے فرمایا مین ایسا نہ کرونگا اور نہ اپنے خدا سے ایسا سوال کرونگا۔ اور ان باتون کے لئے مین مبعوث نہین کیا گیا ہون۔ مجھے تو اللہ نے بشیر ونذیر بنایا ہے تم مان لو تو تمہارے لئے ذخیرہ دارین ہے ورنہ مین صبر کرونگا۔ اور خدا کے فیصلہ کا منتظر رہون گا۔

قریش نے کہا۔ اچھا تم آسمان کا ٹکڑا توڑ کر ہم پر گرا دو۔ کیونکہ تمہارا زعم یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے جب تک تم ایسا نہ کرو گے ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا یہ خدا کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو تمہارے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔

قریش نے کہا کہ محمدؐ (صلعم) یہ تو بتلاؤ کہ تمہارے خدا نے تمہیں پہلے سے یہ نہ بتلا دیا کہ ہم تمہیں بلائیں گے ایسے ایسے سوالات پیش کرینگے یہ یہ چیزیں طلب کرینگے۔ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے۔ اور خدا کا منشا ایسا کرنے کا ہے چونکہ تمہارے خدا نے ایسا نہیں کیا۔ اسلئے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے تیری نسبت سنا ہے وہ صحیح ہے کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے جس کا نام رحمٰن ہے وہی تجھے ایسی باتیں سکھلاتا ہے۔ ہم تو رحمٰن پر کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ محمدؐ (صلعم) یہ بھی سمجھ لو۔ آج ہم نے اپنے سب عذرات تمہیں سُنا دیے۔ اب ہم آخر میں تم سے یہ بھی بقسمیہ کہے دیتے ہیں کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دینگے یہانتک کہ ہم سب مر جائیں۔ یا تم مر جاؤ۔

یہانتک بات پہونچی تھی کہ اونمیں سے ایک شخص بول اوٹھا کہ ہم ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں جو (نعوذ باللہ) خدا کی بیٹیاں ہیں دوسرا بولا محمدؐ (صلعم) ہم تمہاری باتوں کا یقین نہ کرینگے جبتک کہ خدا اور فرشتے ہمارے سامنے نہ آجائیں۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آخری بات سنکر اوٹھ کھڑے ہوگئے۔ اور آپ کے ساتھ عبداللہ بن ابو امیہ مغیرہ بھی اوٹھ کھڑا ہوا۔ یہ آپ کا پھوپی زاد بھائی۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ اوس نے کہا محمدؐ (صلعم) دیکھو تمہاری قوم نے اپنے لئے کچھ چیزوں کو تم سے چاہا وہ بھی تم نے نہ مانا۔ پھر اونھوں نے چاہا کہ تم خود اپنے لئے ایسی علامات کا اظہار کرو جس سے تمہاری قدر و منزلت کا ثبوت ہو سکتا ہوا سکو بھی تم نے قبول نہیں کیا۔ پھر اونھوں نے اپنے لئے تھوڑا سا وہ عذاب بھی چاہا۔ جس کا خوف تم دلایا کرتے ہو۔ تم نے اس کا بھی اقرار نہ کیا۔ اب میں بھی تم پر کبھی ایمان نہ لاؤنگا۔ ہاں اگر تم میرے سامنے آسمان پر زینہ لگا کر چڑھ جاؤ۔ اور پھر میرے سامنے زینہ سے نیچے اوترآؤ اور تمہارے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں اور وہ تمہاری شہادت بھی دیں۔ تب میں ایمان لا سکتا ہوں۔ اور اگر ایسا ہو بھی گیا تو میں تب بھی تم پر ایمان نہ لاؤنگا۔ رحمۃ للعلمین ص ۱۵ بحوالہ ابن ہشام ص ۱۰۱ جلد اول۔

قریش کے ان مکالمات نے ثابت کر دیا کہ کوتہ بینان قریش منصب رسالت کو انسان کے مصنوعات سے سمجھے ہوئے تھے اور اغراض و مقاصد دنیاوی کے اجراد حصول کا ذریعہ و وسیلہ یقین کرتے تھے۔ اونکے سنگین قلب اور بے حس ادراک اثر پذیری کی قابلیت و صلاحیت سے بالکل خالی تھے۔ وہ زبان رسالت سے اپنے ان تمام توہمات کی حرفاً حرفاً تردید تغلیط سُن چکے تھے اور اپنی ہی قوم و قبیلہ میں اون سعادتمندوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے جو مبتلا خیال و گمان ان توہمات باطلہ کے تبلیغ اسلام کو ان تمام اغراض نفسانی سے پاک و صاف یقین کرکے اوس پر ایمان لا چکے تھے۔ الہامات قرآنی اور احکامات ربانی کو سنکر اوسکی پاک اور سچی بشارتوں کو اپنے لئے دین و دنیا کی رفاہ و فلاح کا ذخیرہ سمجھکر طاعت خدا اور اطاعت

رسولؐ کا قلادہ اپنی گردنوں مین ڈال چکے تھے۔ وہ ایمان لانے کے وقت نہ رسول اللہ صلعم سے کسی معجزہ یا کرامت کے اظہار کے خواہان ہوئے اور نہ خدا سے اپنے لئے یا اپنے رسولؐ کے لئے دولت و ثروت کے خواستگار۔ صرف اونکے قلب کی صفائی اور توفیق الٰہی اونکی راہنمائی کے لئے کافی تھی۔ اونکے قلوب روشن۔ عقول سلیم اور فہم و ادراک کی صلاحیت نے قرآن مجید کے الہامات اور رسالت کی تعلیمات سے کامل طور پر حصول ایمان اور قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ بخلاف انکے ان محرومان قوم و وطن کی جہالت و ضلالت نے انکی طبیعتوں سے تعلیمات الٰہی کی تفہیم و ادراک کی تمام قوتین سلب کر لی تھین اور اونکی ظاہر نما پیکر انسان کو قلوبٌ لا یفقھون بھا و اذان لا یسمعون بھا و اعین لا یبصرون بھا (اونکے دل تھے مگر ان سے ادراک نہین کر سکتے تھے کان بھی مگر ان سے سن نہین سکتے تھے آنکھین بھی تھین مگر ان سے دیکھ نہین سکتے تھے) کا مصداق بنا کر جماد لا العقل کا مجسمہ تیار کر دیا تھا۔ ما عقبائے دینیات کے یہ نیم وحشی انسان اپنے گمراہانہ خیالات مین خدا کے بھیجے ہوئے رسولؐ برحق کو ایک ملکی اور قومی شعبدہ گر یا ساحر کے زیادہ نہین سمجھتے تھے۔ اور رسالت و نبوت کے مقدس مقدار کو اپنی جہالت و ضلالت کی معیار پر آزمانا چاہتے تھے اس لیے خدا کے رسول برحق سے طلسم بندی اور شعبدہ بازی کی نسبت عجیب و غریب مستفسرات پوچھا کرتے تھے چنانچہ اونکے اس طول طویل مکالمہ مین بھی انھین لغویات کا ذکر ہے اور کچھ بھی نہین۔ جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک کر کے اونکے جاہلانہ سوالات کا جس متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا وہ آپ کی صداقت رسالت کا کافی اور واضح ثبوت ہے لیکن باوجود اسکے کہ اس وضاحت و صفائی سے تعلیم اسلام کے اغراض و مقاصد اونکے ذہن نشین کرا دیے گئے۔ بتلا دیے گئے اور سمجھا دیے گئے تاہم وہ بدبختان ازلی اور محرومان ابدی نہ سمجھنے والے تھے نہ سمجھے صرف یہی امر رسالت کے کمال اور ان جاہلون کے نقص فطرت کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

قریش اور بنی ہاشم سے ترک موالات کا تحریری معاہدہ

مشرکین قریش اور کفار مکہ کی یہ ترکیب بھی کارگر نہ ہوئی۔ اب اونکے دماغ اور اونکی قوت متخیلہ مین کوئی دوسری تدبیر باقی نہین رہی جسکو وہ از سر نو تعلیم اسلام کے امتناع کی ضرورت سے عملی صورت مین لائین۔ آخر تھک کر رسول اللہ صلعم کی ایذا رسانی قتل و ہلاکت۔ غریب مسلمانون پر ظلم و ستم جاری رکھے جانے کی قدیم ترکیب نکالی۔ یہ کوئی نئی تجویز نہین تھی۔ یہ تو وہی ترکیب تھی جسکو وہ سالہا سال سے اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے متعلق جاری اور قایم رکھے تھے۔ ہان اسمین یہ فرق البتہ ہوا کہ پہلے یہ کسیقدر نرمی اور توقف کے ساتھ ظاہر کی جاتی تھی اور اب برابر اور متواتر۔ زیادہ شدت اور سختی کے ساتھ۔

ان واقعات کے تھوڑے دنون بعد۔ مخالفت اسلام اور عداوت حضرت سید الانامؐ کو کفار قریش نے ایک نئی صورت مین دکھلایا جس کیطرف مطعم ابن عدی اپنی تقریر مین حضرت ابی طالب سے اشارہ کر چکا تھا اور وہ بزرگ بنی ہاشم ان کے مخاصمانہ اغراض و مدعا کو بخوبی سمجھکر اونکو جواب بھی دے چکا تھا۔ اور اونکے تمام آیندہ مظالم کو نہایت استقلال و پایداری سے برداشت کرنیکے لئے تیار اور آمادہ ہو چکا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

ابن ہشام اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

فلما رات قریش ان اصحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد نزلوا بلدا اصابوا بہ امنا وقرارا وان النجاشی قد منع من لجاء الیہ منھم وان عمر قد اسلم فکان ھو وحمزہ بن عبد المطلب مع رسول اللہ صلعم واصحابہ وجعل الاسلام یفشوا فی قبائل اجتمعوا وائتمروا ان یکتبوا کتابا یتعاقدون فیہ علی بنی ھاشم و بنی عبد المطلب علی ان لا ینکحوا الیھم ولا ینکحوھم ولا یبیعوھم شیئا ولا یبتاعوا منھم فلما اجتمعوا لذلک کتبوا فی صحیفۃ ثم تعاھدوا وتوثقوا علی ذلک ثم علقوا الصحیفۃ فی جوف الکعبۃ توکیدا علی انفسھم وکان کاتب الصحیفۃ منصور بن عکرمہ بن عامر۔ جلد اول ص ۱۲۲

جب قریش نے دیکھ لیا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملک حبشہ میں جاکر بمقابلہ یہان کے امن و امان سے رہنے لگے اور شاہ حبشہ نے بھی (نجاشی) قریش کی درخواست کو نہیں سنا جو اُس سے کیگئی تھی حضرت عمر بھی اسلام لاچکے اور حضرت حمزہ بھی مشرف بایمان ہوئے اور رفاقت اور صحابیت رسولؐ پر فائز ہو چکے اور اسلام دیگر اقوام و قبائل میں بھی پھیل گیا۔ تو تمام قریش پھر ایک جگہ جمع ہوئے اور سب نے ملکر باتفاق اس مضمون کا ایک معاہدہ لکھا جس کے روسے اُن لوگون نے تمام بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے اپنے تمام تعلقات اس شرط کے ساتھ ترک کردیے کہ نکوئی شخص انکے ساتھ نکاح کریگا اور نہ وہ انکے ساتھ نکاح کرنے پائینگے نہ انکے ساتھ کوئی چیز بیچی جائے گی اور نہ ان سے کوئی چیز خریدی جائیگی اس مضمون کا معاہدہ لکھکر اور اوسپر ہمیشہ عمل کرنیکی عہد و پیمان حلفی لیکر اس تحریر کو وسط کعبہ میں اوسکی عظمت و اہمیت قایم رکھنے کی غرض سے لٹکا دیا اس معاہدہ کو منصور بن عکرمہ بن عامر نے لکھا تھا۔

امام قسطلانی شارح بخاری اور محدث شیرازی نے اس معاہدہ مین اتنی عبارت مشروطہ کا اور اضافہ فرمایا ہے کہ یہ عہدنامہ اپنے تمام شرائط کے ساتھ اوسوقت تک قایم رہیگا جب تک بنی ہاشم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کردیے جانے کی غرض سے قوم کے حوالہ نکردین۔ مواہب لدنیہ قسطلانی اور روضۃ الاحباب محدث شیرازی جلد اول مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۰۷

اس مین کوئی کلام نہین کہ کفار قریش اور مشرکین مکہ نے بنی ہاشم کے تباہ و برباد کرنیکی یہ آخری تدبیر سوچی تھی جو انسان کی زندگی کے لئے لاانتہا تکلیف دہ اور ضرررسان تھی اور اسمین بھی شک نہین کہ اس تجویز و ترکیب سے اونکا مدعا یہی تھا کہ بنی ہاشم ضروریات روزمرہ کے نہ ملنے کی وجہ سے تنگ و عاجز آکر یا تو قریش کے آگے اپنی اطاعت و متابعت کی گردنین ڈالدینگے۔ اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کی حمایت و رفاقت سے دست بردار ہو جائینگے۔ یا مکہ سے خارج البلد ہو جائینگے اور پھر خوف و ہراس سے مکہ کے پاس آنے کا خیال بھی نہ کرینگے دونون حالتون مین انکا مقصود حاصل تھا۔

شعب ابی طالب کی ۳ سالہ قید

(یکم محرم ۷ سال نبوت)

کفار اپنی ترکیب مین تھے اور قدرت اپنی تدبیر مین۔ ابن ہشام اسکے آگے لکھتے ہین۔

فلما فعلت ذلک قریش انحازت بنی ھاشم

جب قریش نے یہ بندوبست کیا تو تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب حضرت

بنوالمطلب الی ابی طالب بن عبدالمطلب فدخلوا معہ فی شعبہ فاجتمعوا الیہ وخرج من بنی ہاشم ابو لہب الی قریش فظاھرھم

ابی طالب کے پاس جمع ہوئے اور آپ ان لوگوں کو اپنے ہمراہ لے کر اپنے شعب میں جو شعب ابی طالب مشہور تھا چلے آئے۔ اور بنو ہاشم سے صرف ابولہب قریش کے ساتھ رہ گیا۔

شعب ابیطالب اصلا پہاڑ کا ایک درہ تھا جو خاندان بنی ہاشم کا موروثی تھا۔

حقیقت میں حضرت ابی طالب کا صبر و سکوت اور ایسے سخت مظالم کے مقابلہ میں انکی ضبط و خاموشی انکی ہمت و استقلال کی عدیم النظیر مثال قایم کرتی ہے۔ ورنہ ذرا سے اشارہ پر خون کے دریا بہنے لگتے لیکن یہ امور جان رسول کی حفاظت اور دین اسلام کی اجرا و اقامت کے لئے جسقدر ضرر رسان تھے انکو وہ پورے طور سے جانتے تھے اور حقیقت میں منشاء قدرت اور مقتضاء مصلحت بھی یہی تھا جیساکہ بہت جلد نتیجہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

باتفاق جمہور (تاریخ و حدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور انکی تمام خاندان نے شعب ابیطالب میں کامل تین برس تک جن مصیبت و شدت میں دن کاٹے اور راتیں گذرائیں انکا بیان دشوار ہے۔ اور کیونکر نہو۔ کھانا پینا بند آنا جانا ترک۔ خرید و فروخت موقوف۔ شعب سے قدم باہر نکالنا دشوار۔ یہ ترک موالات کا ہیکو یتی حبس دوام کی پوری سزا تھی غریب محصورین جنمیں خوردسال بچے اور شکستہ پا عورتیں بھی شامل تھیں۔ ایسا وقت آلگا تھاکہ دانہ دانہ کو محتاج تھے اتنی مجال تو کسی کی بھی نہیں کہ شہر میں جاکر ضروریات روزمرہ کی چیزیں لائیں اور اگر جرات کر کے جائیں بھی تو دیتا کون ہے؟ اس مجبوری سے محاصرین کو تلاش آذوقہ کے لئے اطراف مکہ میں دور دور تک نکلنا پڑتا تھا اور صبح سے شام تک ان غریبوں کو النضیب مالیضیب جو کچھ مل جاتا تھا۔ وہ رات کو گھر میں لاکر دن بھر کے بھوکے بال بچوں کو کھلاتا ہوتا تھا

علامہ ابوجعفر اسکافی جو علامہ ابن الحدید شارح نہج البلاغت کے اوستاد اور شیخ تھے لکھتے ہیں۔

"تلاش آذوقہ کی خدمت ان ایام میں خاصکر حضرت علی مرتضی کے سپرد تھی یہ علی الصباح شعب سے نکلکر حوالی مکہ کی آبادیوں میں دور دور تک نکلجاتے تھے اور وہاں سے جو گیہوں اور کھجوریں جو کچھ میسر آتا تھا اپنی پشت پر رکھکر لاتے تھے وہ بھی کبھی یہ چیزیں ملتی تھیں اور کبھی نہیں۔ کیونکہ ظالمان قریش مکہ کی بیرونی آبادیوں میں جاکر منع کرآتے تھے۔ اسلئے علی الاکثر فاقہ گذرتے تھے۔ اور شدت گرسنگی و تشنگی بھی گرفتاران مصیبت کی غریب جانیں ہونٹھوں تک آپہونچی تھیں۔

علامہ ابن القیم اپنی کتاب زاد المعاد جلد اول ص ۲۹۹ میں لکھتے ہیں۔ کہ بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس زور سے روتے تھے کہ انکی رونے کی آوازیں گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی تھیں۔ امام قسطلانی شارح بخاری کا بیان ہے کہ بنی ہاشم کے بچوں کے رونے کی آوازیں رات کے سناٹے میں تمام شہر میں سنائی دیتی تھی اور سنگدل و بیرحم قریش سنتے تھے اور ہنسا کرتے تھے اور انواع واقسام کے طعن و تشنیع کیا کرتے تھے شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ تین برس تک بنو ہاشم نے اس حصار میں بسر کی یہانتک

ایسا سخت گذرا کہ طلح (نام درخت) کے پتے کھا کھا کر بسر کرتے تھے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۷۹

قریش کی ایسی سخت قدغن تھی اور ایسی شدید روک تھام۔ ان مصیبت زدون مین سے جو شخص چھپ چھپا کر تلاش رزق مین باہر نکل جاتا تھا اور سوء اتفاق سے قریش اُسے دیکھ پاتے تھے تو سخت تعذیر پہونچاتے تھے۔ موسم حج مین بیرونی قبائل سوداگر یہ لوگ خرید و فروخت کی کوشش کرتے تھے تو یہ ظلمہ وقت نہایت سختی سے اونھین منع کرتے تھے اور باز رکھتے تھے۔

تکلیفین تو آتنی تھین اور مصیبتین ایسی اور حامی و مددگار ایک بھی نہین لیکن صد آفرین ہے اون مظلومین کے صبر سکوت پر ہزار احسنت ہے ان محصورین کے استقلال و پاداری پر اگر کسی شخص پر صرف دو چار دن کے لئے ایسی مصیبتین پڑ جاتین تو وہ گھبرا کر یا تو جان دے ڈالتا یا ظلمہ وقت کی اطاعت کر لیتا۔ ان غریبون پر تو اس آفت و مصیبت مین پورے تین برس گذر گئے۔ لیکن انکے پاے استقامت مین ذرا بھی جنبش نہوئی۔ وہ خدا کے بھیجے ہوئے سچے رسول کی حمایت و رفاقت پر یقین اور خداے قادر و توانا کی نصرت و امداد پر توکل کئے ہوئے خموش بیٹھے رہے۔ اور ان تمام مصائب کو۔ رضاً بقضائہٖ و تسلیماً لامرہٖ کہہ کہہ کر جھیل گئے اور شکایت کیسی اور گلہ کیسا۔ کسی فرد واحد نے موہنہ سے اُف بھی نہ کی۔

محصورین کی ہمت و استقلال کی تو یہ کیفیت تھی۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرائض تبلیغ مین انہماک و محویت کی یہ حالت تھی کہ باوجود ان تمام شدائد کے۔ آپ محاصرہ کی موجودہ ضیق النفسی کی عالم مین بھی ہدایت و ارشاد سے باز نرہے بلکہ عزلت و انزوا کی یہ خاص صحبتون مین آپ کو اس کی ادا کاری کا بہتر موقع مل گیا۔ مبتدیان اسلام رات کے پردے مین مخالفین کی آنکھین بچا کر اور چھپ چھپا کر خدمت مین حاضر ہوتے تھے اور اس معلم ربانی سے تعلیم ایمانی حاصل کرتے تھے۔ ابن ہشام لکھتے ہین

و رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم یدعوا قومہ لیلاً و نھاراً سراً و جھاراً منادیاً بامر اللہ	جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ صبح و شام مخفی اور علانیہ طور پر امر خدا کی طرف قوم کی دعوت کیا کرتے تھے۔

سہ سالہ قید سخت سے مخلصی

(سنہ سال نبوت)

کامل تین برسون کے گذر جانے کے بعد بھی چاہے سنگدل اور بیرحم مشرکین قریش کی ستمگاریان دھیمی پڑ رہی ہون یا اونکی جور و جفا اور ظلم و ایذا مین ذرا بھی کمی آئی ہو۔ نہین وہ معاملات مین ویسے کی ویسے ہی سخت و شدید تھے شعب ابیطالب کے آفت دیدہ اور مصیبت رسیدہ محصورین کی تکلیف و شدت کا خیال کر کے مکہ کے وہ معتدل مزاج لوگ جنکو انکی مصیبتون کا کسیقدر احساس ہو چلا تھا اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے قرابت اور رشتہ مندی کا بھی واسطہ تھا کبھی کچھ تحائف کبھی کوئی کھانے پینے کی چیزین نہایت ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ مخفی طور پر پہونچا دیتے تھے لیکن ساتھ ہی اسکے قریش دیکھ پاتے تو فوراً لیجانے والے سے چھین کرا سے کھا جاتے تھے۔ یا اپنے گھر لیجاتے تھے اور نہین تو اوسے ضایع او نقصان کر دیتے تھے

غرض ہر حال میں اوس چیز کو غریب محصورین تک پہونچنے نہ دیتے تھے۔

چنانچہ ابن ہشام ان میں سے اخیر واقعہ کی یہ کیفیت لکھتے ہیں۔

فاقاموا علی ذلک سنین او ثلاثا حتی جہدوا الا یصل الیہم شئی الا سرا مستخفیا بہ من اراد صلتہم من قریش وقد کان ابو جہل بن ہشام فیما یذکرون لقی حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد معہ غلام یحمل طعام یرید بہ عمتہ خدیجۃ بنت خویلد وھی عند رسول اللہ صلعم ومعہ بالشعب فتعلق بہ وقال اتذھب بالطعام الی بنی ہاشم واللہ لاتبرح انت وطعامک حتی افضحک بمکۃ فجاء ابو البختری بن ہشام بن الحرث بن اسد فقال مالک ولہ فقال یحمل الطعام الی بنی ہاشم فقال ابو البختری طعام کان لعمتہ عندہ بعثت الیہ افتمنعہ ان یاتیہا بطعامہا خل سبیل الرجل قال فابی ابو جہل حتی نال احدہما من صاحبہ فاخذ ابو البختری لحی بعیر فضربہ بہ فشجہ ووطئہ وطاءً شدیدًا اس ۱۲۳

جب بنی ہاشم پر اس قید و مصیبت میں دو برس یا تین برس گذر گئے کہ اگر اونکو قریب ورشتہ مند لوگ کچھ اونکی پاس بھیجنا چاہتے تھے تو نہایت خفیہ طور پر بڑی احتیاط سے بھیجتے تھے چنانچہ ایکبار کا ذکر ہے کہ ابو جہل نے حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد کو مع اونکی غلام کے دیکھا جسکے سر پر وہ کچھ از قسم طعام لئے ہوئے اپنی عمہ حضرت خدیجہ کے واسطے۔ جو جناب رسالتمآب صلعم کے ہمراہ شعب میں تشریف رکھتی تہین۔ لئے جاتے تھے۔ یہ دیکھکر ابو جہل اُن سے لپٹ گیا اور کہنے لگا تو بنی ہاشم کے لئے کھانا لئے جاتا ہے۔ مین تجھے کبھی نہ جانے دونگا اور تمام مکہ مین فضیحت کئے بغیر تجھے نچھوڑونگا۔ اس اثنا مین ابو البختری بن ہشام بن حرث بن اسد آگیا اور اوس نے ابو جہل سے پوچھا کہ تم مین اور اس مین کیا قضیہ پیش ہے ابو جہل نے جواباً کہا دیکھتے ہو یہ بنی ہاشم کیلئے کھانا لیے جاتا ہے۔ ابو البختری بولا تو کیا ہوا اوسکی عمہ اونلوگون (بنی ہاشم) کے ساتھ ہے وہ اوسکے لئے کھانا لئے جاتا ہے کہ اوسکو پہونچا دے۔ تو تمکو کیا ایسی پڑی ہے کہ تم اوسکی راہ روکتے ہو آدمی کی راہ چھوڑ دو اور اسکو جانے دو ابو جہل نے انکار کیا اور راستہ نہین دیا بلکہ اپنے دو رفیقون مین سے ایک کو پکارا۔ اس زبردستی کو دیکھکر ابو البختری کو بھی غصہ آگیا ایک اونٹ کی ہڈی پڑی تھی اوٹھائی اور ابو جہل کے سر پر اوس سے ایک ضرب شدید لگائی ؎

یہ ہین قدرت کے انتظام اور مشیت کے احکام۔ ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ کفار اپنی ترکیب مین مصتے اور قدرت اپنی تدبیر مین تین برس پہلے دنیا نے کفار قریش کی آمادگی اور مستعدی کا وہ عالم بھی دیکھا تھا۔ جس باہمی سے یہ معاہدہ لکھا گیا تھا کعبہ میں آویزان کیا گیا تھا اسکے شرائط پر قایم رہنے کے لئے فرداً فرداً قسمین کھائی گئین تھین حلف اوٹھائے گئے تھے۔ اور آج جبروت قدرت کا یہ نظارہ اور جلوہ آرائی بھی پیش نظر ہے کہ باوجودیکہ وہ معاہدہ کعبہ مین ابھی تک لٹک رہا ہے۔ مگر اوسکے لکھنے والے۔ اوسکی اداے شرائط پر غلیظ قسمین کھانے والے اوس بیرحمانہ اور ظالمانہ تحریک کی حقیقت کو سمجھکر آپس مین ایک دوسرے کو ظالم اور جابر کہہ رہے ہین جن امور کو قطعی ممنوع کر چکے تھے اوسکی اجرا و تعمیل کو اپنے ہی دست و زبان سے جاری کر رہے ہین ابو البختری سا دشمن رسولؐ ابو جہل کے ایسے اپنے قدیم رفیق اور رئیس قوم کو اس امر کی مخالفت کے لئے ہڈیون سے مارتا ہے اور مجرم ٹہراتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن زبانون سے اس تحریک کی تجویز کی گئی تھی اور قسمین کہا ئین گئین تھین اونھین زبانون سے یہ غلط مہمل اور مفسدہ انگیز ٹہرایا گیا۔

یہ کرشمہ قدرت نہین تو اور کیا ہے۔ یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ ابن ہشام جلد اول ص ۱۳۰ مین مندرج ہے شبلی صاحب نے اسکا خلاصہ لکھا ہے اوسکی مفصلہ ذیل نقل کو ہم اپنے مدعاے بیان کے لئے کافی سمجھتے ہین۔

متصل تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام آل ہاشم نے یہ مصیبتین جھیلین بالآخر دشمنون ہی کو رحم آیا اور خود انھین کی طرف سے اس معاہدہ کے توڑنے کی تحریک ہوئی۔ ہشام مخزومی خاندان بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار اور اپنے قبیلہ مین ممتاز تھا۔ وہ چوری چھپے بنو ہاشم کو غلہ وغیرہ بھیجا کرتا تھا ایک دن وہ زبیر کے پاس جو عبد المطلب کے نواسے تھے گیا اور کہا کیون زبیر۔ تمکو یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو۔ ہر قسم کا لطف اوٹھاؤ۔ اور تمہارے مامون (ابی طالب) کو ایک دانہ نصیب نہو زبیر نے کہا۔ کیا کرون تنہا ہون۔ ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو مین اس ظالمانہ معاہدے کو ابھی پھاڑ کر پھینکدون ہشام نے کہا مین موجود ہون۔ دونون ملکر مطعم بن عدی کے پاس گئے بختری (ابو البختری) ابن ہشام اور زمعہ بن الاسود نے بھی ساتھ دیا دوسرے دن سب ملکر حرم میں گئے۔ زبیر نے سب لوگون کو مخاطب کرکے کہا اے اہل مکہ یہ کیا انصاف ہے لوگ آرام سے بسر کرین اور بنی ہاشم کو آب ودانہ نصیب نہو۔ خدا کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نکردیا جائے گا مین باز نہ آؤنگا ابوجہل برابر سے بولا ہرگز اس معاہدہ کو کوئی ہاتھ نہین لگا سکتا۔ زمعہ نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے جب یہ لکھا گیا تھا اوسوقت بھی ہم راضی نہین تھے غرض مطعم نے ہاتھ بڑھا کر دستاویز چاک کرڈالی ؏ خوب شد اسباب خود بینی شکست۔

مطعم ابن عدی۔ عدی ابن قیس۔ زمعہ ابن اسود (حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر) اور ابو البختری اور زبیر ہتھیار باندھکر بنو ہاشم کے پاس گئے۔ اور اونکو درہ سے نکال لائے۔

قدرت کا یہ عجیب نظارہ تھا۔ خدا کی شان یہی لوگ جنھون نے یہ عہد کیا تھا کہ جبتک بنی ہاشم محمد صلعم کو قتل کر دینے کے لئے ہمین حوالہ نکردینگے اس معاہدے سے انحراف ناممکن ہے۔ آج وہی لوگ اوسی معاہدے کو اپنے ہاتھون سے چاک کرکے محمد صلعم کو تمام بنی ہاشم کے ساتھ اپنی تلوارون کے سایہ مین لیکر درہ کوہ سے گھر تک بحفاظت تمام پہونچا دیتے ہین[ف۱] اس سے بڑھکر اسلام کی حقانیت۔ اور بانی اسلام علیہ السلام کی روحانیت کے اور کیا ثبوت ہوسکتے ہین۔ اللھم صل علی محمد وآل محمد۔

مغرورین قریش اور مشرکین مکہ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی امتیازی بیقداری اور بیکسی وبے یاری کے اظہار کیغرض خاص سے۔ آپ کو۔ آپ کے تمام خاندان کے ساتھ درہ کوہ مین محصور کر رکھا تھا۔ یہ تجویز بظاہر انسانی تدبیر تو ضرور تھی

[ف۱] کمال افسوس ہے کہ کفار قریش کو ان محصورین بنی ہاشم پر بالآخر ایسا رحم آیا کہ خود جھڑا کر گھر پہونچا دیا لیکن سنہ ۶۱ ہجری مین آج سے تقریباً ۳ ؁ برس بعد انھین کی اولاد واحفاد کو جو اوسوقت مسلمان ہو چکے تھے اور صاحب ایمان کہلاتے تھے ارض کربلا کے محصورین بنی ہاشم پر جنمین سبط رسول الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام بھی داخل تھے۔ ذرا بھی رحم نہ آیا اور اونکی ہزارون کی تعداد مین کسی فرد واحد کو خدا و رسول کے نام پر اتنا ترس نہ آیا کہ تین دن کی بھوک پیاس مین اس قیامت کے محاصرے سے نکال کر اونکے گھر تک پہونچا دیتا اسی مقام پر کہنا پڑتا ہے

؏ ہیچ کافر نہ کند آنچہ مسلمان کردند۔ المولف عفی عنہ۔

لیکن حقیقتاً وحشیانہ مظالم تھے اور حیوانی تعذیر۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے برحق پیغمبر تھے۔ اور خدا کی نیابت مین اسکا پیام ان کفار ومشرکین کو پہونچاتے تھے۔ یہی مشرکین کے جاہلانہ اور گمراہانہ اغراض ومقاصد کے خلاف ہوتا تھا۔ اس لئے وہ آپ کے مخالف تھے اور اسی مخالفت کی بنا پر آپ کو وہ کوہ مین پہونچا دیے جانے۔ اور آپ کے خاندان بھر سے ترک تعلقات کئے جانیکی ایسی بیرحمانہ اور ظالمانہ سزا تجویز کی تھی جس سے صریحاً آپکی ذاتی تحقیر وتوہین منظور تھی لیکن ان کورعقلون کی اس غلط اور گمراہانہ تجویز وترکیب کا نتیجہ قدرت کی حسن تدبیر سے ظہور پذیر ہوا وہ دنیا نے آنکھون سے دیکھ لیا۔ اور پوری تفصیل سے اوپر بیان ہو چکا ہے۔

معراج — اب قدرت الٰہی کے لئے اپنے رسول برحق (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تحقیر وتوہین کے ازالۂ کلّی کا سامان واعلان بھی ضروری تھا۔ اور عادت الٰہی بھی ہمیشہ سے یونہی جاری ہے کہ انبیاء ومرسلین کے گروہ مخصوصین مین۔ بلا ومصیبت کے بعد انکے مراتب ومدارج مین نمایان اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے بروایت ابن سعد خداوند عالم نے شعب ابیطالب کی مصیبت سے مخلصی کے بعد۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو رتبۂ معراج جسمانی عطا فرماکر آپ کی خاص مرتبہ افزائی فرمائی اور راتون رات کرشمۂ قدرت نے آپ کو برأۃ العین تمام ملکوت سمٰوٰت کی سیر کرائی۔ جسکی خبر آیہ وافی ہدایہ۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ آغاز سورہ بنی اسرائیل جزو ۱۵	وہ خدا (عجز ودرماندگی کے عیب سے) پاک ہے جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو راتون رات مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لیگیا جسکی گرداگرد ہم نے (دنیا ودین) کی برکتین دے رکھی ہین (اور اس لیجانے

سے مقصود یہ تھا) کہ ہم اونکو اپنی (قدرت) کے نمونے کی سیر کرائین اور (اونکو بعض اسرار غیب معلوم ہون) ورنہ اصل سننے والا دیکھنے والا (یعنی غیب دان) وہی خدا ہے۔ ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب

سے پورے طور پر ہویدا وآشکار ہے۔

واقعہ معراج کے تعین سال مین اختلاف ہے لیکن علی الاکثر محدثین ومورخین نے سنہ ۱ نبوت پر اتفاق کیا ہے اور شبلی صاحب نے ابن سعد ہی کے مختار پر اعتبار فرمایا ہے ابتدا سے لیکر اسوقت تک علماء وحکمائے اسلام مین یہ واقعہ تاریخی حیثیت سے زیادہ بحث معقول ومنقول کیصورتاین دکھلایا گیا ہے جانبین سے خوب خوب طبع آزمائیان اور خامہ فرسائیان ہوئی ہین اسکی پوری حقیقت اپنے حد تعقل کے مطابق توہم اس سلسلہ کی پانچوین جلد مین پوری تفصیل سے لکھینگے۔ ان شاء اللہ المستعان۔ لیکن تمہیداً حسب ذیل اشارہ کردینا ضروری اور مناسب مقام ہے۔

قدرت الٰہی کو جب اوسکے تمام صفات وتصرفات کے ساتھ ہم اور ہمارے علما وحکما تسلیم کر چکے ہین اور اس سے بھی زیادہ تا ممکنات کو مشاہدہ عینی اور بدیہیات یقینی کے برابر مان چکے ہین تو پھر جبروت قدرت کے اُس سہل اور آسان مظاہر کو مشکل دشوار اور خارج از امکان کیسے کہہ سکتے ہین۔ سرسید احمد خان مرحوم کو اس مسئلہ مین خاص طور پر تامل رہا ہے اور اونہون نے بڑے شد ومد اور رد وکد سے خطبات احمدیہ مین معراج کی تمام مرویات مندرجہ کتب اسلامیہ کی تردید وتکذیب فرمائی ہے

گویا معراج جسمانی کے تمام دلائل و براہین کو غلط ٹہرا کر ام المومنین حضرت عائشہ اور امیر معاویہ کی مرویات پر اپنا مختار قایم کیا ہی اور اس واقعہ کو ایک خواب کے پیمانہ پر معمولا سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ دونون مرویات اعتبار کردہ سید صاحب۔ حدیثون کے اصول تنقید کے مطابق مراسیل اور موقوف الاسناد احادیث ثابت ہوتی ہین کیونکہ وقت وقوع اسکا ۱۲ سال نبوت ثابت ہوتا ہے جسکو سید صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ تو بھلا اسوقت حضرت عائشہ شرف زوجیت مین آئی کہان تھین۔ غالبًا جناب صدیقہ کبری کی خدیجہ بقید حیات تھین۔ اس لئے انکا بیان کیسے صحیح اور قابل اعتبار ہوگا۔ یہی حالت معاویہ صاحب کی ہے وہ شاید اگر پیدا ہو چکے بھی ہون تو دودھ پیتے ہون گے! اسلئے قابل الروایات نہین۔ اور اصول تنقید احادیث کی رو سے تو ۸ ہجری تک جبتک یہ اسلام سے مشرف ہو لئے کسی مسلمان کے آگے قابل الروایات ہو بھی نہین سکتے۔ اسکے علاوہ قاعدۂ تنقید کے مطابق یہ دونون حضرات اگر موجود بھی ہون اور قابل الروایت بھی ہون تاہم شریک واقعہ نہین تھے جو جسم مطہر رسول کو بستر مبارک پر رہتا دیکھ سکے ہون۔ کیونکہ باتفاق جمہور واقعہ معراج مکہ معظمہ مین حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر مین واقع ہوا۔ ابن اثیر ابن ہشام قسطلانی وغیرہم)

تیسرے راوی حسن بصریؒ ہین۔ جو صحابی بھی نہین۔ تابعی ہین۔ اور یقینًا اسوقت پیدا بھی نہین ہوئے تھے اس لئے ثابت ہوگیا کہ ان حضرات میں سے کوئی صاحب شریک واقعہ نہین تھے اس بنا پر کسی کا بیان نہ قابل اندراج ہو سکتا ہی نہ لایق احتجاج۔

سید صاحب اپنے خاص اصول طبعی کے مطابق اپنی عقل و ادراک سے پہلے ہر واقعہ مین حکمای عقل کی نقل کیطرف متوجہ ہوتے ہین۔ وہ بھی حکمائے یونان کے خشک فلسفہ و حکمت پر۔ سب سے بڑی غلط فہمی جو تحقیقات دینیات مین آپ کو واقع ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ہر اسلامی واقعہ کو یورپین علما و حکما کے اصول تالیف کے مطابق اوتارنا چاہتے ہین اور تمام مرویات قدیمہ اسلام کو مندرجات کتب قدیمہ کے موافق تلاش کرتے ہین اسی وجہ سے آپ نے بہت سی مرویات اسلامی کی تکذیب و تغلیط محض اسی بنیاد پر کردی ہے کہ مرویات توریت اسکے مخالف ہین۔ جیسا کہ ذبیح اسحٰقؑ اور حقیقت حجر الاسود اور نعوذ باللہ سنگ پرستی طریقہ عبادت اولاد ابراہیم۔

ہم کہتے ہین کہ سید صاحب مرحوم نے بڑی غلطی کی کہ اس واقعہ معراج کی حقیقت کو بھی اپنے دستور و عادت کے مطابق توریت مین نہ دیکھ لیا۔ کہ اوسمین انبیا کو حصول معراج کی کیا صورت تبلائی گئی ہی سفر تکوین مین حضرت یعقوبؑ کی معراج اور سفر تاریخ مین حضرت سلیمانؑ کی معراج۔ آسمان پر زینہ لگا کر تبلائی گئی ہے نہین معلوم کہان قدیم الہامی مرویات پر ہمارے سید صاحب مرحوم کون سی دلیل قوی رکھتے تھے۔

ہم اپنی تمہیدانہ تمہید مین معراج کے متعلق صرف اتنے ہی بیان کو اس مقام پر کافی سمجھتے ہین حکما و علمای اسلام مین یہ بحث و مسئلہ ہمیشہ معرکۃ الآرا رہا ہے۔ امام رازی۔ امام غزالی محقق طوسی اور ملا عبد الرزاق لاہجی وغیرہم نے بڑی بڑی معقولی بحث اس موضوع پر لکھی ہین۔ اور ہر قرینہ سے معراج جسمانی اور اوسکی معقولیت کے تمام مشاہدات کو عین امکان ثابت کیا ہے ملاحظہ

معراج القدس مضامین عالیہ۔ تجرید اور گوہر مراد لیکن ان تمام حضرات کے بیانات و انکشافات سے زیادہ سہل اور عام فہم مضامین میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے معراج کے تمام مقاصد و مشاہد کو بتلایا ہے اور سمجھایا ہے اونکی خاص عبارت مع ترجمہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

واسری به الی المسجد الاقصی ثم الی السدرة المنتهی والی ماشاء الله وکل ذلک بجسده صلی الله علیه وآله وسلم فی الیقظة ولکن ذلک فی موطن هو برزخ بین المثال والشهادة جامع الاحکامهما فظهر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیة الاجساد ولذلک بان لکل واقعة من تلک الوقائع تعبیر۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک کہ خدا نے چاہا سیر کرائی گئی۔ یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا لیکن سمجھ رکھنا چاہیئے کہ یہ ایک مقام ہے جو عالم مثال اور شہادت کے درمیان واقع ہے۔ اور ہر دو عالم مذکورہ کے احکام کا جامع ہے جسم پر اس عالم میں روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح و معانی نے جسم قبول کرکے تمثیل اختیار کی اس لئے ان تمام واقعات میں ہر ایک واقعہ کے واسطے ایک خاص معنی ہے اور تعبیر۔

واما رکوب البراق فحقیقة استواء نفسه النطقیة علی النسمة التی هی الکمال الحیوانی فاستوی راکبا علی البراق کما غلبت احکام نفسه النطقیة علی البهمیة وتسلط علیها۔

براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ نسمہ پر جو کمال حیوانی ہے غالب آجائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر ویسی خوبی سے سوار ہوئے جس طرح آپ کے نفس انسانی کے احکام قوت بہیمیہ پر غالب اور مسلط ہیں۔

واما اسرائه الی المسجد الاقصی فلانه محل ظهور شعائر الله ومتعلق همم الملاء الاعلی ومطمح انظار الانبیاء علیهم السلام فکانه کوة علی الملکوة

مسجد اقصیٰ تک کی سیر اس لیے ہے کہ وہ شعائر الٰہیہ کے ظہور کا محل ہے ملا اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں کی نظرگاہ ہے۔ گویا وہ ملکوت کا ایک قبہ ہے۔

واما ملاقاته مع الانبیاء صلوة الله علیهم ومفاخرته معهم فحقیقتهما اجتماعهم من حیث ارتباطهم بحظیرة القدس وظهور ما اختص به من بینهم من وجوه الکمال۔

انبیاء علیہم السلام سے ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۃ القدس سے جو اونکو اجتماعی ربط و ضبط حاصل ہے اور اجماعی امور کا نہایت کاملیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام جگہ ظہور ہوا۔

واما رقیه الی السموات سماء بعد سماء فحقیقته الانسلاخ الی مستوی الرحمن منزلة بعد منزلة ومعرفة حال الملئکة المؤکلة بها ومن یحق بهم من افاضل البشر والتدبیر الذی اوحاه

آسمانوں پر یکے بادیگرے چڑھنے کی حقیقت یہ ہے کہ درجہ بدرجہ تعلقات طبعی سے نکل کر مستوی (جائے استقرار) رحمٰن کی طرف جانا ہے نیز اون فرشتوں کی حالت سے معرفت حاصل ہونا۔ آنحضرت صلعم اور آپ کی امت کے بزرگان قوم کے قریب تر رہنے پر مامور ہیں۔ نیز تدبیر کلیہ کی شناخت

الله فيها والاختصام الذي يحصل في ملائها

واما بكاء موسى فليس بحسد ولكن مثال انعقاد عموم الدعوة وبقاء كمال لم يحصل مما هو في وجهه

واما سدرة المنتهى فشجرة الكون وترتب بعضها على بعض واجتماعها في تدبير واحد كاجتماع الشجرة في الغادية والنامية ونحوهما لم تتمثل حيوانا لان التدبير الجملي الاجمالي الشبيه السياسة الكلي افراده وانما اشبه الاشياء الشجرة دون الحيوان فان الحيوان فيه قوى تفصيلية وكارادة فيه ادرج من سنن الطبيعية ـ

واما الانهار في اصلها رحمة فائضة في الملكوت حذو الشهادة وحيوة ونماء فلذلك تعين هنالك بعض الامور النافعة وبالشهادة كالنيل و الفرات ـ

واما الانوار التي غشيتها فتدليات الهية و تدبيرات رحمانية تتلعلعت في الشهادة حيثما استعدت لها ـ واما البيت المعمور فحقيقة التجلي الالهي الذي يتوجه اليه سجدات البشر وتضرعاتها يتمثل بيتا على حذو ما عندهم من الكعبة وبيت المقدس

وامر خمس صلوة بلسان التجوز لانها خمسون باعتبار الثواب ـ ثم اوضح الله مراده تدريجا ليعلم ان الحرج مدفوع ان النعمة كاملة وتمثل هذا المعنى مستندا الى موسى عليه السلام فانه اكثر الانبياء ومعالجة للامة ومعرفة لسياستها

اور ان امور کی دریافت جن پر ملائکہ مقرر ہیں عرش مسابقت کیا کرتے ہیں۔

گریۂ موسیٰؑ واضح ہو کہ گریہ موسیٰؑ سے حسد کا اظہار مراد نہیں بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ اونکی رسالت تمام دنیا کے لئے عام نہ تھی اور یہ کمال باقی تھا جو موسیٰ کو ملا نہیں تھا۔

سدرۃ المنتہی درخت عالم ہے کہ ایک جزو دوسرے جزو پر مترتب اور یہ سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں جیسا کہ درخت کی بھی غذا و نمو میں یہی حال ہے۔ واضح رہے کہ کسی حیوان پر اسکی تمثیل نہیں دیکھی گئی کیونکہ وہ تدبیر کلیہ اجمالیہ جو سیاست کلیہ سے مشابہت رکھتی ہے وہ بھی مفرد ہے اسکی بہترین مشابہت اسکی درخت میں پائی جاتی ہے کہ ایک ہی تنہ پر مختلف قسم کی شاخیں۔ ڈالیاں اور پتے ہوتے ہیں اور غذا و نمو میں بار برابر مستفیض ہیں اور حیوانوں میں یہ مشابہت پائی نہیں جاتی کیونکہ انسان میں قواے تفصیلیہ بھی ہیں اور وہ ارادہ بھی رکھتے ہیں اور یہ سنن طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں۔

دریاے آسمانی کی اصل خدا کی رحمت فائضہ ہے جو عالم ملکوت میں عالم شہادت کے محاذی موجود ہے نیز حیات و نمو بھی اسی میں داخل ہے اسلئے ظاہر چند اسباب نافعہ مثل نیل و فرات وغیرہ کا تعین فرمایا گیا ہے۔

انوار الٰہیات ـ رہے وہ انوار جنہوں نے اسے ڈھانپ لیا وہ تدلیات رحمانی اور تدبیرات ربانی ہیں جو عالم ظہور میں جلوہ گستر اور نور ریز ہیں۔ جہانتک اس عالم میں انکی استعداد پائی جاتی ہے

بیت المعمور کی حقیقت وہ تجلی ہے جسکی طرف بندگان خدا کی دعاؤں اور سجدوں کا رخ ہوتا ہے اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ میں جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے ـ ایک گھر کی تمثیل لئے ہوئے ہے

پانچ وقتوں کی نماز کا تقرر بھی زبان تجوزی سے ہوا ہے لیکن ثواب کے اعتبار سے یہ پانچ پچاس کے برابر ہیں ـ گویا خداوند عالم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو ۵۰ کے برابر کامل ہے اور حرج درمیان سے اٹھا دیا گیا ہے ـ یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سند سے متمثل کیا گیا ہے کیونکہ جناب ممدوح بہت سے انبیا علیہ السلام سے امت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست اور شناخت و معرفت امت میں بڑھے ہوئے ہیں۔

شاہ صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو مشاہدات معراج کی اصلی حقیقت سمجھکر ہم نے نہین لکھا ہی۔ بلکہ اس کی نقل سے ہمارا مدعای خاص یہ ہے کہ حکمت و فلسفہ کے موجودہ زمانہ ارتداد مین جو معراج جسمانی کے محال ہونیکی متعلق دعوی کئی جاتے ہین اونکو قریب العقل والامکان ثابت کردین ورنہ معراج کے مشاہدات غیبیات قدرت کی ایسے نازک اسرار ربانی ہین جنکا تحمل الفاظ انسانی نہین کر سکتے

صاحب رحمۃ العالمین نے خاتمہ بحث پر جو عبارت حاشیہ لکھی ہے ہم اُس سے پورا اتفاق کرتے ہین اوذیل مین نقل کرکے بحث معراج کو تمام کردیتے ہین اور یہان اسیقدر بیان کو کافی سمجھتے ہین۔ صاحب رحمۃ للعالمین لکھتے ہین۔

علامہ ابن القیم لکھتے ہین۔ حضرت عائشہ۔ معویہ وامام حسن بصری سے مروی ہے کہ اسرار روح مبارک کو ہوا تھا اور جسم مبارک اپنی جگہ سے مفقود نہین ہوا تھا۔ علامہ موصوف (ابن القیم) کہتے ہین کہ اسرا، وحی اور خواب مین بہت فرق ہے۔ اسرا، وحی سے مراد تو یہی ہے کہ رُوح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی۔ اور خواب مین یہ بات نہین ہوتی۔ یہ درجہ اتم اکمل۔ اشرف اور اعلی ہے۔ علمار کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اسرا بدن اور روح کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد ابن القیم صفحہ ۳۰۱۔

واضح ہو کہ عروج جسدی کا انکار آجکل کے فلسفہ خشک کے اعتبار پر فضول ہے کیونکہ جس قادر مطلق نے اجرام سماویہ کے بھاری بھرکم اجسام کو بمقام رکھا ہے اور عین خلا، مین اوسکو قایم کیا ہے وہ جسم انسان کے جرم صغیر کو خلا، مین لیجانے کی بھی ضرور قدرت رکھتا ہے۔ آجکل لوکسیجن (OXYGINE) کی طاقت سے ہوائی جہاز اور اون جہازون کے اندر آدمی برابر اوڑ رہے ہین۔ اس لئے خداوند کریم کا اپنے نبی کریم کو سواری براق۔ جو البرق سے مشتق اور الکٹرسٹی (ELECTERICITY) کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کُن ہے ملکوت السمٰوات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہین۔ رحمۃ اللعالمین ۶۶

براق اور معراج کی گویا تمام بحث کو میر وحید صاحب مرحوم لکھنوی نے اپنے ایک مصرعہ مین لکھکر تمام کر دیا ہے۔ جو براق کی صفت مین فرمایا گیا ہے ؂ کہنے کو براق اصل مین خالق کی کشش تھی۔

وجوب نماز پنجگانہ | معراج سے واپسی کے بعد اُمت اسلامیہ پر پانچ وقتون کی نماز واجب کی گئی۔ وجوب نماز کے تعیّن کی نسبت علمادین مین اختلاف ہے۔ بیکار کا اختلاف ہے تحقیق کی جاتی ہے تو یہ اختلاف اصل نماز کے وجوب مین یا اوسکے تعین اوقات مین نہین ہے رکعات کی نسبت اختلاف ہے۔ ورنہ اصل دو رکعتی نماز فجر اور عصر کی تو بعثت کے وقت ہی سے واجب کر دیگئی تھی۔ اور ترکیب نماز بھی ناموس الٰہی نے اوسیوقت تعلیم کر دی تھی۔ جسوقت وہ وحی الٰہی لیکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

اگر اون علمار کے اقوال پر اعتبار کیا جاتا ہے جو مطلق وجوب نماز کو واقعہ معراج کے کھینچ لیجاتے ہین تو سوال پیدا

وہان موجود تھے۔ آپ نے فرمایا مرتے مرتے لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے کہ مین خدا کے ہان آپ کے ایمان کی شہادت دون۔ ابو جہل اور ابن امیہ نے کہا کیا تم عبد المطلب کے دین سے پھر جاؤ گے بالآخر ابو طالب نے کہا کہ مین عبد المطلب کے دین پر مرتا ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف خطاب کرکے کہا مین وہ کلمہ کہہ دیتا لیکن قریش کہین گے کہ موت سے ڈر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مین آپ کے لئے دعاے مغفرت کرونگا جبتک کہ خدا مجھکو اس سے منع نہ فرماوے۔

یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ مرتے وقت ابیطالب کے ہونٹھ ہل رہے تھے۔ حضرت عباس نے جو اسوقت کافر تھے کان لگاکر سنا تو آنحضرت صلعم سے کہا کہ تم نے جس کلمہ کے لئے کہا تھا ابو طالب وہی کہہ رہے ہین۔

اس بنا پر ابو طالب کے اسلام مین اختلاف ہے لیکن چونکہ بخاری کی یہ روایت عموماً صحیح مانی جاتی ہے اسلئے محدثین زیادہ تر اونکے کفر ہی کے قائل ہین۔ لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت قابل حجت نہین کہ آخر راوی مسیب ہین جو فتح مکہ مین اسلام لائے اور ابو طالب کی وفات کے وقت موجود نہین تھے اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے ابن اسحاق کے سلسلہ مین عباس ابن عبد اللہ ابن معبد در عبد اللہ ابن عباس ہین اور دونون ثقہ ہین لیکن بیچ کا ایک راوی یہان بھی رہ گیا ہے اس بنا پر دونون روایتون کے درجہ استناد مین چندان فرق نہین۔

ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے جو جان نثاریان کین اوس سے کون انکار کرسکتا ہے وہ اپنے جگر گوشون تک کو آپ کے اوپر نثار کرتے تھے۔ آپ کی محبت مین تمام عرب کو اپنا دشمن بنایا۔ آپ کی خاطر محصور ہوئے۔ فاقے اوٹھائے شہر سے نکالے گئے۔ تین تین برس تک آب و دانہ بند رہا۔ کیا یہ محبت یہ جوش یہ جان نثاریان سب ضایع جاینگی۔

ابو طالب آنحضرت صلعم سے ۳۵ برس عمر مین بڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے نہایت محبت تھی ایک دفعہ وہ بیمار پڑے۔ آنحضرت صلعم انکی عیادت کے لئے گئے تو اونھون نے کہا کہ بھتیجے جس خدا نے تجھکو پیغمبر بناکر بھیجا ہے اوس سے دعا نہین مانگتا کہ مجھکو اچھا کردے۔ آپ نے دعا کی اور وہ اچھے ہوگئے آنحضرت صلعم سے کہا خدا تیرا کہنا مانتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر آپ بھی خدا کا کہنا مانین تو وہ بھی آپ کا کہنا مانے سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۸۲

چونکہ شبلی صاحب نجات ابیطالب کے متوقع اور اونکے با ایمان ہونیکے موید ہین اس لئے ہمکو حضرت ابیطالب کے ایمان لانیکے متعلق بحث کرنا منظور نہین ہے۔ کیونکہ اونکے صاحب ایمان ہونیکے ثبوت مین متعدد کتابین ہم سے صدہا برس پیشتر تیار ہوچکی ہین۔ اور خود سواد اعظم کے اکابر علما و محدثین نے اس مسئلہ مین اپنے مخالفین کی تمام غلط فہمیون کی مدلل اور مفصل طور پر پوری تردید کردی ہے کہ اب اوسمین کسی کو عذر و کلام کی ذرا بھی گنجایش باقی نہین ہے علامہ سیوطی کے خاص دو رسالون کے علاوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ خصوصاً ایسی حالت مین جب اونکی استدعا و استرضا کے خلاف انھون نے آنحضرت صلعم کی حمایت و رفاقت سے ہاتھ نہ اوٹھایا۔ یہانتک کہ شعب کے سہ سالہ مصائب۔ شدائد اپنی بوڑھی جان پر برداشت کرلئے نتیجہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ شبلی صاحب کی یہ غلط بیانی صرف بنی امیہ کی مدد رسانی تھی اور فضائل بنی ہاشم سے روگردانی۔ اللہ باقی من کل فانی۔ المولف عفی عنہ

عمدۃ المطالب - محمد بن طلحہ الشافی - مطالب السئول اور توضیح الدلائل - محمد بن یوسف اور اسنی المطالب فی نجات ابیطالب مفتی احمد بن زینی دحلان متولی مسجد الحرام - مکہ معظمہ - جو امام الحرمین سید محمد بن رسول الشہیر بعلامہ برزنجی کی کتاب کا خلاصہ ہے یہ تمام تصنیفات و تالیفات اسی موضوع خاص پر مرتب ہو چکی ہیں۔

لیکن باوجود اسکے کہ شبلی صاحب نے اپنی مذکورۂ بالا رائے میں موثقین مرقوم الصدر کی تائید کی ہے مگر تاہم آپ کا طرز بیان بجز مبہم کا مبہم رہ گیا ہے۔ ہمکو آپ کے ابہام کی ابھی صفائی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی قدیم کوتہ قلمی کی شکایت سے شکایت بھی نہیں۔ کیونکہ یہ آپ کی عادت ہے خصوصاً بنی ہاشم کے حالات میں اور انسان عادت سے مجبور ہے کیونکہ وہ طبیعتہ الثانیہ ہو جاتی ہے۔

بہر حال شبلی صاحب نے بہت بڑی فروگذاشت یہ کی کہ حضرت ابیطالب کی اوس وصیت کی نقل کیطرف توجہ نہیں کی جو اونھوں نے تمام اکابر قریش کے مجمع میں اپنے بستر مرگ پر اپنے مرنے سے بالکل قریب بیان کی تھی اور جسکو قریب قریب تمام علماء محدثین اور مورخین نے نقل کیا ہے۔ اوس کے نقل و مطالعہ سے آپ کو اونکے ایمان و اسلام کا پورا پتا لگ جاتا۔ ہم امام برزنجی کی عبارت و الفاظ میں اوسکو حسب ذیل نقل کر دیتے ہیں۔

یا معشر قریش انتم صفوۃ اللہ من خلقہ وقلب العرب فیکم السید المطاع وفیکم المقدام الشجاع والواسع الباع واعلموا انکم لم تترکوا للعرب فی المآثر نصیبا الا احرزتموہ ولا شرفا الا ادرکتموہ فلکم بذلک علی الناس الفضیلۃ ولہم بہ الیکم الوسیلۃ والناس لکم حرب وعلی حربکم الب وانی اوصیکم بتعظیم ہذہ البنیہ یعنی الکعبۃ فان فیہا مرضات للرب وقواما للمعاش وثباتا للوطاءۃ وصلوا ارحامکم فان فی صلۃ الرحم منساءۃ ای فسحۃ فی الاجل وزیادۃ فی العدد واترکوا البغی والعقوق ففیہما ہلکت القرون قبلکم اجیبوا الداعی واعطوا السائل فان فیہما شرف الحیات والممات وعلیکم بصدق الحدیث واداء الامانۃ فان فیہا محبۃ فی الخاص ومکرمۃ فی العام واوصیکم بمحمد خیرا فانہ الامین فی قریش والصدیق فی العرب وھو الجامع

اے گروہ قریش تم مخلوقات خدا میں برگزیدہ ہو۔ اور عرب کے دل ہو سردار قابل اتباع۔ اور دلاور فراخ سینہ تم میں سے ہوتے ہیں تم جانتے ہو کہ عرب کی خوبیوں میں سے کوئی ایسا حصہ نہیں جو کہ تم نے نہ جمع کر لیا ہو اور کوئی ایسی فضیلت نہیں باقی رہی جو تمکو نہ مل گئی ہو اسی سبب سے تم لوگوں پر فضیلت رکھتے ہو اور لوگ تمہارا وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں۔ لوگ تمہارے لئے لڑنے والے اور تمہارے آلات حرب ہیں میں تمہیں اس مکان یعنی کعبہ کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اسمیں پروردگار عالم کی خوشنودی۔ روزی کا سہارا اور سامان کی درستی ہے اور صلہ رحم اختیار کرو کیونکہ صلہ رحم میں کشائش ہے اپنی عمر کی زیادتی اور نسل کی کثرت۔ بغاوت اور نافرمانی کو ترک کرو کہ ان دونوں کے سبب تم سے پہلے بہت سے قرن (قومیں) ہلاک ہو چکے۔ (مذہب حقہ) کے دعوت کرنے والے کی سنو اور سائل کی حاجت پوری کرو کیونکہ ان دونوں میں شرف حیات و ممات ہے اور تمہیں سچ بولنا اور امانت کا ادا کرنا لازم ہے کیونکہ ان دونوں باتوں کے سبب سے خواص میں محبت ہوتی ہے اور عوام میں عزت اور میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت تمکو وصیت کرتا ہوں کہ

لکل ما اوصیتکم بہ وقد جاء بامر قبلہ الجنان وانکرہ اللسان مخافۃ الشنآن وایم اللہ کانی انظر الی صعالیک العرب واهل الاطراف والمستضعفین من الناس قد اجابوا دعوتہ وصدقوا کلمتہ وعظموا امرہ فخاض بهم غمرات الموت فصارت رؤساء قریش وصنادیدها اذنابا ودورها خرابا وضعفاؤها اربابا واذا اعظمهم علیہ احوجهم الیہ وابعدهم منہ احظاهم عندہ قد محضتہ العرب ودادها واصفت لہ قیادها یا معشر قریش کونوا لہ ولاۃ ولحزبہ حماۃ وفی روایۃ دونکم وابن ابیکم کونوا لہ ولاۃ ولحزبہ حماۃ واللہ لا یسلک احد سبیلہ الا رشد ولا یاخذ احد بهدیہ الا سعد ولو کان لنفسی مدۃ ولاجلی تاخیر لکففت عنہ الهزاهز ولدفعت عنہ الدواهی وقال لهم لن تزالوا بخیر ما سمعتم من محمد وما اتبعتم امرہ فاطیعوہ ترشدوا

وہ امین قریش ہے اور صدیق عرب اور جن باتون کی مین نے تمہین وصیت کی ہے وہ اُن تمام اوصاف کا جامع ہے وہ ایسا امر لیکر آیا ہے جسے دل تو قبول کرتا ہے مگر زبان بخوف طعن انکار کرتی ہے۔ خدا کی قسم مین گویا عرب کے فقیرون قرب وجوار کے باشندون اور کمزور لوگون کو دیکھتا ہون کہ انہون نے اوسکی منادی قبول کرلی ہے۔ انلوگون نے اوسکے کلام کو برحق مان لیا ہے اور اوسکے حکم کو بزرگ سمجھ لیا ہے اور وہ انکو لیکر موت کے بھنورین کو د پڑا ہے اور وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہین اور قریش کے سردار سب ادنی درجہ کے ہوگئے ہین اونکے مکان تک برباد ہوگئے ہین اور جو زبردست تھے زیردست ہوگئے ہین۔ جو لوگ اپنے آپ کو محمد سے بڑا سمجھتے تھے وہ اوسکے محتاج بن گئے ہین اور جو اوس سے دور تھے قریب آگئے ہین اعراب بادیہ نے اوسکی خالص دوستی اختیار کرلی ہے اور اپنے آپ کو اوسکے اختیار مین دیدیا ہے۔ اے گروہ قریش اوسکے دوست بنجاؤ اور اوسکے گروہ کے حامی بنجاؤ اور ایک روایت مین یون ہے کہ تمہین اور تمہارے بھائیون کو لازم ہے کہ اوسکے دوست بنجاؤ اور اوسکے گروہ کے حامی ہوجاؤ اور قسم بخدا کوئی ایسا نہین ہے جو اوسکی راہ چلے اور نیکی نہ پائے اور اوسکا ہدیہ قبول کرے اور سعید ہوجائے اور اگر میری زندگی مین کچھ دیر لگتی اور میری عمر کچھ اور ہوتی تو مین ہر قسم کی تکالیف ومصائب وشدائد کو اون سے دور کرتا۔ اور ایک بار قریش سے یہ بھی کہا کہ جبتک تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی سنتے رہوگے اور اوسکے احکام کی پیروی کئے جاؤگے تمہارے لئے بہتری ہی بہتری رہے گی۔ لہذا اوسکی اطاعت کرو کہ رشید ہوجاؤ۔ منقولا عن قاضی زینی دحلان من کتابہ اسنی المطالب ص ۷۷ا

حضرت ابیطالب کے یہ الفاظ وصیت ہین جو صاف بتلا رہے ہین کہ انکا کہنے والا۔ ان کا اقرار نہ کرنے والا۔ اوسوقت کے مسلمانون سے محبت عقیدت اور حمایت اسلام مین اگر بڑہا نہین تہا تو کسیطرح کم بھی نہین تھا۔

اب ہم حسب الوعدہ شبلی صاحب کی مبہم عبارت اور دو جملی فیصلہ کا انکشاف کرتے ہین۔

خیریت ہے کہ شبلی صاحب نے اپنے اس ابہام فی الکلام کی وجہ خود لکھدی ہے۔ لکھتے ہین کہ۔ اس بناپر روایت بخاری اور ابن ہشام کے اختلافات دکھلا کر ابوطالب کے اسلام مین اختلاف ہے لیکن چونکہ بخاری کی روایت عموما صحیح تر مانی جاتی ہے اس لئے محدثین زیادہ تر ان کے کفر ہی کے قائل ہین

اس سے معلوم ہوگیا کہ آپ ایمان ابوطالب کے قائل ضرور ہین لیکن بخاری صاحب کے خوف سے اقرار واعلان

نہین کرسکتے۔ تو سوال یہ ہے کہ پھر آپ کے اس بیان سے ایک تحقیق کے طالب کو کیا فائدہ پہونچا۔ اور وہ کہان تک اصل حقیقت معلوم کرسکا؟ آپ کی آخری رائے دیکھکر وہ اتنا کہہ سکتا ہے کہ آپ موید اسلام ابوطالب کے ہمخیال ہین لیکن آپ خود محقق ہین۔ جانتے ہین کہ طالبان تحقیق کو کسی شخص خاص کی ذاتی رائے کے معلوم کرنے سے تسکین نہین ہوتی تا وقتیکہ وہ اپنے مدعائے تحقیق کی حقیقت اور اصلیت کو مع اونکے تمام اسباب وعلل کے پورے طور سے نہ حاصل کرلے آپ کی دو رخی رائے اور اوسکی اہمیت اوسکو معلوم ہوگئی۔ جو اون دونون روایتون پر مبنی ہے۔ ایک مسلم و بخاری کی روایت پر جو ایمان ابیطالب کے مخالف ہے۔ دوسری سیرت ابن اسحاق کی روایت پر جو ایمان ابی طالب کی موید اور مثبت ہے۔

آپ نے ان متضاد مرویات کو جمع کرکے کوئی فیصلہ کن رائے تو دی نہین۔ وہی ترجیح بخاری والا قدم سلپ پیش کردیا جس کا عنوان ایسے ہی مقامات کی ضرورت خاص کے لحاظ سے آپ نے اپنے دیباچہ کتاب ہی سے آغاز کیا تھا اور ہم نے بھی آپ کے دیباچہ کے تبصرہ مین شروع ہی سے آپ کے اس حفظ ما تقدم ہوشیاری اور قلمکاری کا مفصل اور مدلل طریقہ سے انکشاف حقیقت کردیا ہے۔

کیون صاحب۔ ایک ایسا شخص بستر مرگ پر پڑا ہے جو آپ کے نزدیک مسلمان نہین ہے اوسکے اعزہ اور احباب اوسکو آخری بار رخصت کے لئے خصوصیت کی ضرورت سے اوسکے پاس جمع ہین۔ باہم گفتگو ہو رہی ہے تو اس واقعہ اور اسکے ایسے تمام واقعات کو سیرت و تاریخ کے موضوع سے تعلق ہوگا۔ یا آپ کی حدیث و اصول کی کتابون سے؟ اور ان تمام واقعات شخصی یا قومی کی حقیقت معلوم کرنیکے لئے آپ سیرت و تاریخ کا مطالعہ فرماینگے۔ یا حدیث و تفسیر کی تالیفات کو دیکھینگے۔ کبھی کوئی شخص سیرت و تاریخ کے ہوتے ہوئے ان امور کی اطلاع وعلم کے لئے حدیث و تفسیر کی کتابون کو نہین دیکھے گا۔ یہی تو آپ کی غرض خاص تھی کہ آپنے ان خصوصیات سیر و تاریخ کی تحقیق کو حدیث ہی کی کتابون مین اور خصوصاً بخاری و مسلم مین دیکھنے اور اعتبار کرنے کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے۔ اس لئے اصول تحقیق کی بنا پر اس واقعہ کی نسبت سیرت ابن اسحاق کی روایت پر اعتبار کیا جائیگا اور اوسکے مقابلہ مین بخاری و مسلم کی مرویات پر کوئی توجہ نہین کی جائے گی۔ کیونکہ سیرۃ ابن اسحاق بخاری و مسلم سے اتنی قدیم ہے کہ اوس کی تدوین کے وقت علم الحدیث کا نام بھی نہین تھا۔ بخاری و مسلم کجا۔

اب اصول تنقید سے بھی دیکھئے تو ابن اسحق کی روایت مین کوئی نقص نہین پایا جاتا۔ آپ خود لکھتے ہین عباس بن عبداللہ بن معبد اور عبداللہ بن عباس۔ دونون ثقہ ہین۔ لیکن بیچ کا ایک راوی یہان بھی رہ گیا ہے۔ ہم کہتے ہین کہ نہین رہا ہے۔ کیونکہ ابن اسحاق نے عباس بن عبداللہ بن معبد کے بعد لکھدیا ہے عن بعض اھلہ (اپنے گھروالون مین سے کسی کی زبانی) ممکن ہے کہ عباس ابن عبداللہ کو وقت پر نام نہ یاد رہا ہو۔ تو جب عن بعض اہلہ موجود ہے۔ تو ایک راوی درمیان تو موجود ہے سلسلہ منقطع کیسے ہوا اور بیچ کا راوی رہ کیسے گیا؟ ایسی مثالین آپ علی الاکثر تمام حدیثون کے سلسلہ روات مین پائینگے۔ چنانچہ ابن سعد تو اکثر اپنی اسناد کی نقل قال بعض اھل العلم سے شروع کردیتے ہین اور برابر ایسی روایتین نقل ہوتی ہین۔

عباس ابن عبداللہ کی نسبت آپ وضع حدیث کا گمان کرہی نہین سکتے کیونکہ خود لکھ چکے ہین کہ عبداللہ بن عباس اور عباس

بن عبداللہ دونو ثقہ ہین۔ اس بنا پر آپ کو تسلیم کر لینا ہوگا کہ عباس ابن عبداللہ نے اپنے بعض عزیز کا حوالہ دیدیا ہے اور نام نہین بتلایا صرف اس وجہ سے کہ اوسوقت اونکو نام نہین یاد رہا۔ پھر جب آپ کا معتبر اور معتمد علیہ شخص یہ کہتا ہے کہ مین نے اپنے عزیز خاص سے سُنا ہے اور صرف نام نہین لیتا ہے تو کیا اوس کا یہ بیان آپ کے نزدیک قابل اعتبار نہوگا؟ پھر جب آپ کسیطرح دیکھے بیان کو قابل استرداد نہین ٹھہرا سکتے تو آپ کا عن بعض اہلہ کی موجودگی ہین یہ بیدھڑک کہدینا کہ بیچ کا ایک راوی رہگیا ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ اس لئے یہ ضرور قابل تسلیم ہوگا کہ عباس بن عبداللہ نے اپنے ایک عزیز سے اور اوس نے عبداللہ بن عباس سے اور اونھون نے اپنے پدر بزرگوار عباس ابن عبدالمطلب سے سُنا ہو۔ حقیقت کی نظر سے دیکھئے تو ابن اسحٰق کی روایت اول سے آخر تک متصل ہے مفصل اور مسلسل اور کہین سے بھی منقطع اور موقوف نہین۔

اب اسکے مقابلہ مین بخاری اور مسلم کی روایت اور اونکی حقیقت۔ شبلی صاحب خود معترفانہ طور پر تحریر فرماتے ہین کہ بخاری کی یہ روایت چندان قابل احتجاج نہین کہ آخر راوی ابو مسیب ہے جو فتح مکہ مین اسلام لائے اور ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہین تھے۔ اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ جب اس روایت کی حقیقت حال اور کیفیت رجال سے آپ واقف ہوچکے تھے اور اسکے ساتھ ہی ابن اسحاق کی روایت کے متعلق یہ ثابت ہوچکا تھا کہ اسکے راوی بخلاف مسلم و بخاری کے ثقہ ہین اور یہ بطور مرفوع متصل مروی ہوئی ہے۔ تو پھر آپ نے صاف صاف لفظون مین کیون فیصلہ نہ کردیا اور بتلا دیا کہ ایمان ابی طالب کے مسئلہ مین اختلاف بیکار ہے۔ ابن اسحاق کی روایت سے اونکا ایمان لانا حقیقی طور پر ثابت ہے۔ کیونکہ ابن اسحاق کی روایت کے متعلق آپ اپنا پورا اطمینان کرچکے ہین۔ ایک درمیان کے راوی بیچ کا جو گر ان گیا تھا وہ بھی غلط تھا۔ راوی موجود ہے۔ مگر راوی اول کو اوسکے نام کی جگہ اوسکی خصوصیت یاد رہی کہ وہ اسکے گھر والون مین سے ہے۔ تو اس روایت کا یہ آخری نقص بھی جاتا رہا۔ ان تمام دلائل سے ابن اسحٰق کی روایت عقلاً و نقلاً بالکل صحیح اور فی الواقع ہے۔

لیکن باینہمہ ایک تعصب کی او راہمین بھی بخاری کی قلمکاری نے اسلام کے ہر واقعہ کی حقیقت ہی بدل دی ہے اور آپ حضرات نے عقیدتمندانہ طور پر تقلید اسلاف کے زیر اثر ہوکر اور مؤلف و مستحق کے ذاتی بغض کے خلاف اونھین کی تائید و توثیق مین دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے۔ ابھی ابھی دعوت قریش کے واقعہ مین محض استخفاف فضائل علی کی غرض سے بخاری نے جیسی جیسی قلمکاریان و کھلائی ہین اونکی پوری حقیقت کا صفحات گذشتہ کی عبارات زیرین حاشیہ مین پورا انکشاف کر دیا گیا ہے۔ اس دفعہ مین بھی جہانتک حقیقت کی نظر ڈالی جاتی ہے حضرات مسلم و بخاری کی قلمکاری ہی ثابت ہوتی ہے۔

اتنا لکھکر۔ اب ہم اس بحث کے دوسرے پہلو کیطرف متوجہ ہوتے ہین۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم بخاری اور مسلم صاحب کی مرویات پر اعتبار کرلین تو ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ ان روایات مین حضرت ابیطالب نے کن الفاظ مین انکار ایمان کیا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری و مسلم نے ابوطالب کے اس کلمہ کو کہ مین عبدالمطلب کے

دین پر قائم رہا ہوں۔ انکا یہ ایمان سمجھا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلم و بخاری حضرت عبد المطلب کے ایمان کے بھی قائل نہیں ہیں اور اونکا کافر مرنا بھی (نعوذ باللہ) صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ اون دونو علما کا یہ قول جمہور علماء و محدثین کی مختار متفقہ سے بالکل مخالف ہے شرح زرقانی میں حضرت عبد المطلب کے با ایمان قضا کرنے کی بڑی طولانی بحث صفحہ ۱۹۷ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۲۹ پر تمام ہوئی ہے اور نتیجہ بحث میں حضرت عبد المطلب کو تمام عمر دین حنیف پر ثابت اور مسلک توحید پر قائم تبلایا ہے اور خاتمہ بحث پر اکثر محدثین و محققین کے اقوال سے واقعہ اصحاب الفیل اور ہزیمت ابرہۃ الاشرم کے متعلق آپ کو صاحب کرامات تسلیم کیا ہے اور خود شبلی صاحب نے بھی دیباچہ میں مفصلہ ذیل واقعہ کو انکے مومن ہونے کے ثبوت میں نقل فرمایا ہے۔

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ مین نے مامون الرشید کے خزانہ میں ایک دستاویز دیکھی تھی جو عبد المطلب ابن ہاشم (آنحضرت صلعم کے جد امجد) کے ہاتھ کی لکھی تھی۔ اوسکے الفاظ یہ تھے۔

حق عبد المطلب بن هاشم من اهل مكة على فلان بن فلان الحميري من اهل وزل صنعاء عليه الف درهم فضة كيلا بالحديدة ومتى دعاه بها اجابه شهد الله والملكان.

یہ عبد المطلب بن ہاشم ساکن مکہ کا قرضہ ہے فلان ابن فلان حمیری پر ہے جو صنعاء یمن کے علاقہ میں شہر وزال کا رہنے والا ہے۔ یہ چاندی کے ہزار درہم ہیں جب طلب کیا جائیگا وہ ادا کر دے گا۔ خدا اور اوس کے دو فرشتے گواہ ہیں۔

جب شبلی صاحب کے ان اعترافات اور مذکورہ بالا علماء محدثین کی مذکورہ بالا تحقیقات سے حضرت عبد المطلب کا دین دین حنیف اور مسلک توحید ثابت ہوتا ہے اور انہیں مسالک پر اونھوں نے نہایت رعایت فرمائی۔ تو ابی طالب کا انتقال فرماتے وقت یہ اقرار کرنا جسکو خود صاحب صحیحین مسلم و بخاری لکھتے ہیں کہ مین دین عبد المطلب پر قائم ہوں کیسے (نعوذ باللہ) اونکی کافر مرنیکی دلیل ہو سکتا ہے کیونکہ دین عبد المطلب جب دین حنیف اور شرع توحید ثابت ہو چکا اور یہی اونکے ثبوت ایمان کیلئے کافی تسلیم کر لیا گیا۔ تو پھر دین و ایمان ابیطالب میں جو باقرار اونکے عین دین و ایمان عبد المطلب ہے کسی کو کیا عذر و کلام ہو سکتا ہے ہم اس سے زیادہ بحث نہیں لکھیں گے تحقیق مزید کے لئے عمدۃ المطالب۔ مطالب السؤل۔ اسنی المطالب۔ تالیفات

لہ ہم اس موقع پر شبلی صاحب کو اونکی مندرجہ بالا بحث کیطرف پھر یاد دلاتے ہیں کہ راوی رہا نہیں۔ ذکر موجود ہے نام نہیں یاد رہا۔ جیسا کہ ابن ندیم کو پوری عبارت دستاویز (ہینڈ نوٹ) یاد رہی لیکن قرض گیرندہ کا نام یاد نہیں رہا۔ تو کیا اس سے دستاویز کا وجود ہی غائب کر دیا جائیگا۔ علی الاکثر کتابوں میں محدثین کا بھی دستور پایا جاتا ہی اسلئے ابن ندیم نے بھی وہی قدیم طریقہ نقل اختیار کیا ہی اور اس دستاویز میں قرض لینے والے کا نام چونکہ سہو ہو گیا ہے اسلئے فلان بن فلان لکھدیا لیکن تاہم حمیری کا لفظ لکھکر اوسکی قومیت تبلادی۔ اسی طرح ابن اسحاق کے راوی کو اپنے اوس عزیز کا نام وقت پر یاد نہ رہا مگر شخصیت اور خصوصیت ضرور یاد تھی۔ اس لئے بعض اہلہ لکھدیا تو کیا برا کیا بخاری صاحب تو اکثر نقل احادیث میں فلان بن فلان اور کذا و کذا کی اشارت سے برابر کام لیتے ہیں۔ المولف عفی عنہ

امام سبکی۔ قرطبی۔ شعرانی اور علامہ شبیبی اور امام سیوطی کے رسالجات کی طرف جو نجات ابای کرام آنحضرت صلعم کے موضوع خاص پر لکھے گئے ہیں۔ رجوع کرنا چاہیئے۔

بعد ابیطالب رسول اللہ کے مصائب ان دونوں پے در پے صدمات نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیحد متردد اور مضطر بنا رکھا تھا۔ رسول اللہ صلعم کا گھر اوجڑ گیا تھا حضرت ابی طالب سے الیسا مربی اور سرپرست سر سے اوٹھ گیا لیکن بدخواہ۔ بیدرد اور ظالم کفار قریش کی دلی مرادیں برآئیں۔ تمنائیں پوری ہوئیں۔ اب نہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پہلو میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ (سلام اللہ علیہا) کی الیسی ہمدرد و غم میں ہر وقت کی شریک و رفیق بی بی باقی ہے جو تردد و فکر اور رنج و غم میں آپ کو تسکین و تشفی دے اور نہ سرپر حضرت ابیطالب کے الیسا عم بزرگوار اور سرپرست رہا کہ جو ظالمین مکہ اور مشرکین قریش کے مہلک حملوں سے آپ کو بچائے اور نصرت و حمایت فرمائے۔ اونکی انہیں خصوصیات کی رعایت سے آنحضرت صلعم یتیم عبداللہ کی جگہ **یتیم ابی طالب** کے لقب خاص سے مشہور تھے۔ ان کے اوٹھ جانے سے مخالفین کو آپ کی ایذا رسانی کی عملی ترکیبوں میں پوری آزادی مل گئی۔ اور اب اونکو تامل و تحمل کی کوئی ضرورت یا مجبوری باقی نہیں رہی اسوقت تک اونکو جو کچھ تامل ہوتا تھا وہ صرف حضرت ابی طالب کی عظمت اور ذاتی وجاہت کے سبب سے جسکو وہ اپنی وفد کی پیش کرنے کی ہر موقع میں اپنی تقریروں کیساتھ معترفانہ طور پر ظاہر کر چکے تھے۔ اب وہ نہیں رہے تو یہ مجبوری بھی نہیں رہی۔ اور اب وہ کمال آزادی بیباکی سے آنحضرت صلعم کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی میں سرگرم اور مستعد ہوگئے۔ یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ میں رہنا دشوار ہوگیا۔ آپ اونکی اس دلیری اور جرات کے سبب کو خوب جانتے تھے۔ اوسوقت جناب ابیطالب کی شفقت و مرحمت مربیانہ کو یاد فرماکر اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے

یا عم ما اسرع ما وجدت فقدك

اے عم بزرگوار آپ کے بعد جو مصیبت آپ کے نہ ہونے کی تھی کیسی جلد آپڑی اسنی المطالب ص ۲۶ مطبوعہ دہلی۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مصائب و شدائد متواترہ سے ایسے متاسف اور متاثر ہوئے تھے کہ آپ نے ان اعظم ترین مصائب کی خاص رعایت سے اس سال کا نام **عام الحزن** رکھا تھا۔ جو آج تک اسلام کی کتب تاریخ و حدیث میں منقول و مذکور چلا آتا ہے۔ شبلی صاحب رقمطراز ہیں

ابیطالب اور خدیجہ کے اوٹھ جانے کے بعد قریش کو کس کا پاس تھا۔ اب وہ نہایت بیرحمی و بیباکی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ راہ میں جا رہے تھے کہ ایک شقی نے آکر فرق مبارک پر خاک ڈالدی اسی حالت میں آپ گھر میں تشریف لائے۔ آپ کی صاحبزادی نے دیکھا تو پانی لیکر آئیں سر دھوتی تھیں اور جوش محبت سے روتی جاتی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ جان پدر روؤ نہیں۔ خدا تیرے باپ کو بچالے گا۔ طبری و ابن ہشام۔

سفر طائف اور رسول اللہ صلعم کی مصیبتیں باوجود اسکے کہ آنحضرت صلعم کو متواتر صدمات پیش آئے مخالفین قریش اور معاندین مکہ نے گھر میں رہنا دشوار کر دیا اور انکے ہر وقت کے ظلم و ستم سے بچنا دشوار ہو گیا۔ نہ جای ماندن نہ پای رفتن

کی نوبت پہونچگئی. مگر. باایں ہمہ جس منصب عظیم کے لئے آنحضرت صلعم منجانب اللہ مبعوث فرمائے گئے تھے جس عہدہ جلیل کی تبلیغ وتعلیم کے لئے اور تنظیم وتعلیم پر مامور کئے گئے تھے اوسکے انجام دہی اور اداکاری مین سرمو فرق نہ آیا۔

اتنے حزن وملال اور ایسے اضطراب وانتشار کے عالم مین بھی آنحضرت صلعم کو ہمہ اُسی کی فکر تھی اور اوسی کا خیال یہ تو ظاہر تھا کہ مکہ معظمہ مین رہکر دعوت اسلام مین مخالفت قریش کی وجہہ خاص سے جسقدر دشواریان اور مشکلین پیش آتی تھین اب وہ اسقدر شدید اور ناقابل برداشت ہوگئی تھین کہ گویا آنحضرت صلعم کو مکہ مین رہکر اپنے امور مین آیندہ کامیابی کی کوئی امید باقی نہین رہی تھی اس بنا پر ضرورت تھا کہ اب بیرونجات مین خود تشریف لیجاکر بالنفس النفیس اسکے لئے کوشش فرماتے. اس تجویز مین سب سے پہلے آپ طائف مین تشریف لیگئے شبلی صاحب سفر طائف کے حالات مفصلہ ذیل عبارتین لکھتے ہین۔

اہل مکہ سے توقطعی ناامیدی تھی۔ اس لئے آپ نے ارادہ فرمایا کہ طائف تشریف لیجائین اور وہان دعوت اسلام فرمائین طائف مین بڑے بڑے امرا اور صاحب اثر رہتے تھے۔ ان مین عمیر کا خاندان رئیس القبائل تھا یہ تین بھائی تھے۔ عبد یالیل مسعود اور حبیب. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے پاس گئے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ ان تینون نے جواب دیے وہ نہایت عبرت انگیز تھے۔ ایک نے کہا کہ اگر تجکو خدا نے پیغمبر بناکر بھیجا ہے تو کعبہ کا پردہ (عظمت) چاک کر رہا ہے دوسرے نے کہا کیا خدا کو پیغمبری کے لئے تیرے سوا اور کوئی نہین ملتا تھا تیسرے نے کہا مین بہرحال تجسے بات نہین کرسکتا. تو اگر سچا ہی تو تجسے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو گفتگو کے قابل ہی نہین۔

ان بدبختون نے اسی پر اکتفا نہین کی۔ طائف کے بازاریون کو ابھار دیا کہ آپ کی ہنسی اڑائین۔ شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ یہ مجمع دورویہ صف باندھ کر کھڑا ہوا۔ جب آپ ادھر سے نکلے تو آپ کے پاؤن پر پتھر مارنا شروع کیا یہانتک کہ آپ کی جوتیان خون مین بھر گئین جب آپ زخمون سے چور ہوکر بیٹھ جاتے تو بازو تھامکر کھڑا کردیتے جب آپ پھر چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے اور ساتھ ساتھ تالیان بجاتے جاتے۔ آخر آپ نے ایک باغ مین انگور کی ٹٹیون مین پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ جو باوجود کفر کے شریف الطبع اور نیک نفس تھا اوس نے آپ کو اس حالت مین دیکھکر تو اپنے غلام کے ہات جسکا نام عداس تھا۔ انگور کا خوشہ ایک کشتی مین لگاکر بھیجا۔ اس سفر مین زید بن حارثہ بھی ساتھ تھے۔ سیرۃ النبی ص ۱۸۳

بیان مین اختصار شبلی صاحب کو اسقدر پسند ہے کہ وہ عبارت واقعات مین اس کی مناسبت وخیر مناسبت کا ذرا بھی خیال نہین فرماتے۔ اسوجہ سے کوتہ رقمی کا موجودہ شعار آپ کے بیان مین ابہام پیدا کردیتا ہی۔ اسکے علاوہ نقل وترجمہ مین بھی آپ اپنے اصلی ماخذ سے اوسیقدر ترجمہ کرتے ہین جسقدر اپنے مفید مطلب پاتے ہین. باقی ندارد۔ حالانکہ آپ کے اوسی قلمزد حصہ روایت سے ارشاد رسالت کے روحانی آثار ثابت ہوتے تھے. تینون رئیسان ثقیف کے جواب مین لبہائے رسالت سے جو ارشاد کیا گیا وہ بالکل مرفوع القلم فرمادیا گیا۔ حالانکہ طبری مین جو آپ کا مستند ماخذ ہے۔ آنحضرت صلعم کا یہ خوش اخلاقانہ جواب اس عبارت مین لکھا ہوا موجود ہے۔

وقد یئس من خیر ثقیف وقد قال لھم فیما ذکر لی اذ فعلتم ما فعلتم واکتموا وکرہ رسول اللہ صلعم ان یبلغ قومہ عنہ فیذئرھم ذلک علیہ ص ۱۲۰۰ جزمین

جب آپ روسا ثقیف کی ہدایت کی طرف سے بالکل مایوس ہوگئے تو آپ نے اون سے کہا کہ اب مین تم سے صرف یہ چاہتا ہون کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرون کے ٹھوکر کھانے کا بھی سبب بن جائین۔

ایسے درد انگیز مصائب اوٹھا کر اوس صبر مجسم اور رحمت عالم نے بارگاہ احدیت مین اپنی مصیبت کے اظہار اور عطائے ہمت و استقلال علی المصائب کی غرض خاص سے جو دعا فرمائی ہے اوسکے حرف حرف سے خدا کی جبروت و جلال اور آپ کی شان عبدیت اور تواضع و انکساری ہویدا و آشکار ہے۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب کے اختصار نے رسالت کے اس معیار کو بھی عام نگاہون سے پوشیدہ رکھا۔ حالانکہ آپ کے تینون ماخذ۔ مواہب لدنیہ۔ طبری اور ابن ہشام مین موجود ہے۔ ہم زبان اقدس کے ان دعائیہ فقرات کو ابن ہشام کے الفاظ مین حسب ذیل لکھتے ہین۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمون سے چور چلنے سے مجبور ہو کر عتبہ ابن ربیعہ کے باغ مین بیٹھ گئے تھوڑی دیر دم لے کر کچھ اطمینان ہوا تو یہ دعا فرمائی۔

اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین و انت ربی الی من تکلنی الی العبد یتجھمنی او الی عدو ملکتہ امری ان لم یکن علی غضب فلا ابالی ولکن عافیتک ھی اوسع لی اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمات وصلح امر الدنیا والاخرۃ من ان ینزل بی غضبک او یحل علی سخطک لک العتبی حتی ترضی لا حول ولا قوۃ الا بک

الٰہی۔ اپنی کمزوری بے سر و سامانی اور لوگون کے تحقیر کرنے کی نسبت مین تیرے سامنے فریاد کرتا ہون۔ تو سب رحم کرنے والون سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ اور درماندہ عاجزون کا مالک ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے مجھے اب کس کے سپرد کیا جاتا ہے؟ کیا بیگانہ ترش رو کے؟ یا اوس دشمن کے حوالہ کیا جاتا ہے جو کام پر قابو رکھتا ہے؟ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہین تو مجھے اوسکی پروا کچھ نہین کیونکہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ زیادہ وسیع ہے۔ مین تیری ذات سے پناہ مانگتا ہون جس سے سب تاریکیان روشن ہو جاتی ہین اور دین و دنیا کے کام درست ہو جاتے ہین کہ تیرا غضب مجھ پر اوترے یا تیری نارضامندی مجھ پر وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔ طبری ۱۰۱۲ ص

ایک عیسائی کا اقرار رسالت اب ہم شبلی صاحب کے اوس قلمزد حصہ روایت کو اوسکے اصل ماخذ سے لکھتے ہین جسمین عتبہ بن ربیعہ کا آپ کی خدمت مین اپنے غلام عداس نامی کے ہات خوشہ انگور کا تحفہ بھیجنا۔ عداس کا جو مذہبا عیسائی تھا آپ کی صبر و تحمل اور اخلاق پاکیزہ کا مشاہدہ کر کے آپ کی رسالت کا اقرار کرنا۔ اور مشرف باسلام ہونا تفصیل سے درج ہے۔ افسوس ہے کہ آپکی اختصار پسندی نے آپ کی کوثرفی۔ کتنے مفید مطالب و مقاصد کو باوجودیکہ اصلی ماخذون مین مرقوم ہین قلمزد کر دیتی ہے۔ طبری اور ابن ہشام اس واقعہ کو مفصلہ ذیل عبارت مین لکھتے ہین۔

فلما رای ابنا ربیعہ عتبہ وشیبہ ما لقی تحرکت لہ رحمہما فدعوا غلاما نصرانیا یقال لہ عداس فقالا لہ خذ قطفا من ھذا العنب وضعہ فی ذلک الطبق ثم اذھب بہ الی ذلک الرجل فقل لہ یاکل منہ ففعل عداس ثم اقبل بہ حتی وضعہ بین یدی رسول اللہ صلعم فلما وضع رسول اللہ صلعم یدہ قال بسم اللہ ثم اکل فنظر عداس الی وجہہ ثم قال واللہ ان ھذا الکلام ما یقولہ اھل ھذہ البلد قال لہ رسول اللہ صلعم ومن اھل ای البلاد انت یا عداس وما دینک قال انا نصرانی وانا رجل من اھل نینوی فقال لہ رسول اللہ صلعم امن قریۃ الرجل الصالح یونس بن متی قال لہ وما یدریک ما یونس بن متی قال رسول اللہ صلعم ذلک اخی کان نبیا وانا نبی فاکب عداس علی رسول اللہ صلعم یقبل راسہ ویدیہ ورجلیہ قال یقول ابنا ربیعہ احدھما لصاحبہ اما غلامک فقد افسدہ علیک فلما جاء ھما عداس قال لہ ویلک یا عداس مالک تقبل راس ھذا الرجل ویدیہ وقدمیہ قال یا سیدی ما فی الارض خیر من ھذا الرجل لقد خبرنی بامر لا یعلمہ الا نبی اللہ فقال ویلک یا عداس لا یصرفنک عن دینک فان دینک خیر من دینہ

طبری ص ۱۲۰۴ جزمن

جب عتبہ وشیبہ پسران ربیعہ نے آپ کا (آنحضرت صلعم) یہ حال دیکھا تو رحم کھا کر اپنے غلام نصرانی عداس نامی کو بلایا اور کہا کہ انگور کا ایک خوشہ کشتی میں لگا کر اس شخص کو دے آ۔ غلام حسب حکم کے مطابق خوشۂ انگور ایک کشتی میں لگا کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے سامنے رکھدیا آپ نے انگور کی طرف دست مطہر بڑھایا اور زبان مبارک سے پہلے بسم اللہ فرمایا پھر انگور کھانے شروع کر دیئے۔ عداس نے نہایت حیرت سے جناب رسالتمآب صلعم کی طرف دیکھا اور پھر کہا یہ تو ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے ایسا کبھی نہیں کہا کرتے نبی صلعم نے پوچھا۔ عداس تم کہاں کے باشندے ہو اور تمہارا کیا مذہب ہے عداس نے جواب دیا میں نینوی کا رہنے والا اور عیسائی مذہب کا آدمی ہوں آنحضرت صلعم نے فرمایا تم مرد صالح یونس بن متی کے شہر کے رہنے والے ہو عداس نے کہا آپ اونھیں کیا جانتیں رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ وہ تو میرے بھائی ہیں میں بھی نبی اللہ ہوں اور وہ بھی نبی اللہ تھے۔ عداس یہ سنتے ہی رسول اللہ صلعم کے قدم پر گر پڑا اور اوس نے آپ کے فرق مطہر اور دست و پائے مبارک کے پے در پے بوسے لئے۔ عتبہ اور شیبہ دور سے غلام کی اس حیرت انگیز عقیدت کو دیکھکر اپنے دل میں کہنے لگے کہ لو غلام تو ہاتھوں سے گیا اتنے میں عداس لوٹ کر آگیا۔ تو اوس سے کہنے لگے کمبخت تجھے کیا ہو گیا تھا کہ بلا سبب اس شخص کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ عداس بولا حضور والا اس شخص سے بہتر آج کوئی دوسرا شخص روئے زمین پر نہیں ہے اس نے مجھے وہ خبر بتلائی ہے کہ جو سوا نبی اللہ کوئی دوسرا شخص کبھی نہیں بتلا سکتا۔ دونوں نے ملکر عداس کو زور سے ڈانٹا اور کہا خبردار کہیں اسکے پیچھے اپنا دین چھوڑ بیٹھے تیرا دین تو اوسکے دین سے خود بہتر ہے۔

رسالت کے ارشاد و ہدایت کا اتنا عظیم الشان معتبر اور پر اثر واقعہ اور شبلی صاحب کے ایسے محقق کے قلم سے قلمزد کر دیا جائے تعجب ہے۔ تعجب پر تعجب تو یہ ہے کہ سیرۃ النبی کی تالیف میں زیادہ تر عیسائیت ہی سے استدلال کیا گیا ہے اور ہر ایسے مقام میں عیسائیت کی خام اور ناقص تعلیم کے مقابلہ میں اسلام کی کامل اور موثر تلقین و ہدایت کے واقعات دکھلائے گئے ہیں۔ لیکن یہ واقعہ جو ہر قرینہ اور عنوان سے قابل استدلال تھا کیونکر قلم انداز کر دیا گیا؟ اس کا ظاہری سبب سوائے مولف کے عدم تفحص واقعات

اور کوتہ فہمی کے انداز خاص کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

ہم اس سے پہلے اسلام لانے والے عیسائی کے حالات کو خاتمہ تک پہونچا دینا ضرورت اور مناسبت مقام دونوں اعتبار سے مفید سمجھتے ہین۔ زرقانی اس کا مآل خیال ان الفاظ مین لکھتے ہین۔

فاکب عداس علی یدیہ ورجلیہ یقبلہما واسلم رضی اللہ عنہ وھو معدود فی الصحابۃ وفی سیرۃ التیمی (ابن عقبۃ التیمی) انہ قال اشہد انک عبد اللہ ورسولہ۔

عداس آنحضرت صلعم پر جھک گیا آپ کے فرق مطہر اور دست و پائے مبارک کے بوسے لئے اور اسلام لایا۔ خدا تعالیٰ اوس سے راضی ہو سیرۃ التیمی کے مصنف علامہ ابن عقبۃ التیمی لکھتے ہین کہ عداس نے اسلام لاتے وقت اقرار کیا کہ آپ خدا کے بندے اور رسولؐ ہین۔

امام سہیلی کی روض الانف مین عداس کا آیندہ حال یون لکھا ہے۔

ذکر ان عداسا لما اراد سیداہ الخروج الی بدر امراہ بالخروج معہما فقال اقتال ذلک الرجل الذی رایت بحائطکما تریدان واللہ ما تقوم لہ الجبال فقالا لہ ویحک یا عداس سحرک بلسانہ وفی الاصابۃ قیل قتل عداس ببدر وقیل رجع ومات۔

عداس کا حال یہ ہے کہ غزوۂ بدر مین شریک ہونے کے لئے اوسکے دونون آقا عتبہ و شیبہ پسران ربیعہ آمادہ ہوئے تو اسکو بھی ہمراہ چلنے کا حکم دیا۔ اُس نے کہا کیا آپ لوگ اوس شخص سے جنگ کرنیکے لئے جاتے ہین جسکا مین آپکے احاطہ باغ مین دیکھ چکا ہون قسم خدا کی اوسکو پہاڑ تو ہلا بھی نہین سکتے عتبہ و شیبہ نے جواب دیا افسوس ہے تجھ پر کہ اوس نے اپنی زبان سے تجھ پر جادو کر دیا ہے اصابہ مین لکھا ہے کہ عداس جنگ بدر مین مارا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ جنگ بدر کے بعد زندہ رہا اور اپنی موت سے مرا۔

افسوس ہے کہ جب شبلی صاحب سلسلہ بیان مین ایسے ایسے ضروری واقعات کو قلم انداز فرماوین تو پھر آپ کے سلسلہ کلام کو تمام اور تفصیل بیان کو کیسے کامل کہا جائیگا۔ یہ تو غیر مربوط۔ نا مسلسل اور غیر مکمل طریقہ تحریر ثابت ہوگا۔

سفر طائف اور زید بن حارثہ کی رفاقت شبلی صاحب نے زید کے حالات مین صرف اتنا لکھدیا کہ اس سفر مین یہ بھی شریک تھے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ لکھا ہم آپ کی اس کمی کو پورا کئے دیتے ہین۔

اس مقام پر (طائف مین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وعظ فرمانے کے عین موقع پر کفارون نے اتنے پتھر برسائے کہ آپ چوٹ کے صدمے سے بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے۔ زید بن حارثہ نے آپ کو اپنی پیٹھ پر اوٹھایا اور آبادی سے باہر لے گئے موئنھ پر پانی کے چھینٹے دیے تو ہوش آیا۔ رحمۃ للعالمین ص ۵۷

قیام طائف کی نسبت کچھ بھی شبلی صاحب نہین لکھتے اور نہ اوسکے ایام و وقت وقوع بتلاتے ہین ابن اسعد دس روز کی مدت بتلاتے ہین۔ اور ماہ شوال کا عشرۂ آخر بیسوین تاریخ سے لیکر تیسوین تک سنہ ۱۰ نبوت قرار دیتے ہین۔ اونکے الفاظ یہ ہین

فخرج الی الطائف ومعہ زید بن حارثۃ وذلک فی لیال بقین من شوال سنۃ عشر من حین نبئی رسول اللہ صلعم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کیطرف تشریف لے گئے۔ اس سفر مین وہ زید بن حارثہ بھی شریک تھے۔ شوال کا مہینہ تھا اور عشرۂ آخر بیسوین

فاقام بالطائف عشرۃ ایام	تاریخ مکہ بعد ہ کے ایام نبوت کا دسواں سال تھا۔ آپ نے دس روز تک طائف میں قیام فرمایا۔

کسی واقعہ کی نسبت تعیین وقت اور تعداد ایام کا نہ لکھنا مؤلف کے لئے اور خاصکر اوس مؤلف کے لئے جو تاریخی واقعات کی تدوین کرتا ہو یا سیرت کے حالات کی ترتیب دیتا ہو۔ نہایت شکایت کے قابل ہے اور اصول تالیف سے اوسکی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ متقدمین سے زیادہ متاخرین اسکے پابند ہیں لیکن شبلی صاحب اسکی ضرورت نہیں سمجھتے۔

سفر طائف کے متعلق شبلی صاحب نے دو عیسائی مؤلفین کی مختلف رائیں دکھلائی ہیں وہ ضروری الذکر ہیں اور حسب ذیل لکھی جاتی ہیں۔

کیا عجیب بات ہے کہ ایک ہی واقعہ دو مختلف نگاہوں کو کس طرح مختلف نظر آتا ہے مرگولیوس نے (العوذ باللہ) آنحضرت صلعم کے اس سفر کو سوء تدبیر میں داخل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ طائف مکہ سے بالکل قریب اور اونکے زیر اثر تھا اور وہاں رؤسا مکہ کے باغ تھے جسکی وجہ سے اونکی آمد و رفت رہتی تھی۔ جب مکہ کے تمام رؤسا آنحضرت صلعم کے خلاف تھے تو طائف کے لوگوں سے کیا امید ہوسکتی تھی لیکن سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روز اعتقاد اور اعتماد علی النفس تھا کہ باوجود تمام ناکامیوں کے وہ تنہا ایک مخالف شہر میں بےخوف چلے گئے اور تبلیغ اسلام کا فرض ادا کیا الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔

کسقدر عبرتناک ہے کہ شبلی صاحب سر ولیم میور کی جدید تصدیق کو تو اس سرگرمی سے تائید اسلام میں نقل فرماتے ہیں۔ اور عداس رضی اللہ عنہ کی قدیم شہادت ایمان اور تحقیق اسلام کو باوجودیکہ اصل ماخذوں میں تفصیل سے درج ہے مرفوع القلم کرتے ہیں۔

سفر طائف میں گو بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناکامیابی ہوئی اور خونخوار کفار کے ہاتھوں سخت ترین مصائب و شدائد اوٹھانے ہوئے۔ لیکن باینہمہ اگر نگاہ غور سے دیکھا جائے تو ہدایات وارشاد کی تبلیغی کوششیں بیکار نہیں گئیں اتنے غیر متحمل ظلم و جفا اور ستم و ایذا پر اس جگرداری اور پامرداری سے صبر و سکوت اختیار کرنے نے ظالمین کفار و مشرکین قریش کے دل میں آپ کے استقلال فی تبلیغ الرسالت اور استقرار فی تعلیم الامت کے ثبوت النفس کا نقش کردیے اور وہ سمجھ گئے کہ آپ کو اپنے فرائض منصبی کی ادا کاریوں کے مقابلہ میں نہ جان جانے کی پرواہ ہے اور نہ ستائے جانیکی فکر۔

طائف سے واپس ہوتے ہوئے کسی شخص کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میں اون لوگوں کی تباہی و بربادی کے لیئے کیوں بددعا کروں۔ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لائے تو کیا ہوا۔ اُمید ہے کہ آیندہ انکی نسلیں ضرور خدائے یکتا پر ایمان لانے والی ثابت ہونگی۔ رحمۃ العالمین ص ۵۰ بحوالہ صحیح مسلم عن ام المومنین حضرت عائشہ۔

یہی رحمت العلمین ہونیکی شان اور یہی سید المرسلین ہونیکی دلیل ہے تو اس سفر کے ظاہری اثر تھے جو مخالفین کے قلوب پر ہوگئے

تھے اب ان کو تبعیون نے ہدایت وارشاد رسالت کے روحانی اثر کو بھی عداس کے واقعہ سے برأۃ العین مشاہدہ کرلیا کہ وہ بلا تحریک ذرعب زبان مبارک سے دو لفظون کا جملہ بسم اللہ سنکر اسقدر متاثر ہوا کہ دم کے دم مین کہان تو سچا عیسائی تھا پکا مسلمان ہوگیا۔ اور بلا خوف و ہراس و بے وسواس بلند آواز سے اشہد انک عبدہ و رسولہ کہکر آپ کی رسالت کی تصدیق کرنے لگا۔ ھٰذا فضل اللہ یوتیہ من یشآء۔

طائف سے مکہ مین واپس ہونیکے وقت دشواریان۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغی خدمات مکہ ہی تک منحصر نہین تھے یا طائف ہی تک جاکر ختم ہونے والے نہین تھے۔ آپ نے دس روز تک طائف مین متواتر صدمات اوٹھائے اور ان پر کمال استقلال صبر فرمایا۔ گیارہوین دن طائف سے نخلہ مین چلے آئے دو چار روز یہان بھی قیام رہا پھر وہان سے حرا مین تشریف لائے یہان پہونچکر ستمگاران طائف کی طرح کفار ان مکہ سے بھی ایذارسانی کا خوف آیا کیونکہ اصلاً وہ لوگ ایک تھے اور اونکی امارت و وجاہت کے زیر اثر وہان کے تمام باشندے تھے۔ اس بنا پر آپ کو اندیشہ تہا کہ مراجعت مکہ کے وقت مشرکین قریش بھی وہی منظر پیش کرین۔ جو ظالمین طائف دس روز پیشتر پیش کر چکے ہین۔ موجودہ قرائن و اسباب بھی اسکا شبہہ دلا رہے تھے کیونکہ آپ مکہ کے معاونین و معتقدین سے مکہ خالی ہوچکا تھا۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ اوٹھ چکی تھین حضرت ابو طالب انتقال فرما چکے تھے۔ اور بقول شبلی صاحب اب ان لوگون کے بعد قریش کو کس کا پاس تھا۔ باقی رہی ضعفائے مسلمین کی جماعت جسمین گو حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ کے لیے لوگ بھی ضرور تھے مگر ان مین سے ایک بھی کفار کے بڑھتی ہوئی قوت کی مدافعت پر قادر نہین تھا انھین قرائن کو مدنظر رکھکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام حرا سے جیسا کہ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین مطعم ابن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ "اگر تم مجھے اپنی حمایت مین لینے کا وعدہ کرو تو مین مکہ مین آنے کا قصد کرون" مطعم نے آپ کا پیام سنتے ہی قبول کرلیا کیونکہ عرب کا قدیم دستور تھا کہ وہ دشمن سے دشمن کی بھی درخواست اعانت و نصرت کو نامنظور نہین کرتے تھے پھر اسیوقت مطعم بن عدی نے اپنے بیٹون کو سامنے بلاکر حکم دیا کہ مسلح ہوکر حرم محترم مین چلے جاؤ۔ محمد صلعم آتے ہین۔ خبردار کوئی فرد واحد اونکی مزاحم نہ ہونے پائے۔ بیٹے تو باپ کا حکم پاکر کعبہ مین گئے۔ اور اسی اثنا مین رسول اللہ صلعم شہر مین داخل ہوئے تو مطعم بن عدی اپنے ناقہ پر سوار ہوکر آپ کے ہمراہ ہولیا۔ اور باآواز بلند پکار پکار کر کہنے لگا کہ مین نے محمد صلعم کو اپنی حمایت و ضمانت مین لیا ہے اور مین انکا حامی ہون۔ کوئی شخص بھی آپ سے مزاحم نہوا۔ آپ باطمینان تمام خرامان خرامان خانۂ کعبہ مین تشریف لائے طواف کیا نماز پڑہی پھر دولتسرا مین تشریف لائے امام قسطلانی اور ابن سعد کا بیان ہے کہ مطعم اور اوسکے بیٹے۔ آپ کو تلوارون کے سایہ مین لائے اور گھر تک پہونچا گئے۔

یہ ہے جبروت لامتناہیہ کی قدرت اور مشیت الٰہیہ کی ندرت کہ اوس نے مخالفین و معاندین سے اسوقت وہ خدمت کرائی جو معتقدین و موئدین کے خاص فرائض تھے۔ ان اللہ بالغ امرہ وھو علٰی کل شیٔ قدیر۔

مختلف مواقع پر قبائل عرب مین اسلام کی تبلیغ

حدیث و سیر کی تمام کتابین بتلاتی ہین کہ مکہ مین واپسی کے بعد بھی تبلیغ اسلام کا سلسلہ مکہ مین رہکر اور بیرونجات مین جاکر ہمیشہ جاری اور قایم رکھا جاتا تھا۔

قبائل کے علاوہ اون تمام مقامات پر جہان عرب مین سالانہ میلے اور تجارت کی بڑی بڑی منڈیان لگتی تھین اور وہان عرب کے قدیم تمدن کے مطابق ملک کے بڑے بڑے امرا، روسا، شعرا اور فصحا جمع ہوکر اپنی فصاحت و بلاغت کے کمالات دکھلاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ اسلام اور ہدایت عام کی ضرورت خاص سے وہان خود تشریف لیجاتے تھے۔ اور مقیم ہوکر بندگان خدا کو خدا کے احکام پہونچاتے تھے۔ طبری اور ابن ہشام نے ان میلون اور منڈیون مین سے خاص طور پر عکاظ، مجنۃ اور ذوالمجاز کا نام لکھا ہے۔ اور قبائل عرب مین بنو عامر، محارب، فزارہ، غسان، مرۃ، حنیفہ، سلیم، عبس، بنو نصر، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ اور حضارمہ کے نام بتلائے ہین۔

ان تمام قبائل کے پاس آپ بالنفس النفیس تشریف لیجاتے تھے۔ اور قبول اسلام کی دعوت فرماتے تھے لیکن بدبخت ابولہب بھی سراغ لگاکر ہر مقام پر اور ہر قبیلہ مین آپ سے پہلے یا آپ کے ہمراہ پہونچ جاتا تھا اور جب آپ کسی جماعت مین موعظت فرماتے تھے۔ تو کمبخت آپ کے ساتھ ہی تقریر کرتا اور نعوذ باللہ کہتا کہ تم لوگ انکی باتون کو ہرگز نہ سننا اور نہ اُن کی کسی قول و عہد پر اعتبار کرنا۔ یہ تو مدت ہوئی دین عرب سے برگشتہ ہوگئے ہین اور ہمیشہ جھوٹ بولنے کے عادی ہوگئے ہین۔

ہم ان قبائل مین سے چند قبائل کے واقعات طبری اور ابن ہشام سے خلاصہ کرکے ذیل مین لکھتے ہین۔

قبیلہ بنو حنیفہ - یہ قبیلہ یمامہ مین آباد تھا۔ عرب کا مشہور مسیلمہ کذاب جسنے جہالت و گمراہی کے زعم مین نبوت کا دعوی کیا تھا۔ اسی قبیلہ کا سردار تھا۔

قبیلہ بنو ذہل بن شیبان کے پاس جب آپ تشریف لیگئے تو حضرت ابوبکرؓ بھی ہمراہ تھے۔ مفروق سردار قبیلہ تھا حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلعم کی معرفی کرائی اور کہا تم نے کسی پیغمبر کا تذکرہ سنا ہے وہ آپ ہی ہین مفروق نے آنحضرت صلعم کی طرف رُخ کرکے پوچھا۔ برادر قریش۔ آپ کیا تلقین کرتے ہین اور کیا تلقین فرماتے ہین ارشاد فرمایا۔ خدا ایک ہے اور مین اوس کا پیغمبر ہون پھر یہ آیتین سنائین۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا به شیئا وبالوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاهم ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق ذلکم وصاکم به لعلکم تعقلون

اے پیغمبر کہدو کہ مین تمھین سنا دون کہ خدا نے کیا چیزین حرام کی ہین یہ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ والدین کا حق خدمت ادا کرو اور اپنے بچون کو افلاس کی وجہ سے نہ قتل کر ڈالو ہم تمکو اور انکو دونکو روزی دینگے فحش باتون کے پاس نہ جاؤ۔ وہ ظاہر ہون یا پوشیدہ اور آدمی کی جان جسکو خدا نے حرام کیا ہے ہلاک نہ کرو یہی خدا کی توصیتین ہین کہ تم ان پر سمجھکر عمل کرو۔

اس قبیلہ کے حقیقتاً تین رئیس تھے۔ مفروق، مثنیٰ اور ہانی بن قبیصہ اور وہ سب کے سب آپ کی تشریف آوری کے موقع پر موجود تھے۔ ان لوگون نے زبان مبارک سے ان آیات قرآنی کو سنکر صدائے احسنت بلند کی لیکن جب اقرار اسلام کا

وقت آیا تو ان الفاظ میں اپنی مجبوری ظاہر کی کہ مدت کا خاندانی دین دفعتاً چھوڑ دینا ازدو اعتقادی کا الزام لائے گا اسکے علاوہ ہمارا قبیلہ کسرائے فارس کے زیر اثر ہے۔ اور جانبین سے حال میں معاہدہ ہوچکا ہے کہ شاہ ایران کے بعد ہم لوگ کسی دوسرے حاکم یا فرمانروا کے زیر اثر نہ آئینگے۔ یہ کلام سنکر نہایت متانت اور خاموشی سے آنحضرت صلعم نے اونکی حقیقت بیانی کی تحسین کی اور فرمایا تو بہیہ۔ خیر خدا کا دین ہے تو خدا اوسکی آپ۔ دکریگا۔ روض الانف سہیلی باسناد قاسم بن ثابت۔

قبیلہ بنو عامر کے پاس تشریف لے گئے اور اونکو موعظت فرمانے لگے۔ تو اثنائے تقریر میں فراس نامی ایک شخص اوس قبیلہ کا آپ کے مدعا اور حسن بیان کو سنکر دوسرے لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر یہ شخص مجھکو ہاتھ آجائے تو میں اسکے ذریعہ سے تمام عرب کو اپنے زیر اثر کرلوں۔ یہ کہکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوا اور پوچھنے لگا کہ یہ تو بتلائیے کہ اگر ہم سب آپ کا ساتھ دیں اور آپ اپنے تمام مخالفین پر غالب آجائیں تو کیا آپ کے بعد آپ کی ریاست ہمکو مل سکتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ یہ خدا کی بات ہے اور خدا ہی کے ہاتھ ہے۔ اگر وہ چاہے تو سے سکتا ہے اوس نے کہا۔ واہ۔ واہ آج تو ہم اپنے سینے قدرانداز ان عرب کے سامنے ہدف بنائیں اور حکومت دوسرے لے اڑیں۔ ہمیں غرض نہیں۔

قبیلہ کندہ میں تشریف لیگئے سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا۔ موعظت فرمائی لیکن کسی کو بھی قبول اسلام کی توفیق نہوئی۔

قبیلہ بنی عبدالدار میں پہونچے تو ارشاد کیا کہ تمہارے جد اعلیٰ کا نام عبداللہ تھا۔ تم لوگ بھی اسم با مسمیٰ ہو جاؤ تو تمہارے دین و دنیا کے لئے بہتر ہوگا لیکن کوئی بھی شنوا نہیں ہوا۔

قبیلہ بنو حنیفہ کی کیفیت اوپر بیان ہوچکی ہے۔ تمام ارباب تاریخ و حدیث کا اسپر اتفاق ہے کہ ان تمام قبائل میں سب سے بدتر طریق پر اسی قبیلہ نے آپ کو انکار کیا۔ مگر سبحان اللہ۔ اس خلق مجسم نے سوائے کلمہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے دوسرا کوئی کلمہ زبان مبارک سے نہ نکالو۔

اگرچہ ان تمام قبائل میں تبلیغ اسلام کی متواتر کوشش فرمائی گئی اور ہر فرد واحد کو دین الٰہی کی بشارت پہونچائی گئی۔ لیکن بظاہر کہیں بھی کامیابی نہوئی۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ان تمام قبیلوں کے دورے میں بدبخت ابولہب ساتھ ساتھ ہوتا تھا اور ہر دورہ ہر مجمع میں اور ہر موقع پر آپ کی تقریر کی تردید کرتا جاتا تھا۔ اور اوسکے متوبانہ بیان کے مطابق قبائل اہل قبائل اوسی کی سنتے تھے اور ملتے تھے۔ اور جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد و ہدایت کو ذرا خیال میں نہ لاتے تھے اس لئے کفار قریش کو یہ چاہتا تھا کہ وہ ان حالتوں کو دیکھکر مخالفت اسلام کی طرف سے خموش رہجاتے اور سمجھ لیتے کہ ابولہب کی مفسدہ انگیزیوں سے اسلام کا دائرہ تبلیغ۔ روز بروز تنگ ہوتا جاتا ہے اور بیرونجات میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھاتا

طائف سے واپسی پر رسول خداؐ کی مصیبتیں کفار قریش ایسے کیا تھے کہ پیغمبر اسلام کی طرف سے ایک دم کے لئے بھی خموش رہتے۔ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ مطعم بن عدی کی ضمانت وحمایت میں طائف سے لوٹ کر آپ مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ ورنہ کسی شخص خاص کی حمایت وضمانت بغیر آپ مکہ میں اپنے داخلہ کو خطر سمجھتے تھے قریش کی مخالفت اس حد تک

پہونچی ہوئی تھی۔ اونکی اس دلیری اور جرأت کا باعث صرف ابیطالب کے ایسے حامی اور مربی کا رسول اللہ صلعم کے سر سے اوٹھ جانا تھا۔ شبلی صاحب نے تفصیل سے اسوقت کے حالات کو لکھا ہے۔ ہم اونھین کی نقل عبارت پر اکتفا کرتے ہین۔

قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت مخالفت کی اور چاہا کہ آپ کو اسقدر ستائین کہ آپ مجبور ہو کر تبلیغ اسلام سے دست بردار ہو جائین۔ سوء اتفاق سے جو کفار آپ کے ہمسایہ تھے وہ ابوجہل۔ ابولہب۔ اسود بن عبدیغوث ولید بن مغیرہ۔ امیہ بن خلف۔ منبہہ بن الحجاج۔ عقبہ ابن معیط۔ حکم بن ابی العاص تھے اور یہی سب سے بڑھکر آپ کی دشمن تھے۔ (ابن سعد طبقات ج ۱ ص ۱۳۴) یہ لوگ آپ کی راہ مین کانٹے بچھاتے تھے نماز پڑھتے وقت ہنسی اوڑاتے سجدے مین آپ کی گردن پر اوجھڑی لاکر ڈالدیتے گلے مین چادر ڈال کر اس زور سے کھینچتے کہ گردن مبارک مین بدھیان پڑجاتین آپ کی روحانی قوت اثر کو دیکھکر لوگ جادو گر کہتے۔ دعوی نبوت کو سنکر مجنون کہتے باہر نکلتے تو شریر لڑکے پیچھے پیچھے غول باندھکر چلتے (مسند امام احمد حنبل ج ۱ ص ۲۰۳) نماز جماعت مین قرآن زور سے پڑھتے تو قرآن۔ قرآن کے بھیجنے والے (خدا) اور قرآن کے لانے والے رسولؐ کو گالیان دیتے (بخاری شریف ص ۶۸۶)

ایک دفعہ آپ حرم مین نماز پڑھ رہے تھے۔ رؤسائے قریش بھی موجود تھے۔ ابوجہل نے کہا کاش اسوقت کوئی جاتا۔ اور اونٹ کی اوجھ نجاست سمیت اوٹھا لاتا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سجدے مین جاتے، تو اونکی گردن پر ڈالدیتا۔ عقبہ ابن معیط نے کہا یہ خدمت مین انجام دیتا ہون۔ چنانچہ اوجھ لاکر آپ کی گردن پر ڈالدی۔ قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ کسی نے جاکر حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کو خبر کی۔ وہ اگرچہ اوسوقت پانچ چھ برس کی تھین لیکن جوش محبت سے دوڑی آئین۔ اور اوجھ کو ہٹا کر عقبہ کو بُرا بھلا کہا اور بد دعائین دین۔ بخاری باب الطہارت و صحیح مسلم و زرقانی جلد اول ص ۲۹۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کہین کسی مجمع مین دعوت اسلام کا وعظ فرماتے تھے تو ابولہب آپ کے ساتھ رہتا تھا برابر سے کہتا جاتا تھا کہ یہ جھوٹ کہتا ہے۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ ایکدفعہ جب مین اسلام نہین لایا تھا کہ آنحضرت صلعم بازار ذوالمجاز مین گئے اور مجمع مین گھسکر لوگون سے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو۔ ابوجہل آپ پر خاک پھینکتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اسکے فریب مین نہ آنا۔ یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ لات وعزیٰ کی پرستش چھوڑ دو (مسند امام احمد حنبل جلد ۴ ص ۶۳)

طائف مین کفار نے آپ کو جو اذیتین پہونچائین اونکا بیان آگے آئے گا۔

ایکدفعہ آپ حرم کعبہ مین نماز پڑھتے تھے۔ عقبہ نے آپ کی گردن مین چادر لپیٹ کر نہایت زور سے کھینچی اتفاقاً حضرت ابوبکر رضی آگئے اور آپ کا شانہ پکڑ کر عقبہ کے ہاتھ سے چھڑایا۔ اور کہا ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے[1]

[1] افسوس ہے شبلی صاحب نے ایک ایک کرکے قریش کے تمام چھوٹے بڑے مظالم کو بیان کردیا۔ مگر مشرکین کی جماعت کا اوس نازیبا کردار کو ذرا بھی نہین لکھا جسکی پوری تفصیل قرآن مجید آیہ اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ کی تفسیر مین اور سورۂ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کی شان نزول مین نہایت وضاحت کے ساتھ مرقوم ہے۔ اگر آپ نے کسی مذر خاص سے نظر انداز فرما دیا تو ہم معمولاً آپ کی کمی کو پورا کئے دیتے ہین۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کے بچے خصوصاً اولاد ذکور کمسنی مین سب کے سب جان بحق تسلیم ہو گئے اور کوئی اولاد نرینہ باقی نہ رہی تو کفار ہر وقت قوم کی ... ابتر کہا کرتے تھے۔

جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں نہایت سرگرم تھے اور رات دن اسی شغل میں رہتے تھے اونکے نام جیسا کہ ابن سعد نے طبقات میں لکھے ہیں حسب ذیل ہیں۔ ابوجہل۔ ابولہب۔ اسود بن عبد یغوث۔ حارث بن قیس بن عدی۔ ولید بن مغیرہ۔ امیہ۔ ابی بن خلف۔ ابوقیس بن فاکہہ بن المغیرہ۔ عاص بن وائل۔ نضر بن حارث۔ منبہہ بن الحجاج۔ زہیر بن ابی امیہ۔ سائب بن صیفی۔ اسود بن الاسد۔ عاص بن سعید بن العاص۔ عاص بن ہاشم۔ عقبہ بن معیط۔ ابن الاسدی ہذلی۔ حکم ابن العاص اور عدی بن حمراء۔ یہ سب کے سب آنحضرت صلعم کے ہمسایہ اور ان میں سے اکثر صاحب جاہ و اقتدار تھے۔

مصائب پر رسول اللہ ص کا صبر۔ یہ جو کچھ ہوا۔ نہایت درد انگیز اور حسرت خیز تھا۔ لیکن تعجب انگیز نہ تھا۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ہے کہ نامانوس اجنبی صدائیں رغبت سے سن لی گئی ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو سیکڑوں برس تک قوم کی نفرت اور وحشت کا سامنا رہا۔ یونان دنیا کی شایستگی کا معلم اول ہے۔ تاہم اسکے حکمت کدہ میں سقراط کو زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دار و رسن کا منظر پیش آیا۔ اس بنا پر عرب اور قریش نے جو کچھ کیا وہ سلسلہ واقعات کی غیر معمولی کڑی نہ تھی لیکن غور طلب یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا؟ سقراط پیالہ پیکر فنا ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک قیامت خیز طوفان کی استدعا کی اور دنیا کا ایک بڑا حصہ برباد ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین چالیس شخصوں کی مختصر جماعت پیدا کر کے بروایت نصاریٰ سولی پر چڑھ گئے لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض ان سب سے بالاتر تھا۔

خباب بن الارث نے قریش کی ایذا رسانی سے تنگ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ انکے حق میں بددعا کیوں نہیں فرماتے۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا کہ تم سے پہلے وہ لوگ گذرے ہیں جنکے سر پر آرے چلائے جاتے تھے اور چیرڈالے جاتے تھے تاہم وہ اپنے فرض سے باز نہ آئے۔ خدا اس کام کو پورا کرے گا۔ یہانتک کہ شتر سوار صنعاء سے حضرموت تک سفر کریگا۔ اور اوسکو سوائے خدا کے اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ کیا یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری نہیں ہوئی؟ سیرۃ النبی جلد اول ضرور پوری ہوئی۔ اور پوری حقیقت اور واقعیت کے ساتھ پوری ہوئی۔ دنیا اور اہل دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ کے زمانہ حیات ہی میں نبی عربی ص نے اس بشارت ایزدی کو کامل کر دکھلایا۔ زبان رسالت اس پیشینگوئی کے متعلق اور وَمَا يَنْطِقُ اِلَّا وَحْيٌ کے مطابق بالکل ترجمان قدرت ثابت ہوگئی۔ اب بھی مخالفین تعصب و نفسانیت سے تصدیق اسلام و بانی اسلام علیہ السلام کی نسبت غدر و کلام کریں تو انکار بدیہات کے سوا اور کیا کہا جاوے۔ اور بدیہات سے انکار کرنیوالا حیوان لا یعقل سے زیادہ نہیں سمجھا جا سکتا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ دیگر اور جس میں عاص بن وائل اور عقبہ ابن معیط الاموی اور ابوسفیان بن حرب کے نام خصوصیت کے ساتھ بتلائے جاتے ہیں۔ اس امر خاص کے لئے آپ کو ابتر کہنے لگے۔ کیونکہ محاورہ عرب میں لاولد کو تعریضاً ابتر کہا کرتے تھے۔ انکی تعریض کو سنکر آنحضرت صلعم بیحد محزون و ملول خاطر ہوئے۔ خدا نے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کی بشارت پہونچائی اور حقیقت کی دائمی مثال دکھلائی کہ آج روئے زمین پر پیغمبر کی اولاد اور اونکے نام لیوا بیحد و بیشمار ہیں اور بنو امیہ و بنو سہم کی کوئی یادگار باقی نہیں اور اگر کوئی ہو بھی تو شرم و عار سے اوار بتار ہو گا۔ المؤلف عفی عنہ

شبلی صاحب نے اپنے اس سوال کے جواب میں کہ انبیاء و مرسلین سابقین کے مقابلہ میں سرور عالم نے کیا کیا؟ صرف حضرت نوح ؑ اور جناب عیسیٰ ؑ کے استقلال کی مثال دکھائی ہے۔ حالانکہ مدعائے بحث سے اونکے حالات کو مناسبت نہیں کیونکہ مدعا و سلسلہ بیان تو ایسی مثال چاہتا ہے کہ رنج و ایذا ظلم و جفا کے مقابلہ میں سوائے صبر و رضا کے شکوہ و بددعا نہ کی جائے۔ حالانکہ حضرت نوح ؑ نے اپنی اُمت کے مظالم سے تنگ آکر بددعا کی۔ قرآن مجید میں اوسکے یہ الفاظ ہیں۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا إِنَّكَ	اور نوح نے (اللہ کی جناب میں بددعا کی کہ اے میرے) پروردگار (ان) کافروں میں سے کسی متنفس
إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا	کو بھی زندہ نہ چھوڑ کر روئے زمین پر رہتا بستا نظر آئے کیونکہ تو اگر انھیں رہنے دے گا تو تیرے

بندوں کو گمراہ کرینگے اور ان سے جو نسل چلے گی وہ بھی بدکار اور کٹے کافر ہی ہوں گے۔

اب دیکھئے ظالمین اُمت کے ان مظالم سے تنگ آکر ایسے موقعوں پر ہمارے سرور عالم روحنا لہ الفداء نے کیا ارشاد فرمایا؟ طائف میں جو آپ پر پتھراؤ کئے گئے اور جیسے اور جتنے مصائب اوٹھائے گئے وہ اعظم ترین مصائب ہیں۔ انسان کیلئے بالکل ناقابل برداشت لیکن ان ظالمین کی ستمگاریوں اور کفر کرداریوں کے جواب میں کہا تو یہ کہ میں ان لوگوں کی تباہی و بربادی کے لئے کیوں بددعا کروں۔ صرف اس لئے کہ ہمارے کہنے سے یہ ایمان نہیں لائے۔ اگر یہ ایمان نہیں لائے، تو کیا ہوا یقین ہے کہ انکی آیندہ نسلیں ضرور ہمارے وحدہٗ پر ایمان لانے والی ہونگی۔ صحیح مسلم باسناد حضرت عائشہ جلد پنجم ۵

حضرت نوح ؑ کو اپنی اُمت نا شنوا کی آیندہ نسلیں میں برابر کافر ہی کا فر ہونیکا اندیشہ ہے۔ بخلاف انکے سیدالمرسلین و خاتم النبیین کو مشرکین قریش کے اعقاب و اسلاف کے موحدین نکلنے پر یقین کامل ہے۔ اسی لئے حضرت نوح ؑ ہاتھ اوٹھا کر بددعا کرتے ہیں اور جناب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا سر جھکا کر صبر فرما جاتے ہیں۔ اسی سے ہر شخص باسانی سمجھ لیگا کہ حضرت نوح کا صبر استقلال۔ تسلیم قلب اور سکینہ الٰہی بڑھا ہوا تھا یا ہمارے سرور عالم کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال بھی ناقص ہے۔ صلیب پر چڑھتے چڑھتے جناب عیسیٰ بن مریم ؑ کے لبہائے معجز نما سے یہ فقرے نکل ہی پڑے ایلی ایلی لِمَا سَبَقْتَنِي میرے خدا تو نے بھی مجھے چھوڑ دیا یہ فقرات آج تک انجیل کے تمام مطبوعہ اور مرقومہ نسخوں میں مرقوم ہیں۔ لیکن ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد کی لڑائی میں سخت مجروح ہوکر دندان مبارک کے ٹوٹ جانے اور بہت خون بہ جانے کی وجہ سے ایک گڈھے میں گر کر بھی ظالمین قریش کے ان مظالم و شدائد کا کوئی شکوہ یا گلہ نہیں کیا۔ صرف کہا تو یہ رَبِّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ پروردگار میری قوم کو ہدایت فرما کہ وہ نہیں جانتے ہیں۔

مرقومہ بالا حضرت عیسیٰ کے فقرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کے پائے استقلال بھی جنبش میں آگئے لیکن رسول عربی صلعم کے استقرار و ثبات میں سرمو کمی نہیں آئی۔ دعا کی بددعا نہ کی۔ جو کلمات ارشاد فرمائے وہ ہدایت کئے جانے کے فقرات دعائیہ ہی ثابت ہوتے ہیں۔

شبلی صاحب نے غور نہیں کیا۔ اور نہ تفحص حالات فرمایا۔ نوح اور عیسیٰ علیہما السلام پر موقوف نہیں۔ انبیائے سابقین

علیہم السلام کے مقدس دائرے میں جملہ حضرات کو قریب قریب ایسے ہی غلطی پیش آئے ہیں اور اون بد گواروں نے محض بشریت کے تقاضے سے مختلف موقعوں پر اس طرح لبہائے شکایت کھولے ہیں لیکن سرورِ عالم نے ان امور میں ہمیشہ سے احتیاط مدِنظر رکھی اور سخت سے سخت مصیبتوں کے وقت میں بھی سوائے صبر و سکوت کے حرفِ شکایت زبان مبارک سے نہ نکالے اور آپ کے اس حلم و وقار اور صبر و استقرار نے آپ کے خلق مجسم اور رحمت عالم ہونیکی پوری شان دکھلادی۔

مدینۂ منوّرہ اور قبائلِ انصار

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

خدا ہی اپنی رسالت کی جائے ودیعت کا بہتر جاننے والا ہے

شجرۂ طیبہ رسالت کی نشو و نما تو ریگستان مکہ سے ہوئی لیکن تیرہ برسوں کے بعد یہ نخل مقدس نخلستان مدینہ منورہ میں منتقل ہوکر بار آور ہوا۔ وادی فاران انوار رسالت کی تجلی گاہ تو ضرور تھا مگر اوسکی جلوہ فرمائی کا ابدی مرکز یثرب کی خاک پاک تھی۔ توحید کی تعلیم مکہ سے ضرور آغاز ہوئی۔ مگر تیرہ برسوں کی شبانہ روز کوششوں کے بعد مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت سے زیادہ تیار نہ ہوسکی اسلام کی دعوت پر عام صدائے لبیک اہل یثرب ہی کی خوش قسمتی کے ساتھ مخصوص تھی۔

مدینہ کا اصلی نام یثرب تھا۔ بنی عمالقہ میں یثرب نامی رئیس القبیلہ نے اس شہر کو اپنے نام سے آباد کیا تھا جیسا کہ جلد اول میں بیان ہوچکا ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کے وقت سے اس کا نام مدینۃ النبیؐ ہوگیا اور فی الحال کثرت استعمال سے مدینہ ہوکر رہگیا۔ جلد اول میں بیان ہوچکا ہے کہ بخت نصر کے وقت میں بیت المقدس کی تباہی و بربادی کے وقت قوم یہود پریشان و سرگشتہ ہوکر دور دراز اقطاع عالم میں جاکر پناہ گزین ہوئی انھیں ایام میں یہودیوں کے اکثر قبائل اسطرف آکر آباد ہوگئے اور رفتہ رفتہ انکی نسلوں نے اس تمام علاقے کو اپنے زیر اثر کرلیا۔ اور وہان کے اصلی اور قدیم باشندوں کی حکومت بھی حاصل کرلی انھوں نے اپنے زور اقتدار سے قرب و جوار میں اپنے چھوٹے چھوٹے قلعہ بھی بنا لیے۔ انکی امارت و اقتدار کا اثر حوالی یثرب سے بڑھکر وادی القریٰ، تیما اور ارض خیبر تک پھیل گیا۔

انصار کی تحقیق خاص میں شبلی صاحب رقمطراز ہیں:۔

انصار اصل میں یمن کے رہنے والے تھے اور قحطان (جرہم اولیٰ) کی اولاد سے تھے یمن میں جب مشہور سیلاب آیا جسکو سیل عرم کہتے ہیں تو یہ لوگ یمن سے نکل کر مدینہ میں آباد ہوگئے۔ یہ دو بھائی تھے۔ اوس اور خزرج۔ تمام انصار انھیں دونو سے ہیں۔ یہ خاندان جب یثرب میں آیا۔ تو یہود نہایت اقتدار اور اثر رکھتے تھے۔ آس پاس کے تمام مضافات اونکے قبضہ میں تھے۔ اور دولت و مال سے مالا مال تھے۔ چونکہ آل و اولاد کی کثرت سے بیس اکیس قبیلے بن گئے تھے اسلئے دور دور تک بستیاں بسالی تھیں۔ انصار کچھ زمانہ تک الگ رہے۔ لیکن انکا زور و اثر دیکھکر بالآخر ان کے حلیف بن گئے ایک مدت تک یہ حالت قائم

رہی۔ لیکن اب انصار کا خاندان بھی پھیلتا جاتا تھا۔ اور اقتدار حاصل کرتا جاتا تھا۔ یہود نے پیش بینی کے لحاظ سے ان سے معاہدہ توڑ ڈالا۔ یہودیوں میں ایک رئیس فطیون پیدا ہوا جو نہایت عیاش اور بدکار تھا۔ اوسنے یہ حکم دیا کہ جو دوشیزہ لڑکی بیاہی جاوے پہلے اسکے شبستان عیش میں آوے۔ یہود نے اسکو گوارا کر لیا تھا۔ لیکن جب انصار کی نوبت آئی تو اونھوں نے سرتابی کی۔ اس زمانہ میں انصار کا سردار ایک شخص مالک ابن عجلان تھا۔ اس کی بہن کی شادی ہوئی تو وہ عین شادی کے دن گھر سے نکلی اور اپنے بھائی مالک ابن عجلان کے سامنے سے بے پردہ گذری مالک کو غیرت آئی اور اوٹھکر گھر میں آیا اور بہن کو سخت ملامت کی۔ اوس نے کہا ہاں لیکن کل جو ہوگا اس سے بھی بڑھکر ہے دوسرے دن حسب دستور جب مالک کی بہن دولھن بنکر فطیون کی خلوت گاہ میں گئی تو مالک بھی زنانے کپڑے پہنکر سہیلیوں کے ساتھ گیا اور فطیون کو قتل کرکے شام کو بھاگ گیا۔ یہاں غسانیوں کی حکومت تھی اور ابوجبیلہ حکمران تھا اس نے یہ حالات سُنے تو ایک فوج گران لیکر آیا اور اوس و خزرج کے روسا کو بلوا کر اونکو خلعت اور صلے دیے پھر رؤسائے یہود کی دعوت کی اور ایک ایک کو دھوکے سے قتل کرا دیا یہود کا زور اب ٹوٹ گیا اور انصار نے نئے سرسے قوت حاصل کی بحوالہ

وفا الوفا سمہودی۔

انصار نے مدینہ اور حوالی مدینہ میں کثرت سے چھوٹے چھوٹے قلعے بنائے اوس اور خزرج ایک مدت تک باہم متحد رہے لیکن پھر عرب کی فطرت کے مطابق خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں۔ اور سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں سب سے آخر لڑائی میں جس کو بعاث کہتے ہیں اس زور سے معرکہ پڑا کہ دونوں خاندانوں کے تمام نامور لڑ لڑ کر مر گئے انصار اب اس قدر ضعیف ہو گئے کہ انھوں نے قریش کے پاس سفارت بھیجی کہ ہمکو حلیف بنا لیجئے لیکن ابوجہل نے معاملہ درہم برہم کر دیا۔ انصار گو بت پرست تھے۔ تاہم یہود سے میل جول تھا اس لئے نبوت اور کتب آسمانی سے گوش آشنا تھے۔ یہود سے گو انصار ایک گونہ رقابت رکھتے تھے۔ لیکن اونکے فضل و کمال علمی کے معترف تھے۔

یہود نے مدینہ میں جو علمی مدارس قایم کئے تھے جنکو بیت المدارس کہتے تھے (بخاری وغیرہ میں بھی یہی نام مذکور ہیں) ان میں توراۃ کی تعلیم ہوتی تھی اس سے ان پر یہود کے علمی تفوق کا خواہ مخواہ اثر پڑتا تھا۔ یہاں تک کہ انصار میں جنکی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی وہ منت مانتا تھا کہ بچہ زندہ رہیگا تو یہودی بنایا جائیگا۔ یہودی عموماً یقین رکھتے تھے کہ ایک پیغمبر ابھی اور آنیوالا ہے۔ اس بنا پر سب سے پہلا شخص جو اسلام سے مشرف ہوا قبیلہ انصار میں سوید بن صامت نامی ایک شخص بہت بڑا شاعر اور شجاع و دلیر مشہور تھا علمی فضل و کمال میں اپنی شہرت رکھتا تھا کہ اپنے قوم و قبیلہ میں ہمیشہ کامل کے لقب سے خاص طور پر پکارا جاتا تھا شبلی صاحب کہتے ہیں کہ اوسکو امثال لقمان کا نسخہ ہاتھ آگیا تھا جسکو وہ کتاب آسمانی سمجھتا تھا۔ وہ ایکدفعہ حج کو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے حالات سُنے تو خود اوس کے پاس تشریف لیگئے اوس نے امثال لقمان پڑھکر سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس سے بہتر چیز ہے یہ کہکر قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں سوید نے تحسین کی اگرچہ وہ مدینہ واپس آکر جنگ بعاث میں مارا گیا لیکن اسلام کا معتقد ہو چکا تھا۔

شبلی صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے اور فی الواقع کہ سوید کے میلان اسلام کا اثر انصار پر پڑ چکا تھا اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ قرائن اور واقعات بالاتفاق ثابت کرتے ہیں کہ انصار کے وسیع دائرے میں اسلام کی تحریک سوید سے آغاز ہوئی۔ سوید کے بعد اسی قبیلہ میں ایک دوسرا سعید پیدا ہوا جس کا نام ایاس بن معاذ ہے یہ بزرگ گویا تحریک اسلام کے مؤید ثانی تھے۔

عقبہ اولیٰ میں انصار مدینہ کی بیعت

ایاس کے حالات میں شبلی صاحب لکھتے ہیں۔ اوس و خزرج کے معرکوں میں اوس کو جب شکست ہوئی تو اوسکے عمائد قریش کے پاس گئے کہ خزرج کے مقابلہ میں اونکو حلیف بنائیں۔ اس سفارت میں ایاس بن معاذ بھی داخل تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ان لوگوں کا آنا معلوم ہوا تو آپ اونکے پاس تشریف لے گئے۔ اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ ایاس نے ساتھیوں سے کہا۔ خدا کی قسم تم جس غرض سے آئے ہو۔ یہ کام اوس سے بہتر ہے۔ لیکن قافلہ سالار یعنی ابو الحیسر نے کنکریاں اوٹھا کر اونکے مونہ پر ماریں اور کہا کہ ہم اس کام کے لئے نہیں آئے ہیں۔ اسکے بعد بعاث کا معرکہ پیش آگیا اور ایاس آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے انتقال کر گئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ مرتے وقت انکی زبان سے تکبیر جاری تھی۔

شبلی صاحب نے اپنی عجلت رقمی اور کوتہ قلمی کے اصول پر ایاس کی تعلیم اسلام کے متعلق صرف ترتیل قرآن بتلائی ہے یعنی جب آنحضرت صلعم نے اس موقع پر قریش کی جماعت کے سامنے جس میں ایاس بھی شامل تھا صرف قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں اور وہی ایاس بن معاذ کی ہدایت کے لئے کافی ہو گئیں، حالانکہ تاریخ طبری کی عبارت جو آپ کا ماخذ اصلی ہے وہ صاف صاف لفظوں میں بتلا رہی ہے کہ اصول اسلام کے پورے عقائد ایاس اور انصار کی جماعت کے سامنے پیش کئے گئے تھے اور اون کی طرف دعوت فرمائی گئی تھی طبری کے الفاظ یہ ہیں۔

قال انا رسول اللہ صلعم بعثنی الی العباد ادعوهم الی اللہ ولا یشرکوا بہ شیئا و انزل علی الکتاب ثم ذکر لهم الاسلام و تلا علیهم القرآن ص ۱۲۰۹	جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ معاشر انصار آگاہ ہو۔ میں خدا کا رسول ہوں اور بندگان الٰہی کی طرف اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ بندگان خدا کو خدائے یکتا کی طرف بلاؤں خدا کی عبادت کرو اور کسی کو اوس کا شریک نہ بناؤ۔ اور مجھپر کتاب نازل فرمائی گئی ہے۔

پھر آپ نے اصول اسلام بتلائے اور قرآن پڑھکر سنایا۔ ص ۱۲۰۹

لہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ تشریف لیجانا کیا تھا؟ خوف کفار اور ایذائے مشرکین کے خیال و لحاظ سے کمال حزم و احتیاط کے ساتھ رات کی میں۔ رکیں میں شہر میں چاروں طرف سناٹا ہو گیا اور اندرونی و بیرونی آدمیوں کی آمد و رفت موقوف ہو گئی۔ تو آپ شہر سے باہر نکلا ور قبائل انصار ساکنین مدینہ سے ان کی قیام گاہ پر ملے اور اونکو پہاڑ کی ایک گھاٹی میں لے گئے اور وہاں تبلیغ اسلام کی تحریک پیش کی اس لئے اس بیعت کا نام بیعت عقبہ رکھا گیا۔ عربی میں عقبہ پہاڑ کی گھاٹی کو کہتے ہیں۔

المؤلف عفی عنہ

اسی طرح انصار مدینہ کے اسلام لانے کے خاتمہ کو بھی آپ نے قطع و برید کے ساتھ لکھا ہے۔ اور اختصار پسندی کے اصول پر صرف اتنا لکھ دیا ہے کہ مرتے وقت ان کی زبان پر تکبیر جاری تھی۔ حالانکہ آپ کا اصلی ماخذ بتلا رہا ہے کہ صرف تکبیر (اللہ اکبر) ہی نہیں بلکہ تہلیل (لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ) اور تسبیح (سبحان اللہ) اور تحمید (الحمد للہ) کی صاف صدائیں جاری تھیں طبری ص ۱۲۰۹ مطبوعہ جرمن۔

خدمات تبلیغ کے طریقۂ ادا کاری میں بیان ہو چکا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام حج میں مختلف قبائل عرب کے پاس جا کر قبول اسلام کی ہدایت فرماتے تھے۔ اور ترک بت پرستی سے بچنے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ اس سال یعنی رجب ۱۱ نبوی میں آپ متعدد قبائل کے پاس تشریف لے گئے عقبہ کے پاس جہاں اب مسجد عقبہ واقع ہے۔ جناب رسولخدا صلعم کو چند اشخاص نظر آئے۔ جو قبیلۂ خزرج سے تھے۔ آپ نے اون سے پہلے ان کے نام و نسب دریافت کئے پھر انھیں دعوت اسلام دی۔ اصول ایمان بتلائے۔ اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھکر سنائیں ان سعادتمندوں پر الفاظ ربانی نے ایسے روحانی اثر دکھلائے کہ بے خود ہو کر ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور شوق اسلام کے تقاضہ سے کہنے لگے کہ دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مفاخرت و سبقت یابی میں قبائل یہود ہم پر سبقت لیجائیں۔ یہ کہکر حاضرین انصار نے بیک وقت دین اسلام قبول کیا۔

مولوی شبلی صاحب نے خواہ مخواہ یہاں بھی مختصر نویسی سے کام لیا۔ حالانکہ یہ مقامات تامتر تفصیل کے ہیں۔ ہر مقام پر قرآن مجید اور ارشاد رسالت کے روحانی جذبات کو کسی قبیلہ کی قبولیت اسلام کے ثبوت میں پیش کر دینا کام نہیں آتا خصوصًا جہاں تعین اسلام کے لئے دلیل و حجت نہیں ہوتا۔ تحقیق کا متلاشی قبیلۂ خزرج کی ان سعادتمندوں کے اتنے جلد ایمان لانیکے اسباب و حقیقت ضرور تلاش کریگا۔ اور آپ سے وجہ و اسباب دریافت کریگا۔ آپ کچھ نہیں جانتے اور نہ بتلاتے ہیں کیا جواب دیں گے۔ حالانکہ آپ کے ماخذ اصلی میں صاف صاف موجود ہے۔ لیکن آپ کی خودغرضانہ کوتہ قلمی اور عجلت رقمی سب کو الفظ کئے جاتی ہے۔ اور صاف صاف بتلاتی ہے کہ انصار کی خصوصیات آپ کے نزدیک قابل ذکر نہیں۔ مہاجرین البتہ اون میں بھی مخصوصین حضرات کے حالات قابل اندراج ہیں جنکی تفصیل و بیان میں آپ نے پوری توجہ اور وسعت نظری سے کام لیا ہے۔ جب یہ انداز تالیف اور شان تصنیف ہے تو آپ سے ماخذ اصلی کے صحیح نقل و ترجمہ کی کیا امید کیجا سکتی ہے

بہرحال۔ اب ہم تاریخ طبری کی اصلی عبارت سے اس واقعہ کی پوری حقیقت ذیل میں لکھکر بتلا دیتے ہیں کہ ان سعادتمندان انصار نے کیوں اتنی عجلت کے ساتھ اسلام سے شرفیابی حاصل کی۔ طبری کے تفصیلی الفاظ ملاحظہ ہوں۔

قالوا لما لقیھم رسول اللہ صلعم قال لھم من انتم قالوا نفر من الخزرج قال امن موالی الیھود قالوا بلیٰ قال فجلسوا معہ فدعاھم الی اللہ عزوجل

جب خزرج کے ان لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاقات کی تو پوچھا کہ آپ کون حضرات ہیں وہ بولے ہم قبیلۂ خزرج کے آدمی ہیں دریافت فرمایا کہ آپ لوگ قوم یہود کے تابع اور زیر اثر ہیں جواب ملا

وعرض علیهم الاسلام وتلا علیهم القرآن قال وکان
مما صنع الله لهم به فی الاسلام ان یهود کانوا معهم
ببلادهم وکانوا اهل کتاب وعلم وکانوا اهل شرک
واصحاب فسق واوثان وکانوا قد عزّوهم ببلادهم
فکانوا اذا کان بینهم شیء قالوا لهم ان نبیّاً الآن مبعوث
قد اظل زمانه نتبعه ونقتلکم معه قتل عاد وارم فلما
کلّم رسول الله اولئک النفر ودعاهم الی الله قال بعضهم
لبعض تعلمن والله انه النبی الذی توعدکم به یهود
فلا یسبقنکم الیه فاجابوه فیما دعاهم الیه بان صدقوه
وقبلوا منه ما عرض علیهم من الاسلام وقالوا له انا قد
ترکنا قومنا ولا قوم بینهم من العداوة والشر ما
بینهم وعسی الله ان یجمعهم بک وسنقدم علیهم
فندعوهم الی امرک ونعرض علیهم الذی اجبناک
الیه من هذا الدین فان یجمعهم الله علیه فلا رجل
اعزّ منک طبری ص ۱۲۱۰

ہان۔ ارشاد ہوا کہ اچھا آپ لوگ تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جائین مجھکو
آپ سے کچھ باتین کرنی ہین۔ وہ لوگ بیٹھ گئے اور آنحضرت صلعم نے
اونکو خدائے عزوجل کیطرف بلایا اور دین اسلام بتلایا اور قرآن مجید
تلاوت فرمایا اور آپ کے اس طرز عمل سے اونکے دلون مین بڑا اثر
ہوا کیونکہ یہود جو اونکے ساتھ اونکے شہر مین بستے تھے وہ اہل کتاب
بھی تھے اور صاحب علم و ادراک بھی اور انصار اوسوقت تک مشرک
تھے اور بت پرست۔ اور اس بنا پر انصار شہر کے یہودیون کی بڑی
عزت کرتے تھے۔ اور یہود اکثر کہا کرتے تھے کہ ایک پیغمبر آنیوالا ہے
اور اوسکے ظہور کا زمانہ قریب ہے لوگ اوسکی متابعت کرینگے اور ہملوگونکو
مثل قوم عاد وارم کے غارت و قتل کرینگے۔ اتنا علم تو اونہین پہلے
ہی سے تھا اب اسوقت جب آنحضرت صلعم سے گفتگو ہوئی اور دین
خدا کی دعوت دیگئی تو قبولیت کے اثر سے ایک دوسرے کی طرف
دیکھنے لگا اور کہنے لگا خدا کی قسم یقین کرلو کہ یہ پیغمبر وہی ہے جس کا ذکر
و وعدہ یہود تمسے کرچکے ہین کہین ایسا نہو کہ اس امر مین وہ تم سے سبقت
لیجائین پھر یکزبان ہوکر سب نے آنحضرت صلعم کی دعوت قبول کی

اور جو جو امور متعلق دین اسلام بتلائے گئے وہ سب منظور کرلئے۔ اور آپ کے سامنے سب نے متفق اللفظ ہوکر اقرار کیا کہ ہم لوگون نے
اسوقت سے اپنے شعار قومی کو ترک کیا۔ اور آج سے کبھی شر و فساد کی طرف سبقت نہ کرینگے۔ اور خدائے تعالیٰ آپ کی برکت سے ہم
لوگون مین باہمی اتفاق پیدا کردے اور جب ہم یہان سے اپنی قوم کے پاس لوٹکر جائین گے تو آپ کے احکام و ارشاد کی طرف اپنے
ہمقوم لوگون کو دعوت دینگے اور وہ تمام اصول اسلام جو آپ نے ہمین تعلیم دیے ہین اور ہم نے قبول کرلیے ہین اونھین بتلائین گے
یہان تک کہ خدائے تبارک و تعالیٰ اون لوگون کو قبول اسلام کی توفیق دے اور وہ اسے قبول کرلین اور آپ یقین کرلین کہ اب ہملوگون کے
نزدیک کوئی شخص آپ سے زیادہ معزز نہین ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی خبر اور آپ کے اوصاف کی اطلاع قبیلہ انصار
کو یہود کے ذریعہ سے معلوم ہوچکی تھی اور یہی وجہ خاص اور سبب اصلی تھا کہ اونھون نے آپ کی زبان مبارک سے ہدایت و
ارشاد کے الفاظ سنکر اور یہود کے بیان کردہ صفات کے بالکل مطابق پاکر بیساختہ کہدیا انہ النبی الذی توعدکم بہ یہود
یہ تو وہی نبی ہے جس کا وعدہ یہود تم سے کرچکے ہین۔ ہم نے طبری کی پوری عبارت بھی لکھدی اور اوس کا ترجمہ بھی صرف اس لئے کہ اسکے نہ لکھنے سے

جو ابہام شبلی صاحب کے بیان میں رہ گیا ہے اور جو آگے چلکر بہت سے اوہام و مفاسد کا باعث ہوتا صاف ہوجائے۔

یہ سعادتمندان انصار شمار میں چھ تھے اور قوم خزرج کے قبیلہ بنی نجار سے تھے شبلی صاحب نے اونکے نام حسب ذیل بتلائے ہیں۔

(۱) ابو الہیثم بن تیہان (۲) اسعد بن زرارہ (۳) عوف بن حرث (۴) رافع بن مالک بن عجلان (اسوقت تک جتنا قرآن اوتر چکا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں کو عنایت فرمایا۔ یہ بزرگ جنگ احد میں شہید ہوئے)

(۵) قطبہ بن عامر (جنگ یمامہ زمانہ خلافت شہید ہوئے) جابر بن عبداللہ (۶) بہت بڑے سن ہوئے۔ احادیث کثیرہ کے راوی ہیں واقعہ کربلا کے بعد تک زندہ رہے) اور قبر مطہر حضرت امام حسین علیہ السلام کے اول زائر ہیں)

یہ خوش قسمت انصار دولت ایمان سے مشرف ہوکر جب مدینہ میں واپس گئے تو اونھوں نے اہل وطن کے سامنے سب سے گرانمایہ تحفہ و بیش بہا ہدیہ پیش کیا وہ دین اسلام کی دعوت تھی۔ اونھوں نے اس تحریک کو اس انداز سے آغاز کیا جس انداز سے وہ علمائے یہود کی زبانی سن چکے تھے کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ پھر آنحضرت صلعم سے مشرف ہونے اور دین اسلام کو قبول کر لینے کے سارے واقعات سنانے کے بعد کہنے لگے کہ وہ نبی جس کا تمام عالم کو انتظار تھا آگیا۔ ہماری آنکھوں نے اوس کا دیدار دیکھا اور ہمارے کانوں نے اوسکے پاک کلام سنے اور اوس نے ہمکو ہمیشہ زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا۔ دنیا کی زندگی اور موت اب ہمارے سامنے بالکل ہیچ ہے۔ اسلام کے ان مبلغین اولین کی بشارت کا یہ اثر ہوا کہ تھوڑے دنوں کے بعد قوم انصار کا کوئی گھر ایسا نہیں چھوٹا جسمیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ اوسی سال کے آخر میں یہ نتیجہ نکلا کہ قوم انصار کے بارہ بزرگوار مکہ میں آکر مشرف با سلام ہوئے تفصیل حسب ذیل ہے۔

عقبۂ ثانی کی بیعت

(سنہ ۱۲ سال نبوت)

سنہ ۱۲ سال نبوت کے ایام حج میں مفصلہ ذیل قوم انصار کے بزرگوار مکہ میں آئے۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر سعادت اسلام اور دولت ایمان سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اونکے نام نامی یہ ہیں۔

(۱) ابو امامہ (۲) عوف بن الحارث (۳) رافع بن مالک (۴) طبقہ بن عامر (۵) عقبہ بن عامر (۶) معاذ بن حرث (۷) ذکوان بن عبد قیس (۸) خالد بن مخلد (۹) عبادہ بن صامت (۱۰) عباس بن عبادہ (۱۱) ابو الہیثم (۱۲) عویم بن ساعدہ

حسب ذیل شرائط پر اصول اسلام کے مطابق یہ حضرات جناب ختمی مرتبت علیہ السلام کے دست حق پرست پر شرفیاب بیعت ہوئے۔

(۱) ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کرینگے اور اوسکی ذات واحد میں کسی کو اوسکا شریک نہ بنائیں گے۔

(۲) ہم چوری اور زنا نہیں کرینگے۔
(۳) ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کرینگے۔
(۴) ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائینگے اور نہ کسی کی چغلی اور غیبت کیا کرینگے۔
(۵) ہم کسی امر معروف میں معصیت نہیں کرینگے۔
(۶) ہم ہمیشہ احکام رسالت کی تصدیق کیا کرینگے اور ہمیشہ مطیع و فرمانبردار رہیں گے۔

جب ان لوگوں نے خدمت رسالت میں خلوص نیت و عقیدت شرائط بالا پر عہد و پیمان شرعیہ کر لیے تو اون سے لبطور موعظت ارشاد فرمایا گیا۔

فان وفیتم فلکم الجنة وان غشیتم شیئا من ذلک فاخذتم بحده فی الدنیا فهو کفارة له وان سترتم علیه الی یوم القیامة فامرکم الی الله ان شاء عذبکم وان شاء غفر لکم

اگر تم لوگوں نے ان شرائط کو پورا کیا۔ تو تم بہشت برین کے مستحق ہو گے اور اگر ان میں سے کسی چیز کی بھی فروگذاشت کی تو قابل مواخذہ ہو گے اور اوسکے لئے دنیا میں تم پر حدود شرعیہ جاری ہونگے۔ اور وہ کفارہ ہیں۔ اور اگر تم نے اپنے گناہوں کو چھپائے رکھا تو پھر قیامت تک تم پر اسکا مواخذہ باقی رہ جائیگا۔ اور پھر خدائے تبارک و تعالیٰ کو اختیار ہوگا۔ چاہے وہ تم پر عذاب کرے چاہے بخشدے۔

مصعب ابن عمیر کی تبلیغی خدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے خلوص و عقیدت سے مدینہ میں تبلیغ اسلام کی وسعت اور کامیابی کا پورا یقین کر لیا۔ اور اون عقیدتمندوں نے اپنے اور اپنی باقیماندہ قوم و قبائل کی تعلیم و ہدایت کی غرض سے آنحضرت صلعم کی خدمت میں یہ استدعا پیش کی کہ کوئی مبلغ اور معلم اسلام اونکے ہمراہ کر دیا جائے۔ اس بنا پر آپ نے مصعب بن عمیر کو جو ہاشم بن عبد مناف کے پوتے اور آپ کے قریبی رشتہ دار تھے اور سابقین اسلام کے ممتازین میں داخل تھے۔ احکام اسلام سکھلاتے اور اصول دین بتلانے کی غرض سے انکے ساتھ بھیجدیا۔

ابتداءً مصعب بن عمیر بہت خوشحال تھے اور نہایت آرام پسند۔ مکہ میں انکی سواری جلوس کے ساتھ نکلا کرتی تھی۔ یہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے اور آگے پیچھے مسلح غلاموں کے دستے رہا کرتے تھے جسم پر ہمیشہ بیش قیمت لباس ہوتا تھا معمولی لباس میں کسی نے انکو کبھی نہ دیکھا۔ لیکن جب اسلام سے مشرف ہوئے تو ان تمام ظاہری اور فانی نمائشات کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ پھر تو انکی یہ حالت ہو گئی کہ جب مدینہ میں خدمت تبلیغ پر مامور ہو کر آئے تو تمام گلیوں کوچوں میں صرف ایک کمل کا ٹکڑا کمر سے لپیٹے اور دوسرا ٹکڑا کاندھے پر ڈالے دین حق کی منادی کیا کرتے تھے۔ اسلام میں اصلی زاہد اور حقیقی مجاہد کی یہی شان ہے۔

مصعب مدینہ میں تبلیغ اسلام کی منصب پر مقرر ہو کر آئے تو اسعد بن زرارہ کے یہاں مقیم ہوئے۔ اہل مدینہ نے بڑے اعزاز و اکرام سے انکو اپنا مہمان کیا۔ اور ہر شخص خلوص اسلام کے تقاضہ سے انکی خدمت کو اپنا شرف یقین کرنے لگا۔ مصعب نے جس مستعدی اور سرگرمی سے تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان کے فرائض خاص مدینہ اور اوسکے قرب و جوار میں ادا کئے وہ اپنی آپ مثال

ثابت ہوتے ہین۔ انکی تعلیم اتنے وسیع پیمانے پر مشہور رہوئی کہ مدینہ کے تمام لوگ انکو المقری (معلم) کے لقب سے پکارنے لگے تاریخ ابن ہشام اور طبری مین انکی خدمات تبلیغ کی نسبت لکھا ہے۔

ایک دن مصعب اور اسعد بن زرارہ۔ مدینہ کے مشہور و معروف کنوئین۔ بیر مرق پر بیٹھے ہوئے یہ غور کر رہے تھے کہ بنی ظفر اور بنی عبد الاشہل کو دائرۂ اسلام مین لانیکی کیا ترکیب کی جاوے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ان دونون قبیلون کے سردار تھے۔ یہ دونون ابھی تک مشرف باسلام نہین ہوئے تھے۔ اور جب تک یہ دونون شرفیاب اسلام نہولین انکی ماتحتی اور زیر اثر قبائل کا اسلام لانا دشوار تھا۔ انکے اس مشورے اور باہمانہ گفتگو کی خبر سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر کو بھی معلوم ہوگئی تو سعد فوراً اوٹھے اور اسید کے پاس پہونچے اور کہنے لگے کہ تم کس خواب غفلت مین آلودہ ہو۔ قوم کی قوم قبیلہ کا قبیلہ ہاتھ سے نکلا جا رہا۔ یہ مصعب ابن عمیر جو مکہ سے نئے دین کا مبلغ بنکر آیا ہے۔ وہ اور اوسکے ساتھ اسعد دونو ملکر ہمارے قبیلہ کے سادہ لوح لوگون کو بہکا رہے ہین تمہین چاہیئے کہ فوراً جاکر نہایت سختی سے منع کرو اور صاف لفظون مین تاکید تمام ان سے کہدو کہ وہ دونون آج سے ہمارے محلہ مین قدم نہ رکھین۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ سعد۔ مین خود جاتا لیکن بات یہ ہے کہ اسعد بن زرارہ میرا خالہ زاد بھائی ہے تم جانتے ہو کہ میری ذراسی نمایش پر خانہ جنگی شروع ہوجائیگی۔ اسید نے کہا کوئی مضائقہ نہین مین تنہا جاکر اس قضیہ کا خود تصفیہ کئے آتا ہون یہ کہا اور ہتیار باندہ لئے۔ اور سیدھے بیر مرق کی طرف روانہ ہوگئے اسعد دور سے اسید بن حضیر کو آتا دیکھکر مصعب بن عمیر سے کہنے لگا کہ دیکھو یہ قبیلہ کا سردار آرہا ہے خدا کرے وہ تمہاری بات مان جائے۔ مصعب بولے اگر وہ آگیا اور ذرا دیر بھی بیٹھ گیا اور اوس نے میری باتون کو صرف سُن لیا تو پھر وہ میرے قابو مین آجائے گا۔ اتنے مین اسید بھی آپہونچا اور اسید نے پہلے کھڑے ہوکر اسعد اور مصعب کو خوب صلواتین سنائین۔ پھر کہا تم لوگ ہمارے قبیلہ کے کم عقل لوگون مین احمق بنانے کے لئے آئے ہو مصعب نے نہایت نرمی اور سنجیدگی سے جواب مین کہا کہ آپ جب آگئے ہین تو تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ بھی جائین اور میری غرض و استدعا سن لین اور مطبوع طبع ہو تو مان لین ورنہ اوسکو میرے پاس چھوڑ دین۔ اسید نے کہا۔ خیر کہو۔ اس مین حرج ہی کیا ہے مین تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاتا ہون۔ یہ کہکر اسید بیٹھ گیا۔ اور مصعب نے نہایت متانت اور وضاحت سے پہلے اونکو اصول اخلاق و ایمان تبلائے پھر قرآن مجید کے چند آیات پڑھکر سنائے۔ اسید اونکی تمام باتون کو پورے اطمینان اور خوشی کے ساتھ سنتا رہا۔ جب وہ اپنے کلام کو ختم کر چکا تو اسید وہ اسید ہی نہین تھا فوراً مصعب سے کہنے لگا کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ جب کوئی شخص پہلے پہلے تمہارا دین قبول کرتا ہے تو تم کس ترکیب سے اوسکو اپنے دین مین لے آتے ہو۔ مصعب نے کہا کچھ نہین اوسے غسل کراتے ہین۔ پاک و پاکیزہ کپڑے پہناتے ہین پھر کلمہ شہادت پڑھاکر دو رکعت نماز نوافل پڑھا دیتے ہین۔ اسید یہ سنکر اوٹھا۔ فوراً غسل کیا کپڑے دہوئے اور مصعب کے پاس آپہونچا مصعب نے کلمہ پڑھاکر دو رکعت نماز پڑھا دی۔ جب اسید اسطرح مشرف باسلام ہوچکا تو مصعب سے کہنے لگا کہ ابھی میرے پیچھے ایک شخص اور ہے۔ مین اوسے بھی ابھی جاکر تمہارے پاس بھیجے دیتا ہون۔ یاد رکھو۔ اگر تم نے اوسے مسلمان بنالیا تو مدینہ بھر مین

پھر کوئی فرد واحد تمہارا مخالف نہ رہے گا۔ اتنا کہکر اسید وہان سے اوٹھا اور سعد کے پاس پہونچا سعد نے اوسکو آتا دیکھکر فوراً اوسکے موجودہ تغیر کو پہچان لیا اور چلا کر کہنے لگا۔ اسید جس رنگ مین تم یہان سے گئے تھے وہ رنگ تمہارے چہرے پر باقی نہین رہا۔ کہو خیر تو ہے۔ اسید کہنے لگے ان دونو کو تو مین نے لطور خود سمجھا دیا ہے اور اون سے اقرار لے لیا ہے کہ وہ ہمارے مشارو مشورت کے بغیر کوئی کام نہین کرینگے ۔مگر وہان تو ایک دوسرا واقعہ پیش ہوگیا۔ بنو حارثہ ایکبارگی وہان پہونچ گئے اور وہ تمہاری مخالفت کی بنا پر تمہارے خالہ زاد بھائی۔ اسعد بن زرارہ کے قتل کر دینے پر بالکل آمادہ اور طیار کھڑے ہین۔ جاؤ اور بھائی کی جلد خبر لو۔ یہ سنکر اب سعد بن معاذ نہ ٹھہرنے یا کوئی بات کرنے کا وقت کہان تھا نہایت عجلت سے اوٹھا اور مسلح ہوکر بڑی شدت سے موقع پر روانہ ہوا۔ مگر چلتے چلتے اسید ابن حضیر سے اتنا ضرور کہتا گیا کہ افسوس ہے ۔۔۔ یہ تم سے کوئی کام پورا نہ ہوا

سعد بن معاذ جب یہان پہونچے تو کچھ بھی نہ تھا۔ مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ اطمینان سے بیٹھے باتین کر رہے تھے۔ اب سعد کو اسید کی اس حکمت عملی کی ترکیب معلوم ہوگئی۔ اور اوس نے سمجھ لیا کہ اسید کو صرف میرا یہان بھیجدینا مقصود تھا اور کچھ نہین یہ سوچکر وہ اون دونو آدمیون کے قریب آکر کھڑا ہوگیا اور اسید کی طرح دونون کو برا بھلا کہنے لگا اور آخر کلام مین اسعد سے تہدیداً یہ بھی کہا کہ اگر تو ہمارے تمہارے درمیان قرابت و عزیز داری کا واسطہ نہ ہوتا تو تمہارے مجال نہ ہوتی کہ تم ہمارے محلہ مین قدم دہرتے۔ اسعد نے آہستہ مصعب سے کہا کہ یہ قبیلہ کے راس الرئیس ہین۔ اگر تم نے انکو قابو مین کر لیا تو پھر سارا مدینہ تمہارا مطیع ہے مصعب نے کہا انشاء اللہ۔

مصعب رؤسائے انصار کا مزاجدان تو ہو ہی گیا تھا۔ سعد کے ساتھ بھی اوس نے اپنی گفتگو کا وہی انداز رکھا جو اسید کے ساتھ رکھا تھا۔ نہایت آہستگی اور نرمی سے کہا کہ آپ بیٹھ جائیے جو مین عرض کرتا ہون اوسے سن لیجئے۔ اگر مطبوع خاطر ہو تو خیر ورنہ مجھے کوئی اصرار نہین۔ سعد نے بھی اسید کی طرح کہا کیا مضائقہ ہے۔ یہ کہا اور بیٹھ گیا۔ مصعب نے اوسی طرح اپنی تقریر کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلے اسلام کی خوبیان پھر اصول تبلائے اور اسکے بعد قرآن مجید کی آیتین تلاوت فرمائین مصعب کی تقریر سنکر بن معاذ کی ساری حرارت ٹھنڈی ہوگئی نتیجہ وہی ہوا جو اسید کا۔ یہ بھی اوٹھے نہائے دہوئے کپڑے بدلے اور حلقہ اسلام مین داخل ہوگئے ہذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء

سعد بن معاذ اسید سے زیادہ پرجوش اور سرگرم اوٹھے۔ مصعب سے رخصت ہوکر جب اپنے قبیلہ کے پاس آئے تو اونھون نے تمام قبیلہ کے لوگون کو اپنے پاس بلایا اور اون کے سامنے صاف صاف لفظون مین اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا اور اون سے کہا کہ مین تو اسلام لا چکا۔ اب تم اپنی کہو۔ تمام قبیلہ نے کہا کہ تم ہمارے سردار ہو۔ ہر امر مین تمہاری راے ہماری رائے سے بہتر اور اعلیٰ ہے سعد بن معاذ بولے تلمیحات و اشارات سے کام نہین چلتا مین تو اب تا وقتیکہ تم مشرف با سلام نہ ہوجاؤ کسی ایک مرد یا عورت سے بات کرنا بھی اپنے لئے حرام جانتا ہون۔ یہ سننا تھا کہ قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہوگیا

جو موجود نہ تھے وہ صبح سے شام تک آتے رہے اور اسلام لاتے رہے رات کی نماز کے بعد جب قبیلہ کا جائزہ لیا گیا تو قبیلہ بنی عبدالاشہل میں ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں بچا جو اسلام نہ لا چکا ہو۔

افسوس ہے کہ عربی ماخذوں نے انصار کے اس خلوص اور جد و جہد فی الاسلام میں صفحوں کے صفحے بھر دئے ہیں لیکن شبلی صاحب کے اختصار نے انکی بڑی ہوشیاری اور کفایت شعاری سے صرف دو تین سطروں میں تمام کر دیا ہے۔ لیکن بایں ہمہ اتنا لکھکر ضرور اقرار کر دیا ہے کہ مدینہ سے قبا تک تمام اسلام پھیل گیا۔ صرف خطمہ۔ وائل اور واقف کے چند قبائل باقی رہ گئے۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۲۹

انصار اور رسول اللہ کو ہجرت مدینہ کی دعوت

اخلاص مندان انصار میں ہمت و حوصلہ کی اتنی افزائش ہوئی کہ سال آیندہ انھوں نے اپنے عقیدت مندوں کے پچھتر آدمیوں کی ایک وفد تیار کی اور انکو بسر کردگی مصعب ابن زبیر موسم حج میں حجاج مدینہ کے ساتھ اس غرض خاص سے بھیجا کہ وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں تشریف لانے کی خاص طور پر دعوت دیں۔

عقیدت مندان انصار کی یہ وفد جسمیں نسیبہ اور اسماء دو عورتیں بھی شامل تھیں۔ حجاج مدینہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئیں ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ظلم و خوف کفار سے اسلام لانا گویا جان سے ہاتھ دھونا تھا اس بنا پر بڑے حزم و احتیاط اور پوری رازداری اور ہوشیاری سے کام لینا ہوتا تھا۔ اور یہ تمام امور اتنے مخفی طور سے کئے جاتے تھے کہ سوائے خاص عقیدتمندان اسلام کے کسی اور کو ان امور کی کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی تھی۔

چونکہ شبلی صاحب نے ان معاملات کے اخفا رازداری کی اہمیت کو اپنے مفید مطلب نہیں سمجھا ہے اس لئے بیعت ہائے عقبہ کے ان مخفی اور رازدارانہ طریقہ کے اظہار و اندراج کو حسب العادت مرفوع القلم فرما دیا ہے لیکن ہم اسکے انکشاف حقیقت کو موجودہ اور آیندہ واقعات ہجرت کے لئے نہایت ضروری اور مفید سمجھتے ہیں اس لئے تاریخ طبری کی مفصلہ ذیل عبارت سے اسکی پوری کیفیت درج کرتے ہیں۔

ثم ان مصعب بن عمیر رجع الی مکۃ وخرج من خرج من الانصار المسلمین الی الموسم الحج مع حجاج قومھم من اھل الشرک حتی قدموا مکۃ فواعدوا رسول اللہ صلعم العقبۃ من اوسط ایام التشریق حین اراد اللہ بھم ما اراد من کرامتہ والنصر لنبیہ صلعم والاعزاز للاسلام واھلہ واذلال الشرک واھلہ قال الکعب

مصعب بن عمیر اور انصار مسلمین کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور ان جماعت مسلمین کے ہمراہ مدینہ کے مشرکین بھی تھے جو حج کے قصد سے مکہ میں آئے تھے یہ لوگ مکہ میں آئے اور جناب رسولخدا صلعم سے ملاقات کا وعدہ کرا لیا اور آپ نے گیارھویں تاریخ (اوسط ایام تشریق) رات کو ان سے ملنے کا وعدہ فرمایا اور اس روز و تاریخ کو مشیت ایزدی نے اپنے پیغمبر کے اظہار کرامت و نصرت اور اسلام کی افزونی عزت و منزلت کے لئے قرار دیا تھا کعب کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ

فلما فرغنا من الحج وكانت الليلة التي واعدنا رسول الله صلعم ومعنا عبد الله بن عمرو ابو الجابر واخبرناه وكنا نكتم معنا من المشركين من قومنا امرنا فكلمناه وقلنا له يا ابا جابر انك سيد من ساداتنا وشريف من اشرافنا وانا نرغب بك عما انت فيه ان تكون حطبا بالنار غدا ثم دعوناه الى الاسلام واخبرناه بميعاد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ايانا العقبة قال فاسلم معنا العقبة وكان نقيبا فنمنا تلك الليلة مع قومنا في رحالنا حتى مضى ثلث الليل خرجنا من رحالنا لميعاد رسول الله صلعم نتسلل مستخفين تسلل القطاء حتى اجتمعنا في الشعب عند العقبة ونحن سبعون رجلا ومعهم امراتان من نسائهم نسيبة بنت كعب ام عمارة واسماء بنت عمرو بن عدی فاجتمعنا بالشعب ننتظر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حتى جاءنا ومعه عمه عباس بن عبد المطلب

طبری جزو من ص ۱۲۲۰

مناسک حج سے فارغ ہو چکے تو وہی رات تھی جس رات کو انحضرت صلعم نے ہملوگون کو مشرف باسلام فرمانے کا وعدہ کیا تھا اور ہملوگون کے ساتھ عبد اللہ ابن عمر جنکی کنیت ابو جابر تھی۔ وہ اوسوقت تک اسلام نہین لائے تھے لیکن ہم نے اونکو اس امر کی خبر کر دی تھی اور ہملوگ اس امر کو مشرکین سے جو ہمارے ساتھ آئے تھے چھپا نے تھے اور بڑی احتیاط سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ لیکن ابو جابر سے ہمنے خاص طور پر اسکو کہدیا کہ اے ابو جابر تم ہمارے سردار اور اشراف قوم و قبیلہ ہو۔ اور ہمکو یہ گوارا نہین کہ ہم آخرت مین تمکو جہنم کا ایندھن دیکھین یا ہونے دین۔ یہ کہکر ہم نے اونکو اسلام کی دعوت دی اور یہ بھی کہا کہ اسی درہ کوہ کی طرف آج رسول اللہ صلعم نے تشریف لانے اور بیعت اسلام سے مشرف فرمانے کا وعدہ کیا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ ابو جابر مسلمان ہو گئے اور ہمارے نقیب مقرر ہوئے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ اس گفتگو کے بعد ہملوگ رات کو سو رہے اور جب تین بہتر رات چلی گئی۔ تو ہم لوگ اپنی قیام گاہ سے اوٹھے اور ایک ایک شخص نہایت آہستگی کے ساتھ پاؤن دبا دبا کر مثل پرندہ قطار کے اوس گھاٹی کی طرف چلا۔ اور اسی طرح ہم سب لوگ جمع ہوئے اسوقت ہم لوگ دو عورتین ملاکر مجموعا ستر آدمی تھے عورتون مین ایک کا نام نسیبہ بنت کعب اور کنیت ام عمارہ تھی اور دوسری کا نام اسما بنت عمرو بن عدی۔ ہملوگ اوس پہاڑ کے درے مین بیٹھے انتظار کر رہے تھے کہ آنحضرت صلعم مع اپنے عم محترم عباس ابن عبد المطلب کے تشریف لائے۔

طبری کی اس عبارت نے ثابت کر دیا کہ یہ امور کس رازداری اور ہوشیاری سے عمل مین لائے جاتے تھے اور سوائے ان معتمدین و معتبرین خاص کے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعتبار ہوتا تھا۔ باایمان لانے والون کو اپنے جن ہمراز احباب پر اعتماد و اطمینان کلی ہوتا تھا سواے اون کے اور کسی سے اشارتاً یا کنایتاً ان امور کا ذکر نہین کیا جاتا تھا۔

اسی کے ساتھ حضرت عباس کی شرکت و ہمراہی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ معدودے چند حضرات بنی ہاشم جو اسوقت تک بظاہر اسلام نہین لائے تھے لیکن قرابت اور یگانگی کے فطرتی اور حقیقی تعلقات کی وجہ سے آنحضرت صلعم کے نزدیک بمقابلہ دیگر مسلمین کے زیادہ معتمد اور معتبر تھے۔ اسی لئے اونکو ایسی سخت رازداری کے اوقات مین اونکے اخلاص و اتحاد پر پورا اعتماد کر کے اونکو اپنا رفیق و ہمراز بنایا گیا۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے آنحضرت صلعم کے احباب خاص کی گذشتہ فہرست مین حضرت عباس کیا کسی بنی ہاشم کا نام نہین دیا۔ اور بعض بیرونی اشخاص کو احباب خاص مین داخل کر دیا ہے جس پر ہم مفصل بحث کر چکے ہین۔

اب ہم ان واقعات کو شبلی صاحب کی زبانی ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اگلے سال ۷۲ شخص حج کے زمانے میں آئے اور اپنے ساتھیوں سے (جو بت پرست تھے) چھپکر بمقام منٰی (عقبہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس موقع پر حضرت عباس بھی جو اسوقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ انھوں نے انصار سے خطاب کرکے کہا کہ گروہ خزرج۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خاندان میں معزز و محترم ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ انکے سینہ سپر رہے اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں اگر مرتے دم تک انکا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی سے جواب دیدو۔ براء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خطاب کرکے کہا ہم لوگ تلوار کی گود میں پلے ہیں۔ وہ اسی قدر کہنے پائے تھے کہ ابو الہیثم نے بات کاٹ کر کہا یا رسول اللہ صلعم۔ ہم سے اور یہود سے تعلقات ہیں بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے ایسا تو نہ ہو کہ جب آپ کو قوت اور اقتدار حاصل ہو جائے تو آپ ہم کو چھوڑ کر وطن چلے جائیں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا نہیں۔ تمہارا خون میرا خون ہے تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔

آنحضرتؐ نے جن باتوں پر انصار سے بیعت لی یہ تھیں۔ شرک۔ چوری۔ زنا۔ قتل اولاد اور افترا کے مرتکب نہونگے اور اچھی بات جو رسولؐ کہیں گے اوس سے سرتابی نکرینگے۔ لہ

جب انصار بیعت کر رہے تھے تو اسعد بن زرارہ نے کھڑے ہو کر کہا بھائیو یہ بھی خبر ہے کس چیز پر بیعت کر رہے ہو یہ عرب و عجم اور جن و انس سے اعلان جنگ ہے۔ سب نے کہا۔ ہاں ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔

مفصلہ ذیل بارہ ۱۲ اشخاص جو نقیب انتخاب کئے گئے رئیس القبائل تھے انکا اسلام قبول کرنا تمام اسلام کا قبول کرنا تھا۔

لہ شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ شرائط صحیح بخاری کی روایت ہیں سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ عقبہ اولیٰ کے شرائط میں۔ اخیر بیعت اس بات پر لیگئی کہ انصار آپکی جان کی حفاظت کرینگے۔ شبلی صاحب کی نظر اگر وسیع ہوتی تو آپ یہ تفریق و تخصیص نہ قائم کرتے اور سمجھ لیتے کہ منع عن الشرک والسرقۃ والزنا۔ والاجتناب عن قتل الاولاد والافتراء وغیرہ ذلک۔ یہ تمام شرائط اسلام کے ابتدائی اصول دین میں انکا اقرار ہر بیعت میں بقصد مشترک لیا گیا ہے فتح مکہ کی اخیر بیعت میں بھی بیعت کرنیوالوں سے یہی اقرار لیے گئے تھے۔ اس بنا پر یہ اصول ہر بیعت کے شرائط مخصوصہ کے ساتھ عام طور سے مشترک ہیں اس لئے بخاری نے عقبہ ثانیہ میں بھی انکو لکھدیا۔ اور اہل سیرت نے اس خیال سے کہ بیعت اولیٰ کے ذکر میں انکو لکھ چکے ہیں۔ انکو تو نہ لکھا مگر مخصوص شرط کو اس غرض سے قلمبند کردیا کہ انکا ذکر اوپر نہیں کیا گیا تھا شبلی صاحب یہیں سے فن تاریخ و سیرت اور فن حدیث کے اصول مختلفہ کو سمجھ لیں۔

لیکن بخاری کے شرط اخیر کہ رسول اللہ صلعم جو اچھی بات کہیں گے اوس سے سرتابی نکرینگے اسکو البتہ کسی تاریخ و سیر کے مؤلف نے نہیں لکھا ہے۔ اور سمجھ میں نہیں آتا کہ خدا کا رسولؐ اچھی باتوں کو چھوڑ کر کبھی بُری باتوں کو بھی بتلاتا ہو جو صریح تنقیص شان رسالت ہے پس اس قسم کی بیعت مشروط اور اطاعت مخصوصہ تو حکم عام اطیعوا اللہ واطیعوا الرسولؐ کے بالکل مخالف ہے۔ فافہم فتدبر

المؤلف

(۱) اسید بن حضیرؓ۔ جنگ بعاث میں انھیں کے باپ اوس کے سردار تھے۔

(۲) ابوالہیثمؓ بن تیہان۔

(۳) سعد بن خثیمہؓ۔ جنگ بدر میں شہید ہوئے۔

(۴) اسعد بن زرارہؓ۔ انکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یہ امام نماز تھے۔

(۵) سعد بن الربیعؓ۔ جنگ احد میں قدم رسالت پر جان دیکر شہید ہوئے۔

(۶) عبداللہ بن رواحہؓ۔ مشہور شاعر ہیں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔

(۷) سعد بن عبادہؓ۔ معزز اور مشہور صحابی ہیں سقیفہ بنی ساعدہ میں انھیں نے پہلے خلافت کا دعویٰ کیا تھا۔

(۸) منذر بن عمرؓ۔ جنگ بئر معونہ میں شہید ہوئے۔

(۹) براء بن معرورؓ۔ بیعت عقبہ میں انصار کی طرف سے انھیں نے تقریر کی تھی۔ آنحضرت صلعم کی ہجرت سے قبل انتقال کر گئے۔

(۱۰) عبداللہ بن عمروؓ۔ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

(۱۱) عبادہ بن صامتؓ۔ مشہور صحابی ہیں۔ ان سے اکثر حدیثیں مروی ہیں۔

(۱۲) رافع بن مالکؓ۔ جنگ احد میں شہید ہوئے۔

یہ بارہ شخص جو نقیب انتخاب کیے گئے تھے رئیس القبائل تھے انکا اسلام قبول کرنا تمام انصار کا اسلام قبول کرنا تھا صبح کو مکہ میں اس بیعت کی خبر پہنچی۔ قریش انصار کے پاس آئے اور شکایت کی۔ انصار کے ساتھ جو بت پرست تھے انکو اس بیعت کی خبر نہ تھی انہوں نے تکذیب کی کہ اگر ایسا ہوتا تو ہم سے کیونکر چھپ سکتا تھا۔

سعد بن عبادہ پر قریش کے مظالم

شبلی صاحب کی کوتہ قلمی کا کوئی علاج نہیں۔ حالانکہ اس سے سلسلہ واقعات میں اسقاط و ابہام واقع ہو جاتے ہیں جو شان تالیف اور تدین مؤلف کے مخالف ہے۔ آپ لے اوپرانتے حالات لکھکر مابعد کے تمام واقعات مرفوع القلم فرما دئیے معمولی دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ مسلمین انصار پر اسکے بعد کوئی سختی یا تشدد نہیں گذرا وہ ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر چلے گئے اور قریش نے بھی بت پرستان مدینہ سے استفسار کرنے کے بعد ان لوگوں سے کچھ مواخذہ نہیں کیا اور قطعی دست بردار ہوگئے۔ حالانکہ یہ سراسر خلاف حقیقت ہے ظالمہ قریش نے مشرکین مدینہ کے بیانات لینے کے بعد بھی انصار کی طرف سے اپنی تلاش و سراغ رسانی کا سلسلہ موقوف نہیں کیا اور مسلمین انصار سے دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا جن میں ایک سعد بن عبادہ تھے ان پر جو مظالم ہوئے وہ بہت جلد بیان ہوتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ان قابل الذکر واقعات کو جو انصار کے سلسلہ حالات کے جزو آخر اور ضروری الذکر تھے صرف اسلئے قلم زد کر دیے گئے کہ شبلی صاحب کے خود غرضانہ موضوع تالیف کے اصول خاص میں انصار کے اخبار و اذکار قابل تحفظ و استذکار

نہیں خصوصًا سعد بن عبادہ تھے جو بقول شبلی صاحب اول دعویدار خلافت ہوئے تھے اور ایسی ناقابل عفو جرم کے مجرم تھے۔

سعد بن عبادہ کی داستان مصیبت ابن ہشام کی زبانی حسب ذیل ہے۔

وخرجوا في طلب القوم فادركوا سعد بن عبادة باذاخر والمنذر بن عمرو اخا بني ساعدة ابن كعب ابن الخزرج وكلاهما كان نقيبا فاما المنذر فاعجز القوم واما سعد فاخذوه فربطوا يديه الى عنقه بنسع رحله ثم اقبلوا به حتى ادخلوه مكة يضربونه ويجذبونه بجمّته وكان ذا شعر كثير. قال ـ سعد اني لفي ايديهم اذا طلع علي نفر من قريش فيهم رجل وضيء ابيض شعشاع حلو من الرجال قال سعد بن عبادة قلت في نفسي لان يك عند احد من القوم خير فعند هذا فلما دنا مني رفع يده فلكمني لكمة شديدة قال قلت في نفسي لا والله ما عندهم بعد هذا من خير قال فوالله اني لفي ايديهم يسحبونني اذا اوى لي رجل ممن كان معهم قال ويحك اما بينك وبين احد من قريش جوار ولا عهد قال قلت بلى والله لقد كنت اجير لجبير بن مطعم تجارة ولامنعهم ممن اراد ظلمهم ببلادي وللحرث بن حرب ايضا قال ويحك فاهتف باسم الرجلين واذكر ما بينك وبينهما قال ففعلت وخرج ذلك الرجل اليهما فوجدهما في المسجد عند الكعبة فقال لهما ان رجلا من الخزرج الان يضرب بالابطح ليهتف بكما ويذكر ان بينه وبينكما جوارا قالا ومن هو قال سعد بن عبادة قالا صدق والله ان كان ليجير لنا تجارنا ويمنعهم ان يظلموا ببلده قال فجاءا فخلصا سعدا من ايديهم فانطلق

ص ۱۵۵

قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھنک سی معلوم ہوئی وہ اہل یثرب کی تلاش میں نکلے۔ لیکن انکا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔ قریش نے سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو وہاں پایا منذر تو بھاگ نکلا اور انکے ہاتھ نہ آیا مگر سعد بن عبادہ کو انھوں نے پکڑ لیا اوسکی سواری کے اونٹ کا تنگ کھول کر اوسکی مشکیں باندھیں مکہ میں لاکر انھیں مارتے تھے۔ انکے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے پھرتے تھے۔ یہ سعد بن عبادہ وہی ہیں جنکو جناب رسولخدا صلعم نے نقیب اسلام مقرر فرمایا تھا یہ اپنا واقعہ آپ بیان کرتے ہیں انکے کہتے ہیں کہ جب قریش مجھے مار رہے تھے تو ایک سرخ سفید اور شیریں شمائل شخص میرے پاس سے گذرا اوسے دیکھکر میرے دل میں خیال ہوا کہ اس قوم میں سے کسی شخص سے میری بھلائی ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہوگا لیکن جب وہ میرے پاس آیا تو اوس نے میرے مونہہ پر بڑے زور سے طمانچہ لگایا۔ اسوقت مجھے یقین آگیا کہ ان لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس سے خیر کی امید کیجائے اتنے میں ایک شخص اور آیا اوس نے میرے حال پر ترس کھایا اور کہا کیا قریش میں سے کسی کے ساتھ تجھکو شناسائی اور ربط نہیں ہے اور کسی شخص سے بھی تیرے پیمان عہد و پیمان نہیں میں نے کہا ہاں جبیر بن مطعم اور حرث بن حرب جو عبد مناف کے پوتے ہیں۔ وہ تجارت کے لئے میرے یہاں برابر آیا کرتے ہیں میرے اونکے شناسائی بھی ہے اور عہد و پیمان بھی ہیں میں نے اکثر اونکے جان و مال کی حفاظت کی ہے اور اوس شخص نے کہا پھر اونہیں دو نو آدمیوں کی دہائی کیوں نہیں دیتا اور اونکو اپنی نصرت و حمایت کے لئے کیوں نہیں بلاتا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر وہی شخص اون دونوں کے پاس گیا اور کہا کہ قبیلہ خزرج کا ایک آدمی گرفتار ہو کر مار کھاتا ہے اور غریب تمہارے نام لیکر پکارتا ہے۔ ان دونوں نے پوچھا وہ کون ہے اور اوسکا کیا نام ہے اوس نے بتلایا کہ وہ سعد بن عبادہ نام بتلاتا ہے۔ وہ دونوں بولے ہاں ہاں اوسکا ہم دونوں آدمیوں پر احسان ہے پھر وہ موقع پر آ پہونچے اور مجمع کو چھڑا دیا۔ اور یہ ثابت قدم شخص یثرب کو چلا گیا۔

صاحب رحمۃ للعالمین اس واقعہ کے متعلق ذیل کی عبارت حاشیہ مین لکھتے ہین۔

سعد بن عبادہ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے کیا سبق ملتا ہے؟ یہی کہ اسلام کے ساتھ ہی خدا کی طرف سے آزمایش شروع ہوجاتی ہے ۔ بھوک پیاس کی آزمایش ۔ قوم و ملک کی عداوت کی آزمایش ۔ ضرر جسمانی اور نقصان مال کی آزمایش وغیرہ وغیرہ اور جب کوئی شخص ان آزمایشون مین پورا اوترتا ہے تب وہ خدا کے اوس ابدی وعدے کا مستحق ٹھہر جاتا ہے جو قرآن و انجیل و توراۃ مین مومنین سے کیا گیا ہے کہ اسکی دنیا بھی عمدہ ہوگی اور آخرت بھی عمدہ ہوگی ۔ (ملخصاً از کتاب رحمۃ اللعلمین ص ۷۶)

مرقومہ بالا عبارت سے ہر شخص بآسانی سمجھ لے سکتا ہے کہ ایک مولف نے اس واقعہ کو زاید از ضرورت سمجھکر مرفوع القلم کر دیا ہے اسکے خلاف دوسرے محقق نے اسکی نقل و تفصیل کو ضروری الذکر سمجھکر اس شرح و بسط سے قلمبند کیا ہے ظاہر ہے کہ مولف اول کی راے اسکے مرفوع القلم کر دینے کی نسبت ضرور اوسکی اپنی ذاتی اغراض پر مبنی تھی اور مولف آخر نے بغیر کسی ذاتی اغراض و مطالب کے ۔ صرف اسلام کی صداقت اور متقدمین اسلام کے استقلال و استقامت کے اظہار مدعا کو پیش نظر رکھکر اس واقعہ کو پوری تصریح کے ساتھ لکھدیا ہے اگر تنہا شبلی صاحب نے اس پر اعتنا نہ فرمائی تو کیا سعد بن عبادہ کے اسلامی خدمات اسلام کی تمام کتابوں مین محفوظ ہین اور انشاء اللہ ابدالآباد قایم و برقرار رہین گے

صحابہ کو ہجرت مدینہ کی اجازت شبلی صاحب رقمطراز ہین۔

مدینہ کو اسلام مین پناہ حاصل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو اجازت دی کہ مکہ سے ہجرت کر جاہین قریش کو معلوم ہوا تو اونہون نے روک ٹوک شروع کی لیکن چوری چھپے لوگون نے ہجرت شروع کردی رفتہ رفتہ اکثر صحابہ چلے گئے ۔ صرف آنحضرت صلعم ۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ رہ گئے ۔ جو لوگ مفلسی سے مجبور تھے وہ مدت تک نہ جا سکے یہ آیت اونہین کی شان مین ہے ۔

وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا	کمزور مرد ۔ عورتین اور بچے ۔ جو یہ کہتے ہین کہ اے خدا ہم کو اس شہر سے نکال لے کہ یہان کے لوگ بڑے ظالم ہین ۔

شبلی صاحب جسطرح خاص خاص موقع پر کوتہ قلمی کے دلدادہ ہین اسی طرح خاص خاص حضرات کے گرویدہ بھی ہین اونکے ذکر اجمال مین آپ کا کلک بیان بہت ہی وسیع البیان ہوجاتا ہے ۔ چونکہ اس واقعہ اور اس سے پہلے کے واقعہ مین خاصکر وہ حضرات اور اونکے خدمات ہین جن سے آپ کو کم تعلق ہے ۔ اس لئے سرے سے یہ واقعات ہی فرد بیان سے خارج کر دیے گئے لیکن ایک آزاد مولف اور خاصکر ایسے محقق کو جو بلا واسطہ و تعلق آزادی سے صرف اسلام کے واقعات کی ترتیب دیتا ہے اس تخصیص و تنقید اور قطع و برید کی ضرورت نہین شبلی صاحب کے خلاف مولوی سید سلیمان صاحب مولف رحمۃ للعلمین نے ان واقعات کو مفصلہ ذیل عبارت مین کس تفصیل سے بیان کیا ہے ۔

عقبۂ ثانیہ کی بیعت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اون مسلمانون کو جو مکے سے ابھی باہر نہین گئے تھے لیکن

اب جن پر اتنے ظلم و ستم ہونے لگے تھے کہ پیارا وطن انکے لئے آگ کا بھاڑ بن گیا تھا۔ یثرب چلے جانے کی اجازت دیدی۔ ان ایمان والون کو گھر بار۔ خویش و اقارب۔ باپ بھائی اور زن و فرزند کے چھوڑنے کا کوئی غم نہ تھا بلکہ خوشی یہ تھی کہ یثرب جاکر خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت پوری آزادی سے کرینگے۔ ان ہجرت کرنے والون اور گھر چھوڑنے والون کو قریش مکہ کی سخت مزاحمت کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔

صہیب رومی پر مظالم صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کرکے جانے لگے تو کفار نے انھین آگھیرا اور کہا صہیب جب تو مکہ مین آیا تھا تو مفلس قلاش تھا۔ یہان ٹھیر کر تو نے ہزارون کمائے۔ آج یہان سے جاتا ہے اور چاہتا ہے یہان سے سب مال و زر لے کر چلا جائے۔ تو ایسا کبھی ہونے کا نہین صہیب نے کہا اچھا۔ اگر مین سب اپنا مال و متاع تمہین دیدون تب تو مجھے جانے دوگے۔ قریش بولے ہان۔ حضرت صہیب نے سارا مال اوسیوقت دیدیا اور دامن جھاڑ کر مدینہ کو روانہ ہوگئے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا صہیب نے اس سودے مین نفع کثیر کمایا۔ بحوالہ ابن ہشام ص ۱۶۰

حضرت ام سلمہ پر مظالم حضرت ام سلمہ کہتی ہین کہ میرے شوہر ابو سلمہ نے ہجرت کا ارادہ کیا مجھے اونٹ پر بٹھلایا میری گود مین میرا بچہ سلمہ تھا۔ جب ہم چلے تو بنو مغیرہ نے آکر ابو سلمہ کو گھیر لیا۔ کہا تو جا سکتا ہے مگر ہمارے لڑکے کو نہین لیجا سکتا۔ اب بنو اسد بھی آگئے اونھون نے ابو سلمہ سے کہا کہ تو جا سکتا ہے۔ مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ سے ہے تو نہین لے جا سکتا۔ غرض اونھون نے ابو سلمہ سے اونٹ کی مہار لے کر اونٹ بٹھلا دیا۔ بنو الاسد لوگو کے بچہ کو ماں کی گود سے چھین کر لے گئے اور بنو مغیرہ ام سلمہ رضی کو لے آئے۔ ابو سلمہ جو دین کے لئے ہجرت کو فرض سمجھتے تھے زن اور بچہ کے بغیر مدینہ کو روانہ ہوگئے۔ ام سلمہ روز شام کو اوس جگہ پہونچ جاتین جہان وہ بچہ اور شوہر سے الگ کی گئین تھین۔ گھنٹون رو رو کر واپس آتین۔ ایک سال تک اسی طرح روتے چلاتے گذر گیا۔ آخر اونکے چچازاد بھائی کو رحم آیا۔ اور ہر دو قبائل سے کہہ سن کر ام سلمہ کو اجازت دلوادی کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائین۔ بچہ بھی اونکو واپس دیدیا گیا۔ یہ تنہا مدینہ چلی گئین۔ ابن ہشام ۱۶۵

ہشام بن عاص اور عیاش پر مظالم حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ عیاش اور ہشام بھی میرے ساتھ مکہ سے مدینہ چلے عیاش تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہونچ گئے مگر ہشام کی بابت کفار کو خبر لگ گئی اونکو قریش نے قید کرلیا عیاش مدینہ جا پہونچے کہ ابو جہل مع اپنے برادر حرث کے مدینہ پہونچا۔ عیاش اسکے چچیرے بھائی تھے۔ اور تینون کی ماں ایک تھی۔ ابو جہل اور حرث نے کہا کہ تمہارے بعد والدہ کی بُری حالت ہو رہی ہے۔ اوس نے قسم کھائی ہے کہ عیاش کا مونھہ دیکھنے تک نہ سر مین کنگھی کرونگی نہ سایہ مین بیٹھونگی اس لئے بھائی تم چلو اور ماں کو تسکین دیکر چلے آنا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا عیاش مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے تمہاری ماں کے سر مین اگر جوئین پڑگئی تو وہ آپ کنگھی کریگی۔ اور اگر مکہ کی دھوپ سے ذرا بھی جھلی تو وہ خود ہی سایہ مین بیٹھ جائے گی۔ میری تو یہ رائے ہے کہ تمہین جانا نہین چاہیئے۔ عیاش بولے نہین مین والدہ کی قسم پوری کرکے واپس آجاؤنگا۔ عمر فاروق نے کہا اگر یہی رائے ہے تو میرا ناقہ لیتے جاؤ بہت تیز رفتار ہے اگر راستہ مین تمہین کہین بھی ان سے شبہہ گذرے تو تم اس ناقہ پر نہایت آسانی

سے انکی گرفت سے بچ کر آسکو گے۔ عیاش نے ناقہ لے لیا یہ تنہا چل کھڑے ہوئے ایک روز راہ مین مکہ کے قریب ابوجہل نے کہا ہمارا اونٹ تو تھما ہے۔ ناقہ کے ساتھ چلتے چلتے تھک گیا بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کر لو۔ عیاش بولا بہتر جب عیاش نے ناقہ بٹھلایا تو دونون صاحبون نے اوسے پکڑ لیا مشکین کس لین اور اوسی طرح مکہ مین داخل ہوئے۔ یہ دونون بڑے فخر سے کہتے تھے کہ دیکھو بیوقوفون کو یون سزا دیا کرتے ہین۔ اب انکو بھی ہشام بن عاص کے ساتھ قید کر دیا۔ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہونچ لئے تب حضور کی تمنا پوری کرنے کے لئے ولید بن مغیرہ مکہ مین آئے۔ زندان خانہ سے دونو کو شبا شب نکال کر لے گئے۔ ابن ہشام ص ۲۹۶ و ۲۹۷ ج ۱

ان واقعات سے مہاجرین سابقین کے مصائب و شدائد جو حکم خدا و رسول کی بجاآوری مین ان مظلومین کو ظالمہ وقت کے ہاتھون اوٹھانے ہوئے تفصیل کے ساتھ ثابت ہو گئے۔ کیا ان مین سے ایک بھی شبلی صاحب کے لئے قابل الذکر نہین تھا۔

ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکَ بِالْھِجْرَۃِ

۱۳ سال نبوت ۱ ھجری

یہ واقعہ تمام تر بخاری صاحب کی مضمون آفرینی اور شبلی صاحب کی قلم آرائی کا نمونہ ہے اور اگر زیادہ تحقیق کی جائے تو علماء محدثین سواد اعظم کے طباعیون کا کامل دفتر جنکے مواد و اجزا کی ترتیب و تجمیع تو خلافت راشدہ کے وقت ہی سے آغاز ہو گئی تھی لیکن امیر معاویہ کی دوران حکومت مین اونکے فرمان شاہی کے ذریعون سے ان تمام موضوعات کا اصل عقائد مین داخل ہونا اور ارکان اسلام تسلیم کیا جانا۔ تمام قلمرو اسلامی مین مشتہر اور نافذ کیا گیا۔ اور آئندہ حکومت امویہ و عباسیہ نے اسکو استقرار حکومت کا سب سے بڑا ضروری اور مستحکم ذریعہ یقین کر کے اس اہمیت کے ساتھ جاری کرایا کہ یہ موضوعات اور مصنوعات حقیقی واقعات اور اصلی حالات پر سبقت لے گئے۔ لیکن باوجود اتنے طول وطویل انتظام و اہتمام حکومت کے اسکی حقیقت اور اصلیت زمانہ سے نہ مٹنے والی تھی نہ مٹی تفصیل قریب آتی ہے۔ چونکہ ہمکو اس روایت کا تنقیدانہ طریقہ سے انکشاف حقیقت کرنا ہے اسلئے ہم شبلی صاحب کی پوری عبارت حسب ذیل نقل کر دیتے ہین۔

نبوت کا تیرہوان سال شروع ہوا۔ اور اکثر صحابہ مدینہ مین پہونچ چکے تو وحی الٰہی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مدینہ کا عزم فرمایا۔ یہ داستان نہایت پر اثر ہے۔ اور اسیوجہ سے[۱] امام بخاریؒ نے بھی باوجود اختصار پسندی نے اسکو خوب پھیلا کر لکھا ہے اور حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عائشہؓ گو اسوقت چھ سات برس کی تھین لیکن انکا بیان درحقیقت خود رسول اللہ صلعم کا اور حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ اونھین سے سنا ہوگا اور ابتدائے واقعہ مین خود بھی موجو

[۱] میری تمہیدی عبارت بیان کے ثبوت مین شبلی صاحب کا فقرہ بالا عنوان کہ یہ پر اثر داستان ہے امام بخاری صاحب نے باوجود اختصار پسندی کے اسکو

تھیں۔ قریش نے دیکھا کہ اب مسلمان مدینہ مین جاکر طاقت پکڑتے جاتے ہین اور اونکا اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ اس بنا پر اونھون نے دارالندوہ مین جو دارالشوریٰ تھا اجلاس عام کیا۔ ہر قبیلہ کے رؤسا یعنی عتبہ۔ ابوسفیان۔ مطعم۔ نضر بن حارث بن کلدہ ابوالبختری۔ ابن ہشام۔ ربیعہ بن اسود۔ بن مطلب۔ حکیم بن حزام۔ ابوجہل منبہ منبہ۔ امیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ سب شریک تھے۔ ان لوگون نے مختلف رائین پیش کین۔ ایک نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پاؤن مین زنجیر ڈال کر مکان مین بند کر دیا جاوے۔ دوسرے نے کہا۔ جلاوطن کر دینا کافی ہے ابوجہل نے کہا ہر قبیلہ سے ایک شخص منتخب ہو اور پورا مجمع ایک ساتھ ملکر تلوارون سے اونکا خاتمہ کر دے اس صورت مین انکا خون تمام قبائل مین بٹ جاویگا۔ اور آل ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکین گے۔ آخر اسی رائے پر اتفاق عام ہو گیا۔ اور جھٹ پٹے سے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا۔ اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے اس لئے باہر کھڑے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلین تو یہ فرض ادا کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریش کو اس درجہ کی عداوت تھی تاہم آپکی دیانت پر یہ اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال یا اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا آپ ہی کے پاس رکھوا آتا تھا۔ اسوقت بھی آپ کے پاس بہت سی امانتین جمع تھیں آپکو قریش کے ارادے کی خبر مل چکی تھی۔ اس بنا پر جناب امیرؑ کو بلاکر فرمایا کہ مجھکو ہجرت کا حکم آچکا ہے آج مین مدینہ روانہ ہو جاؤنگا تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھکر سو رہو صبح کو سب کی امانتین جاکر واپس دے آنا یہ سخت خطرہ کا موقع تھا۔ جناب امیرؑ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہین اور آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر خواب قتل گاہ کی زمین ہے لیکن فاتح خیبر کے لئے قتل گاہ فرش گل تھا۔

بقیہ عبارت صفحہ گذشتہ خوب پھیلا کر لکھا ہے۔ وغیرہ وغیرہ کافی ہے شبلی صاحب خود بتلائین کہ خاص اس واقعہ مختصر نویسی کی جگہ طول بھی کیون اختیار کی گئی اور تنگ بیانی کی جگہ وسعت بیانی سے کیون کام لیا گیا؟ وہی ضرورت خاص اغراض نفسی۔ الغا قل تکفیہ الاشارہ۔ شبلی صاحب ہر پہلو پر خیال فرما چکے ہین اور حضرت عائشہؓ کی کم عمری اور عدم صلاحیت نقل حدیث کا کس مزے سے فیصلہ کر دیتے ہین کہ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ سے سنا ہوگا۔ یہ ہوگا۔ کیا معنی معلوم ہوا کہ ان حدیثون کے سمع مین آپ بھی آپ مشکوک ہین اور انکے استماع حدیث کو یقینی طور پر نہین۔ بلکہ بطریقہ احتمال جانتے ہین۔ اب دوسری طرف متوجہ ہوجئے اگر بفرض محال ایک حقیقت کا طالب ان حدیثون کی نسبت حضرت عائشہ کے استماع کو صحیح بھی یقین کر لے تو اعتراض یہ پیدا ہوگا کہ خصائص حضرت ابوبکرؓ ثابت کرنیکے لئے مرویات حضرت عائشہ کہان تک قابل اعتبار ہو سکتی ہین کیونکہ آپ خوب جانتے ہین کہ ہبہ فدک والے معاملے مین۔ حضرت علیؑ کی شہادت دربارہ خلافت مین قابل وثوق نہین سمجھی گئی اسلئے کہ باپ کا قول بیٹون کو اثبات حقوق مین قابل اعتبار نہین ہو سکتا پھر وہی اصول وحدود شہادت یہان بھی قایم ہونگے اور شبلی صاحب نے تو اس اصول کی اس سختی کے ساتھ پابندی کی ہے کہ ایسی روایتون کو بلا تعلقات سببی ونسبی۔ صرف ارادت وعقیدت کی یکجہتی کی وجہ سے ساقط الاعتبار کر دیا ہے۔ چنانچہ ذیل ذکر غزوہ خیبر رقمطراز ہین۔ طبری مین روایت ہے کہ جب خیبری قلعہ سے نکلے تو حضرت عمر کے پاؤن نہ جم سکے اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین شکایت کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے انکی نسبت خود یہی شکایت کی۔ اس روایت کو طبری نے جس سلسلہ سند سے روایت کی ہے اوسکے راوی عوف ہین انکو بہت سے لوگون نے ثقہ کہا ہے لیکن بندار جب انکی روایت بیان کرتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ وہ رافضی اور شیطان تھا۔ یہ لفظ بہت سخت ہے لیکن انکی شیعیت سب کو تسلیم ہے اور گو شیعہ

ہجرت سے دو تین پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے گھر پر گئے دستور کے موافق دروازے پر دستک دی۔ اجازت کے بعد گھر میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ کچھ مشورہ کرنا ہے سب کو ہٹا دو۔ بولے کہ یہاں آپ کے حرم کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اوسوقت حضرت عائشہؓ سے شادی ہو چکی تھی حضرت ابوبکرؓ نے نہایت بیتابی سے کہا میرا باپ آپ پر فدا ہو۔ کیا مجھکو بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوگا ارشاد ہوا۔ ہاں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے لئے چار مہینہ سے دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کر رکھی تھیں۔ عرض کی کہ ان میں سے ایک آپ پسند فرمائیں محسن عالم کو کسی کا احسان گوارا نہیں ہو سکتا تھا ارشاد ہوا۔ اچھا مگر بقیمت۔ حضرت ابوبکر نے مجبوراً قبول کیا۔ حضرت عائشہؓ اوسوقت کمسن تھیں۔ انکی بڑی بہن اسماءؓ نے جو عبد اللہ بن زبیر کی ماں تھیں سفر کا سامان کیا۔ دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا۔ نطاق جس کو عورتیں کمر سے لپیٹی ہیں پھاڑ کر اوس سے ناشتہ دان کا مونہہ باندھا۔ یہ وہ شرف تھا جسکی وجہ سے آجتک انکو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

کفار نے جب آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اور رات زیادہ گذر گئی تو قدرت نے اونکو بیخبر کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکو سوتا چھوڑ کر باہر آئے۔ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا تو مجھکو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھکو رہنے نہیں دیتے۔ حضرت ابوبکرؓ سے پہلے قرارداد ہو چکی تھی دونوں صاحب پہلے جبل ثور کے غار میں پوشیدہ ہوئے یہ غار آج بھی موجود ہے اور اوسگاہ خلائق ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبد اللہ جو نوخیز جوان تھے شب کو غار میں ساتھ سوتے صبح مونہہ اندھیرے شہر میں چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورہ کر رہے ہیں؟ جو کچھ خبر ملتی شام کو آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرتے۔ حضرت ابوبکرؓ کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتا۔ آپ اور حضرت ابی بکرؓ ان کا دودھ پی لیتے۔ تین دن تک صرف یہی غذا تھی۔ لیکن ابن ہشام نے کہا ہے کہ روزانہ شام کو اسماءؓ گھر سے کھانا پکا کر غار میں پہونچا آتی تھیں۔ اسیطرح تین راتیں غار میں گذریں۔ بحوالہ بخاری باب الہجرت۔ مزید حالات منقول من باب مناقب المہاجرین۔

صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو پلنگ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے جناب امیرؑ تھے۔ ظالموں نے انکو پکڑا اور حرم میں لیجا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا اور چھوڑ دیا۔ پھر آنحضرت صلعم کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانہ تک آ گئے۔ آہٹ پا کر حضرت ابوبکرؓ غمزدہ ہوئے اور آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ اب دشمن اسقدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر اپنے قدم پر اونکی نظر جائے تو ہمکو دیکھ لیں گے آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔

بقیہ عبارت صفحہ گذشتہ۔ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت میں حضرت عمرؓ کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جائے سُنیہ کی زبان سے اوس کا کیا رتبہ رہجاتا ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۵۶

اب شبلی صاحب کے اختیار کردہ اصول تنقید کے اور نیز اوس مختار سلف قدیم کے حضرت عائشہؓ کی یہ تمام مرویات نہ کبھی قابل التفات ہو سکتی ہیں اور نہ لائق اعتبار۔ حقیقت شناس اور انصاف پسند تو انپر خود پسندی برداران ملت کے اصول زرین پر عمل پیرا ہو کر ان تمام واقعات مرویات کو موضوعات کا طومار کہیں گے جیسا عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔ المؤلف عفی عنہ

بہرحال چوتھے دن آپ غار سے نکلے عبداللہ بن اریقط ایک کافر جو قابل اعتماد تھا رہنمائی کے لئے اجرت پر مقرر کیا گیا وہ آگے آگے راستہ بتاتا جاتا تھا۔ ایک دن رات برابر چلے گئے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت دھوپ سخت ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سایہ میں آرام فرمالیں۔ چاروں طرف نظر ڈالی۔ ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا۔ سواری سے اتر کر زمین جھاڑی۔ پھر اپنی چادر بچھائی۔ آنحضرت صلعم نے آرام فرمایا تو تلاش میں نکلے کہ کہیں کچھ کھانے کو مل جائے تو لائیں۔ پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ اس سے کہا ایک بکری کا تھن گرد و غبار سے صاف کرالے۔ پھر اس کے ہاتھ صاف کرائے اور دودھ دوہایا۔ دودھ کے برتن پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑنے پائے۔ دودھ لے کر آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور تھوڑا سا پانی ملا کر پیش کیا۔ آپ نے پیکر فرمایا کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں آیا۔ آفتاب اب ڈھل چکا تھا۔ اسلئے آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ یہ پوری تفصیل حرف بحرف صحیح بخاری باب مناقب المہاجرین میں ہے ہم نے تمام جزئیات اس لئے نقل کئے ہیں کہ اس سے حضرت ابوبکرؓ کی صفائی پسندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

سراقہ کا قصہ قریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابوبکرؓ کو گرفتار کر لائے گا اس کو ایک خون بہا کے برابر (یعنی سو اونٹ) انعام دیا جاوے گا۔ سراقہ بن جعشم نے سنا تو انعام کی امید میں نکلے عین اوس حالت میں کہ آپ روانہ ہو رہے تھے اوس نے آپ کو دیکھ لیا۔ اور گھوڑا دوڑا کر قریب آ گیا لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی وہ گر پڑا ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیے یا نہیں۔ جواب میں نہیں نکلا لیکن سو اونٹوں کا انعام معاوضہ ایسا نہ تھا کہ تیر کی بات مان لی جاوے۔ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا۔ اب کی بار گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور پھر فال دیکھی۔ اب بھی وہی جواب تھا لیکن بار بار تجربہ نے اوس کی ہمت پست کر دی اور یقین ہو گیا کہ یہ کچھ اور آثار ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا۔ اور درخواست کی کہ مجھکو امن کی تحریر لکھ دیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر فرمان امن لکھ دیا۔

عبارت حاشیہ زیریں ۲ (سراقہ بعد میں اسلام لائے۔ اور جب ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے زیورات لوٹ میں آئے تو حضرت عمرؓ نے انھیں کو وہ زیورات پہنا کر عالم کی نیرنگی کا تماشا دیکھا۔

ایضاً حاشیہ زیریں ۳ (صحیح بخاری باب الہجرت النبی صلعم) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پریشانی میں بھی دوات و قلم ساتھ رہتا تھا۔

حسن اتفاق سے ہے کہ حضرت زبیرؓ شام سے تجارت کا مال لیکر آ رہے تھے۔ اونھوں نے آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں چند کپڑے پیش کئے۔ جو اوس بے سروسامانی میں غنیمت تھے (سیرۃ النبی جلد اول از صفحہ ۱۹۶ تا صفحہ ۲۰۰)

بخاری کی مرویات ہجرت کی حقیقت کا انکشاف

شبلی صاحب تو امام بخاری کے ترجمان میں ۱۵ انچہ او ستاد ازل گفت ہماں می گویم لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ شبلی صاحب

نے تمام رطب و یابس جو کچھ بھی صحیح بخاری مین ذخیرہ پایا اکھٹا کر دیا۔ اتنا تو ضرور ہے کہ بمقابلہ ان لغویات و حشویات کی جو طبرانی و حلبی۔ سہیلی اور سمہودی وغیرہم نے انبار کیے ہین۔ یہ طومار کم ہے لیکن تاہم تحقیق کا طالب جب ہجرت کی حقیقت۔ اوسکی اصلی ضرورت اوسکے وقت وقوع کی موجودہ حالت کفار قریش کی بے انتہا مخالفت قتل رسول اللہ پر اونکی مشورت اور اوسکے اقدام کی صورت اور جان رسولؐ کی خدا کی طرف سے رازدارانہ محافظت وغیرہ ان تمام اسباب و علل اور چارون طرف کے حالات و واقعات پر غائر نظر ڈالتا ہے۔ اوسکے ساتھ بخاری کی ان مرویات کو اون سے ملاتا ہے تو یہ داستان کی داستان گو بقول شبلی صاحب کتنی ہی پاِثر اور کیسی ہی پر لطف نہ ہو بالکل واقعہ کے خلاف مصلحت کے برعکس مناسبت وقتی کی منافی ثابت ہوتی ہے تفصیل آگے آتی ہے

بخاری کے دونون باب کے (باب الہجرت النبی و باب المناقب المہاجرین) ہر ہر جزئیات کی تفصیل کو جسکو شبلی صاحب نے بلفظہ نقل فرمانے کا اعتراف فرمایا ہے۔ پڑھ جایئے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات ہجرت تو نہین ہین۔ حضرت ابوبکرؓ کی صدیقیت اور صحابیت۔ حمایت اور رفاقت۔ خدمات اور رسولؐ پر احسانات کے رنگا رنگ مرقعون کا فینسی البم تیار کیا گیا ہے۔ جب اس طلسمی مرقع مین جناب رسالت مآب صلعم کے پیکر نورانی کی زیارت کی جاتی ہے تو اوس پر حضرت ابوبکرؓ کے احسان و امتنان کی زیباری اور انکی مشورت و ہدایت کی متابعت کا رنگ ایک طرف افشائے راز خداوندی اور مصلحت و مناسبت وقتی سے خلاف ورزی کا گہرا سٹا پڑا ہوا دوسری طرف صاف صاف نظر آتا ہے۔

بخاری صاحب تو فضائل و مناقب حضرت ابوبکرؓ کی مضمون آفرینیون مین اور شبلی صاحب اونکی ریزہ چینیون مین اتنے محو ہو گئے کہ حقیقت نولیسی سے کوئی واسطہ ہی نہین رکھا۔ واقعہ تو تاریخ اسلام کا اتنا بڑا عظیم الشان ہی لیکن آپ حضرات کے بیان مین نکہین اسکے سال و ماہ وقوع کا پتا ملتا ہے اور نہ تاریخ و روز وقوع کا نشان پایا جاتا ہے اگر صیحح بخاری سیرت و تاریخ کے موضوع کی کتاب نہ تھی تو سیرۃ النبیؐ جلد اول تو ضرور اس صنف خاص کی تصنیف تھی۔ اس مین اسکی عدم موجودگی شبلی صاحب کے ایسے فاضل محقق کے لئے کیسی شرمناک فروگذاشت قرار پاتی ہے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ اس موقع پر آپ نے بخاری صاحب کی بالکل ترجمانی فرمائی ہے۔ جو صاحبان تحقیق کی نگاہون مین تقلید غلط سے بھی فروتر ہے۔ اسی بنا پر آپ نے جو بخاری مین لکھا پایا ہے۔ عربی سے اُردو مین نقل و ترجمہ کر دیا۔ دریافت حقیقت اور تلاش اصلیت سے کوئی واسطہ نہین۔ اس موقع پر شبلی صاحب نے حقیقتاً اپنی تالیف کی وقعت اور مولف ہونے کی حیثیت اور بھی گرا دی ہے۔ آپ کے دیباچہ کے عنوان اور اوسکی تحریری شان کو پڑھا جاوے اور اس موقع کے انداز تالیف اور طرز بیان سے ملایا جائے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان دونون تحریرون کا لکھنے والا ایک ہی شخص ہے۔

لیکن ہر امر کے لئے ایک سبب خاص ہوتا ہے۔ شبلی صاحب کی اس فروگذاشت کا سبب خاص بھی رہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ امام بخاری کی متابعت اور تقلید اسلاف کی مطابقت مین محو ہو کر آپ اپنی مولفانہ اور محققانہ شان و حقیقت بھی بھول گئے۔ اور سیرت و تاریخ کی کتاب لکھتے ہوئے اتنے بڑے عظیم واقعہ کی تعیین ماہ و سال کو ترک

فرما گئے۔ حالانکہ تمہیدی عبارت میں صحابہ کو حکم ہجرت دیے جانے کے موقع پر اشا لکھ چکے تھے کہ نبوت کا تیرہواں سال شروع سال تھا۔ ص ۱۹۶۔

لیکن راس المہاجرین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص ہجرت کی تفصیل کرتے وقت آپ کو نہ دن کا خیال رہا نہ ماہ وسال کا۔ اگر ماہ و تاریخ و روز نہیں لکھا تھا تو صرف اوسی عبارت مندرجہ کا اعادہ کر دیا ہوتا کہ نبوت کا تیرہواں سال شروع تھا۔ یہ تمام اسباب و علل بتلا رہے ہیں کہ آپ کو واقعیت کے ساتھ دلچسپی نہیں ہے بلکہ آپ کسی خاص امر کی طرف اسکے متعلق زیادہ متوجہ ہیں۔

بہرحال شبلی صاحب کو بخاری صاحب کی نقل و ترجمانی کرنا ہے اور ہمکو سیرت و تاریخ کے موضوع پر اپنی تالیف کو ترتیب دینا ہے اس لئے اس واقعہ کی تفصیل سے پہلے ہم اسکے وقوع کی تعیین ماہ وسال کو ضروری سمجھتے ہیں اور لکھکر بتلا دیتے ہیں کہ دنیائے اسلام میں ہجرت رسول اللہ صلعم کا عظیم الشان واقعہ چھبیسویں تاریخ ماہ صفر کا دن تمام ہوکر روز پنجشنبہ ۱۳ سال نبوت مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء میں ظہور پذیر ہوا بقول شبلی صاحب ہمہ ورق کہ سیہ گشت مدعا اینجاست۔

تمہیدًا اتنا لکھکر ہم اصل واقعات کے انکشاف حقیقت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور امام بخاری کی مضمون تراشی اور شبلی صاحب کی نقاشی کی اصلیت مفصلہ ذیل عبارات تنقیدی میں دکھلاتے ہیں۔

واقعہ شب ہجرت حقیقتًا سر عظیم تھا۔ شبلی صاحب اور اونکے اسلاف قدیم نے عقبہ کی دونوں بیعتوں کے واقعات کو بڑے حزم و احتیاط اور کمال ہوشیاری اور رازداری سے تفصیل کیا جاتا لکھا ہے۔ مگر واقعہ ہجرت کو جو اوسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور ان دونوں واقعات کے صرف دو مہینوں بعد ظہور پذیر ہوتا ہے ایسا عام کر دیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا حزم واحتیاط ہر کس وناکس سے اتنے بڑے راز الٰہی کو افشا کرتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ صورت حال بتلا رہی ہے کہ انصار مدینہ کی بیعت کرنے کی خبر پاکر جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کفار قریش کی مخالفت رسول اللہ صلعم پہلے سے بھی کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی۔ تو کیا معمولی سے معمولی عقل و دماغ والا شخص بھی کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسا مدبر و حکیم الٰہی اور خدا کا راز دار و امین۔ جو تمام دنیا کے لوگوں سے بہتر موقع شناس اور مصلحت اندیش ہو وہ اسطرح اتنے بڑے اور ضروری راز الٰہی کو عام طور سے فاش کر دے کہ قبل از نزول حکم ہجرت۔ بروایتے چار روز اور بروایتے مہینوں پیشتر اپنے راز سے لوگوں کو آگاہ کر دے۔ اس بنا پر قبل و بعد حکم ہجرت اس سر عظیم الٰہی کا افشا کر دینا ذات مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صریح اتہام ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کے گھر آکر ہجرت کے متعلق مشورت اور انتظام

اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت دوپہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے یہاں تشریف لائے اور اس واقعہ کی اطلاع دی۔ ابوبکرؓ نے کہا ہمکو بھی ساتھ لیجئے آپ نے منظور کر لیا۔ لیکن افسوس بخاری صاحب کی یہ روایت اسقدر خلاف واقعیت وقوع ہوئی تھی کہ آخر ابن حجر عسقلانی شارح بخاری کے ایسے مؤید و مقلد بخاری نے بھی اس واقعہ کو بالتمامہ خلاف واقع اور ساقط از اعتبار سمجھا۔ اونکی عبارت حسب ذیل ہے۔

وللابن عباس حدیث اخرلعلہ اسس بالمراد اخرجہ احمد والحاکم من طریق عمرو بن میمون عنہ قال کان المشرکون یرمون علیا وھم یظنون انہ النبی صلعم فجاء ابوبکر فقال یا رسول اللہ صلعم فقال لہ علی انہ انطلق نحو بئر میمون فادرکہ قال فانطلق ابوبکر فدخل معہ الغار الحدیث واصلہ فی الترمذی والنسائی (فتح الباری شرح صحیح البخاری)

ابن عباسؓ کی دوسری روایت زیادہ مناسب واقعہ ہے اس مقام سے جسکو امام احمد بن حنبلؒ اور امام حاکم نے عمرو بن میمون سے روایت کی ہے کہ بعد تشریف بری جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین حضرت علیؑ پر پتھر برساتے تھے یہ سمجھکر کہ رسول اللہ لیٹے ہوئے ہیں کہ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آئے اور جناب امیرؑ کو آنحضرت سمجھکر کہا یا رسول اللہ تو حضرت علیؑ نے فرمایا رسول اللہ صلعم تو بئر میمون کی طرف تشریف لے گئے تم بھی جاکر مل جاؤ ابوبکرؓ ادھر روانہ ہوئے اور حضرت کے ساتھ داخل غار ہوئے۔ الحدیث اور اصل اسکی ترمذی اور نسائی میں ہے۔

اب نہ بخاری صاحب موجود ہیں جو بتلائیں اور نہ شبلی صاحب ہیں جو ارشاد فرمائیں کہ اس روایت ترمذی و نسائی کے سامنے آپ حضرات کی داستان طرازی اور افسانہ سازی کیا ہوئی کیونکہ آپ حضرات نے حقیقت و اصلیت واقعہ کے خلاف صرف اپنے معتقدانہ اصول کی بنا پر جن قصص و حکایات کے عنوان باندھے تھے اور پھر ان سے شاخ در شاخ مضامین تراشے تھے۔ وہ اصلاً یا وعقلاً کچھ بھی نہیں تھے۔ کیونکہ ابن حجر شارح بخاری کی مرقومہ بالا عبارت سے صاف طور پر ثابت ہوگیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حقیقتاً نہ حضرت ابوبکرؓ کو کسی قسم کی اطلاع دی تھی اور نہ ان سے صلاح و مشورت کی تھی۔ کیونکہ دفعتاً حکم ہجرت آجانے کے بعد آپ کو ان امور کے لئے وقت کہاں تھا۔ جیسا کہ بہت جلد سلسلہ بیان سے آیندہ معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ حکم ہجرت پاتے ہی آنحضرت صلعم فوراً غار کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کی تشریف لے جانے کے بعد محض بطریق معمول آئے۔ اور جناب امیرؑ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سبز چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے۔ رسول اللہ سمجھی اور یا رسول اللہ کہکر پکارا۔ جناب امیرؑ انکی غلط فہمی کو سمجھ گئے۔ فرمایا جناب رسالتمآب صلعم تو بئر میمون کی طرف تشریف لے گئے اگر تمہیں خواہش ہو تو جاؤ۔ جب آخر وقت تک آنحضرت صلعم کی نقل و حرکت کی کوئی خبر و اطلاع حضرت ابوبکرؓ کو نہ ہونا اس روایت سے ثابت نہیں ہوتی ہے تو آنحضرت صلعم کا انکے گھر جانا۔ مشورہ فرمانا۔ وغیرہ وغیرہ تمام مکالمات اور انتظامات جو کتابوں میں منقول ہیں۔ رسول اللہ صلعم پر صریح اتہام نہیں تو اور کیا۔ رہا اب اس امر کا ثبوت کہ حضرت ابوبکرؓ کی عدم اطلاع کی یہ حالت جو ابن حجر کے اس روایت سے ثابت ہوتی ہے وہ صرف ابن حجر نے بطریق منفرد لکھی ہے۔ یا اور محدثین و مورخین نے بھی بطور تواتر اپنی اپنی تصنیفات میں درج کیا ہے اسکے متعلق مفصلہ ذیل اسناد ملاحظہ ہوں۔

لیکن پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ابن حجر نے موجودہ روایت کو امام احمد بن حنبل اور امام حاکم کے اسناد سے لکھا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔ ان دونوں اماموں حدیث نے اس واقعہ کو مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے اور اصل عبارت حدیث کو صحیحین۔ ترمذی و نسائی سے مستخرج و مستنبط بتلایا ہے اس بنا پر یہ روایت امام ترمذی۔ امام نسائی منجملہ کتب صحاح اور امام احمد بن حنبل اور امام حاکم۔ مجموعاً پانچ جید ائمہ کبار محدثین کی مصدقہ و مسلمہ تو ثابت ہوگئی اب چھٹی سند اسکی تفسیر در منثور امام سیوطیؒ

جلد دوم ص ۲۴۰ کی حسب ذیل عبارت میں ملاحظہ کی جاوے۔

اخرج ابن مردویه وابونعیم فی دلائل النبوۃ عن ابن عباس قال لما خرج رسول الله من اللیل لحق بغار ثور قال و اتبعه ابوبکر فلما سمع رسول الله من خلفه خاف ان یکون الطلب فلما رای ذلک ابوبکر تنحنح فلما سمع ذلک رسول الله عرفه فقام له حتی تبعه فاتیا الغار ذلک۔ درمنثور ج ۳ ص ۲۴۰

ابن مردویہ اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلعم شب کو مکان سے باہر نکلے اور قریب غار پہونچے تو آپ کے پیچھے ابوبکرؓ بھی آرہے تھے۔ حضرتؐ نے جب انکی آہٹ سنی تو خوف ہوا کہ کوئی پکڑنے والا تو نہو ابوبکرؓ نے کھنکھارا تو حضرتؐ نے آواز سے پہچانا اور ٹھہرے ہوئے یہانتک کہ دونوں وہاں سے ساتھ ہوگئے اور پھر اسی طرح غار تک پہونچے۔

اس روایت نے تو بخاری صاحب کی قلعی کھول دی اور بتادیا کہ حضرت ابوبکرؓ کی شرکت یا رفاقت جو کچھ لکھے وہ آنحضرت صلعم کی اجازت سے تھی نہ آپ کی مرضی سے۔ بلکہ یہ آپ کے بلا بتاوا اجازت آپ کے ساتھ ہوئے تھے انہی انکی آہٹ پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر دشمن کے تعاقب کرنے کا گمان پیدا ہوا جسکو خود حضرت ابوبکرؓ بھی سمجھ گئے اور کھنکھار دئیے۔ اب یہ کون پوچھے کہ بقول زرقانی مہینون پیشتر اور بروایت بخاری و حنبلی صاحب ہجرت سے دو تین روز پیشتر جو رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے فیمابین ہجرت کے متعلق صلاح و مشورت ہوئی تھی اسکا نتیجہ کیا یہی تھا کہ ایک کو دوسرے کی نقل و حرکت کی خبر تک نہ ہو۔ اور ایسی لاعلمی ہو کہ ضرورت معاونہ کے لئے وقت موعودہ پر حضرت ابوبکر کو آتے ہوئے دیکھکر بھی آنحضرت صلعم نہ پہچان سکیں۔

امام بیہقی کی عبارت بھی اُسی درمنثور ص ۲۴۱ میں ملاحظہ ہو۔

اخرج البیهقی فی الدلائل وابن عساکر عن حلیه بن محصن العبدی قال قلت لعمر بن الخطاب انت خیر من ابوبکرؓ فبکی قال والله للیلة من ابی بکر ویوم خیر من عمر هل لک ان احدثک بلیلة ویومه قال قلت نعم یا امیر المومنین قال اما اللیله فلما خرج رسول الله هاربا من مکة لیلا فتبعه ابوبکر فجعل یمشی مرة امامه ومرة خلفه ومرة عن یمینه ومرة عن یساره۔

بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر حلیہ بن محصن عبدی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عمرؓ سے کہا آپ بہتر ہیں ابوبکرؓ سے؟ تو حضرت عمر رونے لگے اور کہنے لگے قسم خدا کی ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن بہتر ہے عمرؓ سے رات تو وہ کہ جس شب کو حضرت مکہ سے گریزاں ہوئے ہیں تو ابوبکرؓ نے تعاقب کیا اور آگے کبھی ہو جاتے تھے۔ اور کبھی آپ کے پیچھے چلنے لگتے تھے کبھی داہنے طرف چلنے لگتے تھے اور کبھی بائیں طرف ہو جاتے تھے۔

دیکھئے۔ حضرت عمر کی اس روایت نے بھی بخاری والی مشورت اور مجالست اور انتظام و اہتمام سفر وغیرہ کی تمام بندشوں پر خاک ڈالدی اور کچھ ذکر نہ کیا۔

اب تیسری روایت اون مرقومہ بالا پانچ روایتوں کے علاوہ تاریخ طبری کی حسب ذیل ہے۔

ان ابا بکر اتی علیا فسئله عن نبی الله فاخبره انه لحق بالغار من ثور وقال ان کان لك فیه حاجة فالحقه فخرج ابو بکر مسرعا فلحق نبی الله فی الطریق فسمع رسول الله جرس ابی بکر فی ظلمة اللیل فحسبه من المشرکین فاسرع رسول الله المشی فانقطع قبال نعله ففلق ابهامه حجر فکثر دمها واسرع السعی فخاف ابو بکر ان یشق علی رسول الله فرفع صوته وتکلم فعرفه رسول الله صلعم فقام حتی اتاه فانطلقا ورجل رسول الله تستن دما حتی انتهی الی الغار الصبح۔ تاریخ طبری ص ۲۴۴ مصر

حضرت ابوبکر حضرت علی کے پاس آئے اور حضرت رسول خدا صلعم کا حال دریافت کیا حضرت علی نے کہا کہ حضرت غار ثور کی طرف تشریف لے گئے اگر تم کو کچھ مطلب ہو تو جا کر آپ سے مل جاؤ۔ حضرت ابوبکر نہایت سرعت سے اُدہر چلے حضرت کو انکے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو آپ نے انکو کوئی مشرک تعاقب کنندہ خیال کیا اور اس وجہ سے آپ دوڑ کر چلنے لگے۔ یہانتک کہ نعلین مبارک کے آگے والا بند ٹوٹ گیا اور حضرتؐ کا انگوٹھا شگافتہ ہوگیا۔ جس سے بہت سا خون بہا۔ مگر باینہمہ آپ دوڑتے جاتے تھے تب ابوبکرؓ کو خوف ہوا کہ حضرتؐ کو اس سے بھی زیادہ تکلیف و صدمہ پہونچے تو ابوبکرؓ نے اپنی آواز بلند کی تو آنحضرتؐ صلعم انکو پہچان کر کھڑے ہوگئے یہانتک کہ ابوبکر بھی آگئے اور ساتھ ساتھ چلے اور رسول اللہ صلعم کے پاؤں سے خون جاری تھا یہانتک کہ صبح ہوتے غار تک پہونچے طبری جلد دوم

اصل واقعہ تو یہ ہے جسکی اصلی صورت بدل کر مصنوعات و موضوعات کے زنگار رنگ نقاب چڑہائے گئے ہیں۔ اور انہیں رنگ آمیزیوں کی وجہ سے بخاری صاحب کی مرویات کو تاریخ و سیرت کے مندرجات پر ترجیح دی گئی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ بخاری صاحب کو حقیقت واقعہ کے استحفاظ سے زیادہ استحکام عقائد کی ضرورت تھی۔ جسکے لئے وہ ذمہ دار تھے بخلاف انکے ایک سیرت نویس اور تاریخ نگار کی نظر واقعہ کی اصلیت اور حقیقت پر رہے گی۔ وہ کسی واقعہ کی تفصیل و بیان میں حفظان عقاید وغیرہ کا پابند نہیں تو پھر مویدان بخاری کی تمناؤں کے خلاف طبری کی روایت و عبارت میں ان افسانہ سازیوں کا کہاں نشان ملیگا اسلئے ضرور تھا کہ حدیثوں کی مرویات کو تاریخوں کے واقعات پر ترجیح دیجا دے لیکن مشکل یہ پڑی کہ حدیثوں میں اور خصوصًا صحیحین ترمذی و نسائی میں بھی یہ روایتیں موجود ہیں۔ اس مجبوری سے صحیح بخاری کو جملہ صحاح پر ترجیح دینی ضرور ہوگئی اب جب اتنی متواتر شہادتوں سے واقعہ ہجرت کی اصل حقیقت معلوم ہوگئی تو ہر شخص بآسانی سمجھ لیگا کہ امام بخاری نے اصل واقعہ کو چھپایا اور اوسکی جگہہ ایسی روایت بنائی جو نہ نقلاً ثابت ہو سکتی ہے اور نہ عقلاً۔

نقل کی حقیقت تو نقل ہو چکی اب عقل کی یہ صورت ہے کہ کوئی معمولی عقل و فہم والا شخص بھی نہیں یقین کر سکتا کہ ایسے وقت میں جو آنحضرت صلعم پر انتہائے مصیبت کا تھا کہ ایک طرف ظلم کفار سے خود تنگ تھے۔ دوسری طرف یہ سامان پیش نظر تھے کہ آپ کے قتل کئے جانیکی تمام ترکیبیں تیار ہو چکی تھیں۔ پانچ قبیلوں کے بے رحم قاتل منتخب ہو چکے تھے و دولتسرا کا محاصرہ ہو چکا تھا کہ ہجرت کا حکم پہونچا۔ ایسے تنگ وقت پر خوف عالم اور قیامت خیز موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکی فرصت کہاں تھی کہ حضرت یہ سب سامان کرتے ابوبکرؓ کے گھر جاتے اور اطمینان سے سفر ہجرت کے متعلق مشورہ فرماتے۔

اب وقت کی تنگی کا ثبوت تفسیر معالم التنزیل کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

دوسری روایت امام طبرانی کی ہے اسماء بنت عمیس سے ۔ اوسمین یون بیان ہے کہ حضرت نے ابوبکرؓ سے جوابا یہ ارشاد کیا کہ ہم بقیمت لے سکتے ہین ۔ ابوبکرؓ نے کہا اگر چاہیئے تو قیمت دیدیجیے ۔

امام واقدی کا قول ہے کہ قیمت آٹھ سو دینار ہوئے اور یہ وہی اونٹنی ہے جس کا نام قصویٰ ہے یعنم بنی قشیر سے جو آنحضرت صلعم کے بعد تک زندہ رہی ۔ لیکن ابن اسحاق بتلاتے ہین کہ وہ ناقہ جذعا تھا جو اہل بنی حریش سے تھا ۔ امام ابن حبان کا بھی یہی مختار ہے ۔

شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اسکے متعلق مدارج النبوۃ مین لکھتے ہین

ابوبکرؓ را دو شتر بود کہ بچہار صد درم و در روایتے بہشتصد درم خریدہ و در مدت چہار ماہ آنرا علف دادہ فربہ ساختہ نگاہداشتہ بود ہر دو را پیش آوردہ تا یکے را آنحضرتؐ قبول فرماید ۔ فرمود قبول کردم الا بشرطیکہ ابتیاع پس بہشصد درم آن ناقہ را از ابوبکرؓ صدیق خرید ۔ و اما آنکہ حکمت در خریدن ناقہ از ابوبکرؓ صدیق باوجود نہایت صدق و ادعائے اتحاد و سابقہ انفاق ابوبکرؓ صدیق اموال کثیر را بر آنحضرت صلعم آن بود کہ نخواست کہ در راہ خدا استمداد و استعانت از کسے جوید ۔ چنانچہ خلاصہ اشارہ آیہ لَا تُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ناظر است ۔

مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۷ ۔

حضرت ابوبکر کے دو اونٹ تھے جنکو انھون نے چار سو درم یا در روایتے آٹھ سو درم پر خریدا تھا اور چار مہینون تک چارہ وغیرہ کھلا کر خوب تیار کرکے اپنے پاس رکھ لیا تھا ۔ اسموقع پر دونون کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین بطور ہدیہ پیش کیا آپ نے فرمایا کہ مین الحنین قیمت دیکر البتہ قبول کرسکتا ہون پس نوسو درم پر آنحضرت صلعم نے انکو حضرت ابوبکرؓ سے خرید لیا ۔ اور حضرت ابوبکر سے باوجود اُنکی رسوخیت اور اعتماد و سابقہ اتحاد و انفاق اموال وغیرہ کو بلا قیمت نہین لیا ۔ خرید لینے مین حکمت یہی تھی کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہین چاہتے تھے کہ خدا کی راہ مین کسی شخص کی استمداد و استعانت قبول کرین چنانچہ آیہ وانی ہدایہ داپنے پروردگار کی عبادت مین کسی کو اپنا شریک نہ بناؤ مین اسکی طرف ظاہر اشارہ موجود ہے ۔

محدث دہلوی کی مرقومہ بالا عبارت سے اس واقعہ مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت فی العبادت مین اسدرجہ حزم و احتیاط ثابت ہوا اور اس بناپر شاہ عبدالحق صاحب آیہ قرآنی سے اس عمل رسولؐ کی مطابقت فرماکر صدائے احتجاج و استدلال بلند فرماتے ہین ۔ بخلاف انکے بخاری صاحب اور اونکے ایسے مدح سرایان حضرت ابوبکرؓ خاص اقوال و افعال رسول صلعم سے حضرت ابوبکر کی ان امور عبادت مین شرکت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہین ۔ اور اپنے موضوعات و مصنوعات کے سر بفلک طوفان اوٹھاتے ہین ۔

یہ تو ظاہر ہے کہ خالص توحید کی تعلیم کے متعلق معلم اسلام علیہ السلام نے ہر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے امور مین بھی شرک کے تمام شعبون سے بچنے اور احتیاط کامل رکھنے کا جس تاکید کے ساتھ حکم فرمایا ہے وہ جمہور کا مسلمہ ہے اس اصول مسلمہ کے خلاف ۔ نعوذ باللہ وہی نفس قدسی برکت خود اپنی اس خالص عبادت مین کیسی دوسرے کی شرکت کو گوارا

فرما سکتا ہے۔ جو اوسکی شان رسالت کے نقیض اور اوسکی تعلیم وہدایت کے خلاف واقع ہو۔ افسوس ہے کہ عقیدتمندان حضرت ابوبکر نے ان موضوعات کی ترکیب وترتیب کیوقت حقیقت رسالت کو پیش نظر نہین رکھا اور اوسکے وقار وعظمت کو قابل اعتبار نہ سمجھا۔ بخاری کی غلط نگاری سے جہان رسالت کی نقیض ومنافی اتنی باتین معلوم ہوئین۔ وہان ایک امر مفید بھی ثابت ہوگیا اور یہ بھی کرشمۂ قدرت ہو کہ بخاری نے ایسی روایت لکھدی جس سے ہمیشہ کے لئے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوبکرؓ کے بار احسان سے سبکدوشی مل گئی۔ اگر وہ بنظر عقیدت حضرت ابوبکر ادائے قیمت کی شرط اپنے طومار موضوعات مین نہ لکھتے تو اون کا کوئی کیا کرلیتا اونکا صاف صاف لفظون مین اس شرط کو لکھدینا تمام خالص مسلمانون کی منت گذاری کا باعث ہے۔ اسکے اندراج سے آنحضرت صلعم کے استغنا۔ توکل۔ صبر ورضا۔ جو خاص اوصاف رسالت بھے پورلطور معلوم اور ثابت ہوگیا کہ آپ باوجود اس مصیبت کے کہ گھر سے بے یار ومددگار اور بلا ساز وسامان نکلے۔ مگر تاہم یہ کسیطرح گوارا نفرمایا کہ کسی کا اونٹ بلاقیمت یا مستعار لیکر خدا کی راہ مین دو قدم بھی راستہ طے کیا جاوے۔

جس رسول برحق نے اپنے عم نادار (ابیطالب) کے بار احسان کو بھی (حضرت علیؑ کو اپنی تربیت وپرورش مین لے کر) اپنے ذمہ باقی رکھنا جائز نہ رکھا۔ حالانکہ درحقیقت وہ کوئی بار نہ تھا۔ بلکہ باپ کے بعد چچا کے فرائض مین داخل تھا بھلا وہ ایسے شخص کا کیونکر احسان قبول کرلے سکتا تھا جو خود اپنی قوم اور قبیلہ مین کوئی امتیاز خاص نہین رکھتا تھا۔

جس رسول غیورؐ نے (ابی سلول) کے ایک کرتہ کا احسان جو آپ کے ایک عم نادار (حضرت عباس) کے ساتھ کیا گیا تھا اپنے ذمہ باقی نہ رکھا اور اوس شخص معطی کو اپنے پیراہن کا کفن دیکر اوتار پھینکا۔ وہ ایک محض غیر ممیز شخص کا احسان اور خصوصًا خدا کے خاص کامون کے متعلق کیسے گوارا کرسکتا تھا۔

بہرحال جب شاہ عبدالحق صاحب دہلوی کے ایسے عالم فاضل اور محقق کامل کو اسکا اقرار ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے نہ چاہا کہ خدا کی راہ مین کسی کی امداد واعانت کو قبول کرین۔ اسلئے حضرت ابوبکر سے بلاقیمت ناقہ نہ لیا تو اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ ہرگز آنحضرت صلعم نے بطیب خاطر حضرت ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ نہ لیا کیونکہ ساتھ لے کر کسی کو غار مین جانا یقینًا لَا تُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا کا منافی ہے۔ کیونکہ یہ تو ایسا شرک ہے جو ان الشرک لا یغفر کا مرادف ہے۔ کیونکہ جس امر کو خداوند عالم نے ایسے راز مین رکھا کہ سوائے رسولؐ کے اور اوسکو بھی عین وقت پر اور کسی کو اوس سے آگاہ نہین کیا اوسکی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ امین رسالت نے اوس ستر آلہی کو یون فاش کردیا ہوگا۔

ان قرائن اور نیز خود بخاری کی روایت کی بدولت اب اس روایت کی موضوعیت واضح ہوگئی۔ کیونکہ جب بلاقیمت کسی کا اونٹ لینا گوارا نہ ہوا اور منافی لاتشرک بعبادۃ ربہ احدا سمجھا گیا تو اوسی راہ خدا کے کامون مین کسی دوسرے کو بالقصد والارادہ ساتھ لینا جو توجہ اور استغراق الی اللہ مین فرق ڈالنے کا باعث ہو۔ بالکل خلاف آیہ مذکورہ ہے اور صریح مخالف عقل اور منافی حقیقت ہے۔ حیف کہ اس مخالف عمل کا عامل خود رسول اللہ کی ذات مبارک تبلائی جاتی ہے۔

بخاری صاحب کی قلمکاریون کی کن کن اداؤن کی تعریف کی جائے۔ آپ کی موزونیت بیان کی۔ یا مناسبت مقام اور حقیقت کلام کی۔ اسی اونٹ والے قصہ مین آنکھین بند کرکے یہ عبارت لکھنے کو تو لکھ گئے۔ وعلف راحلتین کا متاعدہ ورق السمرۃ وھو الخبط اربعۃ اشھر یعنی حضرت ابوبکر نے اپنے دونون اونٹون کو چار مہینون تک ببول کے پتے کھلائے۔

سب کو جانے دیجئے ایک ابن حجر نے۔ جن سے بڑھکر بخاری کا معتقد و موید ہونا دشوار ہے انکے اس جملہ مین تین اعتراض وارد کئے ہین اول یہ کہ ورق سمرہ کی شرح زہری نے کی تھی۔ خبط بخاری نے اسکو بھی جزو روایت بناکر داخل حدیث اور مندرج صحیح کردیا۔ حالانکہ یہ خاص الخاص زہری کا قول ہے۔ نہ حضرت عائشہ اور نہ عروہ اصل راویان حدیث کا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ چار مہینہ کی مدت بیان کی کہ چار مہینون تک اونٹ کو چارہ کھلاتے رہے وقد تقدم فی اول الباب ان بین العقبۃ الثانیۃ وھجرتہ شھرین وبعض شھر علی التحریر یعنی پہلے باب مین مذکور ہو چکا ہے کہ عقبۂ ثانیہ اور ہجرت آنحضرت صلعم مین صرف دو مہینوں یا ایک مہینہ یا بعض مدت ہوئی پھر بخاری صاحب کے یہ چار مہینے کہاں سے آگئے۔

اسی طرح خریداری شتر مین ایک نکتہ یہ بھی سب سے زیادہ لطیف ہے اور قابل دید۔ شاہ عبدالحق صاحب کی اوپر عبارت لکھی گئی ہے جسمین یہ عبارت صاف صاف موجود ہے "ابوبکرؓ را دو شتر بود کہ بچہار صد درم و در روایتی بہشتصد درم خریدہ چہار ماہ آنرا علف دادہ ہر دو را پیش آوردہ تا یکے را آنحضرتؐ قبول فرماید۔ فرمود قبول کردم ولیکن بشرط ابتیاع پس بہ ہشتصد درم آن ناقہ را از ابوبکرؓ خرید۔ اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ ان اونٹون کی اصلی قیمت ایک روایت سے چار سو درم اور دوسری روایت سے آٹھ سو درم۔ اب۔ تا یکے را آنحضرتؐ قبول فرماید۔ کی عبارت نے صاف کردیا کہ ایک ناقہ کی خریداری کی گئی اور یہی حضرت ابوبکرؓ کی خواہش بھی تھی۔ اور ضرورت و مناسبت وقت بھی یہی بتلاتی ہے۔ غرضکہ مسلم ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک ناقہ خریدا لیکن۔ بہ نہصد درم آن ناقہ را از ابوبکرؓ خرید۔ کی تصریح نے ثابت کردیا کہ نو سو درم پر وہ ناقہ خریدا گیا۔ اب دیکھئے اگر چار سو درم والی روایت صحیح ہے جسمین منقول ہے کہ چار سو مین دونون ناقے خریدے گئے تھے اور ان مین کا ایک ناقہ رسول اللہ کے ہاتھ نو سو روپیہ پر بیچا گیا تو گویا چوگنی قیمت سے بھی زاید لی گئی۔ اور اگر آٹھ سو درم والی روایت پر اعتبار کیا جائے تو ایک ناقہ کی اصلی قیمت چار سو درم ہوتی ہے اور رسول اللہ صلعم سے چار سو کے بدلے نو سو پورے گنوائے گئے۔

اور اگر کوئی عقل سے خالی یہ کہے کہ نہین دونون ناقون کی خریداری کی گئی تھی۔ حالانکہ ایسا دعویٰ سراسر عقل و نقل دونون کے خلاف ہے لیکن بفرض محال اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم اسے تسلیم بھی کرلین کہ اس محسن عالم نے دونون ناقے خریدے۔ ایک اپنے لئے رکھا اور ایک حضرت ابوبکرؓ کو دیدیا۔ تاہم حضرت ابوبکرؓ کا اوپر ہی اوپر سو روپیہ کا نفع پا جانا ثابت ہوتا ہے اور سواری مفت

کیا حضرت ابوبکرؓ کے اس خلوص عقیدت اور محبت رسولؐ کا یہی تقاضہ تھا کہ ایسی مصیبت مین بھی رعایت و مروت کی جگہ رسول اللہ صلعم سے نفع کا لین دین کیا جائے۔ کیا حسن رفاقت ہے اور کیسی اچھی صدیقیت۔

اب اس تمام نقاشی اور افسانہ تراشی کا خلاصۂ حقیقت بھی ملاحظہ فرمایا جائے۔ امام جلال الدین السیوطی تفسیر درمنثور جلد دوم صفحہ ۲۴۰ میں لکھتے ہیں۔

فمكث هو وابو بكر فی الغار ثلثة ايام يختلف اليهم بالطعام عامر بن فهيرة وعلی يجهزهم فاشتروا ثلاثة اباعير من اهل البحرين واستاجر لهم دليلا فلما كان بعض الليل من الليلة الثالثة اتاهم علی بالابل والدليل وركب رسول الله ص وركب ابو بكر اخری فتوجهوا نحو المدينة

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر تین روز تک غار میں ٹھہرے رہے اور عامر بن فہیرہ اونکے لئے کھانا لاتا اور علیؑ اونکے کھانے کا سامان کرتے رہے پس آپ نے (علیؑ نے) تین اونٹ بحرین کے لوگوں سے خریدے اور ایک راہ نما کو اجرت پر مقرر کیا جب تیسری رات کا کچھ حصہ گذرا تو حضرت علی اونٹ اور راہبر کو ساتھ لائے ایک اونٹ پر رسول اللہ صلعم اور ایک اونٹ پر ابوبکر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

۵ ای بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ مرقومہ بالا روایت نے تو سرے سے بخاری صاحب کی تمام تمناؤں کا خون اور اونکی نیرنگ مضمون کو بالکل دگرگون کر دیا حقیقت کا انکشاف اور تمام موضوعات و مصنوعات کا مطلع صاف ہو گیا اور آنکی کا پردہ اوٹھتے ہی حقیقت بین نگاہوں نے دیکھ لیا کہ جس طرح نہ رسول اللہ صلعم قبل از ہجرت حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے۔ نہ مشورت ہوئی۔ نہ اونکو ساتھ لیا۔ اسی طرح نہ اونٹ پیش کئے گئے۔ نہ خریدے گئے اور نہ کوئی راہنما مقرر کیا گیا اور نہ زاد راہ وغیرہ حضرت ابوبکرؓ کے گھر سے ہمراہ کیا گیا۔ ان تمام ضروریات سفر کا انتظام اوسی نفس قدسی کے سپرد کئے گئے جو خدا کے آگے رازدار قدرت ثابت ہو چکا تھا اور جسکی امانت و حمایت میں رسول اللہ صلعم کی جان اوسکے استحفاظ کی اصلی ترکیب اور ہجرت کا راز سپرد کیا گیا تھا۔ اور اوسی نے تن تنہا ہو کر بالنفس النفیس شہنشاہ رسالت کے استحفاظ جان کے ساتھ آپ کے آرام سفر کے بھی تمام انتظام درست فرمائے اور وقت موعودہ پر اونکو آپ کی خدمت میں پہونچا دیا اور جو رفیق قدیم شعب ابی طالب کے درہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آب و طعام کا انتظام کرتا رہا (دیکھو رسالۂ نقیب ابو جعفر اسکافی) وہی غار ثور میں بھی آپ کو آب و غذا بھیجوا تا رہا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا کو صرف اپنی جان کا فدیہ بنا کر چھوڑ ہی نہیں چلے گئے تھے بلکہ اوس رازدار قدرت اور فدیہ رسالت کو اپنی اور اوسکی حفاظت جان کا یقین دلا کر اور اپنے تمام امور متعلقہ ادائے امانت و اموال اہالیان مکہ حفاظت پردگیان عصمت۔ زاد و راحلہ سفر غرض جملہ سامان و ضروریات کی فراہمی و درستی کے انتظام حوالے اور سپرد فرمائے گئے تھے۔ اس بنا پر جو کچھ جناب علی مرتضیٰؑ نے انجام دیا وہ حرف بحرف حکم رسول اللہ تھا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ملاحظہ ہو تاریخ طبری جلد دوم کی مفصلہ ذیل عبارت۔

وارسل الی بطعام واستاجر لی دليلا يدلنی بطريق المدينة واشتر لی راحلة ثم مضی رسول الله صلعم

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانب غار روانہ ہوئے تو حضرت علی مرتضیٰ سے ارشاد فرمایا کہ ہمکو کھانا بھیج دینا۔ اور ایک راہنما کو اجرت پر مقرر کرنا جو مجھکو مدینہ

واعمی اللہ ابصار الذین کانوا یرصدونہ عنہ وخرج علیھم رسول اللہ صلعم۔ طبری جلد دوم ص ۲۴۴ا مطبوعہ مصر	کی راہ پر لے چلے۔ اور ایک سواری ہمارے لئے خرید لینا یہ کہکر آپ روانہ ہوئے۔ اور خدا نے کافرونکو اندھا کر دیا۔

اب تو واقعہ ہجرت کے اون تمام طومار موضوعات کا پورا انکشاف ہو گیا جو حقیقتاً عہد معاویہ کے مصنوعات ہین جو امیر صاحب کی شاہی فرامین اور سلطنت کے حکم و آئین کے ذریعے سے تیار و مرتب کئے گئے تھے۔ اور جنکی ترتیب و تدوین مین خزانوں کے خزانے لٹا ئے گئے تھے بخاری پر منحصر نہین سواد اعظم کے تمام علمائے سلف تقلید عقاید کے پیچھے پڑکر انھین موضوعات کے ریزہ چین ہین۔ چونکہ ان مرویات موضوعہ مین۔ درجات و خدمات حضرت علی مرتضیٰؑ کا استیصال بالکل سے کر اون کے مماثل واقعات کا بیان کرنا معاویہ کے فرمان شاہی کے ذریعہ سے ہر راوی کا فرض اولین تھا۔ (دیکھو کتاب الاحداث امام ابوالحسن مدائنی) اس بنا پر واقعہ ہجرت کے متعلق جتنی مرویات صحیح طور پر حضرت علی مرتضیٰؑ کے خدمات و درجات کا اظہار کرتی تہین وہ بالکل ذخیرۂ اصل و نقل سے کالعدم کر کے اوسکے مماثل موجودہ موضوعات تیار کر دیے گئے اور معاون سلطنتون نے اپنے استحکام سلطنت کی ضرورت سے انھین کے اجرا و نقل مین برابر تائیدین بھی کین اور تاکیدین بھی لیکن استخفاف حقوق کے اتنے انتظام کے بعد بھی حقیقت کے نور اور اصلیت کے جوہر نہ چھپنے والے تھے نہ چھپے حقیقت حال اکثر کتب معتبرہ مین اوسوقت سے لیکر اسوقت تک برابر نقل و اندراج ہوتی آئی ہے اور ہوتی رہے گی۔ جیسا کہ ہمارے حوالہ مندرجہ بالا سے ثابت ہو چکا۔

مسئلہ زیر بحث مین ہم اس سے زیادہ اپنا وقت رائگان کرنا نہین چاہتے کیونکہ ابھی تو ہجرت کے ان موضوعات کے کتنے میدان پڑے ہین جنکے خس و خاشاک اپنے مقام پر صاف کئے جائینگے۔ واقعات ہجرت کے اولین مرویات کی تنقید کو تمام کر کے ہم اپنے آیندہ بیان کی تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے ہین۔

فرش رسولؐ پر علیؑ کا استقلال	جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر کے ہمراہ غار مین کچھ رات رہے داخل ہوئے جناب رسولخدا صلعم کے متعلق یہ کہنا کہ آپ پر کوئی اضطرابی عالم طاری تھا بالکل منافی شان رسالت ہے اسلئے کہ وحی

الٰہی کے ذریعہ سے آپ کو آپ کے استحفاظ جان کا یقین کامل دلا دیا گیا تھا پھر یقین کے بعد اس کے متعلق تامل و تزلزل ذات رسولؐ سے بالکل ناممکن الوقوع ہے۔ اس بنا پر جو مرویات ان امور کا اظہار کرتی ہین وہ عام اس سے کہ کیسی ہی صحیح سے صحیح حدیث کی کتاب مین ہون ہرگز اعتبار کے قابل نہین ہین۔

الغرض۔ آپ حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ غار مین تشریف لائے اور خدا کا نام لیکر اور اوسکی تنہا حمایت و رفاقت پر تکیہ کر کے بیٹھ گئے۔ صبح ہو گئی ظلمہ وقت جو سر شام سے خانہ رسالت کا محاصرہ کئے تھے ایکبارگی خوابگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ٹوٹ پڑے۔ اپنی کیفر کردارون کی تعمیل کے شوق مین سونیوالے کے مونہہ سے جسے وہ یقیناً رسول اللہؐ سمجھے ہوئے تھے۔ ردائے سبز کا گوشہ ہٹایا تو مصطفیٰ کی جا پر نفس مصطفیٰ سوتا ملا۔ اس مشاہدہ کے بعد کفار کی قسمتون مین

حیرت حسرت اور ناکامی کے سوا تھا ہی کیا۔ شرم وخجالت مٹانے کی غرض سے حضرت علی مرتضیٰ سے پوچھا این صاحبک
تمہارے صاحب (آقا) کہاں گئے۔ جواب ملا۔

قال لا ادری اورقیبا کنت علیہ طبری ۱۲۳۴۔ میں نہیں جانتا کیا تم انکو میرے سپرد کر گئے تھے جو پوچھتے ہو۔

صحیح نسائی میں ہے کہ حضرت علیؑ پر تیر چلائے گئے۔ طبری لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا مندرجۂ بالا جواب سنکر کفار نے انکو گرفتار کر لیا۔ اور خانہ کعبہ میں تھوڑی دیر تک بٹھلائے رکھکر چھوڑ دیا۔ طبری ص ۱۲۳۲

یہ تمام روایتیں اگرچہ مختلف الفاظ وعبارت میں مذکور ہیں لیکن مدعا سب کا ایک ہی ہے یعنی حضرت علیؑ کی رازداری استقلال اور کمال رازداری کا اظہار۔ عام اس سے کہ آپ پر کیسی ہی اور کتنی ہی تکلیف جسمانی نہ پہونچائی گئی ہو لیکن تاہم اوس حقیقی جان نثار اور سچے رازدار نے رسولؐ کا نشان نہ بتلایا نہ بتلایا۔ بلکہ اونکے سوال کرنے پر ایسا مسکت جواب ارشاد فرمایا کہ اون میں پھر کسی ایک کو بھی بار دیگر تحریک وتعریض کی مطلق جرأت نہیں ہوئی۔ یہ ہے اس مجاہد فی سبیل اللہ کے کمال استقلال کی عدیم النظیر مثال۔

انبیاے سابقین اور امم ماضیین کے حالات پر عبور رکھنے والے حضرات جناب عیسیٰ ابن مریم کی گرفتاری والی روایت میں اونکے حواری یہودا کے کردار واطوار سے پوری اطلاع رکھتے ہیں جسنے محض تیس روپیوں کی لالچ میں آکر دشمنوں کی خونخوار جماعت کو آپ کے قیام اور اوس مقام کا پورا نشان بتلا دیا جہاں آپ ان خونخواروں کے خوف سے حکم خدا کے مطابق پوشیدہ تھے۔ کیا کوئی عیسائی محمدؐ صلعم کے اس جان نثار حواری کے اس استقلال ورازداری کی مثال حواریو عیسیٰ میں پیدا کر سکتا ہے؟ یہودا پر منحصر نہیں۔ ہم نے تو شمعون اور فطرس کی جان نثاری اور استقامت وپاداری کی حقیقت بھی دکھلا کر پوری اور مفصل بحث کے ساتھ سراج المبین فی تاریخ امیر المومنین جلد اول میں قلمبند کر دی ہے۔ جو ان مقاصد کے موضوع خاص پر لکھی گئی ہے۔

بہر حال۔ بالاتفاق جمہور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار دن تک غار ثور میں مقیم رہے اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام حسب الحکم چاروں دن برابر آب وطعام نہایت رازداری اور ہوشیاری سے پہونچاتے رہے چار دن گذر جانے کے بعد حسب ہدایت سواری کے اونٹ اور راہبر بھی وقت مقررہ پر بھیج دیا گیا۔ ان حالات کے متعلق ہم جناب رسولخدا صلعم کے ہجرت فرمانے اور غار ثور تک صحیح وسلامت پہونچ جانے تک کے تمام حالات بیان کر چکے۔ اب ہم اس سے آیندہ کے واقعات شبلی صاحب کی زبانی ذیل میں لکھتے ہیں۔

غار میں حضرت ابوبکرؓ کی گریہ وزاری

صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو آنحضرت صلعم کی جگہ پلنگ پر جناب امیرؑ تھے ظالموں نے آپ کو پکڑا اور حرم میں لیجا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا اور چھوڑ دیا۔ پھر آنحضرت صلعم کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے موہنہ تک آ گئے۔ آہٹ پا کر حضرت ابوبکرؓ مغموم ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اب دشمن

اسقدر قریب آگئے کہ اگر اپنے قدم پر اونکی نظر پڑ جائے تو ہمکو دیکھ لین گے۔ آپ نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا۔ گھبراؤ نہین۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

تعجب ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو باوجود اسکے کہ ہجرت کے متعلق اتنے قبل سے ہر قسم کی اطلاع وحقیقت معلوم تھی اور بشارت نبویہ کے مطابق اس کا بھی یقین ہوچکا تھا کہ مدبر قدرت نے استخفاء جان کی غرض خاص سے یہ تدبیر اختیار کی ہے اور اس طریقہ سے آپ حقیقی طور پر ظلم وجفائے کفار سے بالکل محفوظ و مصئون رہین گے لیکن تاہم یہ انتظار وبیقراری یا گریہ وزاری اضطراری بھی معلوم ہوتا ہے کہ تاثر مایقیت پر عناصر بشریت ضرورت سے زاید غالب تھی بخلاف آپ کے اوس جان نثار ستیدائی اور وفادار فدائی کے حال پر غور کیا جاوے جو فرش رسول پر کفار کی خونخوار تلوارون کے نیچے خموش لیٹا ہوا شام سے صبح تک آرام سے سوتا رہا۔ حالانکہ ان سے زیادہ اوسکی جان خطرہ مین تھی۔ اور اوس طولانی عرصہ مین ایک لمحہ کے لیے بھی بیقرار نہ ہوا۔ حالانکہ واقعات یہ بتلا رہے ہین کہ حضرت علیؑ کی طرح بقول شبلی صاحب حضرت ابوبکر کو بھی ہجرت کے تمام واقعات معلوم تھے لیکن حضرت ابوبکر بیقرار ہوجاتے ہین اور ایسا کہ رسول اللہ صلعم کو اطمینان دلانے اور چپ کرانے کی ضرورت ہوجاتی ہے مگر حضرت علیؑ باوجود اتنے خطرون کے کبھی نہ بیتاب ہوتے ہین اور نہ بیقرار۔ نہ آپ پر حسرت ویاس کا اثر ہوتا ہے اور نہ اضطراب والتہاب کا احساس حقیقت شناس محققین اسی ایک واقعہ سے دونون بزرگون کے استقلال ثبات اور پائداری کے فرق مابہ الامتیاز معلوم کر لے سکتے ہین۔

تنقیداً اتنا عرض کر کے ہم پھر اپنے اصل بیان کی طرف رجوع کرتے ہین۔ مولوی شبلی صاحب آگے لکھتے ہین۔

حضرت ابوبکر اور رسول اللہ صلعم کی خدمت	چوتھے دن آپ غار سے نکلے۔ عبداللہ بن اریقط ایک کافر جسپر اعتماد تھا رہنمائی کیلئے اجرت پر مقرر کر لیا گیا تھا۔ وہ آگے آگے رستہ بتاتا جاتا تھا۔ ایکدن رات برابر چلے گئے

دوسرے دن دوپہر کے وقت دھوپ سخت ہوگئی تو حضرت ابوبکر نے چاہا کہ رسول اللہ صلعم سایہ مین آرام فرمالین چارون طرف نظر ڈالی ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا۔ سواری سے اوترکر زمین جھاڑی پھر اپنی چادر بچھائی۔ آنحضرت صلعم نے آرام فرمایا تو تلاش مین نکلے کہ کہین کچھ کھانیکو مل جائے تو لاؤن۔ پاس ایک چرواہا بکریان چرا رہا تھا۔ اوس سے کہا کہ ایک بکری کا تھن گرد وغبار سے صاف کردے پھر اوس کے ہاتھ صاف کراکے اور دودھ دوہوایا۔ برتن کے موتہہ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑنے پائے دودھ لیکر آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور تھوڑا سا پانی ملاکر پیش کیا آپ نے پی کر فرمایا کیا ابھی چلنے کا وقت نہین آیا۔ سیرۃ النبی ج ۱۔

اس روایت کو حضرت ابوبکر کی سیرت مین لکھنا زیادہ مناسب تھا لیکن شبلی صاحب نے اپنی ضرورت خاص کر سیرۃ رسولؐ

صلعم میں اسکو ضم کر دیا لیکن افسوس ہے کہ صرف بخاری کے تنہا اسناد سے کام لیا۔ اور تاریخ و سیرت کے کسی ماخذ کو نہ دیکھا جنمیں کہیں اس کا نام و نشان نہیں ہے۔ یہی وہ ضرورت اور مناسبت خاص ہے جسکی وجہ سے آغاز مقدمہ ہی سے صحیح بخاری کی مرویات کو تمام دنیا پر ترجیح دی گئی ہے۔ حالانکہ اسکی سراپا موضوعیت کی حقیقت تنقید بخاری جلد چہارم ص ۱۴۲ میں ملاحظہ ہو المختصر۔ دنیا کے تاریخ و سیرت میں اول تو اس روایت کا نام و نشان نہیں ہے۔ اگر کتب حدیث میں حسن عقیدت کی بنا پر اس کا وجود تسلیم بھی کر لیا جائے تو حضرت ابوبکرؓ کے یہ حالات خادمانہ حقوق خدمت کی انجام دہی سے آگے نہیں بڑھتے اور یہ موصوف الیہ کا اسوقت فرض اولین تھا۔ باقی رہا دودھ والوں کے ہاتھوں کا دھلوا لینا اور برتن کے موتھ پر کپڑا بندھوا دینا جس سے آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی صفائی طبیعت پر خاص طور سے استدلال فرمایا ہے تو یہ عموماً ہر صاحب تمیز و شعور کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ یہ کوئی ایسی اعجوبہ روزگار یا خلاف فطرۃ بات نہ تھی جسے آپ خرق عادت سمجھکر اس خصوصیت کے ساتھ اور اس تفصیل کے ساتھ لکھنے پر تیار ہو گئے۔ اس سے کہیں زیادہ مناسب مقام وہ روایت تھی جو قریب قریب تمام حدیث سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مندرج ہے۔ صاحب رحمۃ اللعالمین امام ابن قیم کے اسناد سے لکھتے ہیں۔

واقعہ خیمہ ام معبد۔ | غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلہ (پیغمبرؐ ابوبکرؓ اور راہنما) کا گذر خیمہ ام معبد پر ہوا یہ عورت قوم خزاعہ سے تھی۔ مسافروں کی خبر گیری اور ان کی اطعم کے لئے مشہور تھی۔ سر راہ پانی پلایا کرتی تھی اور مسافر وہاں ٹھیر کر ستایا کرتے تھے یہاں پہونچکر بڑھیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کوئی چیز کھانے کی ہے۔ وہ بولی نہیں۔ اگر کوئی شے موجود ہوتی تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کر دیتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیمہ کے ایک گوشہ میں ایک بکری بندھی دیکھی۔ پوچھا یہ بکری کیوں بندھی ہے ام معبد نے کہا کمزور ہے ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ نبی صلعم نے فرمایا اجازت ہے ہم اسے دوہ لیں۔ ام معبد نے جواب دیا اگر حضور کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو دوہ لیں۔ نبی صلعم نے بسم اللہ کہکر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ برتن مانگا دودھ ایسا بھر گیا کہ چھلکنے لگا دودھ آنحضرت اور آپکے ساتھیوں نے پی لیا دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا اور یہ بھی ہمراہیوں نے پی لیا تیسری دفعہ پھر برتن بھر گیا اور وہ ام معبد کیلئے چھوڑ دیا گیا اور آگے کو روانہ ہوئے کچھ دیر کے بعد ام معبد کا شوہر آیا خیمہ میں دودھ کا بھرا برتن دیکھکر حیران ہو کر کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا ایک متبرک شخص یہاں آیا تھا اور یہ دودھ اوسی کے قدم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا۔ یہ تو وہی صاحب قریش ہے جسکی مجھے تلاش تھی اچھا تم ذرا اوسکی توصیف (حلیہ) تو بیان کرو۔ ام معبد نے نہایت مفصل طور پر آپ کا حلیہ بیان کیا۔ تو اوسکا شوہر سنکر بولا کہ یہ تو ضرور صاحب قریش ہے۔ میں جاکر اوس سے ضرور ملونگا۔

مکہ سے باہر کے بدوی لوگ غیر مسلم قبائل میں آنحضرت صلعم کو صاحب قریش کہتے تھے۔ رحمۃ العالمین ص ۸۸-۹۲۔

شبلی صاحب نے ایسی مفصل روایت کی موجودگی میں ایک ایسے واقعہ کو قلمبند فرمادیا جو اصلاً موضوع اور نقلاً خلاف موضوع ہے۔ نہ جس سے شان رسالت کا کوئی وقار قایم ہوتا ہے اور نہ کوئی اقتدار۔ اسناد کے اعتبار سے ام معبد کی روایت اتنی مشہور اور متواتر ہے کہ تاریخ و سیرت کی کتابوں سے لیکر حدیث و تفسیر تک کی کتابوں میں مندرج ہے اور خود شبلی صاحب کی اعتبار کردہ

تاریخ وحدیث کے قدیم ماخذون مین کم و بیش طریقہ سے مذکور و مسطور ہے۔ طبری۔ ابن سعد۔ زرقانی۔ تاریخ الخمیس۔ ربیع الابرار وغیرہ تمام کتابون مین مرقوم ہے۔

اب رہا یہ امر کہ ایسے مشہور واقعہ کو شبلی صاحب نے کیا سمجھکر مرفوع القلم فرمایا۔ اسکی صاف وجہ یہی ہے کہ آپ کی یورپین مصنفین کی تقلید اور اپنی موجودہ تالیف کو کسی نہ کسی طرح فلسفہ تاریخ سے مشہور کئے جانیکی امید تھی۔ اس واقعہ مین چونکہ رسالت کے ماتثر روحانیت معلوم ہوتے ہین۔ اس بنا پر آپ کے قدیم واہمہ نے کہ یورپین مصنفین آپ کے مضامین پر خلاف عقل ہونیکا اعتراض کرینگے آپ کے قلم کو روک لیا۔ دوسری وجہ یہ بھی کہ کسی خاص بزرگ کے کوئی تخصیصی حالات اس روایت سے نہین ظاہر ہوتے تھے جن کے اندراج حالات سے آپ کو شغف خاص حاصل ہے اور جنکی اشاعت واقامت کی بنا پر اس طرز خاص کی سیرۃ النبی مرتب کرنیکی آپ کو ضرورت لاحق ہوئی ہے۔

امام ابن القیم نے تو اتنی ہی تفصیل پر اس روایت کو ختم کر دیا ہے لیکن تلاش وتحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ موصوف نے بھی اس طولانی واقعہ کے آخری حصہ کو کسی غرض خاص سے مرفوع القلم فرما دیا ہے۔ ہم انکے متروکہ حصہ کو تاریخ الخمیس کی عبارت سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔

روی الزمخشری فی ربیع الابرار عن هند بنت الجون نزل رسول اللہ صلعم خیمة خالتها ام معبد فقام من رقدته فدعا بماء فغسل یدیه ثم تمضمض ومج فی عوسجة الی جانب الخیمة فاصبحنا وهی کاعظم دوحة وجاءت بثمر کاعظم ما یکون فی لون الورس ورائحة العنبر وطعم الشهد ما اکل منها جائع الا شبع ولا ظمآن الا روی ولا سقیم الا برئ ولا اکل من ورقها بعیر ولا شاة الا در لبنها فکنا نسمیها المبارکة وینتابنا من البوادی من یستشفی بها ویتزود منها حتی اصبحنا ذات یوم وقد تساقط ثمرها وصغر ورقها ففزعنا لذلک فما راعنا الا نعی رسول اللہ صلعم ثم انها بعد ثلاثین سنة اصبحت ذات شوک من اسفلها الی اعلاها وتساقط ثمرها وذهبت نضرتها فما شعرنا الا بقتل امیر المؤمنین علیؑ فما اثمرت بعد ذلک وکنا ننتفع بورقها ثم اصبحنا واذا بها وقد نبع

علامہ زمخشری (صاحب تفسیر کشاف) ربیع الابرار مین ہند بنت جون سے روایت کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلعم میری خالہ ام معبد کے خیمہ پر اترے، تو حضرت کچھ آرام کرنیکے بعد بیدار ہوئے اور پانی طلب کر کے ہاتھ دھوئے اور کلی کی اور گوشہ خیمہ کیطرف بیون کا ایک چھوٹا سا درخت تھا حضرت نے اپنی کلی کا پانی اوسی پر پھینکدیا۔ دوسرے روز وہ ایک عظیم الشان درخت ہو گیا اور نہایت بڑے بڑے پھل اوس مین لگے۔ جو ورس رنگ کے تھے (ورس عرب مین خوشبودار گھاس ہوتی ہے) اور کیسر کی رنگ کام دیتی ہے اوس سے عنبر کی خوشبو آتی تھی اور اوس کا مزا مثل شہد کے ہوتا تھا جسے بھوکا کھا لیتا تو سیر ہو جاتا تھا اور پیاسا سیراب ہو جاتا۔ اور بیمار شفا پا جاتا اور اگر اونٹ یا بکری اوسکی پتی کھا لیتی تو اون کے دودھ کثرت سے ہوتا۔ ہم لوگ اوسکو مبارکہ کہتے تھے۔ اطراف وجوانب سے لوگ آتے اور اوس سے شفا پاتے اور تبرک سمجھکر لے جاتے۔ ایک روز صبح کو ہم لوگ کیا دیکھتے ہین کہ اوسکے پھل گرنے لگے اور اس کے پتے چھوٹے ہونے لگے۔ اس حالت سے ہم لوگون کو بڑا خوف معلوم ہوا کہ اتنے مین خبر رحلت جناب رسول خدا صلعم معلوم ہوئی اسکے تیس برس بعد کیا دیکھتے ہین کہ جڑ سے ڈال تک اوسمین کانٹے لگ گئے ہین اور پھل سب گر گئے ہین اور اوس کی تازگی جاتی رہی

من ساقها دم عبيط وقد ذبل ورقها فبينا نحن فزعون مهمومون اذا	تنے میں خبر شہادت امیرالمومنین علی آئی۔ پھر اوس کے بعد اوس درخت نے
اتانا خبر مقتل الحسين بن علي ويبست الشجرة على اثر	پھل نہیں دیئے۔ بلکہ صرف اوس کے پتوں سے ہم لوگ فائدہ اوٹھاتے
ذلك وذهبت والعجب كيف لم يشتهر امر هذه الشجرة	تھے۔ تھوڑے دنوں بعد کیا دیکھا کہ اوس درخت کے ساقہ سے خون تازہ
كما اشتهر امر الشاة في قصة هي اعلى القصص	جوش مار رہا ہے اور کل پتے اوسکے خشک ہو گئے ہیں اس اثنا میں حضرت امام حسین
جلد اول ص ۳۰۰	کی شہادت کی خبر ملی۔ بعد اسکے وہ درخت بالکل خشک ہو گیا اور تعجب ہے کہ

اس درخت کا قصہ کیوں نہ مشہور ہوا۔ حالانکہ بکری والے قصے سے یہ بہتر قصہ تھا۔

ہم نے اس روایت کی پوری حقیقت لکھدی ہے طالبان تحقیق بہ آسانی سمجھ لیں گے کہ اسکے نقل واخراج میں اپنا اپنے مطلب کے مطابق علمائے ناقلین ستہ جیں نے کس درجہ تک تلخیص اور قطع وبرید کر کے اپنے مولفانہ تدین کی شان کو قائم رکھا ہے اکثر نے تو اس کو سرے سے ذکر کے قابل ہی نہیں سمجھا بعض جو اسکو اسکی اہمیت کی بنا پر قابل ذکر سمجھے وہ صرف کرامت رسول صلعم تک اسکو لکھکر رہ گئے۔ جیسے ابن القیم وغیرہ۔ انھیں میں اکثر ایسے منصف مزاج اور عدالت پسند بھی نکل آئے جنھوں نے تقلید اسلاف اور تائید عقائد کی پابندی سے قطع نظر کر کے اسکو لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً لکھدیا ہے۔ جیسا علامہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف اور علامہ حسین دیاربکری۔ صاحب تاریخ الخمیس۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ اُن علماؤ محدثین کو بالاآخر اس روایت کے پورے نقل کر دینے میں کون سی دقت اور کون سی مجبوری سد راہ تھی؟ وجہ بالکل ظاہر ہے اور سبب بالکل صاف۔ اور وہ یہ ہے کہ آخر حصہ روایت سے اہلبیت علیہم السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ موجودہ عقائد کے سراسر مخالف تھی کہ اوسکی نقل کیجاوے یا بیان کر کے اعلان کیا جاوے اس لئے اوس حصہ حدیث کو نسیاً منسیا کر دینا ہی بہتر تھا۔ کیونکہ کوشش تو یہ ہے کہ واقعہ ہجرت کے تمام و فخر کے ہیرو اکیلے حضرت ابوبکر ہی ثابت ہوں اور کوئی دوسرا نہیں۔ لیکن افسوس سوچنے والے یہ نہ سوچے اور سمجھنے والے یہ نہ سمجھے کہ اسکے استخفاف سے صرف اہلبیت علیہم السلام کے فضائل ہی نہیں پوشیدہ ہوتے بلکہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت بڑی کرامت بھی تو صفحہ روزگار سے مٹی جاتی ہے۔ اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ فضیلت اہلبیتؑ اصلاً ہے کیا؟ فضیلت وکرامت رسول صلعم کا ایک جزو۔

اس روایت کے استخفاف پر اتنا تعجب نہیں ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاری صاحب نے تو اپنی صحیح میں فرش رسول اللہ صلعم پر حضرت علی مرتضیٰؑ کے سونے والے واقعہ کو بھی جو تمام اہل اسلام کا مسلمہ ہے نہ لکھا اور اس پر بھی اونکی کتاب صحیح کی صحیح ہے۔ بخاری کے خیال و تدین کے ایسے خیال والے ناقلین حدیث و مولفین اخبار جب موجود ہوں تب علامہ زمخشری کی یہ متعجبانہ شکایت کا کہ ایسی روایت جو اعلیٰ قصص ہے اور بکری کی روایت سے زیادہ مہتم بالشان اور ضروری البیان ہے۔ کیوں نہ مرقوم کیگئی۔ کیا جواب دیا جاوے۔ لیکن بات یہ ہے

جیسا کہ ہم برابر اپنے سلسلۂ بیان مین دکھلاتے آئے ہین کہ حقیقت اور اصلیت کسی کے مٹائے مٹی ہے اور کسی کے چھپائے نہ چھپی ہے۔ ابن القیم اور اون کے ہم خیال علما و محدثین کی ایک جماعت نے اپنی ضرورت خاص سے چھپایا۔ مگر پھر اسکی حقیقت اونھین کی جماعت مین سے علامہ زمخشری۔ امام قسطلانی اور زرقانی وغیرہم کے ایسے لوگون کو پہنچ لائی جنھون نے اسکو صرف تمام و کمال لکھا ہی نہین بلکہ اسکے چھپانے والے اور نہ لکھنے والون کے عدم تدین کا پردہ بھی فاش کردیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بہرحال جب امام بخاری اور علامہ ابن القیم کے ایسے اوستادان و نقادان فن نے اس حدیث کو نہین لکھا تو غریب شبلی صاحب کس شمار و قطار مین ہین۔ جو اس کی نقل پر جرأت کرتے۔ اس بنا پر اونکی سیرت بھی اس واقعہ کی صورت حال سے بالکل خالی ہے۔

سراقہ بن جعشم کا قصہ اس کے آگے شبلی صاحب فرماتے ہین قریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت ابوبکرؓ کو گرفتار کرکے لائے گا اوسکو ایک خون بہا کے برابر (یعنی سو اونٹ) انعام دیا جائیگا۔ سراقہ ابن جعشم نے سنا تو انعام کی امید پر نکلے عین اس حالت مین کہ آپ (غار سے) روانہ ہورہے تھے اوس نے آپ کو دیکھ لیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آگیا لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی وہ گر پڑا۔ ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیئے یا نہین جواب مین نہین نکلا لیکن سو اونٹون کا گرانبہا معاوضہ ایسا نہ تھا کہ تیر کی بات مان لی جائے دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا ابکی گھوڑے کے دونون گھٹنون تک زمین مین دھنس گئے گھوڑے سے اوتر پڑا اور پھر فال دیکھی اب بھی وہی جواب تھا لیکن بار بار تنبیہ نے اوسکی ہمت پست کردی اور یقین ہوگیا کہ کچھ اور آثار ہین۔ آنحضرت صلعم کے پاس آکر قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا اور درخواست کی کہ مجھکو امن کی تحریر لکھدیجیئے۔ حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر فرمان امن لکھدیا۔ بحوالہ صحیح بخاری۔

شبلی صاحب چونکہ اپنی تاریخ مین بالکل صحیح بخاری کی ترجمانی کرتے ہین اور علم تاریخ مین بخاری کے مبلغ معلومات معلوم اس لئے ایک تاریخ نویس اور سیرت نگار کو نہ اونکی تقلید کی ضرورت ہے اور نہ تنقید کی حاجت۔ لیکن حقیقت شناس اشخاص آپ کے اقرار کردہ جزئیات کے جانبدارانہ اور خود غرضانہ اضافات کو فوراً پہچان لے گا۔ کیونکہ آپ اپنی حاشیہ والی عبارت مین خود لکھکر اقرار کرچکے ہین کہ یہ پوری تفصیل حرف بحرف صحیح بخاری باب مناقب المہاجرین مین ہے ہم نے تمام جزئیات اس لئے نقل کین کہ حضرت ابوبکرؓ کی صفائی پسندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے" اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پریشانی مین بھی قلم دوات ساتھ رہتا تھا۔

آپ امام بخاری کے اعتبار پر اور وہ اپنے حقفلان عقائد کی بنیاد پر آنحضرت صلعم کی گرفتاری کے ساتھ حضرت ابوبکر کو اشتہار گرفتاری مین خواہ مخواہ داخل کرلین تو اسکے آپ اور وہ خاصکر جوابدہ ہین لیکن تاریخ و سیر پر نظر رکھنے والا۔

جب کسی تاریخ و سیر میں حضرت ابوبکر کا نام نہیں پائے گا۔ وہ آپ کی ان جزئیات بخاری کی نقل کی حقیقت و ضرورت کو کما حقہ سمجھ جائے گا۔

اسی طرح عامر بن فہیرہ کا ایسے عالم اضطراب میں کہ جب لباس تک جسم پر بھاری ہو رہا تھا دوات و قلم ساتھ رکھنا۔ اور امن نامہ لکھ دینے کی حقیقت ہے جسکو صرف آپ ہی کے ایسا انشا پرداز قابل نقل و اندراج سمجھے گا۔ دوسرا نہیں۔ اسلئے کہ تاریخ و سیر کی کتابوں میں جہاں واقعات کے حقیقی موضوع پر لکھی گئی ہیں سراقہ کا واقعہ وہیں تک مندرج ہے جہاں تک کہ وہ مشاہدہ کرامت کے بعد توبہ وانابت کرتا ہے اور اسکے بعد کچھ بھی نہیں۔ یہ امام بخاری صاحب کی وہی جزئیات ہیں جنکے ذکر و نقل کے مفید مطلب ہونے کی بنا پر آپ کو انکے اندراج کی بڑی ضرورت ہے۔ اور انھیں جزئیات مخصوصہ کی بنا پر آپ نے تمام دنیا کی کتابوں پر صحیح بخاری کی مرویات کو ترجیح دی ہے اور اپنی کتاب کے عنوان ہی سے اسکا سامان باندھا۔

عامر بن فہیرہ کی حقیقت حال | اسی طرح عامر بن فہیرہ کو حضرت ابوبکر کا صرف غلام لکھدیا ہے اور ان سے انکے دیگر تعلقات کو نہ بتلایا۔ یہ بھی مولفانہ تدین کے خلاف ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ عامر اصلاً حضرت ابوبکرؓ کی ملکیت میں تھے اور نہ اکیلے ہی انکی ملکیت میں نہ تھے۔ بلکہ انکی ماں بھی۔ لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی ملکیت آگے چلکر زوجیت کے مرتبہ پر پہنچ گئی اور انکی ملکیت نے ابنیت اور تبنیت کی صورت اختیار کی۔ اور پھر ان تعلقات قرابت کی رعایت سے آزاد بھی کر دیے گئے تو اتنے تغیرات کے بعد تملیک کا دعویٰ باقی کہاں رہا۔ تاریخ طبری کی مفصلہ ذیل عبارت انکی حقیقت حال پر پوری روشنی ڈالتی ہے۔

وکان عامر بن فہیرہ مولدا من مولدی الازد کان الطفیل بن عبد اللہ بن سخبرۃ وھو ابو الحارث بن الطفیل وکان اخا عائشۃ بنت ابی بکر و عبد الرحمن بن ابی بکر لامھما فاسلم عامر بن فہیرۃ وھو مملوک لھم فاشتراہ ابوبکر فاعتقہ وکان حسن الاسلام	عامر بن فہیرہ اصلاً قبیلہ ازد کے آدمی تھے۔ اور طفیل بن عبد اللہ بن سخبرہ کے بیٹے تھے۔ انکی کنیت ابو الحارث تھی یہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر اور عبد الرحمن بن ابی بکر کے بھائی تھے کیونکہ ان سب کی ماں ایک تھیں جب مسلمان ہوئی تو حضرت ابوبکر نے انکو خرید فرمایا۔ پھر آزاد کر دیا۔ ان کا اسلام مستحسن شمار ہوتا ہے۔ ص ۱۲۳۶

مرقومہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عامر کی ماں کسی وجہ سے انکو لے کر مکہ میں آئیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے انکی ماں کو انکے ساتھ خرید لیا۔ ماں کے ساتھ عقد فرما لیا۔ انکے بطن سے آپ کے یہاں حضرت عائشہؓ اور عبد الرحمن پیدا ہوئے۔ عامر بن فہیرہ اس اثنا میں مشرف باسلام ہوئے۔ تو حضرت ابوبکر نے انکو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔ شبلی صاحب کو لازم تھا کہ علاقہ ملکیت تک عامر کی معرفت کو نہ تمام کر دیتے۔ بلکہ واقفیت عام کے لئے ضروری تھا کہ مفصلہ بالا واسطہ قرابت کو بھی بتلا دیتے۔ مرقومہ بالا مضامین تنقیدی کو تمام کرکے ہم پھر اپنے سلسلۂ بیان پر آ جاتے ہیں۔

سفر مدینہ کی منزلیں

سراقہ کا واقعہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت سراقہ تو قلادہ عقیدت گردن مین ڈال کر گھر کو واپس گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے طبری۔ ابن سعد نے مکہ سے لیکر مدینہ تک اون تمام منزلون کو نام بنام گنوادیا ہے جہان جہان آپ نے دوران سفر مین قیام فرمایا تھا۔ اسوقت عرب کے ملکی نقشہ مین اونکا نام و نشان بھی نہین لیکن صرف اونکا نام لکھدینا عقیدتمندون کی دلچسپی کے لئے کافی ہوگا۔ ابن سعد نے ان منزلون کے یہ نام بتلائے ہین خرار [1] ثنیۃ المرۃ [2]۔ لقف [3]۔ مدلجہ [4]۔ مرجح [5]۔ حداید [6]۔ اذاخر [7]۔ رابغ [8] (یہ مقام آج بھی حجاج کے راستہ پر آتا ہے یہان آپ نے مغرب کی نماز پڑھی تھی) ذا سلم [9]۔ عثانیہ [10]۔ قاحتہ [11]۔ عرج [12]۔ جداوات [13]۔ رکوبہ [14]۔ عقیق [15]۔ جثجاثہ [16]۔۔

مدینہ مین نزول رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

سعادتمندان انصار مدینہ مین تشریف آوری کی خبر پا چکے تھے۔ صبح سے شام تک روزانہ قدوم میمنت لزوم کا انتظار ہورہا تھا اور ہر روز کی ناکامی عالم انتظار کو حد وہ انتشار تک بڑھا رہی تھی عقیدتمندون کی جماعت بیرون شہر جاکر روزانہ چشم براہ رہتی تھی اور واپس آتی تھی۔ ایکدن زیادہ از وقت انتظار کر کے معتقدین کا گروہ واپس آرہا تھا کہ یکایک ایک یہودی نے اپنے قلعہ کی بلندی سے دیکھا اور انداز سے شان رسالت پہچان کر آواز دی۔ اہل عرب! تم جس بزرگ کے استقبال کو روز آتے ہو دیکھو وہ آگیا۔ اس آواز کا کانون مین آنا تھا کہ عقیدتمندون کے نعرہ تکبیر سے شہر کا شہر گونج اوٹھا۔

انصار کے پرجوش اور اخلاص مند قبیلے پہلے سے بھی زیادہ سرگرم عقیدت ہوکر بڑی طیاریون کے ساتھ لباسہائے فاخرہ پہنے اور ہتھیار جسمون پر سجے اپنے مقدس مہمان حضرت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسم استقبال کے لئے نکلے انکے حسن عقیدت کی تو یہ حالت تھی اور شہر مدینہ کے بالائی حصہ پر جو اصل شہر سے تقریبًا تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور جسے عالیہ اور قبا بھی کہتے ہین انصار کے بہت سے ممتاز اور معزز خاندان آباد تھے۔ ان خاندانون مین عمر ابن عوف کا خاندان سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ جسکے رئیس القبیلہ کلثوم ابن الہدم تھے۔

قبا مین نزول رسالت

قبا مین موکب رسالت آٹھوین ربیع الاولی ۱۳ سنہ نبوت یا ۱ سنہ ہجرت روز دوشنبہ مطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء کو پہونچا۔ عقیدتمندان قبا نے شرف ناصیہ سائی حاصل کرنے کے بعد مفاخر دعوت و مہمانی کی عزت افزائی کے لئے بھی درخواست کی بطیب خاطر منظور فرمائی گئی۔ اور کلثوم ابن الہدم کے مہمان ہوئے۔ خاص انکی عزت افزائی کا یہ سبب تھا کہ صحابہ مہاجرین۔ جو آپ سے پہلے مکہ سے نکل آئے تھے وہ سب کے سب اسوقت تک انھین کے مہمان تھے جنمین ابو عبیدہ مقداد۔ خباب۔ سہیل۔ صفوان۔ عیاض۔ عبداللہ بن مخرمہ۔ وہب ابن سعد۔ معمر بن ابی سرح اور عمیر بن عوف وغیرہم شامل تھے کلثوم ابن الہدم کے مکان مین قیام فرمانے کے متعلق تو گویا تمام تاریخون کا اتفاق ہے اور شبلی صاحب نے بھی اسی کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔ لیکن طبری۔ ابن ہشام اور ابن سعد کی مرویات سے ثابت ہوتا ہے کہ کلثوم کے مکان مین جناب

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف آب وطعام اور خواب وآرام فرماتے تھے ارشاد وہدایت اور دیگر تعلیم دینیات وغیرہ کی صحبتیں سعد بن خیثمہ کے مکان میں منعقد ہوا کرتی تھیں جو کلثوم بن الہدم کے مکان سے ملا ہوا تھا کلثوم کے مکان میں جگہ تنگ تھی۔ اور سعد کا مکان بہت کشادہ تھا۔ اور اونکے اہل وعیال بھی نہیں تھے۔ اسعد محض تنہا رہتے تھے۔ مدینہ اور قرب وجوار کے لوگ جوق جوق ہر وقت زیارت کے لئے حاضر رہتے تھے۔ اور باریاب خدمت ہوا کرتے تھے۔ ہر وقت مخلصین کا ہجوم تھا اور معتقدین کا اژدہام اسی لئے اسعد بن خیثمہ کا مکان دربار رسالت کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔

ابن ہشام لکھتے ہیں۔

انما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اخرج من منزل کلثوم بن ہدم جلس للناس فی دار سعد بن خثیمہ وذلک انہ کان غربا لا اھل لہ وکان منزل الغراب من اصحاب رسول اللہ صلعم من المھاجرین فمن ھنالک ص ۱۰۷

جب آپ کلثوم بن ہدم کے مکان سے باہر ہوئے تو آپ نے لوگوں کی سعد خیثمہ کے مکان میں مجلس منعقد کی کیونکہ سعد ابن خیثمہ صاحب عیال نہیں تھے اور اصحاب مہاجرین بھی یہیں مقیم تھے اونکے ساتھ بھی عیال نہیں تھے۔ اسلئے اس مکان کو منزل الغراب کہتے تھے۔

عربی میں غرب اوسکو کہتے ہیں جسکے عیال نہیں ہوتے۔

دربار رسالت ہر وقت مخلصین کی کثرت سے بھرا رہتا تھا۔ باری باری سے عقیدت مند شرف باریاب زیارت ہوتے تھے کلمات ہدایت وارشاد سنتے تھے۔ صداقت وحقیقت بیانی سے متاثر ہوکر اسلام کی دولت اور ایمان کی نعمت پاتے تھے عطائے الٰہی کا شکر نعمت ادا کرتے تھے۔ اور رسول خدا صلعم پر سلام ودرود بھیجکر رخصت ہو جاتے تھے۔ ہر روز ہر وقت یہی عالم پیش نظر رہا کرتے تھے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ سعد بن خیثمہ کے مکان میں جو عامۃ المسلمین کے مجمع عام میں تقریر فرمائی گئی اوس کے آخری فقرات یہ تھے۔

یا ایھا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا والناس نیام وادخلوا الجنۃ بالسلام

ایھا الناس۔ اسلام کی اشاعت کرو۔ محتاج ومساکین کو کھلاؤ۔ صلہ رحم کو بجالاؤ۔ نمازیں پڑھا کرو حالانکہ اور لوگ اوسوقت مکے پڑے سوتے رہیں اور ان نیک اعمال کے آخر میں سلامتی کے ساتھ بہشت بریں میں داخل ہو جاؤ۔ طبقات ابن سعد صفحہ ۱۵۱۔ جزو ن ج ۱

قبا میں حضرت علی مرتضیٰؑ کا ورود

قبا میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لائے تین روز گذرے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰ بھی مکہ سے پاپیادہ چلکر خدمت بابرکت میں حاضر ہوگئے۔ زرقانی اس مہاجر ومجاہد فی سبیل اللہ کی وہ حالت جس صورت سے وہ خدمت رسول میں حاضر ہوا ہے۔ اس طرح لکھتے ہیں۔

وکان علی یسیر باللیل ویختفی بالنھار وقد نقبت قدماہ

جناب علی مرتضیٰؑ راتوں کو چلتے تھے اور خوف کفار سے دن کو چھپے رہتے تھے

فمسحهما النبي صلى الله عليه وآله وسلم ودعا لهما بالشفاء فبرئتا في الحال وما اشتكاهما بعد اليوم قط ص ۲۴۲

جب حاضر خدمت ہوئے تو تکلیف پیادہ پائی سے آپ کے دونوں پاؤں زخمی ہو گئے تھے آنحضرت صلعم نے آپ کا یہ حال مشاہدہ فرما کر آپکے پاؤں کو دست مبارک سے چھو کر خدا سے دعائے شفا کی۔ آپکے پاؤں اچھے ہو گئے اور پھر آپ کو مطلق شکایت نہیں ہوئی

واقعات ہجرت کے متعلق جناب امیر علیہ السلام کی جتنی خدمتیں ہیں وہ اپنی آپ نظیر ثابت ہوتی ہیں۔ مکہ سے مدینہ تک کی پیادہ پائی بھی صاف صاف اپنی ندرت اور یکتائی تبلا رہی ہے۔

قبا میں تشریف آوری کے تین دن بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جو جبکہ مسجد قبا کے نام سے مشہور ہوکر مصلائے مومنین ہے۔

شبلی صاحب نے قیام قبا کے حالات میں انہیں سے کسی واقعہ کو نہ لکھا۔ آپ کی عجلت رقمی بہت سے ضروری اور قابل الذکر واقعات تاریخی کو مرفوع القلم فرماتی چلی جاتی ہے۔ اگر آپ کی تقلید و تاسی میں دو چار کتابیں اس انداز طریقہ کی اور لکھی گئیں تو امید ہے کہ سیرۃ الرسول اور تاریخ اسلام کے بہت سے واقعات نیست و نابود ہو جائیں گے۔

قبا کے ایام قیام میں علما نے اختلاف کیا ہے لیکن تاریخ و سیرت کا زیادہ تر اس قول پر اعتبار ہے کہ جناب رسولخدا صلعم نے چودہ دن تک مقام قبا میں قیام فرمایا اور جمعہ کے دن بائیسویں ربیع الاول کو مدینہ کیطرف نہضت فرمائی قبیلہ بنی سلیم کے پاس پہونچے تھے کہ نماز جمعہ کا وقت آگیا مرکب روکدیا گیا اور وہیں بنی سلیم کے ساتھ نماز جمعہ ادا فرمائی گئی۔ جماعت میں سو آدمی شریک تھے۔ تمام تاریخ و سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ بلاد اسلامی میں یہ پہلا جمعہ ہے جو پڑھا گیا اور پہلا خطبہ ہے جو نماز جمعہ میں بیان فرمایا گیا۔ ہم تاریخ طبری سے اس مقدس خطبہ کی پوری عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

خطبة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في اول جمعة جمعها بالمدينة في بني سالم بن عوف

الحمد لله۔ احمده واستعينه واستغفره واستهديه واومن به ولا اكفره۔ واعادي من يكفره واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله ارسله بالهدى والنور والموعظة على فترة من الرسل وقلة من العلم وضلالة من الناس وانقطاع من الزمان ودنو من الساعة وقرب من الاجل من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما فقد غوى وفرط وضل ضلالا بعيدا۔ واوصيكم بتقوى الله فانه خير ما اوصى به المسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا خطبہ جو مدینہ پہونچکر بنی سالم بن عوف کے قبیلہ میں پڑھا گیا

حمد و ستایش خدا کے لئے ہے میں اوسکی حمد کرتا ہوں مدد و بخشش اور ہدایت اوسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اوسی پر ہے۔ میں اوسکی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنیوالوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہی کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اوسکا کوئی شریک نہیں محمدؐ اوسکا بندہ ہے اور رسولؐ اوسی نے محمدؐ کو ہدایت۔ نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانہ میں بھیجا ہے جبکہ مدتوں سے کوئی رسولؐ دنیا میں نہیں آیا تھا۔ علم گھٹ گیا۔ گمراہی بڑھ گئی دور آخری زمانے میں قیامت کے قریب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا ہے جو کوئی خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہی راہ پاتا ہے اور جسنے ان کا حکم نا

المسلم یحضه علی الآخرة وان یامره بالتقوی الله فاحذروا
ما حذرکم الله من نفسه ولا افضل من ذلک نصیحة ولا
افضل من ذلک ذکرا وان تقوی الله لمن عمل علی وجل و
مخافة من ربه عون صدق علی ما تبتغون من امر الآخرة
من یصلح الذی بینه وبین الله من امره فی السر والعلانیة
لا ینوی بذلک الا وجه الله یکن له ذکرا فی عاجل امره
وذخرا فی ما بعد الموت حین یفتقر المرء الی ما قدم وما
کان سوی ذلک یَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا و
یُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ والذی صدق
قوله وانجز وعده لاخلف لذلک فانه یقول عز وجل
مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ فاتقوا الله
فی عاجل امرکم وآجله فی السر والعلانیة فانه من یتق
الله یکفر عنه سیئاته و یعظم له اجرا ومن یتق الله
فقد فاز فوزا عظیما وان تقوی الله یوقی مقته ویوقی
عقوبته ویوقی سخطه وان تقوی الله یبیض الوجوه
ویرضی الرب ویرفع الدرجة خذوا بحظکم ولا تفرطوا
فی جنب الله۔ قد علمکم الله کتابه ونهج لکم سبیله
لِيَعْلَمَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَيَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ فاحسنوا کما احسن
الله الیکم وعادوا اعداء الله وجاهدوا فی الله حق
جهاده هو اجتباکم وسماکم المسلمین لیهلک من هلک
عن بینة ویحیی من حی عن بینة ولا قوة الا بالله فاکثروا
ذکر الله واعملوا لما بعد الیوم فانه من یصلح ما بینه و
بین الله یکفه الله ما بینه وبین الناس ذلک بان
الله یقضی علی الناس ولا یقضون علیه ویملک من
الناس ولا یملکون منه۔ الله اکبر ولا قوة الا بالله
العلی العظیم۔

وہ بھٹک گیا اور درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے مسلمانو!
میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں بہترین وصیت جو مسلمان
مسلمان کو کر سکتا ہے یہی کہ اوسے آخرت کے لئے آمادہ کرے اور اللہ سے
تقویٰ کے لئے کہے۔ لوگو جن باتوں سے خدا نے تمہیں پرہیز کرنیکو کہا ہے اونکو
چھوڑ دو اس سے بہتر کوئی نصیحت ہے اور نہ کوئی ذکر ہے یاد رکھو کہ امور آخرت
کے بارے میں اس شخص کے لئے جو خدا سے ڈر کر کام کر رہا ہے تقویٰ بہترین
مددگار ثابت ہوگا اور جب کوئی شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ خفیہ
و ظاہر میں درست کر لیگا اور ایسا کرنے میں اوسکی نیت خالص ہوگی تو ایسا کرنا
اوسکے لئے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد ذخیرہ بنجائیگا لیکن اگر کوئی نہیں
کرتا تو اسکا ذکر اس آیت میں ہے انسان پسند کریگا اور اوسکے اعمال اس سے
کہ دور ہی رکھے جاویں۔ خدا تمکو اپنے طرف سے ڈراتا ہے اور خدا تو اپنے بندون
پر نہایت مہربان ہے اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا اور اس وعدہ
کو پورا کیا تو اسکی بابت یہ ارشاد ہے ہمارے ہان بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے بندون
پر ظلم نہیں کرتے مسلمانو۔ اپنے موجودہ اور آیندہ ظاہر و خفیہ کاموں میں اللہ سے
تقویٰ کو پیش نظر رکھو کیونکہ تقویٰ والوں کی برائیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر
بڑھا دیا جاتا ہے تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت بڑی مراد کو پہونچ جائیں گے یہ
تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزاری عذاب اور غصہ کو دور کرتا ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے
جو چہرہ کو درخشاں، پروردگار کو خوشنود اور درجہ کو بلند کر دیتا ہے۔
مسلمانو نعمت الٰہی میں اپنا حصہ لیلو۔ لیکن حقوق الٰہی میں فروگذاشت
نکرو۔ خدا نے اسی لئے تمکو اپنی کتاب سکھلائی اور اپنا راستہ دکھلایا ہے کہ راستبازون
اور کاذبون کو الگ الگ کر دیا جائے لوگو خدا نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے تم
بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو خدا کے دشمن ہیں اونھیں دشمن سمجھو اور
اسکے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اوسنے تم کو برگزیدہ بنایا
اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہونیوالا بھی روشن دلائل پر ہلاک
ہو اور زندہ رہنے والا بھی روشن دلائل پر زندگی کرے

کرے اور یہ سب امر کی مدد سے ممکن ہے۔ لوگو اللہ کا ذکر کرو اور آیندہ زندگی کے لئے عمل کرو کیونکہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اوس کے اور لوگون کے درمیان کے معاملون کو درست کر دیتا ہے۔ ہان خدا بندہ پر حکم چلاتا ہے لیکن اوس پر کسی کا حکم نہین چلتا خدا بندون کا مالک ہے اور بندون کا اوس پر کچھ اختیار نہین۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ اور ہر نیکی کی طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔

مدینہ مین داخلہ بنی سلیم کی قیامگاہ سے مدینہ کتنا دور ہی تھا۔ جمعہ کی جماعت و خطبہ سے فراغت فرما کر موکب رسالت نہضت فرما ہوا اور شہر کے جنوبی جانب سے سلطان رسالت کا نزول اجلال ہوا داخلہ شاندار ضرور تھا لیکن یہ شان دنیاوی ساز و سامان اور نمائشی طریقہ و عنوان سے بالکل معرا تھی۔ تاہم اتنی سادگی اور سنجیدگی کے ساتھ بھی ایسی پر ہیبت جلال تھی کہ بڑے بڑے جگرداروں کے دل سطوت و عظمت سے ہلے جاتے تھے پیغمبر اسلام اپنے ناقہ قصویٰ پر سوار تھے اور مہاجرین سابقین صحابہ کبار اور اعوان و انصار بڑے سفر یہ اور سلیقے سے صفیں باندھے پیچھے پیچھے تکبیرون کے نعرے مارتے ہوئے خراماں خراماں چلے آتے تھے۔ مشتاقین اور منتظرین کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر مقام و راہ پر لوٹے جوان لور بچے۔ عورتین اور لڑکیان جمال ہمیشہ کی شوق زیارت مین گھرون سے بیتاب ہو کر نکل پڑی تھین اور ہمہ تن دیدہ انتظار بنکر آمد آمد کی منتظر کھڑی تھی۔ اور تکبیرون کے نعرے سنکر یہ بھی ویسی ہی تکبیرون کی پرجوش آوازین بلند کرتی تھین یہان تک کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہر مین بخیر و خوبی داخل ہو گئے۔ داخلہ رسالت کی اس عظمت و جلال کو دیکھکر کتب سابقہ کی بشارت کے جاننے والون کو یقین ہو گیا کہ بے شک یہ وہی مقدس بزرگوار ہے جسکی آمد آمد کی خوشخبری حبقوق نبی نے ان الفاظ مین پہونچائی ہے۔

> اللہ جنوب سے اور وہ جو مقدس ہے کوہ فاران سے آیا۔ اوسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اوسکی حمد سے معمور ہو گئی۔ (حبقوق نبی کی کتاب۔ باب ۳۔ درس ۳)

جنوب سے آنے کی ندرت اور فاران سے آنے کی خصوصیت صاف صاف تبلا رہی ہے کہ یہ نبی موعود جسکی بشارت مرقومہ بالا آیۃ مین درج ہے سوائے پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرا ہو نہین سکتا۔

انصار کی وہ لڑکیان جو مکہ مین براہ راست آنحضرت صلعم کے دست حق پرست پر بیعت لا چکی تھین یا اسکے بعد مصعب ابن عمیر کی تبلیغ و تعلیم سے مشرف باسلام ہوئی تھین۔ ذیل کے اشعار مین ترانہ سنج تھین۔

اشرق البدر علینا	من ثنیات الوداع	واجب الشکر علینا	ما دعی اللہ داع
ہم پر چاند نکل آیا ہے	کوہ وداع کی گھاٹیون سے	ہم پر خدا کا شکر واجب ہے	جبتک دعا مانگنے والی دعا مانگین
ایها المبعوث فینا	جئت بالامر المطاع	نحن جوار من بنی النجار	یا حبذا محمداً من جار
اے ہماری طرف ہی ہمارے اوپر مبعوث	ہو کر آنیوالے اپنے احکام کے ساتھ آجا	ہم بنی نجار کی لڑکیان ہین	محمد صلعم ہمارے کیسے اچھے ہمسایہ ہین

معصوم اور صغیر السن لڑکیون کی ترانہ سنجی سے آپ بہت متاثر ہوئے۔ انکی طرف نگاہ شفقت اوٹھا کر ارشاد فرمایا گیا۔ کیا حقیقتاً تم مجھے چاہتی ہو سب نے عرض کی۔ جی ہان۔ ارشاد ہوا تو یاد رکھو مین بھی تمہین دل سے چاہتا ہون۔

حضرت ابوایوب انصاری کے گھر میں قیام

کوکبۂ رسالت جب اس مقام پر پہونچا جہاں مسجد نبوی موجود ہے۔ اسی مقام سے ملا ہوا حضرت ابوایوب انصاری کا مکان تھا۔ یہ قبیلۂ بنی نجار سے تھے۔ شائقین کے ہجوم اور معتقدین کے اژدحام سے یہاں قدم رکھنے کے لئے جگہ نہیں تھی۔ ہر شخص رسول اللہ صلعم کی مہمانی کی شرفیابی کے لئے گڑگڑاتا تھا۔ لیکن بقول ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء یہ خدا کا فضل ہے جسکو چاہے وہ عطا فرمائے۔ ابوایوب انصاری کو اس شرف مخصوص کے عطا ہونے کی نسبت علماء محدثین نے مختلف ذرایع اور اسباب بتلائے ہیں۔

اکثر یہ لکھتے ہیں کہ تصفیہ کے لئے قرعہ ڈالا گیا اور انہیں کے نام نکلا۔ اکثر کا یہ قول ہے کہ چونکہ ہر شخص اپنے گھر میں اوتارنے کا متمنی تھا اس لئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے ناقہ کو چھوڑ دو وہ خدا کی طرف سے مامور ہے چنانچہ ناقہ حضرت ابوایوب انصاری کے مکان کے سامنے جاکر بیٹھ گیا۔ اس بنا پر آپ نے انہیں کے گھر پر قیام فرمایا لیکن صحیح مسلم باب الہجرت میں ہے کہ جب لوگوں میں آپ کی میزبانی کے متعلق اختلاف ہوا تو آپ نے کہا کہ میں بنی نجار کے ہاں اتروں گا جو بنی عبدالمطلب کے ماموں ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمداً ایسا کیا تھا۔ حضرت ابوایوب اسی خاندان سے تھے امام بخاری نے تاریخ صغیر میں تصریح کی ہے کہ ابوایوب کے گھر اترنا اسی قرابت کی وجہ سے تھا۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۲۰۴

حضرت ابوایوب انصاری نے جس خلوص و عقیدت سے اپنے مقدس مہمان کی خدمت کی ہے وہ اپنی آپ مثال ثابت ہوتی ہے۔ تاریخ ابن ہشام میں ہے۔

قال ابوایوب لما نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بیتی نزل فی السفل وانا وام ایوب فی العلو فقلت لہ یا نبی اللہ بابی انت وامی انی لاکرہ واعظم ان اکون فوقک وتکون تحتی فاظہر انت فکن فی العلو وننزل نحن فنکون فی السفل فقال یا ابا ایوب ان ارفق بنا وبمن یغشانا ان تکون فی سفل بیت قال فکان رسول اللہ صلعم فی سفلہ وکنا فوقہ فی المسکن فلقد انکسر حب لنا فیہ ماء فقمت انا وام ایوب بقطیفۃ لنا ما لنا لحاف غیرھا ننشف بہا الماء تخوفا ان یقطر علی رسول اللہ صلعم منہ شیء فیوذیہ قال وکنا نصنع لہ العشاء ثم نبعث الیہ فاذا رد علینا فضلہ تیممت انا وام ایوب موضع یدہ فاکلنا منہ نبتغی بذلک البرکۃ

ابوایوب ناقل ہیں کہ جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں مقیم ہوئے تو میں نے آپکو بالاخانہ پر اتارنا چاہا لیکن آپ نے معتقدین کے خیال سے نیچے ہی کے حصہ میں اقامت فرمائی۔ آخرکار میں بھی مجبور ہو گیا۔ اتفاق سے رات کے وقت پانی کا برتن ٹوٹ گیا ہم میاں بی بی فوراً اوٹھے۔ اور صرف ایک ہی لحاف ہم لوگوں کے پاس اوڑھنے کو تھا اوسکو پانی پر ڈالکر بالکل پانی جذب کر لیا اس خیال سے کہ پانی نیچے ٹپک کر ایذائے رسولؐ کا باعث نہو! ابوایوب بیان کرتے ہیں کہ ہم دونوں وقت کھانا آپ کے لئے تیار کر کے خدمت میں حاضر کرتے تھے اور جو کچھ بچ رہتا تھا اوسکو ہم میاں بی بی تبرکاً کھا لیتے تھے اور یمن و برکت کے خیال سے جہاں جہاں آپ کے دست مبارک کا نشان معلوم ہوتا تھا وہاں وہاں ہم دونوں اپنا ہاتھ کھانے میں ڈالتے تھے۔

ابن ہشام مصر ص ۱۲۶

مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ میں تشریف آوری کے بعد سب سے پہلا کام جو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آغاز فرمایا وہ ایک مسجد کی تعمیر تھی۔ سات مہینہ تک ایک انصار کے افتادہ مکان میں جو کسی وقت میں مالک مکان کے جانوروں کی رہنے کی جگہ تھی نماز جماعت ہوا کرتی تھی لیکن یہ مقام عقیدت مندوں کے مصلے اور بندوں کی عبادت کے لئے کسی طریقہ سے موزوں نہیں تھا حضرت ابوایوب انصاری کے مکان سے ملی ہوئی انصار کی ایک زمین تھی جو بہت زمانہ سے افتادہ پڑی ہوئی تھی اسمیں کچھ پرانی قبریں تھیں اور کچھ کھجور کے درخت تھے۔ اوسکی زمین سوائے کھجور سکھلانے جانے کے اور کسی کام میں نہیں آتی تھی شہنشاہ رسالتؐ نے اسی قطعۂ زمین کو مسجود عالم ہونے کے لئے منتخب فرمایا۔ انصار کے ممتازین بلائے گئے اور اون سے مدعا بیان کیا گیا۔ وہ فوراً بلا قیمت و معاوضہ نذر کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ نے بلا قیمت لینے سے انکار کیا۔ چونکہ پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ اسکے اصل مالک قبیلہ انصار کے دو یتیم بچے ہیں لہذا ان دونوں یتیموں کو بلایا گیا وہ دونوں بچے اور دونوں معاذ بن عفرا کی تولیت میں تھے۔ جب یہ دونوں لڑکے حاضر خدمت ہوئے اور اون سے زمین کے لئے ارشاد کیا گیا تو انھوں نے بھی وہی جوابدیا جو انکے ولی معاذ پہلے عرض خدمت کر چکے تھے لیکن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بلا قیمت لینے سے قطعی انکار کر دیا۔ بالآخر قیمت عدل طے پائی اور حضرت ابوایوب انصاری نے اپنے سرمایہ سے وہ قیمت طے کر دی۔ سیرۃ النبیؐ بحوالہ صحیح بخاری و عینی شرح بخاری جلد ۲ ص ۵۷ و ۳ زرقانی

حضرت عمار بن یاسرؓ کے اعلیٰ خدمات

جب زمین کا معاملہ مصالحت و مساہلت تمام ہو گیا تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی اور معمولی مزدوروں کی طرح کام کرنے لگے شہنشاہ عالم کی یہ عملی شان دیکھکر کسی مسلمان کو اتنی تاب کہاں تھی کہ وہ اس سعادت سے بہرہ اندوز نہ ہو تمامی صحابہ مہاجرین اور انصار معتقدین جن میں بڑے بڑے رؤسا و دولتمندان قبائل بھی شامل تھے بچپڑتے اور کدال لیکر مور و ملخ کی طرح ٹوٹ پڑے۔ اور مٹی کھودنے اوٹھانے اور پھینکنے کا کام کرنے لگے کیسی خالص عقیدت اور کامل ارادت کا منظر تھا جن نازپروردہ جسموں پر عباہائے زرین ہوتی تھیں۔ وہ گرد و غبار سے اٹے تھے۔ جن سرداروں کے سروں پر عمامہائے قیمتی دیکھے جاتے تھے اون پر مٹی کے ڈھیلے ایک پر دو دو تین تین رکھے ہوئے تھے اور وہ نہایت مفاخرت سے اس ادنی خدمت کو سعادت عظمیٰ سمجھکر بطیب خاطر انجام دے رہے تھے یہ کیا تھا؟ اونکی بے مثال عقیدت اور لاجواب خلوص نیت اس خدمت میں حضرت عمار بن یاسرؓ سب سے زیادہ ممتاز تسلیم کئے گئے ہیں۔ ابن ہشام لکھتے ہیں۔

ذکر سفیان بن عیینہ عن ذکریا عن الشعبی ان اول من بنی المسجد عمار بن یاسر	سفیان بن عیینہ ذکریا سے اور ذکریا امام شعبی سے نقل کرتے ہیں کہ پہلا شخص جسنے بنائے مسجد میں ہاتھ لگایا وہ عمار بن یاسرؓ ہیں۔

ہم اس بزرگوار کی خدمات جسکی نقل کو شبلی صاحب نے عمداً قلم زد کر دیا ہے۔ امام قسطلانی شارح بخاری اور علامہ زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت مقدسہ سے نقل کرتے ہیں۔

وکان المسلمون یحملون لبنة لبنة وکان عمار بن یاسر ینقل لبنتین لبنة عنه ولبنة عن النبی صلعم فقال له علیه	تمام مسلمان ایک ایک اینٹ اوٹھاتے تھے اور عمار بن یاسرؓ دو دو اینٹ ایک اپنے حصہ کی اور ایک جناب رسولخدا صلعم کے حصہ کی آنحضرت صلعم نے

السلام بعد مسح ظهره ونفض التراب عنه للناس اجرا
ولك اجران واخر زادك من الدنيا شربة لبن وتقتلك
الفئة الباغية. وروى البخاري في بعض نسخه ومسلم
الترمذي وغيرهم مرفوعا ويح عمار تقتله الفئة الباغية
يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار - زرقانی ص ۳۴۱

ان کی پیٹھ پر دست مبارک رکھکر اور گرد و غبار جھاڑ کر ارشاد فرمایا کہ سب کیلئے
ایک ثواب ہے اور تمہارے لئے دو ثواب ہیں اور دنیا میں تیری آخری غذا دودھ
ہوگا۔ اور بخاری نے اپنے بعض نسخوں میں اور مسلم و ترمذی وغیرہ نے باسناد مرفوع
لکھا ہے کہ آپ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا تھا کہ تجھکو فرقہ باغیہ قتل کریگا حالانکہ
حالانکہ تو انہیں جنت کی طرف بلاتا ہوگا اور وہ لوگ تجھے دوزخ کی طرف بلاتے
ہونگے ۔ زرقانی ص ۳۴۱

اس بشارت نبویہ کے حصول سعادت کی توجیہ میں علامہ زرقانی کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

(لانه عليه السلام ابتداءً ينقل ثم تبعه الصحابة)
في العمل ويقول هذا البيت لعبد الله بن رواحة ؎
اللهم ان لا اجر الا اجر الآخرة فارحم الانصار والمهاجرة
وقال علي بن ابي طالب ؏ لا يستوي من يعمر المساجد يدأب
فيها قائما وقاعدا ومن يرى عن التراب حائدا۔ قال
على ذلك مطايبة كما هو عادة الجماعة اذا اجتمعوا على
عمل وليس ذلك طعنا وعند البيهقي عن الحسن لما بنى النبي
صلعم المسجد اعانه اصحابه وهو معهم يتناول اللبن حتى
اغبر صدره وكان عثمان بن مظعون رجلا متنطعا فجعل يرفعها
عن ثوبه فاذا وضعها نفض كمه ونظر الى ثوبه فان اصابه
شيء من التراب نفضه فنظر اليه علي بن ابي طالب فانشد
يقول ؎ لا يستوي الخ فسمعها عمار
ابن ياسر فجعل يرتجزها ولا يدري من يعني بها فمر بعثمان فقال
يا ابن سمية لاعرفن بمن تعرض ومعه حديدة فقال لتكفن
او لاعترضن بها وجهك فسمعه صلى الله عليه وآله
وسلم فغضب ثم قالوا لعمار بن ياسر انه قد غضب فيك
ونخاف ان ينزل فينا قرآن فقال ارضيه كما غضب
فقال يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مالي ولا
صحابك قال صلعم مالك ولهم قال يريدون قتلي

بنائے مسجد میں پہلی اینٹ اٹھانے کی ابتدا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے اپنے دست مبارک سے کی اس لئے کہ اوروں کیلئے تحریک و ترغیب کا باعث ہوئے
آپ اینٹ اٹھانے کے وقت عبداللہ بن رواحہ کا یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ؎
پروردگار تو مہاجر و انصار پر رحم فرما اور اجر آخرت جو اصل اجر ہے عنایت
فرما۔ آنحضرت صلعم کو سنکر حضرت علی نے یہ شعر نظم کرکے پڑھا ؎ اسکا کوئی ہمسر نہیں ہے
جو مسجد بنائے اس ارادے سے کہ اوس میں کھڑے بیٹھے عمل خیر بجالائے اور
خاک کی طرف اپنا میلان خاطر رکھے۔ جناب علی مرتضی نے یہ اشعار بالکل بے
غرض خاص سے پڑھے تھے جیسا کہ عام دستور ہے کہ کام کرتے وقت دل بستگی
کے لئے شعر پڑھتے جاتے ہیں اس سے غرض آپ کی کسی پر طعن کی نہیں تھی بیہقی
حسن بصری کے اسناد سے لکھتے ہیں کہ جب جناب رسالتمآب صلعم نے مسجد کی تعمیر شروع
کی تو تمام صحابہ نے آپکی اعانت کی اور سب اینٹ مٹی وغیرہ ڈھونے لگے اسوجہ
سے اونکے سینے خاک سے آلودہ ہو گئے۔ ایک صحابی عثمان بن مظعون نامی
نفاست پسند بزرگ تھے کسی مٹی اوٹھانے والے سے مٹی یا گارا گر پڑا اور وہ انکے کپڑوں
میں بھر گیا۔ انہوں نے اپنے کپڑوں کی طرف نظر کی اس خیال سے کہ مٹی سے کپڑے
آلودہ تو نہیں ہو گئے جناب علی مرتضی نے انکی طرف نظر کی اور شعر مذکورہ بالا
پڑھا۔ حضرت عمار یاسر نے اس شعر کو یاد کر لیا اور پڑھنے لگے۔ عثمان بن مظعون کو
برا لگا اور انہوں نے عمار سے کہا کہ میں تمہاری تعریض کو خوب سمجھتا ہوں اور انکے ہاتھ
میں اسوقت ایک لوہے کا عصا تھا اوسے دکھلا کر عمار یاسر سے کہنے لگے کہ اگر تم

لبنۃ لبنۃ و تحملون علیّ لبنتین فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدہ وطاف بہ المسجد وجعل یمسح وفرتہ ویقول یا ابن سمیۃ لیسوا بالذین یقتلونک تقتلک الفئۃ الباغیۃ

ندرقانی ج ١ ص ٣٤٤

اپنی تعریض کو نہ چھوڑو گے تو میں اسے تمہارے مونھ پر دے مارونگا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن لیا سخت برہم ہوئے۔ یہ دیکھکر لوگ عمارؓ سے کہنے لگے کہ دیکھو آنحضرتؐ تم سے خفا ہو گئے قریب ہے کہ تمہاری شان میں کوئی قرآن کی آیت نازل ہو عمار نے جوابدیا کوئی مضائقہ نہیں میں آپ کے غصہ پر بھی راضی ہوں یہ سنکر عمارؓ نے پکار کر عرض کی یا رسول اللہؐ آپ کے اصحاب میرے پیچھے پڑ گئے ہیں ارشاد ہوا کیسے؟ عرض کی وہ تلے ہوئے ہیں کہ مجھے مار ڈالیں آپ تو ایک ایک اینٹ اوٹھاتے ہیں اور مجھپر دو دو اینٹیں لاد دیتے ہیں یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمارؓ کا ہاتھ تھام لیا اور انکے سر کی مٹی اپنے ہاتھوں سے انکی گرد جھاڑی اور ارشاد فرمایا یا ابن سمیہ یہ لوگ تمہیں قتل نہیں کرینگے تمکو تو ایک فرقہ باغی قتل کریگا۔

اسی کا خلاصہ تاریخ ابن ہشام میں ان الفاظ کے ساتھ درج ہے۔

فاخذھا (اشعار علی ابن ابی طالبؑ) عمار بن یاسر فجعل یرتجز بھا فلما اکثر ظن رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ انما یعرض بہ وقال رجل منھم یا ابن سمیۃ واللہ انی لارانی ساعرض ھذہ العصا لانفک قال وفی یدہ عصا قال فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم قال مالھم ولعمار یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار ان عمارؓ جلدۃ ما بین عینی وانفی فاذا بلغ ذلک من الرجل فلم یستبق فاجتنبوہ ص ١٧٦ ج ١ مطبوعہ مصر

عمار بن یاسر نے ان اشعار علی بن ابی طالبؑ کو یاد کر لیا اور اونکو پڑھنے لگے۔ اصحاب رسول اللہ صلعم میں سے اکثر لوگوں کو یہ اشعار سنکر خیال ہوا کہ عمارؓ ہم پر تعریض کرتے ہیں انہیں میں سے ایک شخص بول اوٹھا کہ اے ابن سمیہ قسم خدا کی میں تمہارے اس تعریض کو سمجھتا ہوں اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عصا تمہاری ناک پر دے ماروں اوسوقت اوسکے ہاتھ میں عصا موجود تھا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سنکر بہت خفا ہوئے اور لوگوں سے کہنے لگے کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے پھر عمار سے ارشاد فرمایا کہ تم انکو جنت کیطرف بلاؤ گے اور یہ تمہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے تحقیق کہ عمار بن یاسر میری آنکھوں اور میری ناک کے درمیان کی جلد ہے۔ جب آپ کا یہ ارشاد لوگوں نے سنا تو پھر کسی نے سبقت نہیں کی اور سب نے اجتناب اختیار کیا۔

محدث شیرازیؒ اسکے متعلق روضۃ الاحباب میں یہ عبارت قلمبند کرتے ہیں۔

عمار بن یاسرؓ این رجز را یاد گرفت از زبان علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ وخشت می کشید و میخواند۔ یکے از صحابہ نشستہ بود کار نمیکرد و پنداشت کہ عمار تعریض بوے میکند بغضب رفت وعصائے در دست داشت گفت اے عمار خاموش میشوی والا ترا باین عصا بزنم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشنید

عمارؓ یاسر نے حضرت علی مرتضیٰؑ کا یہ رجز یاد کر لیا اینٹ اوٹھاتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ صحابہ میں ایک شخص بیٹھا تھا اور کام نہیں کرتا تھا اوس نے خیال کیا کہ عمار ہم پر تعریض کرتے ہیں اسکو غصہ آیا۔ اوسکے ہاتھ میں اوسوقت عصا موجود تھا عصا دکھلا کر عمار سے کہنے لگے چپ رہو نہیں تو اسی عصا سے تمہاری ناک

کہ آن مرد با عمار این سخن گفت فرمود عمار ہر دو دیدہ من است بحکیس تو زانداو دارند دن و در صحیح بخاری مروی است کہ یاران در آن زمان خشت میکشیدند یک یک و عمار دو دو خشت برمیداشت و در روایتے آنکہ یک خشت از قبل خود و یک از قبل پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و آنسرور خاک از سراو پاک میکرد و میفرمود ویح یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ و یدعونہ الی النار فقال عمار اعوذ باللہ من الفتن روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنو جلد اول صفحہ ۲۰۱

توڑ ہوگا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس مرد کی کلام کو جو اوس نے عمار سے کہے تھے سن لیا۔ آپ نے عمار کے حق مین کہا کہ عمار میری دونون آنکھون کے برابر ہے صحیح بخاری مین مروی ہے کہ اوسدن ہر صحابی ایک ایک اینٹ اوٹھاتا تھا اور عمار دو دو اینٹین روایت مین ہے کہ ایک اینٹ اپنے لئے اور ایک اینٹ رسول خدا صلعم کے لئے۔ آنحضرت صلعم خاک اونکے سر سے پاک کرتے تھے اور کہتے تھے عمار تجے فرقہ باغیہ قتل کریگا تو او نہین جنت کیطرف اور وہ تمہین دوزخ کیطرف بلائین گے عمار نے کہا خدا فتنہ سے پناہ مین رکھے

جناب عمار یاسر کی تفصیل احوال سے چونکہ شبلی صاحب کے عقاید کی غلط فہمیون کا انکشاف ہوتا تھا اسلئے اسے دفتر بےمعنی سمجھکر قلم انداز فرمادیا گیا۔ نہین معلوم اس موقع پر بخاری صاحب کی تقلید سے کیون دست برداری اختیار کیگئی حضرت ابوبکرؓ کے حالات مین تو بخاری صاحب کی ہر ہر جزئیات کی نقل قلمبند کیگئی تھی۔ لیکن یہ واقعہ باوجودیکہ اوسی صحیح بخاری مین ایک سے زیادہ مقام پر موجود ہے کیون نہین لکھا گیا۔ آخر اس کا کوئی سبب ہے؟ وہی ہے جو اوپر ہم لکھ چکے ہین

ازواج مطہرات کے لئے مکانات کی تعمیر۔ حضرت عمار بن یاسر کی تفصیل خدمات کو ختم کرکے ہم اپنے آیندہ سلسلہ بیان پر آجاتے ہین۔ مسجد نبویؐ کا کام اسی سرگرمی اور مستعدی سے برابر جاری رہا۔ سات مہینون مین مسجد اور ازواج مطہرات کے مکانات تیار ہوگئے۔ مسجد نبویؐ اور حرم مصطفویؐ کی عمارتین۔ اونکی ساخت اور اونکی شکل و صورت عمارت کے اعتبار سے کیسی تھی ہم اوسکو شبلی صاحب کے الفاظ مین حسب ذیل بیان کرتے ہین۔

یہ مسجد ہر قسم کے تکلفات سے بری اور اسلام کی سادگی کی تصویر تھی یعنی کچی اینٹون کی دیوارین برگ خرما کے چھپر کھجور کے ستون تھے۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا لیکن جب قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف بدل گیا تو شمالی جانب ایک دروازہ نیا قایم کردیا گیا فرش چونکہ بالکل خام تھا بارش مین کیچڑ ہوجاتی تھی۔ ایک دفعہ صحابہؓ نماز کے لئے آئے تو کنکریاں لیتے آئے اور اپنی اپنی نشستگاہ پر بچھا لین۔ آنحضرت صلعم نے پسند فرمایا اور سنگریزون کا فرش بنوا دیا۔

مسجد کے سرے پر ایک مسقف چبوترہ تھا جو **صُفّہ** کہلاتا تھا۔ یہ اون لوگون کے لیے تھا جو اسلام لائے تھے اور گھر بار نہین رکھتے تھے۔

مسجد نبویؐ جب تیار ہوگئی تو مسجد سے متصل ہی آپ نے ازواج مطہرات کے لئے مکانات بنوالئے اوسوقت تک حضرت سودہ اور حضرت عائشہؓ نکاح مین آچکی تھین اسلئے دو ہی حجرے بنے جب اور ازواج آئی گئین تو اور مکانات بنتے گئے یہ مکانات کچی اینٹون کے تھے ان مین سے پانچ کھجور کی ٹٹیون سے بنے تھے جو حجرے اینٹون کے تھے اونکے اندرونی حجرے

بھی بیٹیوں کے تھے ترتیب یہ تھی کہ حضرت ام سلمہ۔ ام حبیبہ۔ زینب۔ جویریہ۔ میمونہ اور زینب بنت جحش کے مکانات شامی جانب تھے۔ اور حضرت عائشہ، صفیہ اور سودہ مقابل جانب تھیں۔

یہ مکانات مسجد سے اسقدر متصل تھے کہ جب آپ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تو مسجد سے سر نکال دیتے اور ازواج مطہرات گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ کے بال دھو دیتی تھیں۔ یہ مکانات چھ چھ سات سات ہاتھ چوڑے اور دس دس ہاتھ لانبے تھے چھت اتنی اونچی تھی کہ آدمی کھڑے ہو کر چھت چھو لیتا تھا۔ دروازوں پر کمبل کا پردہ پڑا رہتا تھا۔ راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمسایہ میں جو انصار رہتے تھے ان میں سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ، عمارہ بن حزم اور ابو ایوب رئیس اور دولتمند تھے۔ یہ لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت میں دودھ بھیجا کرتے تھے اور اسی پر آپ بسر کرتے تھے سعد بن عبادہ نے التزام کیا تھا کہ رات کے کھانے پر ہمیشہ اپنے ہاں سے ایک بڑا بادیہ بھیجا کرتے تھے جس میں کبھی سالن کبھی دودھ اور کبھی گھی ہوا کرتا تھا۔ سیرۃ النبی ص ۲۰۰

ایجاد اذان | مسجد نبوی بنکر تیار ہو گئی۔ اور پانچوں وقتوں کی نمازیں جماعت سے پڑھی جانے لگیں۔ لیکن چونکہ اعلان نماز کا اسوقت تک کوئی باقاعدہ انتظام نہیں تھا اس لئے لوگ آگے پیچھے آیا کرتے تھے جو جسوقت آگیا اس نے نماز پڑھ لی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جماعت کی نماز پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم ہوتی تھی اور فرادہ نماز پڑھنے والے کثیر التعداد ہوتے تھے۔ اسلام نے چونکہ عبادت الٰہی کے تمام سنجیدہ طریقوں میں اجتماع و اتحاد کے اصول کو مد نظر رکھا ہے اسلئے یہ تفریق و پراگندگی طبع رسالت کی ناپسندیدگی کا باعث ہوئی۔ تمام مسلمانوں کو اس بنا پر مسجد میں بیک وقت آنے اور بیک بار با جماعت نماز پڑھنے کے سہل اور عام پسند طریقہ اعلان وقت جاری فرمانے کی تجویز فرمائی گئی۔ جو پہلے ہی سے اسمائے مشیت اور مقتضائے قدرت ثابت ہو چکا تھا اور جس منشائے قدرت کا نفاذ و آخر اعمارت مسجد کی تکمیل تک رکا ہوا تھا اس بنا پر ایک دن حضرت بلال کو بلایا گیا۔ اذان کے ارکان تعلیم کئے گئے اور ارشاد فرمایا گیا کہ آج سے ہر نماز کے وقت اسی طرح نماز کا اعلان کیا جاوے کہ جس کو سنکر نماز با جماعت ادا کرنے کے لئے مسجد میں چلا آئے اتفاق سے عبداللہ بن زید صحابی اسوقت بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کی کہ چند روز قبل میں نے خواب میں بھی یہی طریقہ اذان دیکھا ہے۔ اسی دن سے اذان کا طریقہ۔ جو حقیقتاً وقت نماز کا اصلی اعلان ہے جاری اور قائم ہو گیا۔

واقعہ اتنا ہی ہے اور حقیقت اسیقدر۔ اب آگے چلکر اس سادے واقعہ میں جیسی جیسی رنگ آمیزیاں کی گئیں وہ شبلی صاحب کے الفاظ میں حسب ذیل بیان کی جاتی ہیں۔

اسوقت تک کسی خاص علامت نہونے کی وجہ سے نماز جماعت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ لوگ آگے پیچھے آتے اور جو جسوقت آتا نماز پڑھ لیتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ کچھ لوگ مقرر کئے جائیں جو وقت پر لوگوں کو گھروں سے بلا لادیں لیکن اسمیں زحمت تھی۔ صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا۔ لوگوں نے مختلف رائیں دیں کسی نے کہا نماز کے وقت مسجد پر ایک علم

کھڑا کر دیا جائے لوگ دیکھکر آتے جائینگے آپ نے یہ طریقہ بھی ناپسند فرمایا۔ عیسائیون اور یہودیون کے ہان اعلان نماز کے جو طریقے ہین وہ بھی عرض کئے گئے لیکن آپ نے حضرت عمرؓ کی رائے پسند کی اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ اذان دین۔ اس سے ایک طرف تو نماز کی اطلاع عام ہوجاتی تھی۔ دوسرے دن مین پانچ مرتبہ دعوت اسلام کا اعلان ہوجاتا تھا صحاح ستہ کی بعض کتابون مین ہے کہ اذان کی تجویز عبد اللہ بن زید نے پیش کی تھی۔ جو اونھون نے خواب مین دیکھی تھی۔ اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی خواب مین توارد ہوا لیکن صحیح بخاری کی روایت کے مقابلہ مین کسی کو ترجیح نہین دی جا سکتی ہے بخاری مین صاف تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بوق اور ناقوس کی تجویزین پیش کی گئین لیکن حضرت عمرؓ نے اذان کی تجویز پیش کی اور آپ نے اسی کے موافق حضرت بلال کو بلاکر اذان کا حکم دیا۔ خواب کا ذکر نہین۔ سیرۃ النبیؐ ص ۲۰۷

واقعیت تو اتنی ہی تھی جسکو ہم ابتدا مین لکھکر دکھلا چکے۔ اب شبلی صاحب اور بخاری صاحب اپنی اپنی ضرورت ہای خاص سے اس واقعہ کو جس شکل و انداز مین چاہین بدل دین۔ لیکن حقیقت شناس حضرات ان قلمکاریون کو خوب جانتے ہین ؎

بہر طور یکہ خواہی جامہ می پوش ٭ من انداز قدمت را می شناسم

ابھی ابھی واقعہ ہجرت مین جیسی جیسی قلمکاریان کی گئین ہین اونکی حقیقت کا پورا انکشاف کر دیا گیا ہے۔ اون مین اگر حضرت ابوبکرؓ کے خصائص قایم کرنیکی ضرورت لاحق تھی تو اس واقعہ اذان مین حضرت عمر کی اصابت رائے کی بنیاد رکھنی تھی اور تقلید اسلاف اور تحفظ عقاید کے اعتبار سے ان امور کی ابتدا آغاز اسلام کے انھین واقعات سے نہایت ضروری تھی نہین تو ان خصوصیات کی قدامت مین نقص واقع ہوتا۔ یہی وہ ضروریتین تھین جنہون نے ان واقعات مین ان موضوعات و مصنوعات کے دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہین۔ واقعات ہجرت مین حضرت ابوبکر کے خصائص داخل کئے ہین اور واقعات اذان مین حضرت عمر کی خصوصیات شامل کر دیے گئے ہین حالانکہ حقیقت کی تلاش کی جائے تو معلوم ہو جائے کہ ان خارجی مداخلت کو حقیقت و واقعیت سے کوئی واسطہ نہین۔

شبلی صاحب کی رفتار تحقیق تو بخاری صاحب تک ختم ہے اور حقیقتاً سوائے امام بخاری کے نہ اونکے لئے کوئی وسیلہ ہے اور نہ کوئی حیلہ۔ اسیوجہ سے عنوان کتاب ہی سے اونکا دامن تھاما گیا ہے۔ اور یہان بھی صاف صاف لفظون مین لکھدیا گیا ہے جب اس اعتراف کے ساتھ کہ صحاح کی اور کتابون نے بخاری کے خلاف اسواقعہ کو بیان کیا ہے یہ حکمانہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ بخاری کے مقابلہ مین کسی کو ترجیح نہین دیجا سکتی تو آپ سے حقیقت نگاری اور صداقت بیانی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے اب نہین معلوم کہ اس موقع پر دونون مختلف مرویات کے رجال و رواۃ کی تنقید سے کیون کام نہین لیا گیا کہ دونون کے ضعف و استحکام کی حقیقت کھل جاتی لیکن شبلی صاحب ایسے کیا ہین جو اس مقام پر تحقیق رجال سے کام لین گے وہ تو اپنی اور بخاری صاحب کی ظاہری شہرت اور نمایشی جامعیت سے عوام کو مرعوب بنانا چاہتے ہین لیکن حقیقت بین اور اصل واقعہ سے واقفکار حضرات نہ ان ترکیبون سے اثر پذیر ہوئے ہین۔ اور نہ ہو سکتے ہین۔ اس واقعہ کی حقیقت کا کامل انکشاف علامہ احمد بن خطیب قسطلانی۔ شارح بخاری شریف نے اپنے کتاب مواہب لدنیہ مین بڑی فراخ حوصلگی سے کر دیا ہے ہم اونہین کے

صحاح ستہ کی بعض کتابون مین ہے کہ اذان کی تجویز عبداللہ بن زید نے پیش کی تھی جو اونھون نے خواب مین دیکھی تھی اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی خواب مین توارد ہوا لیکن صحیح بخاری کی روایت کے مقابلہ مین کسی کو ترجیح نہین دیجا سکتی ۱۲

مفصلہ ذیل عبارت کو نقل کرتے ہیں۔

وکان الناس کما فی السیر وغیرھا لما یجتمعون الی الصلوٰۃ لتحین مواقیتھا من غیر دعوۃ واخرج ابن سعد فی الطبقات من مراسیل سعد بن المسیّب ان بلالا کان ینادی للصلواۃ الصلوٰۃ جامعۃ وشاور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابہ فیما یجمعھم للصلوٰۃ وذلک فیما قیل فی السنۃ الثانیۃ فقال بعضھم ناقوس کناقوس النصاری وقال آخرون بوق کبوق الیھود وقال بعضھم بل توقد نارا وترفعھا فاذا راھا الناس اقبلوا الی الصلوٰۃ ورای عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ فی منامہ رجلا فعلمہ الاذان والاقامۃ فلما اصبح اتی النبی صلعم فاخبرہ بما رائ کما عند ابی داود وفی روایۃ معاذ بن جبل عند الامام احمد قال یا رسول اللہ صلعم انی رائت فیما یری النائم ولو قلت انی لم اکن نائما لصدقت فاستقبل القبلۃ فقال اللہ اکبر مثنی مثنی حتی فرغ من الاذان الحدیث فقال فقمت مع بلال فجعلت القیہ علیہ یوذن قال فسمع بذلک عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وھو فی بیتہ فخرج یجر ردائہ یقول والذی بعثک بالحق یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقد رائیت مثل ما رائ ووقع فی الاوسط للطبرانی ان ابا بکر ایضا رای الاذان وفی

جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے لوگ بغیر اذان کے لقصد نماز نماز کے وقت جمع ہو جایا کرتے تھے اور ابن سعد نے طبقات میں مراسیل سعید بن مسیب سے لکھا ہے کہ بلال صرف نماز کے وقت الصلوٰۃ جامع کی ندا بلند کر دیتے تھے جناب رسولخدا صلعم نے جب اذان کی نسبت صحابہ سے مشورہ کی کہ کس طریقے سے لوگ نماز کے واسطے جمع کئے جاویں۔ یہ واقعہ سنہ ۲ ہجری کا بتلایا جاتا ہے تو بعضون نے ناقوس بجانے کی جیسا کہ نصاریٰ ناقوس بجاتے ہیں تجویز پیش کی اور لوگوں نے کہا نہیں بلکہ سے آخر لوگوں نے بوق بجانے کی جیسا کہ یہود بجاتے ہیں بعضون نے کہا نہیں بلکہ نماز کے وقت آگ روشن کر دیجا یا کرے کہ لوگ اسے دیکھکر مسجد میں جمع ہو جاویں عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ انصاری نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے انکو اذان و اقامت کی تعلیم کی اور صبح ہوئی (روز مشورت اذان) تو آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر جو دیکھا تھا بیان کیا اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک معاذ بن جبل نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم ہم نے بھی خواب کی حالت میں جیسا کہ سونیوالے دیکھتے ہیں یہی دیکھا ہے اور اگر کوئی شخص کہے کہ تم اوسوقت سوتے نہیں تھے تو ایسا کہنے والا بھی سچ کہتا ہوگا میں نے ایک شخص کو سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھا پس وہ قبلہ رو کھڑا ہو گیا اور اوس نے اللہ اکبر کہا پھر اسی طرح تمام ارکان اذان دو دو مرتبہ کہے اور اذان تمام ہوئی جناب رسولخدا صلعم نے فرمایا تمہارا یہ خواب سچ ہے ان شاء اللہ۔ جاؤ بلال کے ساتھ کھڑے ہو۔ لوگوں نے کہا جس نے خواب اذان دیکھا ہے اُسی سے اذان کہلائی جائے آپ نے فرمایا بلال کی آواز بلند تر ہے معاذ کا بیان ہے کہ میں بلال کے ساتھ کھڑا ہوا اور اذان کہنے لگا میری صدائے اذان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سنکر اپنے گھر سے بعجلت تمام دکمال سرعت

لہ قال السیوطی یظھر من ھذا انہ یحمل علی الحالۃ التی تعتری ارباب الاحوال ویشاھدون ما یشاھدون ویسمعون ما یسمعون والصحابۃ رؤس ارباب الاحوال امام سیوطی لکھتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہے کہ ناقلین خواب پر وہ حالت طاری تھی جو ارباب حال پر طاری ہوتی ہے اور وہ اس حالت میں جو دیکھنا ہو دیکھتے اور جو سننا ہے سنتے ہیں اور صحابہ ارباب احوال کے راس الرئیس ہیں المؤلف عفی عنہ۔

الوسیط للغزالی رآہ بضعة عشر رجلا و عبارة الجیلی فی شرح التنبیة اربعة عشر و فی سیرة المغلطائی انی راہ سبعة من الانصار و قال الحافظ الفضل بن حجر رح فی فتح الباری ولا یثبت شیء من ذلک الا لعبد اللہ بن زید و قصة عمر جاءت فی بعض الطرق۔

زرقانی شرح مواہب لدنیہ ص ۴۵۴

اس حالت خاص مین داخل مسجد ہوئے کہ اونکی رداز مین کھینچتی چلی جاتی تھی جناب رسول خدا صلعم سے عرض کی کہ قسم اوس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مین نے بھی خواب مین ایسا ہی دیکھا ہے اور طبرانی کی معجم اوسط مین مروی ہے کہ حضرت ابوبکر نے بھی خواب مین ایسا ہی دیکھا تھا اور امام غزالی کی اسناد سے بسیط مین ہے کہ دس آدمیون سے زیادہ لوگون نے ایسے ہی خواب دیکھے تھے اور علامہ جیلی شرح تنبیہ مین لکھتے ہین کہ ۱۴ چودہ آدمی ایسے ہی خواب کے مدعی ہوئے ہین اور سیرۃ مغلطائی مین ہے کہ انصار سے سات آدمیون نے اس کا دعویٰ کیا اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق مین صرف عبد اللہ بن زید کی روایت ثابت ہے اور حضرت عمرؓ کا قصہ بعض طرق مین آیا ہے۔

مواہب لدنیہ قسطلانی کی مرقومہ بالا عبارت نے حقیقت کا پورا انکشاف کر دیا اور سوائے عبد اللہ بن زید کے خواب کے جو محض اتفاقی طور پر واقع ہوا تھا سب کو بے اصل ثابت کر دیا۔ حضرت عمر کی مداخلت کو جسے بخاری صاحب نے خواہ مخواہ عبد اللہ بن زید کے واقعہ پر ترجیح دینی چاہی ہے۔ اوسکی حقیقت و حیثیت بھی خود اونھین کے شارح حافظ ابن حجر کی عبارت سے ظاہر ہو گئی جسکی نسبت وہ صرف یہ لکھکر کہ بعض طرق مین انکے خواب کا بھی ذکر آگیا ہے اور کوئی وزن و اہمیت نہین دیتے۔

بخاری صاحب کی طرح طبرانی صاحب نے بھی معجم اوسط مین حضرت ابوبکر کے شامل کر دینے کی بھی کوشش کی تھی۔ کیونکہ اونکی خوش عقیدگی کی نظر فاضل و مفضول کی دلیل اور وقوع خلافت کی ترتیب کی طرف منعطف ہوئی تھی۔ ان عقیدتمندانہ اضافات کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سلسلہ ادخال فی بدء الاذان مین پھر تو یہان تک ترقی ہوئی کہ صرف انصار مین معاذ سے لیکر بروایت امام غزالی دس آدمیون سے زیادہ اور بروایت علامہ جیلی چودہ ۱۴ آدمی اسکے شرف اولیت کے مدعی ہوئے امور تخصیص کو خواہ مخواہ معمول کے اصول پر تعمیم کے طریقہ مین داخل کرنے سے یہی مفاسد پیدا ہوتے ہین۔

جانبدارون کے ان طومار ناپیداکنار کو اکٹھا کر کے آخر کار امام ابن حجر کو فتح الباری مین لکھدینا پڑا۔

ولا یثبت شیء من ذلک الا لعبد اللہ بن زید | سوای عبد اللہ بن زید اور کسی کیلئے بھی ان مین سے کوئی شے ثابت نہین ہوتی

اب فرمایئے شبلی صاحب کا یہ حکمانہ فیصلہ کہ بمقابلہ روایت بخاری اور کسی کی روایت قابل اعتبار نہین کہان گیا۔

جب بذات خاص شارح بخاری اصل روایت بخاری کی مجہولیت اس زور و شور سے ثابت کر رہے ہین اور حضرت عمرؓ کے قصہ کے بارے مین لکھتے ہین تو اتنا کہ بعض طرق مین اس کا ذکر آیا ہے۔

جو صورت حال حضرت عمر کی داستان خواب کی معاذ کی زبانی مسند امام ابن حنبل کے اسناد سے لکھی گئی ہے وہ صاف صاف بتلا رہی ہے کہ اگر بفرض محال انکا قصہ خواب بھی صحیح مان لیا جاوے تو ماننے بعد از جنگ کی صورت رکھتا ہے کیونکہ عبد اللہ بن زید اور معاذ دونون کے بعد آکر یہ اپنا خواب دہراتے ہین۔ اس صورت مین شبلی صاحب کا یہ دعویٰ کہ واقعہ

حضرت عمرؓ بالکل صحیح ہے کیونکہ وہ صحیح بخاری مین واخل ہے اور شارح بخاری امام قسطلانی کا یہ آخر فیصلہ کہ سوائے عبد اللہ بن زید کے خواب کے اور کسی کے خواب دیکھنے کا واقعہ ثابت ہی نہین محققین و مصنفین زمانہ کی نگاہون سے اب پوشیدہ نہین رہ سکتا۔ وہ حضرات خود ہی تسلیم کرینگے کہ کس کے قول مین حقیقت ہے اور کس کی رائے مین جانبدارانہ اضافات کا ذخیرہ ہے۔

ان تمام اضافات کا جو اصل مدعا ہے وہ ہم اپنی تمہیدی عبارت مین اوپر لکھ چکے ہین۔ یہ سب اصول عقائد کے استحکام کی غلط کوششون کے نتیجے ہین جنکی ابتدا ایجاد اذان کے متعلق حضرت عمرؓ کے اوصاف اضافی سے کی گئی ہے اور آگے چلکر اس مداخلت مین اتنی ترقی کیگئی ہے کہ (نعوذ باللہ) نزول وحی کو بھی آپ ہی کی مشورت اور تجویز و رائے پر محمول و موقوف ٹھیرایا گیا ہے۔ جسکو ہم اوسکے خاص مقام پر تفصیل سے بیان کرینگے۔

اب اس بحث کے متعلق ہمکو حکم اذان کی اصل حقیقت دکھلا دینی باقی ہے وہ علامہ زرقانی کی زبانی حسب ذیل ہے

فی قولہ علیہ السلام انّھا الرّویا حق ثم بنی حکم الاذان علیھا وھل کان ذلک عن وحی من اللہ لہ امْ لا اجاب بانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد اریہ لیلۃ الاسریٰ فروی البزار فی مسندہ عن علی ابن ابی طالب قال لما اراد اللہ ان یعلم رسولہ الاذان جاء جبریل بدابۃ یقال لہ البراق فرکبھا حتّے اتی الحجاب الذی یلی الرحمٰن فبینما ھو کذلک اذ خرج ملک من الحجاب فقال یا جبریل من ھذا قال والذی بعثک فی الحق بالحق انی لاقرب الخلق مکانا وانّ ھذا الملک ما رأیتہ منذ خلقت قبل ساعتی ھذہ فقال الملک اللہ اکبر فقیل من وراء الحجاب صدق عبدی انا اکبر انا اکبر ذکر بقیۃ الاذان وقال السّہیلی وھذا اقوی من الوحی فلمّا تاخر امر الاذان الی المدینۃ واراد اعلام الناس بوقت الصلوٰۃ تلبث الوحی حتّیٰ رأی عبد اللہ بن زید الرّؤیا فوافقت ما رأی صلعم فلذلک قال انھا الرّؤیا الحق ان شاء اللہ — زرقانی ج ۱ ص ۳۵۵

جناب رسولخدا صلعم کے اس حکم کی شرح مین کہ آپ نے عبد اللہ بن زید کا خواب سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا خواب سچ ہے۔ یہ بتلایا گیا ہے کہ اسکے اس حکم سے بنائے اذان قایم ہوتی ہے اگر یہ فرمان بذریعہ وحی ہے تو واجب الاذعان ہے اور اگر نہیں تو اذان واجب نہین ہو سکتی۔ اسکے وجوب کے متعلق امام بزار نے اپنی مسند مین حضرت علی بن ابیطالب سے یہ روایت کی ہے کہ جب خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوا کہ اپنے رسول صلعم کو اذان کا طریقہ بتلائے تو حضرت جبرئیل براق لیکر آئے اور معراج کی رات کو آپ کو حجاب قدس تک لیگئے وہان آپنے ایک فرشتہ کو دیکھکر حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ جبرئیل نے جواب دیا قسم اوس خدا کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مین اپنے وقت خلقت سے آج تک سوائے اسوقت کے اسکو نہین دیکھا ہے یہ سنکر اوس ملک نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر حجاب قدس سے فوراً آواز پیدا ہوئی کہ میرا بندہ سچ کہتا ہے مین اکبر ہون مین اکبر ہون اُسی طرح اوس فرشتہ نے تمام اذان کے ارکان ختم کیے اور ہر بار حجاب قدس سے ندائے تصدیق و اجابت پیدا ہوئی۔ امام سہیلی (مصنف روضۃ الانف) کہتے ہین کہ پہلے ترکیب اذان کا بذریعہ وحی نازل ہونا تو بہت قوی الاسناد ہے لیکن حکم اسکا قیام مدینہ تک اوٹھا رکھا گیا یعنی اوسوقت تک اسکا اجرا ملتوی رہا۔ یہان تک کہ تمام اہل اسلام کو وقت نماز سے اطلاع دینے کیلئے

ہدایت فرمایا گیا۔ یہانتک کہ عبداللہ نے خواب میں دیکھا اور آپ سے بیان کیا اور اسی بنا پر آپ نے انکی خواب کی تصدیق فرمائی اور ارشاد کیا تمہارا خواب برحق اور سچا ہے۔

الحاصل۔ تو مذکورہ بالا عبارت سے مفصل طور پر ابتداے اذان کی حقیقت کا انکشاف ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ مثل نماز و وضو کے اذان کی تعلیم بھی حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بذریعہ وحی پہونچائی گئی تھی۔ اسمین کسی کی راے و مشورت کو دخل نہین تھا لیکن آپ نے جیسا کہ امام سہیلی لکھتے ہین۔ باحصول اطمینان اعلان حکم اذان کو مناسب وقت اور مصلحت نہ سمجھا تا اینکہ قیام مدینہ مین تعمیر مسجد کی تکمیل کے بعد آپ نے اسکے نفاذ و اجرا کو ضروری سمجھکر صحابہ سے اسکا ذکر فرمایا ہر شخص نے اپنی مقدار عقل کے مطابق جواب دیا۔ انھیں جواب دینے والون مین عبداللہ بن زید نے اپنے خواب کا بھی ذکر کیا جو حسن اتفاق سے تعلیم وحی کے موافق تھا اس لئے انکے خواب کی تصدیق فرمائی گئی۔ اوسی دن سے حکم وحی کے مطابق حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا گیا جو اسوقت تک جاری ہے۔

علماو محدثین کی حاشیہ آرائیون اور طرح طرح کی قلمکاریون نے اسکو کہان سے کہان پہونچا دیا۔ گویا رسول اللہ صلعم اسوقت تک اصلاً اذان سے واقف نہ تھے یہ تو بالکل صحابہ کی مشورت و تعلیم تھی جس نے رسول اللہ صلعم کو اذان کی ترکیب اور اوسکے اجرا کی ضرورت بتلائی۔ ہم اپنے دیباچہ کتاب مین لکھ آئے ہین کہ رسالت صحابیت اور خلافت کا ایک مقدمہ تیار کیا گیا ہے اور اس سے زیادہ نہین۔ چنانچہ یہ تمام موضوعات اوسی عقائد کے بنیادی پتھر ہین جو ابتداے رسالت کے ساتھ ساتھ رکھے جاتے ہین۔

شبلی صاحب نے باوجود اتنی وسیع النظری کے روض الانف امام سہیلی کی اس عبارت کو جسے وہ اپنے دیباچہ مین معتبرترین سیرت ٹھیرا چکے ہین کیون نہ لکھا حقیقت یہ ہے کہ شبلی صاحب کو اسکے استنباط و نقل مین ہکیا ارد و مجبوریان پیش آگئین اول تو یہ کہ اس کا اندراج ان تمام مصنوعات کی حقیقت کا انکشاف کر دیتا دوسری یہ کہ چونکہ اس تفصیل مین آنحضرت صلعم کے معارف روحانیت کا ذکر تھا۔ اوسکی نقل آپ کے فلسفہ تاریخ کے موضوع کے خلاف واقع ہوتی تھی اس بنا پر دو تو مطلقو سیرۃ کا موضوع ہی تعلیم کر دینا آپ کیلئے ضروری تھا لیکن باینہمہ شبلی صاحب کو اسکا خیال نہ آیا کہ وہ سیرۃ النبی لکھ رہے ہین کسی معمولی آدمی کی سوانح عمری نہین اسلئے اوسکے حالات و واقعات مین علی الاکثر روحانیت کا اظہار اور نورانیت کا اقرار کئے بغیر نہین کام چل سکتا چونکہ واقعات مذکورۂ بالا نے ابتداے اذان کو تعلیم روحانیت ہی کے ذریعہ سے ثابت کر دیا ہے اسلئے یہی روحانیت بعین فلسفہ اذان ہے اور وہی اسکی تاریخ کا فلسفہ یقین کیا جائیگا۔

مہاجرین و انصار کے درمیان صیغہ اُخوت

مہاجرین جس مصیبت اور پریشانی مین مکہ سے نکل کر مدینہ پہونچے تھے وہ ظاہر ہے۔ وہ غریب اپنی جانون کے سوا کچھ بھی اپنے ہمراہ نہین لائے تھے۔ جو کچھ بھی سرمایہ تھا وہ گھر چھوڑ آئے تھے کفار قریش سے جان بچاکر چلے آئے یہی تمام دنیا کی دولت تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مہاجرین حقیقتاً کوئی بہت بڑی خوشحال اور دولتمند قوم تو تھی ہی نہین علی الاکثر اونمین مفلوک الحال تھے اور نادار۔ مگر باینہمہ انمین بعض متمول بھی تھے اور خوشحال بھی لیکن مکہ

ہجرت کرتے وقت اون پر ایسی بے بسی کا عالم طاری تھا کہ وہ بیک بینی و دوگوش گھر سے نکل کر از قریش سے جان بچا کر مدینہ چلے آنے کے سوا اوس وقت کچھ بھی نہ کر سکے۔ اس لئے جب وہ مدینہ مین پہونچے تو اون کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ انصار کی فیاضی اور مہمان نوازی اونکی تمام ضرورتون کی کفیل تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری تک پینتیس یا چالیس مہاجر آ چکے تھے اور سب کے سب رئیسان انصار کے مہمان تھے اور اس کشادہ دلی اور فراخ حوصلگی کے ساتھ انصار اونکی خدمت کرتے تھے کہ ان غریب الوطنون کو گھر کا لطف آتا تھا۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تشریف آوری کے وقت جب ان حضرات کو دیکھا تو اونکو مکہ سے زیادہ یہان خوشحال پایا لیکن باینہمہ سرور عالم نے اتحاد دینی اور اتفاق ایمانی کے اصول سے اس ضیافت و مہمانی کو حقوق اخوانی کے مضبوط رشتہ وحدت و یکجہتی مین منسلک فرما دیا۔

ابن ہشام اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ عقد مواخاۃ کا انتظام آنحضرت صلعم نے تعمیر مسجد کے بعد پایا اور انس بن مالک کے مکان مین مہاجرین و انصار کو جمع فرما کر باہمانہ اخوت کا صیغہ جاری فرمایا۔ ابن ہشام نے ان لوگون کی طویل اور پر تفصیل فہرست لکھی ہے شبلی صاحب نے اوس کا خلاصہ کر کے مشاہیر مہاجرین و انصار کے نام لکھے ہین ہم اونھین کے مفصلہ ذیل خلاصہ انتخاب کو نقل کر دیتے ہین

نام مہاجر	نام انصار
حضرت ابوبکر رض	خارجہ بن زید
حضرت عثمان رض	اوس بن ثابت رض
زبیر بن عوام رض	سلامہ بن وقش رض
عمار بن یاسر رض	حذیفہ بن یمان رض
سلمان الفارسی رض	ابو درداء رض
ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ	عباد بن بشر رض
حضرت عمر رض	عتبان بن مالک رض
ابو عبیدہ جراح رض	سعد بن معاذ رض
مصعب ابن عمیر رض	ابو ایوب انصاری رض
ابوذر غفاری رض	منذر بن عمرو رض
حضرت بلال رض	ابو رویحہ رض
سعید بن زید رض	ابی بن کعب رض

مواخات کا رشتہ بظاہر ایک عارضی ضرورت کے لئے قایم کیا گیا تھا کہ بے خانمان مہاجرین کا چند روز دانتظام ہو جائے لیکن درحقیقت یہ عظیم الشان اغراض اسلام کی تکمیل کا سامان تھا۔ سیرۃ النبی ج

شبلی صاحب نے حسب العادت جب اسکی تفصیل بخاری شریف مین نہین پائی تو بالآخر مجبور ہو کر تاریخ ابن ہشام کے انتخاب پر عمل پیرا ہوئے۔ اور کیونکر نہ ہوتے ہ تاریخ و سیر کے خاص موضوع پر کتاب لکھ رہے تھے۔ اگر اوس وقت تقلید بخاری مد نظر رکھتے تھے۔ تو تاریخی حیثیت سے ایک عظیم الشان واقعہ اسلامی کا سرا یا سقوط ہوا جاتا تھا۔ اس مجبوری کی تھوڑی دیر کے لئے صحیح بخاری بند کر دیگئی۔ نہین معلوم مولوی صاحب کا وہ اصول کہ سیر و تاریخ کی کتابون پر مرویات صحیحہ کو

اور احادیث مین مرویات صحاح کو اور صحاح مین مرویات بخاری کو ترجیح حاصل ہے۔ اور جسکو آپ نے بڑے طمطراق سے دیباچہ کتاب مین لکھا ہے۔ اور تمام کتاب مین اسی عملدرآمد پر کاربند ہوئے ہین۔ اسوقت کہان گیا۔ اور کیا ہوا؟ مانا کہ صحیح بخاری مین نہین تھا اور صحاح سے لکھا ہوتا۔ اور اگر اپنے ایجاد کردہ اصول ترجیح پر اصرار تھا تو اس واقعہ کو لکھا ہی نہ ہوتا۔ اسلئے کہ بخاری شریف مین نہین تھا یہ انداز تحریر تو مولفانہ ذی اعتباری اور وضعداری کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

مگر نہین۔ باوجود اسکے کہ اپنے اصول مقررہ سے خلاف ورزی اختیار فرمائی گئی۔ لیکن تاہم تعلیم و تقلید بخاری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور تمام اس سے کہ اس نقل انتخاب مین بھی اصل عبارت کے نقل ماخذ مین تحریف ہوتی ہو یا صریح تدلیس۔ جس مقصد کا اس موقع خاص پر اسقاط و اخفاء منظور خاطر تھا رہ کر ہی دیا گیا۔ وہ کیا تھا؟ **اسقاط ذکر علی**[۲] تاریخ ابن ہشام سے آپ کی نقل کردہ انتخابی فہرست دیکھ لی جائے حضرت علی مرتضیٰؑ کا نام نامی خصوصاً اور سائر بنی ہاشم کے اسمائے گرامی عموماً کہین بھی پائے نہین جاتے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۲۱۱

کیا عقد مواخاۃ کے انتظام مین یہ حضرات مستثنیٰ فرما دیے گئے تھے یا فی الحقیقت آپکی طرح ابن ہشام نے بھی انکا ذکر نہین کیا ہے۔ اس کی تحقیق مین جب ابن ہشام کی اصلی عبارت دیکھی جاتی ہے تو انکی فہرست مین سرنامہ انہین بزرگوارون کے اسمائے مقدس لکھے پائے جاتے ہین۔ ہم عبرت ناظرین کے لئے ابن ہشام کی اصلی عبارت ذیل مین لکھے دیتے ہین۔

اٰخیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم بین اصحابہ من المھاجرین والانصار فقال فیما بلغنا و نعوذ باللّٰہ ان نقول علیہ ما لم یقل تاخوا فی اللّٰہ اخوین اخوین ثم اخذ بید علی بن ابی طالب فقال ھذا اخی فکان رسول اللّٰہ سید المرسلین و امام المتقین و رسول رب العلمین الذی لیس لہ خطیر[۱] ولا نظیر من العباد و علی بن ابی طالب اخوین وکان حمزۃ بن عبد المطلب اسد اللّٰہ و اسد رسولہ و عم رسول اللّٰہ صلعم و زید بن حارثہ مولی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اخوین والیہ اوصی حمزہ یوم احد حین حضر القتال ان حدث بہ حادث الموت و جعفر بن ابی طالب و الجناح ...

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت صحابہ مین مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخاۃ کی تنظیم کا ارادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے خدا کا حکم آیا ہے اور اگر نعوذ باللہ جو مین کبھی تم سے ایسی بات کہون جو مجھسے کہی گئی ہو کہ مین تم لوگون کے درمیان صیغۂ اخوت جاری کرون اور تم لوگون کو بھائی بھائی بنا دون۔ اسکے بعد آپنے حضرت علی بن ابیطالب کا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا یہ میرا بھائی ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم سید المرسلین امام المتقین اور رسول رب العلمین تھے اور بندون مین کوئی شخص سوائے حضرت علی ابن ابیطالب کے رسول اللہ کا نظیر اور مماثل فی القدر و منزلت نہین ہو سکتا تھا۔ اس بنا پر یہ دونون بزرگوار بھائی بھائی بنے اور حضرت حمزہ جو اسد اللہ اور اسد رسول کے لقب مخصوص سے ملقب تھے اور جناب رسولخدا کے عم نامدار تھے زید بن حارثہ کے ساتھ جو آپ کے غلام تھے بھائی بنے چنانچہ جنگ احد مین زخمی ہو کر قریب وفات حضرت

[۱] خطیر مثلہ فی القدر والمنزلت۔ قدر و منزلت مین کسی کا مماثل۔ صراح مطبوعہ کلکتہ ص ۲۰۹

الطیار فی الجنۃ ومعاذ بن جبل اخا بنی سلمۃ اخوین
قال ابن ھشام وکان جعفر ابن ابی طالب یومئذ
غائبا بارض الحبشۃ

تاریخ ابن ھشام مجلد اول صفحہ
۱۰۹ مطبوعہ بولاق مصر

حمزہ ہی کو وصیت فرمائی تھی اور جعفر ابن ابی طالب جن کا لقب
ذوالجناحین (دو بازو والے) اور طیار فی الجنۃ (بہشت میں اڑنیوالے)
تھا معاذ ابن جبل انصاری کے جو بنی سلمہ کے بھائی ہوتے تھے
بھائی بنائے گئے۔
ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت جعفر طیار بن ابی طالب اوس وقت
تک ملک حبش میں مقیم تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جعفر طیار کا معاملہ بھی اس موقع پر ایسا ہی تھا۔ جیسا حضرت عثمان کے غائبانہ میں بیعت رضوان کے عقد کا واقعہ بتلایا جاتا ہے۔

ان تمام واقعات دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ شبلی صاحب بخاری صاحب کے ساتھ ساتھ قدم اور قلم اٹھا رہے ہیں اور جو عنوان کہ دیباچہ کتاب سے اوٹھایا گیا ہے اوسکی شرط التقلید ومتابعت حرفاً حرفاً او رلفظاً لفظاً ادا فرما رہے ہیں اور وہ کیا ہے ہ استخفاف خصائص بنی ہاشم عموماً اور اسقاط و احذاف فضائل علی خصوصاً سبقت فی الاسلام کے ابتدائی حالات میں جو بخاری صاحب نے قلمکاریاں کیں اور آپ نے جن جن پہلوؤن سے اونکی جانبداری کے حقوق ادا فرمائے وہ اوپر بیان ہو چکے۔ دعوت قریش کی حقیقت حال کو بخاری صاحب نے جن جن اقسام کے مختلف فیہ الفاظ وعبارت کے ساتھ خلط بحث کر دیا اور کسی طرح خلیفتی ووزیری فیکم کے الفاظ کو متن حدیث میں لکھنا گوارا نہ فرمایا اور آپ نے بھی اوسکو آمنّا وصدّقنا لکر حرف بحرف نقل کر دیا الا اوسکی بھی مفصل اور مکمل تنقید اوپر قلمبند ہو چکی ہے ابھی ابھی واقعہ ہجرت میں فرش رسولؐ پر حضرت علیؑ کے سونے کی عظیم الشان اور متفق علیہ واقعہ کو بخاری صاحب نے قطعاً مرفوع القلم فرما دیا اور کہیں اوس کا ذکر تک نہیں کیا۔ لیکن چونکہ بخاری کی یہ ایسی صریح حق پوشی تھی کہ آپ بھی اسکے اقدام پر جرأت نہ کر سکے۔ مجبوراً آپ کو لکھنا ہی پڑا۔ اگر آپ اسی ایک واقعہ پر غائر نظر ڈالتے تو آپ کو بخاری کی مقاربت کا پورا اندازہ ہو جاتا۔ لیکن آپ کو خود منظور نہ تھا۔

ان تمام واقعات کے بعد عقد مواخات کا مرقومہ بالا واقعہ ہے بخاری صاحب ایسے کیا تھے جو ڈھونڈے دل حضرت علیؑ کی ان خصوصیات کو لکھتے لیکن جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ واقعہ چونکہ اسلام کی تاریخ اتحاد کا نہایت عظیم الشان اور قابل الذکر واقعہ تھا اور اسکے حذف و اسقاط سے ابتدائے اسلام کے اکثر واقعات غیر مسلسل اور نامکمل رہ جاتے تو اس مجبوری سے آپ نے عارضی طور پر تقلید بخاری سے دست برداری اختیار کی اور تاریخ ابن ہشام سے اس واقعہ کو لکھا۔ لیکن تاہم اصل مدعا کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور فضائل وخصائص علیؑ کی عبارت خاص کو باوجودیکہ ماخذ اصلی میں موجود تھا نکال ہی ڈالا جیسا کہ مفصل طور پر اوپر بیان ہو چکا۔ اس سے بڑھکر مؤلف کے لئے کونسا شرمناک واقعہ ہو سکتا ہے

استغفر اللہ ربی۔

اگر شبلی صاحب ابھی تک اس واقعہ کو صرف ایک تاریخی واقعہ سمجھے ہین اور اسکے استخراج واستنباط کو محدثین ومفسرین کا مختار نہین یقین کرتے تو ہم ذیل مین صرف اون علماء محدثین اور اونکی کتابون کے نام لکھے دیتے ہین جنھون نے اس واقعہ کو بطریق حدیث مندرج فرمایا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے مناقب مین امام نسائی نے خصائص مین امام ابی شیبہ نے مسند مین امام حاکم نے مستدرک مین۔ امام عبدالبر نے استیعاب مین طبرانی نے معجم مین امام سیوطی نے جمع الجوامع مین امام دارقطنی نے مسند مین ملا علی متقی نے کنز العمال مین فقیہہ ابوالحسن مغازلی نے مناقب مین اور امام دیلمی اور امام ابن مردویہ نے اپنی اپنی مناقب مین اس واقعہ کی تفصیل مختلف الفاظ وعبارت کے ساتھ قلمبند فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو ارجح المطالب فی عد مناقب علی ابن ابی طالب مولفہ خواجہ عبید اللہ امرتسری مطبوعہ لاہور ص ۴۸۵

اپنی تنقیدی عبارت کو تمام کرکے اب ہم شبلی صاحب کے بقیہ مضامین کو جو انصار مدینہ کی فیاضی، عالی ہمتی خلوص ومحبت اور حقوق اخوت کے صاف وشفاف آئینے ہین۔ ذیل مین درج کرتے ہین۔

مہاجرین وانصار کے باہمانہ سلوک	یہ رشتہ اخوت بھائیچارہ۔یا (BROTHERHOOD) بالکل حقیقی رشتہ بنگیا۔کوئی انصاری مرتا تھا تو اوسکی جائداد ومال مہاجر کو ملتا تھا اور بھائی بند محروم رہتے تھے (بحوالہ صحیح بخاری کتاب التفسیر)

یہ اس فرمان الہی کی تعمیل تھی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (سورہ انفال رکوع آخر)	جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ مین جان ومال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنھون نے اونکو پناہ دی اور اون کی مدد کی یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہین۔

جنگ بدر کے بعد جب مہاجرین کو اعانت کی ضرورت نہ رہی تو یہ آیت اوتری۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ	ارباب وراثت ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہین۔

اوسوقت سے یہ قاعدہ جاتا رہا۔ چنانچہ کتب تفسیر وحدیث مین یہ تصریح مذکور ہے۔

سنہ ۴ ہجری مین بنو نضیر جب جلاوطن ہوئے اور انکی زمین اور نخلستان قبضہ مین آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انصار کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین نادار ہین اگر تمہاری مرضی ہو تو نئے مقبوضات تنہا اونھین کو دیدئے جائین۔ اور تم اپنے نخلستان واپس لے لو۔ انصار نے عرض کی کہ نہین ہمارے نخلستان ہمارے بھائیون ہی کے قبضہ مین رہنے دیجئے اور نئے بھی اونھین کو عنایت فرمادیجئے۔ بحوالہ فتوح البلدان مطبوعہ یورپ ص ۲۲۰

دنیا انصار کے اس ایثار پر ہمیشہ ناز کرے گی لیکن یہ بھی دیکھو کہ مہاجرین نے کیا کیا؟ سعد بن الربیع نے جب

عبدالرحمن بن عوف کو ایک ایک چیز کا جائزہ دیکر نصف لے لینے کی درخواست کی تو اونھون نے کہا کہ خدا یہ سب آپ کو مبارک
کرے - مجھکو صرف بازار کا راستہ بتا دیجئے - اونھون نے سوق قینقاع کا جو مشہور بازار تھا جاکر راستہ بتا دیا - انھون نے
پہلے گھی کچھ پنیر خریدا اور شام تک خرید و فروخت کی - چند روز مین اتنا سرمایہ ہوگیا کہ شادی کر لی (صحیح بخاری مین یہ واقعہ دو مختلف
موقعون پر مذکور ہے -) رفتہ رفتہ انکی تجارت کو یہ ترقی ہوئی کہ خود ان کا قول تھا کہ خاک پر ہاتھ ڈالتا ہون تو سونا بنجاتی ہے ان کا اسباب
تجارت سات سات سو اونٹون پر لدکر آتا تھا اور جس دن مدینہ مین پہونچتا تھا تمام شہر مین دھوم مچ جاتی تھی - اصابہ فی معرفۃ الصحابہ
بعض صحابہ نے دوکانین کھولین - حضرت ابوبکرؓ کا کارخانہ سنح مین تھا - جہان وہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے (ابن سعد
جلد ۳ ص ۱۳۰) حضرت عثمان بنو قینقاع کے بازار مین کھجور کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے (مسند امام احمد حنبل) حضرت عمرؓ بھی تجارت
مین مشغول ہوگئے تھے اور شاید اس تجارت کی وسعت ایران تک پہونچ گئی تھی اور صحابہ نے بھی اسی قسم کی چھوٹی بڑی تجارت
شروع کر دی تھی - صحیح بخاری مین روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ پر جب لوگون نے کثرت روایت پر اعتراض کیا اور صحابہ کو اتنی
روایت نہین کرتے تو اونھون نے کہا اس مین میرا کیا قصور ہے اور لوگ بازار مین تجارت کرتے تھے اور مین رات دن بارگاہ نبوت
مین حاضر رہتا تھا -

پھر جب خیبر فتح ہوا تو تمام مہاجرین نے نخلستان نے یہ انصار کو واپس کر دیے - صحیح مسلم باب الجہاد مین ہے -

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما فرغ من قتال اھل خیبر وانصرف الی المدینۃ ردّ المہاجرون الی الانصار منائحھم التی کانوا منحوھم من ثمارھم -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جنگ خیبر سے فارغ ہوئے اور مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین نے انصار کے عطیے جو نخلستان کی صورت مین تھے واپس کر دیے -

مہاجرین کے لئے مکانات کا یہ انتظام ہوا کہ انصار نے اپنے گھرون کے آس پاس جو افتادہ زمینین تھین اونکو
دیدین اور جنکے پاس زمینین نہ تھین اونھون نے اپنے مسکونہ مکانات دیدیئے سب سے پہلے حارثہ بن نعمان نے اپنی
زمین پیش کی - بنو زہرہ مسجد نبوی کے عقب مین آباد ہوئے - عبدالرحمن بن عوف نے یہان ایک قلعہ (جسکو گڑھی کہنا
زیادہ موزون ہوگا) بنوایا - حضرت زبیر بن العوام کو ایک وسیع زمین ہاتھ آئی - حضرت عثمانؓ مقداد عبداللہ کو انصار نے
اپنے مکانات کے پہلو مین زمینین دین (معجم البلدان ذکر مدینہ) انصار نے مہاجرین کی مہمانی کا جو حق ادا کیا دنیا کی تاریخ مین اُسکی
نظیر نہین ملتی بحرین جب فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلاکر فرمایا کہ مین اسکو انصار مین تقسیم کر دینا
چاہتا ہون اونھون نے عرض کی کہ پہلے ہمارے بھائیون (مہاجرون) کو اتنی ہی زمین عنایت فرمایئے تب ہم بھی
لینا منظور کرین گے صحیح بخاری باب فضائل انصار -

ایک دفعہ ایک فاقہ زدہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آیا کہ سخت بھوکا ہون - آپ نے گھر مین
دریافت کیا کچھ کھانے کو ہے - جواب آیا صرف پانی ہے - آپ نے حاضرین کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کوئی ہے جو ان کو اپنا مہمان

بنائے - ابو طلحہ نے عرض کی میں حاضر ہوں - غرضکہ وہ اپنے گھر لیوا گئے - لیکن وہاں بھی برکت تھی - بیوی نے کہا صرف بچون کا کھانا موجود ہے - اونھوں نے بیوی سے کہا چراغ بجھا دو اور وہی کھانا مہمان کے سامنے لاکر رکھ دو - تینوں ساتھ کھانے پر بیٹھے - میاں بیوی بھوکے بیٹھے رہے اور اسی طرح خالی ہاتھ چلاتے رہے کہ گویا کھا رہے ہیں اسی واقعہ کے بارے میں یہ آیت اوتری ہے [1]

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ | اگر اون پر خود تنگی ہوتا ہم اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں -

اصحاب صفہ | انصار و مہاجرین کی عام جماعت مسلمین میں اہل صفہ بھی داخل ہیں شبلی صاحب ان کی حقیقت یون لکھتے ہیں -

صُفّہ - اسلامی لغت کا ایک متداول لفظ ہے - گو اسکی حقیقت سے لوگ اچھی طرح واقف نہیں صُفّہ سائبان کو کہتے ہیں یہ ایک سائبان تھا جو مسجد نبوی کے ایک کنارے پر مسجد سے ملا ہوا تیار کیا گیا تھا صحابہ میں اکثر تو مشاغل دینی کے ساتھ ہر قسم کے کاروبار یعنی تجارت، وزراعت بھی کرتے تھے - لیکن چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت پذیری پر نذر کر دی تھی - ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے اور جب شادی کر لیتے تھے تو اس حلقہ سے نکل آتے تھے - انہیں سے ایک ٹولی تو دن کو جنگل سے لکریاں لاکر اور اون کو بیچکر اپنے بھائیوں کے لئے کچھ کھانا مہیا کر لیتی - یہ لوگ دن کو بارگاہ نبوت میں حاضر رہتے اور حدیثیں سنتے اور رات کو اسی چبوترہ (صُفّہ پر) پڑ رہتے حضرت ابو ہریرہ بھی انھیں لوگوں میں تھے - ان میں سے کسی کے پاس چادر اور تہمد دونوں چیزیں کبھی ایک ساتھ مہیا نہ ہو سکیں - چادر کو گلے سے اسطرح باندھ لیتے تھے کہ پاؤن تک لٹک آتی تھی اکثر انصار کھجور کی پھلی ہوئی شاخیں توڑ کر لاتے اور چھت میں لگا دیتے - جو ٹپک ٹپک کر گرتیں اور یہ اوٹھا اوٹھا کر کھاتے کبھی دو دو دن کھانے کو نہ ملتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھاتے یہ لوگ اکثر شریک نماز ہوتے لیکن بھوک اور ضعف سے عین نماز کی حالت میں گر پڑتے باہر کے لوگ آتے انکو دیکھتے تو سمجھتے کہ یہ دیوانے ہیں (بحوالہ صحیح ترمذی باب معیشۃ النبی م)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کہیں سے کوئی صدقہ کا کھانا آتا تو مسلم اون کے پاس بھیجدیتے اور جب دعوت کا کھانا آتا تو ان کو بلا لیتے اور انکے ساتھ بیٹھکر کھاتے - اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکو مہاجرین و انصار پر تقسیم کر دیتے یعنی اپنے مقدور کے موافق ہر شخص ایک ایک دو دو کو اپنے ساتھ لیجائے اور اونکو کھانا کھلائے - حضرت سعد بن عبادہ نہایت فیاض اور دولتمند تھے وہ کبھی کبھی اسّی اسّی مہمانوں کو

[1] شبلی صاحب نے اس مضمون میں مہاجرین کو انصار کی احسانمندیوں سے سبکدوش کرنیکی بیحد کوشش کی مگر بالآخر بیکار ثابت ہوئی - آیہ مبارکہ قرآنی نے ایثار انصار ہی کا پلہ بھاری کر دکھلایا آپ کا یہ حفظ ما تقدم اور پیش بندی سقیفہ میں بحث ترجیح مہاجر علی الانصار کو قوت دینے کیلئے عمل میں لائی گئی تھی الموٴلف

اپنے ساتھ لیجایا کرتے تھے۔ بحوالہ زرقانی ذکر اصحاب صفہ مسجد نبی سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۵۱

یہودان مدینہ

مورخین عرب کا بیان ہے کہ مدینہ کے یہودی نسلاً یہود تھے اور اس تقریب سے عرب میں آئے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام نے انکو قوم عمالقہ سے جنگ کو عالم کیلئے بھیجا تھا لیکن تاریخی قرائن سے اسکی تصدیق نہین ہوتی یہود گو تمام دنیا مین پھیلے لیکن انھون نے کہین اپنے نام نہین بدلے۔ آج بھی جہان ہین اسرائیلی ہی نام رکھتے ہین بخلاف اسکے عرب کے یہودون کے نام نضیر قینقاع مرحب حارث وغیرہ ہوتے تھے جو خالص عربی نام ہین یہود عموماً بزدل اور دنی الطبع ہوتے ہین۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ ع نے ان سے لڑنیکو کہا تو بولے۔

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ | تم اپنے خدا کے ساتھ جاؤ اور لڑو ہم یہین بیٹھے رہین گے۔

بخلاف انکے عرب کے یہودی نہایت دلیر شجاع اور بہادر تھے۔ ان قرائن عقلی کے علاوہ ایک بڑے مورخ (یعقوبی) نے صاف تصریح کی ہے کہ قریظہ اور نضیر عرب تھے جو یہودی بن گئے تھے۔

ثم کانت وقعۃ بنی نضیر وھم محد من جذام الا انھم تھودوا وکذلک قریظۃ | پھر بنی نضیر کا واقعہ ہوا یہ قبیلہ جذام کا ایک خاندان تھا لیکن یہودی ہوگیا تھا۔ اسی طرح قریظہ بھی۔

مورخ مسعودی نے بھی کتاب الاشراف والتنبیہ مین ایک روایت لکھی ہے کہ یہ جذام کے قبیلہ سے تھے کسی زمانہ مین عمالقہ سے اور انکی بت پرستی سے بیزار ہوکر حضرت موسیٰ پر ایمان لائے اور شام سے نقل مکان کر کے حجاز مین چلے آئے

مسٹر مارگیولوس نے یہود کے متعلق تفصیل سے محققانہ بحث کی ہے۔ انکا میلان رائے یہ ہے اور غالباً صحیح ہے کہ یہودان مدینہ و بیرونجات کی بڑی آبادی مین ایک دو خاندان اصلی یہود بھی تھے۔ عرب جو یہود ہونے گئے وہ بھی انھین مین شامل ہوتے گئے۔

خاص مدینہ اور اوسکے اطراف مین یہود کے تین قبیلے تھے۔ بنو قینقاع۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ ان لوگون نے مضبوط برج اور قلعہ بنا رکھے تھے۔ انصار کے جو دو قبیلے تھے اوس اور خزرج۔ انین باہم جو آخری معرکہ ہوا تھا (جنگ بعاث) اوس نے انصار کا زور بالکل توڑ دیا تھا۔ یہود اس مقصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے کہ انصار باہم کبھی متحد نہونے پائین۔ ان اسباب کی بنا پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو پہلا کام یہ تھا کہ یہود اور مسلمانون کے تعلقات واضح اور منضبط ہو جائین۔ آپ نے انصار اور یہود کو بلاکر حسب ذیل شرائط پر ایک معاہدہ لکھوایا جسکو دونون فریق نے منظور کیا یہ معاہدہ ابن ہشام مین پورا لکھا ہے اوس کا خلاصہ یہ ہے۔

مسلمانان اور یہودان مدینہ مین باہمانہ معاہدہ

(۱) خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے اب بھی قایم رہے گا۔

(۲) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور اون کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہین کیا جاے گا۔

(۳) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھین گے۔

(۴) یہود یا مسلمانون کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے فریق کی مدد کریگا۔

(۵) کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

(۶) مدینہ پر کوئی حملہ ہو گا تو دونون فریق شریک یکدیگر ہون گے۔

(۷) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کریگا تو دوسرا بھی شریک صلح ہو گا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ رہے گی۔

یہودیون کا اس معاہدہ پر بطور ظاہر اقرار دستخط ہو گیا۔ لیکن اونکے اس اقرار و اعتراف کو اون کے قلب و باطن سے کوئی تعلق نہین تھا جیسا کہ بہت جلد ثابت ہوتا ہے۔

اسلام سے یہود کا تنفر

حقیقت حال یہ ہے کہ جب سے خدا کے نبیؐ برحق حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام نے اپنے وعظ مین یہود کو یہ بشارت پہونچائی تھی کہ خدا موسیٰؑ کے بھائیون مین سے موسیٰؑ جیسا نبی پیدا کریگا اوسوقت سے یہودیہ امید کیے ہوئے تھے۔ اور اسی امید پر مدینہ مین ٹھیرے ہوئے تھے کہ بنی اسماعیل مین پیدا ہونے والا نبیؐ یہود کے ادبار قومی کو دور کرنیوالا۔ انکی گذشتہ شان و شوکت۔ حکومت و سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہو گا۔ اور جب سے یہود کو شام سے نکال کر ذلت و غلامی کے گڑھون مین ڈالدیا گیا تھا۔ اسی وقت سے نبیؐ موعود کے ظہور پر اونکی آنکھین اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھین۔ اب اسمٰعیلی نبی کا مدینہ مین تشریف لانا سنکر یہودی بہت خوش ہوئے تھے۔ یہ حالت کسی نہ کسی طرح جنگ بدر تک قائم رہی لیکن جب انھون نے دیکھا کہ یہ تو مسیح کو راستباز ٹھیراتا اونکی تعلیم کو سچی بتلاتا مسیح پر ایمان لانے کو اسلام کا ضروری اور جزو لاینفک قرار دیتا اور اونکی بزرگی کرکے یہودیون کو الضاف سے ملزم ٹھیراتا ہے تو اوسوقت سے سب یہودی نبی صلعم کے دشمن ہو گئے۔

مسلمانون سے عیسائیون کی تنفر

عیسائی بھی خال خال مدینہ اور اوسکے مضافات مین آباد تھے۔ مجموعی حیثیت سے عیسائی نہ شمار مین یہودیون کے برابر تھے اور نہ مال و اقتدار مین اونکے مقابل تھے لیکن تاہم ملک کی آبادی انکی تعداد افراد سے خالی بھی نہین تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ظہور فرمانے اور مدینہ مین تشریف لانے سے یہ بھی پہلے بہت خوش اور مطمئن ہوئے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام اپنے سب سے آخری وعظ مین ایک بشارت دینے والے کے آنیکی خبر دے گئے تھے جو دنیا کے ساتھ ہمیشہ رہے گا اوسکی رسالت آخر اور ہمیشہ دنیا مین قایم رہیگی اور جو دنیا کو سب چیزین سکھلائیگا اور تمام عیسائیون کو اوسی کے حکم پر چلنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اسلئے عیسائی بھی اس نبیؐ کا انتظار کر رہے تھے جو یہود سے اون کے ظلمون کا بدلہ لینے والا عیسائیون کو جلال بخشنے والا مسیح کی صداقت ظاہر کرنے والا ہو گا۔ لیکن جب انھون نے دیکھا کہ نبی صلعم نے عیسائیون کے خود ساختہ مسائل ابنیت تثلیث کفارہ رہبانیت اور یورپ کے الٰہی اقتدارات[1] کا رد کیا تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دشمن ہو گئے رحمۃ العلمین ص ۹۵

[1] ڈاکٹر ڈریپر DR DRAPPER نے اپنی کتاب موسومہ مذہب و رسائنس مین جسکا ترجمہ مولوی ظفر علی خان۔ بی۔ اے۔ نے کیا ہے لکھا ہے۔

شبلی صاحب نے جو معاہدہ کی عبارت ابن ہشام کی اصلی عبارت سے خلاصہ کرکے لکھی ہے وہ بالکل مہمل ہوگئی ہے اسلئے اوسکا انکشاف ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ اس بنا پر ہم ابن ہشام کی اصلی عبارت سے ذیل میں اس معاہدہ کے تمام شرائط کو حسب ذیل قلمبند کرتے ہیں۔

(۱) هذا الكتاب من محمد النبی صلعم بین المومنین والمسلمین من قریش و یثرب من تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم	یہ تحریر ہے محمد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانب سے مسلمانون کے درمیان جو قریش یا یثرب کے باشندے ہین اور اون لوگون کے ساتھ جو مسلمانون کے ساتھ متحد اور کاروبار مین اونکے شامل ہین۔
(۲) انهم امة واحدة	(۲) یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائینگے۔
(۳) ان یهود بنی عوف امة مع المومنین۔	(۳) بنی عوف کے یہودی مسلمانون کے ساتھ ایک قوم شمار ہونگے
(۴) وان بینهم النصر علی من حارب اهل هذه الصحیفة	(۴) جو کوئی ان معاہد قومون کے ساتھ جنگ کریگا مسلمان معاہدہ والون کی نصرت کرینگے۔
(۵) وان بینهم النصح والنصیحة والبر دون الاثم	(۵) مسلمانون کے تعلقات معاہد قومون کے ساتھ خیرخواہی خیراندیشی اور فائدہ رسانی کے ہونگے۔ ضرر اور گناہ کے نہ ہونگے
(۶) وان الیهود ینفقون مع المومنین ماداموا محاربین۔	(۶) یہودی مسلمانون کے ساتھ ایام جنگ مین مصارف جنگ دینگے
(۷) وان بطانة یهود کانفسهم۔	(۷) یہودیون کے حقوق جانبدارانہ قومون کے حقوق کے برابر ہوجائینگے
(۸) وانه لا یاثم امرء بحلیفه۔	(۸) کوئی شخص اپنے معاہد قوم کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہین کریگا۔
(۹) وان النصر للمظلوم	(۹) مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔
(۱۰) وان یثرب حرام جوفها لاهل هذه الصحیفة	(۱۰) مدینہ کا اندر کشت و خون کرنا اس معاہدہ کی رو سے سب لوگون پر حرام ہوگا
(۱۱) وان الجار کالنفس غیر مضار ولا اثم۔	(۱۱) ہمسایہ قومین بھی معاہد قومون کی ایسی سمجھی جائینگی تاوقتیکہ وہ ضرر رسان اور عامل گناہ نہ ثابت ہون۔
(۱۲) وانه ما کان بین اهل هذه الصحیفة من حدث او اشتجار یخاف فساده فان مرده الی الله عزوجل والی محمد النبی صلی الله علیه وآله وسلم ـ ابن ہشام جلد اول مطبوعہ بولاق مصر صفحہ ۱۷۸	(۱۲) معاہدہ والی قومون کے اندر اگر کوئی ایسی بات یا جھگڑا پیدا ہوجائیگا جس مین آیندہ فساد کا خوف ہوگا۔ تو اس امر کا فیصلہ خدائے بزرگ و برتر اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کیا جائیگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کہ عیسائی مذہب ابتدا مین سالہا سال تک تین اصول کی تعلیم کرتا رہا۔ حق اللہ یعنی انسان کو چاہیئے کہ خدای بزرگ و برتر کی تعظیم کرے۔ حق الذات یعنی انسان کو چاہیئے کہ ذاتی طور پر نیک رہے حق العباد یعنی لازم ہے کہ انسان اپنے ابنائے جنس کے ساتھ بھلائی کرے۔ اسکے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ اون ترمیمات کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے جو عیسائی مذہب مین آگے چلکر رومی آمیزش سے پیدا ہوئین اور آجتک قایم مین اول ترلیتن کی تحریر مرقومہ سنہ دیکھنا چاہیئے جو اوس نے قیصر سیوویرس کے زمانہ مین جبکہ عیسائیون پر طرح طرح

راس المنافقین عبداللہ ابن ابی سلول

مدینہ کے حالات کا اندازہ کرنے کے لئے ناظرین کو راس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کے حالات پر بھی مجمل طور پر نظر ڈال لینی ضرور ہے۔ یہودان مدینہ کے سوا مدینہ مین ایک ممتاز اور بااثر شخص یہ بھی تھا اوس و خزرج کے قبیلون پر اس کا پورا رعب تھا اور اسکو پوری توقع تھی کہ ان طاقتور قبیلون کے مدد سے مدینہ کی سب سے اعلیٰ طاقت مین ہی بن جاؤنگا جب اوس نے دیکھا کہ اوس و خزرج مسلمان ہو رہے ہین تو خود بھی (بعد از جنگ بدر) بظاہر مسلمانون سے مل گیا لیکن جب اوس نے دیکھا کہ یہودی نبی صلعم کے خلاف ہو گئے ہین تو اوس نے چاہا کہ یہودیون پر بھی اس کا اثر قائم رہے اور مسلمان ہو جانیوالے قبائل بھی بدستور سابق اسکے زیر اثر رہین۔ اس لیے اوس نے یہ رویہ اختیار کیا کہ مسلمانون مین بیٹھکر اونسے اپنی رفاقت کا اقرار کرتا اور دیگر اقوام کے سامنے اونکے ساتھ اپنے اتحاد و رفاقت و صداقت کا دعویٰ کیا کرتا تھا اور چونکہ فی الحقیقت اسلام کو وہ اپنی آرزوؤن کا پامال کنندہ سمجھتا تھا اس لئے جب موقع ملتا تو مسلمانون کی ضرر رسانی سے دریغ نہ کرتا۔ اسلام مین اوسکے گروہ کا نام منافقین تھا اور وہ راس المنافقین کے نام سے مشہور تھا۔

مدینہ کی یہ حالت تھی۔ اور اوس سے ظاہر ہے کہ اسلام کی دعوت اور منادی کے لئے اس جگہ بھی بہت سی دشواریون کا سامنا تھا ایک منصف اور غور پسند طبیعت فیصلہ کر سکتی ہے کہ ان سب مواقع پر غالب آ جانا اسلام کی صداقت کی عمدہ دلیل ہے۔ اشاعت اسلام مین جو کامیابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ مین بمقابلہ مکہ معظمہ ہوئی اوسکا ذکر قرآن نے پہلی ہی سے بطور پیشین گوئی فرما دیا تھا وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ پچھلا تیرے پہلے سے بہتر ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ظلم ہو رہے تھے۔ بمقام رومافلمین کی تھی۔ اس تحریر مین تثلیث کا ذکر نہین ہے (گویا مسئلہ تثلیث تین سو صدی عیسوی تک عیسائیون کے عقاید مین داخل نہین تھا۔ یہ تیسری صدی کی عموماً اور کونسل نیس کی خصوصاً مصنوعات ثابت ہوتا ہے) اور کفارہ کا تو دیا پایا جاتا ہے (عیسائیون کے عقائد مین مسئلہ کفارہ کی حقیقت یہ ہے کہ اونکے عقائد مین حضرت عیسیٰ کی شہادت اونکی امت کی تمام اعمال کا کفارہ ہو گئی۔ اور اب امت سے کسی پرسش اعمال کی ضرورت باقی نہین) کیونکہ اوسکے الفاظ یہ ہین۔ خدا نے انسان کا اعمال حسنہ وسیئہ کے لحاظ سے جزا و سزا مقرر کی ہے جو نیک ہون گے اونھین لذت جاودانی عطا فرمائے گا اور جو بد ہونگے اونھین ابدی شعلون مین جھونک دیگا۔ ڈاکٹر مذکور نے پھر لکھا ہے۔ قیصر قسطنطین کے عہد مین عیسائیت مین بت پرستی شامل ہو گئی اور پادریون کی پہلی کونسل اوسی کی صدارت مین ۳۲۵ء مین قایم ہوئی پھر کاونسلون کے انعقاد کی رسم پڑ گئی۔ ہر ایک کونسل مذہب اور اعتقاد مین نئی نئی ترمیمات و اصلاحات عمل مین لانی لگی۔ اس لیے ہم نے جو متن مین لفظ عیسائیون کے خود ساختہ مسائل درج کیا ہو وہ بالکل صحیح ہے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی صلعم نے جن مسائل مین اصلاح فرمائی تھی آہستہ آہستہ جزاً جزاً مختلف طور پر عیسائیون کے مختلف فرقون نے بھی اون اصلاحات کو قبول کر لیا ہے اور اپنے مذہب کا جزو بنا لیا ہے اگرچہ وہ اب تک اپنے اس محسن رسول اللہ صلعم کے شکر گذار نہین ہین مثلاً عیسائیون کا فرقہ یونٹیرین وہ مسیح کو ابن اللہ نہین تسلیم کرتا۔ پراٹسٹنٹ۔ فرقہ اسلام کے بعد عیسائیون مین پیدا ہوا جو رہبانیت اور پوپ کے الٰہی اقتدار کا سخت منکر ہے

رحمۃ العلمین ص ۹۵ و ۹۶

سنہ ۱ ہجری کے متفرق واقعات	ہجرت کا پہلا سال تمام ہوگیا۔ اس سال کے تمام مشہور اور قابل الذکر واقعات پوری تفصیل سے اوپر بیان ہو چکے۔ متفرق واقعات جو اپنی خاص اہمیت اور نیز تاریخی حیثیت سے ذکر کے قابل ہیں رہ یہ ہیں۔

دو رئیسان انصار کلثوم بن ہدم اور اسعد بن زرارہ کی وفات۔	اس سال انصار میں سے دو نہایت معزز شخصوں نے جو مقربین خاص میں سے تھے وفات پائی کلثوم بن الہدم اور اسعد بن زرارہ۔ کلثوم ۔ وہ شخص ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب یہاں تشریف لائے تو انہیں کے مکان میں ٹھہرے اکثر بڑے بڑے صحابہ بھی انھی کے گھر اترے تھے۔

اسعد بن زرارہ اون چھ شخصوں میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مکہ میں جاکر آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی اور ابن سعد کی روایت کے مطابق اون چھ شخصوں میں سے جس نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا یہی اسعد تھے۔ یہ فخر بھی انھیں کو حاصل ہے کہ مکہ سے مدینہ میں آکر سب سے پہلے انھیں نے جمعہ کی نماز قایم کی۔ چونکہ یہ قبیلہ بنی نجار کے نقیب تھے اسلئے انکی وفات کے بعد اس قبیلہ نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ اونکی جگہ کوئی شخص اس منصب پر بحال کیا جاوے چونکہ یہ احتمال تھا کہ کوئی شخص مقرر ہوگا تو اوروں کو رشک ہوگا۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ میں خود تمہارا نقیب ہوں۔ چونکہ آپ کا نانہال اسی قبیلہ میں تھا اسلئے اور قبایل کو رشک اور منافست کا موقع نہیں تھا۔

اسعد کی وفات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ منافقین اور یہود نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد صلعم اگر پیغمبر ہوتے تو اونکو یہ صدمہ نہ پہونچتا۔ آپ نے سُنا تو فرمایا لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي وَلَا لِصَاحِبِي مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا میں اپنے ساتھیوں کے لئے خدا کے ہاں کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ طبری ۱۲۶۱

یہ عجیب اتفاق ہے کہ عین اسی زمانہ میں دو بڑے رئیسان کفر نے بھی وفات پائی۔ خالد بن ولید کے باپ ولید بن المغیرہ نے اور عمر عاص کے باپ عاص بن وائل السہمی نے۔

اسی زمانہ میں عبداللہ ابن زبیر بھی پیدا ہوئے۔ اور تاریخ طبری کے مطابق مختار بن ابو عبیدہ ثقفی اور زیاد بن سمیہ (جسکو آگے چلکر امیر معاویہ نے سیاسی ضرورت سے زیاد بن ابوسفیان بنالیا) بھی پیدا ہوئے۔

اب تک نمازوں میں صرف دو دو رکعتیں تھیں۔ اب ظہر عصر اور عشا میں چار چار ہوگئیں لیکن سفر کے لئے اب بھی وہی رہیں

سنہ ۲ ہجری

تحویل قبلہ شعبان سنہ ۲ھ	ہجرت کا دوسرا سال شروع ہوا۔ اس سال تاریخ اسلامی میں دو عظیم الشان واقعات ظہور پذیر ہوئے ایک سمت قبلہ تبدیل ہوا دوسرے یہ کہ مخالفین اسلام نے اسلام کے استیصال اور مسلمانوں کے

قتل عام کرنے کیلئے علانیہ تلواریں نکال لیں اور مسلمانوں کو اونکی مدافعت اور اپنی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت خود اختیاری میں اونکی خونخواریوں کا جواب دینا پڑا۔

تعریف قبلہ اور اسکی تعیین و تبدیل کے متعلق مولوی شبلی صاحب نے نہایت قابلانہ اور محققانہ تفصیل و تصریح قلمبند فرمائی ہے ہم اوسی کی مفصلہ ذیل نقل کو اپنے مدعائے بیان کے لئے کافی سمجھتے ہین۔

ہر گروہ اور ہر مذہب کے لئے ایک امتیازی شعار ہوتا ہے جسکے بغیر اُس قوم کی مستقل ہستی نہین قایم رہسکتی اسلام نے یہ شعار قبلہ نماز قرار دیا جو اصل مقصد کے علاوہ اور بہت سے حکم و اسرار کا جامع ہے۔ اسلام کا خاص نمایان وصف مساوات عام جمہوریت اور توحید عمل ہے یعنی تمام مسلمان یکسان اور متحد الجہتہ نظر آئین۔ مذہب اسلام کا رکن اعظم نماز ہے۔ جس نے ہر روز پانچ وقت کام پڑتا ہے۔ نماز کی اصلی صورت یہ ہے کہ جمعیت اور افراد کثیر کے ساتھ ادا کی جائے لیکن اسطرح کہ ہزارون اور لاکھون اشخاص کی متفرد ہستیان مٹ کر ایک ہستی بن جائے اسی بنا پر نماز جماعت مین ایک امام ہوتا ہے کہ مقتدیون کی ایک ایک حرکت اوسکے اشارون سے وابستہ ہوتی ہے اس لئے ضرور ہے کہ سب کا مرجع عمل بھی ایک نظر آئے یہی اصل ہے جسکی بنا پر نماز کے لئے ایک خاص قبلہ قرار پایا اور اس شعار کا دائرہ اسقدر وسیع کیا گیا کہ اس قبلہ کیطرف رُخ کرنا ہی کفر کے دائرے سے نکل آتا ہے۔

اب صرف یہ بحث باقی رہی کہ قبلہ کس سمت قرار دیا جاوے۔ یہودی اور عیسائی بیت المقدس کو قبلہ سمجھتے تھے کیونکہ اونکی قومی اور مذہبی ہستی بیت المقدس سے وابستہ تھی لیکن ابراہیم بت شکن کے جانشین کے لئے صرف کعبہ قبلہ ہوسکتا تھا جو اوس موحد اعظم کی یادگار اور توحید خالص کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک مکہ مین تھے۔ دو ضرورتین ایک ساتھ درپیش تھین۔ ملت ابراہیمیؑ کی تاسیس و تجدید کے لحاظ سے کعبہ کیطرف رُخ کرنے کی ضرورت تھی لیکن مشکل یہ تھی کہ قبلہ کی جو اصلی غرض تھی یعنی امتیاز و اختصاص وہ نہین حاصل ہوتی تھی۔ کیونکہ مشرکین اور اغیار بھی کعبہ ہی کو اپنا قبلہ سمجھتے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم مقام ابراہیم پر نماز پڑہتے تھے جس کا رُخ بیت المقدس کی طرف تھا۔ اسطرح دونون قبلے سامنے آجاتے تھے مدینہ مین دو گروہ آباد تھے مشرکین جن کا قبلہ کعبہ تھا اور اہل کتاب جو بیت المقدس کیطرف نماز ادا کرتے تھے شرک کے مقابلہ مین یہودیت اور نصرانیت دونون کو ترجیح تھی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک مدت یعنی تقریباً سولہ مہینون تک بیت المقدس کیطرف نماز ادا کی لیکن جب مدینہ مین اسلام زیادہ پھیل گیا تو اب کوئی ضرورت نہ تھی کہ اصل قبلہ کو چھوڑ کر دوسری طرف رُخ کیا جاتا۔ اس بنا پر یہ آیت اوتری اور دفعتاً قبلہ بدل گیا۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔	تم اپنا مونہہ مسجد الحرام کی طرف پھیر دو اور جہان کہین رہو اوسی طرف پھیر دو۔

تحویل قبلہ نے یہودیون کو سخت برہم کردیا اونکو مشرکین کے مقابلہ مین مذہبی تفوق کا دعویٰ تھا۔ اور اسلام سے پہلے مشرکین بھی اونکے مذہبی امتیاز کے معترف تھے یہان تک کہ (جیسا کہ ابو داؤد مین روایت ہے) جنلوگون کی اولاد زندہ نہین

رہی تھی۔ وہ یقین مانتے تھے کہ یہ زندہ رہیگا تو ہم اوسکو یہودی بنا لینگے۔ اسلام نے اونکے مذہبی اعزاز کو صدمہ پہونچایا تاہم چونکہ اب تک اسلام کا قبلہ بیت المقدس ہی تھا اس لئے وہ فخر کرتے تھے کہ اسلام بھی انھیں کے قبلہ کیطرف رُخ کرتا ہے۔ جب اسلام نے قبلہ بھی بدل دیا تو اونکی ناراضی اور برہمی کا پیالہ لبریز ہو گیا اونھوں نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہر بات میں ہماری مخالفت کرنا چاہتے ہیں اسی لئے قبلہ بھی مخالفت کے ارادے سے بدل دیا ہے دوسرے اور ضعیف الایمان مسلمانوں کو بھی یہ بات کھٹکتی تھی کہ قبلہ بدلنے کی چیز نہیں اور اس سے بے استقلالی اور تزلزل اعتقاد کا اظہار ہوتا ہے۔ اس بنا پر قبلہ کی اصلیت اور ضرورت اور تحویل قبلہ کے متعلق چند آیتیں اوتریں جن سے یہ مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ۔

سفہا یہ اعتراض کرینگے کہ مسلمانوں کا جو قبلہ تھا اوس سے اونکو کس نے پھیر دیا کہہ دو کہ مشرق و مغرب سب خدا ہی کا ہے تیرا جو پہلے قبلہ تھا (کعبہ) اوسکو جو ہم نے پھر قبلہ کر دیا تو اوسکی یہ وجہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبر کا پیرو کون ہے۔ اور پیچھے پھر جانیوالا کون ہے اور بے شبہ یہ قبلہ نہایت گران اور ناگوار ہے بجز اون لوگوں کے جن کو خدا نے ہدایت کی ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ

پورب پچھم رُخ کرنا ثواب کی بات نہیں ثواب تو یہ ہے کہ آدمی خدا پر قیامت پر ملائکہ پر خدا کی کتابوں پر پیغمبروں پر ایمان لائے اور خدا کی محبت میں عزیزوں کو یتیموں کو مسکینوں کو مسافروں کو سائلوں کو اور اپنے غلاموں کو اپنی دولت دے ڈالے۔

ان آیتوں میں پہلے خدا نے یہ بتلایا کہ قبلہ خود کوئی مقصد بالذات چیز نہیں۔ خدا کی عبادت کے لئے پورب پچھم سب برابر ہیں خدا ہر جگہ ہے۔ ہر سمت ہے ہر طرف ہے پھر قبلہ کی تعیین کی ضرورت بتلائی کہ وہ اختصاصی شعار ہے اور اصلی اور نمائشی مسلمانوں کو الگ کر دیتا ہے۔ بہت سے یہودی بھی جو منافقانہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں بھی شرکت کرتے تھے یہ اسلام کے مار آستین تھے۔ لیکن جب قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ سے بدل گیا تو نفاق کا راز فاش ہو گیا۔ کوئی یہودی کسی طرح یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ جو چیز اسکی قومیت۔ مذہب بلکہ اسکی ہستی کی بنیاد ہے (یعنی بیت المقدس) اس سے اس کا رشتہ ٹوٹ جائے پھر خدا نے اس نکتہ کو زیادہ واضح کر دیا کہ کسی خاص قبلہ کی طرف رخ کرنا اصلی ثواب نہیں۔ بلکہ ثواب درحقیقت ایمان اور اعمال صالحہ کا نام ہے سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۲۱۹-۲۲۱ شبلی صاحب نے قبلہ کی فلسفی تو تفصیل سے لکھدی لیکن اسکی تاریخی واقعیت اور کیفیت کا نام تک

نہین لیا - آپ کی مرقومہ بالا عبارت کو پڑھکر ہر شخص قبلہ کی تعریف حقیقت اور ضرورت کو تو ضرور سمجھ جائیگا لیکن اسکے متعلق کہ سنہ ۱ ہجری سترہ مہینون تک قبلہ ایک رُخ رہکر دوسرے رُخ پر کیسے بدلا - کہان بدلا - اور کسوقت و کس حالت مین بدلا یہ کچھ بھی معلوم نہ کر سکے گا - حالانکہ آپ جب تاریخ و سیرت کے موضوع پر اپنی تصنیف مرتب کر رہے تھے تو آپ کا فرض اولین تھا کہ اسکے مقام وقوع وقت وقوع حالت اور صورت وقوع کو بھی اوسی تنظیم و ترتیب واقعات کے سلسلہ سے بیان فرما دیتے جس ترتیب و سلسلہ سے اور واقعات قلمبند فرمائے گئے ہین اور ترتیب سیرت و تاریخ کے اعتبار سے جبتک یہ کمی پوری نہ فرمائی جائیگی - اسلامی قبلہ کی تحویل و تعیین کی نسبت آپ کی موجودہ تحریر ناکافی اور غیر مکمل ٹھیرائی جائے گی -

اب ہم آپ کی نظرانداز شدہ امور متعلق بتحویل قبلہ کی تفصیلی کیفیت ذیل مین لکھدیتے ہین - ابن ہشام اور طبری اسکے سال و ماہ و روز وقوع کی نسبت لکھتے ہین -

صرفت القبلة یوم الثلثاء فی شعبان علی راس ثمانیة عشر شهرا من مقدم رسول الله صلعم المدینة وعن ابن سعد للنصف الشعبان

قبلہ کی تحویل شعبان کے مہینہ مین منگل کے دن - مدینہ مین آنحضرت صلعم کی تشریف آوری کے اٹھارہ مہینے بعد واقع ہوئی اور ابن سعد کے مواق ۱۵ شعبان تھی -

تحویل قبلہ کی صورت - حالت اور کیفیت ہم مواہب لدنیہ - تاریخ مدینہ اور شرح زرقانی سے ذیل مین نقل کرتے ہین تاریخ مدینہ امام نورالدین سمہودی کے فارسی ترجمہ کی اصلی عبارت حسب ذیل ہے -

ارجح آنست کہ تحویل قبلہ در مسجد قبلتین بودہ منقول است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ زیارت کردم ام بشر را در بنی سلیم پس او برای ما و برای ایشان کہ ہمراہ بودند طعام درست دادہ - و وقت ظہر در آمد - آنحضرت صلعم با اصحاب خود در موضع مسجد قبلتین نماز ظہر میگزارد و چون دو رکعت نماز کرد مامور شد کہ رو بکعبہ کند - پس آنحضرت صلعم روئے مبارک خود سوئے کعبہ گردانیدہ ہمین قبلہ است کہ خدا تعالیٰ میفرماید فلنولینك قبلة ترضٰها

قول مرجح یہی ہے کہ تحویل قبلہ کا واقعہ مسجد قبلتین مین واقع ہوا منقول ہے کہ جناب رسولخدا صلعم محلہ بنی سلیم مین اُم بشر کے گھر ضیافت مین مع صحابہؓ کے تشریف رکھتے تھے - وہین آپ کو ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا - آپ نے صحابہ کے ساتھ اوس مقام پر جہان مسجد قبلتین اب تک موجود ہے نماز پڑھنی شروع کی دو رکعت نماز پڑھ چکے تھے کہ حالت نماز ہی مین تبدیل قبلہ کا حکم نازل ہوگیا اور اسی وقت آپ نے اپنا روئے مبارک کعبہ کی طرف پھیر دیا - جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ یقین تجھکو اوس قبلہ کی طرف پھیر دینگے جس سے تو راضی تھا -

ترجمہ تاریخ مدینہ امام سمہودی فارسی (قلمی) زرقانی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۳۸۵ - محدث شیرازی نے بھی روضۃ الاحباب مین باختلاف الفاظ یہی صورت واقعہ بتلائی ہے - روضۃ الاحباب جلد اول مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۱۱

اسی موقع مبارک پر مسجد قبلتین کی عمارت آجتک اپنی تقدیس تخصیص کو بتلا رہی ہے - تحویل واقعہ کی اصلی

واقعیت اور حقیقی صورت وکیفیت یہی تھی جو اوپر بیان کی گئی۔

سلسلہ غزوات

سلسلہ غزوات | شبلی صاحب نے اس عنوان سے غزوات کی نقل بتفصیل سے پہلے ایک طویل مضمون لکھا ہے جو اپنے مطالب ومقاصد کے اعتبار سے تفصیل غزوات کی تمہید ہے لیکن بعض مقامات مین ناتمام اور بعض مقامات مین آپ کے بیانات استدلال مبہم رہ گئے ہین۔ اپنے اس نقص کو شبلی صاحب ابتدا ہی سے خود سمجھ گئے ہین چنانچہ اس عنوان کے آغاز ہی سے حاشیہ مین بہ معذرتانہ عبارت قلمبند فرماتے ہین۔

غزوات کا سلسلہ جن اسباب سے واقع ہوا اور جس قسم کے واقعات پیش آئے اونکے لیے ہم نے ایک مستقل عنوان قایم کیا ہے کیونکہ وہ ضمنی طریقہ سے ادا نہین ہوسکتے لیکن یہ عنوان اچھی طرح سے اوسوقت ذہن نشین ہوسکتا ہے کہ ایک دفعہ تمام واقعات سرسری نظر سے گذر جائین۔ اس لیے ہم نے اسکو تمام غزوات کے بعد لکھا ہے ناظرین ابھی سے اسکا خیال رکھین صفحہ ۲۲۲

یہ کوئی ترکیب ہے اور کوئی ترکیب تالیف۔ بیان تو یہان ہے اور مدعا دو کامل جلدون کے پڑھ جانے کی بعد سمجھ مین آئیگا۔ واقعات تو سلسلہ بیان مین ایک مقام پر جمع کردیئے گئے اور لکھ دیے گئے ہین لیکن اونکے اسباب علل اور توجیہات وتوضیحات وقوع کتاب کی دوسری اور تیسری جلدون کے مطالعہ پر موقوف کردی گئی ہین ہین۔ شاید شبلی صاحب نے اپنی تالیفات کے لیے یہ انداز خاص اختیار فرمایا ہو۔ لیکن اسوقت تک سیرت وتاریخ کی جتنی عربی۔ فارسی اور اردو کی کتابین میرے پیش نظر ہین اون مین سے کسی ایک مین بھی یہ ترتیب پائی نہین جاتی عارضی طور پر کسی بیرونی مضامین کی مناسبت وقتی یا ضرورت اتفاقی کے حائل ہوجانے سے اگر کسی کتاب کے سلسلہ عنوان مین کوئی فصل واقع ہوگیا ہو۔ تو یہ اور بات ہے لیکن کسی مصنف نے اپنی تصنیف مین یہ انداز ترتیب نہین قایم رکھا ہے کہ ایک ہی عنوان ومضمون کو ایک مقام پر ناقص ناکامل یا مبہم چھوڑ کر اوسکی تکمیل۔ توجیہہ اور دیگر انکشافات دوسرے یا تیسرے حصہ مین قلمبند کیے گئے ہون۔ یہ تاریخ وسیر کے واقعات نہ ہوئے بوستان خیال کے فسانجات ہوئے کہ پہلی جلد مین ایک قصہ کا آغاز ہے تو دوسری مین تشبیب اور تیسری اور چوتھی جلد مین کہین جاکر نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی اس شان بیان مین بھی امام بخاری صاحب کی تقلید نہین چھوڑی ہے اونکی صحیح بھی تمام تر اسی ترتیب وترکیب غلط سے بھری پڑی ہے۔ ایک باب مین ایک حدیث کچھ حصہ تک بیان کردی گئی ہے پھر دوسرے، تیسرے یا چوتھے باب وفصل مین جاکر اوسکے باقیماندہ حصہ کا اندراج کیا گیا ہے۔

بہرحال اتنا تمہیداً لکھکر ہم شبلی صاحب کی بے ترتیبی وترکیبی کی آیندہ صورت حال پیش کرتے ہین۔ یہ عبارت

معذرت لکھکر آپ اپنے عنوان تمہید کو ان الفاظ میں لکھتے ہین۔

کیا عجیب بات ہے ارباب سیر مغازی کی واستان جسقدر درازنفسی اور بلند آہنگی سے بیان کرتے ہین یوروپ اوسی قدر اوسکو زیادہ شوق سے جی لگا کر سنتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ داستان اور پھیلتی جائے۔ کیونکہ اوسکو اسلام کے جور وستم کا جو مرقع آراستہ کرنا ہے اوسکے نقش ونگار کے لیے۔ لہو کے چند قطرے نہین بلکہ چشمہائے خون درکار ہین۔ یوروپ کے تمام مورخین نے سیرت نبویؐ کو اس انداز مین لکھا ہے کہ وہ لڑائی کا ایک مسلسل سلسلہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ زبردستی مسلمان بنائے جائین۔

مولوی شبلی صاحب کے انتشار تحریر اور اضطرار ترتیب مضامین کی اصلی وجہ کھل گئی۔ یہی آپ کا قدیم عارضہ تو ہم یوروپین مصنفین ہی آپکی تخویف و مرعوبیت اور اون کے مطالبات واعتراضات کے جوابات مستدلانہ طریقہ سے پیش کرتے ہین آپ کا عجز وضعف اور آپ کی سپرانداز ی اور سرافگندگی۔ جو ہم تمام ایسے مقامات پر دکھلاتے اور بتلاتے چلے آتے ہین یہان بھی عارض حال ہوگیا۔ آپ کا اضطراب۔ آپ کی پراگندگی اسی سے ظاہر ہے کہ عیسائی مصنفین کے یہ اعتراضات آغاز مدعا سے آپ کے دل مین کھٹک رہے تھے۔ اونکی تردید کچھ تمہید مین ضمناً بیان کی گئی پھر تشفی خود نہ ہوئی تو حاشیہ مین عبارت معذرت لکھکر آیندہ تسکین کا یقین دلایا گیا۔ پھر خدا خدا کر کے جنگ بدر کے صاف صاف اور سیدھے سادے (بقول آپکے) حالات لکھکر مخالفین کو اسلام کی جہاد کی گویا اصلی شان اور حقیقی عملی صورت دکھلائی گئی ہے۔ لیکن افسوس پھر بھی آپ کو اپنے بیان سے اطمینان نہو سکا تو غزوہ بدر پر ایک لمبا تبصرہ لکھا۔ اب خدا جانے اسکے بعد بھی آپ کو اپنے بیان سے پوری تسکین ہوئی یا نہین العلم عند اللہ۔

اتنے اضطراب کا باعث کیا تھا؟ وہی مرعوبیت اور استدلال کا غلط طریقہ۔ جو اس موقع پر بھی حسب العادت اوسی زور وشور سے اوٹھایا گیا ہے جیسے اور مقامات پر اور بزلہ بضعیف می ریزد۔ مرویات سیرت کو تنہا مخالفین کے ان تمام اعتراضات کا باعث ہر ممکن وناممکن طریقہ سے ٹہرایا گیا ہے جنہون نے غزوات اسلامی کو جنگ دفاعی ثابت کرنیکے ساتھ عموماً جنگ بدر کے متعلق خصوصاً یہ لکھدیا ہے کہ اس غزوہ کی غرض خاص قافلہ قریش کا لوٹ لینا تھا جو بماتحتی ابوسفیان اسباب تجارت بیچکر ملک شام سے واپس آرہا تھا۔

اہل سیرت وتاریخ نے متفقاً اگر ایسا کیا تو بڑی غلطی کی لیکن ہم نے آپ کے استدلال کی تفصیل سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس غلطی مین اگر واقعی غلطی ہے تو اکیلے سیرت والے ہی ملزم نہین ہین۔ بلکہ آپ ہی کے اقرار واعتراف کے مطابق امام بخاری بھی اس جرم کے مجرم ثابت ہوتے ہین۔ آپ خود خاتمہ بحث مین۔ ص ۲۶۵۔ پر رقمطراز ہین۔

گو اب یہ امر قطعی طور پر ثابت ہوگیا کہ غزوۂ بدر کا سبب کاروان تجارت پر حملہ کرنا نہ تھا۔ تاہم اس گرہ کا کھولنا ضرور ہے کہ ایسے صاف اور صریح واقعہ کے متعلق تمام ارباب سیر نے متفقاً کیون غلطی کی اور صحیح بخاری وغیرہ مین تصریحات

کیون پائی جاتی ہین کہ بدر کی ابتدا قافلہ ہی پر حملہ کرنے کی غرض سے ہوئی تھی۔

جب خود صحیح بخاری وغیرہ مین بقول آپ کے یہ تصریحات موجود ہین۔ گو اونکی وجوہ آیندہ چلکر آپ جو نہ ثابت کرین لیکن سیرت کے علاوہ۔ حدیثون کی کتابون مین اور علی الخصوص صحاح کی کتابون مین بھی اوسکا وجود قایم ہے تو ایک تحقیق کنندہ ضرور کہدیگا کہ اب اہل سیرت کو اکیلے اس الزام کا ملزم اور اس جرم کا مجرم بنانے کا آپ کو کوئی حق باقی نہین رہا

اب شبلی صاحب کا وہ طومار بیان کہ یورپین مصنفین کے تمام اعتراضات والزامات کے باعث اکیلے اہل سیرت ہین کہان ثابت ہوسکا۔ سیاہ کرنے کو صفحے کے صفحے سیاہ کرڈالے گئے۔ اور آخیر مین ان طومار کی بناپر جو فیصلہ کیا گیا وہ صاف صاف بتلا رہا ہے کہ اصل حقیقت کے سمجھنے مین فریقین (اہل سیرت واحادیث) کو غلط فہمی واقع ہوگئی ہے جسطرح ارباب سیر اصل مقصود تک نہین پہونچے اوسی طرح اہل احادیث بھی اسکی اصلی تفہیم نہ کرسکے۔ اسی کے ساتھ آپ کی عبارت فیصلہ سے یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ اس غلط فہمی کی ابتدا اور اصل ارباب تاریخ وحدیث ہی سے نہین ہوئی ہے۔ بلکہ اسکا آغاز حقیقتاً صحابہ ہی کے خاص زمانہ سے ہوا ہے اور وہی حضرات جو ان واقعات کے اصل راوی ہین وہی اسکے اصل باعث نہ خود سمجھ سکے نہ دوسرون کو سمجھا سکے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ارباب سیر ہون یا اصحاب حدیث وتفسیر سب کے سب علوم صحابہ کے ریزہ چین ہین پھر جب انھین حضرات نے کسی امر کے سمجھنے مین ابتدًا غلطی کی تو اون کے سامعین وناقلین سے اوسکی جوابدہی کیسے لی جاسکتی ہے۔ ہمارے اس بیان پر شبلی صاحب کے مفصلہ ذیل الفاظ فیصلہ خود شاہد ہین۔

اصل یہ ہے کہ اصول جنگ کے موافق اکثر غزوات مین یہ ظاہر نہین کیا جاتا تھا کہ کدہر جانا اور کس غرض سے جانا مقصود ہے صحیح بخاری غزوہ تبوک مین حضرت کعب بن مالک کا جو مشہور صحابی ہین اونکا قول نقل کیا ہے۔

ولم یکن رسول اللہ صلعم یرید غزوۃ الا ورّٰی بغیرھا	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تھے تو کسی اور موقع کا توریہ فرماتے تھے۔

توریہ کے معنی شارحین بخاری نے یہ لکھے ہین کہ آپ ایسے موقع پر مبہم اور محتمل المعنیین الفاظ استعمال فرماتے تھے۔ (گو میرے نزدیک یہ کلمہ اس معنی مین صحیح نہین) تاہم واقعات کے استقصا سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ بعض موقعون پر واقعہ اس طرح مبہم رکھا جاتا تھا کہ لوگ مختلف قیاس پیدا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ بدر مین سعد بن خثیمہ کو پہلے ہی معلوم ہوگیا تھا کہ قافلہ نہین بلکہ فوج کا مقابلہ ہے۔ بخلاف انکے صحیح بخاری مین انھی کعب بن مالک کا قول منقول ہے کہ بدر مین صرف قافلہ سے تعرض کرنا مقصود تھا۔ دیباچہ مین ہم لکھہ آئے ہین کہ راوی جس مین صحابہ بھی داخل ہین بہت سے موقعون پر جو واقعہ بیان کرتا ہے وہ حقیقت مین واقعہ نہین ہوتا۔ بلکہ اوسکا اپنا استنباط ہوتا ہے یعنی اوس نے اسکو ایسا ہی سمجھا ہے۔ بدر مین بھی یہی صورت پیش آئی۔ اور اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہین کہ صحابہ نے

مختلف قیاس کئے۔ اور جو قیاس مذاق عام کے مناسب تھا۔ وہی پھیل گیا۔ سیرۃ النبی نتیجہ غزوہ بدر جلد اول ص ۲۶۶

اتنی سی بات کے لئے ہمارے شبلی صاحب نے اپنی کتاب کے چوالیس (از ۲۲۲ صفحہ تا ۲۶۶) صفحات لکھ ڈالے۔ اگر آغاز ہی میں اسکا اظہار کر دیا ہوتا تو اس طومار بیکار کی ضرورت نہین تھی۔ ہر شخص یہ سمجھکر مطمئن ہو جاتا کہ بعض صحابہ کو جو اسکے اصل راوی ہین۔ اسکے اصلی سبب کے بیان کرنے مین غلط فہمی واقع ہو گئی ہے اور یہ انکے قیاس کی غلطی ہے۔ اور اسی کے ساتھ وہ یہ بھی دیکھکر اطمینان کامل کر لیتا کہ انھین صحابہ کے طبقہ مین ایسے لوگ بھی ہین جو اسکے حقیقی اسباب وعلل کو بخوبی جانتے ہین اور وہی امر بتلاتے ہین جو اس واقعہ مین حقیقتاً تدبیر قدرت اور تجویز رسالت کا عین مقصود تھا۔ چنانچہ آپ (شبلی صاحب) خود لکھتے ہین۔

امام احمد بن حنبل نے مسند مین۔ ابن ابی شیبہ نے مصنف مین۔ ابن جریر نے طبری تاریخ مین اور بیہقی نے دلائل مین روایت کی ہے اور اسکو صحیح لکھا ہے۔ اور اسکے راوی معرکہ بدر کے ہیرو اسد اللہ الغالب علیؑ بن ابیطالب ہین۔

عن علیؑ قال لما قدمنا المدینۃ اصبنا ثمارھا فاجتویناوا صابنا بھاوعک وکان النبی صلعم یتخبر عن بدر فلما بلغنا ان المشرکین قد اقبلوا اسار رسول اللہ صلعم الی بدر و بدر بئر فسبقنا المشرکین الیھا	حضرت علی فرماتے ہین کہ جب ہم لوگ مدینہ مین آئے تو وہان کے پھل کھانے کو ملے۔ جو ہمارے موافق مزاج نہ تھے۔ اس لئے ہم لوگ بیمار پڑ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کو پوچھا کرتے تھے جب ہمکو خبر ملی کہ مشرکین آرہے ہین تو رسول صلعم بدر کو چلے۔ بدر ایک کنوئین کا نام ہے جہان ہم مشرکین سے پہلے پہونچ گئے۔

اس مین صاف تصریح ہے کہ مشرکین مکہ کے حملہ کی خبر سنکر آپ نکلے تھے اور بدر پر آکر قیام فرمایا تھا اس پوری حدیث مین ابوسفیان کے قافلہ تجارت کا ذکر تک نہین ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۵۰

اس بنا پر جو امور آپ نے نتیجہ مین دکھلائے ہین وہ اگر آپنے اس بحث کے مقدمہ مین دکھلا دیے ہوتے تو اتنی طوالت کی کوئی ضرورت ہی نہین تھی یہ آپ کی سعی بیکار ثابت ہوئی۔ اور اگر کچھ مفید کار ثابت بھی ہوئی تو صرف اہل اسلام کے لئے جو حضرات ناقلین یعنی صحابہ اولین کے غلط استنباط اور پھر انھین حضرات مین بعض بزرگواروں کے صحیح انکشافات سے صحیح واقعات پڑھکر اس امر کی حقیقت سے پورے مطمئن ہو گئے لیکن مخالفین ومعترضین اسلام کی تسکین وتشفی تو اس جواب استدلالی سے مطلق نہین ہوئی کیونکہ وہ آپ کی رواۃ اولین یا آخرین کے غلط استنباط اور غیر صحیح قیاسات کی جوابدہ نہین۔ وہ تو آپ ہی کی کتاب اور آپ ہی کی مرویات سے اپنا استدلال پیش کرتے ہین وہ نہین جانتے کہ آپ کی کون کتاب صحیح ہے اور کون غلط؟ وہ یہ بھی نہین جانتے کہ آپ کا کون راوی صحیح قیاس واستنباط کرتا ہے اور کون غلط؟ ہم برابر دکھلاتے اور بتلاتے آتے ہین کہ مخالفین اسلام کے مقابلہ مین شبلی صاحب کا یہ طریقہ استدلال کہ ہماری

روایت صحیح ہے اور وہ غلط ۔ یہ کتاب مستند ہے ۔ وہ غیر مستند ۔ ہمارا یہ راوی صحیح قیاس استنباط کرتا ہے اور وہ غلط قیاس و استنباط کرتا ہے ۔ مخالف کے لئے کبھی حجت نہین ہوسکتا ۔ بلکہ بجاے اسکے اونکو اونھین کے احکام و عمل کی مثالین بطور زیر بحث کے متعلق اونھین کی کتابون سے دکھلانی چاہئین اور اونھین کے اقوال و احکام سے اونکو معقول کرنا چاہئے افسوس ہے کہ اگر اس بحث کو ہم یہین سے ابھی شروع کردینگے تو ہمارے سلسلہ بیان مین ذکر قبل از وقت کا نقص پیدا ہو جائیگا اور پھر میرے تمہیدی مضامین بھی شبلی صاحب کی طویل تمہید کے مرادف بن جاوینگے ۔ اسلئے ہم فی الحین کے جواب مین انبیاے سابقین کے احکام و عمل فی الجہاد کی چند مثالین ذیل مین لکھے دیتے ہین اسلئے کہ معترضین کا سارا اعتراض ان امور کی نسبت جیسا کہ آپ لکھتے ہین یہ ہے کہ اشاعت اسلام کو بزور شمشیر ظالمانہ اور جابرانہ طریقہ سے دکھلاتے ہین ۔ تو اصل مقصود معترضین کا ہمارے احکام اور عمل فی الجہاد کی شدت اور سختی کا اظہار ہے ہماری مفصلہ ذیل مثالین قرآن اور حامل قرآن علیہ السلام کے احکام و عمل فی الجہاد اور ان امور مین حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و آلہ و علیہما السلام کے احکام و عمل فی الجہاد کے باہمی فرق ما بہ الامتیاز کو بخوبی بتلادینگی اور وہ یہ ہین ۔

یہود و نصاریٰ کے حکم و عمل فی الجہاد کی مثالین

توریت کی کتاب الاعداد باب ۳۱ ۔ آیت ۱ ۔ ۴۵ مین مرقوم ہے ۔

> موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتون اور بچون کو اسیر کیا ۔ اونکی مویشی بھیڑ بکری اور مال و اسباب کو لوٹ لیا اونکے پانچ بادشاہون کو قتل کر ڈالا ۔ اور اونکے سارے شہرون کو جنمین وہ رہتے تھے اور اونکے سب قلعون کو جلا کر پھونک دیا ۔
>
> پھر موسیٰ بنی اسرائیل پر خفا ہوا اور اون سے کہنے لگا کہ کیا اب تک تم نے سب عورتون (اسیر شدہ کو) جیتا رکھا ہے ۔ تم اونکے بچون کو جتنے بھی ہون ایک ایک کرکے قتل کر ڈالو اور ہر ایک ایسی عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہو چکی ہو اوسکو جان سے مار ڈالو لیکن اون مین وہ لڑکیان جو مرد کی صحبت سے واقف نہین ہوئین ہین اونکو اپنے (مصرف کے) لئے زندہ رکھو ۔

یہ تو توریت کے حکم اور عمل فی الجہاد کی مثال کا صرف ایک نمونہ تھا جو دکھلا دیا گیا ۔ اب حضرت عیسیٰ کا خاص حکم جہاد

انجیل مقدس

انجیل مقدس مین تبلیغ دین کے متعلق خاص اونھین کی زبانی ملاحظہ ہو ۔

انجیل متی ۔ باب ۱۰ ۔ آیت ۳۴ مین مندرج ہے ۔

> اے بنی اسرائیل ۔ یہ مت سمجھو کہ مین زمین پر صلح کرانے آیا ہون ۔ صلح کرانے نہین آیا بلکہ تلوار چلوانے کو آیا ہون ۔

پھر اپنے آخر وعظ مین حواریون سے ارشاد ہوتا ہے ۔ انجیل متی باب ۲۷

کپڑوں اور برتنوں اور نقدی کے بدلے ہتیار خرید کر مسلح ہو جاتے جاؤ۔

ان احکام و عملیات کی موجودگی میں جنکی کثیر التعداد مثالیں ہمارے پیش نظر ہیں اور جنکو ہم اپنے اپنے مقامات مناسب پر لکھیں گے کوئی مخالف اسلام ہو۔ یہودی یا عیسائی۔ ہمارے رسولؐ برحق۔ رحمت مطلق کے احکام و عمل فی الجہاد کی مثالوں پر جو انکے مقابلہ میں اذیت نہیں رحمت۔ انتقام نہیں عین انعام ثابت ہوتے ہیں۔ مونھ نہیں کھول سکتے وہ اپنی انصاف کی زبان سے کہدیں اور بتلادیں کہ یہ طرز عمل جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام نے کفار کے ساتھ جہاد میں اختیار کی اور مغلوبین کے ساتھ انتقام لینے کے لئے جو احکام بنی اسرائیل کو پہونچائے کیا اس امر کی تصدیق نہیں کرتے کہ مذہب موسوی بزور شمشیر پھیلایا گیا ہم بطور احتجاج اونکو بتلائے دیتے ہیں کہ اگر وہ ان مثالوں پر تعصب و نفسانیت سے نہیں عدالت و دیانت سے غور کرینگے تو اونکو حضرت موسیٰ کے اس عمل و حکم و شارت کا اعتراف کرنا پڑیگا اور اسی اقرار و اعتراف کے ساتھ اونکو اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے نرم اور مترحمانہ طریقہ اجتہاد پر جو نہایت صفائی کے ساتھ ہر معرکہ جنگ میں بالکل مدافعانہ ثابت ہوتے چلے آئے ہیں نہ جارحانہ مخاصمانہ کسی قسم کے اعتراض کا کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔

یہ تو حضرت موسیٰؑ کی عمل جہاد کی مثال تھی اسیطرح عیسائی معترضین حضرت عیسیٰؑ کے مرقومہ بالا احکام کو نظر انصاف سے دیکھکر بتلادیں کہ آپ کے اس حکم سے جو تبلیغ دین کے ابتدا ہی میں فرمایا گیا تھا کہ میں تم میں صلح کرانے نہیں آیا بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔ کیا یہ اس حکم سے یقینی طور پر مستفاد نہیں ہوتا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کو ضرورت تبلیغ دین اور تاسیس ملک و قوم کی غرض سے کافروں اور دین الٰہی کے منکروں کے مقابلہ میں جہاد کا موقع ملتا تو وہ کس شدت اور سختی کے ساتھ تلوار چلواتے۔ کیا کوئی شخص بعد اسکے کہ آپ خود فرما چکے ہیں مجھسے صلح کی امید نہ رکھو۔ میں روئے زمین پر صلح کرانے نہیں آیا۔ پھر آپ کی ذات مقدس سے (نعوذ باللہ) بندگان الٰہی کے طبقہ عام میں امن و امان یا صلح و آشتی کی کون توقع کرسکتا تھا؟ بخلاف ان احکام کے سید المرسلین رحمۃ للعٰلمین کی تبلیغ دین کے واقعات کو آغاز سے دیکھو پڑھو اور غور کرو تو ثابت ہوتا ہے کہ جس دین کی تبلیغ کی آپ ابتدا فرماتے ہیں اوس کا نام ہی اسلام ہے جسکے معنی سلامتی عام ہے۔ اور مسلم کی حقیقی تعریف یہی ہے ومن استسلم من یدہ و لسانہ مسلمان دراصل وہی ہو جسکے دست و زبان سے لوگ صحیح و سلامت رہیں۔

ہم بار دیگر احتجاج کے طور پر تمام عیسائی مورخین اور یورپ میں محققین سے استفسار کرتے ہیں کہ۔ کیا وہ اسلام کی کسی معتبر یا غیر معتبر کتاب سے ثابت کرسکتے ہیں کہ فاتحین اسلام نے کسی معرکہ میں اپنے مغلوبین کے اہل و عیال کے ساتھ ایسے ظالمانہ اور جابرانہ برتاؤ کئے ہیں[۵] جیسے بنی اسرائیل نے اہل مدیان کے بال بچوں کے ساتھ اختیار کئے۔ اور

---

[۵] یہود و نصاریٰ ان احکام توریت و انجیل کی شدت و سختی کو جن معنوں میں نہ لیں اور انکی جو تاویلیں نہ قایم کریں۔ اونکے لئے اہل اسلام جوابدہ نہیں ہوسکتے۔ لیکن مسلمانوں کے عقائد میں یہ احکام عین منشا قدرت تھے۔ جو ان کفار ان قوم اور دشمنان الٰہی کی کیفر کرداریوں اور

جب تک وہ ایسی مثالیں کتب اسلام سے زمانہ رسولؐ میں عمل فی الجہاد کی نہیں دکھلاتے اونکو کہنا اور ماننا پڑیگا کہ جہاد میں حضرت موسیٰ کے طرز عمل سے پیغمبر عربؐ کے مسالک ترحم رعایات اور انسانی ہمدردی پر زیادہ او ربدرجہا اولیٰ مبنی تھے ایسی صورت حال میں معترضین کے تمام اعتراضات خود اونھیں کے اسلاف کی حرکات و عملیات پر عاید حال ہوتے ہیں اور اسلام کا دامن ان تمام الزامات سے بالکل پاک و صاف ہے۔

یہان تک تو ہم نے شبلی صاحب کی غیر مفید تمہید کی تعقید لکھی۔ اب ہم اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شبلی صاحب غزوات رسولؐ کے اسباب و علل قایم کرتے ہیں۔ اور اپنے اس مدعا کی تصریح و تنصیل میں اصل مقصد سے اتناد ور جا پڑے ہیں۔ جیسا کہ مرقومہ بالا بحث سے ظاہر ہوا لیکن وقوع غزوات کی جو ضرورتیں اونھون نے مجبوریان قلمبند کیکی ہیں وہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہیں اور وہی اسلامی تاریخ و حدیث کی کتابون میں بھی مرقوم ہیں۔

لیکن تاہم ان توجیہات کی تصریحات مین نقص رہ گیا ہے کہ ان تمام غزوات و سرایات۔ حملات قریش کی تجسس و تلاش اور سرایع رسانیون کے واقعات پر محمول فرمائے گئے ہین حالانکہ علی الاکثر اونمین ایسے غزوات پائے جاتے ہین

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ اور بدکاریون کی صورت سزا مین اونپر نازل ہوئے ۱۵ انصاف کیا گیا مکافات نہین۔ حضرت موسیٰؑ کو جن کفار کے ساتھ اس سختی سے جہاد کا حکم نازل ہوا وہ اپنی شامت اعمالیون سے ایسے ہی بدکار ہوگئے اور اون کی بدکاریان بھی ایسی ہی درجہ انتہا پر پہونچی ہوئی ہونگی کہ خداے ارحم الراحمین کو بھی جو ابتداے آفرینش عالم سے اسوقت تک کافرین کو نزول عذاب مین برابر مہلت دیتا رہا جیسا کہ امم سابقہ کے واقعات اور سوانحات سے ثابت ہے لیکن بخلاف اسکے۔ اب اس قوم کی بدکاری اور کیفر کرداری اوس ارحم الراحمین کے نزدیک ذرا بھی رحم و رعایت کے قابل نہین تھی اور حقیقتاً اون کی نسل کا باقی رکھنا ہی دنیا مین بندگان الٰہی کے لئے ہزارون مفاسد کا یقینی باعث تہا ایسی وجہ سے اس صورت عمل فی الجہاد مین اونکے کامل استیصال کا علی الاعلان فرمان دیدیا گیا۔ جو تنظیم شریعت۔ تاسیس قوم و ملک اور ترتیب اخلاق و تہذیب۔ غرض ہر طریقہ اور قرینہ سے بالکل صحیح اور جائز تھا بالکل اسیطرح حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کا وہ ارشاد جو اوپر لکھا گیا ہے اوس موقع۔ ضرورت اور اوس ناشنوا قوم یہود کی ضلالت اور شقاوت سے پورا مطابق ہو جاتا ہے۔ جن لوگون نے کتب سابقہ مین حضرت عیسیٰ اور یہود کے حالات پڑھے ہین وہ بخوبی واقف ہین کہ اس گمراہ اور ناشنوا قوم یہود نے ایک دن بھی آپکے ارشاد و تعلیم کو توجہ اور التفات کے کانون سے نہ سُنا۔ آخرکار عیسائیون کے عقائد کے مطابق آپ کو مصلوب کر دیا۔ ایسی کافر کیش اور خونخوار قوم کی بدکاریون کے مقابلہ مین آپ کا یہ ارشاد اونکی تباہی و بربادی کی بالکل سچی اور مطابق واقع پیشین گوئی ہے۔ جو دوسری صدی عیسوی سے لیکر تیسری اور چوتھی صدی عیسوی تک طرطوس قسطنطین اور سلاطین انطاکیہ عیسائی حکمرانون کی خونخوار تلوارون سے اس قوم کے تمام لوگون کو اوٹھانا پڑا۔ اس بنا پر جو اوس نبی برحق نے فرمادیا وہ اوس خونخوار اور کفار قوم کے آگے آیا۔

المولف سید اولاد حیدر

جو اقوام و قبائل گرد و نواح سے اسلام کے ساتھ شریک معاہدہ ہونیکی غرض خاص سے اختیار فرمائے گئے تھے۔ ان امور کی توضیح و تنقیح کے لئے جب تک پھر اوس مقدس عہدنامہ کی بعض خاص شرائط کی یہ تفصیل کیجائے۔ جبکو ہم اوپر لکھ چکے ہیں تب تک ان امور کی حقیقت کا پورا انکشاف دشوار ہے۔ اس لئے ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں اوس مبارک عہدنامہ کی بعض شرائط کی تفصیل حسب ذیل بیان کرتے ہیں۔

چونکہ اس مقدس معاہدہ کی ایک شرط خاص یہی تھی وان الجار کالنفس غیر مضار ولا اثم ہمسایہ قومیں بھی معاہدہ قوموں کے برابر سمجھی جائینگی تاوقتیکہ وہ اپنے لئے ضرر رسان اور خدا کی گنہگار نہ ثابت ہوں۔ اس شرط کی بنا پر ضرور تھا کہ اون سے بھی داخل معاہدہ ہونے کے لئے سلسلہ جنبانی کی جائے۔ ایک تو امن و امان اور صلح و آشتی کے عام انتظام کی استحکام کی ضرورت سے اور دوسری قریش کی مخاصمانہ فریب دہی و سازش سے محفوظ رکھنے کی مصلحت سے گرد و پیش کی قوموں کو اس معاہدے میں شریک کر لینا نہایت ضروری تھا۔ اسکی تعمیل و تکمیل میں اتنی اہمیت تھی کہ ان میں سے اکثر نمودار اور ممتاز قبائل کے پاس خدا کا پیغمبر برحق بالنفس النفیس صلح عام کے یہ پیغام لیکر گیا اور ان میں سے جو اتنی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ اونکی تعمیل کے لئے صحابہ بھیجدیئے جاتے تھے۔ اسی تخصیص عملی کی بنا پر ارباب سیرت و حدیث نے۔ رسول اللہ صلعم کی موجودگی والے واقعات کو اپنی اصطلاح خاص میں غزوات کے نام سے لکھا ہے اور جن میں آپ موجود نہ تھے۔ اونکو سریہ کہا گیا۔

ہم اپنے موجودہ بیان میں صرف غزوات کی تفصیل مثال کی ضرورت سے مندرج کرتے ہیں۔

غزوات میں بالاتفاق تاریخ و حدیث غزوہ ودان یا غزوہ ابوا۔ جو اوسی کا دوسرا نام ہے۔ پہلا غزوہ رسول تبلایا گیا ہے۔

غزوہ ودان یا غزوہ ابوا

قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف موضع ودان میں مقیم تھا۔ ودان۔ جحفہ سے ایک دن کی راہ پر واقع ہے۔ اور مقام ابوا یہاں سے کم و بیش آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے جہاں آپ کی والدہ ماجدہ علیہ مکرمہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کا مزار مقدس ہے اور مدینہ منورہ یہاں سے اسی میل ہے۔ یہاں بنی حمزہ اور بنو مزینہ کے قبائل قریب ہی قریب مختلف قطعات ریگستان میں آباد تھے۔ اس بنا پر ان دونوں قبیلوں کی یکبار شرکت ضروری تھی۔ اسی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالنفس النفیس مدینہ سے معدودے چند اصحاب کے ہمراہ اسی میل تک کی زحمت سفر گوارا فرمائی ودان میں پہونچے۔ قبائل سے ملے اور معاہدے کے متعلق گفتگو کی چونکہ تمام باتیں صفائی اور سچائی کے ساتھ کی گئیں اس لئے دونوں قبائل شرائط معاہدے پر فوراً راضی ہوگئے۔ دونوں قوموں کے سردار و حکمران عمرو بن مخشی الضمری نے معاہدہ لکھکر اپنے اور اپنی تمام قوم و قبیلہ کیطرف سے دستخط کر دے۔ اس معاہدے کے الفاظ یہ تھے۔

ھذا کتاب من محمد رسول اللہ لبنی حمزۃ انھم آمنون علی اموالھم وانفسھم وان لھم النصر علی من رامھم الا ان یحاربوا فی دین اللہ ما بل بحر صوفۃ وان النبی اذا دعاھم

یہ محمد رسول اللہ صلعم کی تحریر ہے بنو حمزہ کے لئے۔ ان لوگوں کا جان و مال محفوظ رکھا جائیگا جو شخص ان پر حملہ کریگا اوسکے مقابلے میں انکی مدد کیجائیگی بجز اوس صورت کے کہ یہ لوگ مذہب کے مقابلہ میں لڑیں اور پیغمبر جب انکو مدد کے لئے بلائیں گے تو یہ فوراً

لنصرۃ احا بوہ۔ | چلے آئیں گے۔ زرقانی بحوالہ روض الانف سہیلی ص ۲۰۴

غزوۂ بواط | انھیں کے ایسا بواط کے کوہستانی قبائل کے ساتھ بھی معاہدہ کیا گیا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاریخ خاص ۱۲ ربیع الاول سنہ ہجری کو اون کے مرکزی مقام رضوی تک تشریف لے گئے۔ ان اطراف میں قبائل جہنی آباد تھے اونکے تمام سرداران قوم کو جمع کرکے شرائط وفوائد عہدنامہ سمجھائے اور اونکو بھی شریک معاہدہ فرمالیا گیا۔

غزوہ ذوالعشیرہ | جمادی الآخر سنہ ہجری میں بنو مدلج کے قبیلہ کو شریک معاہدہ کرلیا گیا۔ اسکی تفصیل کیفیت یہ ہے مدینہ کے قرب وجوار کے تمام قبائل میں بنو مدلج کا قبیلہ امتیاز خاص رکھتا تھا۔ وہ کثیر التعداد بھی تھے۔ اور خوشحال وصاحب جاہ بھی۔ ذوالعشیرہ کا انکا مقام سکونت تھا جو ینبوع اور مدینہ کے درمیان واقع ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممتاز صحابہ کے ساتھ خود تشریف لے گئے سرداران قوم کو جمع کرکے جب انکو اس معاہدہ کے فوائد ومنافع سمجھائے تو یہ لوگ بھی فوراً آپ کے ساتھ اس معاہدے میں شریک ہوگئے۔

اسی مقام میں حضرت علی مرتضی کی کنیت ابوتراب قرار پائی۔ | اسی موقع پر حضرت علی مرتضی کی کنیت ابوتراب قرار پائی۔ امام قسطلانی۔ زرقانی اور ابن ہشام وطبری ارباب حدیث وتاریخ بالاتفاق خود یا اس کی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں۔

حدثنی یزید بن محمد بن خثیم المحاربی عن محمد بن کعب القرظی عن محمد بن خثیم ابو یزید عن عمار بن یاسر قال کنت انا وعلی بن ابی طالب رفیقین فی غزوۃ العشیرۃ فلما نزلها رسول اللہ صلعم واقام بھا رأینا اناسا من بنی مدلج یعملون فی عین لھم وفی نخل فقال علی بن ابیطالب یا ابا الیقظان ھل لک فی ان ناتی ھؤلاء القوم فننظر کیف یعملون قال قلت ان شئت قال فجئناھم فنظرنا الی عملھم ساعۃ ثم غشینا النوم فانطلقت انا وعلی حتی اضطجعنا فی الصور من النخل وفی دقعاء من التراب فنمنا فواللہ ما اھبنا الا رسول اللہ صلعم یحرکنا برجلہ وقد تترّبنا من تلک الدقعاء التی نمنا فیہ فیومئذ قال رسول صلعم لعلی بن ابی طالب قم یا ابا تراب لما یری علیہ من التراب ثم قال الا احدثکما باشقی الناس رجلین قلنا بلی یا رسول اللہ قال احیمر ثمود الذی

محمد بن کعب قرظی سے اور وہ ابویزید سے اور وہ عمار بن یاسر سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار نے کہا کہ ہم اور حضرت علی بن ابیطالب غزوہ ذوالعشیرہ میں ساتھ تھے جب جناب رسول اللہ صلعم یہاں تشریف لائے اور مقیم ہوئے تو ہم لوگوں نے وہاں بنی مدلج کے لوگوں کو اپنے چشمہ اور نخلستان میں کام کرتے ہوئے دیکھا تو علی ابن ابیطالب نے مجھ سے کہا کہ ای ابو یقظان (کنیت عمار بن یاسر) کیا تم یہ دیکھنا نہیں چاہتے کہ یہ لوگ کسطرح اپنے نخلستان میں کام کررہے ہیں میں نے کہا ہاں میں ضرور دیکھنا چاہتا ہوں پھر ہم دونوں آدمی اون لوگوں تک گئے اور تھوڑی دیر تک اونکے کاموں کو دیکھتے رہے پھر ہم لوگوں کو نیند آنے لگی تو ہم لوگ وہاں سے واپس آئے اور ایک درخت کے نیچے ننگی زمین پر لیٹ گئے اور سو گئے اور پھر اتنی دیر تک سوتے رہے کہ آنحضرت صلعم نے آکر اور اپنے پائے مبارک سے ٹھکا کر ہم دونوں کو جگایا اور ہم لوگوں کے جسم سے گرد وغبار جو بھر گیا تھا دور فرمایا۔ پھر ہم دونوں سے خطاب کرکے ارشاد کیا کہ تم چاہتے ہو ہم تم دونوں کو دنیا کے دو شقی ترین مردم کے حال سے آگاہ کریں۔ ہم نے عرض کی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا دیا میں

عضد السلاه والذی نفس محمد بیده لتضربن علی هذه ووضع یده علی قرنه حتی یبل منها هذه واخذ بلحیته۔

ابن ہشام جلد دوم مصری ص ۶

وہ شخص شقی ترین ہیں ایک تو اُحیمر ثمود جو ناقۂ صالح کا قاتل گذرا ہے اور علیؑ کی طرف خطاب کرکے دوسرا شخص وہ ہے یا علی جو تم پر ضرب لگائے گا اور یہ کہکر آپ نے حضرت علی علیہ السلام کے سر پر ہاتھ رکھکر وضع ضرب کو بتا دیا۔ پھر ریش مبارک ہاتھوں سے تھام کر فرمایا کہ تمہاری ریش بھی ضربت کے خون سے رنگین ہوجائے گی۔

یوروپ کے متعصبین مورخین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف اس تنظیم و تاسیس ملک و قوم کو انصاف کی ٹھنڈی نگاہوں سے دیکھیں تو وہ بلا تحریک خود یقین کرلیں گے کہ جس مقدس بزرگوار کو وہ تلوار سے دین پھیلانے کے لئے ملزم ٹھہراتے ہیں۔ وہ تو اپنی ابتدائے تبلیغ سے بندگان الٰہی میں امن و امان اور صلح و آشتی کے خود جاکر انتظام کر رہا ہے۔

یہاں تو رحمۃ للعالمین روئے زمین پر بندگان الٰہی کو تباہی و بربادی سے بچانے۔ اونکو عام صلح و آرام کی راہوں پر لگانیکے لئے بالنفس النفیس دور و دراز سفر کی زحمتیں اوٹھا کر یہ انتظام اہتمام کر رہا تھا۔ وہاں یہ بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ آپ کے جان و ایمان کے مخالف کفار قریش کن خیالوں میں تھے اور کیا سامان کر رہے تھے۔

قریش کی مکارانہ سازشیں تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ عین اوسوقت جب آپ نواح مدینہ میں امن و امان عامہ کا انتظام قائم کر رہے تھے۔ قبائل کی خانہ جنگیاں شب و روز کی خونریزیاں موقوف فرما رہے تھے۔ ملک و قوم میں رفع فساد کی انسداد کر رہے تھے اوسیوقت مکہ اور دور دور تک اطراف و جوانب میں کفار قریش معاہدہ اتحاد و اتفاق کے عوض میں نفاق و فساد امن عام اور صلح و آرام کی جگہ مخالفت اسلام اور مسلمانوں کے قتل عام کی آگ پھیلا رہے تھے۔ اونکی تمام مفسدانہ اشتعال و تحریکات کا رخ اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کی طرف تھا۔ حالانکہ اسلام کامل چودہ برس تک اونکے سخت ترین مظالم کو صبر و استقامت سے برداشت کرکے اون سے تین سو میل کی مسافت پر دور الگ پناہ گزین ہوا تھا۔ جہاں نہ انکے قوم کے لوگ تھے نہ انکا ملک و دیار تھا اور نہ ان سے کوئی کاروبار تھا۔ لیکن اس بے تعلقی اور بے سروکاری پر بھی کفار مکہ اور مشرکین قریش کے دلوں سے اسلام کی مخالفت کا کانٹا نہیں نکلتا تھا۔ مخالفت اسلام تو اون اشقیائے ازلی کے دلوں سے لگی تھی اور وہ سب کے سب ہر وقت اسلام کے مٹا دینے کی فکروں میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ قریش اس معاہدۂ مقدسہ کے انتظام کو سنکر پہلے سے بھی زیادہ چراغ پا ہوگئے۔ اور مکہ سے لے کر مدینہ تک کے تقریباً تمام قبائل و عشائر اسلام کے خلاف اپنی مفسدہ انگیزیوں کے جال پھیلانے لگے۔

عبداللہ بن ابی سلول قریش نے سب سے پہلے یہودان مدینہ کو ایک طرف ابھارنا چاہا۔ دوسری طرف عبداللہ ابن ابی سلول کے ذریعہ سے انصار کے مسلمان قبیلوں میں نفاق پھیلانے کی کوشش کی یہودان مدینہ کی سازش سے چونکہ قبیلہ انصار کی نااتفاقی استحکام اسلام کے لئے زیادہ مضر ثابت ہونیوالی تھی اس لئے ہم سب سے پہلے عبداللہ بن ابی سلول کی سازش کے حالات ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

سعادتمندان انصار میں جو اوس و خزرج کی نسل کے نامور یادگار تھے۔ عبداللہ بن ابی سلول وہ بدبخت تھا جو اپنے چند

بدقسمت ہمراہیون کے ساتھ ابھی تک دولت اسلام سے محروم تھا حقیقت مین یہ شخص بڑا ہی چالباز اور جعلساز تھا اور انتہا درجہ کا فتنہ پرداز - اس مین کوئی کلام نہین کہ یہ اپنی چالاکیون اور فریب بازیون کی بدولت انصار کے تمام قبیلہ کو ایک گونہ اپنے قابو مین کر لیا تھا - اور اوس کا یہ اثر کچھ انصار ہی کے قبیلون تک محدود نہین تھا بلکہ عام باشندگان مدینہ بھی اوسکے اثر سے خالی نہین تھے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اوسکو اپنی ذی اثری اور ذی اقتداری پر پوری امید تھی کہ اوس و خزرج اندونون قبیلون کی قوت واحد ایک دن میری ہی ذات مین جمع ہو جائیگی - اور اونکے تمام قوت و اقتدار کا مرکز اب کی میری ہی ذات تسلیم کی جائیگی - تاریخ مدینہ کی بعض مرویات سے اسکے عروج و اقبال کی یہان تک حالت پہونچی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ جس سال مدینہ مین نزول اسلام ہوا اسی سال انصار کے دونون قبیلون مین اس کے سردار قبیلہ مقرر کئے جانیکی بہت بڑی جلس ہونے والی تھی لیکن ہائے بسا آرزو کہ خاک شدہ - اسلام کے متبرک قدم کے آتے ہی اسکی تمام تمناؤن کا خاتمہ ہوگیا جب اسنے دیکھا کہ اوس خزرج کے تمام افراد قبیلہ بڑی مفاخرت اور حسن عقیدت سے مشرف باسلام ہو رہے ہین اور اب اون مین سے کوئی بھی اسکی طرف نگاہ توجہ نہین کرتا - تو گو بظاہر اسلام کا مطیع بنگیا اور اس خیال مین رہا کہ اگر قبائل انصار سے میرا اثر جاتا رہا تو قبائل یہود پر ابھی ویسا ہی اثر باقی ہے اور یہود سے اسلام کی اطاعت بالکل خلاف اُمید ہے اس لئے نصف کیا بلکہ زاید حصہ آبادی مدینہ کی حکومت میرے قبضۂ اختیار و اقتدار سے کبھی جانے والی نہین ہے مگر تھوڑے ہی دنون کے بعد جب یہود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ صلح مین شریک ہو گئے تو اوسکی یہ رہی سہی امید بھی جاتی رہی اور وہ دونون طرف سے مایوس ہوگیا -

اِن متواتر ناکامیون اور مایوسیون کے بعد بھی وہ اپنی چالون سے باز نہ آیا - وہ بڑی چالاکی سے اہل اسلام کا ہمخیال و ہمکلام بنا رہا - اس لئے کہ اس ظاہری اتفاق سے مسلمانون اور یہودیون مین اسکا اعتبار بنا رہے گا لیکن جب موقع پاتا تھا تو یہودیون اور دیگر قبیلہ والون کو اسلام کے خلاف اُبھارا کرتا تھا قریش کو عبد اللہ بن ابی سلول کے اس رویہ کی خبر ملی تو وہ تو ان ذرایع پر ہمیشہ گوش بر آواز رہتے - اور اپنی تمام مخالفانہ اور مفسدانہ تدبیرون کا اسی کو اپنا آلہ بنایا - اور مدینہ مین یہودیون سے پہلے اسی کو مضمون ذیل کا خط لکھا -

انکم اویتم صاحبنا وانا نقسم باللہ لتقاتلنہ او لتخرجنہ او لنسیرن الیکم باجمعنا حتی نقتل مقاتلتکم و نستبیح نساءکم - سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷۷ باب الخبر	تم لوگون نے ہمارے آدمی کو اپنے ہان ٹھیرالیا ہے - اب تمہارا فرض یہ ہے کہ تم ہماری طرف سے ہو کر اوس سے لڑو اور اگر اس پر قدرت نہین رکھتے تو اپنے شہر اور اپنے قبیلہ سے اوسکو باہر نکال دو - ورنہ سمجھ لو کہ قریش نے اکٹھا

ہو کر قسم کھالی ہے کہ ہم سب مل کر تمہارے شہر اور تمہارے قبائل پر حملہ کر دینگے - تمہارے جوانون کو قتل کر دینگے اور تمہاری عورتون کو اپنے قبضہ مین لائینگے -

دیوانہ را ہوئے بس است - اتنی اشتعال پر عبد اللہ بن ابی چراغ پا ہوگیا - اور اپنے ہمراہیون کے ساتھ فوراً مسلمانون کی

غارت و تباہی اور کشت خون پر آمادہ ہو گیا۔ اسمین کوئی کلام نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابتدائے انتظام امن عام کے لئے یہ مفسدہ انگیزی کس حد تک مضرت رسان ہوتی۔ مگر مصلح عالم نے فوراً اصلاح کر لی۔ وہ خلق مجسم یہ خبر پاکر فوراً بالنفس النفیس عبداللہ بن ابی کے پاس چلا آیا۔ اور اوسکو سمجھایا اور فہمایش کے طور پر نہایت متانت سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم خود اپنے بھائیون اور بیٹون بیٹے بلکے اور اونکے خون کے گرنے پر آمادہ ہو گیا یہ خبر سچ ہے کہ تم اون سے لڑو گے؟ حقیقت کے یہ دو جملے کافی تھے۔ عبداللہ اصل مدعا کو سمجھ گیا اور پھر قریش کے خط کی طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہوا۔

یہ ہین رسالت کے حقیقی اور روحانی آثار جنھون نے چشم زدن مین قریش کے فریب اور عبداللہ بن ابی کے ارادون کو بالکل بے اثر کر دیا۔ اگر اتباع ابی بن عبداللہ اس مفسدہ انگیزی سے باز رکھا جاتا تو جانبین سے تلوارین کھنچکر اسلام آج ہی تمام ہو جاتا۔

اسوقت تو عبداللہ ابن ابی سلول نے بظاہر اسلام سے اپنی صفائی کر لی لیکن اوسکے دل مین اسلام کی طرف سے کینہ لگی کی لگی رہی۔ غزوۂ بدر سے چند روز پیشتر قبیلہ بنو الحارث مین تشریف لے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خچر پر سوار ہو کر معدودے چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے چلے رستہ مین ایک مقام پر عبداللہ بن ابی۔ اپنے گروہ منافقین کے ساتھ جن مین یہودان مدینہ بھی داخل تھے۔ اور بعض مسلمان بھی شامل تھے بیٹھا تھا آپ کی سواری اوسکے پاس سے ہو کر گذری۔ تو اوس نے بنظر کراہت اپنے مونھ پر کپڑا ڈال لیا۔ حقارت کے طرز آمیز لہجہ مین کہا۔ محمد۔ گرد نہ اوڑاؤ۔ آنحضرت صلعم نے فوراً سواری روک لی۔ مجمع کو سلام کیا۔ اسکے بعد قرآن مجید کی چند آیتین پڑھکر سنائین عبداللہ کو اور بھی برا معلوم ہوا۔ کہنے لگا اے شخص مجھے یہ ہرگز پسند نہین۔ اگر تمھارا کلام سچ بھی ہو تو اوسکو ہماری مجلس مین نہ پڑھا کرو۔ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ ہان جو کوئی تمھارے پاس جائے اوسے تم البتہ سنایا کرو۔ آپ کے ہمراہیون کو اس منافق کے ان حقارت آمیز کلام پر سخت طیش آگیا۔ فوراً سب کے سب دست بقبضہ ہو گئے۔ لیکن رحمت عالم نے خلق مجسم کی پوری شان دکھلا دی اور فوراً جانبین مین صفائی کرا دی۔ بخاری باب السلام علی جماعت فیہا المسلم والکافر۔

یہودیون سے قریش کی خفیہ سازش

جب عبداللہ ابن سلول سے مخاصمت اسلام کی ترکیب چلتی نظر نہ آئی۔ تو قریش نے خفیہ طور پر یہودان مدینہ سے اپنی سازشون کی ریشہ دوانیان آغاز کین اور اسمین اونھین کامیابی ہوئی جیسا کہ معاملات ہو وے سے آیندہ معلوم ہوگا۔ یہ عہد شکن اور غدار قوم حضرت موسیٰ ؑ کے وقت ہی سے عہد شکنی اور خلاف وعدگی مکاری اور جعلسازی کے لئے بدنام چلی آتی ہے۔ ان لوگون سے ان اقسام کی کارروائی اور بیوفائی خلاف امید نہین ہو سکتی۔

مسلمانون کو دہمکی

کفار قریش جب یہودان مدینہ کو اپنے دام مین لا چکے تو اونکی مخاصمانہ پر جوشی اور خصوصاً اس سازش مین اونکی کامیابی۔ اپنے راز کو چھپا نہ سکی۔ اونھون نے بڑے زورون مین اپنے ہمقوم و قبیلہ مہاجرین سے کہلا بھیجا کہ کہین تم انصار مدینہ کے بل بوتے پر نہ مغرور ہو جانا۔ اور یہ نہ سمجھنا کہ تم مکہ سے جان بچا کر صاف نکل آئے ہین۔ ہم مدینہ ہی مین آکر

مٹا ڈالین گے ۔ رحمۃ العالمین ص ۱۰۰ ج ۱

اس پیغام انتقام کو پاکر اہل اسلام خبردار اور اون کی طرف سے پہلے سے زیادہ ہوشیار ہو گئے ۔

حملات قریش کے خطرے اور معاہد قومون کی محافظت

یہودیون سے ساز باز کر کے مشرکین قریش نے اپنی مفسدہ انگیزیون کو عملی صورت مین لے آنیکی یہ ترکیب نکالی کہ سو سو پچاس پچاس آدمیون کی مختلف ٹکڑیان بنا بنا کر اون قبائل پر چھاپہ مارنے لوٹنے اور اونکے جان و مال کو غارت کرنے کے لئے روانہ کرنی شروع کر دین جو اسلام کے ساتھ معاہدے مین شریک ہو چکے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب ان خونریز حملات کی خبر لگی تو آپ نے شرائط معاہدہ کے مطابق اون تمام قبائل کی حفاظت و حمایت جان و مال کی غرض خاص سے صحابہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتین بنا کر روانہ کین شبلی صاحب نے ان تمام سرایا کی تفصیل بطور اجمال ایک ہی مقام پر کر دی ہے ۔ اسلئے کہ آپ غزوات و سرایات کی داستان کو بلند آہنگی اور وسیع البیانی سے سننا نہین چاہتے اور وہ اس خاص سبب سے کہ یوروپ اس کو بڑے شوق سے سنتا ہے ۔

(دیکھو تمہید سلسلہ غزوات سیرت النبی جلد اول)

لیکن اسلام بادل دردمند آپ سے اور یوروپ والون دونون سے بزبان حال کہتا ہے ۔

داستان غم دل جوش مین آ لون تو کہون ؎ سننے والا کوئی پہلو مین بٹھا لون تو کہون

غزوات رسول کی طرح سرایا کی تفصیل حقیقت بھی سیرت و تاریخ کی تمام اسلامی کتابون مین درج ہے اور سرایا کے حالات و واقعات علیحدہ علیحدہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہین لیکن شبلی صاحب اوسکی تفصیل کرنا نہین چاہتے اس لئے ہم بھی اونھین کے قدم بقدم چلتے ہین اور اجمالاً جو کچھ ان سرایا کے متعلق تحریر فرمایا گیا ہے اوسی کو حرف بحرف ذیل مین نقل کرتے ہین ۔

ابواء کی مہم سے پہلے جو صفر ۲ ہجری مین واقع ہوا ہے ۔ اور جس مین آپ نے خود شرکت فرمائی ہے ۔ ارباب سیر نے تین مہمون کا ذکر کیا ہے ۔ جنکو ان کی زبان (اصطلاح) مین سریہ کہتے ہین ۔ سریہ حمزہ ؓ سریہ عبیدہ بن الحارث اور سریہ سعد بن وقاص ۔ لیکن انمین سے کسی مہم مین کوئی کشت و خون نہین ہوا ۔ یا بیچ بچاؤ ہو گیا ۔ یا بچکر نکل آئے ۔ سیرۃ النبی ص ۲۲۶ ج ۱

لیکن قریش کی سفاک شریر اور بیباک قوم ایسی کیا تھی جو اس روک تھام اور بیچ بچاؤ کے معاملات کو اپنے خیال مین لاتی ۔ اونکی سفلکی آزادی اور بیباکی ۔ اونکی خونخواری اور مردم آزاری ۔ ویسی ہی کی ویسی ہی بنی رہی استیصال اسلام کا جنون اور مسلمانون کا قتل عام اور بیگناہ خون اونکی گردنون پر سوار تھا اور وہ اپنی ان بد مستیون اور بدکاریون کے نشہ مین اندھے بنے ہوئے اور برابر بڑھتے ہوئے مدینہ کی طرف چلے آ رہے تھے ۔ یمن سے مکہ اور مکہ سے عقبہ تک گویا مدینہ تک کی نصف راہ مین جتنے قوم و قبیلے آباد تھے سب کو اپنا مطیع و شریک بنا لئے آئے ۔ اتنی دور مین گرد و نواح کے ہزد آلے

ایسے قبائل جو اسلام کی مخالفت کسیطرح راضی نہ ہوسکے اور محض غیر جانبدارانہ طریقہ پر قایم رہے وہ بھی ان کے دست تطاول سے نہ چھوٹے جب ان پر باد ڈالنے کا کوئی پہلو نہ ملا تو ان غریبون کی راہین مسدود کردین اس لیے کہ وہ اہل مدینہ سے آمد و رفت نہ رکھ سکین۔ اونکے یہ ظالمانہ بندوبست ایک مدت تک قایم رہے اور فتح مکہ کے بعد ان کے راستے کھلے چنانچہ جب سنہ ہجری مین بحرین سے بنی عبد القیس کی سفارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین آئی تو ان لوگون نے آنحضرت صلعم سے عرض کی مضر کے قبائل جو ہماری راہون مین حائل ہین ہمکو آپ کی خدمت تک نہین آنے دیتے۔ اس لیے ہم صرف ایام حج مین جبکہ عموماً لڑائیان موقوف ہو جاتی ہین شرف زیارت حاصل کر سکتے ہین۔ اور ایام مین حصول زیارت سے ہم مجبور رہین

بخاری۔ ذکر وفد عبد القیس

ظالمان قریش کی انہین انتظامات سے اونکی تنہائی مخاصمت کا پورا اندازہ کرلیا جاسکتا ہے۔ ان ظالمانہ انتظامون کو درست کرکے وہ یہودیون کی سازش اور اوس غدار قوم کی مضبوطی پر اتنے جری ہو گئے کہ اونکی غارتگر جماعت مدینہ کے قریب پہونچکر قزاقی اور غارتگری کے مفسدات برپا کرنے لگی۔

کرز بن جابر الفہری کا مدینہ پر حملہ

ربیع الاول سنہ ہجری مین انہین قزاقان قریش مین سے ایک غارتگر جس کا نام کرز بن جابر الفہری تھا اپنے جتھے کے ساتھ بڑھتا ہوا اور راستہ بھر مین لوٹ مار کرتا ہوا نخلستان مدینہ تک پہونچ گیا اور باشندگان مدینہ کی مویشیان جو باہر میدانون مین چھٹی چر رہی تھین لوٹ کر لیگیا۔ اور نخلستان مدینہ مین آگ جلا کر بہت سے اشجار مثمرہ کو خاک سیاہ کردیا۔ چونکہ اہل مدینہ کو اس غارتگر کے یون آجانے اور چھاپہ مارنیکا ذرا بھی پہلے سے خیال و احساس نہ تھا۔ اس لئے وہ اپنی غنیمت کے ساتھ صاف نکل گیا۔ گویا مدینہ والون کو اپنی جرأت و دلیری اور طاقت دکھلاگیا کہ ہم ایسے ہین کہ تین سو میل کا دھاوا کرکے تمہارے گھر و سے تمہاری مویشی لے جاتے ہین۔ اور تمکو کانون کان خبر بھی نہین ہوسکتی۔

تاریخ و احادیث کا اس پر اتفاق ہے کہ کفار قریش کی ان مفسدہ انگیزیون سے عموماً اور کرز بن جابر فہری کے موجودہ مفسدات کے مشاہدات سے خصوصاً باشندگان مدینہ پر سخت اضطراب و انتشار کا عالم طاری تھا اور ہر شخص اپنے جان و مال کو سخت خوف و خطرے مین سمجھتا تھا۔ یہود ان مدینہ کے غدارانہ انداز اور عبد اللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین کے مکارانہ اطوار اس سے زاید اور سخت تر مصائب کے آیندہ نزول کا یقین دلا رہے تھے۔

مدینہ مین مخالفت قریش کے خوف اور اندیشے

مکہ سے مدینے مین ظالمان قریش کی تاخت و تاراجی اور حملات و غارات کی روزانہ خبرین آرہی تھین۔ اسکے پھیلانیوالے قریش ہی تھے۔ جو اہل مدینہ کو مضطرب الحال۔ پریشان اور مرعوب کرلینے کے خیال سے۔ یہود اور عبد اللہ ابن ابی سلول کی معرفت اسکو مدینہ مین مشہور کراتے تھے فطرتاً ہر شخص ان خبرون کو سنکر اپنی جان و مال۔ اور حفاظت اہل و عیال کے متعلق فکرمند ہو جاتا تھا۔ بالنفس النفیس جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

یہ حال ہو رہا تھا کہ راتوں کو بیٹھے بیٹھے کاٹ دیتے تھے۔ اور تمام صحابہ ہتھیار باندھے صبح و شام کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح نسائی میں مرقوم ہے

کان رسول اللہ صلعم اول ما قدم المدینۃ یسہر من اللیل۔	جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو راتوں کو جاگ کر بسر کیا کرتے تھے۔

صحیح البخاری باب الجہاد میں ہے کہ انہیں ایام میں آپ نے ایک بار صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا آج کی رات کو کوئی اچھا آدمی پہرہ دیتا۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص نے ہتیار لگا کر یہ خدمت رات بھر انجام دی۔

امام حاکم مستدرک میں ان ایام کی پرآشوبی ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

عن ابی بن کعب قال لما قدم رسول اللہ صلعم وصحبہ بالمدینۃ واوتھم الانصار رمتھم العرب عن قوس واحدۃ وکانوا یبیتون الا بالسلاح ولا یصبحون الا فیہ۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ جب مدینہ میں آئے اور انصار نے انکو پناہ دی تو تمام عرب ایک ساتھ ہو کر ان سے لڑنے کو آمادہ ہو گیا صحابہ صبح سے شام تک ہتیار باندھے رہتے تھے اور ہتیار باندھے سوتے بھی تھے۔

ابوجہل کی قیامت کی چال عبداللہ بن جحش کا بیجا استعمال عمرو بن عبداللہ حضرمی کا قتل

واقعات مرقومہ سے مدینہ کی پرآشوبی اور عالم اضطراب کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس اثنا میں ابوجہل کی ایک دوسری چال چلا اور حقیقتاً قیامت کی چال چلا جنگ بدر کے وقوع سے دو مہینے پیشتر اس نے مکہ میں یہ مشہور کر دیا کہ قریش کا قافلہ تجارت جو بسر کردگی ابوسفیان بن حرب اپنا اہل بچکر اور قیمتیں زر و مال کثیر لے کر شام سے واپس آ رہا ہو اوپر مسلمان چھاپا ڈالنے والے اور لوٹ لینگے۔ یہ خبر بالکل غلط تھی اور شریعت اسلام کے مطابق سخت گناہ۔ لیکن سوء اتفاق سے اتنی جلد مؤثر ہوئی کہ آن واحد میں مکہ سے مدینہ تک تمام مخالف قبائل میں اسلام کی مخالفت میں تلواریں کھنچ گئیں۔

یہ تو معلوم ہے کہ قریش کیا سارے عرب کی کائنات تجارت تھی جسمیں مجموعاً تمام قوم و قبیلے کے لوگ شریک تھے اور یہی اونکے اذوقہ اور بسر اوقات کا تنہا ذریعہ تھا۔ اسکی نسبت ایسی تباہی و بربادی کی خبر پاکر کوئی قریشی یا اونکا ہم عہد اور ہمایہ اپنے گھر میں کبھی خموش بیٹھ سکتا تھا!

ایک نہ شد و شد۔ یہ بھی اتفاق کی بات۔ یہ ہنگامہ تو ابھی برپا ہی تھا کہ عبداللہ بن جحش[1] سے بمقتضائے بشریت ایک بیجا مبادرت ہو گئی۔ اوسکی تفصیل ہم شبلی صاحب کی زبانی حسب ذیل نقل کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجب ۲ ہجری میں (جس وقت غارت کاروان کی خبر مشہور تھی) عبداللہ بن جحش کو بارہ[12] آدمیوں کے ساتھ بطن نخلہ کی طرف بھیجا۔ یہ مقام مکہ اور طائف کے درمیان ایک شاندار

[1] شبلی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ عبداللہ بن جحش جنکی سرداری میں یہ قتل واقع ہوا حضرت حمزہ کے بھانجے اور آنحضرت صلعم کے ماموں زاد بھائی تھے۔ قاتل یعنی واقد بن عبداللہ حضرت عمر کی خلافت تک زندہ رہے دیکھو طبقات ابن سعد۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب کو باوجود اتنی دعوی عقیدت کے خاندان رسالت سے اتنی شناسائی نہیں کہ انکی نسبی اور سببی قرابتوں کو بھی پہچانتے پھوپی کے لڑکے کو ماموں کا بیٹا بتلاتے ہیں۔ المؤلف

کی مسافت پر واقع ہے۔ آپ نے عبداللہ کو ایک خط دیکر روانہ کیا اور فرمادیا کہ دو دن کے بعد اسکو کھولنا عبداللہ نے خط کھولا تو لکھا تھا کہ مقام نخلہ مین قیام کرو۔ اور صرف قریش کے حالات کا پتا لگاؤ اور مجھکو اطلاع دو۔ اتفاق یہ کہ قریش کے چند آدمی جو شام سے تجارت کا مال لئے آتے تھے سامنے سے نکلے عبداللہ نے اون پر حملہ کردیا۔ اونمین سے ایک شخص عمر بن عبداللہ الحضرمی مارا گیا دو شخص گرفتار ہوئے۔ اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔ عبداللہ نے مدینہ مین آکر یہ واقعہ بیان کیا اور غنیمت کی چیزین بھی پیش کین۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا مین نے تمکو یہ اجازت نہین دی تھی۔ غنیمت کے قبول کرنے سے بھی آپ نے انکار فرمایا۔ صحابہ نے عبداللہ سے نہایت برہم ہو کر کہا۔

صنعتم مالم تؤمروا بہ وقاتلتم فی الشہر الحرام ولم تؤمروا بقتال۔ طبری ص ۱۲۷۵	تم نے تو وہ کام کیا جسکا تمکو حکم نہین دیا گیا تھا اور تم ماہ حرام مین لڑے حالانکہ اس مہینے (رجب) مین تمکو لڑنے کا حکم نہین تھا۔

جو لوگ گرفتار اور قتل ہوئے وہ بڑے معزز خاندان کے لوگ تھے۔ عمر بن الحضرمی جو مقتول ہوا وہ عبداللہ حضرمی کا بیٹا تھا اور وہ حرب ابن امیہ (امیر معاویہ کا دادا) کا حلیف تھا۔ عرب کے قریش کا رئیس اعظم تھا اور عبدالمطلب کے بعد ریاست عام اسی کو حاصل ہوئی تھی۔ جو لوگ گرفتار ہوئے یعنی عثمان و نوفل دونون مغیرہ کے پوتے تھے مغیرہ ولید کا باپ حضرت خالد کا دادا۔ اور حرب کے بعد دوسرے درجہ کا رئیس تھا۔ اس بنا پر واقعہ نے تمام قریش کو مشتعل کردیا۔ معرکہ بدر کا سلسلہ اسی واقعہ سے وابستہ ہے۔ عروہ بن زبیر حضرت عائشہ کے بھانجے تھے اونھون نے تصریح حال کی ہے کہ غزوہ بدر اور تمام لڑائیان جو قریش سے پیش آئین سب کا سبب یہی حضرمی کا قتل ہے۔ علامہ طبری لکھتے ہین۔

وکان الذی ہاج واقعۃ بدر وسائر الحرب التی کانت بین رسول اللہ صلعم وبین مشرکی قریش فیما قال عروۃ بن زبیر بن العوام ما کان من قتل واقد بن عبداللہ التمیمی عمرو بن الحضرمی ص ۱۲۸۴	جس چیز نے بدر کے واقعہ کو ابھارا اور وہ تمام لڑائیان جو آنحضرت صلعم اور مشرکین قریش کے درمیان پیش آئین جیسا کہ عروہ بن زبیر ابن العوام کا قول ہے سب کا سبب یہی ایک تھا کہ واقد تمیمی نے عمر حضرمی کو قتل کردیا تھا

مرقومۂ بالا عبارت سے کفار مکہ کا مدینہ پر اس تیزی اور پھرتی سے حملہ آور ہونا۔ اور جنگ بدر کا وقوع اور اوسکے تمام اسباب و علل پورے طور سے معلوم ہوگئے اور اوسکے ساتھ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عبداللہ بن جحش سے خلاف حکم ایک بیجا جرأت واقع ہوگئی۔ اسی لئے جناب رسولخدا صلعم ہی نے نہین بلکہ تمام صحابہ نے بیکبار دو الزامون کے لئے اونکو ملزم ٹھیرایا ایک تو خلاف حکم و ہدایت آنحضرت صلعم قافلہ قریش سے لڑنا۔ اونکو قتل و غارت کرنا۔ دوسرے ماہ مبارک رجب مین جنگ کرنا۔ جو نہ تنہا شرع اسلام ہی کے خلاف تھا بلکہ عرب کے قدیم دستور کے بھی مخالف تھا۔

مخالفین اسلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان سرایا کی نسبت یہ الزام لگاتے ہین کہ صحابہ کو اونکے ذریعہ سے قزاقی کی تعلیم دیجاتی تھی اور اوس طریقہ جبر و تشدد سے گرد و نواح کے قبائل کو بزور شمشیر مسلمان بنایا جاتا تھا۔

وہ ان واقعات کو انصاف کی آنکھوں سے دیکھیں پڑھیں اور غور کریں کہ حقیقت حال اگر ایسے ہی تھے جیسا تم کہتے ہو تو پھر عبداللہ بن جحش پر آنحضرت صلعم کو عتاب فرمانے اور مال غنیمت واپس کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ عبداللہ نے تو عین آپ کے مدعا اور منشا کے مطابق کام کیا تھا۔ زہیر و توبیخ کی جگہ تو اونکی پیٹھ ٹھونکنی چاہتی تھی اور صحابہ کو بھی کیا ہو گیا تھا کہ عبداللہ کی اس عمدہ کارگذاری کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھنے لگے اور ایسے کارگذار شخص کو ملزم اور قصوروار ٹھیرانے لگے۔

جنگ بدر کا مدعا سلطہ قریش کی مدافعت تھی نہ کاروان تجارت کی غارت

یہ سطحی الذہن اور قصیر الاطلاع۔ معترضین یوروپ اصل حقیقت تک پہونچتے نہیں مرویات غیر معتبد اور معتبد کی شناخت۔ واقعیت اور اصلیت کی معرفت کا شعور انکو ہوتا نہیں۔ صرف تعصب دینی کی اقتدار اور مخالفت اسلام کے مدعا کو پیش نظر رکھکر بلا وسواس و تامل تعریض کا ایک پہلو نکال لیتے ہیں اور اوسکو اپنی تحقیق جدید کا نمونہ بناکر دنیا بھر میں ایک ہنگامہ برپا کر دیتے ہیں۔ انھیں لغویات کے ایسا خاص معرکہ بدر کے متعلق عیسائی متعصبین نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اصل مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابوسفیان والے قافلہ کو لوٹنا تھا۔ جو ملک شام سے مال تجارت بیکر آرہا تھا نعوذ باللہ۔ اسی ارادہ سے آپ مسلمانوں کے ساتھ نکلکر مقام بدر پر مقیم ہوئے تھے کیونکہ وہیں سے شام جانے کا راستہ پہاڑوں کی تنگ گھاٹیوں سے ہو کر نکلتا ہے لیکن چونکہ آپ کے ارادوں کی خبر قریش کو ہو چکی تھی اس لیے ابوجہل بھی اپنے قافلہ کی حفاظت کے لئے ایک فوج جرار تیار کر کے مکہ سے روانہ ہو چکا تھا۔ چونکہ قبل اسکے کہ ابوسفیان اپنا کاروان لے کر بدر میں پہونچے ابوجہل اپنا لشکر لیکر وہاں پہونچ گیا اسلئے آنحضرت صلعم کو محض اتفاقی طور پر مقابلہ و مقاتلہ کی مجبوری واقع ہو گئی۔

عیسائیوں کا یہ اعتراض اور اسکے تمام قرائن و اسباب جو انھوں نے اکٹھے کئے ہیں بالکل غلط اور بے اصل ہیں ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ہی ماخذوں سے اسکے اسنادوں کو ملے ہیں۔ اور ہماری حدیث و تاریخ دونوں قسم کی کتابوں میں یہ مرویات موجود ہیں۔ چنانچہ طبری میں یہ واقعہ بایں الفاظ مرقوم ہے۔

قالوا لما سمع رسول اللہ صلعم بابی سفیان مقبلا من الشام ندب المسلمین الیھم وقال ھذہ عیر قریش فیھا اموالھم فاخرجوا الیھا لعل اللہ ان ینفلکموھا فانتدب الناس فخف بعضھم و ثقل بعضھم و ذلک انھم لم یظنوا ان رسول اللہ صلعم یلقی حربا	لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسفیان کا شام سے روانہ ہونا سنا تو مسلمانوں کو بلا کر فرمایا کہ قریش کا کاروان شام سے آرہا ہے جس میں انکا مال ہے۔ چلو شاید خدا تمکو اس میں سے غنیمت دلوا دے۔ لوگ آمادہ ہو گئے اور بعضوں نے پہلو تہی کی کیونکہ وہ سمجھے کہ آنحضرت صلعم کو کوئی لڑائی تو پیش آئیگی نہیں۔ طبری ص ۱۲۲۹

یہ تو تاریخ کی روایت ہوئی۔ اسیطرح حدیث کی بھی بعض مرویات ہیں چنانچہ صحیح بخاری۔ باب غزوہ تبوک میں عبداللہ بن کعب صحابی کی یہ روایت منقول ہے۔

عن عبداللہ بن کعب لما تخلف عن رسول اللہ صلعم	عبداللہ بن کعب اپنے باپ کعب کا قول بیان کرتے ہیں کہ میں

فی غزوۃ غزاھا الا غزوۃ تبوک غیر انی کنت تخلفت فی غزوۃ بدر ولم یعاقب احد تخلف عنھا انما خرج النبی صلعم یرید عیر قریش حتی جمع اللہ بینھم وبین عدوھم علی غیر میعاد

کعب (جناب رسولخدا صلعم کو چھوڑ کر کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا بجز غزوہ تبوک کے۔ اور ہان غزوہ بدر میں بھی شریک نہ تھا اور جو اس میں شریک نہ ہوا اوس پر کچھہ عتاب نہین ہوا۔ کیونکہ آنحضرت صلعم قریش کے قافلہ کے لئے نکلے تھے لیکن خدا نے دونون فریق کو یا کاسے مقابل کر دیا۔

یہی مرویات معترضین کے باعث اعتراض ہین اور سرمایۂ ناز۔ ہمکو ان کی مرویات اسلامی سے انکار نہین۔ بلکہ اقرار ہے۔ یہ معتبر تاریخ وحدیث اسلامی کی مرویات ہین اور صحابہ کے منقولات لیکن ہم اتنا اعتبار نہین کرتے اس لئے کہ ہم یقینی اور پر جانتے ہین کہ ان مرویات کے راویون کو انکے بیان میں سخت غلط فہمی واقع ہوئی ہے اونھون نے مرادات رسول کو اپنے قیاس کے موافق سمجہا اور دوسرونکو سمجہایا جو بالکل حقیقت اصلیت اور واقفیت سے خلاف تھا جیسا ہم پوری تفصیل سے اپنی مندرجہ بالا عبارت تمہیدی میں لکھہ چکے ہین معترضین کو اتنی تحقیق کی ضرورت نہین۔ ان کا علم اس سے کہ کیسی ہی خلاف واقع خلاف عقل اور خلاف مناسبت ومصلحت ہو۔ جب کوئی اسلامی روایت اپنے مفید مطلب پالین گے اوسی کو آلہ استدلال بنالین گے۔ اونھون نے طبری اور بخاری ہماری دو مشہور اور قدیم کتابون سے اپنے اعتراض کی تائید مین دو روایتین نقل کر دی ہین۔ مگر مصداق آنکہ ع چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر اونکو اوسی طبری اور بخاری مین اس بحث کے متعلق مفصلہ ذیل مرویات نظر نہ آئین۔

عن علی بن ابی طالب فلما بلغنا ان المشرکین قد اقبلوا سار رسول اللہ صلعم الی بدر وبدر بئر فسبقنا المشرکین الیھا الخ

حضرت علی بن ابیطالب سے منقول ہے کہ جب ہمکو خبر ملی کہ مشرکین آرہے ہین تو حضرت رسولخدا صلعم بدر کیطرف چلے۔ اور بدر ایک کنوئین کا نام ہے۔ جہان ہم مشرکین سے پہلے پہونچ گئے

معترضین کی آنکھون مین اگر کچہہ بھی حقیقت بینی اور واقعہ شناسی کی بصارت ہوتی تو وہ اوسی تاریخ مین مرقومہ بالا عبارت کو پڑھکر یقین کر لیتے کہ جنگ بدر کا اصلی باعث کیا تھا۔ شام سے آتے ہوئے قافلہ قریش کا لوٹنا تھا۔ یا مکہ سے قریش کی آتی ہوئی حملہ آور فوج سے مدافعانہ مقابلہ کرنا تھا۔ کیونکہ اس روایت کا اصل راوی وہ بزرگ ہے جو بقول شبلی صاحب کے معرکہ بدر کا ہیرو ہے۔ پھر وہ اپنے چشم دید واقعات مین کہین کاروان ابوسفیان کی تاراجی کا اشارہ کنایتا ذکر بھی نہین کرتا۔ تو ایسے مقتدر اور معتبر شخص کے چشم دید بیانات کے مقابلہ مین کسی دوسرے ایسے شخص کے بیان کو جو شروع سے آخر تک شریک واقعہ نہین تھا۔ ترجیح دینا۔ نافہم معترضین ہی کا کام ہوگا۔ ذی فہم محققین تو کبھی اسکے پاس بھی نہین جائین گے۔

پھر اوسی تاریخ طبری مین بذیل واقعہ عبداللہ بن جحش۔ جسے ہم اوپر بھی لکھہ آئے ہین مرقوم ہے۔

وكان الذي هاج وقعة بدر وسائر الحرب التي كانت بين رسول الله صلعم وبين مشركي قريش فيما قال عروة بن زبير ما كان من قتل واقد بن عبد الله عمرو بن الحضرمي۔

اور جس چیز نے بدر کے واقعہ کو ابھارا اور وہ تمام لڑائیاں جو آنحضرت صلعم اور مشرکین میں پیش آئیں سب کا سبب یہی تھا کہ واقد بن عبد اللہ تمیمی نے عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا تھا۔

پھر اوسی طبری کی تیسری سند بھی ملاحظہ ہو۔ عبد اللہ بن جحش کے واقعہ میں۔ عروہ بن زبیر کے جس قول کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے اوسکی تفصیل میں علامہ طبری کے یہ الفاظ ہین۔

وكانت تلك الواقعة هاجت الحرب بين رسول الله صلعم وبين قريش اول ما اصاب به بعضهم بعضا من الحرب وذلك قبل خروج ابو سفيان واصحابه الى الشام۔ طبری ص ۱۲۸۵ مطبوعہ یورپ

اسی واقعہ نے آنحضرت صلعم اور قریش کے درمیان جنگ برپا کر دی تھی اور یہی سب سے پہلا واقعہ تھا جس میں ایک فریق نے دوسرے کو صدمہ پہونچایا۔ اور یہ لڑائی ابو سفیان کی روانگی شام سے پہلے وقوع مین آ چکی تھی۔

طبری کی اس روایت مین صاف طور پر تصریح موجود ہے کہ جنگ بدر شام سے ابو سفیان کے قافلہ کی روانگی سے پہلے واقع ہو چکی تھی۔ تو اب معترضین بے پایان و سرگردان ہو کر اپنے اعتراضات کی مقدار حقیقت کو تو دیکھ لین کہ اونکے اعتراض معیار صحت و صداقت پر کہان تک صحیح اوترتے ہین۔ وہ ہمارے جس ماخذ (طبری) سے اور اوسکی صرف ایک روایت سے اپنی تعریض کی تائید پیش کرتے ہین اوسی ماخذ سے اوسکی متعدد اور متواتر ایک نہین تین تین تردیدین ہم نے پیش کر دین۔ ان اسناد و استدلال کو دیکھ کر کیا کوئی صحیح دماغ اور سلیم عقل رکھنے والا شخص کبھی کہہ سکتا ہے کہ عیسائیون کے اس اعتراض مین کوئی اصلیت ہے۔

اب رہا یہ امر کہ طبری نے ایسے مختلف فیہ اقوال کیون جمع کئے۔ اسکی حقیقت اور اسکی اصل وجہ ہم ڈاکٹر سر سید احمد خان کے الفاظ مین حسب ذیل نقل کئے دیتے ہین۔ جو ہمارے مدعائے بیان اور معترض کے اطمینان کے لئے کافی ہوگا۔ سر سید مرحوم خطبات احمدیہ کے دیباچہ مین۔ اسلامی کتب تاریخ و حدیث کی سقم و صحت پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہین۔

مذہب کی تمام سچی اور جھوٹی روایتین اور صحیح و موضوع حدیثون کے مختلط مجموعہ ہین جن مین صحیح اور غلط مشتبہ اور درست سچی اور جھوٹی روایتون کا امتیاز نہین۔ اور جو کتابین زیادہ قدیم ہین اون مین اس قسم کا اختلاط اور زیادہ ہے۔ قدیم مصنفون اور اگلے زمانہ کے مورخون کی تصنیفات سے زیادہ غرض یہ تھی کہ ہر ایک قسم کی روایتون اور افواہون کو جو اونکے زمانہ مین پھیل رہی تھین ایک جگہ جمع کر دین اور اس بات کی تحقیقات اور تصحیح کہ کون سی ان مین بالکل صحیح ہے اور کون سی غلط۔ اور کس مین زیادتی ہوئی ہے یا کمی۔ اور کس مین اصل مضمون سمجھنے مین اور واقعہ بیان کرنے مین غلط

فہمی واقع ہوئی ہے۔ آیندہ وقت یا آیندہ نسلوں پر منحصر رکھیں۔ مگر افسوس ہے کہ پچھلی نسلوں نے بعوض اس کے کہ تحقیقات مطلوبہ کرنے سے اپنے بزرگوں کے مقاصد کی تکمیل کرتے۔ انھیں کتابوں کو اپنی تصنیفات جدید کا ماخذ بنایا اور اس لئے ان پچھلے مصنفوں کی تصنیفوں میں بھی وہی نقص باقی رہگیا جو ان قدیم مصنفوں کی تصنیفوں میں تھا۔ دیباچہ خطبات احمدیہ مطبوعہ لاہور ص ۱۱۔

حقیقتاً ہمارے قدیم ماخذ ہر اقسام کے واقعات کے مجموعے ہیں صحت واقعات کے مقررہ اصول وقواعد کے مطابق اونکے معائنہ اور موازنہ کی ضرورت ہے صاحبان تحقیق معیار مقررہ کے موافق ان کی صحت کی جب پوری تصدیق وتوثیق پالیتے ہیں تو انکی نقل واستنباط پر قلم اوٹھاتے ہیں لیکن معترضین کو اسکی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ اونکو تو اپنے تعصب و نفسانیت کا کام چلتا کرنا ہے۔ عیسائی معترضین کے اعتراض کی یہی کیفیت اور حالت ہے جو بیان کی گئی۔

باقی رہا صحیح بخاری میں قافلہ ابوسفیان کے قصد تاراجی والی روایت کا موجود ہونا۔ جسکے راوی کعب صحابی بدری ہیں اوسکا جواب۔ ابھی ابھی ہم اوپر دے چکے ہیں اور عنوان بحث میں بیان کر آئے ہیں کہ صحابہ کی صرف غلط فہمی ہے۔ جو ان کے غلط قیاس پر محمول ہے حقیقتاً چونکہ وہ جنگ بدر میں خود شریک نہ تھے۔ جیسا کہ اسی روایت میں وہ خود اقرار کرتے ہیں اسلیئے وہ جنگ بدر کے اصلی اسباب اور حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد وارادہ کی حقیقت اور اصلیت کو نہ سمجھ سکے۔ اس بنا پر اونھوں نے ذاتی طور پر جنگ بدر کا جو کچھ مقصد سمجھا تھا وہی دوسروںکو بھی سمجھایا لیکن کعب کی اس نقل واستنباط کی تردید حضرت علی مرتضیٰ ؑ کے قول وارشاد سے جو بخلاف کعب کے اس جنگ میں شریک تھے اور شریک بھی کیسے شریک غالب تھے۔ پورے طور سے ہوگئی ہے جو صاف صاف لفظوں میں بیان کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ کی حملہ آوری کی خبر پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کیطرف نہضت فرمائی آپ کے اس بیان میں ابوسفیان کے کاروان کا نہ ذکر ہے اور نہ نام ونشان۔ اسلئے جناب امیر ؑ کے ایسے شریک وامیر جنگ کے چشم دید بیان کے مقابلہ میں کعب کے غائب از موقع بیان کو کوئی نہ قابل التفات سمجھ سکتا ہے نہ لائق اعتبار اس بنا پر صحیح بخاری کی یہ روایت صرف نقل ہی نقل سمجھی جائے گی۔ اور اصل میں کچھ بھی نہیں۔

ان واقعات تاریخی اور مرویات احادیث سے اعلیٰ تر شہادت قرآنی ہے جسکے بیان وارشاد کے آگے بخاری ہوں یا طبری۔ خس بھر بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ خداے تبارک وتعالیٰ جنگ بدر کے اسباب ووقوع کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ وَإِذْ يَعِدُكُمُ

اے پیغمبر ؐ جسطرح تجھکو تیرے خدانے گھر سے حق پر نکالا مسلمانوں کا ایک گروہ اوسے پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ لوگ حق کے ظاہر ہوئے پیچھے تجھسے حق بات پر جھگڑا کرتے تھے۔ گویا موت کی طرف ہنکائے جارہے ہیں جبکہ

كَمَا اللّٰهُ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ۔

خدا تم سے یہ وعدہ کرتا تھا کہ دو جماعتوں میں سے کوئی جماعت تمکو ہاتھ آ جائے گی اور تم یہ چاہتے تھے کہ بے خرخشہ والی جماعت تمکو ہاتھ آ جائے اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ حق کو اپنی باتوں سے قایم کر دے۔ اور کافرون کی جڑ کاٹ دے۔

آیہ مرقومہ بالا اوسوقت کی پوری حالت بتلا رہی ہے۔ اوسوقت مدینہ میں دونون خبرین زور سے گرم تھین۔ قافلہ ابوسفیان کی آمد کی بھی اور مدینہ میں ابوجہل کے حملہ کی بھی۔ مسلمانون کی جماعت میں اوسوقت دو مختلف خیال ورای کے لوگ تھے۔ پہلی قسم کے وہ لوگ تھے جو قریش کی غیر آقاعدہ تاخت وتاراجی اور کرز بن جابر الفہری کی عین مدینہ میں آکر نخلستان انصار کی غارتگری سے سخت متاثر ہو کر قریش کے راہ تجارت جو بدر کے قریب ہو کر شام کو جاتی تھی قطعی بند کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ سعد ابن معاذ مکہ میں جاکر قریش کے موتھ پر اپنے اس ارادہ کو کہہ بھی آئے تھے (بخاری باب المغازی)

اور اپنے اس ارادے کی بنا پر قافلہ ابوسفیان کی واپسی شام کے موقع پر راہ روک دی جانے کی صلاح دیتے تھے اور یون قریش کی تاخت وتاراجی کا کلہ بکلہ جواب دینا چاہتے تھے اور اہل اسلام کی قلیل جماعت اور افراد کفار کی کثیر تعداد کے اعتبار پر قریش سے جنگ ومقابلہ میں خود بھی رکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی روکنے کی خواہش کرتے تھے۔ چنانچہ آیت مرقومہ بالا میں انھین لوگون کے حالات کی تصریح ہے۔

دوسری جماعت کے اہل اسلام دونون امور کے اختیار میں بالکل خاموش تھے۔ اور وہ ان امور کو قطعًا رضائے الٰہی اور منشائے حضرت رسالت پناہی پر چھوڑے ہوئے تھے۔ اس خموش جماعت سے تو خدائے سبحانہ تعالیٰ کو کسی خطاب کی مطلق ضرورت ہی نہین تھی کیونکہ وہ تو اطیعوا اللہ واطیعوا الرسولؐ کے اصول پر پورے طور سے عمل پیرا تھے جو کچھ خطاب تھا۔ وہ جماعت اول سے جو جنگ وقتال کی دہشت وہیبت سے کانپے جا رہے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ قافلہ پر حملہ کیا جاوے جو آسانی سے مع مال ومتاع کے ہاتھ آجائے اور جدال وقتال کی مصیبتون سے سامنا نہو۔ لیکن مشیت کو یہ منظور نہ تھا منشائے قدرت جیسا کہ الفاظ قرآنی ثابت کر رہے ہین یہ تھا کہ مقابلہ ومقاتلہ سے ایکبار حق وباطل کا فیصلہ کر دیا جائے اور پھر اس صفائی کے ساتھ کہ گویا کفر اپنے بیخ وبن سے مستاصل ہو جائے۔ اسی بنا پر جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت اول کی صلاح ورائے کو ہمیشہ سنا مگر چونکہ خلاف مصلحت خداوندی تھا کبھی اوس پر عمل نہ فرمایا۔ بلکہ نہایت حزم واحتیاط سے خاموشی اختیار فرمائی اور مدینہ میں مکہ سے قریش کے آنے والے حملہ آور لشکر کا انتظار کرتے رہے جب وہ قریب آگئی تو باوجود اپنی قلیل جماعت کے آپ اونکے مقابلہ کو نکل کھڑے ہوئے۔ جیسا کہ تاریخ طبری کی عبارت سے حضرت علی مرتضیٰؑ کی زبانی اوپر لکھا جا چکا ہے۔

اصلًا او حقیقتًا۔ جیسا کہ ہم اوسی طبری کی سند سے عروہ بن زبیر کی زبانی اوپر لکھ آئے ہین جنگ بدر قافلہ ابوسفیان

کی روانگی شام سے پہلے وقوع میں آچکی تھی۔

ہم نے مرقومہ بالا بحث میں معترضین کے اون تمام معاندانہ تعریض اور مفسدانہ تشنیع کی کامل تنقید و تردید کر دی ہے اور خاصکر ادعضین ماخذوں کی اسناد سے جنکو اونھون نے بری سرگرمیون سے اپنی تعریضات کی تائید مین پیش کی تھین دکھلا دیا ہے کہ اونکی پیش کردہ مرویات محققین کے نزدیک بالکل بے اصل اور ناقابل اعتبار ہین جس پر اونھون نے اپنے توہمات و مفسدات کے یہ سر بفلک طوفان اوٹھا رکھے ہین۔ اور دنیا کی نگاہون کے سامنے اسلام کے انوار حقیقت پر اپنی عالمفریب ظلمات قلبی کا پردہ ڈال رکھا ہے۔

جنگ بدر کے اصلی اسباب　اس بحث کو پوری تفصیل سے لکھکر اب ہم جنگ بدر کے واقعات کی تفصیل و بیان کی طرف رجوع کرتے ہین اسباب جنگ مین اوپر بیان ہوچکا ہے کہ عمرو بن عبداللہ خضرمی کا اتفاقیہ طور پر عبداللہ بن جحش کے ہمراہی واقد بن عبداللہ التمیمی کے ہاتھ سے مقتول کیے جانے نے تمام قریش کو جوش انتقام اور مسلمانون کے قتل عام پر برانگیختہ کر دیا۔ اہل عرب مین مقتول کا انتقام جسکو وہ اپنی زبان مین ثار کہتے ہین اون کے تمام فرائض سے اعلیٰ تر تھا اور اون کے واجبات مین سے کسی امر واجب مین اتنی اہمیت اور عظمت نہین تھی جتنی قاتل سے مقتول کا بدلہ اور عوض لینے مین اون مین یہ اتنا قدیم دستور تھا کہ زمانہ کے تصرفات قانون معاشرت کے تغیرات اور حکومت و سلطنت کے اختیارات اسکے متعلق کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ پیدا کرسکے اور نہ اسمین کبھی اصلاح و ترمیم کی جرات کرسکے۔ ایام عرب کے قدیم معرکے اونکی قیامت خیز اور جانسوز لڑائیان جن مین قبیلے کے قبیلے اور قومون کی قومین صفحۂ روزگار سے نیست و نابود ہوگئین شاہد صادق ہین شبلی صاحب اسکی اہمیت ان الفاظ مین لکھتے ہین۔

عرب کا خاصہ قومی تھا کہ جب کسی قبیلہ کا کوئی کسی طریقہ سے کسی کے ہاتھ سے قتل ہوجاتا تھا تو ایک سخت ہنگامہ کارزار قایم ہوجاتا تھا۔ دونون طرف سے ٹڈی دل اومنڈ آتا تھا۔ اور خون کی ندیان بہجاتی تھین۔ یہ لڑائیان مدتون تک قایم رہتی تھین قبیلے کے قبیلے کٹ جاتے تھے۔ تاہم یہ سلسلہ بند نہین ہوتا تھا۔ عرب لکھے پڑھے نہ ہوتے تھے تاہم مقتول کا نام کاغذ پر درج ہوکر خاندان مین ورثہ چلا آتا تھا۔ بچون کو یہ نام یاد کرادیا جاتا تھا کہ بڑے ہوکر خون کا انتقام لینا ہے۔ داحس اور غبرا کی قیامت خیز لڑائیان جو چالیس برس قایم رہین اور جن مین ہزارون لاکھون جانین برباد ہوئین اسی بناپر ہوئین۔ عربی زبان مین اس انتقام کو ثار کہتے ہین۔ یہ عرب کی قومی تاریخ کا سب سے بڑا اہم لفظ ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۶۲

یہ غزوہ بدر کے دفتر کا دیباچہ ہے۔ ممکن تھا کہ اگر خضرمی کا خون عبداللہ بن جحش کی تیز طبعی سے یا غلط فہمی سے نہ واقع ہوتا تو وقوع جنگ بدر مین کچھ توقف ہوجاتا۔ لیکن خضرمی کے قتل نے کفار کو جوش انتقام مین ایسا بیچین کردیا کہ پھر وہ دم بھر کے لئے نہ بیٹھ سکے۔ اس اثنا مین اس غلط افواہ نے جس کا موجد مفسد ابوجہل ثابت ہوتا ہے (دیکھو رحمت العالمین)

جیساکہ ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ کفار قریش کی رفتار انتقام کو اور تیز کر دیا۔ وہ ابوجہل کی یہ غلط افواہ تھی جسکو ہم اوپر اسکی قیامت کی چال بتلا چکے ہین۔ اس نے مشہور کر دیا کہ شام سے قافلہ تجارت کی واپسی کا حال سنکر پیغمبر خدا صلعم مسلمانون کے ہمراہ اوسپر حملہ کرینگے اور ابوسفیان کے قافلہ کو مع مال و متاع کے لوٹ لین گے۔"

مشرکین قریش کی پرجوشیون کے لئے حضرمی کا قتل ہی کیا کم تھا۔ اوسپر مسلمانون کی غارت کی خبر ہونے پر سہاگہ کا کام کر گئی۔ اپنی تمام کائنات کی بربادی و تباہی کا حال سنکر غم و غصہ کی حرارت سے اونکے بدن مین لہو کھولنے لگا اور وہ مبہوت ہوکر استیصال اسلام اور مسلمانون کے قتل عام کے لئے ایکبار گھرون سے نکل پڑے شبلی صاحب اس غلط افواہ اور ابوجہل کی اس قیامت کی چال کی ان الفاظ مین پوری تفصیل فرماتے ہین۔

حضرمی کے قتل نے تمام مکہ کو جوش انتقام سے لبریز کر دیا تھا۔ اور اسی سلسلہ مین چھوٹی چھوٹی لڑائیان وغیرہ بھی پیش آگئین۔ (واقعات سرایا) دونون فریق ایک دوسرے سے پرحذر رہتے تھے۔ اور جیساکہ ایسی حالتون مین عام قاعدہ ہوتا ہے۔ غلط خبرین خواہ مخواہ مشہور ہوکر پھیل جاتی ہین۔ اس اثنا مین ابوسفیان قافلہ تجارت لیکر شام گیا تھا اور ابھی وہ شام ہی مین تھا کہ یہ خبر وہان مشہور ہو گئی کہ مسلمان قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے ہین۔ ابوسفیان نے وہین سے مکہ کو آدمی دوڑایا کہ قریش کو خبر ہو جائے۔ قریش نے لڑائی کی طیاریان کر دین۔ مدینہ مین یہ مشہور ہوا کہ قریش ایک جمعیت عظیم لیکر مدینہ آرہے ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدافعت کا قصد کیا اور بدر کا واقعہ پیش آیا۔ سیرۃ النبی جلد اول

مدبران قدرت اور منتظمان مشیت مسلمانون کی قلیل جماعت۔ اونکی غربت۔ اونکا نازک موقع اونکی نازک حالت اور دشمنون کی لاانتہا مخالفت اور تمام بیرحمی و شقاوت کا ابھی اندازہ کر رہے تھے۔ اور مسلمانون کو صبر و رضا اور تحمل و سکوت کا امتحان لے رہے تھے۔ ابھی تک مسلمانون کو حکم جہاد نہین آیا تھا۔

نزول حکم جہاد۔ اور اوسکی ضرورت مفصلۂ ذیل کی توجیہات و تصریحات سے ظاہر ہے۔ مدینہ مین آنحضرت صلعم کی تشریف آوری سے بارہ مہینون تک جہاد کا حکم نازل نہین ہوا۔ طبری لکھتے ہین۔

خرج فی صفر غازیا علی راس اثنا عشر شهرا من مقدمة المدینة	مدینہ مین تشریف لانے سے بارہ مہینون کے بعد ماہ صفر مین آنحضرت صلعم جہاد کیلئے نکلے۔

اتنے دنون تک حکم جہاد کا انتظار کیا گیا۔ اسی سے ظاہر ہے کہ ان ایام مین اذن جہاد نہ ملنے کی وجہ سے آپنے مسلمانون کی جماعت کے ساتھ خ حکر ایسی حالت مین جب چارون طرف سے کفار قریش کے خونخوار حملات کی خبرین آرہی تھین اور گرد و نواح مدینہ تک اونکی دوڑین پہونچگئی تھین۔ کیسے اضطراب و مصیبت مین بسر کی ہوگی جسکی مختصر سی کیفیت ہم اوپر لکھ آئے ہین اسلام مین دشمنون پر جارحانہ حملہ کرنے اور سبقت فی القتال کے عمل قطعاً ممنوع کئے گئے تھے۔ اس لئے جیساکہ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہین اسلام کو جنگ جارحانہ (OFFENSIRE) سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا لفظ اسلام کا مادہ سلم ہے جسکے معنی صلح اور فروتنی کے ہین۔ جو مذہب دنیا مین صلح کا پیغام لیکر آیا ہو جس مذہب کی پیرو

ایسا نادارون کو منکسر اور متواضع رہنے کا حکم ہو۔ وہ کیسے بے محابہ کسی پر تلوار لیکر دوڑ جا سکتے ہین۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانون نے کامل تیرہ برس تک مکہ مین طرح طرح کے ناقابل برداشت مظالم کفار کے ہاتھون سے سہے۔ غیر جگہ بہ تحیر لوگ اور غیر مذہب و آئین کے لوگون مین جاکر پناہ لی۔ لیکن اپنے دشمنون پر ہاتھ نہ اوٹھایا۔ اسی طرح آخر بار۔ کامل خموشی صبر اور استقامت کے ساتھ اپنے گھرونکو اپنے مقبوضات کو۔ اپنی جملہ جائداد و کائنات کو مکہ مین چھوڑکر دامن جھاڑتے ہوئے خالی ہاتھ مدینہ چلے آئے۔ اور یہان آکر سخت افلاس ناداری اور غریب الوطنی اور بیماری کی حالتون مین کامل ایک برس تک اسی خموشی سکوت اور صبر مین بسر کی۔ مگر اب جب دشمنون کی تلوارین گلون سے آلگین اور جان و مال کی تباہی و بربادی کا عین وقت پہونچ گیا اور وہ موقع آگیا اور وہ غیر متحمل ضرورت آپڑی کہ جنگ کے سوا چارہ ہی نہ تھا۔ اگر اب بھی یہ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دہلے بیٹھے رہتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مرغیون کی طرح گھرون کے اندر ذبح کر دیے جاتے اور پھڑک پھڑک کر اندر ہی اندر رہجاتے۔ باہر کسیکو خبر بھی نہ ہوتی۔ انکی جانون کے خاتمہ سے دنیا کو یہ نقصان ہوتا کہ پھر روے زمین پر خالص توحید کا نام لیوا نام لینے کو بھی نہین ملتا حضرت مسیح نے اپنے پونے تین برس کے وعظ و نصیحت کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہوکر اپنے حواریون کو حکم دیا تھا کہ کپڑون۔ لتون اور نقدی کے بدلے۔ ہتھیار خرید کر مسلح ہو جائین (انجیل متی باب ۲۶) اوسی ضرورت کی وجہ سے خداے بزرگ و برتر نے مسلمانون کی موجودہ حالتون پر رحم فرماکر اونکو بھی چودہ سال تک صبر کرنے اور ظلم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنون کے ساتھ مدافعانہ مقابلہ کا حکم دیا۔

اب وہ وقت آگیا۔ اور منتقم حقیقی کی نگاہ حقیقت نے دیکھ لیا کہ بیگناہ مسلمانون کی گردنین کفار کی تلوار دن کے نیچے آیا چاہتی ہین۔ تو حکم جہاد کی آیت شہنشاہ رسالت صلعم پر۔ ان الفاظ و عبارت مین نازل ہوئی۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۔ زرقانی بحوالہ صحیح نسائی ج ۱ ص ۳۶۶

جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمان) اونکو بھی لڑائی کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ اون پر ظلم کیا جارہا ہے اور خدا اونکی مدد پر یقینی قادر ہے

لیکن تفسیر ابن جریر طبری مین سب سے پہلی جو آیت متعلق بحکم جہاد بتلائی گئی ہے وہ یہ ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ

خدا کی راہ مین اون لوگون سے تم بھی لڑو جو تم سے لڑتے ہین۔

ان دونون آیتون کے علاوہ۔ صاحب رحمت العلمین مرقومہ ذیل آیت کو بھی حکم جہاد مین داخل فرماتے ہین۔

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ج ۲ ع

یہ لوگ بلاوجہ اپنے وطن سے نکالے گئے۔ صرف اسلئے کہ انہون نے اپنے آپ کو اپنا پروردگار مان لیا ہے اور اگر بعض کو (حملہ آورون کو) بعض لوگون (مسلمانون) سے خداے تعالیٰ دفع نکرتا تو صومعہ عیسائیون کے گرجا۔ یہودیون کے معابد۔ اور ترساون کے مندر اور مسلمانون کی مسجدین جن مین خدا کے نام کا ذکر کثیر ہوتا ہے۔ گرادی جاتین۔

عیسائی متعصبین۔ حکم جہاد کی اصلی اغراض ضرورتین اور خاص مجبوریان جو ان الفاظ آیتہ مین بیان ہوئی ہین۔ اور جن غیر متحمل حالتون مین جب کار رود استخوان کا خاص وقت آلگا۔ اسلام کو اپنے جان ومال کی حفاظت اور خونخوار دشمنون کی مدافعت مین دست بقبضہ ہونے کا اذن ملا ہے۔ پڑہین سمجھین اور غور کرین اور پھر اپنے مفسدانہ اور مغویانہ تعریضات سے مقابلہ کرین تو پیا وہ یا دنیا مین کوئی اور بشرطیکہ انصاف پسند حقیقت بین اور واقعہ شناس ہو۔ کہہ سکتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے ان احکام ترحمانہ اور عیسائیون کے ان اعتراضات مغویانہ مین کوئی مناسبت یا لگاؤ ہے؟

مخالفین کے تمام اعتراضات کا مقصد اسپر ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا اور قبائل وعشائر عرب پر بلا وجہ حملے کئے گئے۔ اسکی تصریح توجیہ الفاظ قرآنی مین خود موجود ہے کہ جس جنگ کی مسلمانون کو اجازت دیجاتی ہے وہ خالص مدافعانہ ہے اور بالکل حفاظت خود اختیارانہ۔ پھر بجبر بزور کا وا ہمہ وخیال کیسا۔ پھر یہی الفاظ اس جنگ مدافعانہ کے اسباب وعلل کو بھی نہایت صفائی سے بتلا رہے ہین کہ مسلمانون کو محض بے بسی اور بیکسی کی ایسی حالتون مین حکم جہاد دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ملک و وطن۔ قوم وقبیلہ۔ گھربار سے صرف اس جرم پر کہ وہ بخلاف کفار کے بیشمار بتون کی پرستش سے قطعی انکار۔ اور ایک خدا کی عبادت کا قلبی اقرار کرتے تھے۔ نکال باہر کردیے گئے تھے۔ اور تین سو میل کی دور دراز مسافت پر جلاوطن کردیے گئے لیکن اسپر بھی خونخواران کفار انکے تعاقب اور انکے قتل وغارت سے باز نہ آتے تھے۔ ان امور کی تفصیل وتصریح کے بعد یہ آیات قرآنی اور الفاظ ربانی صاف طور پر بتلا رہے ہین کہ اہل اسلام کو جہاد کا حکم تنہا کچھ انکے ذاتی منافع۔ قومی فوائد اور مذہبی ترقی واشاعت کی غرض خاص سے نہین دیا گیا تھا۔ بلکہ ان احکام کا اصل مدعا یہ تھا کہ اہل اسلام نے مدینہ مین آکر یہودیون اور عیسائیون کے مختلف قوم وقبائل سے انکی حفاظت وحمایت کے جو معاہد قایم کئے اور بلالحاظ اختلاف قومیت ومذہب نہایت کشادہ دلی اور فراخ حوصلگی سے غیر اقوام غیر قبائل اور غیر مذاہب کے افراد۔ انکی جان ومال اور ان کے اہل وعیال کو ان معاہد کی رو سے اپنے سایہ عاطفت مین لے لیا ہے اور انکو انکے تمام امور دینی وقومی مین آزاد اور خود مختار کردیا ہے ان شرائط معاہد کو عملی طور پر نہایت استقلال واستحکام سے پورا کرین جو امن عام اور تمام لوگون کی راحت وآرام کے اصول پر مبنی تھا اب ایسی حالت مین اگر اہل اسلام کو مقابلہ ومقاتلہ دشمن کی جو صریحا ان نظم امن کے برہم زن تھے اجازت نہ دیجاتی تو وہ ان شرائط معاہد کے پورے کرنے سے بالکل مجبور ومعذور رہتے۔ آخر مین نتیجہ وہی نکلتا جیسا کہ خود آیہ قرآنی میں بالتصریح موجود ہے کہ تمام قبائل ومذاہب کی آزادی بند ہوجاتی۔ عیسائیون کے گرجون۔ یہودیون کے معبدون۔ ترساؤن کے مندرون اور مسلمانون کی مسجدون مین خدا کے نام کی تسبیح وتقدیس بکقلم موقوف ہوجاتی ایسے واضح اور صاف توجیہات وتصریحات پر بھی متعصبین یوروپ اسلامی جہاد کو زور شمشیر سمجھین تو یہ انکی صریح نفسانیت ہے اور جہالت۔

غزوہ بدر

(۱۷۔ رمضان المبارک جمعہ سنہ ۲ ہجری)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

اے مسلمانو! خدا نے واقعہ بدر میں ایسے موقع پر تمہاری نصرت و حمایت کی جب تم بالکل کمزور اور ضعیف ہو رہے تھے

غزوہ بدر

واقعہ بدر کے تمام ابتدائی اسباب پورے طور سے بیان ہو چکے۔ حقیقتاً اسکی ابتدا اوسیوقت سے سمجھنا چاہیے جسوقت سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح و سلامت مکہ سے مدینہ چلے آئے تھے کفار قریش کو شب ہجرت کے خونخوارانہ انتظام سے خاتمۂ اسلام اور قتل جناب سید الانام علیہ السلام کا پورا یقین تھا لیکن تدبیر الٰہی سے ان بدبختیان ازلی کو جسقدر اپنی کامیابی کی پوری اُمید تھی اوسیقدر مایوسی۔ محرومی۔ اور ناکامیابی نصیب ہوئی۔ تعاقب بھی کیا گیا کوسوں تک وادی و صحرا کی خاک ڈالی گئی۔ گرفتاری کے لئے اشتہار انعامی دیے گئے۔ مگر سوائے حسرت و ناکامی کے اب اونکی قسمت میں کچھ نہ تھا۔ اپنے بے انتہا غم و غصہ کی آگ میں جل بھن کر گھر بیٹھ رہے اسپر بھی استیصال اسلام کی اور مسلمانون کے قتل عام کی خلش دل سے نہ گئی۔ مدینہ میں اسلام کا عروج اور مسلمانون کا اطمینان سُنکر بیچین ہو گئے استیصال اسلام کی فکرین کرنے لگے۔ تدبیرین سوچنے لگے۔ مکہ سے مدینہ تک کی قوم و قبائل کو اسلام کے خلاف اوبھارا انصار مدینہ سے کچھ چلتی نظر نہ آئی۔ عبد اللہ بن ابی سلول کو مسلمانون کی مخالفت پر برانگیختہ کیا یہودان مدینہ سے۔ جو اسلام کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہو چکے تھے۔ سازش پیدا کی۔ اس سے بھی اطمینان نہین ہوا تو خود سو سو دو دو سو کی جمعیت سے قرب و جوار کی لینے والی قومون پر۔ جو اسلام کے معاہدے مین آ چکی تھین تاخت و تاراج کی پھر بالکل قزاقانہ اور خونخوارانہ طریقہ سے نخلستان مدینہ تک چڑھ دوڑے اور مسلمانون کی بہت سی مویشیان لوٹ کر لیگئے۔ اور اُنکے نخلستانون کو جلا دیا۔

مسلمانون کو مدینہ مین آئے ہوئے ایک برس سے زاید ہو چکے تھے۔ اس اثنا مین کفار نے مسلمانون کی خلاف اپنی جابرانہ اور ظالمانہ چھیڑ چھاڑ اور جانکدستیان برابر شروع کر دین اور جاری رکھین لیکن مسلمانون نے ابھی تک اونکے خلاف مین ایک قدم بھی آگے نہین بڑھایا تھا۔ متعصبین یورپ انھین واقعات اور ابتدائی حالات سے کفار کے مظالم اور مسلمانون کے صبر و تحمل کا پورا اندازہ کرلین۔ پھر اشاعت اسلام کو بزور شمشیر قایم ہونے کے ثبوت دینے پر حوصلہ کرین گے

کفار قریش اور بدر کا سامان جنگ

کفار قریش کے اس سلسلہ مخالفت مین جسکی تفصیل کو ہم بطور اجمال بیان کر رہے ہین ابو سفیان کے اُس قافلہ تجارت کی تیاری بھی ہے۔ مسلمانون کی نسبت جسکے لوٹنے کو بقول مولوی شبلی صاحب یورپ کے مورخین غزوہ بدر کا اصلی سبب قرار دیتے ہین۔ یہ کاروان بھی غزوہ بدر یا مسلمانون کی قطعی استیصال کے سامان فراہم کرنے کی غرض خاص سے مرتب کیا گیا تھا اور شام کی طرف بھیجا گیا تھا باہم کفار مین صلاح و مشورے سے یہ قرار پایا تھا کہ اس

کاروان سے اب کی بار جو کچھ نفع حاصل کیا جاوے اوسکا ایک حبہ بھی ذاتی مصارف مین نہ اوٹھایا جائے سب کا سب مسلمانون کے ساتھ معرکہ آرائی مین لگا کر اون کا یکبار خاتمہ کر دیا جاوے۔

اس بنا پر اس کاروان تجارت کا معمولی طور پر سامان نہین کیا گیا تھا۔ قریش کے تمام رؤسا اور امرا بلکہ ہر ہر فرد قوم نے اپنے تمام سرمایہ سے اسمین شرکت کی تہی۔ یہان تک کہ خواتین تک کا بچا بچایا اور چھپا چھپایا سرمایہ بھی اسکے نذر کر دیا گیا۔ شبلی صاحب تو اشارون سے بات کرتے ہین۔ آپ نے اپنے اوسی انداز خاص مین اسکی طرف بھی اشارت فرمائی ہے۔ عبارت یہ ہے۔

حملہ کے لئے سب سے بڑی ضرورت مصارف جنگ کا بندوبست تھا۔ اس لئے اب کے موسم مین قریش کا جو کاروان تجارت شام کو روانہ ہوا۔ اس سروسامان سے روانہ ہوا کہ مکہ کی تمام آبادی نے جس کے پاس جو رقم تھی کُل کی کُل دیدی۔ نہ صرف مرد بلکہ عورتین بھی جو کاروبار تجارت مین بہت کم حصہ لیتی تھین۔ اُنکا بھی ایک ایک فرد اس مین شریک تھا۔ سیرۃ النبیؐ۔

ابن سعد جلد دوم صفحہ ۶ مین۔ خاص ابو سفیان کی اس کاروان کی کثرت سامان کے متعلق لکھتے ہین۔

واللہ بمکۃ من قریش ولا قرشیۃ لہ نش ولا صاعدًا الا بعث بہ معنا۔	مکہ مین کسی مرد قریش یا زن قرشیہ کے پاس ایک حبہ بھی ایسا نہین بچا تھا۔ جو اوس نے ہمارے ساتھ نہ کر دیا ہو۔

ابو سفیان کا یہ قول اقرار خود۔ ایکی بار بخلاف دستور قدیم۔ اس کاروان کی اتنی اہمیت کی خاص غرض و غایت کو صاف صاف بتلا رہا ہے کہ قریش کو اپنی تمام دولت و کائنات کو تجارت مین ایکی بار لگا کر اور اتنے نفع کثیر اوٹھانے سے کون سی عظیم الشان مہم کو انجام دینا تھا۔ یہ عظیم الشان مہم وہی مسلمانون کا قتل عام تھا جسکے لئے مشورے کرکے باخود یا یہہ سامان کئے گئے تھے۔

آخر مین ان سامانون کا نتیجہ بھی کچھ نہ نکلا۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد قریش مین سب سے زیادہ خاتمۂ اسلام کا متمنی اور مستعجل ابو جہل تھا۔ اس لئے اوس نے اپنی عجلت کی سوء تدبیری سے۔ یا قریش کی زبون تقدیری سے کفار قریش اور مشرکین عرب کے دلون مین اسلام کے خلاف ایک غیر متحمل پر جوشی پیدا کر دینی کی غرض خاص سے یہ غلط افواہ پیدا کر دی کہ مسلمان ابو سفیان والے قافلہ پر واپسی کے وقت مدینہ کے قریب حملہ کرینگے اور لوٹ لینگے۔ اس غلط افواہ کی ظاہری صورت کے قراین بھی موجود ہوگئے۔ اس لئے کہ مدینہ کے پاس مقام بدر کے قریب ہی سے شام جانے کا راستہ پہاڑون کی تنگ گھاٹیون سے ہو کر نکلتا ہے۔ اس بنا پر کفار نے خود بھی سمجھ لیا اور اونکو سمجھا بھی دیا گیا کہ ابو سفیان جب اس مقام پر آئیگا تو مسلمان اپنی کمینگاہون سے۔ جہان وہ پہلے ہی سے پوشیدہ ہونگے۔ ایکبار نکل کر اونکو لوٹ لینگے

ابو جہل کی یہ چال قیامت کی چال تھی۔ جیسا ہم اوپر لکھہ آئے ہین اور حقیقتاً اس نے قبائل عرب مین ایک ہیجانی

کیفیت ضرور پیدا کردی ۔ ابوجہل کی غرض وغایت بھی یہی تھی لیکن منشائے تقدیر نے اوسکے مدعائے تدبیر کو اولٹ دیا ابوجہل نے مخالفت اسلام میں اہل عرب کی کثرت تعداد اور اونکے انتہائے جوش و سرگرمی پر اعتبار کرکے بلا انتظار واپسی کاروان اور بغیر خیال فراہمی سامان جنگ ۔ جیسا کہ باخود ہاکی مشورت سے قرار پاچکا تھا ایک ہزار مسلح جوانون کی طیار جماعت لیکر جنگ کی تیاری کردی اور بدر کی طرف چل کھڑا ہوا ۔ اپنی اس عجلت کا سبب یہ بتلایا کہ اس جمعیت سے کاروان تجارت کی حفاظت اور حملہ آور مسلمانون کی مدافعت کی جائیگی جو قریب ہی ۔ شام سے واپس ہوتے ہی ۔ مسلمانون کے ہاتھون مین پھنس جائین گے ۔

اس بنا پر ابوجہل تو اتنی کثیر جمعیت کے ساتھ ملغار ین کرتا ہوا بدر کے قریب پہونچ گیا ۔ وہان لوٹنے والے اور لٹنے والی وہ دونون اپنے اپنے مقامات پر خموش بیٹھے رہے ۔ مسلمان مدینہ مین اور ابوسفیان شام مین جیسا کہ طبری مین مرقوم ہے ۔

وذلک قبل مخرج ابی سفیان واصحابہ الی الشام | واقعہ بدر ابوسفیان اور اونکے ہمراہیون نے روانگی شام سے پہلے واقع ہوچکی تھی ۔

کفار قریش تو مسلمانون کی طرف سے اپنی مخالفت یا اونکے قتل وغارت کے خیال آپ پیدا کرکے اپنی ہمراہیون آپ آمادہ رہتے تھے بخلاف انکے مسلمان اونکے مظالم کا مدینہ مین گھر بیٹھے مشاہدہ کررہے تھے اور یقین کررہے تھے کہ اونکی بڑھتی ہوئی شرارتین ایک نہ ایک دن انکو مدینہ پر حملہ کرنے کے قصد سے ضرور چڑھا لائین گی لیکن مسلمان خموش رہکر اسوقت تک اشارہ قدرت اور منشاے مشیت کے حکم کا انتظار کررہے تھے ۔ جسکے بغیر وہ اپنی ذرا سی جنبش اور حرکت کو گناہ کبیرہ سمجھتے تھے ۔

مشاہدات متواترہ کے علاوہ وحی الٰہی کے ارشادات اپنے پیغمبر برحق کو قریش کے ان ظالمانہ تدبیر وارادے سے آگاہ کرتے جاتے تھے ۔ چنانچہ طبری کے اسناد سے حضرت علیؑ کا یہ ارشاد کہ جناب رسول خدا صلعم ۔ ہملوگون سے اکثر چاہ بدر کی نسبت پوچھا کرتے تھے ۔ اس امر کا شاہد صادق ہے کہ آپ جنگ بدر کے متعلق قبل از وقوع بذریعہ وحی مطلع فرمادیے گئے تھے ۔ اور لشکر قریش کے بالکل قریب پہونچ جانے تک کسی قسم کی تحریک وسبقت کرنے سے روکدیے گیے تھے ۔ چنانچہ جمہور مورخین ومحدثین کا اسپر اتفاق ہے کہ لشکر کفار کے بالکل قریب بدر آجانے کی صحیح خبر پاکر آنحضرت صلعم نے اونکی مدافعت کا ارادہ فرمایا ۔ جو حکم قدرت اور تدبیر مشیت کا عین مقصود تھا ۔

جنگ بدر کا اعلان اور مبارزان اسلام کے اظہار عقیدت

جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لشکر قریش کے قریب بدر پہونچ جانے کی تحقیق خبر مل گئی تو آپ نے اون سے مقابلہ ومقاتلہ کے متعلق سب سے پہلے جو کام کیا ۔ وہ تمام اہل اسلام کی جماعت مین اس قصد وارادہ جنگ کا اعلان کرنا اور شرکت محاربت پر مسلمانون کا عام استمزاج لینا تھا ۔ حکم ہوا اور تمام اہل اسلام حاضر تھے ۔ وہ کفار کے مظالم اور اپنے مصائب کو خود جانتے تھے ۔ اس لیے آنحضرت صلعم کو زیادہ بیان کی ضرورت نہین ہوئی ۔ سب نے سمعاً واطاعتاً لکھ کر سرہائے تسلیم جھکا دیے لیکن اوس

رحمت عالم اور خلق مجسم کا ابھی اطمینان نہیں ہوا۔ وہ مہاجرین سے نہیں۔ بلکہ اپنے خلق عظیم کے تقاضے سے جماعت انصار کی زبان و الفاظ میں اپنے اس قصد کی تصمیم و تسلیم کا اقرار کرانا چاہتا تھا۔ اسلئے کہ جو شرائط جنگ کی اون سے معاہدہ لئے گئے تھے وہ مدینہ کے اندر ہی رہکر اونکو جنگ و مقابلہ کرنے کا پابند بناتے تھے۔ مدینہ سے باہر جاکر جنگ کرنے کے شرائط نہیں تھی اور یہ ظاہر تھا کہ مدینہ سے آٹھ میل کی مسافت پر جاکر اونکو دشمن سے لڑنا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نزدیک یہ خلاف معاہدہ واقع ہوتا تھا۔ اسی لئے آپ رکے رہے تھے اور بار بار انکی طرف رخ کرتے تھے اور اونکے جواب کے منتظر تھے۔ مزاجدان جان نثار اور آداب شناس انصار آنحضرت ص کے مدعائے دلی کو سمجھ گئے۔ گروہ انصار سے سعد بن عبادہ ہمہ تن عقیدت بنکر اوٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے اب ہم ان جان نثاران اسلام کی تقریریں پہلے شبلی صاحب کی زبانی ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

سعد بن عبادہ رئیس خزرج کی تقریر۔

سعد بن عبادہ (رئیس قبیلۂ خزرج) نے اوٹھکر کہا کیا حضور کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ خدا کی قسم آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے بخاری میں ہے کہ مقداد نے کہا کہ ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جاکر لڑیں۔ ہم لوگ آپ کے داہنے سے بائیں سے سامنے سے پیچھے سے لڑینگے۔ انکی تقریر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرہ چمک اوٹھا۔ سیرۃ النبی ص ۲۳۱

شبلی صاحب نے اپنے اوسی قدیم داہمہ مشاقین یورپ کے خوف سے اس واقعہ کو بھی قطع و برید کے ساتھ مبہم کرکے لکھا ہے وہ محققین کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ایک تو آپ کی صحیحین کے محدثین نے اس تاریخی واقعہ کو جس اختصار کے ساتھ لکھا تھا وہی اسکی تفصیل کے استخفاف کے لئے کافی تھا۔ اوسپر آپ کی تلخیص نے اور بھی ناقص کر دیا۔ یہ اصلی موضوع کے ماخذوں کو چھوڑ دوسرے خارجی ماخذوں سے استنباط و استخراج مراد کا نتیجہ ہے۔ ایک تو یہ غلطی کی دوسرے جان نثاران انصار میں اصل جان نثار سعد بن معاذ کی تقریر کو بالکل ترک کر دیا۔ حالانکہ سعد بن عبادہ کی نسبت تقریر کرنے کا واقعہ ہی محققین کے نزدیک اب تک مشکوک ہے۔ اور سعد بن معاذ کی تقریر پر اتفاق جمہور ہے۔ چنانچہ اسکی تفصیل حاشیہ میں ملاحظہ ہو۔

اب ہم اس واقعہ کی پوری تفصیلی کیفیت طبری اور ابن ہشام سے حسب ذیل نقل کرتے ہیں۔

کان علیہ السلام اخبرھم من قریش فقام ابوبکر[۱] | جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تمام مجمع مسلمین کو قریش کی خبر سے مطلع فرمایا تو

[۱] تعجب ہی کہ ماخذوں میں حضرات شیخین کا ذکر ہے مگر انہیں سے کسی بزرگ کی تفصیل تقریر نہیں۔ اس ضرورت سے زرقانی کی شرح میں تلاش کیا اوسمیں بھی حضرت ابوبکر کی تقریر کا کوئی ذکر نہیں ملا۔ ہاں حضرت عمرؓ کی تقریر کے یہ الفاظ دکھلائی دیے یا رسول اللہ انھا قریش وعزھا واللہ ماذلت منذ عزت ولا امنت منذ کفرت واللہ لتقاتلنک فاھب لذلک اھبتہ واعد لذلک عدتہ۔ یا رسول اللہ یہ قریش اور انکی عزت کا معاملہ ہے قریش نے جب سے عزت پائی آجتک ذلیل نہ ہوئے اور جب سے کافر ہوئے آجتک ایمان لائے

الصدیق فقال واحسن ثم قال عمر بن الخطاب فقال واحسن ثم قام عمر بن الخطاب فقال واحسن ثم قال المقداد فقال یا رسول اللہ امض لما اراک اللہ فنحن معک واللہ لا نقول لک کما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون ولکن اذھب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون فوالذی بعثک بالحق لو سرت بنا الی برک الغماد لجالدنا معک من دونہ حتی تبلغہ فقال رسول اللہ صلعم خیرا ودعا لہ بہ ثم قال رسول اللہ صلعم اشیروا علی ایھا الناس وانما یرید الانصار وذلک انھم عدد الناس وانھم حین بایعوہ بالعقبۃ قالوا یا رسول اللہ صلعم انا براء من ذمامک حتی تصل الی دیارنا فاذا وصلت الینا فانت فی ذمتنا نمنعک مما نمنع منہ ابناءنا ونساءنا فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتخوف الا تکون الانصار تری علیھا نصرتہ الا ممن دھمہ بالمدینۃ من عدوہ وان لیس علیھم ان یسیر بھم الی عدو من بلادھم فلما قال ذلک رسول اللہ صلعم قال لہ سعد بن معاذ واللہ لکأنک تریدنا یا رسول اللہ قال اجل قال فقد آمنا بک وصدقناک وشھدنا ان ما جئت بہ ھو الحق واعطیناک علی ذلک عھودنا ومواثیقنا علی السمع والطاعۃ فامض یا رسول اللہ لما اردت فنحن معک فوالذی بعثک بالحق لو استعرضت بنا ھذا البحر فخضتہ لخضناہ معک ما تخلف منا رجل واحد وما نکرہ ان تلقی بنا عدو

حضرت ابوبکر الصدیق کھڑے ہوئے تقریر کی اور اونکی تعریف کیگئی پھر حضرت عمر بن الخطاب کھڑے ہوئے تقریر کی اور تعریف کیگئی پھر حضرت مقداد کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپکو جو حکم خدا ملا ہے کیجیے ہملوگ آپکے ساتھ ہین۔ خدا کی قسم ہم آپ کی خدمت مین وہ ہرگز نہین کہینگے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا دونون لڑنے جاؤ۔ ہم یہین بیٹھے کے بیٹھے رہینگے لیکن اوسکے برخلاف ہم تو یہ کہینگے کہ آپ اور آپکا خدا غنیم سے لڑنیکے لیے چلین ہم آپ کے ساتھ چلنے اور لڑنے کو تیار ہین اور اوس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہملوگون کو برک الغماد تک بھی لیجائین تو ہم آپ کی رکاب مین برابر تلوار چلایا کرینگے یہانتک کہ آپکا ارادہ پورا ہو۔ یہ سنکر جناب رسول اللہ صلعم نے مقداد کو دعا خیر دی اوسکے بعد آپ نے فرمایا ایہا الناس تملوگ مجھے اس امر مین مشورہ دو اس کہنے سے آپکا روئے سخن خاصکر انصار کی طرف تھا اور اون مین بھی خاصکر اونھین مخصوصین انصار سے جو پہلے آپ سے بیعت عقبہ کر چکے تھے۔ اونھون نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم ہم اوسوقت تک آپکے ذمہ دار نہین تھے جبتک آپ ہمارے شہر و وطن مین نہین آئے تھے۔ اب جب آگئے تب ہم آپ کے بالکل ذمہ دار ہوگئے اس بنا پر آپ سے اون تمام امور کی مدافعت کرینگے جن امور کی ہم اپنے اہل و عیال سے مدافعت کرتے ہین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل مین یہ خیال تھا کہ کہین میرے سوا کے جو آمین انصار یہ نہ کہین کہ ہمنے آپسے مدینہ کے اندر دشمن کے حملہ آور ہونیکے وقت مدد کرنیکا وعدہ کیا ہے اور ایسی حالت مین کہ جب دشمن سے باہر جاکر مقابلہ کی ضرورت ہو تو وعدہ نہین۔ جب آنحضرت صلعم نے تقریر مین اسکی طرف اشارہ کیا تو سعد ابن معاذ نے اوٹھکر عرض کی کیا اس ارشاد سے ہملوگون کی طرف اشارہ ہے آپنے ارشاد فرمایا۔ ہان۔ سعد نے عرض کی کہ ہم سب آپ پر ایمان لاچکے۔ آپ کی تصدیق کر چکے اور جو کچھ حضور پر منجانب اللہ نازل فرمایا گیا ہو اوسکی شہادت

بقیہ حاشیہ صفحہ دیگر۔ اپنے انہی لڑکر خدا کی ہیبت اونپر قایم کیجیے اور اوس کا وعدہ پورا کیجیے مخلصین کی مندرجہ بالا اظہار عقیدت سے اس تقریر کو جو مناسبت ہے وہ محققین کی نگاہون سے مخفی نہین یہ خوش عقیدہ محدثین کا اضافہ ہے حقیقت کچھ بھی نہین بزرگ کا نام داخل کر دیا گیا ہے ورنہ واقعیت ہوتی تو اصل واقعہ کے ساتھ ان بزرگون کی تقریرین بھی واقعات تاریخی بنکر نقل ہوتین

المؤلف

وانا عند الصبر فی الحرب صدق فی اللقاء لعل اللہ یریک منا ما تقر بہ عینک فسر بنا علی برکۃ اللہ فسر رسول اللہ صلعم بقول سعد ونشطہ ذلک

دے چکے اور آپ کی اطاعت و متابعت کے معاہدے لکھ چکے پھر استفسار کی ضرورت کیا ہے آپ نے جو ارادہ فرمایا ہے اوس پر عمل کیجئے ہم سب آپ کی خدمت کو حاضر ہیں۔ اوس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق پر مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمکو اس دریا میں کود پڑنے کیلئے حکم دیں تو ہم بلا تامل داخل دریا ہو جائیں۔ اور ہم میں سے کوئی شخص بھی آپکے اس حکم سے نہ خلاف کر سکتا ہے اور نہ انکار کر سکتا ہے۔ اور آپ میدان جنگ میں دیکھیں گے کہ ہم جدال و قتال کی سختی کے وقت کیسا صبر و تحمل کرتے ہیں اور ہم اپنی جان نثاریاں دکھلا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرینگے بس خدا کی تائید و برکت کی امیدوں پر آپ تشریف لے چلیں۔ جابر کا قصہ تمام ہو چکے ہیں۔ سعد ابن معاذ کے یہ کلمات عقیدت سنکر آپ بیحد مسرور ہوئے ابن ہشام جلد دوم ص ۱۳ مصر

اس تقریر کے بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عزم جہاد مستقل کر دیا۔

میدان بدر کی طرف روانگی بارہویں رمضان المبارک ۲ھ ہجری کو آپ قریب تین سو چودہ [۳۱۴] آدمیوں کی جمعیت لیکر مدینہ سے باہر نکلے اور ایک میل کی مسافت پر چاہ ابی عنبہ کے پاس قیام فرمایا۔ یہاں ٹھہر کر لشکر اسلام کا جائزہ لیا گیا۔ اور سب کو یہاں جمع ہونیکا حکم فرمایا گیا۔ جان نثار مہاجر و انصار۔ سرفروشیوں کی پرجوشیوں میں لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوئے۔

بقیہ عبارت حاشیہ کیونکہ علامہ زرقانی نے حضرت ابوبکرؓ کی تقریر کی نسبت تو کامل تفحص کے بعد آخرکار یہ لکھدیا ہے لم ار من ذکر ما یہ مین معلوم ہو تا آپ نے کیا تقریر کی حضرت عمرؓ نے جو تقریر کی وہ نقل کر کے حقیقت حال دکھلائی گئی۔ اوسی زرقانی کی تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ قصہ تقریر شیخین صرف علما کی خوش عقیدگی کے حاشیہ ہیں کیونکہ امام سہیلی نے اس مسئلہ میں کامل بحث کی ہے۔ زرقانی اوسکو مفصلہ ذیل عبارت میں لکھتے ہیں۔

قال سید الناس فی عیون الاثر المذکور عن سعد بن معاذ ولفظہ عن انس ان رسول اللہ صلعم شاور حین بلغہ اقبال فتکلم ابو بکر فاعرض منہ ثم تکلم عمر فاعرض عنہ

عیون الاثر میں سید الناس لکھتے ہیں کہ یہ کلام جو سعد بن عبادہ کیطرف منسوب کیا جاتا ہے وہ حقیقتاً سعد بن معاذ کی زبانی ہے جیسا کہ انسؓ نے اپنے لفظ میں بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلعم کو ابو سفیان کے آنے کی خبر ہوئی تو آپ نے سبھی سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور تقریر کی۔ آپ نے کچھ توجہ نہ فرمائی۔ پھر حضرت عمرؓ نے تقریر کی۔ آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔

اب واعرض عنہ کے الفاظ و معانی کو۔ روایت مرقومہ بالا کے الفاظ فاحسن سے مقابلہ کر کے حقیقت حال خود سمجھ لی جا سکتی ہے جس میں واقعیت تو نام کو بھی نہیں۔ ہاں خوش عقیدگی کے ہاتھوں سے تبرکاً اسکے داخل کئے جانے کی مناسبت ضرور جھلکتی ہے یہ تو اس موقع پر اندونوں بزرگوں کی تقریر کی حقیقت حال کا انکشاف کیا گیا۔ اب ہم شبلی صاحب کے اوس مختار کی تنقید کرتے ہیں جو آپ نے سعد بن عبادہ کی تقریر کی نسبت قائم فرمایا ہے اور اصل مقرر سعد بن معاذ کی تقریر کو قطعاً مرفوع القلم کر دیا ہے چنانچہ ہم زرقانی کی عبارت سے علامہ سید الناس کی مرقومہ بالا عبارت کے بقیہ مضامین ذیل میں نقل کر کے شبلی صاحب کے اس مختار کی پوری تنقید کر دیتے ہیں۔

فقام سعد بن عبادۃ فقال ایانا ترید یا رسول اللہ و

سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کا اس کلام سے خطاب کیا ہم

جان بازوں کی عقیدت مندانہ پرجوشیوں اور سرگرمیوں کا یہ عالم تھا کہ صغیر السن اور غیر مکلف بچے تک شریک جہاد ہونے کی تمنا میں گھروں سے باہر نکل آئے تھے۔ اور جوانوں کی صف میں ملکر کھڑے ہوگئے تھے معائنہ کے وقت ان کو غیر مکلف قرار دے کر واپس جانے کا حکم ہوا۔ ان نو عمر بچوں میں عمیر بن ابی وقاص بھی تھے۔ جب انکو بھی واپسی کا حکم ہوا تو یہ پھوٹ کر رو پڑے آنحضرت صلعم ان کی بیتابی سے بہت متاثر ہوئے اور بالآخر اجازت دیدی۔ عمیر کے بھائی سعد بن وقاص نے اس کمسن جان نثار اسلام کی کمر میں تلوار باندھکر گود میں اوٹھا لیا۔ اور ساتھ لے لیا۔

بقیہ عبارت حاشیہ۔ والذی نفسی بیدہ لو امرتنا ان نضربها اکبادها الی برک الغماد لفعلنا۔ الحدیث القول کابن ابی شیبۃ وابن عائذ وابن مردویۃ قال الحافظ و یمکن الجمع بانہ صلعم استشارهم مرتین الاولی بالمدینۃ اول ما بلغہ خبر العیر وذلک بین من لفظ مسلم شاور حین بلغہ اقبال ابو سفیان والثانیۃ لانہ کانت بعد ان خرج کما فی حدیث الجماعۃ ووقع عند الطبرانی ان سعد بن عبادہ قال ذلک بالحدیبیۃ وهذا اولی بالصواب زرقانی ص ..۵ مصر

لوگوں سے ہے قسم اوسکی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر آپ لوگونکو حکم دیں تو ہم ان کے کلیجوں پر ضربیں لگاتے ہوئے برک الغماد تک چلے جائیں اس حدیث کو ابن ابی شیبہ۔ ابن عائذ اور ابن مردویہ نے لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر اس اختلاف کا فیصلہ یوں کرتے ہیں کہ انکی تطبیق کی یہ صورت قرار پاسکتی ہے کہ آنحضرت صلعم نے دو بار مشورت کی ایکبار مدینہ میں جب قافلہ ابو سفیان کی خبر آمد معلوم ہوئی جیسا کہ حدیث مسلم کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ آپ نے صحابہ سے مشورت کی جب ابو سفیان کی آمد معلوم ہوئی دوسری بار مدینہ سے نکل کر جیسا کہ مرویات اجماعیہ سے ظاہر ہوتا ہے لیکن طبرانی نے اس قول سعد ابن عبادہ کی نسبت لکھا ہے کہ سعد بن عبادہ نے صلح حدیبیہ میں بیعت رضوان کے موقع پر یہ تقریر کی تھی۔ اور یہی صحت سے قریب تر ہے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شبلی صاحب نے محض صحیح مسلم کے اعتبار پر اپنے اس مختار کو قائم کیا ہے حالانکہ آپ ہی کے محققین و محدثین سعد بن عبادہ کی اس تقریر میں شک کرتے ہیں۔ تقریر ہونا یا نہ ہونا تو درکنار۔ یہ حضرات تو سعد بن عبادہ کو شرکاء جنگ ہی میں داخل نہیں کرتے۔ چنانچہ علامہ زرقانی اسکی حقیقت کا حسب ذیل انکشاف فرماتے ہیں۔

واختلف فی شہود سعد بن عبادۃ بدرا ولم یذکرہ موسیٰ بن عقبہ ولا ابن اسحاق فی البدریین وذکرہ الواقدی والمدائنی وابن الکلبی۔ اما الواقدی الحافظ المتروک مع سعۃ علمہ والمدائنی وثقہ ابن معین وقال ابن عدی لیس بقوی وابن الکلبی فیہ کلام العیون وفی فتح الباری اشارۃ لانہ قال لم یشہد سعد بن عبادہ بدرا وان عدّ منہم لکونہ ضرب لہ بسہمہ واجرہ وفی عیون لعل

علماء میں اس امر پر اختلاف ہے کہ سعد بن عبادہ شریک بدر تھے یا نہیں انکو موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق نے شرکاء بدر میں نہیں لکھا ہے لیکن واقدی۔ ابن مدائنی اور ابن کلبی نے لکھا ہے۔ واقدی حافظ حدیث تو باوجود شہرت علم کے متروک الحدیث ہے اور ابن مدائنی کو اگرچہ ابن معین نے ثقہ لکھا ہے لیکن ابن عدی قوی الحدیث نہیں جانتے۔ ابن کلبی کے بارے میں صاحب عیون نے کلام کیا ہے اور فتح الباری نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سعد بن عبادہ معرکہ بدر میں شریک ہی نہیں تھے اب رہی یہ بات کہ پھر انکا حصہ کیوں دیا گیا۔ اسکی نسبت عیون الاثر میں اس

مجاہدین کا شمار کیا گیا تو تعداد میں مجموعاً تین سو تیرہ آدمی نکلے جمہور کا متفقہ بیان ہے کہ یہی طالوت کی لشکر کی بھی تعداد تھی۔ جو جالوت کے مقابلہ میں نکلا تھا شہر کی محافظت اور انتظام کے لئے ابو لبابہ کو مدینہ کے حصہ زیرین کا حاکم بنا کر یہیں سے روانہ کر دیا گیا۔ اور عاصم بن عدی کو۔ مدینہ کی بالائی آبادی کا جسے عالیہ کہتے ہیں امیر و محافظ مقرر کر کے بھیجدیا گیا۔ ان ضروری انتظامات کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی روانگی سے پہلے بسبسہ اور عدی کو لشکر قریش کی خبر رسانی کیلئے بھیجدیا اور یہ دونوں آدمی جہینہ بدر کی طرف جہاں لشکر قریش کے پہونچنے کی خبر ملی تھی روانہ ہو گئے۔ مجاہدوں کی روانگی کے دوسرے دن

ما نقله المصنف عنه و روينا عن ابن سعد المكان بيتهيأ للخروج الى بدر و يأتي دور الانصار يحضهم على الخروج فنهش قبل ان يخرج فاقام فقال صلى الله عليه وآله وسلم لئن كان سعد لم يشهدها لقد كان عليها حريصا وقال روى بعضهم انه عليه السلام ضرب له بسهمه واجره انتهى وهو ايضا ايماء الى ان الاختلاف بالاعتبار لا حقيقي منه

ابن سعد

قول کو لکھا کر مرقوم ہے کہ ابن سعد کے اسناد سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ جنگ بدر میں شریک ہونیکو آمادہ تھے۔ اور انصار کے گھروں میں جا کر انکو شرکت جنگ پر آمادہ کرتے تھے اس اثنا میں انکو سانپ نے کاٹ لیا اور یہ رک گئے یہ خبر سنکر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ سعد بن عبادہ گو لڑائی میں شریک نہیں ہوئے لیکن وہ امادہ ضرور تھے بعض راوی کہتے ہیں کہ اسی بنا پر انکا حصہ غنیمت میں دیا گیا پس یہ اختلاف اگر قابل اعتبار بھی ہوں تاہم حقیقت حال نہیں ہو سکتی

بدر کی شرکت سے بعض صحابہ کا رکنا۔ اسی ضمن میں ہمکو ایک امر کی حقیقت کا انکشاف بھی نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرقومہ بالا عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ شبلی صاحب کی عجلت فہمی اصل لوگوں کے (سعد بن معاذ) ذکر حالات کو تو چھوڑ دیتی جاتی ہے اور محض صحیحین کے ظاہری اعتبار اور منفرد و مختار راویوں لوگوں کے واقعات کو تلمیند کرتی ہے (سعد بن عبادہ) جنھوں نے بقول اجماع (دیکھو فتح الباری) نہ یہ تقریب کی تھی اور نہ جو شریک جنگ ہوئے۔ اگر یہ تقریب کی ہی تو چھ برس بعد صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے موقع پر یہ ہمارے **شمس العلماء** کی تحقیق ہے۔ اور اس کی بنا خاصکر وہی غلط اصول ترجیح حدیث علی التاریخ ہے۔ فن تاریخ و سیرت ان واقعات کے صحیح مواقع اور اسباب و ذرایع کے حفظ و ذکر کی خاصکر بمقابلہ حدیث کے ذمہ وار ہے کیونکہ اوسکا موضوع خاص انہیں امور کا حفظ و بیان ہے۔

حالات کے استقصا سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد بن عبادہ ہی تنہا شریک بدر نہیں ہو سکے تھے۔ بلکہ صحابہ میں اکثر حضرات شرکت سے محروم رہے۔ سعد کے لئے تو سانپ کے کاٹنے کا عذر معقول بھی تھا لیکن اور بزرگوں کے شریک نہ ہونے کے لئے کوئی وجہ معقول نہیں ثابت ہوتی سوائے اسکے کہ اونسے محض اتفاقی غلط فہمی واقع ہوگئی۔ مرویات حدیث و تاریخ سے مستنبط ہوتا ہے کہ روانگی بدر کا حکم پا کر اکثر حضرات شرکت جنگ سے پہلو تہی کرتے تھے اور کسمساتے تھے۔ اونکے تامل کی وجہ یہ تھی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ لوگ اپنی غلط فہمی سے آنحضرت صلعم کے اس ارادے کو کاروان ابوسفیان پر حملہ ہی یقین کئے ہوئے تھے لیکن جب آنحضرتؐ کے ارشاد سے انکو کفار قریش کے مقابلہ کا پورا ثبوت مل گیا۔ تو نفع کے عوض محض جان کے نقصان کا خیال کر کے وہ شرکت کے لشکر سے پس و پیش کرنے لگے تاریخ و حدیث کی مرویات کے علاوہ خاص خدا کے الفاظ قرآن مجید میں اسکے شاہد حال ہیں۔

آپ لشکر اسلام کے ہمراہ بدر کی طرف روانہ ہوئے اور روحا، متصرف ذات اجذال، میلاۃ اور اثیل کی منزلوں کو طے فرماتے ہوئے چشمہ بدر پر پہونچ گئے۔ زرقانی کی تحقیق میں بروایتے چھتیس[۳۶] اور بروایتے تیس[۳۰] میل روزانہ کی رفتار کے حساب سے ۸۰ میل کی مسافت گویا ڈھائی دنوں میں تمام کردی گئی۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخلہ کی خبر سنکر دو لون مخبر حاضر ہوئے۔ غرضکہ غنیم اس وادی کے اوس پار تک پہونچ گئے ہین۔ آپ نے آگے بڑھنے کو مصلحت نہ سمجھکر وہین قیام فرمایا۔

موقع بدر مدینہ منورہ سے اسّی میل (چالیس کوس) کے فاصلہ پر مغرب وشمال کی طرف شارع عام پر واقع ہے یہین سے پہاڑون کی گھاٹیون مین ہوکر شام جانے کا تنگ اور کج مج راستہ نکلتا ہے۔ مقام بدر قدیم منزل گاہ ہے۔ اس لئے کہ یہان صاف پانی کے اکثر چشمے جاری ہین۔ عرب کے مشہور اور قدیم سالانہ میلون کے مقامات مین بدر بھی شمار کیا جاتا ہے۔ یہان کے سالانہ میلون کے متعلق طبری لکھتے ہین۔

وکان بلد موسما من مواسم العرب فیجتمع لهم لها سوق کل عام فنقیم علیه ثلثا و تنحر الجزور و نطعم الطعام و نسقی الخمور و تعزف علینا القیان و تسمع بنا العرب

بدر عرب کے مشہور مقامات مین تھا۔ یہان ہر سال تین دن تک میلہ لگا رہتا تھا کثرت سے اہل عرب جمع ہوتے تھے اونٹون کو ذبح کرکے کھانے پکاتے تھے اور کھاتے تھے شراب پیتے تھے عرب کی مشہور گانے بجانیوالی عورتون کا گانا بجانا سنتے تھے۔ طبری ص ۱۳۰۷

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔

جس طرح اے پیغمبر تیرا خدا تجکو حق پر تیرے گھر سے (بدر تک) نکال لایا۔ حالانکہ مسلمانون کا ایک گروہ اس سے ناخوش تھا۔ وہ بعد اس کے حق ظاہر ہوئے پیچھے بھی جھگڑا کرتا ہے گویا کہ وہ موت کی طرف ہنکائے جاتے ہین اور وہ اپنی آنکھوں سے اپنی موت کو دیکھ رہے ہین اور جب خدا تم سے قریش کے قافلہ اور قریش کی فوج مین سے ایک کا وعدہ کرتا ہے کہ وہ تمہارے لئے ہے تم چاہتے ہو کہ بے خرخشہ والا گروہ تم کو مل جائے (یعنی قافلہ) اور خدا یہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے حکم سے ثابت کر دے اور باطل کو مٹا دے گو گنہگار اس سے رنجیدہ ہون۔

متعصبین یوروپ دیدۂ انصاف کھولکر ان آیات قرآنیہ کو صاف الفاظ کو پڑھلین اور سمجھ لین کہ غارت قافلہ کو واقعہ کی بنا پر جو اپ لوگ اپنے منو بالنوع اعتراضات قایم کرتے ہین وہ قرآن کے ان الفاظ سے کہین ظاہر نہین ہوتا۔ قرآن نہ اوسکی تصدیق کرتا ہے اور نہ تائید بلکہ مسلمانون مین سے جن لوگون نے یہ خیال پیدا کیا تھا اونکو تنبیہ و تادیب کے غرض خاص سے یاد دلاتا ہے کہ تمہاری خواہشون کے خلاف خدا استحقاق کفار سے کھلے میدان مین مقابلہ کرکے حق کو قایم اور باطل کو مستاصل کرنا چاہتا ہے۔ ان کلمات سے صاف ظاہر ہے کہ بعض مسلمانون نے یہ خیال ضرور پیدا کیا تھا لیکن خدا نے اسے قبول نہ فرمایا۔ اول یہ کہ بعض مسلمانون کا یہ اپنا خیال و قیاس تھا۔ اسلام اونکے لئے جوابدہ نہین ہو سکتا دوسرے یہ کہ خدا نے اونکی اس تجویز ارادے کی برائی خود ظاہر کردی اور اونکی چشم نمائی زبانی بھی فرمادی تو پھر مخالفین یوروپ کا ایسے بے اصل اور خلاف واقعہ امر سے استدلال کرنا۔ کمال بدعقلی ہے۔ اب رہا یہ کہ ہمارے قدیم حدیث و تاریخی ماخذ اسکی تائید کرتے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ مسلمانون کے نزدیک کوئی ماخذ قرآن مجید سے زیادہ معتبر نہین　　　المؤلف عفی عنہ

لشکر اسلام میں سامان جنگ

یہ تو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں کل تین سو تیرہ ۳۱۳ آدمی تھے۔ تعداد تو یہ تھی سامان پر نظر کی جائے تو تین سو تیرہ آدمیوں میں سواری کے لئے کل ساٹھ ۶۰ اونٹ تھے اور لشکر بھر میں صرف دو گھوڑے ایک حضرت مقداد کے پاس اور ایک زبیر ابن العوام یا ابی مرثد کے پاس۔ انتظام یہ کر لیا گیا تھا کہ باری باری سے کچھ لوگ اونٹوں پر راہ طے کرتے تھے اور باقی لوگ پیدل چلتے تھے جب سواری کے لوگ ایک مقررہ حد تک سواری پر چل چکتے تھے تو اتر آتے تھے۔ اور خود پیدل چلنے لگتے تھے اور اپنی جگہ پیدل چلنے والوں کو اونٹوں پر سوار کر دیتے تھے اس انتظام میں راحت و مساوات عام کا درجہ لحاظ رکھا گیا تھا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص مرکب بھی شرکت سے مستثنیٰ نہیں تھا۔ صاحب روضۃ الاحباب محدث شیرازی تو صرف حضرت علی مرتضیٰؑ کو آپ کا رفیق بتلاتے ہیں لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض منزلوں پر آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ اور ابو لبابہ کو بھی ہمراہ لے لیا تھا زید کی رفاقت میں کوئی کلام نہیں۔ لیکن ابو لبابہ کی شرکت تو بالکل خلاف واقع ہے۔ کیونکہ ابھی ابھی بیان ہو چکا ہے کہ ابو لبابہ تو منزل اول ہی سے مدینہ کے حصہ زیریں کا حاکم بنا کر واپس کر دیے گئے تھے وہ تھے کہاں جو شریک راحلہ ہوتے؟

تاریخ و حدیث کی متفقہ مرویات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم حسن و خلق اور عدل و تواضع کے اظہار و اتمام کی غرض سے خود بھی پیدل چلتے تھے۔ اس لئے کہ مساوات کی تعلیم ہو۔ اور ضعیف طبیعت والوں کو اپنے پیغمبر کی طرف سے آسائی کا سوء ظن نہ ہو حضرت علی مرتضیٰؑ یا اور جو کوئی ایسے موقع پر ساتھ ہوتا تھا عرض کرتا تھا کہ آپ سوار ہو لیں ہم پیدل چلتے ہیں قوت روحانیہ نبوت کے خاص انداز میں ارشاد ہوتا تھا۔

ما انتما باقوی منی و ما انا اغنی عن الاجر منکما	تم لوگ مجھ سے قوی تر نہیں ہو اور میں تمہارے اول و آخر کی مدد و حمایت سے بالکل مستغنی ہوں روضۃ الاحباب محدث شیرازی۔

یہ ارشاد آپ کی نبوت کے اوصاف مخصوصہ کا کامل اظہار کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ پیغمبر تمام قوائے جسمانی اور روحانی میں عام طبقہ انسانی سے خاص طور پر قوی تر اور اعلیٰ تر مخلوق کیا جاتا ہے۔

راحلہ کا تو یہ سامان تھا۔ اسلحات جنگ و آلات حرب و ضرب کی قلت کی یہ حالت تھی کہ سارے لشکر میں کل چھ ۶ شخصوں کے پاس زرہیں تھیں۔ باقی سب کے سب اسلحات سے بالکل ننگے تھے۔ تین سو تیرہ ۳۱۳ آدمیوں میں سے کل آٹھ آدمیوں کے پاس تلواریں تھیں۔ باقی سب کے پاس یا نیزہ و سنان تھے یا تیر و کمان۔ اسی مختصر سے سامان سے اور اسی مختصر سی جماعت جان نثاران سے اسلام کو کفار کے اس عظیم الشان لشکر جرار کا مقابلہ کرنا تھا جو تعداد میں ان سے سہ گونہ تھا۔ اور کئی ایک ہزار آہن پوش پہلوانوں میں سو جرار سواروں کا رسالہ ایسا تیار تھا۔ جو سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا اور وہ طلایہ کا کام کرتا ہوا فوج کے آگے آگے چلتا تھا۔ اور معرکہ جنگ میں سابقین لشکر سے بجلی کی طرح کوندتا ہوا غنیم کے سر پر گر پڑتا اور دم کے دم میں دشمن کا کام تمام کر دیتا۔ اسلحات کی یہ کثرت تھی کہ ہر شخص دوہری دوہری زرہیں پہنے تھا سروں پر ایک

خود پہنے ہوئے خود رکھے تھا۔ جوشن۔ مغفر زرہ بکتر وغیرہ۔ غرض جنگی لباس میں وہ کونسا لباس تھا جو اونکے پاس موجود نہ تھا یہی کیفیت آلات حرب و ضرب کی بھی تھی۔ ہر شخص ضرورت سے زائد اپنے بدن پر ہتیار لگائے تھا من بھر کے جسم پر دو دو من لوہے چڑہائے تھا۔ خوشحالی دولتمندی۔ فراغت اور اطمینان کا یہ عالم تھا کہ راستہ میں لشکر کا بڑا رؤسا و امرائے عرب کا عشرتکدہ بنجاتا تھا۔ نو نو دس دس اونٹ روز ذبح کئے جاتے تھے اور ریشہ ریشہ ہوکر تمام فوج میں بٹ جاتے تھے اسی طرح اون کے تمام اسباب تعیش اور سامان آرام و راحت کا اندازہ کرلینا چاہیے۔

فریقین مقابل کے ان متوازی حالات کو پڑہکر نہایت آسانی سے ہر شخص فیصلہ کریگا کہ طیاری جنگ کے اعتبار سے کبھی مسلمان کفار کے مساوی نہیں تھے۔ نہ مسلمانون کے پاس ضرورت جنگ کے موافق اسلحات جنگ تھے نہ آلات حرب۔ نہ راحلہ ہی اتنا تھا نہ سامان مقابلہ۔ مخالف مقابل کے برابر نہ اونکی تعداد ہی تھی نہ شمار۔ نہ پیدل نہ سوار۔ اتنی بڑی بے سامانی سے اتنے بڑے ساز و سامان کے مقابلہ پر طیار رہتے عام نگاہون میں تو اونکی یہ جرأت بھی خودکشی دکھلائی دیگی لیکن حقیقتاً اونکی یہ ظاہری بے سروسامانی اپنے پہلو مین کامل الایمانی کی روحانی قوت رکھتی تھی۔ جو نہ سامانون کی افزایش سے گھٹ سکتی تھی اور نہ اسلحات و آلات حرب کی یورش سے کٹ سکتی تھی۔ اور یہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ اپنی قلیل جماعت سے اتنی بڑی کثیر جماعت غنیم سے مسلمانون کا مقابلہ نہین تھا بلکہ استقرار علی الحق ثبات فی الایمان اور استیصال الباطل کے سلسلہ مین انکی سرفروشیون اور جانبازیون کی پہلی آزمایش اور اولین امتحان ثابت ہوتا ہے۔ جو تدبیرین قدرت کی طرف سے آماجگاہ بدر مین لیا گیا۔ اور اس امتحان قدرت کے ہر شعبہ مین کامل ہوکر جان نثاران اسلام نے بتلادیا کہ کامیابی یا فتح و فیروزمندی تعداد افراد پر منحصر نہین۔ بلکہ اسکی تحصیل و تکمیل زیادہ تر استقرار و استقلال کے کمال اور خدا کی تائید و افضال پر موقوف ہوتی ہے۔

خباب بن منذر کی مفید مشورت

جس مقام پر لشکر اسلام نے قیام کیا تھا وہ جنگ و مقابلہ کی ضرورتون کے اعتبار سے تجربہ کاران معارک کی نگاہون مین موزون اور مناسب نہین معلوم ہوا۔

خباب بن منذر جو بڑے نبرد آزما اور معرکہائے جنگ کے بڑے تجربہ کار تھے اور صحابہ اولین مین داخل تھے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ اس موقع پر قیام وحی الہی کی ہدایت سے کیا گیا ہے یا محض تدبیر جنگ کی تجویز سے ارشاد ہوا حکم وحی سے نہین ہے۔ خباب نے عرض کی مقابلہ کی مصلحتون کے اعتبار سے تو مناسب یہ ہے کہ یہان سے کچھ اور آگے بڑہکر سامنے والے چشمہ پر قبضہ کرلیا جاوے اور آس پاس کے جتنے کنوئین ہین سب بیکار کردیے جائین اور وہی مقام لشکر کی قیامگاہ اور غنیم سے رزمگاہ قرار دیا جائے۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خباب بن منذر کی صلاح پر عمل فرمایا بعضے مسلمانون کو یہ موضع قیام پسند نہ آیا اور وہ کنوؤن کے بیکار کئے جانے کو بھی اچھا نہ سمجھے۔ اسلئے مصرف کے لئے صرف ایک چشمہ کے پانی کو تمام ضروریات کے لئے

ناکافی سمجھکر قیامگاہ کی زمین کی سختی اور کمی آب کا عذر کرنے لگے ۔ تائید ایزدی نے اون کو رفع شکایت کی سامان مہیا کر دیے رات آئی تو کثرت سے مینھہ برسنے لگا اور خوب ٹھہر ٹھہر کر تمام رات برساکیا تمام ریگ جسمیں گھٹنے دھنس جاتے تھے یک لخت جمکر تمام زمین ہموار اور سخت ہوگئی مسلمانون نے کثرت سے جابجا مینہ کا پانی روک کر متعدد حوض بنائے اور نہایت اطمینان و آسانی سے وضو و غسل کی ضروریات عمل میں لانے لگے خدائے مسبب الاسباب نے اونکے ان اسباب فراغت و اطمینان کے نزول کی خبر اپنے ان الفاظ مین دی ہے۔

وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِنَ السَّمَاءِ لِیُطَهِّرَکُمْ بِهِ	مسلمانون یاد کرو جب خدا نے تمہارے لئے آسمان سے مینہ برسایا کہ تم اوس سے طہارت کرو
طبری ۹ ۱۳۰ روضۃ الاحباب محدث شیرازی ص ۲۲۶	

سقایان قریش کی گرفتاری

جناب ابن منذر کی تجویز انسانی تدبیر ربانی کے مطابق نکلی۔ اور فی الحقیقت لشکر اسلام کو آرام و اطمینان کے علاوہ غنیم سے مقابلہ و مقاتلہ کی نسبت بھی ذریعہ فتح و کامرانی ثابت ہوئی ۔ جیسا کہ سلسلہ بیان سے معلوم ہوتا ہے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ منزل اول سے غنیم کی سراغ رسانی کے لئے جو مخبر بھیجے گئے تھے اونھون نے قریش کے وادی کے اوس پار تک آجانے کی اطلاع پہونچائی تھی لیکن اونکا کوئی آدمی اسوقت تک کمین دکھلائی نہین دیا تھا جس سے اونکی جمعیت سامان و طیاری کی تفصیلی کیفیت معلوم ہوتی۔

اس ضرورت سے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ ع زبیر بن العوام اور سعد بن ابیوقاص کو رات کے وقت حکم دیا کہ ادھر ادھر جاکر غنیم کا صحیح پتا لگائین حکم رسول اللہ پاکر یہ تینون حضرات حسن اتفاق سے چشمہ بدر پہ عین اوسوقت پہونچے جب لشکر قریش کے سقے پانی لے رہے تھے ۔ ان لوگون کو دیکھتے ہی وہ سب کے سب بھاگے لیکن ان مین دو شخص گرفتار ہوگئے ایک کا نام اسلم تھا دوسرے کا عریض پہلا بنی الحجاج کا غلام تھا ۔ دوسرا بنی عباس کا ۔ یہ لوگ ان دونون غلامون کو گرفتار کرکے خدمت رسول اللہ صلعم مین لے آئے آپ نماز مین مصروف تھے ۔ ان لوگون نے اُن دونون سے نام و نشان پوچھنا شروع کیا ۔ اون دونون نے اپنے صحیح نام بتلائے اور کہا کہ ہم قریش کے غلام ہین چشمہ بدر سے پانی لینے آئے تھے انلوگون نے (بنا بر تصدیق) کہا نہین تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم قریش کے آدمی نہین ہو بلکہ ابوسفیان کے کاروان والے ہو۔ یہ کہکر اونھین مارنے لگے ۔ دونون نے مار کے خوف سے کہدیا کہ ہم ابوسفیان کے آدمی ہین۔ اس اثنا مین جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور ان حضرات سے مخاطب ہو کر کہا عجب بات ہے ۔ جب سچ کہتے ہین تو تم لوگ اونھین تنبیہ کرتے ہو۔ اور جب جھوٹ کہتے ہین تو چھوڑ دیتے ہو یہ حقیقتاً قریش کے غلام ہین اور پانی لینے آئے تھے ۔ پھر بالنفس النفیس اون سے مخاطب ہو کر استفسار حال فرمایا انھون نے عرض کی ہم قریش کے غلام ہین کنوئین سے پانی لینے آئے تھے کہ آپ کے اصحاب نے گرفتار کر لیا ۔ پوچھا گیا قریش کہان ہین ۔ اونھون نے جواب دیا کہ اس ٹیلہ کے اوس طرف استفسار ہوا تعداد مین کتنے ہین وہ بولے صحیح تعداد تو

ہم بتلا نہین سکتے لیکن اتنا کہہ سکتے ہین کہ اونکی جمعیت کے کھانے کے لئے ایک دن نو اونٹ اور دوسرے دن دس اونٹ ذبح کئے جاتے ہین یہ سنکر ارشاد ہوا کہ قریش کی جمعیت نوسو اور ایک ہزار آدمیونکے درمیان ہے۔ پھر اون سے پوچھا گیا کہ اشراف قریش مین سے کون کون لوگ لشکر کے ہمراہ آئے ہین۔ اونھون نے جواب مین کہا۔ عتبہ[1] شیبہ[2] ربیعہ کے بیٹے ابو البختری[3]۔ حکیم بن حزام[4]۔ حارث بن عامر[5]۔ طعیمہ بن عدی[6]۔ نضر بن الحارث[7]۔ زمعہ بن الاسود[8]۔ ابو جہل[9] امیہ بن خلف[10]۔ نبیہ[11] اور منبہ[12]۔ حجاج کے بیٹے سہیل بن عمرو[13] اور عمرو بن عبدود[14] یہ سنکر آپ نے اصحاب کی طرف خطاب کرکے ارشاد کیا۔

ھذہ مکۃ قد القت الیکم افلاذ کبدھا مکہ نے تم لوگون کی طرف اپنے پارہائے جگر کو بھیجا ہے۔ طبری ۱۳۰۴

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ قریش کے متعدد پانی بھرنے والون مین صرف یہی دو آدمی گرفتار کئے گئے تھے جو خدمت رسول مین حاضر کئے گئے۔ باقی بھاگ گئے تھے۔ انھین بھاگنے والون مین ایک شخص عجیز نامی تھا اوس نے جاکر قریش سے اپنے ہمراہیون کی گرفتاری کا سارا واقعہ کہدیا۔ قریش مسلمانون کی طرف سے ایک تو یونہین جلے ہوئے تھے یہ خبر سنکر غصہ کی آگ مین اور جل بھن گئے۔ لیکن واقعہ کو بہت عرصہ ہو چکا تھا۔ مسلمان اسیرون کو اپنی لشکر گاہ مین لیجا چکے تھے۔ اور دریافت حال کر چکے تھے رات کا وقت تھا۔ انھین وجوہ سے قریش نے مسلمانون سے کسی فوری مواخذہ یا محاربہ کا خیال نہ کیا۔ اور خموش رہ گئے۔

یہ امر بھی یہان لکھکر بیان کر دینا نہایت ضروری ہے کہ اگرچہ چشمہ بدر پر مسلمانون کا قبضہ ہو گیا تھا اور ان لوگون نے چاہا اسے چشمہ کا پانی روک کر اپنے مصرف کے لئے چھوٹے چھوٹے حوض بنا لئے تھے۔ تاہم اوس رحمت عالم نے خدا کے اس فیض رواں کو منکران خدا کے لئے بھی نہ روکا اور دشمنون کو بھی دوستون کی طرح اس سے فیضیاب و سیراب ہونے کی اجازت دیدی۔

افسوس ہے جنگ بدر مین بمقابلہ کفار رسول اللہ صلعم کی یہ تعلیم تھی لیکن آج سے ساٹھ برس بعد جنگ کربلا مین مسلمانون نے بمقابلہ آل اطہار اس تعلیم کی کیا تعمیل کی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

کفار قریش کی بدنیتی کا نتیجہ۔ حکیم بن حزام چند روسائے قریش مین تھے مسلمانون کے حوض کے پاس آئے بعض صحابہ نے روکنا چاہا۔ آنحضرت صلعم نے روکنے والون کو فوراً منع کیا۔ اور حکیم پانی لے کر چلے گئے۔ کسی کی خوش نیتی اور بدنیتی چھپ نہین سکتی حکیم بن حزام کی نیت مین بدی نہین تھی۔ وہ مسلمانون کی انسانیت ہمدردی اور عام مروت و رعایت کا امتحان لینے آئے تھے۔ اور امتحان لے کر چلے گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد انھین کے جانب سے ایک بدنیت۔ شریر الخلقت اسود بن الاسود مخزومی نامی حوض پر آیا یہ شخص اپنی جمعیت سے کہکر آیا تھا کہ مین جاکر مسلمانون کے حوض سے پانی بھی لاتا ہون اور خراب بھی کر آتا ہون

حوض پر آکر اس نے پانی پیا مسلمان دیکھتے تھے کچھ نہ بولے۔ اب اس شریر الطبع نے پانی پیکر اپنے پیرون سے حوض کی بنیاد کو جو چارون طرف پانی جمع رہنے کی لئے باندہی گئی تھی توڑنا شروع کردیا۔ اس لئے کہ پانی سب بہہ جائے اور مسلمانون کو تکلیف ہو۔

حضرت حمزہؑ اسکی شرارت کو دیکھہ رہے تھے تلوار لے کر دوڑے رہ اوٹھے اونھین پر تلوار کھینچکر قتل پر آمادہ ہوگیا حضرت حمزہؑ کو اوسکا مدافعانہ جواب ضروری ہوگیا اوس نے تلوار سے ان کے سر پر وار کیا۔ لیکن اوسکی تلوار سے پہلے انھین کی تلوار۔ اسود کی ٹانگ کاٹ گئی اور وہ حوض کے کنارے گرپڑا حضرت حمزہؑ اوسے وہین چھوڑکر واپس آئے۔ اب اس شریر نے اپنا قول پورا کرنے کے لئے قصد کیا کہ حوض مین گر کر اپنے خون سے تمام پانی کو خراب اور ناقابل استعمال کردے۔ حضرت حمزہؑ اپنے مقام سے اس شریر کے قصد و مدعا کو دیکھہ رہے تھے اور سمجھہ رہے تھے کہ وہ حوض مین گھسکتے گھسکتے اپنے اس ارادے سے حوض کے قریب پہونچا۔ یہ اوس کے سر پر تھے اور اونکے ایک ہاتھ مین یہ دو ٹکڑے تھا۔ ابن ہشام جلد دوم مطبوعہ مصر ص ۱۰

یہ واقعہ خوش نیتی اور بدنیتی کے خوشگوار و ناگوار نتیجون کا سچا مرقع ہے۔

میدان بدر مین لشکر اسلام کی صف بندی

سولھوین رمضان کی رات لشکر اسلام نے میدان جنگ مین کاٹی۔ جناب رسولخدا صلعم نے رات بھر پلک سے پلک نہ لگائی۔ تمام رات عبادت گذاری اور دعا وزاری مین بسر کردی صبح کا سپیدا دیکھکر مصلے سے اوٹھے مسلمانون کو نماز کے لئے اوٹھایا صبح کی نماز پڑھا کر جہاد فی سبیل اللہ کے ثواب و عقاب پر ایک پر اثر تقریر فرمائی۔ اور نعمات آلہی کی بشارتین پہونچا کر مجاہدین اسلام کو پر جوش اور تازہ دم بنایا اور صف بندی کا حکم فرمایا۔

حکم رسولؐ پاتے ہی دم کے دم مین جان نثارون کی جماعت میدان کارزار مین سرفروشی کو طیار تھی۔ ترتیب فوج اور درستی صفوف کی طرف آپ بالنفس النفیس متوجہ ہوئے۔ دست مطہر مین ایک تیر تھا اوسی کے اشارہ سے اس سلیقہ اور قرینہ کے ساتھ مہاجرین و انصار کی صفین درست فرماتے تھے کہ ہر صف کے خط مستقیم سے ایک شخص کا قدم آگے یا پیچھے بڑھنے نہین پاتا تھا۔ ہر شخص کو صف سے آگے یا پیچھے ہوجانیکی سخت ممانعت تھی شور و غل غوغا و ہنگامہ کا عام طور سے لڑائیون مین دستور ہوتا ہے آپ نے جان نثاران اسلام کو اس سے قطعی طور پر ممنوع فرمادیا۔ اور بخلاف اسکے مبارزین اسلامی کو غنیم کے مقابلہ مین بالکل خموشی اور سراپا سکوت سے کام لینے کی سخت تاکید و تہدید فرمائی۔ ارشاد ہوا کہ شور و ہنگامے سے مقابلہ کے وقت اضطراب بڑھ جاتا ہے اور اطمینان قلب اور تجمیع حواس مین فرق آتا ہے۔ اور مقابلہ و مقاتلہ کے وقت اطمینان دل اور ثبات ہوش و حواس مردان نبرد کے لئے لازمی ہے غنیم سے مقابلہ یا حریف مقابل سے مقاتلہ مین سبقت کرنے اور دشمن پر پہلے ہاتھ اوٹھانے کی

بڑی سختی کے ساتھ ہر مجاہد کو فرداً فرداً منع فرما دیا گیا۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصول جنگ کے مطابق فوجیں مرتب کیں اور اخلاق و تہذیب انسانی کے موافق مبارزین اسلام کو آداب جنگ بتلائے۔ کل مہاجرین و انصار کی موجودہ جمعیت کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔ مہاجرین کا دستہ انصار سے علیحدہ قائم کیا اور مصعب ابن عمیر کو۔ اور بروایتے حضرت علی مرتضیٰ ؑ کو علمبردار بنایا[1] انصار میں قبیلہ اوس و خزرج کے جدا جدا دستہ مرتب فرمائے۔ اوس کے دستہ کا علمبردار خباب بن منذر کو اور خزرج کے دستہ کا سعد بن معاذ کو علمدار مقرر فرمایا۔

دن نکلتے نکلتے قریش بھی پہاڑ کے اس پار آگئے۔ مسلمانوں کی جانباز جماعت اون سے قبل اونکے انتظار میں تیار تھی۔ قریش غرور و نخوت میں ایسے مدہوش تھے کہ لشکر اسلامی کی نسبت ابھی اونھیں کسی قسم کی خبر و اطلاع نہیں تھی۔ عمیر ابن وہب جمحی ایک پھرتیلا اور جوان قریش گھوڑے پر سوار ہو کر بڑی تیزی سے مسلمانوں کی صفوں کے قریب آیا اور گھوڑے کو اودھر سے اودھر تک دوڑاتا ہوا پھر اپنے لشکر سے جا ملا اور سرداران قریش سے لشکر اسلام کی حالت ان الفاظ میں بیان کی۔

قد رایت البلایا و تحمل المنایا نواضح یثرب	میں اونکی جماعت کو دیکھ آیا۔ ان کے پاس مدینہ کے لدنے اونٹ ہیں جن پر
تحمل الموت الناقع قوم لیس منعۃ ولا ملجاء الا	موت کا سم قاتل لدا ہے اونکے پاس سوائے اونکی تلواروں کے اور کوئی
سیوفھم واللہ ما اری ان یقتل رجل منھم حتے	بھی اونکی جانوں کا محافظ و نگہبان نہیں ہے خدا کی قسم (جرات و ہمت کے
یقتل رجل منکم فاذا اصابوا منکم اعداد ھم	اعتبار سے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر تم اونکا ایک آدمی قتل کرو گے تو وہ بھی
فما خیر العیش بعد ذالک	ضرور تمہارا آدمی قتل کرینگے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ قرابت و یکجہتی کے

لحاظ سے اگر تم باخود ہالکر کٹ بھی مرے۔ تو بس ماندگان کو تمام عمر لطف زندگی نہیں ملے گا۔ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۷

عمیر ابن وہب جمحی نے لشکر اسلام کی جسقدر حقیقت اپنے لشکر والوں سے بیان کی صحیح اور فی الواقع تھی یہ ظاہر ہے کہ آدمیوں میں ہر قسم کی طبیعت و خیال کے لوگ ہوتے ہیں صلح پسند و جنگجو۔ تیز طبیعت و نرم مزاج۔ نیک طینت و بد نفس وغیرہ ذالک۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ کفار کی اتنی بڑی جمعیت ترکیب مزاج کے ان مخالف عناصر سے خالی ہوتی۔ ابھی ابھی نیک نیتی اور بدنیتی کے واقعہ میں جس نیک نیت قریش کی مثال ہم اوپر لکھ آئے ہیں وہی صاف دل۔ نرم مزاج۔ رئیس یکہ حکیم بن حزام عمیر ابن وہب کی اس تقریر سے بہت متاثر ہوا اور اس مقابلہ و مقاتلہ کی حقیقت کو کما حقہ سمجھ کر اپنی نیک نیتی اور انصاف پسندی کے ارادے سے جانبین میں مصالحت کرا دینے پر آمادہ ہوا۔ یہ خیال کر کے سب سے پہلے حکیم بن حزام عتبہ بن ربیعہ کے پاس جو تمام جمعیت قریش کا سید و سردار تھا آیا اور کہنے لگا۔ عتبہ اگر تم چاہو گے تو آج کی

[1] حضرت علیؑ کی علمداری باسناد تاریخ کامل ابن اثیر اور مناقب ابن احمد۔ ارجح المطالب لاہور صفحہ ۵۵۲

لیکر ہمیشہ کیلئے نیک نامی آن واحد مین تمہین دستیاب ہو جائیگی اور وہ ایسی لازوال ہو گی کہ آیندہ کئی پشتون تک تمہاری یادگار رہجائیگی۔ عتبہ بھی حکیم کے ایسا صلح پسند اور نرم مزاج تھا کہنے لگا تم تبلاؤ اور ضرور تبلاؤ حکیم بولے طرفین سے جس امر پر کشت و خون ہونیوالا ہے اوسکی حقیقت تمہین خوب معلوم ہے۔ باپ بیٹے کا بھائی بھائی کا سر کاٹنے پر طیار ہے یہی دیکھ رہے ہو کہ اتنے بڑے عظیم فتنہ و فساد کا اصلی سبب وہی حضرمی کا خون ہے اور وہ حسن اتفاق سے تمہارا ہی حلیف ہے۔ ایسی صورت مین ایک دوسرے کی گردن کاٹنے سے بچنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ تم اپنے حلیف حضرمی کا خون بہا اپنی طرف سے دیدو قصہ ختم ہے۔

عتبہ تھا نیک دل اور صاف مزاج۔ حکیم کی بات بھی تھی۔ عدالت اور دیانت سے لگتی ہوئی۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد عتبہ فوراً راضی ہو گیا لیکن مشکل یہ تھی کہ ابو جہل کی مشورۃ و رضامندی بغیر یہ انتظام نا ممکن تھا اس لئے عتبہ نے حکیم کو ابو جہل کے پاس اپنی طرف سے بھیجا اور اپنی رائے کہلا بھیجی۔ وہ شخص کا دشمن اتفاق و صلح کا ہمزن ایسا کیا تھا کہ نفاق و فساد کے سوا کبھی صلح و اتحاد کی تجویزون کی تائید کرتا حکیم سے عتبہ کا پیام سنتے ہی چراغ پا ہو گیا۔ اور عتبہ پر جبن و بزدلی کے الزام لگانے لگا۔ اور سوء اتفاق سے اوسکو عتبہ بن ربیعہ کے بدنام کرنے کے لئے یہ شوشہ بھی ہاتھ لگ گیا کہ اسکے بیٹے ابو حذیفہ پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے اور مہاجرین اولین کے ہمراہ مدینہ مین آکر ساکن ہو چکے تھے اور اسوقت لشکر اسلامی مین جانفروشی کیلئے سر بکف سامنے استادہ تھے اس بنا پر وہ صاف صاف لفظون مین کہنے لگا کہ عتبہ کی یہ ساری بزدلانہ ترکیبین بیٹے کے جان بچانے کے لئے ہین۔ حکیم اوسکے معیوبانہ کلمات سنکر اوس کے پاس سے فوراً واپس آیئے

اتنے ہی عرصہ مین یہ خبر جمعیت قریش مین پھیل گئی کہ جو نیک نیت اور انصاف پسند تھے وہ عتبہ کی تجویز سے موافق اور ابو جہل کے انکار سے مخالف نکلے۔ اسی بنا پر بنو زہرہ اور اون کا حلیف قبیلہ دونون لشکر قریش کا ساتھ چھوڑکر اپنے موطن و مسکن کی طرف واپس چلے گئے۔ ابن ہشام جلد دوم ص ۱۷۔ طبری ص ۱۳۰۰۔

حکیم کے واپس جانے کے بعد ابو جہل نے سوچا کہ شاید عتبہ کی تجویز کا اثر لشکر والون پر اور زیادہ پھیلے اور وہ مسلمانون سے لڑنے مین پہلو تہی کریں تو پھر استیصال اسلام اور مسلمانون کا قتل عام کا ارمان دل کا دل ہی مین رہ جائیگا یہ سوچکر اوسنے فوراً عمرو بن عبد اللہ حضرمی کے بھائی عامر کو بلایا اور اوس سے کہنے لگا۔ دوستو! تمہارے خاص حلیف عتبہ صاحب تمہارے بھائی کے قاتلون سے بجائے اسکے کہ انتقام لین تمکو اوس کا خون بہا مسلمانون سے بھی نہین اپنی طرف سے ادا کرکے مسلمانون کو جو تمہارے بھائی کے یقینی قاتل ہین بالکل پاک و صاف چھوڑ دینے والے ہین۔ مناسب یہ ہے کہ تم فوراً ساری قوم کے سامنے اپنا استغاثہ جسکو محاورہ عرب مین طلب ثارات کہتے ہین پیش کرو۔ عامر نے طلب ثار کے مروجہ دستور کے مطابق اپنا جیب و گریبان چاک کیا۔ عمامہ سر سے اوتار ڈالا اور میدان مین نکل کر تمام مجمع کے سامنے۔ واعمراہ۔ واعمراہ۔ واخاہ۔ واخاہ کا غل مچایا۔ آواز کے سنتے ہی تمام قریش اسکی حمایت پر

مستعد ہو گئے۔

اس اثنا میں حکیم بن حزام بھی لوٹ کر عتبہ کے پاس پہونچے اور ابوجہل کا مفسدانہ جواب اوس سے کہدیا عتبہ سخت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ معرکہ کارزار گرم ہونے دو ثابت ہو جائیگا شجاعت و ولاوری کا تمغا کون پاتا ہے اور نکبت و بدنامی کا ٹیکا کس کے سر لگتا ہے۔

لشکر قریش کے حالات یہان تک لکھکر اب ہم لشکر اسلام کے واقعات کی طرف رجوع کرتے ہین۔

میدان جنگ مین عریشہ رسولؐ کی طیاری — آغاز جنگ سے پہلے سعد بن معاذ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ ہمارا جان نثارانہ خلوص اس امر کو گوارا نہین کرتا کہ آپ کیلئے میدان کی اس تیرہ و ہولناک مین معمولی سپاہیون کے ساتھ معرکہ قتال مین کھڑے رہین ہم آپ کے لئے فوراً ایک سائبان یا چھپر (عریشہ) تیار کئے دیتے ہین آپ اوسی کے سایہ مین تشریف رکھکر سرفروشان لشکر کی جان نثاریان ملاحظہ فرمائین۔ اگر خدا نے ہمین فتحیاب کیا تو کوئی بات نہین اور اگر خدانخواستہ نتیجہ خلاف ہوا تو آپ مخالفین کے ہاتھون سے محفوظ رہکر فوراً مدینہ پہونچ جائینگے اور باقی ماندہ مسلمانون سے مل جائینگے جو خلوص و عقیدت مین ہم سے ہرگز کم نہین ہین۔ وہ مدینہ مین صرف اس خیال سے پیچھے رہ گئے ہین کہ انکو اس جنگ کا قطعاً یقین ہی نہ تھا۔ اگر اونکو اس امر کا یقین ہوتا کہ آپ جنگ کرینگے تو وہ بھی اُسی وقت سے سربکف ہمراہ رکاب ہوتے۔

جناب رسول خدا صلعم نے سعد بن معاذ کی یہ عقیدت مندانہ تقریر سنکر اونکو دعای خیر دی اور عریشہ کی تیاری کا حکم دیا۔ دم کے دم مین کھجور کی شاخون اور پتون سے عریشہ طیار کر دیا گیا اور سعد بن معاذ اپنے چند اعوان و انصار کے ساتھ عریشہ رسول صلعم کی حراست و پہرہ داری کی غرض خاص سے ننگی تلوارین لے کر دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ طبری ۱۳۱۵۔ ابن ہشام جلد دوم ص ۱۵

عامر خضرمی کی صداے استغاثہ نے اپنے لشکر قریش کو چونکا کر مقابلہ پر فوراً آمادہ کر دیا۔ میدان جنگ مین پہونچکر وہ اپنی صفین درست کرنے لگے۔ اور تھوڑی دیر مین بدر کا میدان قریشیون کا جنگل ہو گیا۔ خدا کے انتظام کی کس کو خبر۔ کثرت سے پانی برس جانے کی وجہ سے میدان کارزار مین جدھر قریش کھڑے ہوئے تھے۔ وہ کسیقدر نشیب ہونیکی وجہ سے وہ قطعہ زمین بالکل کیچڑ ہو گیا تھا اور دلدل کی صورت ہو رہا تھا جس مین سوارون کے علاوہ پیدل سپاہیون کو بھی پاؤن جمانا مشکل ہو رہا تھا گھوڑے تو خیر۔ اونٹون کی تو جانون پر آبنی تھی۔ جو قدرت کی طرف سے خاص ریگستان کے لئے پیدا کئے گئے ہین نہ کیچڑ۔ دلدل اور پانی کے سیلاب کے لئے۔

قریش کے تجربہ کار اور نبرد آزما سرداران لشکر نے رزمگاہ کی اس نامناسبت کو سمجھا لیکن اب تو خنجر و گلو کا وقت آ لگا تھا۔ مہلت کہان تھی۔ جو تبدیل مقام کی تدبیر کی جاتی۔ ایک تو وجہ یہ تھی جسکی وجہ سے قریش اسکی طرف متوجہ نہ ہوئے دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی کثیر التعداد جمعیت کی بنا پر اپنی کامیابی کے اسدرجہ متیقن تھے کہ وہ ان اقسام کی چھوٹی چھوٹی دشواریون کو کچھ خیال مین نہ لائے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ لشکر اسلام میں تین علمدار تھے قریش نے بھی تین ہی علمدار مقرر کئے ایک طلحہ بن ابی طلحہ۔ دوسرا ابو عزیز بن عمیر تیسرا النضر بن الحارث۔ اس فوری ترتیب کے بعد وہ مقابلہ و مقاتلہ کے لئے پورے طیار ہو گئے۔

لشکر اسلام میں چونکہ سبقت کرنے کی سخت ممانعت تھی اور جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالنفس النفیس یہ حکم عام دے چکے تھے کہ بے حکم بغیر کوئی مسلمان دشمن پر ہاتھ نہ اوٹھائے اس بنا پر مسلمانوں کی صفیں دیواروں کی طرح میدان کارزار میں پاؤں جمائے خموش کھڑی تھیں۔ قریش آج سے کیا مہینوں سے لڑائی کے لئے بیچین ہو رہے تھے میدان کارزار کا منظر اسوقت قابل دید تھا۔ مقابل فوجوں کی کثرت و قلت کے اعتبار سے نہیں یا حسن و نقص ترتیب و آرایش فوج کی نظر سے نہیں بلکہ حق و باطل اور کفر و اسلام کے نقطۂ نظر سے ایک طرف ایک خدا کے نام پر کل تین سو تیرہ جانیں قربان ہونے کے لئے سر بکف استادہ ہیں دوسری طرف لاتعداد بتوں کے لئے ایک ہزار جانیں بھینٹ چڑھنے کے واسطے طیار ہیں مصور قدرت نے اس منظر کی بولتی ہوئی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ	جو لوگ لڑے ان میں تمہارے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا۔ اور دوسرا خدا کا منکر تھا۔

دردمند دلوں کے دہلا دینے کے لئے یہ منظر کافی تھا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کسی طرح بندگان خدا کے خون سے اپنے دست مبارک کو آلودہ کرنا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ اس خونیں منظر سے بے حد متاثر ہو رہے تھے خصوصاً جانثاران اسلام کی قلت اور منکران خدا کی کثرت مشاہدہ فرما کر آپ بے حد بیتاب ہو جاتے تھے بار بار دست دعا خالق ارض و سما کی طرف اوٹھاتے تھے اور نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ فرماتے تھے رب انجز وعدہ وانصر عبدہ۔ پروردگارا اپنا وعدہ پورا کر اور اپنے بندے کی نصرت فرما۔ اس عالم خاص کی محویت ایسی ہوتی تھی کہ ردائے مبارک دوش اقدس سے اتر کر زمین پر گر پڑتی تھی اور آپ کو مطلق خبر نہ ہوتی تھی۔ دعا و التجا سے فارغ ہوتے تھے تو سجدہ کرنے لگتے تھے اور سجدے سے اوٹھتے تھے تو پھر ان الفاظ میں دعا فرمانے لگتے تھے۔

اللهم ان تهلك هذه العصابة من اهل الاسلام لا تعبد في الارض ابدا۔	اگر مسلمانوں کے یہ چند نفوس آج ہلاک ہو گئے تو پھر روئے زمین پر کوئی تیرا نام لینے والا باقی نہیں رہے گا۔

صحابہ حاضرین جن میں شبلی صاحب حضرت ابو بکر کا نام خصوصیت کے ساتھ بتلاتے ہیں آپ کی برابر اور متواتر تسکین فرماتے تھے۔ لیکن آپ کو تا وقتیکہ

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ	فوج کو شکست دی جائیگی اور وہ اپنی پشت پھیر دینگے۔

کی بشارت نہ آئی چین نہ آیا۔

اس بشارت کے پاتے ہی آپ قلب مطمئن کے ساتھ میدان گیرودار میں تشریف لائے اور مبارزان اسلام کو

ان الفاظ میں حکم جہاد دیا۔

جب تک قریش تم سے بالکل قریب اگر تم پر حملہ نہ کرلیں تم اون پر ہاتھ نہ اوٹھانا۔ اور اگر وہ تم سے قریب نہ آئیں اور صرف دور سے تیر برسائیں تو تم بھی اونکو اپنے تیروں سے جواب دینا۔ لیکن ٹھہر ٹھہر کے تیر چلانا۔ اس لئے کہ ایکبارہی تمہارے ترکش تیر سے خالی نہ ہوجائیں۔

خونخواران قریش میں اتنی احتیاط اور اتنے توقف وتحمل کی تاب کہاں تھی مسلمانوں کی مرتب اور مسلسل فوج کو دیکھتے ہی اونکی آنکھوں میں خون اوتر آیا غیظ وغضب سے تمام جسم کا خون اوبلنے لگا۔ ایک دم کے لئے بھی جنگ میں ٹھیرنا یا توقف کرنا اونکی مردانگی کے خلاف شان تھا۔

سب سے پہلے قریش نے عامر حضرمی کو جس کا بھائی عبد اللہ سریۂ عبد اللہ بن حجش میں مارا گیا تھا مسلمانوں کی فوج پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا۔ وہ غیظ وغضب میں آندھی بنا ہوا آیا۔ اور تلوار نکال کر مسلمانوں پر حملہ کرنے لگا۔ عامر کا سب سے پہلے بھائی کے قصاص میں لشکر اسلام پر حملہ آور ہونا اس امر کے ثبوت کامل ہونے کیلئے تنہا کافی ہے کہ جنگ بدر صرف عبد اللہ حضرمی کے خون کی بناپر واقع ہوئی تھی۔ کاروان کی غارتگری وغیرہ کے داستانیں جو اسکے اسباب میں بتلائی جاتی ہیں وہ سب غلط اور بے اصل ہیں۔

شبلی صاحب بخلاف مرویات تاریخ وسیر واحادیث کی جزئیات کی بنا پر لکھتے ہیں کہ مہجع جو حضرت عمرؓ کے خاندان کا قدیم غلام تھا عامر کے مقابلہ کو نکلا اور مارا گیا[۱]

عتبہ بن ربیعہ ابوجہل کے طعنوں سے دل افگار ہو رہا تھا۔ جوش شجاعت میں اپنے بھائی اور بیٹے کو ہمراہ لے کر میدان کارزار میں پہنچگیا۔ عرب کا قدیم دستور تھا کہ معرکہ آرائیوں اور نام ونمود کے موقعوں پر سرداران قبیلہ اور ممتازین قوم ایک خاص امتیازی نشان لگا کر جاتے تھے اسی کے مطابق عتبہ بن ربیعہ نے امتیاز خاص کے لحاظ سے اپنی زرہ میں آگے کی طرف شتر مرغ کا پر لگالیا تھا۔ میدان جنگ میں آتے ہی مقابل سے اپنا مبارز طلب کرنے لگا مسلمانوں کے لشکر سے تین جوانان انصار عوذ ومعوذ پسران حارث اور عبد اللہ بن رواحہ اونکے مقابلہ کو نکلے۔ عتبہ نے عرب کے خاص دستور کے موافق ان سے نام ونسب پوچھا انھوں نے اپنے نام بتلائے اور کہا کہ ہم انصاران مدینہ ہیں عتبہ نے صاف لفظوں میں کہدیا ہمکو تمہاری ضرورت نہیں تم واپس جاؤ تم ہمارے کفو نہیں ہم اپنے کفو سے لڑتے ہیں۔

---

[۱] ابن ہشام طبری۔ روضۃ الاحباب تاریخ وسیر کی کوئی کتاب عامر سے مہجع کے مقابلہ کی کیفیت نہیں لکھتی۔ زرقانی نے ص ۵۲۵ میں ابن اسحاق وابن سعد کے حوالہ سے عامر کے مقابلہ اور مہجع کے قتل کو لکھا ہے شبلی صاحب کے چونکہ مفید مطلب تھا اور حضرت عمر کی نوعی تعلق وخصوصیت پائی جاتی تھی۔ اس لئے آپ نے بلا تحقیق اسی کو اپنا مختار قرار دیلیا۔ حالانکہ آپ سے پہلے کتنے قدیم مورخین ومولفین سیرت کی اسپر نگاہیں پڑی ہونگی لیکن کسی نے اسکو قابل نقل واندراج نہ سمجھا کیوں؟ اسلئے کہ اسکے سمجھنے میں راویوں کو غلط فہمی واقع ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مہجع بالاتفاق جمہور اہل اسلام

یہ عرب کی خاص شجاعانہ شان شرافت اور امتیازانہ شعار محاربت ہیں۔ انصار واپس چلے گئے عتبہ نے بروایتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر بلند آواز سے مخاطب کیا کہ ہمارے مقابلہ کو ہمارے کفو والے بھیجے جائیں۔ آپ کے قلب مبارک پر عتبہ کے اس احتجاج ہمقومیت کا پورا اثر ہوا اور آپ نے بھی شجاعت ہاشمی کے اقتدار و شعار خاص سے جیسا طبری و ابن ہشام کے خاص الفاظ بتلا رہے ہیں فوراً پکارا۔

قم یا حمزۃ بن عبد المطلب۔ قم یا عبیدۃ بن الحارث بن عبد المطلب۔ قم یا علی بن ابی طالب فلما قاموا ودنوا منہم قالوا من انتم قال عبیدۃ عبیدۃ وقال حمزۃ حمزۃ وقال علی علی۔ قالوا نعم اکفاء کرام طبری[۱۳۱۶]

حمزہ بن عبد المطلب۔ اوٹھو۔ عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب اوٹھو علی ابن ابی طالب۔ اوٹھو۔ یہ حضرات جب حکم پاکر حریف کے پاس پہونچے تو عتبہ نے نام پوچھے۔ عبیدہ نے کہا میں عبیدہ ہوں۔ حمزہ نے کہا میں حمزہ ہوں علی نے کہا میں علی ہوں۔ عتبہ نے کہا کہ ہاں تم لوگ البتہ ہمارے بزرگان کفو ہو

بخلاف شبلی صاحب تمام سیرت و تاریخ کے مولفین اور محدثین نے انھیں حضرات کے مقابلہ سے جنگ بدر کی تفصیل بیان کو آغاز کیا ہے لیکن شبلی صاحب نے بعض جزئیات حدیث پر اعتبار کرکے مہجع غلام حضرت عمرؓ اور عامر کے مقابلہ سے بدر کے سلسلہ بیان کو شروع فرمایا ہے جسکی حقیقت کا انکشاف عبارت حاشیہ میں مندرج ہے۔

جناب رسولِ اعلم نے قریشیوں میں بنی ہاشم کی خصوصیت اسوجہ سے کی کہ مہاجرین قریش کے دل میں یہ موذی خیال واحتمال نہ پیدا ہو اکہ رسول خدا بنی ہاشم کی جانوں کو پہلے خطرے میں ڈالنا گوارا نہیں کرتے اونکو بچا کر عتبہ کے سوال پر قریش مہاجرین سے مقابل بھیجتے ہیں۔ اس بنا پر آپ نے اصول عدالت ومساوات کی رو سے پہلے اپنے اعزہ و اقارب کو سرفروشی کے لئے میدان جنگ میں بھیجدیا کہ کسی کے دل میں خودغرضی اور عزیزوں کی دردمندی کا شبہ نہو اور اونکے ثبات ایمان اور شوکت اسلام کا باعث ہو۔ زرقانی ۵۰۲ جلد ۱

ایک دوسری وجہ یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے سخت و شدید خدمات میں سبقت جب تک

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ میں بدر کے دن شہید اول ہے اس شہید اول کی بنا پر اسکے مبارز اول ہونیکی غلط فہمی واقع ہوئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ شہید اول ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مبارز اول بھی ہو جیسا کہ فی الواقع ہے۔ مبارزان اول باتفاق جمہور یہی حضرت بنی ہاشم ہیں۔ انمیں کوئی مارا نہیں گیا یہ مار کر لوٹ آئے حکم تیراندازی میں جو اونکے بعد دیا گیا مہجع کا قصہ تمام تاریخوں میں درج ہے۔ یہ غریب تیراندازی کرتا تھا ایک تیر لگا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ واقعہ ہے کہ اوسوقت مسلمانوں کی طرف کوئی قتل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے یہ شہید اول گنا گیا شہید اول ہونیسے مبارز اول نہیں ہے اسیوجہ سے کسی مورخ نے انکے مقابلہ و قتل کا ذکر نہیں کیا۔ ابو اسحاق وغیرہ اور اونکے راویوں کو شہید اول ہونے کی بنا پر مبارز اول ہونیکی یہی غلط فہمی ہوئی ہے۔ مورخین حقیقت حال سمجھکر آجتک اپنی تالیفات سے مرفوع القلم کرتے آئے لیکن شبلی صاحب کو اسے اپنا مختار بنانیکی بعض مخصوص ضرورتوں کی وجہ سے مجبوری ہوئی جسکو ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہیں۔ یہ واقعہ قریش کے دستور قدیم سے بھی خلاف ہے جیسا کہ ابھی ابھی عتبہ نے انصار کو بوجہ غیر جنسیت کے واپس کر دیا ہے پھر کیونکر یقین کیا جائے کہ عامر حضرمی نے مہجع سے جو اسلاماً غلام تھے اور نسل قریش سے نہیں تھے کیونکر مقابلہ ہونا قبول کر لیا ہوگا۔ المولف عفی عنہ۔

خود اپنی یا اپنے والوں کی طرف سے نہیں دکھلائی جاتی۔ دوسروں کی ہمت کے قدم اوٹھنے دشوار معلوم ہوتے تھے۔ بنی ہاشم کو اول مقابل پاکر ہر شخص کے کلیجے ٹوٹ گئے۔ اور ہمتیں دونی ہوگئیں اور اونھوں نے سمجھ لیا کہ فرائض جہاد سے کیسے واجب التعمیل ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم اونکی انجام دہی کے لئے سب سے پہلے اپنے ہی اعزہ واقارب کو پیش کرتے ہیں۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ شجاعان ہاشمی اپنے مقابل عتبہ بن ربیعہ کو اپنا نام و نسب بتلاچکے تو جانبین سے یوں مقابلہ شروع ہوا کہ عتبہ حضرت حمزہؑ سے مقابل ہوا۔ شیبہ عبیدہ سے اور ولید ابن عتبہ حضرت علی مرتضیٰؑ سے مقابل ہوا۔ جانبین سے تلواریں کھنچ گئیں۔ عتبہ کو حضرت حمزہؑ نے مار گرایا اور ولید حضرت علی کی تلوار سے دم کے دم میں بیدم ہوا لیکن شیبہ نے تیزدستی کرکے عبیدہ کے پاؤں پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ زمین پر گر پڑے اونکے گرتے ہی حضرت حمزہؑ اور حضرت علی نے موقع پر پہونچکر شیبہ کا خاتمہ کر دیا۔ اور مجروح عبیدہ کو اپنے کاندھوں پر اوٹھاکر خدمت رسول میں لائے۔

مجروح عبیدہ اور شوق شہادت — عبیدہ کا زخم کاری تھا اور کثرت سے خون جاری۔ عبیدہ نے حاضر خدمت ہوتے ہی نہ زخم کی کیفیت اور نہ درد و تکلیف کی شکایت عرض کی۔ جمال مبارک پر نظر کرتے ہی پوچھا تو یہ۔ یا رسول اللہ کیا میں درجہ شہادت پر فائز نہیں ہوا۔ آپ نے اس خالص جان نثار رسالت اور طلبگار شہادت کے جواب میں ارشاد فرمایا تم ضرور فائز شہادت ہوئے۔ زبان رسالت سے یہ بشارت سنی تھی کہ روئے افسردہ اور چہرہ پژمردہ پر اصلی فرحت اور ابدی اطمینان و راحت کے آثار نمودار ہوگئے اور اوس کامل الایمان نے بطور یادو دہانی عرض کی۔ یا رسول اللہ افسوس ہے کہ اسوقت ہمارے عم محترم حضرت ابیطالب زندہ نہ ہوئے اگر وہ موجود ہوتے تو اسموقع پر وہ معترفانہ طور پر اقرار کرتے کہ اونکے اس شعر کا جو آپ ہی کی مدح و ثنا میں تصنیف ہوا ہے اصلی مستحق میں ہوں۔

ونسلمہ حتی نصرع حولہ ونذھل عن ابنائنا و حلائل	ہم محمد کو اوسوقت دشمنوں کے حوالے کرینگے جب ہم اونکے گرد لڑکر مر جائیں اور ہم محمد کیلئے اپنی بیٹیاں اور بیبیوں کو بھول جاتے ہیں طبری ۱۳۱۸

اسلام کے مجروح اول حضرت عبیدہ رضؓ کے احوال کو خاتمہ تک یہیں پہونچا دینا بہتر ہے۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ان کا زخم کاری تھا۔ جنگ بدر سے واپسی میں منزل روحا پر پہونچکر یہ جان نثار مجاہد انتقال کر گیا۔ اور وہیں یہ شہید راہ خدا مدفون کر دیا گیا۔ طبری ص ۱۳۱۸ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۷۔

صحیح بخاری باب التفسیر میں ہے

عن قیس بن عبادہ قال قال علی انا اول من یجثو بین یدی للخصومۃ یوم القیامۃ قال قیس وفیھم نزلت ھذان خصمان اختصموا فی ربھم الخ قال ھم الذین تبارزوا یوم بدر حمزۃ وعلی و عبیدۃ	قیس بن عبادہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت علیؑ نے کہ میں قیامت کے دن سب سے پہلے اپنا جھگڑا پیش کرونگا قیس کہتے ہیں کہ یہ آیت کہ دو مدعی لڑے اپنے رب کے واسطے الخ ۔ اون لوگوں کیواسطے نازل ہوئی ہے جو جنگ بدر میں لڑے اور وہ حضرت حمزہؓ علیؑ اور عبیدہؓ تھے دشمنوں میں

(من المومنین) وعتبۃ و شیبۃ و ولید بن عتبۃ (من الکافرین)	اور عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کافرین میں سے)

شبلی صاحب نے اپنی کتاب میں بیان سے سلسلہ جنگ کے واقعات میں اپنی خود غرضانہ ترکیب و ضرورت تالیف سے خواہ مخواہ بدترتیبی پیدا کردی ہے۔ اور تمام عربی۔ اور فارسی تاریخ و سیرت کی ترتیب ماخذ سے علیحدہ حضرت زبیر بن العوام کی معرکہ آرائی کی تفصیل داستان شروع کردی ہے۔ حالانکہ طبری۔ ابن ہشام مواہب لدنیہ اور روضۃ الاحباب کسی کتاب میں اس داستان کا نام و نشان نہیں ہے۔ شبلی صاحب کی یہ ترتیب واقعات بھی تاریخ و سیرت کی ترتیب سے بالکل مخالف ہے۔ اور یہ واقعہ بھی اونکے مختار کے خلاف ہے اسی باعث سے قابل ذکر نہیں سمجھا گیا ممکن ہے کہ شبلی صاحب کی جزئیات حدیث سے ہو جسکو آپ ایسے مقام پر ڈھونڈ نکالتے ہیں اور خواہ مخواہ تاریخ و سیر کے واقعات و مشاہدات میں خلط ملط کردیتے ہیں۔

ہم چونکہ اونکے بیان کردہ واقعات کو واقعہ تاریخی کے معیار تک پہونچا ہوا نہیں پاتے اس لئے اپنے سلسلہ بیان میں نقل نہیں کرتے ہم اسکی حقیقت کا انکشاف علیحدہ کرینگے۔ شبلی صاحب کی موجودہ ترتیب واقعات کے خلاف طبری اور ابن ہشام عربی کی دو قدیم تاریخوں نے عتبہ اور شیبہ کے مارے جانے کے بعد جو ترتیب قائم کی ہے اور جو سلسلہ بیان اختیار کیا ہے ہم اوسی کو بنا محتاط قایم کرکے اپنے آئندہ بیان میں نقل کرتے ہیں

ابن ہشام مبارزان بنی ہاشم کے اظہار شجاعت اور عتبہ وغیرہ کے قتل و ہلاکت کے بعد لکھتے ہیں۔

ثم تزاحف الناس ودنا بعضہم من بعض وقد امر رسول اللہ صلعم ان لا یحملوا حتی یامرھم وقال ان اکتنفکم القوم فانضحوھم عنکم بالنبل ورسول اللہ صلعم فی العریش ومعہ ابی بکر الصدیق جلد دوم ص	اس کے بعد لوگ آگے بڑھ گئے۔ اور بعض اپنے بعض مقابل سے بالکل متصل پہونچ گئے۔ یہ دیکھکر جناب رسول خدا صلعم نے حکم فرمایا کہ اب مقابل اپنے قریب سے حملہ آور نہ ہو۔ بلکہ اون پر کسیقدر فاصلہ سے تیر چلاتے رہو۔ یہ حکم فرما کر آپ عریش کی طرف چلے گئے۔ وہان آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق تھے

یہ فرمان اور یہ انتظام آنحضرت صلعم کے فنون جنگ کے کمال اور انتہائے حزم و احتیاط کا شاہد کامل ہے حقیقتاً معارک جنگ کا ایک تجربہ کار اور نبرد آزما سپہ سالار غنیم کی کثرت اور اپنی قلت پر نظر کرکے احتیاط و ہوشیاری کی ایسے ہی حکم جاری کرتا ہے۔

دو اسلامی تیراندازون کا قتل

ابن ہشام کی ترتیب بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تیرافگنی کے سلسلہ میں مہجع کا قتل واقع ہوا جسکے تفصیلی حالات ہم شہدائے بدر کے ذکر میں لکھیں گے۔ اور یہ ترتیب بالکل قرین قیاس اور فی الواقع معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ عتبہ کی جنگ کے بعد آنحضرت صلعم نے تیراندازی کا حکم دیا۔ جیسا کہ ابھی ابھی اوپر بیان ہوچکا اسی بنا پر ابن ہشام نے جنگ عتبہ کے بعد ہی قتل مہجع کو لکھا ہے اور انکو شہید اول بتلایا ہے۔ اسلئے کہ اگرچہ عبیدہؓ

مہجعؓ سے پہلے زخمی ہو چکے تھے۔ لیکن زندہ تھے۔ اور چار دن کے بعد فوت ہوئے مگر مہجع غریب تو تیر لگتے ہی ٹھنڈا ہو گیا اس لئے وہ شہید اوّل ضرور ہے۔

ان کی شہادت کے بعد اسی طرح حارثہ بن سراقہ جو قبیلہ بنی نجار کے ایک مرد انصار تھے۔ فائز بشہادت ہوئے دو مسلمانوں کی متواتر شہادت کے واقعات مشاہدہ فرما کر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عریش سے میدان جنگ میں تشریف لائے اور جان نثاران مہاجر و انصار کی ہمت افزائی ان الفاظ میں فرمائی۔

والذی نفس محمدؐ بیدہ لا یقاتلھم الیوم رجل فیقتل صابراً محتسباً مقبلاً غیر مدبر الا ادخلہ اللہ فی الجنۃ ابن ہشام ص ۱۷ ج ۲

اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے۔ آج کے دن جو شخص صبر و تحمل سے دشمن کے سامنے قدم آگے بڑھاتا ہوا نہ پیچھے ہٹاتا ہوا قتل کریگا یا مارا جائیگا اوسکو خدا یقینی طور پر داخل جنت کریگا۔

اس حکم کے بعد مسلمان پھر اپنی صف سے آگے بڑھ کر حریف سے مقابل ہو گئے۔ اور اب چاروں طرف سے مقابلہ و مقاتلہ شروع ہو گیا۔ اسوقت تک گو مہجع اور حارثہ دو اسلامی مبارز فائز بشہادت ہو چکے تھے۔ لیکن کفاروں کے مقابلہ میں مسلمانوں ہی کا پلہ بھاری تھا۔ اسلئے کہ ان شہیدان اسلام کے مارے جانے سے پہلے قریش کے ایسے انتخابی اور سربرآوردہ سرداران قبیلہ مارے جا چکے تھے جنکی کمی کو مہجع اور حارثہ کا قتل کبھی پورا نہیں کر سکتا تھا۔ عتبہ شیبہ اور ولید کے ایکبار مارے جانے سے کفار کے لشکر میں مسلمانوں کا خوف اور رعب پیدا ہو گیا تھا۔ اس بنا پر جو مسلمان جس کافر کے مقابلہ پر آتا تھا وہ خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ چونکہ ہر طرف سے لڑائی شروع ہو گئی تھی اسلئے متعدد مبارزان اسلام جن میں حضرت حمزہؓ حضرت علی مرتضیٰؑ اور حضرت ابو دجانہ انصاری کے نام خصوصیت سے لئے جاتے ہیں شمشیریں کھینچ کر لشکر کفار میں دھنس پڑے۔

ابن ہشام و طبری کے مختار کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مبارزان اسلام کو ان الفاظ میں ہدایت خاص دے رکھی تھی۔

قال لاصحابہ یومئذ انی قد عرفت ان رجالاً من بنی ھاشم وغیرھم قد اخرجوا کرھاً لا حاجۃ لھم بقتالنا فمن لقی منکم احداً من بنی ھاشم فلا یقتلہ ومن لقی ابا البختری بن ھشام بن حرب بن اسد فلا یقتلہ ومن لقی العباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ لم یقتلہ فانہ انما اخرج مستکرھا ابن ہشام ص

آپ نے تمام صحابہ کو اوس دن یہ حکم دے رکھا تھا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ بہت سے بنی ہاشم اور دوسرے لوگ بھی قریش کے دباؤ کی وجہ سے آئے ہیں حقیقتاً انکو ہم سے لڑائی کی حاجت نہیں ہے اس لئے اگر کوئی بنی ہاشم تمکو ملجائے تو نہ مارنا اور جس شخص کو ابو البختری بن ہشام بن حرب بن اسد ملجائے تو وہ اوسکو بھی نہ مارے اور جسکو حضرت عباس ابن عبد المطلب عم رسول اللہ ملجائیں تو انکو بھی نہ مارنا کیونکہ وہ بھی بکراہت کفار کے ہمراہ آئے ہیں۔

افسوس ہے شبلی صاحب نے ایسے متفق علیہ واقعہ کیسے صریح قطع و برید و صحیح تلبیس کے ساتھ صرف چند لفظوں میں لکھکر ختم کر دیا ہے۔ اور مستثنی لوگون مین بنی ہاشم کے نامونکو جنکے نام سب سے پہلے بتلائے گئے ہین بالکل مرفوع القلم فرما دیا ہے حالانکہ آپ کے ماخذ بھی عربی کی قدیم تاریخین ہین۔ جو یکزبان ہوکر آغاز ہی مین عام طور سے بنی ہاشم کے مستثنیٰ کر دیئے جانے کو لکھ رہی ہین مگر آپ ہین کہ اونکے ذکر و نام اپنے جریدۂ تاریخی سے نکالے دیتے ہین اور یہ نہین سوچتے کہ کن کن کتابون سے آپ نکالین گے اور کہان کہان سے کاٹین گے ؎ قرآن مٹے کسی کے مٹائے تو ہم سٹین۔

ہم اصلی ماخذ کی صحیح عبارت تو لکھکر بتلا چکے۔ لیکن آپ کی عبارت بھی محض عبرت ناظرین کے لحاظ سے ذیل مین نقل کئے دیتے ہین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آنحضرت صلعم نے لڑائی سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کے ساتھ جو لوگ آئے ہین اون مین ایسے بھی ہین جو خوشی سے نہین بلکہ قریش کے جبر سے آئے ہین۔ انلوگون کے نام بھی آپ نے بتلا دیئے تھے۔ سیرۃ النبی ص ۲۳۰

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اون ماخذون کا یہ صحیح ترجمہ ہے۔ آپ کا صرف اتنا لکھدینا کہ اونکے نام بھی بتلا دیئے گئے تھے صاف بتلا رہا ہے کہ آپ کسی ضرورت سے اونکا نام بتانا نہین چاہتے۔ اور پھر ناظرین کتاب کو اصل ماخذ کا محتاج رکھتی ہین۔ اصل مقصد تو بنی ہاشم کے نامون کے استخفاف سے ہے تاکہ انکا استثنا و استخصاص کسی طریقہ سے معلوم نہ ہونے پائے۔ جب ایک معمولی واقعہ کے بیان مین اسقدر اسقاط و ابہام سے کام لینا تھا تو پھر کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی ؎ شعر گفتن چہ ضرور۔ ہان خوب یاد آیا۔ اس حکم کے بعد والے واقعہ کو جو اسکے ساتھ لازم و ملزوم اور تمام سیر و تاریخ کی کتابون مین مرقوم ہے بالکل چھوڑ دیا۔ اور اوس کے لئے چند الفاظ بھی نہ صرف کیے۔

ابو حذیفہ کی عقیدتمندانہ غلط فہمی اور اوسپر خجالت و شرمندگی

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوس حکم کو سنکر ابو حذیفہ بن عتبہ جو مسلمان ہوکر مہاجرین اولین کے ساتھ ہی مدینہ مین آ چکے تھے اور بدر مین موجود تھے جوش عقیدت مین کہنے لگے۔ ابن ہشام اس جوشیلی اور کامل الوفا جوان کے اظہار عقیدت کا واقعہ مفصلہ ذیل الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

فقال ابو حذیفۃ انقتل اباءنا و ابناءنا و اخواننا و عشیرتنا و نترک العباس واللہ لئن لقیتہ لالحمنہ السیف قال فلما بلغت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لعمر بن الخطاب یا ابا حفص قال عمر واللہ لانہ لاول یوم کنانی فیہ رسول اللہ صلعم بابی حفص ایضرب وجہ عم رسول اللہ صلعم بالسیف

ابو حذیفہ جو موقع پر موجود تھا یہ حکم سنکر کہنے لگا عجیب بات ہے کہ ہم اپنے باپ بھائی اور قبیلہ والون کو تو مار ڈالین اور عباس کو چھوڑ دین قسم بخدا اگر وہ مجھکو مل گئے تو مین ضرور اپنی تلوار سے اون پر حملہ کر دونگا۔ جب اسکے اس کلام کی خبر آنحضرت صلعم کو ہوئی تو آپنے حضرت عمرؓ سے پکار کر کہا اے ابا حفص۔ حضرت عمر کا بیان ہے کہ یہ پہلا دن تھا کہ آپ نے مجھے میری کنیت سے پکارا اور کہا اے عمرؓ کیا رسول اللہؐ کے چچا پر بھی تلوار چلائی جائیگی حضرت

فقال عمر یا رسول الله دعنی فلاضرب عنقه بالسیف فوالله ما فق فکان ابو حذیفه یقول ما انا با من من تلك الکلمة التی قلت یومئذ ولا ازال منها خائفا الا ان تکفرها عنی الشهادة فقتل الیمامه شهیدا۔ طبری ۱۳۲۴

عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ ابوحذیفہ نے کلمۂ نفاق کہا۔ مجھے حکم ہو تو اسکی اپنی تلوار سے اوسکی گردن کاٹ دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ بولے۔ ابوحذیفہ کا بیان ہے کہ میں اپنی تمام عمر اس کلمہ کے کہنے پر توبہ و انابت کرتا رہا۔ اور خدا سے ہمیشہ اسکے کفارے میں طلب شہادت کرتا رہا۔ یہانتک کہ یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے

اس واقعہ کی تفصیل یہ تھی جسکو شبلی صاحب نے قطعاً مرفوع القلم فرمادیا۔ اس انداز تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے مفید مطلب مضامین کو صرف لکھتے ہیں اور باقی سب کو القط کر دیتے ہیں۔ یہ مولف کا متدینانہ طرز تالیف نہیں ہے بلکہ خود غرضانہ شان بیان ہے اور سخت قابل اعتراض۔

لیکن غور سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ حذیفہ کے نہ لکھنے میں آپ کی خود غرضی باعث نہیں تھی۔ وہ تو صرف حکم استثنائے بنی ہاشم تک محدود رکھی گئی ہے۔ ابوحذیفہ کے اسقاط واقعہ کا سبب خاص یہی عیسائی معترضین کا خوف تھا جو آنحضرت صلعم کے حکم برات بنی ہاشم پر ابوحذیفہ کے کلمات تعریض دیکھکر آپ کے اس حکم پر غیر عادلانہ اور نامساویانہ رعایات قرابت اور محبت کا عیب لگائیں گے اور شاید آپ اونکے اس اعتراض کا جواب نہ پائیں گے۔ حالانکہ یہ آپکا صرف وہم ہی وہم ہے۔ اگر آپ کو معترضین کے جواب کی تلاش ہوتی تو آپ اسی واقعہ ہی کے الفاظ و معانی سے اونکے جواب کو بآسانی پا لے سکتے تھے۔ اب ہم سے سنئے۔

حقیقتاً جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم بالکل اصول عدالت اور مساوات پر مبنی تھا اور اس امر کو کہ بنی ہاشم اور دیگر چند قریش کفار و مشرکین کے دباؤ سے شریک جنگ ہوگئے تھے ورنہ آنحضرت صلعم سے لڑنے کا اونکا ارادہ نہیں تھا صرف آنحضرت صلعم ہی نہیں جانتے تھے بلکہ خود کفار قریش کو بھی اس کا اقرار و اعتراف تھا۔ جیسا کہ طالب ابن ابی طالب کے واقعہ سے جسکو طبری نے پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ اور آپ نے ذکر بنی ہاشم کی ناگواری طبع کی باعث سے بالکل مرفوع القلم فرمادیا ہے کما حقہ ثابت ہے طبری کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

قد کان بین طالب بن ابی طالب وکان فی القوم وبین بعض قریش محاوبة فقالوا والله لقد عرفنا یا بنی هاشم وان خرجتم معنا ان هواکم مع محمد فرجع طالب الی مکة فیمن رجع

طالب ابن ابی طالب جو قریش کے اسوقت ہمراہ تھے اور بعض قریش کے درمیان تکرار ہوگئی تو قریشیوں نے کہا قسم خدا کی اے بنی ہاشم ہم تم لوگونکو خوب پہچانتے ہیں تم ہمارے ساتھ تو بظاہر نکل آئے ہو لیکن تمہاری تمنائیں محمدؐ کے ساتھ ساتھ ہیں۔ یہ سنکر طالب اوسیوقت مکہ کی طرف واپس چلے گئے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ غیرتمند جوان بنی ہاشم قبل از جنگ لشکر قریش سے جدا ہوکر گھر واپس گیا۔ اور چونکہ

یہ واقعہ قبل از جنگ ظہور پذیر ہوا۔ اس بنا پر ثابت ہو گیا کہ کفار قریش کے دل میں بنی ہاشم کی طرف سے یہ ہمیشہ خیال جاگزین نشین اور وہ ہمیشہ اسکا اظہار و اقرار کرتے تھے۔

لیکن طبری کی مابعد والی روایت سے جسکو اس نے امام الانساب کلبی کے استاد سے لکھا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عین مقابلہ کے وقت واقع ہوا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ آخر وقت تک کفار قریش کو اپنے اس اقرار پر اصرار تھا اور وہ روایت یہ ہے۔

واما ابن الکلبی فانہ قال فیما حدثت عنہ شخص طالب بن ابی طالب الی بدر مع المشرکین اخرج کرھا فلم یوجد فی الاسرے ولا فی القتلے ولم یرجع الی اھلہ وکان شاعراً وھو الذی یقول۔

یا رب اما یغزون طالب
فی مقنب من ھذہ المقانب
فلیکن المسلوب غیر السالب
ولیکن المغلوب غیر الغالب

لیکن ابن کلبی مرقومہ بالا روایت کے متعلق کہتے ہیں کہ طالب ابن ابیطالب بدر تک ہمراہی مشرکین و لیجائے گئے تھے اور حقیقتاً وہ بکراہیت ساتھ آئے تھے لیکن بعد جنگ نہ وہ اسیروں میں قید ہو کر آئے اور نہ مقتولین میں پائے گئے اور نہ لوٹ کر گھر گئے اور وہ مرد شاعر تھے اور اونکے یہ اشعار مشہور ہیں۔

اے خدا۔ اگر ان لڑائیوں میں سے کسی لڑائی میں
لوگ طالب سے لڑیں تو تو اونکو قاتلین میں
نہ مقتولین میں غالبین میں نہ مغلوبین میں رکھنا

طبری صفحہ ۱۳۰۸

شبلی صاحب کو کیا پڑی ہے کہ بنی ہاشم کے تفصیل حالات پر توجہ کریں۔ یہ تو آپ کے اصلی مقصود و موضوع کتاب کے خلاف ہے لیکن ہمکو بحیثیت واقعہ نگار تمام حالات و واقعات پر نگاہ ڈالنی ضرور ہے اور خصوصاً وہ واقعات کہ جو واقعات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس ذی ہمت اور صاحب غیرت شجاع بنی ہاشم کا ذکر خصوصاً اس لئے اور قابل ذکر تھا کہ اس غیرتمند کے متعلق سوائے آجتک اتنے حالات کے جو اوپر لکھے گئے دنیا کو اور کوئی حالات معلوم ہی نہ ہو سکے تمام تاریخیں سیرتیں اور رجال و تذکرے بالکل خموش ہیں اور طالب بن ابیطالب کا کوئی حال نہیں لکھتے اور نہ سوائے اشعار بالا کے اس غیور بنی ہاشم کی کوئی یادگار دنیا میں پائی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ طعن قریش کا اس غیرتمند کے قلب پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ سر بکوہ و صحرا ہو کر کہیں دور دراز مقام میں ختم ہو گیا۔ واللہ

واقعات مرقومہ بالا سے بالتصریح ثابت ہو گیا کہ کفار قریش کو بھی بنی ہاشم کی بکراہیت شرکت و ہمراہی کا اقرار تھا۔ اونکی شرکت و رفاقت محض رسمی تعلقات کی وجہ سے تھی نہ مخالفت اسلام اور نہ قتل اہل اسلام کی غرض خاص سے تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ایسے غیر جانبدار اور غیر سروکار لوگوں کے بھی قتل کر دیئے جانیکا حکم عام دینا بالکل موافق عدالت تھا

نہ مخالف عدالت اور جب یہ حکم بالکل اصول عدالت و حقیقت الامری پر مبنی ہے تو اعتراض کیا اور معترض کا خوف کیسا؟

یہ تو اس حکم کے مبنی بعدالت ہونیکا ثبوت ہوا اب بقاعدہ مساوات ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے اس حکم استثنا میں صرف بنی ہاشم ہی کی خصوصیت قایم فرماتے تو معترضین خلاف مساوات ہونیکا عذر کر سکتے تھے لیکن الفاظ حکم میں وَ غَیْرُھُمْ تو خود موجود ہے یعنی علاوہ بنی ہاشم کے مخصوص قریش میں چند ایسے اشخاص اور بھی موجود ہیں شبلی صاحب خود بھی لکھ چکے ہیں کہ قریش میں ایسے بھی ہیں صفحہ ۲۳۰ تو پھر ثابت ہو گیا کہ اس حکم استثنا و معافی میں تنہا آپ کی قرابتداری نہیں تھے بلکہ اصول مساوات کے مطابق غنیم کے قبیلہ خاص میں ایسے غیر جانبدار اور نیک نیت لوگ بھی داخل ہیں جو حقیقتاً مسلمانوں سے لڑنا نہیں چاہتے جیسا کہ ابوالبختری کا نام حکم استثنا میں موجود ہے۔ اور عنقریب اسکے واقعہ سے عملی صورت میں بہت جلد معلوم ہوتا ہے۔ ان مشاہدات کی موجودگی میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے احکام عادلانہ اور مساویانہ کو خود غرضانہ تبلانا کسی عقل والے کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر جب خود اعتراض کی بے وجودی اور عدم اصلیت کی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے تو اس سے خوف کرنا اور خوف کی وجہ سے تاریخی واقعہ کو عمداً مرفوع القلم کر دینا مؤلف کے حد درجہ کا ضعف قلم و ضعف رائے ثابت کرتا ہے۔

ابوالبختری کی جاہلانہ غیرت اور وحشیانہ حمیت

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ابوالبختری کا نام بھی تبلا دیا گیا تھا اور حکم مستثناۃ میں یہ بھی داخل تھے اتفاق وقت سے مجذر بن زیاد بلوی نے جو انصار مدینہ میں سالم بن عوف کا حلیف تھا۔ ابوالبختری کو پالیا۔ دشمن پر حملہ کرنیکے عوض مجذر نے نہایت متانت سے کہا کہ مجھے تمہارے قتل کا حکم نہیں ہے لہذا میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ ابوالبختری نے پوچھا اور میرے رفیق زمیلی کو جو میری رفاقت میں یہانتک آیا ہے کیا حکم ہوا ہے۔ مجذر نے کہا زمیلی کو میں نہ چھوڑونگا۔ اسلئے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکیلے تجھی کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے یہ سنکر ابوالبختری نے نہایت بے پروائی سے عرب کی جاہلانہ شان شجاعت میں جواب دیا۔

واللہ اذن لاموتن انا وھو جمیعا لاتحدث عن نساء مکۃ انی ترکت زمیلی حرصا للحیوۃ	قسم بخدا ہم کیا تمام لوگ ایسی صورت میں مرجانا قبول کرینگے کہ مکہ کی عورتیں کہیں ابوالبختری نے اپنی جان کی لالچ میں زمیلی کو قتل کرا دیا

مجذر اسکے یہ احسان فراموشانہ جواب سنکر ابوالبختری پر حملہ آور ہوا۔ اور ابوالبختری یہ رجز پڑھتا ہوا مجذر سے مقابل ہوا اور مارا گیا۔

لن یسلم ابن حیرۃ زمیلہ	شریف زادہ اپنے رفیق کو چھوڑ نہیں سکتا۔
حتے یموت او تری سبیلہ ابن ہشام ص ۹ ج ۲	جبتک نہ مرجائے یا موت کا رستہ نہ دیکھ لے

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اب لڑائی چاروں طرف شروع ہو گئی تھی اور مبارزان اسلام لشکر کفار میں ہر جگہ گھس پڑے تھے۔ ابوالبختری کا ادھر مجذر نے خاتمہ کر دیا ادھر امیہ بن خلف کی موت گلوگیر ہو گئی۔ اوسکی تفصیل یہ ہے۔

امیہ ابن خلف کا قتل

عبدالرحمٰن ابن عوف کا اپنا بیان ہے کہ مجھسے اور امیہ بن خلف سے سامنا ہوگیا امیہ سے اور مجھ سے پہلے ہی مین وعدہ ہوچکا تھا کہ اگر وہ مدینہ مین آئیگا اور اوسکو کسی مصیبت سے سامنا ہوجائیگا تو مین اوسکی جان بچالونگا امیہ کے ایسے سخت دشمن اسلام سے تمام خصومت اسلام اور مسلمانون کی اذیت عام کے انتقام لینے کا موقع تو خوب ہاتھ آیا تھا لیکن وعدہ کا خیال ایسا لگا تھا کہ مین اوسکے قتل سے باز رہا مین اوسوقت تک کثیر التعداد زرہین مقتولین کفار کی اوٹھا کر جمع کرچکا تھا اور انکو کاندھے پر لادے ہوئے تھا امیہ نے کہا عبدالرحمٰن اپنا وعدہ یاد ہے۔ مین نے کہا ہان یہ کہکر مین اوسے پہاڑ کے ایک ایسے مقام پر لے آیا جہان مسلمان اوسے نہ دیکھ سکین۔ اس اثنا مین امیہ کی نظر دور سے حضرت حمزہ پر پڑی۔ اوس نے اوسوقت اونکو کسیوجہ سے نہ پہچانا مگر مجھسے پوچھا کہ تمہارے لشکر مین یہ ریش پر پر والے بزرگوار کون ہین مین نے دیکھکر کہا کہ حمزہ بن عبدالمطلب ہین امیہ بولا یہی ہین جنھون نے ہمارے ساتھ یہ سب کام بگاڑ رکھے ہین۔ اثنائے گفتگو مین کہین بلال حبشی کی نظر امیہ پر پڑگئی۔ یہ امیہ بن خلف وہی شخص تھا جس نے بلال کی غریب جان پر اسلام لانے کے ابتدائی زمانے مین انواع اقسام کے مظالم ڈھائے تھے۔ ان بیچارہ کی پیٹھ پر پاؤن رکھکر چلچلاتی دھوپ مین ان سے انکا اسلام پر جبر و زبردستی اقرار لیتا تھا اور یہ غریب انکار کے عوض مین احداً احداً کے نعرے لگاتے تھے۔ اسوقت حضرت بلال کو امیہ کے دیکھتے ہی اوسکے تمام مظالم کا خیال آگیا پھر تو انصار کی جماعت کو بلال نے چیخ چیخ ہوکر ان الفاظ مین پکارا۔ ھذا راس الکفر امیہ بن خلف دیکھو سراپا رئیس کفر امیہ بن خلف یہ کھڑا ہے۔ بلال کی پاٹ دار آواز صدائے اذان بنکر تمام مسلمانون کے کانون تک پہونچ گئی اور سب کے سب امیہ کی طرف لوٹ پڑے۔

عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے کہ مسلمانون کی یہ یورش دیکھکر مین نے امیہ کے بیٹے کو آگے کردیا اور امیہ کو چت زمین پر لٹاکر آپ اوسکے اوپر سے لیٹ رہا۔ اس خیال سے کہ امیہ کے بیٹے کو قتل کرکے مسلمان بس کردینگے اور امیہ کی آیندہ تلاش سے دست بردار ہوجائینگے لیکن انصار نے اوسکے بیٹے کو قتل کرکے بھی بس نہین کی اور امیہ کی تلاش نہ چھوڑی آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ میری ٹانگون کے نیچے سے ہاتھ ڈالکر امیہ کو باہر کھینچ لائے اور قتل کرڈالا۔ اسی کشمکش مین میری ٹانگ بھی زخمی ہوگئی۔ اور مدت تک زخم کا نشان باقی رہا۔

عبدالرحمٰن ابن عوف اکثر عندالتذکرہ کہا کرتے تھے کہ افسوس ہے امیہ بھی گیا۔ اور میری جمع کی ہوئی لوٹ والی زرہین بھی چلی گئین۔ مسلمان اوسے بھی لے کر چلتے ہوئے۔ ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۳۰ طبری صفحہ ۱۳۲۲

شبلی صاحب نے ترتیب واقعات مین تقدیم و تاخیر ذکر کا خیال نہین رکھا۔ ابوالبختری اور امیہ بن خلف کے احوال سے پہلے ابوجہل کے حالات کو قلمبند فرمایا ہے۔ حالانکہ ابن ہشام و طبری۔ اون دونون مشرکین کے واقعات کے بعد ابوجہل کے حالات لکھتے ہین۔

ابوجہل کا قتل

امیہ بن خلف کے بعد ابوجہل کی موت لکھی تھی عجیب اتفاق ہے کہ قتل ابوجہل کے تفصیلی حالات بھی عبدالرحمٰن

بن عوف ہی سے تمام کتب تاریخ و حدیث مین منقول ہین۔ عبدالرحمن بیان کرتے ہین کہ مین اپنی صف لشکر مین کھڑا تھا اور میرے پہلو مین انصار کے دو نوجوان۔ اپنے بھائی عفرا کے بیٹے۔ عوذ و معوذ نامی۔ (وہی جنکو عتبہ بوجہ انصار ہونیکے مقابلہ سے واپس دے چکا تھا) کھڑے تھے! اتنے مین ایک نے میرا دامن کھینچکر مجھسے راستہ پوچھا کہ اے چچا۔ آپ ابوجہل کو پہچانتے ہین مین نے کہا ہان مین پہچانتا ہون لیکن تمکو اوس سے کیا کام ہے وہ بولا سنتے ہین کہ اوس نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو بڑی بڑی اذیتین پہونچائی ہین۔ اس لئے مین نے یہ عہد کرلیا ہے کہ اگر آج اوسے مین نے دیکھ پایا تو پھر اوسکے پیچھے ایسا پڑ جاؤنگا کہ پھر یا تو وہی نہین یا مین ہی نہین ابھی اسکی بات پوری نہین ہونے پائی تھی کہ دوسرے بھائی نے بھی میرے کان مین اپنا مونھہ لگا کر یہی بات کہی مین ان دونون نوجوانون کی ہمت و جگرداری پر تعجب کرتا تھا اور بیحد مسرور ہوتا تھا۔

ابھی اس گفتگو کو کچھ دیر نہین ہوئی تھی کہ ابوجہل اپنے اونٹ پر سوار ادہر سے آ نکلا اور اپنے لشکر کو ادہر سے اودہر تک معائنہ کرنے لگا۔ مین نے ان دونون شجاعون کو دور سے بتلا دیا کہ تمہارا مطلوب یہی ہے۔ اونگلی کا اوٹھنا کہ یہ دونون چار باز شکاری کی طرح اپنے صف سے دوڑکر اوسکی طرف جھپٹے اور دونون طرف سے اوس پر ٹوٹ پڑے۔ عوذ نے پہونچتے ہی ایسی کاری ضرب لگائی کہ ابوجہل کی ٹانگ ساق (پنڈلی) سے جدا ہوگئی اوسکا بیٹا عکرمہ وہین تھا اوس نے عوذ پر تلوار لگائی اور شانہ سے اوسکا ہاتھ جدا کردیا۔ لیکن ذرا سا تسمہ لگا رہا۔ لیکن یہ دلیر مبارز اسلام اوسی حالت مین لڑتا رہا۔ عوذ خود بیان کرتے ہین کہ وہ جھولتا ہوا ہاتھ میرے حرب و ضرب مین حارج ہوتا تھا۔ اس لئے مین نے اوسکو اپنے پاؤن کے نیچے دباکر ہاتھ کا وہ تسمہ جو ابھی تک لگا ہوا تھا جدا کرڈالا اور پھر آزادی سے لڑنے لگا۔ اس اثنا مین معوذ نے اپنی تلوار کی ضربون سے ابوجہل کو مار گرایا۔ وہ گرتے ہی خاتمہ کے قریب پہونچ گیا۔ رمق جان باقی تھی۔

یہ دونون دلیر نوجوان۔ مرتے کو کیا مارین سمجھکر اور اپنے ایسے نمایان حسن خدمات اور کامیابی کے جوش مسرت مین پرجوش ہوکر فوراً جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی دونون نے ابوجہل کے قاتل ہونیکا فخریہ دعویٰ کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم دونون نے اپنی اپنی تلوارین تو ابھی خون سے پاک نہین کی ہین؟ دونون نے عرض کی نہین۔ ارشاد ہوا لاؤ اپنی اپنی تلوارین دکھلاؤ۔ دونون نے دکھلائین معائنہ فرمائی گئین اور کہا گیا۔ تم سچ کہتے ہو۔ تمہین دونون ابوجہل کے قاتل ہو۔

شبلی صاحب تو کسی کے واقعہ کو نہ پورا لکھین گے اور نہ اوسکے حال کو خاتمہ تک پہونچائین گے اس خوف سے کہ ان داستانون کو طول نہ ہوجائے اور یوروپین مورخین انکو شوق سے منکر اسلام بزور صمصام والا اعتراض کرچکے ہین۔ شبلی صاحب انکے ذکر سے جو کچھہ نہ سمجھین وہ اونکا مختار ہے۔ لیکن ہم ایک واقعہ نگار کی حیثیت سے اپنا فرض اولین سمجھتے ہین کہ ہر واقعہ کو پورا اور ہر شخص کے احوال کو اطلاع عام کی غرض خاص سے خاتمہ تک پہونچادین اس لئے ہم ان دونون مبارز

سلام۔ عاذ و معوذ۔ اور ان کے مقتول ابوجہل کے باقی حالات کو حسب ذیل خاتمہ تک پہونچا دیتے ہین۔
معوذ تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت و زیارت سے مشرف ہو کر پھر فوج کفار مین اکر لڑنے لگے اور عمرابن عبدود کے ہاتھ سے مارے گئے۔ عاذ حضرت عثمان کی خلافت تک زندہ رہے۔ طبری ص ۲۳۰۱۳۲۷ ابن ہشام جلد دوم ص ۲۱

ابوجہل کے بقیہ حال یہ ہین۔

یہان تک بیان ہو چکا ہے کہ عاذ و معوذ۔ ابوجہل کو سسکتا چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ جناب رسولخدا صلعم اسکے نتیجہ آخر معلوم فرمانے کے مشتاق تھے کیونکہ یہی شریر النفس جہل مایۂ فساد تھا۔ اس بنا پر آپ نے مسلمانون کو اسکی تلاش کا حکم دے رکھا تھا حسن اتفاق سے عبداللہ ابن مسعود بھی اسی مقام پر پہونچ گئے۔ جہان ابوجہل پڑا ہوا دم توڑ رہا تھا ابوجہل نے کسی مرد مسلمان پر ظلم نہین کیا تھا جو عبداللہ بھی ادنھین مین تھے۔ اسکے سینہ پر چڑھکر ایکبار ابوجہل نے انکو بڑی اذیتین پہونچائی تھین اب اوسکو اس حالت مین پاکر عبداللہ فوراً اوسکی چھاتی پر بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے آنکھین کھولکر نام پوچھا یہ بولے عبداللہ بن مسعود۔ ابوجہل نے کہا کہو جنگ کا کیا نتیجہ ہوا کس کی فتح ہوئی کس کی شکست۔ عبداللہ بولے اخزاک اللہ تعالیٰ۔ خدا تجھے اس سے زیادہ ذلیل کرے تو تو فرعون سے بھی زیادہ بدبخت ہے اوس نے تو دریا مین غرق ہونے کے وقت بھی اپنے قصورون کا اقرار کیا تھا اور اون سے بیزاری اختیار کی تھی اور تو اس حالت آخر تک پہونچکر بھی اپنی شامت و ضلالت سے باز نہین آتا مرتو رہا ہے لیکن میدان جنگ اور فتح و شکست کا ارمان ابھی تک تیرے دل سے لگا ہے ابوجہل یہ طعن آمیز سنکر بولا۔

لقد ارتقیت مرتقی صعبا یا دویعی الغنم | اے بھیڑ۔ چرانے والے لوگ تمہارے ہاتھ سے قتل ہو کر تیری موت ابھی ذلیل ہو گئی

عبداللہ نے تلوار نکالی اور اوسکا سر کاٹ لیا۔

لیکن محدث شیرازی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ کی تلوار خراب تھی اوسکا سر کاٹ نہ سکی تو عبداللہ نے اوسی کی تلوار اوسی کی کمر سے کھینچکر اوس کا سر کاٹ لیا۔ روضۃ الاحباب ص ۲۳۴ لکھنؤ۔

ابوجہل کا کام تمام کر کے عبداللہ اوسکا سر لئے ہوئے خدمت رسول اللہ صلعم مین حاضر ہوئے اور اوس کا سر قدم مبارک پر ڈالدیا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس کے سر کی طرف نگاہ کی اور فرمایا۔

الحمد للہ الذی اخزاک یا عدو اللہ۔	اوس خدا کا شکر ہے جس نے تیرے ایسے دشمن خدا کو ذلیل و خوار کیا۔

پھر دست مبارک آسمان کی طرف بلند فرما کر ارشاد کیا۔

الحمد للہ الذی نصر عبدہ و اعز دینہ	اوس خدا کا شکر ہے جس نے اپنے بندے کی نصرت کی اور معکوس کیا

اپنے دین کو عزت بخشی۔ ابن ہشام جلد دوم ص ۲۱ طبری ۱۳۴۰ روضۃ الاحباب ص ۲۳۴

ابوجہل کے مرتے ہی حقیقتاً اصلی مایۂ فساد جاتا رہا اور تمام مفسدون کا مواد لشکر کفار کے قدم کیسے وم اوکھڑ گئے۔

مبازران اسلام اور جان نثاران حضرت خیر الانامؐ نے اونکو اپنی تلوارون کے نیچے رکھہ لیا۔ کفار کے دل بیٹھ چکے تھے پاؤن اوکھڑ چکے تھے۔ مقابلہ کی طاقت باقی نہین تھی۔ اول تو ابتدا ہی سے اونکے لشکر مین نہ کوئی ترتیب تھی اور نہ درستی نہ قاعدے سے صفین درست ہوئی تھین اور نہ مورچے طیار کئے گئے تھے لشکر تو نہین تھا آدمیون کا جنگل تھا ایسی حالت مین لشکریون سے سوائے گریز پائی نہ کچھہ بن آنے والی تھی اور نہ آخر کار بن آئی۔

فوج کفار کی ابتری اور حضرت علیؑ کی شجاعت و دلیری

اوسوقت اونکے انبوہ کثیر مین چارون طرف قتل و گریز کا عام منظر پیش تھا۔ مشرکین قریش کے بڑے بڑے نبرد آزما شجاع اور آزمودہ کار مسلمانون کے ہاتھون سے مارے جاتے تھے یا قید کئے جاتے تھے یا مقابل کی آنکھہ بچا کر بھاگ جاتے تھے مبازران اسلام نے اس آخری حملہ مین تقریباً ستر کفار کو قتل کیا اور ان مین سے قریب قریب نصف کی تعداد کو اکیلے حضرت علی مرتضیٰ نے تہ تیغ کیا۔

سیرۃ النبوۃ کے حوالے سے خواجہ عبید اللہ امرتسری (حالیہ قادیانی) اپنی کتاب ارجح المطالب مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۱۳۴ مین لکھتے ہین۔

اسی طرح حضرت علی ایک کے بعد ایک کو قتل کرتے تھے یہانتک کہ آپ نے نصف کو قتل کیا اور کل مقتول ستر تھے نصف اور مسلمانون نے قتل کئے۔ یہی تعداد علامہ کمال الدین طلحۃ الشافعی نے اپنی کتاب مطالب السئول مین اور علامہ محمد بن یوسف الگنجی نے کفایۃ الطالب مین بھی بتلائی ہے۔

شبلی صاحب نے غزوہ بدر کے تفصیلی حالات مین اپنے خاص موضوع تالیف کی ضرورت سے تو کہین بھی حضرت علی مرتضیٰ کے ان محاسن خدمات کا ذکر نہین کیا ہے اور نہ انکو انکی ان کارگذاریون اور جان نثاریون کی بناپر فاتح بدر یا کم سے کم مبازران اسلام کا سر دفتر قرار دیا ہے لیکن پھر بھی حقیقت حقیقت ہی تھی۔ اور اوس کا چھپنا یا چھپانا خصوصاً مسلمانون کے عقائد مین محال قطعی تھا۔ اس لئے ہمارے شبلی صاحب کو خدمات علیؑ کی اس حقیقت اصلیت اور واقعیت کو آخر کار لکھنا ہی ہوا۔ اصل معرکہ آرائی کے حالات مین تو نہین ہان تمہید کے استدلالیہ مضامین مین اوس موقع پر جہان آپ کو خدا کی شان[۱] صحیح بخاری کی روایت کو طبری کی روایت سے غلط ثابت کرنی ہوئی اور

---

[۱] شبلی صاحب کی اس موقع پر شان استدلال ضرور قابل لحاظ و خیال ہے دیباچہ کتاب مین بخاری صاحب کا اعتبار اعتماد اور وثوق کو عرش الکمال تک اتنا پہونچایا گیا کہ کوئی تاریخ تفسیر اور حدیث و سیرت کی کتاب اوسکے درجہ استناد تک پہونچتے ہی نہین۔ اور اسکے ثبوت مین انواع و اقسام کی قلمکاریون سے طومار طیار کیا گیا ہے لیکن غزوہ بدر کی تمہید تک پہونچتے پہونچتے وہ سلسلہ اعتبار و اعتماد اتنا نیچے گرادیا گیا کہ صحاح سنن اور مسانید و تفاسیر کی مرویات سے بھی نیچے خصوصاً ایسی حالت مین جب مرویات تاریخ و سیرت کو مرویات حدیث کے مقابلہ مین فروتر لکھہ چکے تھے خاص بخاری صاحب کی ایسی راوی کی روایت کو جو صحابی ہے اور صحابیون مین بدری ہے طبری کی تاریخی روایت سے مسترد فرمادیتے ہین دیکھو سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۲۰۵ یہ ہر نا جائز اور خلاف اصول جنبداری کا نتیجہ ہے جس نے آپ کے معیار مختار اور نیز بخاری صاحب کے مبلغ اعتبار کی حقیقت کھول دی۔ فاعتبروا المولف عفی عنہ

عیسائیوں کے اصل اعتراض کو جو بخاری کی اسی روایت سے ماخوذ و مستنبط تھا کاٹنا پڑا چونکہ اس روایت طبری کے اصل راوی باتفاق سے حضرت علیؑ تھے اس وقت اور مجبوری سے آپ کو بالآخر لکھنا ہی پڑا کہ اس کے راوی غزوہ بدر کے ہیرو (اسداللہ الغالب) علی بن ابی طالب ہیں۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۵۰

ہم اس مضمون کو کہ جنگ بدر کے ہیرو حضرت علی بن ابی طالب ہیں خاتمہ جنگ تک اوٹھا رکھتے ہیں جہاں آپ کے فاتح بدر ہونے کے شہود و ثبوت تفصیل سے پیش کیے جاویں گے۔ یہاں انکا قلمبند کرنا ہمارے سلسلہ کلام میں فصل پیدا کریگا لیکن مناسبت مقام اور سلسلہ کلام قایم رکھنے کی غرض خاص سے اس جملہ اخیر میں جس کے حالات ہم بیان کر رہے ہیں حضرت علی کی مبارزت کی نسبت یہ تفصیل کر دینا ضروری ہے کہ آپ نے اس حملہ میں بیکبارہ بیک وقت عاص بن سعید بن عاص کو قتل کیا۔ ابن ہشام اپنی تاریخ جلد دوم صفحہ ۱۲ میں عاص کے قتل کی شہادت حضرت عمرؓ کی زبانی لکھتے ہیں۔

عاص کے بعد کفار نے حضرت علیؑ کو اپنے مقام سے پیچھے ہٹانا چاہا اور نوفل ابن خویلد بن اسد آگے بڑھکر آپ پر حملہ آور ہوا یہ نوفل دلاوران قریش میں بڑا مشہور شجاع شخص تھا اور یہ وہی بدبخت تھا جو حضرت صدیقہ کبریٰ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کا بھائی تھا اور آنحضرت صلعم کا سخت دشمن۔ قریش کے مجمع میں بیٹھکر یہی کی زبانی آنحضرت صلعم پر برے برے اتہام لگایا کرتا تھا اور یہ وہی شریر الطبع تھا جسکو میدان رزم میں دیکھکر آنحضرت صلعم نے خدا سے دعا کی تھی کہ مجھکو اسکے شر سے محفوظ رکھا جائے۔ جناب علی مرتضیٰ نے اسکی تیز دستیوں کا پورا جواب دیا اور اپنی شمشیر سے اوسکو مار گرایا۔ نوفل کے بعد مسعود بن مغیرہ (خالد بن ولید کا چچا) مقابل ہوا وہ بھی قتل ہوا۔ مسعود کے بعد ابو القیس بن الفاکہہ آگے آیا۔ وہ بھی دو ٹکڑے کیا گیا۔ پھر عبداللہ بن منذر کو موت کھینچ لائی اور وہ بھی مقتول ہوا۔ عبداللہ کے بعد عاص ابن منبہ ابن حجاج کی نوبت آئی۔ وہ بھی مقابل ہو کر مارا گیا۔ اوسکے بعد صاحب ابن سائب سامنے آیا وہ بھی سر بریدہ زمین پر تھا۔

اسی طرح حنظلہ ابن ابو سفیان اور ابو عمرو بن ابو سفیان (امیر معاویہ صاحب کے بڑے بھائی) ابو عبیدہ بن الحارث بن ربیعہ اور عقیل بن نوفل ابن مطلب یکے بعد دیگرے آتے گئے اور حضرت علی مرتضیٰؑ کی تیغ آبدار سے قتل ہوتے گئے۔

ان مقتولین میں سے حنظلہ بن ابو سفیان پر ایسی سخت ضرب لگی تھی کہ اوسکی آنکھیں باہر نکل پڑی تھیں۔ چنانچہ خود حضرت علی مرتضیٰؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قریش سے مجھکو سخت تعجب ہوتا ہے کہ جب وہ میری اوس لڑائی کو جو ولید بن عتبہ سے واقع ہوئی اور میری اوس ضرب کو جس سے حنظلہ کی آنکھیں نکل پڑیں تھیں دیکھ چکے تھے تو پھر کیوں کر میرے مقابلہ کی جرات کرتے تھے۔ اتحاف اہل اسلام لکھنؤ ص ۲۹۔ مغازی الصادقہ واقدی مترجمہ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۳۹۔ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۶ بمبئی بھی تفصیل ارجح المطالب صفحہ ۳۱۲ مطبوعہ لاہور میں باسناد کتاب مطالب السؤل اور کفایۃ الطالب میں درج ہے۔

ہم نے اپنے موجودہ سلسلہ بیان مین حضرت علیؑ کے حملہ آخر کی مرقومہ بالا تفصیل کردی ہے۔ آپ کے ایسے دوسرے مبارزین اسلام کے محاسن خدمات اور شجاعت و دلیری کے واقعات کا بھی علی قدر مراتب اندازہ کرلینا چاہیے۔

معرکہ جنگ کا دوسرا عالم جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہین ایسا ن کفار کا عبرتاً للاولی الابصار تھا۔ نامبردگان قریش اور نامورانِ مکہ کو مبارزان اسلام اونکے انبوہ کثیر مین گرفتار کر رہے تھے اور وہ ہتھیار ڈال کر اسلام کی فتح اور اپنی شکست کا اقرار کر رہے تھے۔

ارباب تاریخ و سیرت کا بیان ہے کہ مجاہدان اسلام اسوقت بیکبارگی تین اسلامی خدمات انجام دے رہے تھے جان نثارون کا ایک گروہ تو قتل کفار مین مصروف تھا۔ دوسرا طبقہ مشرکین کو گرفتار کر رہا تھا۔ تیسرا دستہ عریشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کر رہا تھا۔ اسی دستہ مین سعد بن معاذ بھی تھے۔ ابن ہشام بیان کرتے ہین۔

وانہ صلعم امر باصحابہ فشدّ وفکانت الھزیمۃ فقتل اللہ تعالی من قتل من صنادید قریش واسر من اسر من اشرافھم فلما وضع القوم ایدیھم یاسرون ورسول اللہ صلعم فی العریش وسعد بن معاذ قائم علی باب العریش الذی فیہ رسول اللہ متوشحا السیف فی نفر من الانصار یحرسون رسول اللہ صلعم یخافون کرۃ العدو و رأی رسول اللہ صلعم فیما ذکر لی فی وجہ سعد بن معاذ الکراھۃ لما یصنع الناس فقال لہ رسول اللہ صلعم واللہ لکانک یا سعد تکرہ ما تصنع القوم قال اجل واللہ یا رسول اللہ ص کانت اول وقعۃ اوقعھا اللہ باھل الشرک فکان الاثخان فی القتل باھل الشرک احب الیّ من استبقاء

الرجال ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ مصر

آنحضرت صلعم نے صحابہ کو حکم دیا اور انھون نے جہاد مین شدت کی کفار کو ہزیمت ہوئی اور خدا تعالی کو جتنے عائد قریش کا قتل منظور تھا اتنے قتل ہوئے اور جتنے اونکے اشراف قوم کی گرفتاری مقصود تھی اوتنے گرفتار ہوگئے جناب رسولخدا صلعم اسوقت اپنے عریشہ مین بیٹھے تھے اور سعد بن معاذ اپنے دستہ انصار کے ساتھ تلوار ننگی لئے ہوئے عریشہ کے دروازے پر اس وجہ سے پہرہ دے رہے تھے کہ خوف تھا کہ دشمن ادہر نہ لوٹ پڑین۔ لڑائی کا یہ عالم جو مین نے (ابن ہشام نے) اوپر لکھا ہے۔ آنحضرت صلعم اور سعد بن معاذ دونون کے پیش نگاہ تھا۔ اس اثنا مین جناب رسولخدا صلعم نے سعد بن معاذ کے مونہہ پر اس عالم کے مشاہدے سے آثار کراہیت و ناپسندیدگی نمایان پائے۔ تو استفسار فرمایا کیا سعد تمکو یہ فعل جو تمہاری قوم کے لوگ کر رہے ہین اچھے نہین معلوم ہوتے سعد نے عرض کی صحیح ارشاد ہوتا ہے یہ پہلا موقع ہے کہ مشرکین کو خداوند عالم نے اس بلا و مصیبت مین ڈالا ہے اسلئے مجھے ان سب کے باقی رکھے جانے سے ایکبار ان کا بالتمام خاتمہ کردیا جانا ہی بہتر اور خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکا جواب سنکر خاموش ہوگئے۔

اس خالص جان نثار کی پرجوشی اور اسکے مقابلہ مین رحمت عالم ص کی خاموشی انسان کی طبیعت عامہ اور انبیاء علیہم السلام کی

فطرت صالحہ کے فرق مابہ الامتیاز کو پورے طور سے ثابت کر رہی ہے۔ سعد ابن معاذ اپنی فوج کی کامیابی سے اتنا پر جوش ہو گئے کہ حدود انتقام سے گذر کر قتل عام کے درجہ تک بڑھ گئے لیکن اُس خلق مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر تو خلاف معمول خلاف عادت اور خلاف طبیعت ان مناظر بشارت اور عوالم فتح و نصرت سے کوئی اثر خاص نمایاں نہیں تھے آپکی خموشی ہزار زبان بنکر بتلا رہی ہے کہ کوئی منظر کوئی عالم اور کوئی حالت پیش نظر ہو ہم اپنے اصول اخلاق۔ ہمدردی اشفاق مناسبت موقع اور مصلحت وقت سے سر مو تجاوز نہیں ہو سکتے۔

شہیدان بدرؓ کی دلیرانہ جان نثاریاں　ہم نے اسوقت تک اپنے سلسلہ بیان میں قریش کے مقتولین کے مارے جانیکی تفصیل اور مبارزان اسلام کی خدمات جو انھوں نے مقتولین قریش کے قتل میں انجام دی ہیں بیان کی ہیں۔ اب ہم ان سرفروشان اسلام اور جان نثاران حضرت خیر الانام علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں جو جنگ بدر میں فائز شہادت ہوئے اگر ہم اپنے ترتیب بیان میں انکے محاسن خدمات کی تصریح سے اعراض کریں تو ہمارا تاریخی مرقع ایک رخی تصویر ہو کر رہجائیگا اور ہمارا یہ طریقہ فروگذاشت ہمارے انداز تالیف کا بہت بڑا عیب ٹہرایا جائے گا۔ اس بنا پر ہم ان فدائیان اسلام کے حالات بھی اوسی تفصیل سے لکھتے ہیں جس تفصیل و تشریح سے ہم فاتحین اسلام کے حالات اوپر لکھ آئے ہیں۔

مجھکو اسکی ذرا پروا نہیں ہے کہ میری تاریخ اسلامی تاریخ نہیں بلکہ اسلامی جنگ نامہ ہوجائیگی اور ہمکو اسکی بھی تمنا نہیں کہ بقول شبلی صاحب یورپین مورخین اسکو بڑے شوق سے سنیں گے اور ہمکو اسکا بھی خوف نہیں کہ شبلی صاحب اور انکے ہمخیال اسکو بے لطفی اور ناتوجہی سے سنیں گے یا ملاحظہ فرمائیں گے اسی لئے تو سیرۃ النبیؐ میں سوائے مہجع کے وہ بھی حضرت عمرؓ کے غلام خاندان ہونے کی خصوصیت خاص ظاہر کرنے کی ضرورت سے اور کسی ایک شہید احد کا بھی ذکر نہیں کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ شبلی صاحب کے کان مشتاقین یورپ کے کانوں کی طرف لگے تھے اور آپ اس خوف و ہراس سے کہ وہ سننے نہ پائیں اور یہ حالات و واقعات دراز نفسی اور بلند آہنگی کے حدود تک نہ پہونچنے پائیں (ملاحظہ ہو سلسلہ غزوات سیرۃ النبی صفحہ ۲۲۲) اسی لئے آپ نے ان تمام واقعات کو صد درجہ کے اختصار تلخیص اور قطع و برید کے ساتھ غیر مکمل اور مبہم لکھکر تمام کر دیئے ہیں اور شہدائے احد کی جان نثاریوں کے بیان میں تو قلم بھی نہیں اوٹھایا اور انکے ذکر حالات سے آپ کا دفتر تاریخی بالکل خالی ہے۔

آپ نے میدان جنگ کا جو مرقع کھینچا ہے وہ تو یوروپین مورخین کے انداز تحریر کے مطابق اوسکے نقش و نگار میں صرف کفاروں ہی کے قتل سے چشمہائے خون بہا دئیے ہیں (ملاحظہ ہو سیرۃ النبی ص ۲۲۲) اور اس سیلاب خون میں صرف غریب مہجع کے چند قطرہائے خون کی کہیں کہیں جھلک سی نظر آجاتی ہے۔ محققین واقعات اور متلاشین حالات تو آپکے اس مرقع بیان کو ایک رُخی اور بالکل ایک رخی تصویر ٹھیرائیں گے۔ اور حیرت سے نقش بدیوار بن جائیں گے۔

مہجع شہید اول　اتنا تمہیداً عرض کرکے ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ تاریخ و حدیث کا اسپر اتفاق ہے کہ مہجع خاندان

حضرت عمرؓ کا غلام مہجع جس کا کسیقدر ذکر خیر ہم اوپر کر آئے ہیں۔ مبارزان اسلام کی فرد جانبازی میں نمبر اول ہے اور تمام مورخین و محدثین نے شہدائے بدر میں اسکو شہید اول قرار دیا ہے۔ ہذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

حارثہ بن سراقہ کی شہادت

مہجع کے بعد حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے۔ اور بالاتفاق شہدائے بدر میں یہ شہید ثانی یقین کیے جاتے ہیں۔ انکی صورت شہادت زرقانی نے یوں بتلائی ہے۔

حارثة بن سراقة (خزرجي) وكان في النظارة الذين لم يخرجوا لقتال فلم يخرجوا القتال فجاءه سهم غرب فوقع في نحره فقتله فجاءت امه ام ربيع فقالت يارسول الله قد علمت مكان حارثة مني فان يكن في الجنة اصبر واحتسب والا فترى ما اصنع فقال صلعم انها ليست بجنة واحدة ولكنها جنان كثيرة وانه في جنة الفردوس كما في الصحيح وقتله حبان بن العرقة　　زرقانی ص ۵۳۰

حارثہ بن سراقہ لشکر اسلام کی صفوں میں گھوم گھوم کر دیکھ رہے تھے کہ کون شخص مقابلہ کے لیے نہیں نکلتا ہے۔ اس اثنا میں ایک تیر اڑتا ہوا آکر انکے وسط حلق پر بیٹھا اور یہ جان بحق تسلیم ہو گئے۔ انکی غریب ماں ام ربیع یہ حال دیکھکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں دوڑی آئیں اور عرض کرنے لگیں آپ ارشاد فرمادیں اگر حارثہ بہشت میں داخل ہو گیا ہے تو پھر میں صبر کرکے خموش ہو جاؤں ورنہ آپ دیکھ لیں گے میں (دشمنوں کے ساتھ) کیا کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بہشت ایک بہشت نہیں ہے بلکہ اسکے متعدد درجے ہیں اور حارثہ اوس درجہ بہشت میں ہے جسکو جنت الفردوس کہتے ہیں یہ روایت صحاح کی ہے حارثہ کو حبان بن عرقہ نے قتل کیا۔

عمر بن الحمام کی شہادت

جان نثاران اسلام میں عمر بن الحمام بھی قابل الذکر ہیں۔ ابن ہشام ص ۱۸۔ جلد دوم طبری ص ۱۳۲۴ اور زرقانی ص ۵۳۶ میں انکے حالات اسطرح لکھتے ہیں۔

(رسول) الله صلى الله عليه وآله وسلم خرج على الناس فحرضهم فقال والذي نفس محمد بيده لا يقاتلهم اليوم رجل فيقتل صابرا محتسبا مقبلا غير مدبر الا ادخله الجنة فقال عمير بن الحمام وفي يده تمرات ياكلهن بخ بخ افما بيني وبين ان ادخل الجنة الا ان يقتلني هولاء ثم قذف التمرات من يده واخذ سيفه فقاتل القوم حتى قتل وهو يقول ؎

ركضا الى الله بغير زاد　　الا التقى وعمل الرشاد
والصبر في الله على الجهاد　　وكل زاد عرضة النفاد
غير التقى والبر والرشاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان الفاظ میں لشکر اسلام کو قتال کفار پر آمادہ کیا۔ فرمائی کہ اوس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے جو شخص صبر و تحمل اور ضبط و خاموشی سے قدم آگے بڑھاتا ہو۔ نہ بھاگنے کے لئے پیچھے ہٹتا ہوا قتل کیا جائیگا وہ یقینی جنت میں داخل ہوگا۔ عمر بن حمام جو اوسوقت اپنے ہاتھوں میں کھجوریں لئے کھا رہے تھے کہنے لگے۔ واہ واہ۔ اب تو میرے وانا جنت میں کوئی شے حائل نہیں ہوسکتی۔ میں خوش ہوں اب یہ قوم مجھے قتل کر ڈالے یہ کہکر کھجوریں تو اپنے ہاتھ سے پھینک دیں اور تلوار لیکر لشکر کفار میں جا پڑے اور یہ رجز پڑھنے لگے۔ میں تو اپنے خدا کے پاس بغیر کسی توشہ کے جاتا ہوں اور میرے پاس کوئی توشہ سوا تقویٰ عمل آخرت اور رضا کی راہ میں جہاد کرنے کی مصیبتوں پر صبر کرنے کی سوا نہیں ہے جنکو سے مقابل ہوسکے اور

وقتل خالد ابن الاعلم العقیلی — مارے گئے۔ خالد بن اعلم عقیلی نے انکو شہید کیا۔

عوف بن حارث انصاری کی دلیرانہ شہادت

جنگ کی عین گرم بازاری میں جب طرفین سے شدید حملات ہو رہے تھے عوف بن حارث انصاری جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایکبار جوش شجاعت اور وفور خلوص و عقیدت سے سرشار ہوکر عرض خدمت کرنے لگے۔ طبری انکے الفاظ تقریر یہ لکھتے ہیں۔

یا رسول اللہ صلعم ما یضحک الرب من عبدہ قال غمسہ یدہ فی العدو حاسرا (طبری ۳۲۲)

یا رسول اللہ صلعم بندہ کی کون سی ادا پروردگار کو خوش کر دیتی ہے ارشاد ہوا دشمنان خدا سے بغیر سلاح جنگ برہنہ سر گردست و گریبان ہوجانا۔

مخبر صادق کی زبان صداقت ترجمان و اتنا سننا تھا کہ

فنزع درعا کانت علیہ فقذفها ثم اخذ سیفہ فقاتل القوم حتی قتل (طبری ۳۲۲)

اس شیر دل نے سلاح جنگ جو پہنے ہوئے تھا اتار کر پارہ پارہ کر ڈالی اور پھینک دی اور تلوار اٹھاکر کفار سے لڑنے لگا۔ یہانتک کہ مارا گیا۔

عمیر ابن ابی وقاص کمسن مجاہد کی دلیرانہ شہادت

عمیر ابن ابی وقاص جو کم سن ہونے کے باعث شریک لشکر نہیں کئے جاتے تھے لیکن جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی گریہ وزاری سنکر اجازت دیدی تھی۔ میدان جنگ میں باوجود کمسنی کے اظہار شجاعت سے باز نہ رہے۔ کفار سے لڑے اور مارے گئے۔ امام سہیلی کے قول سے عاص بن سعید نے اور علامہ ابن حجر کی روایت سے عمرو بن عبدود نے انکو شہید کیا۔ زرقانی ص ۵۳۶

سعد بن خثیمہ اور مبشر بن منذر کی شہادت

ان جانبازان اسلام کی فہرست میں دو بزرگان انصار کے نام نامی اور قابل ذکر ہیں۔ ایک سعد بن خثیمہ دوسرے مبشر بن منذر انصاری۔ سعد بن خثیمہ کی عظمت شان علامہ زرقانی کے بیان سے ذیل میں ملاحظہ ہو۔

سعد بن خثیمہ احد النقباء بالعقبہ الصحابی بن الصحابی الشہید بن الشہید قیل قتلہ طعیمہ بن عدی وقیل عمرو بن عبدود واستشہد ابوہ (خثیمہ) یوم احد۔

سعد بن خثیمہ۔ طبقہ نقبا میں تھے۔ عقبہ میں بیعت اسلام لائے تھے خود بھی صحابی تھے صحابی کے بیٹے تھے شہید تھے اور شہید کے بیٹے تھے انکو طعیمہ بن عدی نے اور بروایتے عمرو ابن عبدود نے قتل کیا ص ۵۳۵ انکے باپ (خثیمہ) احد میں شہید ہوئے۔

ہم نے ان سرفروشان اسلام کے جانبازانہ اور فدائیانہ خدمات لکھکر اپنے سلسلہ بیان سے صرف ایک رخ ہونیکا عیب مٹادیا۔ اور اپنے ناچیز اور ناقابل قدر بیان میں ان مجاہدان راہ خدا کی کامل الایمانی ثبات و پاداری اور ہمت و جگرداری کی بے نظیر مثالیں دکھلادیں۔ جو دنیا کے فانی اور مٹنے والے کارناموں میں کیا لوح محفوظ رب العباد میں ابدالاباد تک علی الدوام محفوظ رہیں گی ان شاء اللہ۔

جنگ بدر کے اصلی

جنگ بدر کے حالات و واقعات ختم ہوگئے۔ فاتحان اسلام فوج کفار کو شکست کامل دیکر آئندہ جہاد

ہیرو حضرت علی مرتضیٰ ہیں

فی سبیل اللہ کی خدمات کے لئے باقی رہے اُنکی دلیرانہ اور شجاعانہ حالات اور نیز شہیدان بدر کے سرفروشانہ اور جانبازانہ واقعات جو اونھون نے اپنی جانین دیکر اپنے بعد دنیا مین بہترین یادگارین چھوڑین۔ ایک ایک کر کے ہم نے بیان کر دئے۔

محققین ان مبارزین اسلامی کے تفصیلی کارنامون کو پیش نظر رکھکر مجاہدین بدر کی خدمات مین موازنہ کرین گے تو بالآخر اونکو بھی شبلی صاحب کی طرح یہ لکھکر اقرار کرنا پڑے گا کہ اسلام کی اس عظیم الشان جنگ کے فاتح (ہیرو) اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ثابت ہوتے ہین جنکی فاتحانہ خدمات کی نسبت امام ودلابی لکھکر بتلا چکے ہین لا ینصرف حتی یفتح علیہ کسی غزوہ سے تا وقتیکہ فتح نہ فرما لیتے تھے واپس نہ آتے تھے۔ ارجح المطالب مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۵۲

مقتولین بدر کا دفن

تفصیل جنگ کو تکمیل تک پہونچا کر ہم میدان جنگ کے دوسرے واقعات کے بیان کی طرف رجوع کرتے ہین۔ جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ قریش کے لشکر گران نے شکست کامل اوٹھائی اونکے بڑے بڑے نبرد آزما اور شجاع زمانہ قوم و قبائل کے سردار و نمودار مارے گئے کفار کی طرف مقتولین کی تعداد ستر تھی اور مقیدین کی تعداد تینتالیس ۴۳ مسلمانون کی طرف چودہ آدمی شہید ہوئے۔ ۶ مہاجرین اور ۸ انصار۔ مشرکین قریش شکست کے بعد جو پکڑے گئے پکڑے گئے۔ باقی بھاگ گئے۔

غنیم سے جب میدان قتال بالکل خالی ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان جنگ مین خود تشریف لائے اور سب سے پہلا کام جو آپ نے کیا وہ جانبین کی مقتولین کی آخر خدمات تھین۔ ہر شخص رحمت عالم کی رحمدلی درومندی کے اصول اور اس خلق مجسم کی رقت قلبی کے اس معمول سے خوب واقف تھا کہ آپ جہان کہین کسی میت کو افتادہ پاتے تھے اوسکو فوراً زمین مین دفن فرما دیتے تھے میت تو میت استخوانہائے افتادہ تک کے ساتھ بھی یہی عمل کیا جاتا تھا اس بنا پر کیسے ممکن تھا کہ کفار کی طرف والے مقتولین بدر اخلاق و ہمدردی کے اس فیضان عام سے محروم رکھے جاتے۔

شہدائے بدر کی چونکہ تعداد بہت قلیل تھی شمار مین کل چودہ تھے۔ اون کی خدمات سے جلد فراغت ہو گئی تو مقتولان مشرکین کی طرف توجہ فرمائی گئی چونکہ وہ تعداد مین زیادہ تھے اور سب کو جدا جدا دفن کرنے مین وقت بھی زیادہ درکار تھا اور جنگ سے تھکے ہوئے مسلمانون کو محنت اور مشقت بھی زیادہ کرنی ہوتی۔ اس لئے ایک قریب کے کنوئین مین کفار کی لاشون کو اٹھا کر لا کر دفن کرا دیا گیا[۱]۔ اور کنوئین کے مونہہ کو پتھر اور مٹی سے بھر کر سطح زمین کے برابر کرا دیا گیا صرف امیہ بن خلف کی لاش بگڑ جانے

---

[۱] افسوس مسلمانون نے شہیدان کربلا کے ساتھ جن مین اسی رسولؐ صلعم کے لخت جگر پارہ تھے اتنا بھی نہ کیا جتنا کفار کی لاشون کے ساتھ بدر مین کر چکے تھے۔ اونکو برہنہ تن اور طعمہ جانوران بنانے جانیکی جگہہ کم سے کم کسی غار مین ڈالدیا ہوتا۔ یا دریا قریب تھا اسی مین بہا دیا ہوتا۔ تیرہ سو برس کی مدت مین مسلمانون نے رسول اللہ صلعم کی تعلیم اور آپکے شعار اخلاق کو ایسا بھلا دیا۔ فاعتبروا

المولف عفی عنہ

کے باعث اوٹھانے کے قابل نہ رہی تھی اس لئے وہیں تہ زمین کر دی گئی۔

شبلی صاحب کی عجلت رقمی بہت سے قابل الذکر حالات کو چھوڑتی چلی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ تمام تاریخون کے مشاہدات متفقہ ثابت ہوتے ہین۔ چنانچہ دفن مشرکین کے ذکر مین ابو حذیفہ بن عتبہ کا واقعہ اوسکی کامل الایمانی اور راسخ الاعتقادی کی شان کو دوبالا ثابت کر رہا ہے۔ ابن ہشام نے الفاظ ذیل مین اوسکی تفصیل کی ہے۔

لما امر رسول اللہ صلعم ان یلقوا فی القلیب اخذ عتبۃ بن ربیعۃ فسحب الی القلیب فنظر رسول اللہ فیما بلغنی فی وجہ ابو حذیفہ فاذا ھو کئیب قد تغیر فقال یا ابا حذیفہ لعلک قد دخلک من شان ابیک شئ او کما قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لا واللہ یا رسول اللہ ما شککت فی ابی ولا فی مصرعہ ولکننی اعرف من ابی رایا وحلما وفضلا فکنت ارجوان یھدیہ ذلک الی الاسلام فلما رائت ما اصابہ وذکرت ما مات علیہ من الکفر بعد الذی کنت ارجو لہ احزننی ذلک فدعا رسول اللہ صلعم بخیر او قال لہ خیرا ص ۲۳ مصر

جناب رسول خدا صلعم نے جب مسلمانون کو حکم دیا کہ مشرکین کی لاشونکو کنوین مین لا لا کر جمع کرین تو عتبہ بن ربیعہ کی لاش کو لوگ زمین پر کھینچتے لائے تو ابو حذیفہ کو باپ کی لاشے کو اس حال سے لاتے ہوئے دیکھکر ملال ہوا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً اوسکے چہرے سے آثار حزن وملال بھانپکر پوچھنے لگے کہ اے ابو حذیفہ کیا تمکو اپنے باپ کی طرف سے کچھ دل مین خیال آیا ہے۔ جوہین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال کیا ابو حذیفہ نے جوش عقیدت سے جواب مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم قسم خدا کی اسلام کی طرف سے مجھے خس بھر بھی شک نہین لیکن مجھے اتنا خیال البتہ ہے کہ میرا باپ صاحب رائے متحمل صاحب ادب وکمال تھا اور اوسکے ان صفات سے مجھکو ہمیشہ امید قوی تھی کہ وہ اسلام کی خوبیون کو خود سمجھکر مشرف باسلام ہو جائیگا لیکن خلاف امید مین نے دیکھ لیا کہ دولت اسلام سے مشرف نہ ہونیکی وجہ سے بالآخر اوسکی کیا حالت ہوئی اور یہ اوسکے کافر رہنیکا نتیجہ ہے۔ یہ سنکر آنحضرت صلعم نے ابو حذیفہ کے لئے دعائے خیر کی اور اوسکو کلمات خیر سے یاد وشاد فرمایا۔

اسکے بعد ابن ہشام بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم مدفن کا فرین پر کھڑے ہوئے اور عبرت انگیز انداز و طریقہ سے گویا مقتولین مشرکین کو مخاطب کرکے یہ کلمات عبرت ارشاد فرمائے۔

یا اھل القلیب بئس عشیرۃ النبی کنتم لنبیکم کذبتمونی وصدقنی الناس واخرجتمونی واوانی الناس وقاتلتمونی ونصرنی الناس ثم قال وجدتم ما وعدکم ربکم حقا ص ۲۲ جلد دوم طبری ص ۱۳۲۳

اے افتادگان چاہ! تم اپنے نبی صلعم کے لئے کیسے برے عزیز اور قرابتمند ثابت ہوئے تم نے مجھے جھٹلایا اور غیر لوگون نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے گھر سے نکال پھینکا اور غیرون نے مجھے پناہ دی تم میرے قتل پر آمادہ ہوئے غیرون نے میری نصرت وحمایت کی۔ یہ کہکر

آپ نے فرمایا تم بالآخر وہ امر پا گئے جس کا خدا نے تم سے سچا وعدہ فرمایا تھا۔

اسیران بدر کے ساتھ ترحمانہ سلوک

ان امور سے فراغت فرما کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیدیان قریش کی طرف متوجہ ہوئے پہلے وہ ایک ایک کر کے شمار کئے گئے جو ابن ہشام کی تعداد کے مواقف تینتالیس تھے جن میں آنحضرتؐ کے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب برادر عم زاد عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب اور ابو العاص شوہر حضرت زینب بھی داخل تھے۔ سردست ان لوگوں کا اسوقت کوئی تصفیہ فرما دینا مناسب نہ سمجھا گیا بلحاظ وخیال قرابت دکھیتی۔ تمام اسیروں کو دو دو چار چار کر کے انصار و مہاجرین کے سپرد کر دیا گیا کہ ہر شخص اپنے ہمراہی قیدی کو اپنی حراست میں راحت و آرام سے رکھے۔

رسولؐ کا حکم کافی تھا۔ اور اسلام کی عام ہمدردی کی تعلیم کا مقتضی بھی یہی تھا۔ جو فاتحین اسلام نے اپنے مقیدین کی راحت رسانی کی خدمات میں اختیار کیا۔ تمام تاریخ و حدیث کی کتابوں کا یہ متفقہ بیان ہے کہ اسوقت سے لیکر جب تک اسیران قریش مدینہ میں مہاجرین و انصار کے پاس رہے صحابہ کا یہ برابر قاعدہ رہا کہ گھر میں جو کھانا پکتا تھا تو قیدیوں کو کھلا دیا جاتا تھا اور خود کھجوریں کھا کر رہ جاتے تھے۔ ابو عزیز جو مصعب ابن عمیر کے بھائی تھے وہ بھی قید ہو کر آئے تھے اور ایک انصاری صحابی کی حوالگی میں دیئے گئے تھے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ وہ بزرگ انصاری جب صبح و شام کھانا لا کر سامنے رکھتے آپ بھی ساتھ بیٹھ جاتے تو روٹی وغیرہ میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اپنے ہاتھوں میں اوٹھا لیتے اور کھانے لگتے۔ مجھکو اونکے اس مکارم اشفاق سے ایسی شرم آتی کہ روٹی کو ہاتھ لگایا نہیں جاتا تھا۔ وہ میری حالت دیکھکر کہتے کہ میں نے تمہیں روٹی اسلئے دی ہے کہ تم لوگ خورش غلہ کے خوگر ہو۔ بخلاف تمہارے ہم کھجوروں کے عادی ہیں کیونکہ ہمارے علاقہ میں کھجوریں کثرت سے ہوتی ہیں میں انھیں خوشی سے کھا سکتا ہوں اور تم نہیں۔ میں ہاہم اصرار کر کے روٹیاں اونھیں کے ہاتھ میں دیدیتا۔ لیکن وہ منت و سماجت کر کے پھر مجھی کو واپس کر دیتے طبری ص ۱۳۳۸

یہ تھی اسلام کی ہمدردی کی تعلیم عام اور حلم اسلام علیہ السلام کے احکام و تاکید کی تاثیر۔ اسیران بدر جب ملاحظہ کے لئے پیش ہوئے تو اکثر کے پاس کپڑے نہیں تھے۔ تھے بھی تو جنگ و پیکار کی کشمکش سے پارہ پارہ ہو کر پہننے کے قابل نہیں رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق عظیم اونکی برہنہ تنی کو کب گوارا کر سکتا تھا۔ صحابہ کو فوراً حکم ہوا انھیں کپڑے پہناؤ تب اپنے اپنے ہمراہ لیجاؤ۔ فوراً حکم کی تعمیل ہونے لگی اتفاق سے حضرت عباس کا لباس بھی پارہ پارہ ہو گیا تھا اور کسی طرح استعمال کے قابل نہ تھا۔ اکثر صحابی اپنا کرتہ دینے پر طیار ہو گئے لیکن دشواری یہ تھی کہ آپ اسقدر طویل القامت تھے کہ کسی کا کرتہ آپ کے بدن پر ٹھیک نہیں آتا تھا۔ اتفاق سے عبد اللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین نے اپنا کرتہ منگوا کر حضرت عباس کو پہنایا تو بالکل ٹھیک آگیا۔

امام بخاری لکھتے ہیں عبداللہ بن ابی سلول کو اپنے کرتہ کا کفن جو عنایت فرمایا گیا تھا وہ اس کے اسی احسان کا معاوضہ تھا۔ بخاری ص ۴۴۲

انھیں قیدیوں میں عرب کا شیرین زبان اور سحر البیان شاعر سہیل ابن عمر بھی شامل تھا۔ یہ شخص تمام عرب میں آنحضرت صلعم کی مخالفت پر اپنی خوش بیانی سے نئی نئی تقریریں کیا کرتا تھا جب یہ شخص سامنے لایا گیا تو حضرت عمرؓ کو طیش آ گیا فوراً عرض کی کہ یا رسول اللہ ص اس دریدہ دہن کے دونوں نچلے دانت اکھڑوا لیے جائیں کہ اسکی آواز عیب دار اور تقریر بیکار ہو جائے۔ اوس رحیم مجسم نے ارشاد فرمایا اے عمر اگر میں اسکا کوئی عضو بگاڑوں (مثلہ کرنا) تو یاد رکھو اگرچہ میں نبی برحق ہوں اور معصوم لیکن خدائے منتقم اسکے بدلہ میں میرے اعضا بھی بگاڑ دیگا۔ طبری ص ۱۳۴۴

انھیں سہیل ابن عمر کی نسبت تاریخوں نے یہ بھی لکھکر بتلا دیا ہے کہ یہ حضرت ام المومنین سودہ کے عزیزوں میں تھے مدینہ میں جب آئے اور اون محترمہ کی نظران پر پڑی اور انکو اس صورت سے دیکھا کہ ہاتھ پاؤں بندھے ہیں تو ایک شجاعانہ انداز میں بیساختہ کہہ اوٹھیں کہ تم نے پاشکستہ عورتوں کی طرح بیڑیاں تو پہن لیں مگر تم سے یہ نہ ہو سکا کہ مردانہ وار تلوار لیکر میدان جنگ میں کٹ مرتے۔ ابن ہشام جلد دوم ص ۲۳

تاریخ و سیر کا متفقہ بیان ہے کہ ان تمام انتظاموں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ رات (اٹھارویں رمضان کی شب) وہیں خیمگاہ بدر میں صرف کی۔ طبری کا بیان ہے کہ ان تمام امور انتظام سے فراغت فرما کر جب آپ فرش خواب پر آرام فرمانے گئے تو اپنے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب کے کراہنے کی آواز سنی دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ ہاتھوں کے بندھنے سے اونھیں تکلیف ہے۔ آپ یہ سنکر تھوڑی دیر تک خاموش رہے لیکن قلب مبارک بیچین رہا اور بیچینی سے نیند نہ آئی صحابہ جو خدمت میں حاضر تھے آپ کو بیچین دیکھکر بے چینی کا سبب پوچھنے لگے تو ارشاد ہوا کہ چچا کی کراہ سونے نہیں دیتی میں نہیں چاہتا کہ محض خصوصیت کی بنا پر اصول عدالت اور معمول مساوات سے تجاوز کروں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اوس شخص سے جسکی حراست میں وہ مقید ہیں میری طرف سے کہدو کہ رات بھر کے لیے اونکے ہاتھ کھولدے کہ وہ بھی آرام سے سو جائیں اور میں بھی صحابہ فوراً اوٹھے اور اوس مرد انصاری سے کہکر حضرت عباس کے ہاتھ کھلوا دیئے۔ ہاتھ کے کھلتے ہی حضرت عباس نے بھی نیند سے آنکھیں بند کر لیں اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سو گئے۔ طبری ص ۱۳۴۱

رزمگاہ بدر سے مراجعت اور مدینہ منورہ میں داخلہ

دوسرے دن رزمگاہ بدر سے کوچ ہوا منزل روحا میں جو بدر سے واپسی میں آخر منزل اور مدینہ سے آنے میں اول منزل تھی۔ پہونچکر حضرت عبیداللہ بن الحرث بن عبد المطلب نے انتقال فرمایا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس شہید راہ خدا کو وہیں مدفون فرما دیا گیا۔ اور یہ بزرگ اوسوقت تمام بنی ہاشم میں کبیر السن تھے اور شہادت کے وقت انکا سن چونسٹھ برس کئی مہینہ کا بتلایا گیا ہے۔ زرقانی

انکی آخری خدمات سے فارغ ہوکر لشکر اسلامی نے کوچ کیا۔ روانگی سے پہلے زید بن حارثہ کو مدینہ منورہ مین فتح اسلام کی اشاعت و اعلان کے لئے روانہ کردیا گیا تھا۔ یہ عین اوس وقت پہونچے جب حضرت رقیہ زوجہ حضرت عثمانؓ کی میت مدفون کی جارہی تھی۔ اور تمام مسلمان یکجا موجود تھے۔

زید نے جب مژدہ فتح سنایا۔ تو اسامہ خود انکے بیٹے کا بیان ہے کہ کسی فرد واحد کو اسلام کی اس عظیم الشان فتح کا یقین نہ آیا۔ کیونکہ وہ لشکر اسلام کی قلت تعداد کمی سامان محاربت اور بخلاف انکے قریش کی کثرت فوج اور ساز و سامان کی افراط سے خوب واقف تھے اسامہ کہتے ہین اور تو اور لوگ تھے مجھکو خود اپنے باپ کے بیان پر اعتبار نہین آیا تو مین نے پھر دوبارہ اون سے پوچھا کہ کیا آپ سچ بیان کرتے ہین کہ سرداران قریش مارے گئے اور پیغمبر اسلام بہ اکثر اوقات کفار مقید ہوکر مدینہ آرہے ہین اور کل صبح تک داخل شہر ہوجائینگے میرے باپ نے میرے اور تمام حاضرین کے مونہہ پر شرعی قسم کھائی۔ تاہم اکثر لوگون کو احتمال باقی رہا اور وہ یہی کہتے چلے گئے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ روضۃ الاحباب مجلد ثانی ص ۲۳۰

دوسرے دن موکب رسالت کا شہر مین داخلہ تھا۔ ہر شخص نے فرط مسرت سے جاگ کر رات کاٹی۔ خدا خدا کرکے صبح ہوئی۔ تمام اہل اسلام فریضہ سحری سے فارغ ہوکر درود پڑھتے ہوئے جناب رسولخدا صلعم کے استقبال کے لئے بیرون شہر جمع ہوئے۔ بعض مشتاقین چاہ ابی عنبہ تک ایک میل آگے بڑھ گئے۔ دن نکلتے نکلتے کوکبہ رسالت جنود اسلام کے ساتھ نمودار ہوا۔ جانبین سے نعرہائے تکبیر بلند ہوئے جب لشکر اسلامی قریب آگیا تو معتقدین فرداً فرداً قدمبوس رسالت ہوئے اور مجاہدین سے معانقہ و مصافحے کے بعد آنحضرت صلعم کی رکاب مین داخل شہر ہوئے۔

یہان بھی مسلمین مشتاقین کی وہی کثرت تھی ہر عقیدت مند شرف قدمبوسی سے شرف دارین حاصل کرتا جاتا تھا اور وہ خلق مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیٰ قدر مراتب ہر شخص کے اظہار عقیدت کے جواب مین اپنی طرف سے اونکی تصدیق خلوص و عقیدت فرماتا جاتا تھا۔

تائید غیبی کے چشم دید واقعات

اس اثنا مین دو چار صحابہ آپس مین ملکر وقوعات جنگ کا تفصیلی ذکر کرنے لگے ایک مجاہد اسلام نے اپنی سرگذشت بیان کرکے کہا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمین خود نہین معلوم ہماری فتح کیونکر ہوئی۔ ہم تو سمجھتے ہین کہ ہماری یہ فتح و کامیابی ہماری زور و قوت یا سعی و کوشش کا نتیجہ نہین تھی بلکہ محض تائید غیبی تھی اور مشیت الٰہی کی تفویض تھی۔ ثبوت مین ہمارے مشاہدات عینی موجود ہین اور وہ یہ ہین کہ میدان جنگ مین ہم اپنے مقابل پر جب حملہ آور ہوتے تھے تو اپنی آنکھون سے دیکھتے تھے کہ قبل اسکے کہ ہم اپنی تلوار سے اوسے قتل کرین اوسکو مقتول پاتے تھے اور اگر کوئی مقابل تاب مقابلہ نہ لاکر سامنے سے بھاگ جاتا تھا اور ہمکو اوسکا تعاقب کرنا ہوتا تھا تو ہمارے پہونچنے سے پہلے ہم اوسکو زمین پر مردہ پاتے تھے حالانکہ نہ ہم مقابلہ والے معاملہ مین کسی مارنے والے کو دیکھتے تھے اور نہ تعاقب والے واقعہ مین دشمن کا کوئی قاتل ہمین دکھلائی دیتا تھا۔ اسی طرح کفار کے قید کرتے وقت معاملات پیش آئے۔ جس مفرور کے پکڑنے کے لئے ہم دوڑتے تھے پہونچنے سے پہلے

ہم اونکو وہاں دست و پابستہ پاتے تھے اکثر یہ ہوتا تھا کہ ہم اپنے سے دونے اور سہ گونے پہلوانان قریش کو بلاتکلف مقید کرلیتے تھے جیسے کوئی اونکے قید کرنے میں ہماری معاونت اور مشارکت کررہا ہے۔

ان لوگون کے نقل و بیان کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُن رہے تھے۔ آپ ان کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے۔ وہ ملائکہ مقربین تھے جو تمہاری نصرت وحمایت کے لئے خدائے سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر نازل فرمائے گئے تھے۔ طبری صفحہ ۱۳۳۵ ابن ہشام جلد دوم ص ۲۳

قرآن مجید ان مشاہدات کا اجمالاً خود ان الفاظ میں شاہد ہے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ٥	جب تم اپنے خدا سے فریاد کر رہے تھے اوس نے تمہاری سن لی (اور کہا) میں تمہاری مدد لگاتار ہزار فرشتوں سے کرونگا۔
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ	یقیناً خدا نے بدر کے دن تمہاری مدد کی جب تم کمزور تھے تو خدا سے ڈرو تاکہ شکرگذار بن جاؤ۔

شبلی صاحب نے ان واقعات کو عمداً مرفوع القلم فرمادیا۔ کیونکہ یوروپین محققین کی تعریض کے خوف سے اور نیز اس خیال سے کہ ان واقعات کے لکھنے سے آپ کی تالیف فلسفہ تاریخی کے معیار سے نیچے اوتر آئے گی۔

افسوس ایک اسلامی مؤلف عیسائی مؤلفین کی تعریض اور عیسائی تالیفات کی عدم تقلید کی دہشت سے کانپا جاتا ہے اور سلف صالحین کی تقلید و اتباع کا قلادہ اپنی گردن سے اوتار کے پھینکتا ہے۔ اور اس بندۂ خدا کو ذرا خیال نہیں آتا کہ ان واقعات کے اسقاط و اخذاف سے عیسائی مؤلفین اور اونکی تالیفات کی پوری تقلید تو ہوجاتی ہے لیکن اسی کے ساتھ قرآن مجید کی تکذیب بھی ظاہر ہوجاتی ہے نعوذ باللہ۔

اور اگر یہ سبب خاص نہیں ہے تو بہر باوجود اسکے کہ آپ کی تمام قدیم تاریخ۔ سیرت۔ حدیث۔ تفسیر کی کتابوں میں یہ واقعات موجود ہیں اور آپ کا خدا بھی اپنے کلام پاک میں اسکی واقعیت اور حقیقت کی تصدیق کرتا ہے اور آپ کا رسول برحق بھی میں موقع پر ان واقعات ومشاہدات کے بیان کرنے والوں کی توثیق فرماتا ہے تو پھر آپ کے لئے ان واقعات کو بیان کرنے سے کون شے مانع آتی ہے؟ کیا آپ یا آپ کی طرف سے کوئی مرد مسلمان آپ کی اس فروگذاشت کیلئے کوئی وجہ معقول اور کوئی عذر قابل قبول پیش کرسکتا ہے۔

شبلی صاحب کی حیلۃ القلمی کی حقیقت کا ہم تمام ایسے مقامات پر پورا انکشاف کرتے جاتے ہیں اور یہاں بھی ہمکو وہی ضرورت لاحق ہے شبلی صاحب نے کمال احتیاط سے ان واقعات کو اصلی کتاب سے نکال پھینکا اور اشارتاً وکنایتاً بھی اسکا ذکر کہیں آنے نہ دیا اسلئے کہ روحانیات کا ذکر رندکورسی آپ کی فلسفانہ تالیف کی شان ہوتی تھی۔ لیکن اوسی روحانیت کی حقیقی قوت کا زبردست ہاتھ ایسا ہی قوی تھا کہ اسنے آپ ہی کے دست وقلم سے آپ کی اسی کتاب میں لکھوا ہی چھوڑا۔ ملاحظہ ہو سیرۃ النبی جلد اول کے صفحہ ۲۸۴ پر یہ سرخی

قایم کی گئی ہے۔ غزوہ بدر کا بیان قرآن میں۔ تمام آیات قرآنی جن مین بدر کے حالات مذکور ہین لکھے گئے ہین اون مین مرقومہ بالا دونون آیتین موجود ہین۔ اس ترتیب سے کہ آیہ اول تو صفحہ ۲۴۶ سطر ۱۳ مین مرقوم ہے اور آیہ دوم صفحہ ۲۴۹ سطر ۱۶ مین مسطور ہے۔

آپ قرآن مجید سے ان روحانی نصرت و حمایت کے شواہد تو نقل کرتے ہین لیکن اونکو اپنے سلسلہ بیان مین لکھنا نہین چاہیے گویا (نعوذ باللہ) انکی اصلیت اور واقعیت آپ پر مشتبہ ہے۔ اس صورت حال کو مشاہدہ کرنے کے بعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کسی سچے اور دیندار مسلمان مولف کی یہ شان تحریر ہے اور عنوان تالیف لاحول و لا قوۃ

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مقیدین قریش دو دو چار چار کرکے پہلے ہی مہاجر و انصار کی سپردگی و حراست مین دیدیے گئے تھے یہ صرف وقتی انتظام تھا۔ مدینہ منورہ مین تشریف لاکر مقیدین کے خاطرخواہ انتظام کی طرف توجہ فرمائی گئی۔ انمین سے صرف دو آدمی عقبہ بن معیط اور نضر بن الحارث داخلہ مدینہ سے پہلے ہی قتل کر دیے گئے تھے اور ان دونون شریر النفسون کی عملی سزا انکی بداعمالیون کی جزا کے مقابلہ مین کچھ نہین تھین انکی مفسدہ انگیزیان اتنی بڑھ گئین تھین کہ انکی ناپاک ہستیون سے دنیا کو بہت جلد پاک و صاف کر دینا ہی امن ملک اور امان قوم کے لیے مفید اور ضروری تھا۔

باقی اسیرون کے معاملہ مین صحابہ کا استمزاج لیا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے صلاح دی کہ عرب کے قدیم دستور کے مطابق فدیہ لے کر چھوڑ دیے جائین۔ حضرت عمرؓ نے نہایت سختی سے اس راے کی مخالفت کی اور کہا سب کے سب قتل کر دیے جائین اس خصوصیت کے ساتھ کہ عباس کو حمزہؓ اور عقیل کو علیؓ اسیطرح ایک عزیز اپنے دوسرے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرکے یہ ثابت کر دے کہ حصول اسلام کے بعد کفار و مشرکین کے ساتھ پھر کوئی قرابت و خصوصیت کی رعایت قائم نہین رہی حضرت عمرؓ کی راے استیصال کفر کی بنا پر چونکہ بہت شدید تھی اور اصول اخلاق و مروت سے بہت بعید اس لیے انکی راے سے اتفاق نہین کیا گیا بلکہ خلاف انکے حضرت ابو بکرؓ کی صلاح کو پسند کرکے مقیدین کو فدیہ لے کر چھوڑ دیے جانے کا حکم دیدیا گیا۔ ملک و قوم کے قدیم دستور و آئین کے مطابق حکم پاتے ہی مقیدین اپنے فدیہ ادا کرکے بلا عذر و تامل رہا ہوتے گئے اور اپنے اپنے مقام و مسکن کو واپس ہوتے گئے۔ جنکے پاس رقم موجود نہین تھی اونھون نے اپنے اعزہ کو رقم فدیہ لے کر طلب کیا۔ اور اونکی آمد تک یہ لوگ ٹھیرے رہے۔ جو لوگ مقیدین مین بالکل نادار تھے اور کسی طرح سے رقم فدیہ نہین ادا کر سکتے تھے لیکن پڑھنے لکھنے کی صنعت جانتے تھے ان لوگون کے لئے یہ حکم خاص نافذ فرمایا گیا کہ یہ صحابہ کو جو لکھنا پڑھنا نہین جانتے فن کتابت تعلیم کرین اور تعلیم کتابت پوری کر دینے کے بعد وہ رہا کر دیے جائین اونکی یہی خدمت اونکا فدیہ قرار دی جائیگی۔ اس تجویز سے بہت سے مہاجر و انصار نے تھوڑے دنون مین ان لوگون سے فن کتابت حاصل کرکے لکھنے پڑھنے مین پوری مہارت پیدا کر لی۔ زید بن ثابت وغیرہ انھین لوگون مین تھے۔

حضرت عباس کا قبول اسلام انھین فدیہ دینے والون مین حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ یہ بزرگ روسا بنی ہاشم مین جیسے خوشحال تھے وہ ہر شخص کو معلوم تہا ان سے فدیہ لینے کے لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ ان سے بیکبار چار فدیے لے جائین ایک انکا خاص۔ دوسرا انکے بھتیجے عقیل بن ابیطالب کا تیسرا انکے دوسرے بھتیجے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا چوتھے انکے حلیف عتبہ بن جحدم کا۔ حضرت عباس اس حکم سے چین بجبین ہوئے اور کہا کہ مین تو مسلمان ہون مجھسے فدیہ کیسا۔ ارشاد ہوا قلوب کا حال خدا کے سوا دوسرا نہین جان سکتا اسوقت تظاہر آپ کفار کے شریک تھے اور اونھین کے ساتھ اسیر ہو کر آئے ہین یہ سنکر حضرت عباس بولے میرے پاس اسوقت تو کچھ بھی موجود نہین ہے۔ کیا تم اسکو گوارا کروگے کہ تمہارا چچا اپنی ناداری اور تنگدستی کی موجودہ حالت مین ادائے فدیہ کیلئے دوسرونکے آگے دست سوال پھیلائے۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچا حقیقتاً آپ فضل خدا سے کسی وقت اور کسی مقام مین نادار نہین کیے جاسکتے۔ ابھی تو آپ کے پاس ایک رقم کثیر اوس طلا کی ہے جو مکہ سے چلتے وقت ام الفضل کی تحویل مین یہ کہکر رکھوائی گئی ہے کہ اگر آپ لڑائی سے واپس نہ آئین گے تو وہ اونکے اور اونکے چارون بیٹون مین تقسیم کریجائے گی یہ سنتے ہی حضرت عباس کا چہرہ زرد ہو گیا اور اسی ہیبت و جلال کے خاص عالم مین کہنے لگے محمد صلعم خدا شاہد ہے کہ میرے اس راز سے سوائے میرے اور تمہاری چچی کے کوئی دوسرا مطلق واقف نہین تھا تمہین کس نے خبر کردی۔ یہ کہکر اوسی جلال و سطوت روحانی کی عین حالت مین حضرت عباس بے اختیار پکار اوٹھے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ انکے اقرار شہادت پر مسلمانون کی موجودہ جماعت مین تکبیر کے متواتر نعرے بلند ہوئے اور تکبیر کی آوازون سے سارا دیہات گونج اوٹھا

حضرت عباس کے ان حالات کے متعلق اتنا اور اضافہ کیا گیا ہے کہ حضرت عباس نے ادائے فدیہ کے وقت چالیس اوقیہ (اوقیہ[۱] بمقدار ایک جو طلا) جو مسلمانون نے انکی گرفتاری کے وقت لے لیا تھا رقم فدیہ مین محسوب کرنا چاہا۔ مسلمانون نے مجرا دینے سے انکار کیا۔ آخرکار آنحضرت صلعم کے پاس یہ معاملہ پیش کیا گیا آپ نے حضرت عباس سے کہا کہ وہ رقم خدا کی طرف سے غنیمت مین مسلمانون کو عطا ہو چکی ہے۔ نصاب و حساب فدیہ مین محسوب نہین ہو سکتی۔ طبری ص ۱۳۴۵

یہ ہین رسالت کے عادلانہ اور غیر جانبدارانہ احکام جو ہر طریقہ اور ہر قرینہ سے اصول عدالت اور مساوات پر مبنی ہین۔

ادای فدیہ کا ایک دردانگیز واقعہ ابوالعاص کا اسلام اس سے بڑھکر فدیہ کا ایک اور دردانگیز واقعہ ہے اوپر لکھا جا چکا ہے کہ گرفتارین مین ابوالعاص حضرت زینب کے شوہر بھی تھے۔ جب انکے جائزہ کی نوبت آئی تو ان کے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ

---

[۱] اوربنابر تصریح و تخمینہ شبلی صاحب قیمتی دس روپیہ)

بھی نہین تھا۔ حضرت زینب مکہ مین تھین۔ آنحضرت صلعم نے انکے پاس کہلا بھیجا کہ شوہر کے فدیہ کا انتظام کرکے بھیجدو کہ وہ رہا کرکے گھر واپس کردیئے جائین۔ حضرت زینب کا بیاہ ہوا تھا تو حضرت خدیجہ نے انکو ایک ہار جہیز مین دیا تھا۔ غریب زینب نے وہی ہار بھیجدیا۔ جسوقت وہ ہار حضور مین پیش کیا گیا آنحضرت صلعم نے فوراً پہچان لیا۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی صورت اور اوس مجسم اخلاص و نیاز کی تصویر انکھون کے سامنے گھوم گئی اور اوس محترمہ معظمہ کو یاد کرکے بیاختہ چشم مبارک مین آنسو ڈبڈبا آئے۔ اوسی عالم خاص مین دردآمیز انداز سے صحابہ سے مخاطب ہوکر ارشاد ہوا۔ اگر تم مناسب سمجھو تو بیٹی کو مان کی دی ہوئی چیز واپس کردو۔ سب نے متفق اللفظ ہوکر عرض کی کہ ضرور واپس کردیجائے اور ابو العاص بھی رہا کردیئے جائین چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

الغرض ابو العاص رہا ہوکر مکہ آئے۔ حضرت زینب کو مدینہ بھیجدیا۔ اتفاق یہ کہ حمل سے تھین ظالم قریش نے جانے مین مزاحمت کی راستہ مین سواری روک دی ہبار بن اسود ایک ظالم نے انکی محمل پر اس زور سے نیزہ مارا کہ ضرب کی دھمک سے انکا حمل ساقط ہوگیا لیکن یہ غریب اوسی حالت مین ظالمین سے جان بچاکر کسی نہ کسی طرح مدینہ مین پہونچ گئین۔

ابو العاص کاروباری آدمی تھے مکہ سے بغرض تجارت شام چلے گئے وہان سے مال تجارت بیچکر لوٹے تو راہ مین پھر مسلمانون کے ایک دستہ نے گرفتار کرلیا اور ایک ایک کرکے انکا سارا مال آپس مین تقسیم کرلیا۔ ابو العاص نے پھر مدینہ مین اکر حضرت زینب کے پاس پناہ لی۔ آنحضرت صلعم نے پھر صحابہ سے کہہ سنکر انکا تمام مال و اسباب انھین واپس کرادیا۔ آنحضرت صلعم کے یہ متواتر اخلاق و اشفاق مراحمانہ ابو العاص کے لئے تازیانہ ہوگئے۔

ابو العاص مدینہ سے پھر مکہ مین آئے اور تجارت کے شرکا کو حساب و کتاب سمجھاکر پھر مدینہ کو واپس ہوئے تو اب علی الاعلان قریش سے کہتے آئے ہین ابکی بار مدینہ سے مکہ مین جاکر اسی لئے آیا تھا۔ کہ تمہارے حساب و کتاب تمھین سمجھادون اور تمہارے مطالبات صاف کردون تاکہ تم لوگ یہ نہ کہو کہ ہمارے روپیہ کے تقاضہ کے خوف سے ابو العاص مدینہ مین جاکر مسلمان ہوگیا۔ یہ کہکر مدینہ مین آئے اور حسب الاقرار مشرف باسلام ہوگئے۔ طبری ص ۱۳۴۸

جواز فدیہ کی معرکۃ الآرا بحث

حکم فدیہ کے متعلق جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا صحابہ سے مشورت اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی مخالفت رائے۔ ہم اوپر لکھہ چکے ہین علماے محدثین نے اور اونکے دیکھا دیکھی مورخین اور سیرت کے مولفین نے بھی صرف شوریٰ کی اہمیت اور حضرت عمر کی اصابت رائے کی خصوصیت کے ثبوت و شہود قایم کئے جانیکی غرض خاص سے اس واقعہ کو خواہ مخواہ ایک معرکۃ الآرا مسئلہ بنا رکھا ہے اور چونکہ اسکے متعلق قرآن مجید مین دو آیتین خطاب ہدایت آمیز کے انداز مین مرقوم ہین جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مجاہدین اسلام کو استیصال کفار کے مقابلہ مین جو عمل حقیقی تھا حصول غنیمت اور وصول فدیہ کی طرف جس سے لوث دنیا طمع مال اغراض نفسانی معدوم ہوتے ہین

متوجہ ہونا نہیں چاہتا تھا پہلی آیت یہ ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ

کسی نبی کو جائز نہیں کہ بغیر اچھی طرح خونریزی کئے ہوئے لوگوں کو قیدی بنائے۔

دوسری آیت یہ ہے۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا

اگر خدا کا نوشتہ پہلے سے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اسپر بڑا عذاب نازل ہوتا پس جو تم نے لوٹا ہے کھاؤ کہ تمہارے لئے حلال طیب ہے

ان دونوں آیتوں کے آغاز مفہوم پر غور و تعمق سے نظر فرما کر اور آخر حکم جواز کے الفاظ و معانی سے قطع نظر کرکے علماء محدثین نے عموماً اور اونمیں بھی صحاح کے حضرات مولفین نے خصوصاً اصول عقائد کی بنا پر امر شوریٰ کی عظمت اور صحابہ کی اصابت رائے کے اظہار و اثبات کی غرض خاص سے بلا لحاظ و امتیاز شان رسالت اور اقتدار نبوت جیسے جیسے موضوعات و مصنوعات میں دفتر کے دفتر سیاہ کئے ہیں وہ اونھیں کی کتابوں میں دیکھنے کے قابل ہیں اور اپنے حد درجہ کی فکر تامل تخیل و تعقل اور ظن و قیاس مندرجہ بالا واقعات شورے بالصحابہ۔ اور اقوال و آرائے صحابہ (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) کو ان آیتوں کے الفاظ قرآنی سے تطبیق دی ہے۔ وہ حقیقت میں نگاہوں میں ایک مضحکہ انگیز سعی و کوشش سے زاید ثابت نہیں ہوتی۔

افسوس ہے کہ ان موضوعات کی تفصیل ہمارے مقاصد تالیف سے بالکل علیحدہ ہے اسلئے اوسکی مقدار نہ تفصیل سے ہم یہاں بالکل مجبور ہیں لیکن چونکہ شبلی صاحب نے بھی تقلید اسلاف اور استحفاظ عقاید کے اصول پر اس مسئلہ کو اگرچہ بمقابلہ دیگر محدثین کے نہایت اعتدال و احتیاط سے لکھا ہے اسلئے ہمکو کسی قدر اسکے انکشاف کردینے کی مجبوری ہوئی۔ ہم پہلے شبلی صاحب کی عبارت سیرۃ النبیؐ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ اسکے بعد تنقیدانہ انکشاف حقیقت پیش کرینگے۔

عام روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں آکر صحابہ سے مشورہ کیا کہ اسیران جنگ کی معاملہ میں کیا کیا جاوے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ سب اپنے ہی عزیز و اقارب ہیں فدیہ لیکر چھوڑ دیے جائیں لیکن حضرت عمرؓ کے نزدیک اسلام کے معاملہ میں دوست و دشمن۔ عزیز و بیگانہ اور قریب و بعید کی تمیز نہ تھی اس لئے انہوں نے یہ رای دی کہ سب قتل کر دیے جائیں اور ہم میں ہر شخص اپنے عزیز کو آپ قتل کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر کی رائے پسند کی اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اس پر خدا کا عتاب آیا اور یہ آیۃ اوتری۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اسپر بڑا عذاب تمپر نازل ہوتا۔

آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر یہ عتاب ربانی سنکر رو پڑے۔

یہ روایت تمام تاریخوں مین مذکور ہے اور احادیث مین بھی موجود ہے لیکن سبب عتاب کے بیان مین اختلاف ہے ترمذی مین جو روایت ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ اسوقت تک مال غنیمت کے متعلق احکام نہین آئے تھے عرب کے عام دستور کے مطابق صحابہ غنیمت مین مصروف ہو گئے اسی پر عتاب آیا لیکن چونکہ اسکے متعلق پہلے کوئی حکم نہین دیا گیا تھا اس لیے یہ جرم معاف کر دیا گیا اور حکم آیا کہ مال غنیمت جو ہاتھ آچکا حلال ہے۔ قرآن مجید مین عتاب کے بعد یہ الفاظ ہین۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا	جو تم نے لوٹا ہے اب کھاؤ کہ حلال وطیب ہے۔

اس آیت مین تصریح ہے کہ مال جو ہاتھ آیا تھا وہ حلال کر دیا گیا اور وہ مال غنیمت تھا۔ غرض صحیح مسلم اور ترمذی دونوں سے ثابت ہے کہ عتاب فدیہ لینے یا مال غنیمت کے لوٹنے پر تھا صحیح مسلم مین یہ الفاظ ہین۔

جب عتاب کی آیت نازل ہوئی تو آپ رونے لگے۔ اور جب حضرت عمرؓ نے سبب گریہ دریافت کیا آپ نے فرمایا۔

ابکی للذی عرض علی اصحابک من اخذهم الفداء	تمہارے بہائیوں نے جو فدیہ لیلیا اور اُس پر خدا کیطرف سے جو عتاب آیا اسی پر رو رہا ہون۔

غلط فہمی سے لوگون نے یہ سمجھا کہ اسیران جنگ کو قتل کیون نہین کر ڈالا اسی پر عتاب آیا ہے۔ چنانچہ لوگون نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ	کسی نبی کو یہ مناسب نہین کہ بغیر اچھی طرح خونریزی کئے لوگون کو قید کرائے۔

لیکن اس آیت کا صرف یہ ماحصل ہے کہ میدان جنگ مین جبتک کافی خونریزی نہ ہوچکے قیدی بنانا مناسب نہین اسلئے یہ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اگر خونریزی سے پہلے لوگ گرفتار کر لئے گئے تو لڑائی کے بعد بھی قتل کئے جاسکتے ہین۔

(سیرۃ النبی جلد اول از صفحہ ۲۴۱-۲۴۳)

شبلی صاحب نے اگرچہ بڑے حزم و احتیاط سے اس بحث کو لکھا ہے لیکن تقلید اسلاف حفظان عقاید اور حمایت صحاح سے مجبور تھے تمام اعتراضات مخالفانہ مین سے صرف ایک تعریض کا جواب جو زیادہ تر عیسائی معترضین سے تعلق ہے دے سکے اور وہ بھی اتنے طولانی استدلال کے بعد بھی بناءً علی الاحتمال رہ گیا اس لئے آپ کی اتنی خامہ فرسائی بالکل بیکار گئی۔

آپ کی اس تفصیل و تصریح سے نہ ان آیات کے اصلی مدعا شان نزول ثابت ہوسکی۔ نہ عتاب خدا کی اصلی وجہ معلوم ہوسکی اور نہ یہ تحقیق ہوسکا کہ اگر یہ امر حقیقتاً عتاب تھا تو صرف عوام اہل اسلام جو جاہل مسئلہ تھے وہی تنہا مجرم و ملزم تھے یا (نعوذ باللہ) رسول بھی؟ جو نزول آیہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بیٹھا روتا ہوا بیان کیا جاتا ہے؟ اس سے تو

معلوم ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) وہ بھی ضرور داخل تھا۔ ورنہ اس گریہ بے سبب اور بیقراری وزاری بلاوجہ کیسی اور کس لئے۔؟

ہم سے سنئیے یہ تمام بیانات متعلق گریہ رسولؐ سراپا اتہام ہیں۔ پوچھیے کیوں؟ توجیہہ فوراً آتی ہے اول تو اس آیہ وافی ہدایہ کو خواہ مخواہ خطاب عتاب سمجھنا ہی عقل کی خوبی ہے۔ آیہ اول میں صرف ہدایت کا خطاب ہے نہ عذاب ہے نہ عتاب ہے۔"

ارباب احادیث وتفاسیر یا اصحاب سیر وتاریخ تو ابھی اپنے اپنے مقام پر ہیں خود الفاظ قرآنی اسکے قطعی خطاب ہدایت ہونیکے شاہد ہیں اور لولا کتابٌ من اللہ کے الفاظ شرائطیہ میں صاف تصریح موجود ہے کہ یہ فعل جو مجاہدین اسلام سے اسوقت عمل میں آیا ہے وہ پہلے ہی سے منجانب اللہ مقدر ہو چکا تھا۔ ہاں ایسی حالت میں کہ اگر یہ خدا کی طرف سے اونکے لئے نہ مقدر ہوا ہوتا تو وہ البتہ ضرور سزاوار عتاب تھے۔ تو اذافات الشرط فات المشروط کے اصول عام کے موافق جب وہ شرط ہی باقی نہیں رہی تو مشروطہ کا ذکر ہی کیا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ صورت حال تھی تو خدا نے اسکا کیوں ذکر کیا۔ جواب یہ ہے چونکہ خداوند کریم کو مال غنیمت کے متعلق دستور قدیم کی تنسیخ منظور تھی۔ اور شریعت اسلام میں اموال غنیمت کی نسبت مدارج مستحقین اور نصاب تقسیم کے جداگانہ اصول وقواعد قایم کرنے تھے جنکی پوری تفصیل سورہ انفال میں جو بدر کے بعد ہی فوراً نازل ہوا موجود ہے۔ اس بنا پر رضائے الٰہی کا یہ مقصد تھا کہ اہل اسلام تصرف اموال غنیمت میں نزول حکم الٰہی تک کا انتظار کر لیتے مگر وہ بشارت قدرت سے واقف نہیں تھے۔ اور نہ اونکو اسکی بابت حکم امتناعی دیا گیا تھا۔ اس لئے وہ اپنے دستور قدیم کے مطابق اس پر متصرف ہو گئے چنانچہ اونکی اسی لاعلمی کی بنا پر انکی اس فروگذاشت کی معافی بھی فرما دی گئی اور اونکے لئے اون اموال غنیمت کا تصرف بھی حلال وطیب فرما دیا گیا۔

چنانچہ امام ترمذی نے جو تصریح کی ہے اور شبلی صاحب نے نقل فرمائی ہے وہ بالکل صحیح اور نفس الواقع ہے اون سے مجھے صرف اتنا ہی اختلاف ہے کہ امام موصوف باوجود ان تصریحات معترفانہ کے بھی ابھی تک اس آیہ کو آیہ عتاب سے تعبیر فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے الفاظ تصریحات سے اس کا صرف ارشاد ہدایات ہونا صاف صاف ثابت ہے۔

بہرحال۔ الفاظ قرآنی اور امام ترمذی کی تصریحات (حدیث) دونوں سے ثابت ہو گیا کہ یہ آیہ وافی ہدایہ عام اس سے کہ عتاب کے معنوں میں شمار ہو۔ یا صرف خطاب ہدایت سے تعبیر کیا جاوے۔ اموال غنیمت کے تصرف میں بے احتیاطی وعجلت کرنیکی وجہ سے مسلمانوں کی صرف آگاہی کے لئے نازل فرمایا گیا تھا۔

اس میں (تصریح ترمذی) صرف غنیمت کا ذکر ہے۔ فدیہ کا کہیں مذکور نہیں لیکن صحیح مسلم نے غنیمت کے ساتھ فدیہ

لینے کو بھی باعث عتاب میں داخل کر لیا ہے اور سخت تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے محض تقلید اسلاف کی بناپر ترمذی کے تصرف غنیمت اور مسلم کی وصولی فدیہ دونوں کو عتاب الٰہی کا باعث بتلایا ہے اور لکھا ہے" غرض ترمذی اور مسلم دونوں سے ثابت ہے صفحہ ۲۴۴۔ حالانکہ ترمذی کے جو الفاظ نقل فرمائے گئے اون میں فدیہ کا ذکر نہیں ہے پھر آپ تصریح فدیہ کو ترمذی کی طرف منسوب کر کے مسلم و ترمذی کی متفقہ تحریر کیسے قرار دیتے ہیں۔ یہ مؤلف کے لئے کیسی شرمناک جسارت ہے آپ مولفانہ تدین کے کامل انداز میں صاف صاف لکھدیتے جیسا اسی صفحہ ۲۴۲ میں اوپر لکھ چکے تھے کہ امام ترمذی تصرف غنیمت کو آیہ عتاب کا باعث بتلاتے ہیں اور صحیح مسلم ایصال فدیہ کو یا غنیمت و فدیہ دونوں کو لیکن آپ کی تحریر نے دونوں محدثین مذکورین کی متفقہ رائے بتلائی ہے اور اسطرح اپنی تحریر کو خلط مبحث بنا دیا ہے جو الفاظ قرآنی کے بالکل معارض ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ بغیر حکم خدا و رسولؐ جسکے لئے صحاح کے دو محدثین (ترمذی و مسلم) بیان کر رہے ہیں کہ کوئی حکم ان امر کی تصریح کے لئے نہیں آیا تھا۔ چنانچہ اسی ممانعت کی لاعلمی پر اونھیں معافی کی بشارت دی گئی تو ایسی حالت میں اسوقت غنیمت کو فدیہ یا فدیہ کو غنیمت میں شمار کرنا محدثین کی خوش فہمی کے سوا اور کیا کہا جائے۔

ان طومار بیکار سے اصلی غرض تھی شوریٰ کی اہمیت کی۔ اور ضرورت تھی۔ حضرت عمرؓ کی اصابت رای کی اور یہ ممکن نہیں تھا کہ بغیر حوالہ قرآن و حدیث کے اسکی بنیاد قایم ہوسکے۔ اس ضرورت سے ان دونوں آیتوں کو استنباط و استدلال کا ماخذ قرار دیا گیا۔ الفاظ میں تو تغیر ناممکن تھا۔ ہاں معانی میں البتہ سب کچھ ہوسکتا تھا۔ اسلئے معانی میں غنیمت کے ساتھ فدیہ کے معنی بھی پہنا دیے گئے۔ جس سے صرف یہ مقصود تھا کہ امر شوریٰ کی اہمیت اور صحابہ راشدین کی رائوں کی اصابت توکسیطرح قایم ہو جائے۔

باقی رہی حدیث وہ گھر کی بات تھی۔ رواۃ کی کمی نہیں۔ محدثین کا قحط الرجال نہیں۔ جتنے مونہہ اوتنی بات مؤید حدیث بھی تیار ہو گئی۔ پھر ایک نہیں متعدد۔ باعتبار تعداد کے اوسیوقت یہ حدیثیں متواترات کے درجہ تک بھی بڑھا دیگئیں (ملاحظہ ہو کتاب الفتن امام رازی۔ مکاتبت خوارزمی مطبوعہ مصر) انھیں موضوعات کا نمونہ صحیح مسلم کی روایت ہے جسے شبلی صاحب نے اپنا مختار بنا کر نقل فرمایا ہے۔ کہ آیہ عتاب بھی اوتروادی اور (نعوذ باللہ) رسولؐ کو رلوا بھی دیا۔ اور اپنی اصابت رائے کے مشاہدے کی غرض خاص سے حضرت عمرؓ کو عین موقع پر پہونچا بھی دیا۔ تعجب تو یہ ہے کہ مہاجرین و انصار کے اتنے کثیر لوگوں میں سے کسی فرد واحد کو حضرت رسولخداؐ کی نہ اشکباری کی خبر پہونچی اور نہ اونکے ساتھ حضرت ابوبکر کے گریہ و زاری کی اطلاع۔ مگر صرف حضرت عمرؓ کو اطلاع بھی ہو گئی اور وہ عین وقت میں موقع پر پہونچ بھی گئے۔ گویا خدا نے انھیں بھیجکر دکھلا دیا اور خود مخبر صادق کی زبانی اقرار کروا دیا کہ تم اپنی رائے میں درست و صحیح تھے۔ اور (نعوذ باللہ) ہم اور ہماری سب سے پہلی تصدیق کرنیوالے صدیق اکبر بھی۔ غیر صحیح اور نادرست

افسوس ان موضوعات نے اقتدار رسالت ہی کو نہیں مٹایا بلکہ الفاظ و معانی قرآن کو بھی بدل ڈالا آیہ مذکورہ بالا
مین کسی لفظ سے خاص ذات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انکو ئی خطاب معلوم ہوتا ہے اور نہ اشارہ
نہ تصریح ہے نہ تلمیح - جو کچھ بھی ہے وہ مسلمانون سے مال غنیمت کے حصول مین عجلت کرنے کی وجہ سے اور یہ بالکل
ظاہر ہے کہ نہ رسول اللہ حصول غنیمت مین شریک تھے اور نہ آپ نے اس کے لئے انھین کوئی خاص حکم دیا تھا پھر
رسول اللہ کی گریہ وزاری کیسی تھی - اور اگر یہ امت کے ساتھ ہمدردی کا تقاضا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
حضرت عمرؓ سے یہ کہنا کہ تمھارے دوستون نے جو فدیہ لیا - اسی پر عتاب اترا اور اوسی پر رو رہا ہون عجیب مبہم ہے
نعوذ باللہ - رسولؐ اتنا بیخبر ہے کہ نزول وحی کے صحیح اسباب بھی نہین بتلا سکتا خدا صاف صاف غنمتم کے لفظ
خاص مین صورت مجرم بتلا رہا ہے اور معاذ اللہ رسولؐ اوسکو اخذ فدیہ کا سبب بتلا رہا ہے -

اچھا اگر یہی صحیح ہے تو صحابہ تو درکنار - نعوذ باللہ خود ذات رسولؐ پر یہ اعتراض قایم ہوجاتا ہے کہ فدیہ لینے والون کی
(حضرت ابو بکرؓ) رائے اگر خطا پر تھی تو رسولؐ نے اُسے کیون قبول کیا - اور قبول کرنیکے بعد حکم عمل کیون دیا؟ اس بات پر
راے دینے والے کا صرف ایک قصور اور (معاذ اللہ) رسولؐ اللہ کے دو قصور ظاہر ہوئے اس بنا پر اس خطاب ہا
مین عام امت کے ساتھ (نعوذ باللہ) رسولؐ بھی بدرجہ اولیٰ شامل ہے اوسکو گریہ زاری کی جگہہ توبہ وانابت کرنا چاہتا تھا -
لیکن آداب و شعار انبیاے مرسلین کے خلاف وہ توبہ و استغفار کی جگہہ عام لوگون کی طرح اضطرار کے عالم خاص مین
صرف اشکبار ہو رہا ہے اور زار و قطار رو رہا ہے استغفر اللہ ان لغویات کو حقیقت اور واقعیت سے کیا واسطہ یہ تو تمام
تر اہمیت شورے اور اصابت راے حضرت عمرؓ کے قایم کرنیکی ترکیبین ایجاد کیگئی تھین نہ قرآن سے ان موضوعات کی
تطبیق ہوتی ہے اور نہ شعار و اوصاف رسالت سے انکا کوئی واسطہ اور سروکار ہے -

ان تمام خود غرضانہ اور ناعاقبت اندیشانہ خوش اعتقادیون کا نتیجہ کیا ہوا؟ امت اسلام مین تفریق ہوگئی
علماے اسلام مین ایک خاص فرقہ ایسا پیدا ہوگیا جو نبی کو مخطی اور رسول کو جائز الخطا یقین کرنے لگا اور عصمت انبیا
سے قطعاً منکر ہوگیا - اونکے جواب مین ادہر بھی علما کے جوڑ تیار ہوگئے وہ ان مرویات ولغویات پر اتنا مصر ہوگئے کہ اسی آیہ
کی شان نزول کی بنا پر وحی کو تمامتر حضرت عمرؓ کی راے کے مطابق اترنا ثابت کرنے لگے - رسالت تو رہی نہین صحابیت
ہی صحابیت کے خلاصہ پر اسلام کا دارومدار رہگیا - انا للہ وانا الیہ راجعون -

رئیس المتکلمین امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کو ان علما و حکماے اسلام منکر عصمت انبیا سے کلام و
مناظرے مین جو جو دقتین پیش آئین وہ قدم قدم پر اینچہ براست - از ماست کی تا قابل عبور خلیج حائل کردیتی تھین
جن حضرات نے اونکی تفسیر کی متعدد جلدون مین ان مقامات کی سیر کی ہے وہ اونکی دشواریون کو خوب سمجھتے ہونگے
لیکن چونکہ منکرین کا استدلال محض قیاس پر مبنی تھا - اور شہود و ثبوت بھی محض ظنی اور متوہمانہ تھے اسلئے امام رازی

اون کے اقوال واستدلال کی معقول تردید فرما دی ہے عجیب لطف یہ ہے کہ منکرین نے اسی آیہ غنیمت سے اپنی مخالفانہ بحث کی ابتدا کی ہے۔ ہم امام فخر الدین رازی کی اصل عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

انه تعالی امر النبی وجمیع قومه یوم بدر بقتل الکفار وهو قوله فاضربوا الاعناق واضربوا منهم کل بنان وظاهر الامر للوجوب فلما لم یقتلوه بل اسروه کان المعصیة

منکرین کہتے ہیں کہ خدا نے رسول ص اور تمام مسلمانوں کو بدر کے دن کفار کے قتل کا حکم دیا تھا۔ اور الفاظ حکم یہ تھے کہ اون سب کی گردنیں یکبارگی اڑا دو۔ اور یہی حکم اس امر کے وجوب پر ظاہر ہے۔ کہ جب اونکو قتل نہیں کیا بلکہ قیدی بنا دیا۔ تو یہ فعل معصیت ہوا

والجواب

عن الوجه الذی ذکروه انا نقول ان الظاهر من قوله تعالی فاضربوا فوق الاعناق ان هذا الخطاب انما کان مع الصحابة لاجماع المسلمین علی انه ما کان مامورا ان یباشر قتل الکفار بنفسه واذا کان هذا الخطاب مختصا بالصحابة فهم لما ترکوا القتل واقدموا علی الاسر کان الذنب صادرا عنهم لا عن الرسول ونقل ان الصحابة لما هزموا الکفار وقتلوا منهم جمعا عظیما والکفار فروا ذهب الصحابة خلفهم وتباعدوا من الرسول واسروا اولئك الاقوام ولم یعلم الرسول باقدامهم علی الاسر فزال هذا السوال فان قالوا هب ان الامر کذلك لکنهم لما حملوا الاساری الی حضرته فلم لم یامر بقتلهم امتثالا لقوله فاضربوا فوق الاعناق قلنا ان قوله فاضربوا تکلیف مختص بحال الحرب

جواب یہ ہے

خدا کے اس حکم۔ آیہ فاضربوا۔ الآخرہ کے ظاہری معنی سے جو مقصد اعتراض نکالا گیا ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس آیہ کا اصل خطاب علی الخصوص صحابہ کی طرف ہے۔ جو محطوی ہے تمام جماعت مسلمین پر جو بذات خاص قتل کفار کی خدمات پر مامور تھے اور چونکہ یہ خطاب مختص صحابہ کی طرف تھا تب اونھوں نے قتل کفار چھوڑ دیا اور اون کی گرفتاری میں مصروف ہو گئے تو یہ گناہ اون سے صادر ہوا نہ رسول ص سے اور جیسا کہ منقول ہوا ہے کہ جب کفار کو شکست ہوگئی اور اونکی ایک جماعت کثیر کو قتل بھی کر چکے تب صحابہ نے اون کفار کا تعاقب کیا جو گریز کرنے لگے اور اس تعاقب میں وہ رسول ص (کے مقام) سے بہت دور جا پڑے اور اون لوگوں کو گرفتار کر چکے۔ اور رسول خدا ص کو اونکی اس گرفتاری کفار کا کوئی علم نہیں ہو سکا تو اس بنا پر (آنحضرت صلعم کی ذات سے) یہ اعتراض تو اسی مقام سے زائل ہو گیا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ جب وہ اسیروں کو گرفتار کر کے رسول ص کی خدمت میں حاضر لائے تو آپ نے اوسوقت اونکے قتل کا کیوں حکم نہ دیا کہ فاضربوا فوق الاعناق کی حکم کی تعمیل ہو جاتی۔ تو ہمارا جواب یہ ہے یہ آیہ اور اس کا حکم حالت مقابلہ و مقاتلہ ہی تک مخصوص کہا گیا تھا۔

اب تو امام رازی کی مرقومہ بالا عبارت سے معلوم ہو گیا کہ بنیاد صحابیت رکھنے کی تمناؤں میں اصل رسالت کی اساس بھی ہل گئی اور صحابہ تو ابھی پیچھے رہے پہلے رسول ہی معترضین کی زد پر آگیا معترضین بھی کوئی مخالف قوم نہیں عیسائی نہیں یہود نہیں مسلمان ہی ہیں اور مسلمان بھی معمولی نہیں۔ بڑے بڑے محدثین اور علمائے محققین۔ تو اس غلط کوشش

تے کہ صحابہ کی عظمت اونکے مدارج سے زیادہ۔ اونکے اقوال و آراے کی اصابت بجویز رسول سے بڑھکر دکھلائی جائے اور خواہ مخواہ موضوعات صحاح سے ثابت کی جائے۔ بالآخر وہ فساد برپا کیا کہ علماے محدثین مین خانہ جنگی شروع ہو گئی اور خواہ مخواہ رسول کی عصمت و تقدیس پر اعتراض ہونے لگے اور ایک فرقہ اسلامی مین رسولؐ جائز الخطا قرار دیا گیا۔

امام فخر الدین رازیؒ کی اسی عبارت سے یہ بھی صاف صاف ظاہر ہو گیا کہ اس عتاب کا خطاب مخصوص صحابہؓ سے ہے اونھین نے خلاف منشاے حکم خدا کیا او گناہگار ہوئے اور وہی اس عتاب کے مستحق و سزاوار تھے۔ اس عبارت سے صحابیت کی اصل مقدار کا اندازہ بخوبی ہو گیا جنکی اظہار عقیدت اور استقرار عظمت کے لئے یہ طومار طیار کئے گئے تھے۔

اب فدیہ کے متعلق بھی خطاب عتاب کی حقیقت امام رازی کے الفاظ مین ملاحظہ کر لیجائے۔ وہ یہ ہے

الثالث ان النبی ص حکم باخذ الفدآء وکان اخذ الفدآء معصیۃ ویدل علیہ وجھان۔ الاول قولہ تعالیٰ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ و اجمع المفسرون علی ان المراد من عرض الدنیا ھھنا ھو اخذ الفدآء والثانی قولہ تعالیٰ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ واجمعوا علی ان المراد بقولہ اخذتم ذلک الفدآء

الجواب

عما ذکروہ ثالثا وھو قولھم انہ علیہ السلام امر باخذ الفدآء واخذ الفدآء محرم فنقول لا نسلم ان باخذ الفدآء محرم واما قولہ يُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ھذہ الایۃ لا یدل علی قولکم وبیانا من وجھین الاول ان المراد بھذہ الایۃ حصول العتاب علی الاسر لغرض اخذ الفدآء وذلک لا یدل ان اخذ الفدیۃ محرم مطلقا الثانی انا بابکر قال لانا ناخذ الفدآء لیتقوی العسکر بہ علی الجھاد وذلک یدل علی انھم انما طلبوا ذالک الفدآء لتقوی بہ علی

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخذ فدیہ کا حکم دیا حالانکہ فدیہ لینا معصیت تھا اسپر دو دلیلین شاہد ہین اول تو یہ قول خدا کہ تم حصول دنیا کا ارادہ کرتے تھے۔ اور خدا حصول عقبیٰ کا قصد رکھتا تھا تمام مفسرین کا اسپر اجماع ہے کہ عرض دنیا سے مراد فدیہ لینا ہے۔ دوسرا قول الٰہی یہ ہے کہ اگر منجانب اللہ پہلے سے تمہارے لئے یہ مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو جو چیزین تم نے لے لی ہین اونکے لئے تم پر عذاب عظیم نازل ہوتا ہے۔

جواب یہ ہے

معترضین کا یہ قول کہ آنحضرت صلعم نے فدیہ لینے کا حکم دیا اور فدیہ لینا حرام تھا ہم اسکو تسلیم نہین کرتے کہ فدیہ لینا حرام تھا اور معترضین کی یہ دلیل کہ لوگ دنیا کی خواہش کرتے تھے اور خدا اون کے لئے ذخیرہ عقبیٰ کا ارادہ کرتا تھا معترضین کے دعوے سے مطابق نہین ہوتا مطابق نہ ہونیکی دو دلیلین ہین۔ اول یہ ہے کہ اس آیۃ کا استدلال سے یہ غرض ہے کہ گرفتار کرنیوالون پر اخذ فدیہ کی وجہ سے عتاب خدا نازل ہونیوالا تھا۔ تو اس سے فدیہ لینا حرام کیسے ثابت ہوا۔ دوسری یہ کہ حضرت ابوبکرؓ اپنی راے مین پہلے ہی کہہ چکے ہین کہ اس رقم فدیہ سے سامان لشکر درست کئے جاوینگے اور اس ذریعہ سے اسباب ضروریات جہاد مین قوت پہونچائی جائیگی۔ یہ اس بات کی دلیل واضح ہے کہ یہ فدیہ لینا

الذین و ھذہ الآیۃ تدل علی ذم من طلب لفداء المحض عروض الدنیا و لا تعلق لاحد البابین بالثانی و ھذان الجوابان بعینہما ھما الجوابان من تمسکھم بقولہ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

خاص دین میں قوت پہونچانیکی غرض سے تھا۔ اور یہ معترضین کی تمسکی آیت تو اون لوگوں کی برائی ظاہر کرتی ہے جو لوگ امور دنیا کیلئے فدیہ لینا چاہتے تھے۔ پس ثابت ہوگیا کہ ان دونوں وجوں کو جو معترضین نے پیش کیا دین کے۔ لئے فدیہ لینے والوں سے کوئی تعلق نہین ہے۔ اور ہمارے یہی دونوں جواب اونکی (معترضین کی) پیش کردہ آیت لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ۔ کی غلط تطبیق کی تنقید و تردید کے لئے بھی کافی ہین تفسیر امام فخر الدین رازی جلد اول۔ جزء اول۔ آیہ لولا کتاب الآخرہ

امام فخر الدین رازی کی مرقومہ بالا عبارت سے حسب تفصیل ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) ان دونون آیات مین خطاب اہل اسلام سے ہے اور بالخصوص اون لوگون سے جنھون نے بغرض دنیا مال و غنیمت لوٹا اور فدیہ لیا۔

(۲) خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس آیہ کے خطاب سے کوئی تعلق اور واسطہ نہین ہے۔

(۳) فدیہ لینا کبھی حرام نہین کیا گیا۔

(۴) حرمت فدیہ کا قرآن مجید مین کہین حکم نہین ہے۔

کیا ہماری اتنی طولانی بحث تنقیدی کے بعد اب بھی کسی محقق کو واقعہ فدیہ کی اصل حقیقت سمجھنے مین تامل باقی رہجائیگا؟ اور کیا اب بھی کوئی شخص شبلی صاحب کی طرح حدیث مسلم یا دیگر محدثین کی مرویات پر اعتبار کرکے غنیمت و فدیہ جنگ بدر کو حرام اور رسول خدا کو (نعوذ باللہ) خلاف حکم خدا اور باعث عتاب قرار دے گا؟

ان تمام واقعات اور ان دونون آیات کے معانی و مطالب پر کامل غور و خوض کے بعد علمائے محققین اور محدثین مستندین نے جو حقیقت حال کا انکشاف فرمایا ہے اور اُسی کو اپنا مختار متفقہ ٹھیرایا ہے اوسکو ہم زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت سے نقل کرتے ہین۔

روی الترمذی والنسائی و ابن حبان والحاکم باسناد صحیح عن علیؑ قال جبرئیل الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم بدر فقال خیر اصحابک فی الاسری ان شاء والقتل وان شاءوا الفداء علی ان یقتل منھم عاما مقبلا مثلھم قالوا الفداء و یقتل منا صحیح ج اول

امام ترمذی۔ امام نسائی۔ ابن حبان اور امام حاکم سند صحیح کے ساتھ لکھتے ہین کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ بدر کے دن حضرت جبرئیلؑ نے آکر جناب رسول خدا صلعم سے کہا کہ آپ اپنے اصحاب کو اسیرونکی بابت مختار کردین۔ چاہیے وہ اونکو قتل کردین چاہے فدیہ لیکر چھوڑدین لیکن اس شرط پر کہ جتنے قیدیونکو وہ قتل کرینگے اوسی تعداد مین وہ بھی سال آیندہ مارے جاینگے۔ رسول اللہ صلعم نے یہ اصحاب سے کہا تو

اونھون نے فدیہ کو قبول کیا اونھین مین اوتنے (احد مین سال آیندہ) مارے گئے۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب کی نظر صرف امام مسلم کی حدیث پر پڑی۔ اور امام ترمذی اور امام نسائی اور امام حاکم اتنے محدثین مین سے کسی کی مرویات پر نگاہ توجہ نہ گئی اور نہ اسوقت جنگ بدر کے اصلی ہیرو اسد اللہ علی ابن ابی طالب کے قول کو دیکھا گیا اور نہ اسپر اعتبار کیا گیا کہ زرقانی کی طرح آپ کو بھی حقیقت حال معلوم ہو جاتی۔

چاہے جتنی داستین نہ بیان کی جائین حقیقت اتنی ہی تھی جو ہم خود بیان کر چکے اور امام فخر الدین رازی کے مختار سے اوسکی تصدیق و توثیق بھی کرا چکے۔ اور وہ اسیقدر ہے کہ مسلمانون نے جنگ بدر کے حصول غنیمت مین عجلت اور بداحتیاطی ضرور کی۔ چونکہ شریعت اسلام مین بخلاف شرایع امم سالقہ نصاب غنیمت مین قدرت الٰہی کو ترمیم و صلاح منظور تھی اور جو بالتفصیل سورہ انفال مین عنقریب نازل فرمائی گئی جسکے لئے مسلمانون کو انتظار کرنا لازم تھا مگر وہ اس نظام مشیت سے ناواقف تھے اور اونکو قبل سے اس کا حکم امتناعی بھی نہین ملا تھا۔ صرف ہدایت آمیز الفاظ مین اُنکے جرم کی صورت دکھلا دی گئی۔ پھر انھین الفاظ چشم نمائی کے ساتھ اونکی لاعلمی کی بنا پر اون کو معافی کی بشارت بھی سنادی گئی جیسا کہ الفاظ قرآنی سے صاف صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب صرف واقعہ غنیمت سے متعلق تھا نہ فدیہ لینے کے مسئلہ سے۔ معاملات فدیہ کو اس آیہ کے اسباب نزول مین شامل کرنا صاف صاف معارض الفاظ و معانی قرآنی ہے۔ اور مخالف اوصاف و شعار رسالت۔

تقسیم غنایم کے نصاب تفصیلی جو سورۂ انفال مین واقعہ بدر کے تھوڑے ہی دنون کے بعد نازل ہوئے اصلاً اونکی مبتدا، وہی مرقومہ بالا آیہ قرآنی ہے جسکو خطاب ہدایت کے عوض فرمان عتاب بتلایا جاتا ہے اور آیات سورہ انفال اسی مبتدا کی خبر ہین سورہ انفال کی ان آیتون کو غور سے پڑھا جاوے اور اونکے مفہوم و معانی کو سمجھا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ تقسیم غنایم مین جو انصاب و مدارج شریعت اسلام مین فی الحال قایم فرمائے ہین وہ مسلمانون کے لئے ایسی لازوال اور ابدی نعمتین ہین جنکی منت گذاری اور سپاسگذاری سے وہ کبھی سبکدوش نہین ہو سکتے اسی بنا پر ابن ہشام نے اپنی تاریخ مین گویا پورے سورۂ انفال کے اسباب نزول اور اس واقعہ (بدر) کے متعلق تمام آیات سورہ مذکورہ کی پوری تشریح ایک جداگانہ باب مین درج کی ہے اور جب غریب کو اپنے بیان کی تائید و تصدیق مین غالباً کسی رواۃ اور علمائے اسلام کے قول نہین ملے تو مجبور ہو کر ائمہ اہلبیت ع سے رجوع کی اور حضرت امام باقر علیہ السلام کی یہ حدیث نقل فرمائی۔

قال ابن اسحٰق حدثنی ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین ع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصرت بالرعب وجعلت لی الارض مسجداً اوطھوراً و	مجھسے حضرت ابو جعفر محمد باقر ابن علی بن الحسین نے فرمایا کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی کہ خدا نے اپنی سطوت تمام سے نزول ملائکہ سے میری مدد فرمائی اور میرے لئے تمام طبقہ زمین کو سجدہ گاہ اور

لـه توریت قدیمہ اکتشافات اثریہ اور خود احکام کتب سماویہ قدیمہ سے ثابت ہی کہ سوای قبۃ الزمان موسیٰ یا ہیکل سلیمان علیہ السلام یا بیت المقدس کے نماز زمین یا ب دیتے

اعطیت جوامع الکلم واحلت لی المغانم ولم تحلل لنبی کان قبلی واعطیت للشفاعۃ خمس لم یوتھن نبی قبلی ج۲ ص ۳۰

قابل عبادت قرار دیدیا۔ اور مجھکو ایسی کتاب جامع عنایت فرمائی جو تمام کتابون پر محیط ہے اور میری اُمت کے لئے) اموال غنیمت کو حلال فرمادیا۔ اور اپنی عنایت خاص سے میرے قرابتدارون کے حقوق خمس قایم فرمائے اور یہ وہ عطایا تھے جو مجھ سے قبل کسی نبیؐ کو نہین دیے گئے تھے۔

اس حدیث کے جس فقرے مین حلت غنیمت کا ذکر ہے وہ توقطعًا اوسی آیہ کریمہ فَکُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا کے حکم سے مستنبط ہے اور وہ حکم اس حدیث مین عطاے الہی قرار دیا گیا ہے اور ابن ہشام نے اسی لئے اسکو حلت غنیمت اور عنایت الٰہی ہونیکے ثبوت مین بطور استدلال اپنا معیار تصدیق ٹھیرایا ہے تو پھر اس آیہ کو حکم عتاب سے تعبیر کرنا عقل سے خلاف اور روایت و درایت دونون کے مناقض ثابت ہوتا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی غور کرلینا نہایت ضروری ہے کہ اس حدیث مین بھی فدیہ وغیرہ کا کوئی ذکر نہین ہے اور کیونکر ہو سکتا تھا کیونکہ جن الفاظ قرآنیہ سے یہ حدیث اصلًا مستنبط ہے اوسمین فدیہ وغیرہ کا کوئی ذکر نہین۔ پھر خواہ مخواہ حفظان عقائد تقلید اسلاف اور مدعائے خاص کی بنا پر مسئلہ فدیہ کو بھی اس کے مفہوم مین داخل کر دینا مطالب معانی قرآن مین صاف صاف تدلیس کرنا ہے حالانکہ اسکے بعد ہی والی آیت مین مدعائے ایصال فدیہ کی حقیقت اوسکی علت اور اوسکی مصلحت و مناسبت کو صاف صاف لفظون مین بیان کر دیا گیا ہے۔ تعجب ہے کہ شبلی صاحب اس آیہ حلت فدیہ کو اون آیات قرآنی کے ذیل مین بیان کر چکے ہین جنکے نزول کو آپ نے موقع بدر مین تبلایا ہے ملاحظہ ہو سیرۃ النبی ۹ ۴ ۴ صفحہ لیکن بحث فدیہ کے موقع پر اس پر دوبارہ نظر نہین فرمائی جاتی۔ ہم سیرۃ النبی ہی سے اس آیت کو معہ ترجمہ ذیل مین نقل کرتے ہین۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ

اے پیغمبر تمہارے ہاتھ مین جو قیدی ہین اون سے کہدو کہ خدا اگر تمہارے دلون مین کچھ نیکی دیکھے گا تو جو تم سے لیا گیا ہے اوسکے بدلے وہ نیکی عطا کریگا اور تمہین معاف کر دیگا وہ بخشش والا مہربان ہے اور اگر یہ قیدی تجھسے خیانت کرنا چاہتے ہین تو اس سے پہلے وہ خدا کے ساتھ خیانت کر چکے ہین اسی لئے تو خدا نے تمہارے قابو مین کر دیا ہے خدا دانا اور باخبر ہے

اس آیہ وافی ہدایہ مین الفاظ مِمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ صاف صاف بتلا رہے ہین کہ اسمین فدیہ اور غنیمت دونون چیزین شامل ہین بخلاف آیہ سابقہ کے جسمین غَنِمْتُمْ کے لفظ سے صرف غنیمت کی تخصیص مذکور ہے۔ اب معاملات فدیہ کی متعلق عتاب خداوندی کی جیسی جیسی مہیب صورتین خوش عقیدہ محدثین نے اپنی مصنوعی قلمکاریون سے تیار کی ہین وہ ان

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کرنی (جو طریقہ عبادت ہو) جائز نہین تھی سوای ان مخصوص قطعات زمین کے اور تمام اقطاع زمین نظاہر تھے نہ قابل عبادت۔ اسلام کی تشریف سے کی یہ خاص برکت ہے کہ خدا کا عبادت گذار بندہ جہان چاہے خدا کی عبادت آزادی سے کر سکتا ہے۔ المولف عفی عنہ

الفاظ الٰہیہ کے انداز خطاب سے مقابل کیجائین تو ہر تحقیق کنندہ کو پورے طور سے معلوم ہو جائیگا کہ قرآن کے مطالب و مقاصد کو ان احادیث موضوعہ کے مقاصد سے کوئی مناسبت ہی نہین ہے۔

خداوند عالم فدیہ لینے کی مصلحت کو خود فدیہ دینے والون کے لئے مفید ہونیکا صاف صاف اظہار فرما رہا ہے کہ جو تم لوگون سے اب تک لیا گیا ہے عام اس سے کہ غنیمت ہو یا فدیہ۔ اوسکے بدلہ مین وہ تمکو اپنی نیکیان عطا فرمائیگا جو تمہارے اون اشیا سے کہین زیادہ گران قدر ہونگی لیکن اس شرط پر کہ اگر تم اب اسوقت سے خدا کے ساتھ اپنے معاملات خوش نیتی کے ساتھ قایم رکھو گے۔

یہ تو خوش نیتی قائم رکھنے کی حالت مین عطاے رحمت و نعمت کی شرط کی گئی۔ لیکن خیانت و بد دیانتی کی حالت مین بھی اون کے ساتھ جو ہونیوالا ہو گا۔ اسیوقت یون بتا دیا گیا ہے کہ اے پیغمبر انکی خیانت اور بدنیتی کی حالت مین بھی تم ذرا بیدل نہو۔ یہ تمہارے ساتھ کیا خدا کے ساتھ بھی پہلے ہی خیانت کر چکے ہین۔ اسی لئے تو تمہارے قابو مین دے دیے گئے ہین؛

اس آیہ واقعی ہدایہ کے الفاظ و خطاب سے جو غنیمت فدیہ دونون معاملات کے صدور حکم پر مشتمل ہے عتاب و عذاب کے کہان معنی پیدا ہوئے تو پھر ایصال فدیہ کے متعلق خوف۔ اضطراب۔ یہانتک کہ گریہ و زاری رسول اللہ صلعم اور اشکباری حضرت صدیق اکبرؓ کی تفصیل و تصریح مین دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے گئے اور سلف سے خلف تک برابر نقل ہوتے آئے۔ جو زیر بحث ہین۔ لیکن جب ان طومار پر حقیقت کی نظر ڈالی گئی تو اصلیت کچھ بھی نہ معلوم ہوئی۔ صرف اہمیت شوریٰ۔ اصابت راے صحابہ کی اظہار کی غرض خاص سے جن پر خلافت کی بنیاد قایم کی گئی ہے اس آیہ کے خطابات ہدایات و چشم نمائی کو عذاب و عقوبت کے معنیون مین انکے اسباب نزول کے متعلق طرح طرح کی مرویات موضوعہ بنا بنا کر تغیر و تبدل کیا گیا ہے۔ حالانکہ اہمیت شوریٰ۔ یا اصابت راے صحابہ نہ جزو اسلام مین داخل ہین اور نہ نصوص قرآن مین داخل۔

اصابت راے صحابہ کی جگہہ تو قرآن مجید مین متعدد اور متواتر مقامات پر اس کی نقیض اور مخالف تصریحات موجود ہین جنکا بیان کرنا ہمارے موجودہ موضوع کتاب سے بالکل علٰحدہ ہے۔ لیکن اور نہین تو اتنا بتلا دینا ضروری ہے کہ آپ اسی بحث مین ابھی ابھی امام فخرالدین رازی کا قول مختار پڑھ چکے ہین جو صاف صاف لفظون مین ان آیات کے خطاب اور غرض دنیا سے غنیمت و فدیہ لینے کے حرکات کو مخصوص صحابہ کی طرف منسوب کرتے ہین اسی واقعہ بدر مین طبری حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (عشرہ مبشرہ) کی نسبت لکھتے ہین کہ اسی زرہین اکیلے یہ لوٹ چکے تھے کہ امیہ بن خلف راس الکفر پر نظر پڑی۔ اور فوراً زرہون سمیت مسلمانون سے اوس کافر کے بچانیکو تیار ہو گئے لیکر پہاڑ پر چلے گئے۔ مسلمانون نے دیکھہ لیا موقع پر پہونچ گئے انھون نے لاکھہ چاہا کہ وہ کافر مسلمانون کے ہاتھ سے بچ جائے

گر مسلمانوں نے اُسے مار ہی ڈالا۔ جسپر وہ ہمیشہ کہتے رہے کہ خدا بلال پر رحم کرے جنکی وجہ سے اُمیہ بھی گیا اور زرہیں بھی گئیں طبری سنہ ۲ھ ۱۳۲۳ ہم عرض کرینگے کہ مسلمانوں کے خلاف کافر کی امداد کرنیکا یہ نتیجہ ہے۔

شبلی صاحب کی نہایت خوش عقیدگی نے عبدالرحمٰن بن عوف کی اس قابل اعتراض حرکت کو ایفاے وعدہ کے اخلاقی اصول پر اسوجہ سے قابل ستایش بتلایا ہے کہ مکہ میں امیہ اور ان سے وعدہ ہو چکا تھا کہ اُمیہ کو مدینہ میں اگر اگر کوئی مصیبت سے سامنا ہوگا تو یہ مدد کرینگے۔ یہ اوسی کی تعمیل تھی۔ لیکن تعجب ہی کہ حضرت عبدالرحمٰن کو صحابہ رسولؐ ہوکر اور شبلی صاحب کو شمس العلما ہوکر یہ یاد نہ آیا کہ اسوقت عبدالرحمٰن کو اوس کافر کے ساتھ والا وعدہ تو یاد رہا اور قابل تعمیل سمجھا گیا لیکن جہاد فی البدر میں جو خدا اور رسولؐ سے عہد و پیمان کیا گیا ہے وہ اور اوسکی تعمیل کچھ بھی یاد نہ رہی۔ آپ کافر کے مارنے پر خدا و رسولؐ سے عہد و پیمان کرکے میدان جنگ میں تشریف لائے ہیں اور جب وہ سامنے آتا ہے تو نہ خود اسکو مارتے ہیں اور نہ دوسرے مسلمانوں کو مارنے دیتے ہیں بلکہ مسلمانوں سے چھپائے چھپائے پھرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان کافر کو نہ مارنے پائیں۔ یہی خدا و رسول کے ساتھ آپ کی وعدہ وفائی ہے اور یہی آپکے اقرار انا سلم لمن سالمک وحارب لمن حاربک یا رسول اللہ جس سے آپ صلح کرینگے ہم بھی کرینگے جس سے آپ لڑینگے ہم بھی لڑینگے۔

صحابہ میں ہم نے صرف ایک عبدالرحمٰن ابن عوف کی جو اکابر صحابہ اور عشرہ مبشرہ کی اصابت رائے کے مثال نمونہ کے طور پر دکھلا دی ہے۔ اسی سے صحابیت اور صحابہ کی اصابت رائے کی مقدار حقیقت کا اندازہ کر لیا جاوے۔

صحابہ کی اصابت رائے کی مثال حقیقت ہو چکی۔ اب رہی شورے کی اہمیت۔ تو ہمکو اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ شورے اور اوسکے جواز کا حکم قرآن مجید میں آیا ہے لیکن وہ صرف تجویز و تدبیر انسانی کی حدود تک محدود ہے اور استمزاج و استظہار رائے و خیالات باہم کے مفہوم تک مقصود ہے۔ مقدرات ربانی اپنے نامحدود اور لا انتہا منشا و اجازت تک بالکل مختار آزاد اور قادر مطلق ہے۔ تدبیر قدرت اور تجویز رسالت کے سامنے شورے کی بساط دو پاس قدر خود دلشانی سے آگے نہیں بڑھتی لوگ اپنی ضرورت اور خوش عقیدگی سے اسکو جتنا نہ بڑھا لیں۔ اسی مقدار حقیقت کی بنا پر علماے متکلمین اور حکماے محدثین نے شوریٰ کی مقدار اہمیت جتنی قایم کی ہے اور اسکی اصلیت جتنی تبلائی ہے وہ اونکے مفصلہ ذیل اقوال و مختار سے بالتفصیل ثابت ہے امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔

قال قتادہ و مقاتل کانہ سادات العرب اذا لم یشاوروا فی الامر شق علیھم فامر اللہ تعالیٰ نبیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان نشاورھم فان ذلک اعطف لھم واذھب لاضغانھم واطیب لنفوسھم

قتادہ اور مقاتل کہتے ہیں کہ سادات عرب کی یہ خاص عادت تھی کہ اگر کسی امر میں اون سے مشورت نہیں لیجاتی تھی تو اون پر بہت گران گذرتا تھا اس بنا پر خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلعم کو اون سے مشورہ کرنے کی اجازت دیدی اور خدا نے اس حکم سے خاص کر اون پر توجہ کی کہ اسلام کی طرف سے اونکے شکوک رفع ہو جائیں اور اونکے قلوب پاک و صاف ہو جائیں۔"

یہاں تک تو حکم شوریٰ کی توجیہ و ضرورت معلوم ہوئی۔ آگے مقدار اہمیت ملاحظہ ہو امام قسطلانی اپنی تحریر کے سلسلہ بالا میں لکھتے ہیں۔

اخرج ابن عدی والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عباس قال لما نزلت وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ قال رسول اللہ صلعم اما ان اللہ لغنیان عنہما ولکن جعلہا اللہ رحمۃ لامتی وعند الترمذی الحکیم من حدیث عائشۃ رفعتہ قال رسول اللہ صلعم ان اللہ امرنی بمداراۃ الناس کما امرنی باقامۃ الفرائض۔

ابن عدی اور امام بیہقی متفقاً عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت شوریٰ نازل ہوئی تو جناب رسولخدا صلعم نے علانیہ فرمایا کہ خدا اور اوسکا رسولؐ دونوں تمہارے شورے سے بالکل مستغنی ہیں (یعنی دونوں کو اسکی مطلق احتیاج نہیں) لیکن خدا نے اس حکم میں میری امت کے ساتھ ایک خاص رحمت رکھی ہے اور حکیم ترمذی نے حضرت عائشہ سے یہ قول مرفوع لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے (امر شوریٰ سے) مجھکو حکم و یگویہ مدارات و رعایات امت مقصود ہے۔ جسطرح کہ امت کے لئے فرائض میں بھی رعایت کرنے کا مجھے حکم ملا ہے۔

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں۔

عن الحسن قد علم اللہ انہ ما بہ الیہم

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ خوب واقف تھا کہ اسکو انکی (صحابہؓ) مشورت کی ضرورت نہیں لیکن اسکے حکم سے مقصود یہ تھا کہ رسول اللہ کے بعد شورے سنت قرار پا جائے (کیونکہ ذریعہ اطلاعات وحی منقطع ہوجائیں گے)

شوریٰ کی مقدار و حیثیت صرف اتنی ہے جو مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہوئی۔ لیکن اس بیقداری اور لاوجودی سے موضوعات و مصنوعات کے جتنے دفتر تیار کئے گئے اور اہمیت شوریٰ اور اصابت رائے صحابہ کی بناپر جیسے جیسے استدلال قائم کئے گئے اون سے آخر میں نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا اور اوسکی تدبیر قدرت بیکار۔ رسولؐ اور اوسکی تجویز رسالت معطل کسی قسم کا نظام ہو دینی ہو یا دنیوی۔ بغیر مشورۂ صحابہ ہو ہی نہیں سکتا گویا صحابہ کی مشورت تدبیر قدرت اور تجویز رسالت دونوں پر حاوی ہے اور نعوذ باللہ خدا و رسولؐ دونوں اسکے متبع ہیں پھر دنیا کو ایسے دست بستہ خدا و رسولؐ اور ایسے یا شکستہ مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے۔

بدر میں کفار کی شکست اور مسلمانوں کی کامل فتح کے وجوہ و اسباب

اسباب ظاہر کے تلاش کرنے والوں اور اصول معمول پر ہمیشہ نظر رکھنے والوں کی نگاہوں میں جنگ بدر کے موقع پر کفار قریش کی کامل شکست اور مسلمانوں کی نمایاں فتح بہت تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ مسلمانوں کی قلت تعداد۔ بے سروسامانی اور ناداری بظاہر کبھی انکی فتحیابی کی امید نہیں دلاتی تھی۔ بخلاف انکے قریش کی کثرت جمعیت سامان جنگ کی افراط انکی خوشحالی اور دولتمندی۔ انکی کامیابی کی امید افزا قرائن تھے مگر نتیجہ برعکس ہوا پھر ظاہرین حضرات کو خلاف امید نتیجہ کے مشاہدے سے تعجب کیوں نہ ہو لیکن عرض یہ ہے

کہ ان حضرت کو تعجب کیساتھ دریافت حقیقت کے لئے کچھ غور و تامل بھی کر لینا چاہیئے۔ اور فکر و تعقل بھی تھوڑے سے غور کے بعد اونکو سکے حقیقی سبب کا پتا آپ لگ جائیگا۔

قریش کی شکست کا پہلا اور نمایان سبب تو یہ تھا کہ مسلمانون سے جنگ کرنیکے مسئلہ مین اون مین ابتدا ہی سے اختلاف تھا ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ قافلہ ابوسفیان پر مسلمانون کے متعلق لوٹ کا طوفان پھر حضرمی کے قصاص کی اشتعال دونون ابوجہل کی چالین تھین جنہون نے قریب قریب تمام عرب کے قوم و قبائل کو اسلام کے خلاف برانگیختہ کر دیا لیکن چونکہ ان دونون منافقانہ ترکیبون مین حقیقت کا نام تک نہ تھا اور جھوٹی پرجوشی کے عالم خاص کا یہ مقتضی ثابت ہوتا ہے کہ عین وقت پر اسکی اچھائی اور برائی کی تمیز نہین ہوتی۔ ہان تھوڑے دنون کے بعد البتہ اوسکے حسن و قبح کے انداز معلوم ہونے لگتے ہین

اس بنا پر ابوجہل کی ترکیبون کا پردہ بھی چند دنون مین فاش ہو گیا۔ پہلی تو مخالفت اسلام پر سب لوگ آمادہ ہو گئے مگر آگے چلکر جون جیون حقیقت حال کا انکشاف ہوتا گیا۔ اونکے دل ہٹتے گئے اور طبیعتین رکتی گئین۔ ابوسفیان کے قافلہ کی حفاظت یا حضرمی کے قصاص کے خیال سے جو کچھ بھی ہوا ابوجہل اتنا بڑا لشکر طیار کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف چلا۔ اور جحفہ تک پہونچگیا۔ چونکہ یہانتک حقیقت حال کسی کو معلوم نہین ہوئی تھی اسلئے باہم اتفاق واتحاد قائم تھا۔

یہان (جحفہ) پہونچکر جیساکہ ابن ہشام اور طبری کی روایتین بتلا رہی ہین قریش مین اتفاق و یکجہتی جاتی رہی تھی اور نفاق و بیدلی پھیل گئی تھی۔ اسلئے کہ ابوسفیان مسلمانون کے خوف سے ایک غیر متعارف راہ سے مکہ مین مع اپنے قافلہ کے پہونچگیا اور ابوجہل کی فوجکشی کی خبر سنکر اوس نے مکہ سے آدمی دوڑایا اور کہلا بھیجا کہ چلے آتے جاؤ۔ اب کوئی ضرورت باقی نہین رہی۔ چنانچہ طبری مین لکھا ہے۔

ولما رای ابوسفیان انه قد احرز عیره ارسل الی قریش انکم خرجتم لتمنعوا عیرکم ورجالکم واموالکم فقد نجاها الله فارجعوا فقال ابوجهل والله لا

ترجمہ تاریخ طبری جلد ۲ ص ۱۳۰۷

جب ابوسفیان اپنے قافلہ کو بچا لایا تو اوس نے قریش کے پاس (لشکر ابوجہل) کہلا بھیجا کہ تمہارا قافلہ بخیر و عافیت پہونچ گیا اور خدا نے تمہارے قافلہ کو تمہارے لوگون کو اور تمہارے مال و متاع کو بچا لیا ہے اسلئے تم واپس آؤ۔ ابوجہل نے یہ پیغام سنکر کہا ہم تو بغیر مقام بدر تک پہونچے ہوئے نہین اوٹین گے۔

ابوجہل اور ابوسفیان دو سرداران کفار کا باہمی اختلاف رائے تو یہین سے ظاہر ہو گیا۔ ایک کہتا ہے فوج کو واپس لاؤ حریف سے جنگ و مقابلہ کی ضرورت نہین رہی۔ دوسرے کو اصرار ہے کہ بغیر غنیمت تک پہونچے ہوئے ہم لوٹنے کے نہین۔ دو سردار سرداروں کے اس اختلاف کا فوج اور دیگر قوم و قبائل شریکان لشکر پر کیا اثر پڑا اوس کی حقیقت بھی طبری کے مرقومہ ذیل الفاظ مین ملاحظہ ہو۔

فقال الاخنس بن شریق الثقفی وکان حلیفا لبنی زهرة

اس پیام و جواب کو سنکر اخنس بن شریق ثقفی جو بنو زہرہ کا حلیف تھا

وھم بالجحفۃ یا بنی زھرۃ قد نجی اللہ لکم اموالکم وخلص لکم صاحبکم مخرمۃ بن نوفل وانما نفرتم لتمنعوہ ومالہ فاجعلوا بی جبنہا وارجعوا فانہ لا حاجۃ بکم فی ان تخرجوا فی غیر ضیعۃ لا ما یقول ھذا یعنی فرجعوا۔ فرجعت بنو زھرۃ مع الاخنس بن شریق فلم یشھد بدرا من ھاتین القبیلتین

اور اوسوقت منزل جحفہ میں تھے کہنے لگا اے بنو زہرہ خدا نے تمہارے مالوں اور لوگوں کو یعنی مخرمہ بن نوفل کو بچا لیا اور یہ ظاہر ہے کہ تم انہیں لوگوں کی حفاظت کو نکلے تھے تمہارا مقصود مل گیا پس اب یہیں سے لوٹ چلو کیونکہ اب ہمکو مسلمانوں سے لڑنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یعنی ابوجہل کی باتوں میں نہ پڑو چنانچہ تمام بنو زہرہ اخنس کے ساتھ یہیں سے واپس گئے طبری اپنی تحقیق سے لکھتے ہیں کہ ان دونوں قبائل بنو زہرہ اور انکے حلیف بنی ثقیف میں سے کوئی فرد واحد بھی جنگ بدر میں شریک نہ ہوا۔ ص ۱۲۰۲

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ اختلاف حکیم بن حزام کے مصلحت والے واقعہ کے بعد عین میدان بدر میں واقع ہوا تھا لیکن یہیں جا اسکے تصفیہ کا یہ مقام نہیں۔ غرض اتنی ہے کہ ابتدا ہی سے ان میں مسئلہ جنگ پر اتفاق قائم نہیں رہا تھا۔ اور اسی کی بنا پر دو برابر کے قبیلے ٹوٹ کر فوج قریش سے علیحدہ ہو گئے۔

قریش کی یہ نا اتفاقی برابر آغاز جنگ تک قائم رہی بلکہ مقابلہ کے عین وقت تک۔ اسکی یہی صورت تھی اسکی حقیقت تفصیل سے اوپر بیان ہو چکی ہے وہ صاف صاف بتلا رہی ہے کہ قریش میں عین مقابلہ کے وقت تک مسئلہ جنگ پر اتفاق نہیں تھا اور سوائے ابوجہل اور اوس کے ہمخیال لوگوں کے دیگر قبائل قریش کو جنگ۔ و قتال پر اصرار نہیں تھا۔ بلکہ یہ لوگ معاملات کو صلح و تصفیہ پر تمام کرنا چاہتے تھے۔

بنی ہاشم کی مخالفت بالرائے کو قریش کی نا اتفاقی کے ثبوت میں اسوقت پیش کرنا میرے لئے استدلال کا قوی طریقہ نہیں ہے اس لئے کہ اسلام کی طرف اونکا میلان فطرتی تھا لیکن تاہم اتنا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ وہ چار بنی ہاشم جبر و کراہت یا مجبوری کی وجہ سے جتنے بھی اور جیسے بھی مشرکین کے ہمراہ تھے وہ سب کے سب جنگ پر ذرا بھی آمادہ نہیں تھے۔

جب ایک امر عظیم کی تنظیم میں اتنے مخالف اجزا و عناصر موجود تھے تو اوسکی کامیابی کی ترکیب و ترتیب کیسے درست ہو سکتی تھی۔

شبلی صاحب کا یہ لکھنا بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ قریش نے صرف اپنی کثرت جمعیت کی ظاہری قوت پر بیجا اعتبار کر لیا، ورنہ ترتیب و تنظیم فوج کی اندرونی تدبیروں سے بالکل ناعاقبت اندیشانہ طریقہ پر غافل رہے۔ فوج کی صف بندی اور مورچوں کی درستی سوار و پیادوں کی ترتیب اور مقابلہ کرنیکے قواعد و آداب کی تعلیم و ہدایت پر کوئی توجہ نہیں کی۔ یہ اونکا مغرورانہ شان کا تغافل تھا جس کی صورت یہ دیکھنے میں آئی کہ ابوجہل کی ماتحتی قریشوں کی فوج کوئی باقاعدہ فوج تو نہیں معلوم ہوتی تھی بلکہ بقول اوس کے بدر کے سالانہ میلہ کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔

بخلاف انکے مسلمانوں کی طرف اگرچہ تعداد بالکل قلیل تھی مگر سب کے سب شروع سے آخر تک۔ ایک امر۔ ایک مدعا

اور ایک غرض خاص پر مستعد اور آمادہ تھے اور ایک شخص واحد کے حکم و اشارے پر جان نثاری کے لئے سر بکف استادہ تھے اونکی صفیں درست۔ حفاظت فوج کے مورچے مرتب اور مقابلہ کرنیوالے ہمیشہ طیار تھے اون میں سے ہر ایک آغاز محاربت سے لیکر اپنے وقوع شہادت تک بالکل خاموشی سے کام لیتا تھا اور اگر مقابل کو مار بھی لیتا تھا تاہم خاموشی یا پرجوشی کی وجہ سے نہ چلاتا تھا نہ کسی قسم کا شور وغل کرتا تھا۔ کامل صبر و خاموشی سے مارتا تھا یا مرجاتا تھا۔ اس کامل انتظام کے سامنے وہ لوگ جو اشاعت و تعداد میں عام اس سے کہ مقابل سے کہیں زیادہ ہوں جنگ و جدال میں اپنی بدنظمیوں اور بے ترتیبوں کے ساتھ اپنی کامیابی کی کیا امید کرسکتے تھے۔

قریش کا مغرورانہ تغافل آننا بڑا کہ میدان جنگ میں جاے مقابلہ کی مناسبت کا بھی پہلے سے کچھ خیال نہیں کیا گیا کثرت سے پانی برس جانے کے باعث جس مقام پر قریش کو اپنا لشکر مقابلہ کے لئے لاکر کھڑا کرنا ہوا۔ وہ بالکل دلدل ہوگئی تھی اور کیچڑ سے بھرگئی تھی۔ اوسیطرح مقابلہ و مقاتلہ کے قابل نہیں تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ نہ وہ اطمینان سے جارحانہ طور پر مقابلہ کرسکے اور نہ مدافعانہ انداز سے۔

عین مقابلہ کے وقت جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰؓ سے مروی ہے زور سے ہوا چلنے لگی جس کا رخ شامت کا تازیانہ بنکر بالکل قریش ہی کے لشکر کی طرف تھا (روضۃ الاحباب محدث شیرازی) ہوا کے جھونکوں نے قریش کے اور بھی ہوش و حواس اڑا دیے اور وہ عاجز آکر مقابلہ کا دلجمعی کے ساتھ کام نہ کرسکے۔

ان تمام موجودہ مخالف اسباب کے علاوہ عتبہ بن ربیعہ شیبہ اور ولید بن عتبہ کے یکبارگی اور بالکل خلاف قیاس و امید قتل کیے جانے سے تمام لشکر میں ایک غیر متحمل اضطرار و انتشار اس شدت کے ساتھ پھیل گیا کہ پھر آخر وقت تک نہ رفع ہوسکا کوئی سالار د سردار لشکر ایسا مطمئن الحواس نہیں تھا جو فوج کو اس انتشار کے عالم میں تسلی و تشفی دیکر پھر مطمئن اور تازہ دم کرلیتا۔ یہ اضطراب و انتشار بڑہتا ہی چلا گیا۔ اور پھر ابو البختری امیہ بن خلف اور خود ابو جہل کے آئندہ قتل کئے جانے سے اتنا بڑہا کہ آخر کار شکست کامل کی صورت میں نمایاں ہوکر ختم ہوگیا۔

یہ تو مسلمانوں کی فتح و فیروزی کے ظاہری اسباب تھے جنکو ہر شخص آسانی سے فتح اسلامی کے اسباب سمجھ لیگا لیکن ہر امر پر حقیقت کی نظر ڈالنے والے ان اسباب فتح فیروزمندی کے فراہمی اور تجمیع کے ذرائع اور وسائل کی تلاش کرے گا۔ اور مسلمانوں کی موجودہ قلت۔ ناداری اور بے سروسامانی کو پیش نظر رکھکر جب طرفین کے معاملات میں موازنہ قایم کریگا تو باوجود ان تمام ظاہری اسباب و علل کے بھی اسلامی فتح کی نسبت کہدے گا کہ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی محض تائید ربانی کا کام تھا اور اوسی کے اس بیان کے ساتھ قرآن بھی ہمزبان ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ	خدا نے ایسے وقت پر بدر میں تمہاری مدد کی کہ تم کمزور ہو رہے تھے۔ خدا سے تقویٰ اختیار کرو کہ تم شکرگذار (بندے) بن جاؤ۔

فتح بدر کی خوشگوار نتائج

جنگ بدر کی فتح اسلام کے ارتقاء و وسعت کا سنگ بنیاد تھا اس عظیم الشان فتح نے مدینہ سے
لیکر مکہ تک عرب کے اون تمام قبائل و اقوام کے دلون مین جو چودہ پندرہ برس سے اسلام کے وجود کو محض لا وجود سمجھتے تھے اور
اسکی ہستی کو مٹا دینا ہر وقت اپنے آگے چٹکیون کا کام یقین کرتے تھے سطوت و رعب اسلامی کے اثر سے کپکپی ڈالدی۔
وہ مقابل ہوکر اور مقابلہ مین اونکی شجاعت و جگرواری ثبات و پاواری دیکھکر مجاہدین اسلام کا لوہا مان گئے تھے وہ تمام شریر النفس
اور مفسدہ انگیز سرداران مشرکین عتبہ شیبہ۔ ولید بن عتبہ۔ امیہ بن خلف ابوجہل حنظلہ بن ابو سفیان اور نوفل ابن خویلد بن
اسد وغیرہم جو اشاعت اسلام اور جان رسولؐ روحی فداہ کے دشمن تھے ایک ایک کرکے ختم ہو گئے اور یون سا نام کہ
پھر نام و نشان تک نہ رہا۔ فتح بدر کے بعد عبداللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین نے بھی رنگ بدلے اگرچہ وہ مادام الحیات
اسلام کے حق مین مار آستین بنا رہا لیکن فی الحال بطور ظاہر اسلام کا مطیع و منقاد بن گیا۔

فتح بدر کے ناگوار نتائج

ان نتائج خوشگوار کے ساتھ فتح بدر کے ناگوار نتائج بھی پیش آئے فتح بدر سے یہودیون کو
امن و امان اموال و جان حفاظت کا ردبار اور حراست شہر و دیار کی طرف سے اطمینان کیا ہوگا۔ اسلام کی طرف سے
اونکو حسد و نفاق نے گھیر لیا اونھون نے سمجھہ لیا کہ اسلام کی موجودہ کامیابی ہمارے اتنے بڑے قدیم اقتدار و اثر کو جو مدینہ
اور گرد و نواح کے تمام قبائل و اقوام کے قلوب سے وہ ہوئیگی اور پھر اس علاقہ بھر مین ہمین کوئی کوڑی کو بھی نہ پوچھے گا جنگ
بدر کے خاتمہ سے یہودیون کی مخالفت کا آغاز ہوا۔ چنانچہ یہود کی مخالفت مین عنقریب ہمارے سلسلہ بیان سے
ظاہر ہو جائے گا۔

مکہ مین مقتولین بدر کا گھر گھر ماتم

بدر مین ابوجہل کے مارے جانے سے کفار قریش کی دستار امارت ابو سفیان بن حرب (امیر معاویہ کے پدر
بزرگوار) کے سر پر باندھی گئی۔ اور ابوجہل کے بعد اب یہ استیصال اسلام کے داعی اور قتل حضرت سید الانام
علیہ السلام کے ساعی بنکر تمام قوم و قبائل کو کامل چھہ برس (جنگ بدر سے ۲ھ سے لیکر فتح مکہ ۸ھ ہجری) تک برانگیختہ کرتے رہے
ابوجہل نے تو چودہ برس تک اسلام پر ہاتھ اوٹھانے مین توقف کیا تھا لیکن یہ مخالفت اسلام مین اتنے پھرتیلے اور جوشیلے
نکلے کہ دو مہینے بھی چین سے نہ بیٹھے اور مقام کدر تک اسلام کے خلاف چڑھہ دوڑے اور پھر سال ہی بھر کے اندر احد کے
میدان مین خوب دل کھول کھول کے مسلمانون کے خون سے دریا بہا دیے جیسا کہ عنقریب تفصیل سے معلوم ہوگا۔
شکست بدر اور اس مین یکبارگی سترجوانان و نموداران قریش کے مارے جانے کی خبر مکہ مین پہونچی تو قریب قریب
تمام شہر ماتمکدہ بنگیا۔ آہ و زاری نالہ و بیقراری اور فغان و فریاد سے تمام گھرون مین کہرام مچگیا اور عرب کے دستور قدیم کے
مطابق تمام قبائل کے مرد اور عورتین صف ماتم بچھا کر اپنے مقتولین کو صبح و شام رونے لگین باقیماندہ جوانان قریش نے اس شدت
گریہ و بکا کو موقوف کرا دیا اسلئے کہ یہ رونا دھونا اونکے اظہار ضعف اور زوال قوت کا باعث ہوگا۔ اور مسلمان سنکر شماتت
کرینگے لیکن غور کیا جاے تو معلوم ہو جائیگا کہ اونکا یہ حکم بھی محض جاہلانہ اور سخت ظالمانہ تھا انسان کے جذبات قلبی کے ابھرو ابھار کو

روکنا اصل جبر و ظلم ہے۔

خیر۔ رونے کی ممانعت کا حکم عام شکر رونے والوں نے رونا موقوف کر دیا لیکن دل سے رونا اور قلب سے آنسو بہانا نہ گیا اور اسے کون روک سکتا تھا۔ طبری اور ابن ہشام نے اسکے متعلق ایک درد انگیز واقعہ بیان کیا ہے جسکو ہم شبلی صاحب کے الفاظ میں سیرۃ النبی سے نقل کرتے ہیں۔

لڑائی (جنگ بدر) میں اسود کے تین لڑکے مارے گئے تھے اوس کا دل اومنڈا آتا تھا لیکن قومی عزت کے خیال سے رو نہیں سکتا تھا اتفاق ہو کہ ایک دن کسی طرف سے رونے کی آواز آئی (اسود سمجھا کہ اب قریش نے رونے کی اجازت دیدی) نوکر سے کہا دیکھنا کون روتا ہے؟ کیا رونے کی اجازت ہو گئی؟ میرے سینہ میں آگ لگ رہی ہے جی کھولکر رولوں تو تسکین ہو جائے آدمی نے آکر کہا ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے اوس کے لئے رو رہی ہے اسود کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکلے

علی بدر تقاصرت الجدود	ولا تبکی علی بکر ولکن	ویمنعها من النوم السهود	اتبکی ان یضل لها بعیر
رہا یہ سچ ہے کہ بدر میں قسمتیں کمی کی	تجھکو بکر پر رونا نہیں آتا	اور تجھکو نیند نہیں آتی ہے	تو ایک اونٹ کے گم ہو جانے پر کیا روتی ہے
		وبکی علی حارث اسد الاسود	فبکی ان بکیت علی عقیل
		حارث پر رو جو شیروں کے شیر تھے	مجھکو رونا ہے تو عقیل پر رو

بکر عقیل حارث۔ یتینوں اسود کے بیٹے تھے۔ اصل ابن ہشام ج ۲ صفحہ ۲۶ - سیرۃ النبی صفحہ ۲۴۴

بدر کے خاتمہ کے ساتھ ابو لہب کا خاتمہ

بدر کی شکست سے سب سے زیادہ ابو لہب کا دل ٹوٹ گیا۔ اور آخر کار یہی کوفت اسکا سبب موت قرار پایا ابن ہشام اور طبری اسکے متعلق اضطراب پیچ و تاب اور غصہ و عتاب کی تمام کیفیتوں کو جو اس بدبخت پر قوم پر طاری ہوئیں تھیں ابو رافع کی زبانی یوں بیان کرتے ہیں۔

ابو رافع حضرت عباس کے غلام بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عباس کے عیال کے ساتھ جنگ بدر کے موقع پر مکہ ہی میں رہ گئے تھے۔ جب بدر میں اسلام کی فتح اور کفار قریش کی ذلت و خواری کی خبر آئی تو اس سے ہم لوگوں (آل عباس یا بنی ہاشم) میں قوت و عظمت آئی - ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک کبیر السن آدمی تھے۔ اور اوسوقت کعبہ کے مقام زمزم میں بیٹھے ہوئے عمل اقداح کر رہے تھے اور میرے پاس حضرت عباس کی بی بی ام الفضل بیٹھی ہوئی تھیں اور یہ لوگ چپکے چپکے اسی خبر کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ابو لہب آیا۔ اور طناب حجر کے اوپر اس طریق سے بیٹھ گیا کہ اوسکی پیٹھ میری پیٹھ سے مل گئی۔ اس اثنا میں کسی نے کہا کہ وہ ابو سفیان بن الحرث بن عبد المطلب آرہے ہیں (یہ شریک بدر میں تھے جب وہ آئے تو ابو لہب نے بے چین ہو کر کہا آؤ تمہیں سے تو تفصیلی حالات معلوم ہونگے۔ یہ سنکر وہ بیٹھ گئے اور تمام لوگ سننے کے لئے کھڑے ہو گئے ابو لہب نے کہا ہاں میرے بھتیجے بتاؤ تو کیا کیا ہوا؟ ابو سفیان جنکا نام مغیرہ تھا کہنے لگے چچا کیا کہیں طرفین سے مقابل ہوتے ہی گویا ہم پر مصیبتیں ٹوٹ پڑیں نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے جس جس طرح چاہا ہمکو قتل کیا اور جس جس طرح چاہا ہمکو اسیر کیا۔ اور خدا کی قسم

مسلمانون کی طرف عجیب و غریب قسم کے لوگ تھے سفید و نورانی قد و قامت والے کثرت سے لوگ ابلق گھوڑون پر سوار آسمان و زمین کے درمیان ہمکو دکھائی دیتے تھے۔ خدا کی قسم نہ کوئی اون تک پہونچ سکتا تھا اور نہ کوئی اونکو روک سکتا تھا یا ٹھیرا سکتا تھا۔

ابورافع کا بیان ہے کہ یہ سنکر مین فوراً بول اوٹھا کہ خدا کی قسم وہ ملک تھے۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ ابولہب نے نہایت زور سے میرے مونہہ پر طمانچہ مارا اور پھر مجھکو اوٹھا کر زمین پر دے مارا اور مارنے لگا۔ مین ایک کمزور اور بوڑھا آدمی تھا ابولہب کا کچھہ نہ کر سکا۔ یہ دیکھکر ام الفضل سے ضبط نہ ہو سکا وہ فوراً اوٹھین اور حجرہ کی لکڑیون مین سے ایک لکڑی اوٹھا کر ابولہب کے سر پر لگائی کہ اوسکا سر پھٹ گیا۔ اور کہنے لگین کہ اوس کا مالک یہان موجود نہین ہے اس لئے تم اوسپر ظلم و ستم کر رہے ہو۔

ابورافع کہتے ہین کہ اس واقعہ کے سات ہی دن بعد ایک دانہ نکلنے کے مرض (زہرباد) مین ابولہب مرگیا۔ خس کم جہان پاک۔ ابن ہشام صفحہ ۲۶ جلد دوم

عمیر بن وہب اور قتل رسولؐ کا اقرار واقعہ بدر کو ابھی ایک مہینہ بھی نہین ہوا تھا کہ صفوان بن امیہ جس کا باپ امیہ بن خلف بدر مین مارا گیا تھا اور عمیر ابن وہب جس کا ایک بیٹا ابھی تک مسلمانون کے پاس مدینہ مین اسیر تھا بیرون مکہ تنہائی مین بیٹھکر واقعہ بدر کے متعلق باتین کرنے لگے۔

دونون اسلام اور بانی اسلام علیہ و آلہ السلام کی طرف سے بھرے بیٹھے تھے عمیر کہنے لگا قریش قصاص بدر کے متعلق جو جو تدبیرین نہ سوچین اور جیسی جیسی ترکیبین عمل مین نہ لائین وہ اونکا کام ہے لیکن میرا کام تو یہ ہے کہ اگر مین قرضداری اور عیالداری کی کشمکش مین گرفتار نہ ہوتا تو ابھی مکہ سے اوٹھتا۔ مدینہ پہونچتا۔ اور محمدؐ کا کام تمام کر آتا۔ جھگڑا ہی مٹ جاتا پھر کسی کو قتل و قصاص کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ افسوس کہ یہ دونون ضرورتین میرے پاؤن کی زنجیرین بنی ہین صفوان بولا یہ تو کوئی بات نہین۔ تم جاؤ اور باطمینان اپنا کام کر آؤ۔ مین تمہاری قرضداری اور خرچ خانہ داری دونون کا ذمہ دار ہون عمیر کہنے لگا واہ۔ تو اب مجھے کوئی دشواری نہین ابھی ابھی مین جاتا ہون اور اپنے ارادے کو خاطرخواہ پورا کر آتا ہون اتنی گفتگو کے بعد دونون گھر لوٹ آئے۔

دوسرے دن عمیر نے طیاری کر دی گھر سے نکلا تلوار پر خوب تیز باڑھ رکھوائی پھر متواتر زہر مین بجھوائی ان طیاریون کے ساتھ اونٹ پر سوار ہوکر مدینہ کو روانہ ہوا اور بڑی سرعت کے ساتھ دو منزلہ کرتا ہوا مدینہ طیبہ مین اوسوقت پہنچا جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی مین تشریف فرما تھے۔ دروازہ مسجد پر آکر عمیر نے اونٹ بٹھلایا خلقی عادت کے موافق بیٹھنے کے وقت اسکا اونٹ بولا تو صحابہ مین سب سے پہلے حضرت عمرؓ اسکی طرف متوجہ ہوئے دیکھا تو پہچانا کہ عمیر بن وہب ہے مسلمانون مین اسکی شرارت طبیعت سے کون واقف نہین تھا حضرت عمرؓ نے فوراً کہا

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ عمیر شمشیر برہنہ لئے آرہا ہے۔ آپ نے کامل استغناء ومتانت سے جواب دیا آتا ہے تو آنے دو اتنے میں عمیر شمشیر برہنہ لئے آہی گیا۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہو عمیر کیسے آئے۔ عمیر بولا لڑکے کو دیکھنے چلا آیا۔ ارشاد ہوا۔ پھر یہ شمشیر برہنہ کیوں آئی ہے عمیر نے کہا تو پھر کیا ہوا۔ ہماری اتنی تلواروں نے بدر میں آپ کا کیا کر لیا جو میری یہ ایک تلوار کریگی آپ نے پھر اصرار فرما کر استفسار کیا سچ کہو۔ یہ شمشیر برہنہ کس قصد وارادے سے ساتھ لائے ہو عمیر نے پھر اوسی جواب کی تکرار کی۔

اب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم خود مجھے حقیقت حال بیان کرنے پر مجبور کرتے ہو تو لو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ تم نے اور صفوان بن امیہ دونوں نے حجر میں بیٹھکر میرے قتل پر مشورہ کیا ہے اور صفوان نے تمہاری قرضداری اور عیالداری کی ذمہ داری لیکر تمکو میرے قتل کر دینے کے لئے یہاں بھیجا ہے سچ کہو عمیر یہ صحیح ہے یا غلط عمیر یہ بھی یقین کرو تم میرا کچھ نہیں کر سکتے میرا پروردگار میرا محافظ ہے۔

یہ ارشاد سنکر عمیر اپنے آپ میں نہ تھا سکتے میں آگیا۔ خموشی کے عالم میں سر جھکائے دیر تک سوچتا رہا سر اوٹھایا تو عرض کی۔ اب مجھے یقین کامل ہو گیا کہ آپ بلاشبہ وشک نبی برحق ہیں۔ آسمانی بشارات والہامات اور نزول وحی کے ارشاد وہدایات کی نسبت آپ کو جھٹلا دینا میرے لئے آسان تھا لیکن ان معاملات خاص میں جن میں میں یقیناً اور بدات خاص جانتا ہوں کہ سوائے میرے اور صفوان کے نکوئی اس واقعہ کو جانتا ہے اور نہ کوئی اسکے موقع پر اس میں شریک حاضر تھا آپ کا پورا پورا انکشاف حقیقت فرما دینا کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے یہ کہکر عمیر نے فوراً کہا اشہد ان لاالہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اوسی وقت مشرف باسلام ہوا۔

عمیر کیا کرنے آیا تھا کیا کر گیا۔ یہی تصرفات قدرت ہیں۔ معرفت قدرت کے حصول کا قوی ذریعہ انسان کے قصد وارادے کی تنسیخ وتفسیخ بھی ہے۔ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔

عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ | میں نے اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کے نہ پورے ہونے سے پہچانا ہے۔

عمیر کے ایسے مخالف اسلام کے اسلام لانے سے عموماً تمام مسلمانوں کو بہت بڑی مسرت ہوئی۔ جناب رسولخدا صلعم نے اوسیوقت صحابہ کو حکم دیا کہ اپنے برادر ایمانی کو اپنے ہمراہ لیجاؤ۔ اسلام کے ارکان اور احکام قرآن تعلیم کرو اور انکے بیٹے کو انکے اسلام لانیکے عوض میں فوراً رہا کر دو صحابہ نے اوسیوقت حکم کی تعمیل فرمائی۔

عمیر نے چند دنوں کے بعد عرض کی کہ مجھے مکہ جانے کی اجازت دیجائے اسلئے کہ اب میرا عزم بالجزم یہ ہے کہ وہاں جاکر جسطرح میں اسوقت تک اہل اسلام کو ستایا کرتا تھا اور آزار پر آزار پہونچاتا رہتا تھا اوسی طرح اب مشرکین قریش اور کفار مکہ کو ستاؤں اور اونکو تبلیغ اسلام کے احکام پہونچاؤں آنحضرت صلعم نے شرط ثانی کی انجام دہی پر اسکو اجازت دیدی۔

صفوان ابن امیہ مکہ میں عمیر کی کارروائیوں کا دن رات منتظر رہا کرتا تھا۔ اور قریش سے باتوں باتوں میں اکثر کہدیا

کرتا تھا کہ دیکھنا وہی ایک روز مین مدینہ کے اندر کیا گل کھلتا ہے کہ نقصانات بدر کے داغ دل سے مٹ جائینگے صفوان کو تدبیر مشیت کی کیا خبر۔ وہ ہی چار دنون کے بعد عمیر کی تدبیر کا نتیجہ بالعکس ظاہر ہوا۔ اور اوسکے مسلمان ہو جانیکی خبر مکہ مین پہونچی تو صفوان کے بدن مین خون نہین تھا۔ اب عمیر بھی وہ ہی چار دن مین کامل مسلمان بنکر اپنے بیٹے کو لیے ہوئے مکہ مین پہونچگیا۔ صفوان نے غم و غصہ کی حالت سے عمیر کی صورت دیکھنی دو آنیدہ اوسکو کسی قسم کا فائدہ پہونچانیکی قسم کھالی لیکن اب دولت ایمان کے آگے صفوان کی بیرخی اور ناتوجہی کی عمیر کو پرواہی کیا تھی وہ جو وعدہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرآیا تھا بڑے اطمینان و فراغت سے مکہ مین پورا کرتا رہا اور کثیر التعداد مشرکین کفار کو اپنے پند و موعظت سے ہمیشہ دائرہ اسلام مین لاتا رہا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء ابن ہشام جلد دوم ص ۳۲۔

غزوۃ الکدر یا غزوۃ السویق

(ذی قعدہ سنہ ۲ ہجری)

ابھی ابھی بیان ہو چکا ہے کہ ابو سفیان قصاص بدر کے لئے بے حد بےچین ہو رہا تھا اوس نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک کشتگان بدر کا انتقام نہ لیگا۔ نہ غسل جنابت کریگا۔ نہ کپڑے بدلے گا اور نہ سر مین تیل ڈالیگا اوس کا اضطراب قصاص اوسکو ایسا بدحواس بنائے تھا کہ شکست بدر کے مہینہ ہی بھر کے بعد دو سو شتر سوارون کو ہمراہ لیکر قصاص بدر کے ارادے سے مدینہ تک چڑہ دوڑا لیکن اب اسلام کے موونہہ پر اکیبارگی چڑہ دوڑ آنا آسان نہین تھا۔ بلکہ اب اوسکے سامنے آنے مین پہونک پہونک کر قدم اوٹھانے کی ضرورت تھی۔

اس بنا پر ابو سفیان مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر چاہ کدر (قرقرۃ الکدر) پر اوترپڑا۔ اسلام کی طرف سے یہودیون کی بیدلی اور بدنفسی کی خبر اسکو پہونچ چکی تھی اس لئے اوس نے یہودیون سے پہلے استفسار حالات اور نیز اونکو اپنا ہمخیال و ہم آہنگ بنا لینے کی ترکیب سوچی۔ چنانچہ وہ رات کی تاریکی مین چھپ کر مدینہ پہونچا سب سے پہلے حی ابن اخطب کے گھر آیا رات زیادہ گئی تھی اوسکے گھر کے کواڑے بند ہو چکے تھے نہ کھل سکے مجبور ہو کر سلام بن مشکم کے گھر گیا جو یہودان بنی نضیر کا سردار اور تمام یہودیون کے خزانون کا امانتدار تھا۔ دروازے پر دستک دی کنڈا کھلے ابو سفیان اندر آیا سلام بن مشکم نے بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ بڑے اکرام و احترام سے مہمانی کی عمدہ عمدہ کھانے پکوائے کھانیکے بعد رات بھر بادہ نوشی کی صحبت جمی رہی اور اس صحبت مین مشغلہ خاص کے ساتھ اصل مدعا پر گفتگو بھی ہوتی رہی۔ سلام بن مشکم نے ابو سفیان کے تمام مستفسرات کا خاطر خواہ جواب دیا اور اسلام کے متعلق ہر جزئیات کی پوری اطلاع پہونچائی لیکن آخر مین یہ بھی کہدیا کہ ابھی مقابلہ و مقاتلہ کا وقت نہین ہے تھوڑا توقف کرنا چاہیئے۔ ابو سفیان رات بھر سلام بن مشکم کا مہمان رہکر علی الصباح مدینہ سے روانہ ہوا اور اپنی قیامگاہ پر پہونچ گیا عرب مین اپنے عہد کا پورا کرنا ایسا فرض تھا کہ کسی وقت اور کسی حالت مین چھوڑا نہین

جا سکتا تھا ابو سفیان چونکہ قصاص بدر کا عہد کر کے چلا تھا اوسکو جزوی یا کلی طور پر پورا کر دینا اوسکے لئے لازمی تھا اس بنا پر
اوس نے گذرتے ہوئے مقام عریض پر حملہ کر دیا۔ عریض میں انصار کے چند قبایل آباد تھے۔ ایک مرد انصاری سعید
بن عمر کو قتل کر دیا اور انصار کے چند مکانات بھی آگ لگا کر خاک سیاہ کر دیے۔ مویشیون کے چارون کے انبار میں بھی آگ
لگادی اور انکو بھی بیکار و ضائع کر دیا۔ اور اس طریقہ سے جزوی طور پر اپنے عہد و قسم کو پورا کر دیا۔

شبلی صاحب نے صرف عمر بن سعد کا قتل لکھا ہے لیکن ابن ہشام عمر بن سعد کے ساتھ اسکے حلیف کا قتل
کیا جانا بھی بتلاتے ہیں اس بنا پر ابو سفیان نے انصار کے دو آدمیون کا خون ناحق کیا۔ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۹

اس ظالمانہ اور بزدلانہ حملات کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ ہی اوسکو مسلمانون کا خوف بھی دامنگیر تھا چنانچہ
مسلمانون کے آنیکی خبر بھی لگ گئی جو واقعی صحیح تھی۔ اس خبر کے پاتے ہی اوسکے حواس جاتے رہے اور فوراً مکہ کی طرف
اس تیزی سے جان بچا کر بھاگا کہ راہ میں بوجھ ہلکا کرنے کی غرض اور جلد مسافت طے کرنیکی ضرورت سے ہمراہی رسد کے
سامان تمام راہ میں پھینکتا گیا۔ رسد کے سامان میں اوسکے ساتھ صرف ستو بندھے تھے جسکو عربی میں سویق کہتے
ہیں اوسی کے تھیلے راستہ میں گراتا گیا۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ابو سفیان کی تاخت کی خبر ملی تو آپ نے ابو لبابہ کو مدینہ میں نگران چھوڑ کر
صحابہ کے ساتھ تعاقب کیا اور قرقرۃ الکدر تک تشریف لائے لیکن آپ کی آمد سے پہلے ابو سفیان مکہ کو چلدیا تھا اسلئے آپ کو
فوراً واپس ہونا پڑا۔ راستہ میں ابو سفیان کے پھینکے ہوئے تھیلے وہان پڑے پائے گئے اور وہ مسلمانون نے اوٹھائے
اس خصوصیت کی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوۃ السویق مشہور ہوا۔

تزویج جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

لو لم یخلق علی ما کان لفاطمۃ کفو (اگر علی نہ پیدا کیے جاتے تو فاطمہؑ کے لئے کوئی کفو نہ پیدا ہوتا۔)

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا سن مبارک تزویج کے قابل ہو چکا تھا جناب رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیاہ کی فکر تھی اول تو مدینہ میں تشریف لاتے ہی شب و روز کی تردد و تفکر سے اطمینان و دلجمعی حاصل
نہیں ہوتی تھی۔ دوسری وجہ تاخیر یہ تھی کہ آپ جناب سنہ ۲ھ کے مسئلہ تزویج کو مشیت الٰہی کی تجویز پر موقوف رکھے
تھے اور ہمیشہ اس امر خاص میں حکم الٰہی کے منتظر رہتے تھے۔ اس اثنا میں اکثر حضرات نے پیام دیے لیکن آپ نے کوئی
جواب نہ دیا۔ یہانتک کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی خواستگار ہوئے لیکن آپ نے ان دونون حضرات کے معروضات
پر اعتنا نہ فرمائی۔

شبلی صاحب کے استخفاف و اختصار کے تو یہی خاص مقامات ہیں اسوجہ سے اس واقعہ کی تفصیل
میں آپ نے پہلے ہی سے قلم دبانا شروع کر دیا ہے۔ اول تو اس واقعہ کو مامور بامر الٰہی ہونا اشارۃً و کنایۃً ظاہر ہونے نہیں
دیا ہے دوسرے یہ کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی روایت صرف ابن سعد کے حوالہ سے لکھکر اسکا عدم صحت ثابت کرنا

چاہا ہے۔ اس غرض خاص سے کہ عوام حضرات شیخین کی خواستگاری والی روایت کو خاص ابن سعد۔ یا زیادہ سے زیادہ اہل سیرت کا مختار سمجھیں اور اسکو مرویات احادیث نہ یقین کریں۔

ثبوت استدلال میں وجہ عدم صحت یہ بتلائی جاتی ہے کہ علامہ ابن حجر نے۔ تزویج جناب سیدہ کے متعلق اور سب مرویات لکھی ہیں مگر اسکو نہیں لکھا۔"

محققین آپ کے اس استدلال کی حقیقت کو خوب جانتے ہیں اور آپ کی اس شان و عنوان استخفاف کو بھی پہچانتے ہیں۔ ابن حجر کس گنتی میں ہیں۔ تاریخ و سیرت کی کتابوں کو جانے دیجئے۔ حدیث کی کوئی چھوٹی بڑی کتاب ایسی نہیں ہے جسمیں ان دونوں امور کی خاص طور پر تصریح موجود نہیں ہے۔ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کا خواستگار ہونا اور تزویج جناب سیدہ کا تجویز الٰہی پر موقوف ہونا۔ دونوں امور کی نسبت۔ مناقب امام احمد بن حنبل۔ ذخائر العقبیٰ امام طبری۔ معجم ثلاثہ امام طبرانی۔ تاریخ ابن عساکر۔ کتاب الموافقات ابن السمان۔ مواہب لدنیہ امام قسطلانی۔ مودۃ القربیٰ سید علی الہمدانی۔ فردوس الاخبار امام دیلمی۔ اسد الغابہ فی تمیز الصحابہ امام جزری۔ مناقب امام ابوبکر خوارزمی۔ ابن شاذان علامہ ابوالخیر قزوینی حاکمی۔ علامہ عبدالباقی الزرقانی۔ ینابیع المودۃ امام سلیمان بلخی القندوزی۔ مناقب ابن مردویہ روضۃ الاحباب محدث شیرازی۔ مطالب السئول امام ابن طلحۃ الشافعی۔ کفایۃ الطالب علامہ ابن یوسف الگنجی الشافعی اور ارجح المطالب خواجہ عبیداللہ امرتسری نے اپنی اپنی تصنیفات میں بالتفصیل تمام لکھا ہے۔ (ہم نے یہ تفصیل زرقانی جلد دوم ص ۵۔ ینابیع المودۃ فی القربیٰ امام قندوزی ص ۱۴۰ مطبوعہ بمبئی اور ارجح المطالب خواجہ عبیداللہ امرتسری صفحہ ۲۴۹ مطبوعہ لاہور سے نقل کی ہے۔)

تعجب ہے کہ شبلی صاحب کو ایسے متواتر اور کثیر الاسناد واقعہ کی تضعیف پر کیسے جرأت ہوئی۔ یہ جرأت بھی اوسی ضرورت و مجبوری پر مبنی ہے۔ جو استخفاف حالات بنی ہاشم کے متعلق مدت قدیم سے آپ کے لاحق حال ہے اوسی ضرورت نے یہاں بھی حقیقت حال بیان کرنے سے آپ کا قلم روک لیا۔

اتنا تنقیداً اور تمہیداً لکھکر ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سوالوں کی نامنظوری کے بعد جناب علی مرتضیٰؑ نے خواستگاری کی اور وہ بطیب خاطر منظور فرمائی گئی۔ ہم ان واقعات کو اپنی کتاب الزہراؑ میں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں۔ اسلئے زیادہ تصریح کی ضرورت نہیں۔ صرف زرقانی نے جن مرویات کو صحیح الاسناد قرار دیکر اس واقعہ کے متعلق مندرج کیا ہے۔ ہم اوسی کو ذیل میں نقل کر دیتے ہیں۔

فی حدیث انسؓ عند ابی الخیر الحاکمی وابن عساکر وابن شاذان خطبہا علی بعد ان خطبہا ابوبکرؓ ثم عمرؓ فقال علیہ السلام قد امرنی ربی بذلک قال انسؓ

علامہ ابوالخیر حاکمی ابن عساکر اور ابن شاذان انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کی خواستگاری حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے بعد کی۔ آنحضرت صلعم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ خدا نے بھی مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ پھر ایک دن آنحضرت صلعم

ثم دعانی علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد ایام فقال ادع لی ابابکر وعمر وعثمان وعبد الرحمان وعدۃ من الانصار فلما اجتمعوا واخذوا مجالسہم فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الحمد للہ المحمود بنعمتہ المعبود بقدرتہ المطاع المرھوب من عذابہ وسطوتہ النافذ امرہ فی سمائہ وارضہ الذی خلق الخلق بقدرتہ ومیّزھم باحکامہ واعزّھم بدینہ واکرمہم بنبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ تبارک وتعالیٰ اسمہ وتعالت عظمتہ جعل المصاھرۃ سبباً لاحقاً وامراً مفترضاً وشج الارحام واکرم بہ الانام فقال عزّ من قال وَھُوَ الَّذِی خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّ صِھْرًا فامر اللہ یجری الی قضائہ وقضاؤہ یجری الی قدرہ ولکل قضاء قدر ولکل قدر اجل ولکل اجل کتاب یَمْحُوا اللہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ۔

ان اللہ تعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی بن ابی طالب فاشھدوا انی قد زوجتہ علی اربعمائۃ مثقال فضۃ ان رضی بذلک علی بن ابی طالب ثم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطبق بسر ثم قال انتھبوا فانتھبنا ودخل علی فتبسم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی وجھہ ثم قال ان اللہ عزوجل امرنی ان ازوجک فاطمۃ علی اربعمائۃ مثقال فضۃ ارضیت بذلک فقال رضیت بذلک یارسول اللہ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام جمع اللہ شملکما واعز جدکما

نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور عبد الرحمنؓ اور اصحاب کی تعداد کے مطابق انصار میں سے لوگوں کو میرے پاس بلا لاؤ جب یہ لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے تو آپ نے اونکی ساتھ ایک مجلس ترتیب دی اور اونکو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا۔

جمیع حمد ثابت ہو اللہ کے واسطے۔ جو محمود ہے اپنی نعمتوں کے سبب سے اور معبود ہے اپنی قدرت کے سبب سے قابل اطاعت ہے اپنی سطوت وہیبت کے باعث سے لوگ اوسکی طرف اوسکے عذاب کی وجہ سے گریز کرتے ہیں وہ ایسا ہے جس نے تمام مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور اپنے احکام سے اونکو قوت تمیز دی ہے اور اپنے دین کے سبب سے اونکو عزت بخشی ہے اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث سے اونکو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ بتحقیق اللہ عزوجل نے سسرالی رشتہ کو سبب تازہ امر واجب۔ حکم عادل اور خیر جامع قرار دیا ہے اور اوسکے سبب سے رحموں کو ملایا ہے اور تمام خلق پر اسکو لازم گردانا ہے اور فرمایا ہے وہ اللہ ایسا ہی جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پس اوسکے واسطے نسب اور سسرالی رشتہ قرار دیے اور میرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے اور خدا کا حکم اوسکی قضا کی طرف جاری ہوتا ہے اور اوسکی قضا اسکی قدر کی طرف جاری ہوتی ہے اور ہر قضا کے لئے ایک قدر ہے اور ہر قدر کے واسطے ایک وقت خاص ہے اور ہر وقت کے لئے ایک حکم خاص ہے۔ خدا جسکو چاہے محو کردے جسکو چاہے قائم رکھے اوسی کے پاس اصل کتاب یعنی لوح محفوظ ہے۔

اما بعد۔ خدای سبحانہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کو علی بن ابیطالب کے ساتھ چارسو اسی ۴۸۰ مثقال چاندی کے مہر پر بیاہ دوں بشرطیکہ علی بھی اسپر راضی ہوں۔ پھر آپنے ایک طبق چھوہارے کا بھرا ہوا طلب کیا اور ارشاد کیا کہ اسکو لوگوں میں لٹا دو چنانچہ وہ تمام لوگوں میں لٹا دیا گیا۔ اسی اثنا میں علیؑ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم ہو کر اونکی طرف

وبارک علیکما واخرج منکما کثیراً طیباً۔ | دیکھا اور اونکو مخاطب فرماکر ارشاد فرمایا کہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کو تمہارے ساتھ چارسو مثقال چاندی کے مہر پر بیاہ دون تمہیں منظور ہے؟ حضرت علیؑ نے عرض کی منظور ہے۔ یہ سنکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تم دونوں میں جمعیت عطا کرے۔ تمہاری معاشرت میں عزت دے۔ اور تم دونون کو برکت عنایت کرے اور تم دونوں سے اولاد طاہرین خلق فرماوے۔

لیکن مناقب احمد بن حنبل اور مسند ابو حاتم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخر فقرات دعا سے پہلے اور حضرت علیؑ کے ایجاب فرمانے کے بعد یہ فقرات لکھے ہیں۔

فخر ان علیاً خر ساجداً شکراً للہ تعالےٰ | حضرت علی خدا کے سجدہ شکر میں جھک گئے۔

زرقانی نے بھی اسکو لکھا ہے۔ مگر تھوڑے فصل کے بعد یہ تجمیع حدیث کے وقت تقدیم و تاخیر کی صرف سہو ترتیب ہے جو اکثر مؤلفین کو لاحق ہو جاتی ہے۔ اور چنداں قابل لحاظ نہیں زرقانی ج ۲ ص ۶

یہ تو جناب سیدہ کی تزویج کے خاص حالات تھے۔ ارباب سیر و تاریخ اور اصحاب احادیث نے سامان جہیز میں مفصلہ ذیل چیزیں لکھکر بتلائی ہیں۔

ایک چارپائی جو (بان سے بنی ہوئی تھی) ہوئی گدی کی دو تہالیاں (ایک میں کھجور کی پتیاں بھری تھیں اور دوسری میں غنچہ خرما کی چھالیں) چار تکئے (دو میں کھجور کی پتیاں اور دو میں بھیڑی کے بال بھرے تھے) چاندی کے دو بازو بند۔ بردیمانی کی دو چادریں۔ ایک چادر جو سر سے پاؤں تک نہیں آتی تھی۔ ایک چکی ایک لوٹا۔ ایک کٹورا۔ ایک مشک اور دو مٹی کے گھڑے

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عشا پڑھکر حضرت فاطمہ علیہا السلام کو حضرت ام ایمن کے ہمراہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر بھیجدیا۔

حضرت علی مرتضیٰؑ کے گھر میں بضعۃ الرسولؐ کے آنے کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے ان دونوں حضرات کے ساتھ گھر میں تشریف لاکر جو معاملات ظاہر کئے گئے اونکو علامہ زرقانی اور خود شبلی صاحب نعمانی ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت فاطمہ جب نئے گھر میں جالیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اون کے پاس تشریف لے گئے دروازہ پر کھڑے ہوکر اذن مانگا۔ پھر اندر آئے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا دونوں ہاتھ اوس میں ڈالے اور حضرت علیؑ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہ کو بلایا اور وہ شرم سے لڑکھڑاتی ہوئی آئیں۔ ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل تر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ سیرۃ النبی ص ۲۶۸ زرقانی ج ۲ ص ۶

واقعات متفرقہ سنہ ۲ ہجری	اسی سال سے رمضان کے روزے۔ عید کی نماز۔ اور زکوٰۃ فطر کا حکم آیا۔ اور اسی سال مسلمانوں نے نماز عید بالجماعت پڑھی

شبلی صاحب کے سلسلہ بیان مین بدترتیبی

شبلی صاحب کے سلسلہ بیان مین بے ترتیبی

شبلی صاحب نے سیرۃ النبیؐ مین محض اظہار جدت کے نقطہ نظر سے ترتیب واقعات مین بیان سے فصل پیدا کر دیا ہے اور تعین اوقات مین تاخیر و تقدیم کا نقص۔ تزویج جناب فاطمہؑ کے بعد تمام واقعات کو جو اسی سال کے اندر واقع ہوئے مرفوع القلم فرما دیتے ہین اور اپنا سلسلہ بیان اور ترتیب تالیف غزوہ احد کے عنوان سے یکبارگی آغاز کیا ہے حالانکہ تزویج جناب سیدہ سے لیکر آغاز جنگ تک کے ایام مین بالاتفاق ابن ہشام وطبری۔ غزوات۔ ذی امر۔ بحران۔ غزوہ بنی قینقاع۔ سریہ زید بن حارثہ۔ سرائے کعب بن الاشرف وغیرہ کے ایسے چھوٹے بڑے واقعات گذشتہ دس مہینہ کے عرصہ مین برابر سلسلہ وار پیش آتے گئے۔ جنکو متقدمین اور متاخرین مولفین نے آج تک اپنی تمام تصنیفات و تالیفات مین اونکی ترتیب وقوع کے موافق قلمبند فرمایا ہے لیکن شبلی صاحب نے نہین۔

آپنے جو ترتیب اختیار کی ہے۔ یا تو وہ آپ کی ایجاد خاص ہے۔ یا یورپین مصنفین کی تقلید اور تاسی۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ نے غزوات کو دو قسمون پر منقسم فرمایا ہے ایک سلسلہ مین وہ واقعات لکھے ہین جو قریش سے پیش آئے اور دوسرے مین وہ غزوات جو یہودیون کے ساتھ واقع ہوئے۔ ترتیب مضامین کی یہ تقسیم بظاہر تو بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ علی الاکثر یہی دونون مخالف قومین ہمیشہ اسلام سے مقابل ہوتی رہین۔ اور انھین کے ساتھ لگاتار واقعات پیش آتے گئے۔ چنانچہ واقعات ۲ سنہ ہجری مین خود تحریر فرمایا گیا ہے۔

ارباب سیر کے مطابق غزوہ بنی قینقاع کا ذکر بھی اسی سال مین ہونا چاہیئے تھا لیکن اتصال و تسلسل واقعات کی بنا پر وہ آیندہ مذکور ہوگا۔ سیرۃ النبی ص ۲۶۹ ج ۱۔

لیکن عرض یہ ہے کہ اس تقسیم سے واقعات کی تعیین مین بہت فصل واقع ہوگیا۔ مثال کے لئے غزوہ بنی قینقاع ہی کے ذکر کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ ارباب سیرت کی اسناد کے مطابق آپ تو خود اعتراف فرما چکے ہین ۲ سنہ ہجری مین واقع ہوا ہے لیکن آپ نے اسی ترتیب کی مجبوری سے ۳ سنہ ہجری مین غزوہ احد اور ۴ سنہ ہجری کے سلسلہ غزوات و سرایا کی تفصیل کے بعد صفحہ ۲۹۵ مین۔ اس عنوان کے ساتھ قلمبند فرمایا ہے ۲ سنہ ہجری غزوہ بنی قینقاع۔

اب آپ ہی ملاحظہ فرمایئن کہ ۳ سنہ و ۴ سنہ ہجری کے تمام واقعات و حالات بیان کر دیے جانے کے بعد آ پھر یہ ۲ سنہ ہجری کیسا؟ دوسرے تو اس آپ کی تو ایجاد ترتیب کو دیکھکر ایک مہذبانہ تبسم کر کے رہجاتے ہین۔

سب سے زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ آگے چلکر یہ ترتیب بھی قایم نہین رکھی گئی۔ یہود کے معاملات کو باستثنائے خیبر ایک جا بیان کر کے پھر جنگ خندق آغاز کر دی گئی ہے جو قریش کے خاص معاملات تھے۔ اور خندق کے بعد معاملات حدیبیہ تک مسلسل اور مفصل طور پر قریش کے واقعات بیان کئے گئے ہین۔ ان سب کے بعد غزوہ خیبر کا ذکر کیا گیا ہے تو پھر نود ای

ارباب سیر کی قدیم ترتیب اختیار کرلیگئی اور اپنی وہ ترتیب خاص جسکو عدم بیان غزوہ بنی قینقاع کی وجہ مین یہ لکھکر دکھلایا گیا تھا کہ اتصال وتسلسل واقعات مین فرق آتا ہے وہی ایک واقعات کی تحریر کے بعد متروک فرما دی گئی ۔ حالانکہ اگر ترتیب واقعات مین تبدیلی منظور تھی تو وہ بآسانی یون ہوسکتی تھی کہ سنہ ۲ ہجری سے لیکر سنہ ۱۱ ہجری تک قریش کے ساتھ جتنے واقعات پیش آئے تھے وہ ایک سلسلہ مین بیان کردیے جاتے ۔ اسیطرح سنہ ۲ ہجری سے لیکر سنہ ۱۱ ہجری تک یہودیون کے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے تھے ۔ وہ دوسرے سلسلہ مین قلمبند کردیے جاتے ۔ تو یہ ترتیب بھی ایک قسم کی صحیح ترتیب ہوتی اور طرفین کے حالات و واقعات بھی اپنے اپنے سن وقوع کے ساتھ صحیح طور پر بیان ہوجاتے ۔ لیکن کمال افسوس تو یہ ہے کہ آپ دونون ترتیبون سے ایک ترتیب بھی قایم نہ رکھ سکے پہلے تو ارباب سیر کی نقل و تقلید سے اتصال وتسلسل واقعات مین فرق پڑنیکی وجہ دکھلا کر انکار فرما دیا گیا لیکن جب آگے چلکر واقعات کے سن وقوع کی تقدیم و تاخیر کے نقائص پر نظر پڑی تو اس ترتیب جدید کی خرابی کا یقین آیا ۔ اور فوراً متروک کردی گئی اور انھین سیرتون کی ترتیبی صورتین اختیار فرمائی گئین ۔ ان تمام بد ترتیبیون کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی سیرۃ النبی مین نہ قدیم سیرتون کی پوری ترتیب باقی رہی اور نہ آپ کی جدید ترکیب خاص جو کچھ رہی ۔ وہ خلط مبحث کی صورت

باقی رہے ہم اور ہماری موجودہ ترتیب ۔ تو وہی ہے جو تمام ارباب سیرۃ و تاریخ کی قدیم ترتیب ہے اس لیے کہ ہم سیرت کے موضوع پر تاریخی حالات و واقعات لکھ رہے ہین ۔ ہمارے استنباط و استخراج انھین ماخذون سے ہونے چاہیئن ۔ ممکن تھا کہ ہم اونمین کوئی ترتیب ایسی پیدا کرتے جیسی کہ ہم اوپر لکھکر بتلا آئے ہین جس سے تفصیل حالات و واقعات اور اونکی تعیین اوقات ۔ دونون صحیح طور سے معلوم ہوجاتی لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس ترکیب سے ہمارے سلسلہ بیان مین سوائے ایک جدت یا نوعیت کے کوئی لطف خاص نہین پیدا ہوتا ۔ اور ہمکو مجدد بننا منظور نہین ۔ اسلئے ہم نے سلف صالحین ہی کی تقلید کو اپنے لئے اور اپنی ترتیب کتاب کے لیے بہتر سمجھا ۔ اور اوسی کو اپنی کتاب مین قایم رکھا ۔

غزوہ بنی قینقاع

(شوّال سنہ ۲ ہجری)

اتنا تمہیداً عرض کرکے پھر ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہین ۔ ابن ہشام ۔ غزوہ بنی سلیم یا غزوۃ السّویق کے ذکر کے بعد لکھتے ہین ۔

ثم رجع صلعم الی المدینۃ ولم یلق کیدا فاقام بہا باقیہ شوال وذی القعدہ واقدی فی اقامتہ تلک حل الاساری من قریش ۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس آئے ۔ اور کوئی واقعہ پیش آیا (راہ مین) از شوال و ذی قعدہ دو مہینے برابر مدینہ ہی مین مقیم رہے اور مقیدین قریش کو فدیہ لیکر رہا فرمانیکے معاملات مین مصروف رہے

مذکورہ بالا ایام قیام مدینہ میں یہودان بنی قینقاع کے مخالفانہ معاملات پیش ہوئے - اس جلد میں ہم اوپر یہودیوں کے حالات بیان کر چکے ہیں لیکن مناسبت مقام کی ضرورت پھر ہمکو اونکے اعادہ کے لئے مجبور کرتی ہے -

یہودیوں کے مخرب اخلاق اور ظالمانہ عادات واطوار

یہودیوں کی غداری - بد اعتباری اور سود خواری اور اوسکے ذریعہ خاص سے عام مردم آزاری اسوقت تمام قوموں کا سایہ تھی لیکن انکا حد سے بڑھا ہوا تموّل - ضرورت سے زائد خوشحالی ایسی تھی کہ تمام قرب وجوار اور گرد ونواح کے اقوام وقبائل ہمہ وقت انکے دست نگر تھے - اور اس بنا پر انکو تمام بلاد پر پورا اختیار واقتدار حاصل تھا - اور پھر اسی اقتدار کے ذریعہ سے اونھوں نے بڑے بڑے قلعے بنا لئے تھے - کثرت سامان حرب وضرب بھی جمع کر رکھے تھے - وہ شمار وتعداد کے لحاظ سے ہر مقام پر بجائے خود ایک فوج کی فوج تھے - اور اپنی ذی اختیاری کے باعث اپنی قوم وقبائل کے علاوہ دیگر قبائل و قوم کے سیکڑوں لوگوں کو ایک اشارے میں جمع کر لے سکتے تھے -

مدینہ اور اوسکا قرب وجوار اسوقت یہودیوں کی آبادی کا مرکز تھا - بنی قینقاع بنی نضیر خاص مدینہ کے مشاہیر قبائل یہود تھے - اور قبائل اسلام تو گویا مدینہ اور گرد ونواح تمام مقامات کے حاکم ومالک تھے - اوس وخزرج قبائل انصار کچھ تو اپنے آپس کی جنگ وجدال اور زیادہ تر اپنی ناواقفی کی وجہ سے بالکل ان کے زیر اثر آچکے تھے - اور گویا انکے مطیع ومنقاد بن چکے تھے -

دنیاوی اقتدار کے ساتھ یہودیوں نے انصار پر اپنے دینی اثر بھی جما لئے تھے - اس لئے کہ انصار بالکل جاہل قوم تھے - اور عقائد میں بت پرست - یہودی پڑھے لکھے تھے - اور اہل کتاب اسوجہ سے انصار اپنی جہالت کے باعث اُنکے مروجہ عقائد کے بھی جلد زیر اثر آگئے - اور اپنی عقیدت وخلوص کو اونکے ساتھ اس حد تک پہونچا دیا کہ ایک لاولد انصار منّت ماننے لگا کہ اگر اوسکے بچہ پیدا ہوگا تو وہ یہودی بنایا جائے گا -

ایک واقعہ نگار کی حیثیت میں ہمارا فرض ہے کہ جب ہم یہودیوں کے اقتدار کی بھیانک حالت دکھلا چکے ہیں تو ان ذی اقتدار اختیار لوگوں کے طور واطوار - طریق ومسالک کے جستہ جستہ حالات بھی بیان کردیں - ہم اوپر انکی دینی اور دنیاوی عظمت وثروت دکھلا چکے - انکی اخلاقی صورت حال یہ ہے

اسلام اور اسکے پہلے تمام شریعتوں نے ضرورت سے زائد جمع مال اور اسکے ذرائع افزائش خصوصاً سود خواری کے عالمگیر طریقہ مردم آزاری کو قطعاً ممنوع فرما دیا تھا - اسلئے کہ اس سے اخلاق بگڑتے ہیں - ہمدردی کی جگہہ بیدردی رحم ومروت کے بدلے سنگدلی اور شقاوت پیدا ہوتی ہے - اور قومی وملکی اصلاح ورفاہ اور امن وامان کے قیام کے لئے یہ دولت ثروت مفید کیا ہوگی - سخت مضر نقصان دہ اور تباہ کن ثابت ہوتی ہے - یہودیوں کی دولت مندی اسی نقطہ انتہائی تک پہونچ چکی تھی -

مدینہ کے یہود۔ لوگون کی جائداد۔ اموال۔ گھربار زیورات بمتاع و اسباب غرض سب کچھ جب رہن رکھ چکے تو بال بچے اور عورات تک رہن کرانے پرآمادہ ہوگئے۔ اب یہ لین دین اور کاروبار کا طریقہ نہین رہا۔ بلکہ صاف صاف ملک و قوم کے تباہ و غارت کرنے کا ذریعہ بنگیا۔ جیسا کہ بہت جلد محمد بن مسلمہ۔ اور ابو عمارہ کے ساتھ کعب بن الاشرف یہودی کی گفتگو سے آگے ظاہر ہوجاویگا۔ بچون کو زیور پہنے ہوئے تنہائی مین اگر یہودی پالیتے تھے تو اونکے زیورون کی قلیل رقم کی لالچ مین پڑکر بیدردی سے مارڈالتے تھے اور زیور لے لیتے تھے۔

یہودیون مین سود خواری سے زیادہ زناکاری کا عام رواج تھا اور یہ بدکاری اونکا قدیم شعار تھی اور یہ بدشعاری و بدکاری اونکی کثرت دولت کا نتیجہ تھی اور علی العموم دولتمند طبقہ کے لوگ اس فعل شنیع مین آلودہ ہوتے تھے اور اونکی دولت و ثروت کی وجہ سے کسی فرد واحد کو اونکی سزا و تنبیہ پر جرات کیا ہوگی۔ اون پر آنکھ اوٹھانے یا اعتراض کرنے کی تو مجال تھی ہی نہین۔ ایکبار حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آپ انکی حرامکاریون کی خبر سنتے سنتے عاجز آگئے تو ایک یہود سے پوچھا کہ کیا توریت مین زنا کی سزا صرف درّہ لگانا ہے۔ یہودی نے کہا۔ نہین حضور سنگساری زنا کی سزا لکھی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ فعل بد ہمارے شرفا اور امرا قوم کی عادت عام ہوگئی ہے۔ اس لئے جب کوئی شریف یا امیر شخص مجرم ہوکر آیا چھوڑدیا گیا۔ عام طبقہ کے مجرمین کو تخفیفاً تازیانے لگاکر چھوڑ دیتے تھے۔ آخرکار یہی تخفیف و ترمیم کی صورت حکم شریعت قرار پاگئی۔ اور ہر شخص کے لئے خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو اسی نصاب کے مطابق سزا دینے کا عام دستور ہوگیا۔ سیرۃ النبی ص ۲۹۰ بحوالہ اسباب نزول واحدی۔

قرآن مجید نے صاف صاف الفاظ مین انکے اخلاقی معائب کو جدا جدا بیان کردیا ہے۔ اور ہم اونکو شبلی صاحب کی سیرۃ النبیؐ سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔ سورہ مائدہ مین ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ	وہ جھوٹ باتون کے سننے والے اور مال حرام کے بڑے کھانیوالے ہین

پھر سورہ مائدہ مین ارشاد کیا گیا ہے۔

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	اور تم ان مین سے اکثرون کو دیکھوگے کہ گناہ اور تعدی کی طرف بڑی تیزی سے بڑھتے ہین۔

سورہ نساء مین ارشاد ہوا ہے۔

وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ۔	اور چونکہ یہ سودخواری کرتے ہین حالانکہ انکو سودخواری سے منع کردیا گیا تھا اور چونکہ یہ غیرون کا مال خوردبرد کرجاتے ہین

سیرۃ النبیؐ ج ا صفحہ ۲۹۱۔

قرآن مجید کی ان تصریحات جب اونکی بدکاریون کی یون کھلے کھلے الفاظ مین وہ دری کردی تو یہودیون کی مخالفت مین

سخت اشتعال پیدا ہوگئی۔ اسکے جواب مین اونھون نے انواع اقسام کی بد زبانیون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر ایذا پہونچانے لگے۔ اور اہل اسلام کے قتل و غارت کی نئی نئی ترکیبین سوچنے لگے اون کے ان جور و ستم کے مشاہدات پر آنحضرت صلعم نے خود بھی صبر و سکوت سے کام لیا اور مسلمانون کو بھی برابر خاموش رہنے کی ہدایت فرمائی جو عین مدعائے حکم آلہی تھا۔

شبلی صاحب حضرت عائشہ سے نقل فرماتے ہین کہ یہودیون نے معمول کر لیا تھا کہ آنحضرت صلعم سے سلام علیکم کرتے تو بجائے اسلام علیکم کے السام علیک کہتے تھے۔ جسکے معنی یہ ہین کہ تجھکو موت آئے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ موجود تھین۔ انھون نے سنا تو انکو سخت غصہ آیا۔ اور بے اختیار ہو کر بول اوٹھین۔ کمبختو! تمکو موت آئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نرمی سے کام لو حضرت عائشہ نے کہا آپ نے سنا بھی کہ ان لوگون نے کیا کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہان لیکن یہ کافی ہے کہ مین نے علیک کہدیا سیرۃ النبی ۲ ص ۲۹۱ بحوالہ صحیح بخاری۔

قرآن مجید نے بھی انکی بد زبانیون کے عوض خاموشی اور سکوت اختیار فرمانے کی ایسے ہی ہدایت فرمائی ہے۔ اور وہ آل عمران رکوع ۱۹ کے مفصلہ ذیل آیت سے ظاہر ہے۔

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ	اور اہل کتاب اور مشرکون سے تم بہت سی ایذا کی باتین سنو گے اور اگر صبر کئے رہو گے اور پرہیزگاری پر قائم رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہین۔

اسلام دنیا مین رحمت عام کا پیغام لیکر آیا تھا۔ با دوستان رعایت با دشمنان مدارا: اس کا کام تھا اس بنا پر قرآن مجید نے انکی بدکاریون کے اظہار سے قطع نظر کر کے مسلمانون کو ان کے ساتھ مساویانہ اور موافقانہ محاسن سلوک اختیار کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ ذیل کے آیہ ہائے قرآنی سے اس پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ	اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے

پھر ارشاد ہوتا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ	اے بنی اسرائیل میری نعمتون کا خیال کرو جو مین نے تمکو دین اور یہ کہ مین نے (کبھی) تمکو تمام عالم پر فضیلت دیرکھی تھی۔

اسلام نے نہایت نرمی سے ان الفاظ مین تبلیغ کی آواز ان تک پہونچائی تھی۔ وہ الفاظ یہ ہین

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ	کہدو۔ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آو جسکو ہم تم دونون یکسان مانتے ہین وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کو نہ پوجین اور اوس کا کسی کو شریک نہ بنائین اور ہم مین سے کوئی خدا کو چھوڑ کر کسی کو اپنا

تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ	رب نہ بنائے تو اگر وہ اپنا موتھہ پھیر لین تو تم کہہ دو اچھا - تم گواہ رہو

ہم تو مسلمان ہین - سورۂ آل عمران رکوع ۹ -

اسلام کی یہ رعایت - مسالک مساوات اور موافقانہ تعلقات قایم رکھے جانے کی عوض مین یہودیون نے اسلام کے ساتھ کیا برتاو رکھے ہین - قرآن مجید کے مفصلۂ ذیل الفاظ مین اونکی یون تصریح ہے -

وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سورۂ نساء	اور یہود کافرون کی نسبت کہتے ہین کہ یہ تو مسلمانون سے زیادہ ہدایت یافتہ ہین -

پھر ارشاد ہوتا ہے -

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ - آل عمران	اور اہل کتاب مین ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانون پر جو اوترا ہے اوسپر صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو اوس سے پھر جاؤ شاید کہ وہ لوگ (مسلمان) بھی پھر جائین -

یہ تو اسلام کے ساتھ تبلیغ اور دینی احکام و آئین کی تدوین کے متعلق یہودیون کی مخالفت کی صورت حال تھی جو عرض کیگئی - اب بقائے اسلام اور مسلمانون کی جان و مال کے قیام اور امن و آرام کی نسبت جو اس شریر الطبع قوم نے مفسدانہ طریقے اختیار کئے اونکی حقیقت حسب ذیل بیان کی جاتی ہے -

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ انصار مدینہ کا اسلام لانا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ مین بلوانا - اُنکی ذی اقتدار اور ذی اثری کے لئے اُنکی سمجھ مین بہت ہی نقصان رسان ثابت ہوا لیکن انھون نے فوری مخاصمت کو خلاف مصلحت سمجھکر بالکل سکوت اختیار کرلیا - اور صرف سکوت ہی نہین بلکہ اسلام کے ساتھ معاہدے مین شامل ہوکر اوسکی رفاقت و حمایت کو بھی قبول کرلیا - اور جنگ بدر تک یہ زبانی رفاقت بنا ہی گئی - بلکہ دین بھی اُنکی شرکت دلیرانہ اور جان نثارانہ انداز سے نہین تھی بلکہ محض تماشائیانہ اور منافقانہ طریقہ سے - اور اس نمائشی شرکت کے پردے مین وہ اندر ہی اندر استیصال اسلام اور مسلمانون کے قتل عام کی ترکیبین کررہے تھے - اپنی اس ترکیب کی کامیابی کے لئے اونھون نے یہ تدبیر سوچی کہ انصار کے دو بڑے اور مشہور قبایل اوس و خزرج مین نااتفاقی پیدا کرنیکی کوششین شروع کردین - کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے حامی اور مددگار یہی دو قبیلے ہین اگر ان مین نااتفاقی ہوگئی - تو پھر اسلام یہین سمٹ کر ختم ہوجائیگا - عرب کی کینہ پرور طبیعت کا خاصہ تھا کہ وہ قدیم معرکہاے جنگ کے افسانون کو سنکر بہت جلد پرجوش ہوجاتے تھے -

یہودیون کی مخالفت اسلام اس بنا پر یہ واقعہ ہوا کہ اوس و خزرج کے قبیلے کے بہت سے آدمی ایک جگہ جمع ہوکے آپس مین ادہر اودہر کی باتین کررہے تھے - یہودی ایسے موقعون کی تاک مین لگے رہتے تھے - فوراً جا پہونچے - اور اونکی قدیم خانہ جنگیون کا ذکر چھیڑ دیا - اور ذکر مین خوب نمک مرچ لگاکر بیان کیا - پچھلے واقعات کا سننا تھا کہ فریقین مین قدیم جوش پھر تازہ ہوگئے -

اور باتوں باتوں میں تکرار بڑھتے بڑھتے جانبین سے تلواریں کھینچ گئیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فوراً موقع پر خبر پہونچ گئی آپ تشریف لائے اور انکو پند و موعظت فرمائی۔ اور آتش فتنہ و فساد کو فرو کر دیا۔

قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ اس کا ذکر آیا ہے۔

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ	مسلمانو اگر تم اہل کتاب کے بعض لوگوں کا کہا مانو گے۔ تو وہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بنا دینگے۔ سیرۃ النبی ص ۲۹۴ بحوالہ اصابہ

یہودیوں کی قریش کے ساتھ سازش کی حالت اوپر دکھلائی گئی ہے۔ عبداللہ بن ابی سلول کے ساتھ مجالست و مکالمت کی کیفیت بھی بیان ہو چکی ہے۔ ابھی ابھی ابوسفیان مقام کدر پر اپنا دستہ فوج چھوڑ کر اور راتوں رات چھپ کر مدینہ پہونچا۔ اور سلام بن مشکم رئیس یہود کے ساتھ رات بھر صلاح و مشورت کر کے واپس جا چکا ہے اوسکی حقیقت بھی اوپر ہم لکھ چکے ہیں۔

اس مشورت و صلاح سے پہلے۔ قریش کی یہ دہمکی ان الفاظ میں یہودیوں کو پہونچ چکی تھی۔

انکم اهل الحلقة والحصون وانكم تقاتلن صاحبنا اولنفعلن كذا ولا يحول بيننا وبين خدم نساءكم شيء۔ سیرۃ النبی بحوالہ ابن داؤد۔	تم لوگوں کے پاس اسلحات جنگ اور قلعجات ہیں۔ تم ہمارے حریف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑو۔ ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ۔ یہ کرینگے اور کوئی چیز ہمکو تمہاری عورتوں کے کپڑے تک پہونچنے میں نہ روک سکیگی

یہ تحریر صاف صاف بتلا رہی ہے کہ قریش سے خط و کتابت برابر جاری تھی اور ایذائے اسلام کی غرض سے ریشہ دوانیاں ہمیشہ قائم تھیں۔ اس اثنا میں بدر کی عظیم الشان فتح نے یہودیوں کے تمام رازہائے مخفی کا انکشاف کر دیا۔ اور وہ اسلام کی مخالفت میں بالکل کھل پڑے۔ ان میں سب سے پہلے قبیلہ بنی قینقاع کے یہود۔ اسلام کے حریف بنکر سامنے آگئے۔ جیسا کہ تمام محدثین و مورخین بالاتفاق لکھتے ہیں۔

ان بنی قینقاع کانوا اول یہود نقضوا ما بینهم وبين رسول الله صلعم وحاربوا بين بدر واحد۔	بنو قینقاع پہلے یہودی تھے۔ جنھوں نے اوس معاہدے کو۔ جو اون میں اور آنحضرت صلعم کے درمیان تھا۔ توڑ ڈالا۔ اور بدر و احد کے درمیان میں مسلمانوں سے لڑ پڑے۔

بنی قینقاع کی خصومتیں ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ بدر میں یہودیوں کی شرکت منافقانہ اور تماشائیانہ تھی۔ چنانچہ ابن سعد بھی غزوہ بنی قینقاع کے ذکر میں میرے اس بیان کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

فلما كانت وقعة بدر اظهروا البغي والحسد ونبذ والعهد والمدة	واقعہ بدر ہی سے۔ یہودیوں نے شورش اور حسد کا اظہار کر دیا اور معاہدہ کو توڑا۔

رسالت کی حقیقت میں نگاہوں نے اوسیوقت سے انکا رخ پہچان لیا تھا۔ اور معاودت بدر کے بعد سے انکی طرف

بڑے حزم و احتیاط اور ہوشیاری اختیار کی جاتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے راتوں کو کہین شہر مین آنے جانے سے پرہیز کر لیا تھا۔ رات کا آنا جانا بالکل موقوف کر دیا گیا تھا۔ اسلئے کہ یہودیون کی طرف سے دفعتاً حملے اور جان کے خطرے کا خوف تھا صحابہ پر بھی احتیاط کی تاکید تھی اور صحابہ بھی اس احتیاط کی وجہ سے واقف تھے۔ اور وہ بھی ہمیشہ احتیاط کیا کرتے تھے اور ہوشیار رہا کرتے تھے چونکہ ہر صحابی کو رسول ؐ کی جان اپنی جان سے کہین زیادہ عزیز تھی۔ اسلئے طلحہ بن براء۔ انھین ایام مین جب بیمار ہو کر قریب مرگ ہوئے تو اونھون نے اپنے اعزہ و احباب کو پاس بلا کر سب سے پہلے جو وصیت کی وہ نہ اہل و عیال کے متعلق تھی اور نہ اپنی جائداد و اموال کی نسبت تھی۔ اون کے الفاظ یہ تھے

خیال رکھو! اگر مین رات کے وقت مر جاؤن تو تم لوگ ہرگز ہرگز آنحضرت صلعم کو میرے مرنے کی اطلاع نہ کرنا۔ اسلئے کہ اگر اونکو اطلاع ہوئی اور آپ میری مشایعت جنازہ کی غرض بخشش کے قصد سے باہر نکلے تو مجھے یہودیون کی طرف سے آپ پر وقوع ضرر کا خوف و اندیشہ ہے۔ اس لئے مصلحت یہی ہے کہ اونھین اطلاع ہی نہ دیجائے اور تم سب مجھے ملا کر دفن کر دو۔ سیرۃ النبی ج ص ۹۵ ۲ بحوالہ اصابہ ابن حجر۔

بنی قینقاع کے خاص حالات

بنی قینقاع یہودیون کا بہت ہی خوشحال قبیلہ تھا۔ یہ لوگ زیورات کے بہت بڑے کاریگر تھے اور چاندی سونے کے بہت بڑے دستکار اور اہل کاروبار تھے۔ ان کا بہت بڑا بازار مدینہ مین انھین کے نام سے مشہور تھا۔ اور سوق بنی قینقاع کہا جاتا تھا۔

بنی قینقاع نے مخالفت اسلام مین یون پیش دستی کی کہ انصار کے قبیلہ کی ایک عورت اپنی ضرورت سے سوق بنی قینقاع مین ایک یہودی کی دوکان پر گئی یہودی نے اوسکے ساتھ جاہلانہ مذاق کیا۔ اور وہ یہ تھا کہ اسکی لاعلمی مین پیچھے سے آکر اسکے پیراہن کا دامن اسطرح چاک کر دیا کہ جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر اوٹھی تو بالکل برہنہ تھی۔ اسکے اوٹھتے ہی یہودیون مین قہقہے پڑ گئے اور سیکڑون تالیان بج گئین یہ غریب مفت مفت رسوا ہو گئی۔ اور گویا شرم سے مر گئی بھرے مرد مین ننگی عورت۔ کیسی شرمناک بات ہے اتفاق سے ایک مسلمان بھی بازار مین وہین سودا لے رہا تھا۔ اوسکو یہودیون کی اس حرکت ناشایستہ پر سخت طیش آگیا۔ اور اوس نے اوس شریر یہودی کو قتل کر ڈالا جس نے یہ حرکت کی تھی۔ یہود کہین دور تو تھے ہی نہین فوراً جمع ہو گئے۔ اور اوس کا قیمہ قیمہ کر ڈالا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ معدودے چند اصحاب کے ساتھ صرف فہمائش کی غرض خاص سے موقع پر تشریف لیگئے۔ اور یہودیون کو مخاطب کرکے فرمایا۔ خدا سے ڈرو۔ ایسا نہو کہ تم لوگون کو بھی بدر والون کی طرح مصیبتین پیش آئین۔

اتنا سننا تھا کہ تمام یہودی چراغ پا ہو گئے۔ اور آتش غیظ و غضب مین جلکر نہایت دریدہ دہنی سے ان الفاظ مین جواب دیئے۔

یا محمد انک تری انا قومک لا یغرنک انک لقیت قوما لا علم لہا بالحرب فاصبت منہم فرصۃ انا واللہ لئن حاربناک لتعلمن انا نحن الناس ابن ہشام جلد دوم ص ۴۰	اے محمد (صلعم) کیا تم نے ہمکو بھی اپنی قوم کے لوگ سمجھا ہے اور اس امر پر تم مغرور نہ ہو کہ تم کو ایک ایسی قوم کا سامنا ہوا تھا جو فن جنگ سے بالکل ناواقف تھے۔ خدا کی قسم تمکو ہم سے پالا پڑیگا تو معلوم ہو جائیگا کہ مرد ہم لوگ ہیں۔

یہودیوں کا صرف گستاخانہ جواب ہی نہ تھا بلکہ اسلام کے مقابلہ میں صاف صاف اعلان جنگ تھا۔ چنانچہ ان مغرور شوخ چشموں نے وہ عہدنامہ جو مسلمانوں کے ساتھ لکھا تھا۔ واپس کر دیا۔

رحمت العلمین نے۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ جاہلوں سے منہ اوبھیرو۔ کے حکم محکم پر نظر رکھکر قطعی سکوت اختیار فرمایا اور بالکل خاموشی کے ساتھ موقع سے واپس آئے۔ مراجعت کے بعد فوراً فوج اسلامی سے قبیلہ بنی قینقاع کا محاصرہ کرلیا۔ اس لئے کہ اون کے روبرو زبانی اعلان جنگ کرنے اور پھر معاہدہ باخود چاکے واپس دینے سے اصلاح و یکسوئی معاملات کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی۔

محاصرہ کو پورے پندرہ دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ یہودیوں کی تمام گرمجوشیاں ٹھنڈی پڑگئیں گو اونکے قلعے ابھی تک بند تھے لیکن اونکی ہمت و جرات کے بند بند کھل گئے تھے۔ آخرکار تصفیہ پر راضی ہوئے۔ اور کہلا بھیجا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو فیصلہ فرمایں گے وہ ہمکو منظور ہوگا۔ آپ نے اونکے معاملہ میں خود فیصلہ فرمانے سے احتیاط کی اور عبداللہ بن ابی سلول کو جو اونکا قدیم حلیف تھا اور آغاز محاصرہ سے اونکے معاملات کو تصفیہ سے طے کر دیے جانے کے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت میں برابر آرزو و منت کیا کرتا تھا حکم مقرر کر دیا۔ عبداللہ بن ابی نے اونکے جلاء وطن کر دئے جانے کا حکم سنایا۔ بنی قینقاع نے فیصلہ کا حکم منظور تو کر دیا۔ مگر عبادہ بن الصامت کو بھیجکر تین دن کی مہلت مانگی جو منظور کر لیگئی۔ تین دن کے بعد۔ یہ قبیلہ کا قبیلہ۔ جو شمار میں سات سو آدمی تھے۔ اور جن میں صرف تین سو جوانان زرہ پوش تھے۔ مدینہ کو خالی کر کے موضع درعات میں جو علاقہ شام میں داخل ہے چلے گئے جسقدر مال و اسباب وہ لیجا سکے ہمراہ لے گئے۔ جو چھوڑ گئے وہ مسلمانوں کو غنیمت میں حاصل ہوا۔ اموال غنیمت میں سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رقم خمس جدا کرلی۔ اور یہ پہلی رقم خمس تھی جو مال غنیمت سے علحدہ کی گئی۔ اسکے بعد مال غنیمت تمام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ روضۃ الاحباب ص ۲۴۵

۳ ہجری

(قتل کعب بن الاشرف یہودی۔ ربیع الآخر ۳ ہجری)

کعب ابن اشرف یہودیوں میں یہ عجیب مایۂ فساد تھا۔ شرارت کا پتلا۔ اسلام کی مخالفت کا پورا مجسمہ۔ اس شیر النفس کا

عضو عضو فتنہ انگیزی اور مفسدہ خیزی سے پر تھا نسباً عرب تھا اور سبباً یہودی حقیقت نسبی اسکی یون ہے کہ ایک عرب اشرف نامی جو قبیلہ طے سے تھا۔ اتفاقاً یہود ان بنی نضیر کا حلیف بنگیا۔ اور اس تعلق سے مدینہ مین اسکی آمد و رفت شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ یہودیون مین اس کا اتنا اعزاز و اقتدار بڑھ گیا کہ انھون نے اسکو مستقل طور سے مدینہ مین لبا لیا طرہ یہ ہوا کہ ابو رافع بن ابی الحقیق نے جو یہودیون کا مذہبی مقتدا اور تاجر الحجاز کی لقب امتیازی سے مشہور تھا۔ اپنی لڑکی بیاہ دی اب تو اشرف تمام اشراف یہود کا گویا تاجدار بنگیا۔ کعب اسی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا

کعب سن تمیز پر پہونچکر اپنے باپ سے بھی۔ حرفت۔ فتنہ انگیزی اور مفسدہ خیزی مین نمبر لے گیا۔ اور فن شاعری مین تو کامل نکلا۔ بہت بڑا سحر البیان اور فصیح اللسان مشہور ہوا کعب نے اپنی شہرت کی موجودہ ذریعون سے سب سے بڑی بات اپنے مقاصد کی کامیابی مین یہ پیدا کرلی کہ اوس نے یہودیون کے ساتھ اپنے تعلقات وسیع اور بڑھا لئے بناتے قریش کو بھی اپنے مراسم و ارتباط سے اپنا مطیع و منقاد بنالیا۔ ان تمام باتون کے ساتھ اسلام کی مخالفت اور اسلامیون کے استیصال کے خیال بھی اسکے رگ و پے مین کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔

کعب کی مخالفت اسلام

کعب یہودیون کا مذہبی پیشوا تو تھا ہی۔ اس نے مذہب یہود کی پوری تنظیم کی۔ مدینہ اور اوس کے بیرونی مقامون مین علماے یہود کے ماہانہ وظیفے مقرر کئے۔ جب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور اسلام کا چارون طرف چرچا ہوا تو ایک دفعہ علمائے یہود بیرونجات سے اس کے پاس مقررہ وظائف لینے آئے کعب نے ان سے آنحضرت صلعم کی نسبت دریافت کیا تو ان لوگون نے جواب دیا کہ یہ وہی نبی منتظر ہے۔ جسکی آمد کی خبر ہماری کتابون مین موجود ہے۔ اتنا سنا تھا کہ کعب جل اوٹھا۔ اور اُن لوگون سے کہدیا کہ تمہارے وظیفے بند۔ تم لوگ گھر لوٹ جاؤ۔ یہ علماے یہود خالی اپنے گھر واپس آئے۔ پیٹ تو بڑی بُری شے ہوتی ہے۔ آخرکار ناداری اور عسرت نے ایمان فروشی پر تیار کردیا۔ اور بغیر گذارے یا وظیفہ کے گذارا نہین دیکھا۔ تو پھر لوٹ کر کعب کے پاس آئے اور اوسکے آگے ان ایمان فروشون نے ان الفاظ کے ساتھ دست سوال بڑھائے۔ زرقانی لکھتے ہین۔

قالوا انا عجلنا فیما اخبرناک بہ اولاً و لما استبنا علمنا انا اغلطنا و لیس ھو المنتظر فرضی عنھم و صلھم کما قال ابن سعد۔ زرقانی

جلدی مین ہم نے آپ کو جواب دیدیا تھا۔ اب جب ہم نے اپنی کتابون مین یا اپنے علم سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ہم لوگون نے غلط کہا یہ شخص نبی منتظر نہین ہے۔ یہ سنکر کعب راضی ہوگیا اور اونکے وظائف اونکو دیدیے جیسا کہ ابن سعد نے بیان کیا ہے۔

اس نے مخالفت اسلام مین اسی پر اکتفا نہین کی۔ بلکہ جب قریش کے پاس کشتگان بدر کی تعزیت کی غرض سے مکہ پہونچا تو ابوسفیان وغیرہ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کیا راے ہے۔ ہمارا دین اچھا ہے یا محمد (صلعم) کا دین اور ان دونون مین تمہارے نزدیک کونسا دین بہتر ہے۔ اور ان مین سے کونسا دین حقیقت اور ہدایت سے قریب تر ہے۔

کعب نے کہا تمہارا دین اونکے دین سے بہتر ہے اور زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ یہی واقعہ آیہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ الخ کے نزول کا باعث ہوا۔ جیسا کہ عنقریب سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ زرقانی ص ۱۲ ج ۲

یون تو تمام یہودیون مین بدر کی فتح نے عموماً آتش حسد بھڑکا دی تہی لیکن وہ انکے دلون کے اندر ہی اندر سلگ رہی تھی لیکن خاصکر کعب کے جلتے انگارے ایسے بھڑکے کہ آخر اُسے باہر کھینچ لائے۔ کسی طرح گھر مین چین نہ لینے دیا۔ اور مدینہ سے مکہ مین پہونچا دیا۔ اور کشتگان بدر کا نوحہ خوان بناکر صف ماتم مین بٹھلا دیا۔ شاعری مین کعب کی مضمون آفرینی تو مشہور تھی۔ اس نے کشتگان بدر کے خوب خوب مرثیے کہے اور اون مین مخالفت اسلام کے خوب اشتعال انگیز پہلو نکالے۔ ابن ہشام نے اس موقع پر اوسکی مختلف نظمین لکھین ہین لیکن ہم اون مین سے اسکی ایک نظم کے صرف دو چار اشعار نمونہ کے طور پر ذیل مین نقل کئے دیتے ہین۔

طحنت رحی بدر لمهلك اهله	جنگ بدر کی چکی نے اہل بدر کو پیس ڈالا
ولمثل بدر تستهل وتدمع	بدر جیسے واقعات کے لئے رونا پیٹنا چاہیے۔
کم قد اصیب به من ابیض ماجد	کتنے سفید۔ شریف اور بارونق چہرے
ذی بهجة تاوی الیه الضیع	جنکے یہان بہت سے اہل حاجت پناہ لیتے تھے مارے گئے
لیزور یثرب بالجموع وانما	اپنی فوج کے ساتھ مدینہ چلے چلو
یحمی علی الحساب الکریم الاورع	اور عالیخاندان صاحب ورع کی شان سے

(اپنے مُردون کی) حمایت کرو۔ تاریخ ابن ہشام جلد دوم ص ۴۲

کعب کے یہ نوحے۔ ایسے پُردرد نکلے۔ اور تمام قریش کو اتنے دلپسند ہوئے کہ گھر گھر مین اسے بُلا بُلا کر نظمین پڑہوائی گئین۔ ایسے ہی تمام قریش کے مجمعون مین کعب جاتا رہا اور مُردگان بدر پر آپ بھی روتا رہا۔ اور تمام مجمع کو رولاتا رہا۔

تاریخ الخمیس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تنہا مکہ مین نہین گیا تھا بلکہ اپنے چالیس رفقا کا پورا دستہ ماتم بناکر ہمراہ لیگیا تھا۔ ابوسفیان کا مہمان ہوا۔ اور اوسکو ساتھ لے کر حرم مین آیا۔ اور سب نے حرم کا پردہ تھام کر قسم کھائی کہ کشتگان بدر کا مسلمانون سے ضرور قصاص لینگے۔ شبلی صاحب سیرۃ النبی مین لکھتے ہین۔

کعب نے انھین شرارتون پر اکتفا نہین کی بلکہ قصد کیا کہ چپکے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرادے۔

علامہ یعقوبی نے اپنی تاریخ مین بنونضیر کے واقعہ مین لکھتے ہین۔

کعب بن الاشرف الیهودی الذی اراد ان یمکر برسول الله صلعم۔	کعب بن الاشرف یہودی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکے سے قتل کر دینا چاہا تھا۔

اس روایت کی تائید اوس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حافظ ابن حجر نے (ذکر کعب بن اشرف میں) عکرمہ کی سند سے نقل کی ہے کہ کعب نے آنحضرت (صلعم) کو دعوت میں بلایا اور لوگوں کو معین کردیا کہ جب آپ تشریف لائیں تو دہوکے سے آپکو ہلاک کردیں۔ حافظ ابن حجر نے گو لکہا ہے کہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن جب قرائن اور دیگر شواہد موجود ہیں تو یہ ضعف رفع ہوجاتا ہے۔ ص ۲۹۸

مکہ میں جو اوسنے اشتعال انگیزی کی اوسکی تفصیل حالت ہم اوپر لکہکر دکہلا چکے ہیں کعب مکہ سے مدینہ میں آیا۔ تو پہر اسلام کی ہجو میں اشعار لکہنے کی مشق شروع کردی اور اپکی بارہمت طبع کا یہ نمونہ دکہلایا کہ مسلمان عورتوں کی شان میں مختلف گیتیں تیار کیں۔ اور ان میں جی بہر بہر کے اونکی پردہ دری اور عیب جوئی سے کام لیا۔ ابن ہشام لکہتے ہیں۔

ثم رجع الی کعب المدینة فشبب بنساء المسلمین حتی اذاهم	کعب مدینہ میں آیا اور مسلمان عورتوں کی گیتیں تیار کیں اور لیان تک کہ اونکو ایذا پہونچائی۔ ص ۳، جلد دوم

مکہ ہی سے اسکی زبان خواتین اسلام کیطرف تیز ہوگئی تھی۔ چنانچہ شکست بدر کی نظموں میں اس نے ام الفضل حضرت عباس کی زوجہ محترمہ کی طرف خطاب کرکے یہ شعر کہا تھا۔

اذا حل انت لم ترحل بمنقلة وتارکات ام الفضل بالحرم	اے موت تو بدر کے میدان (منقب) میں کیوں بیٹھ رہی اور تونے ام الفضل کو حرم میں کیوں (زندہ) چہوڑ دیا

زرقانی ص ۱۰ جلد دوم باسناد روض الانف سہیلی۔

حقیقت میں کعب کے جرایم اب اس حد تک بڑہ گیے تھے کہ کوئی قانون۔ خواہ اخلاقی ہوں یا قومی۔ تحمل وبرداشت کی زیادہ اجازت نہیں دیتا بلکہ سزاے فوری کا حکم لگاتا۔ اس لئے کہ اب اسکی ناپاک ہستی سے دوسرے پاک نفوس کے امن وامان میں سخت نقصان پہونچنے کا یقین ہوچکا تہا۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس شرارت۔ فتنہ انگیزی اور اشتعال طبعی کی حرکتوں کو دیکہکر عاجز آگئے۔ اور خدا سے سبحانہ تعالی کی جناب میں یوں دعا فرمانے لگے۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي ابْنَ الْأَشْرَفِ بِمَا شِئْتَ فِي إِعْلَانِهِ الشَّرَّ	پروردگار۔ اب تو ابن اشرف کے اظہار شر وفساد سے مجھے بچالے۔

یہ مسلم ہے کہ جب انسان کی تمام امکانی قوتیں کسی امر میں عاجز رہجاتی ہیں تب وہ اس امر کو خدا کی طرف رجوع کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہی ضرورت پیش آئی مجیب الدعوات نے اوسی وقت رسول اللہ صلعم کی اس دعا پر لبیک کہی۔ اور ابن اشرف کے متعلق ان الفاظ قرآن میں سزاے ثانی کی طرف اشارت فرمائی۔ امام قسطلانی مواہب لدنیہ تحریر فرماتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلعم باصحابہ وقد اخبرنی اللہ بذلک ثم قرأ علی رؤس المسلمین - اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا ۝

اس آیہ کے نزول کے بعد رسول اللہ صلعم نے فوراً صحابہ کیطرف مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ تمکو اس معاملہ (معاملہ کعب) کے متعلق خدا کا حکم مل گیا اور اوسی وقت آپ نے یہ آیت پوری تمام مسلمانوں کو پڑھکر سنادی کیا تم نہیں دیکھتے ہو اون لوگون کو جنکو کتاب خدا کا کچھ حصہ ملا ہے کہ وہ جبت وطاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کافرون سے کہتے ہیں کہ تم اونلوگون سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو جو لوگ خدا اور اوسکی راہ میں ایمان لائے یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت فرمائی اور جن پر خدا لعنت فرماتا ہے اونکے لئے کوئی معین و مددگار نہیں ہے۔

نزول حکم کے وقت - محمد بن مسلمہ - ایک خوش عقیدت صحابی حاضر خدمت تھے - عرض کرنے لگے - یا رسول اللہ صلعم کیا آپ چاہتے ہیں وہ مفسد ختم کر دیا جائے - تو میں اس خدمت کی انجام دہی کو حاضر ہوں اور اس بلائے بے درمان کو اسلام اور اہل اسلام کے سر سے ٹالدینے پر طیار ہوں - آپ نے فرمایا مجھے منظور ہے - لیکن اس امر میں عجلت نکرو - سعد بن معاذ سے مشورہ کر لو - چنانچہ سعد سے مشورہ کیا گیا سعد نے کہا اوسکے پاس غلہ وغیرہ قرض لینے کے حیلہ سے جاؤ - وہ قرض کا نام سنتے ہی اپنے قلعہ سے باہر آجائیگا - تم اپنا کام کر لینا -

محمد بن مسلمہ نے اپنے اس مشورے میں ابو نائلہ - عباد بن بشر - حارث بن اوس بن معاذ - اور ابو عبیس بن جبیر چار جوانان انصار کو شریک کر لیا تھا اور اس مہم کی انجام دہی میں اونکو اپنا رفیق بنالیا تھا - مورخین و محدثین کا اسپر اتفاق ہے کہ یہ پانچوں انصار تھے اور قبیلہ اوس کی یادگار - ان میں سے کوئی بھی کسی دوسری قوم و قبیلہ کا آدمی نہیں تھا -

محمد بن مسلمہ نے اس مہم کو کیوں اپنے ذمہ لیا تھا - اسوجہ سے کہ واقدی کی روایت کے مطابق محمدؐ کعب کا رضاعی بھائی تھا - لیکن واقدی کے خلاف تمام مورخین واہل سیرت اور نیز علماے محدثین نے ابو نائلہ کو کعب کا رضاعی بھائی قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابو نائلہ اسلام لانے سے پہلے کعب کا ندیم خاص تھا - اسلام کے بعد آپس میں جدائی ہو گئی -

محمد بن مسلمہ نے پہلے - دن کے وقت ابو نائلہ کو کعب کے پاس اوسکی دلجوئی کرنے اور استمزاج لینے کے غرض سے بھیجا - ابو نائلہ پہونچا - کعب نے بڑے خلوص سے اوسکی خاطر و مدارات کی - اور دیر تک آپس میں شعر خوانی ہوتی رہی پھر ابو نائلہ نے اپنے مدعائے بیان کو اس عنوان سے شروع کیا -

بھائی کیا کہیں اس شخص کا (رسول صلعم) آنا تو ہم لوگوں کیلئے بلائے جان ہو گیا - تمام عرب ہمارے دشمن ہو کر ہم سے جنگ و قتال پر آمادہ اور مستعد ہو گئے - اور ایک کمان سے ہم پر تیر چلانے لگے - ہماری تجارت اور کاروبار کی تمام راہیں بند کر دیں - اس شخص (رسول اللہ صلعم) کا یہ حال ہے کہ ہمارے پاس تو خود کھانے کو نہیں ہے - ہم اونکو دیں تو

کہان ہے۔ یہ ہین کہ ہم سے ہمیشہ وصولی ہی کی فکر مین ہین یہ سنکر کعب بولا۔ ابھی کیا ہوا ہے۔ اس سے بڑہکر بلا و مصیبت مین پڑو گے۔ مگر بھائی یہ بتلاؤ کہ ان مشاہدات مخالف کے بعد بھی مدینہ والون کے خیال محمد صلعم کی طرف سے کیسے ہین؟ ابو نائلہ نے کہا کہ ظن غالب یہ ہے کہ اونکی حمایت سے لوگ دست بردار ہوجائین اور اون سے دوری اختیار کرین گے۔ لیکن بات یہ ہے کہ ابھی ابھی اون سے عہد و پیمان کر چکے ہین۔ اسوجہ سے عجلت کرنا نہین چاہتے۔ یہ سنکر کعب بہت ہی مسرور ہوا۔ ابو نائلہ نے کہا محمد صلعم کی نسبت تمہین میرے ذاتی خیالات تو معلوم ہو چکے اب تمکو یہ بھی سنا دیتے ہین اور یقین ہے کہ تم اسے سنکر بہت خوش ہو گے کہ مین نے اپنے اس خیال مین اکثر لوگون کو شریک کر لیا ہے چنانچہ محمد بن مسلمہ۔ عباد بن بشر۔ حارث ابن اوس بن معاذ۔ اور ابو عیس۔ یہ تمام لوگ میرے ہمخیال اور ہمرائے ہو چکے ہین اور ہمکو اور ہمارے ان تمام دوستون کو اپنی عسرت و ناداری کی موجودہ حالت مین تمہاری استعانت و مددگاری کی ضرورت پیش آگئی ہے۔ اور ہم اسوقت اوسی ضرورت کی وجہ سے تمہارے پاس حاضر ہوئے ہین۔ کعب نے کہا تمکو کیا ضرورت ہے اگر قرض لینا چاہتے ہو تو اپنی بی بیون کو رہن رکھدو۔ ابو نائلہ نے کہا ہمین بی بیون کے رہن مین صرف یہ تامل ہے کہ تم ماشاء اللہ جیسے صاحب حسن و جمال ہو وہ روشن ہے۔ ہماری بی بیان تمہارے حسن و جمال کے مقابلہ مین اپنی عصمت و وفا پر قایم نہ رہ سکین گی۔ کعب بولا۔ اچھا لڑکون کو گروی رکھدو۔ ابو نائلہ بولا ہمین بھی شماتت دنیا کی وجہ سے تامل ہے۔ دنیا کہیگی کہ جن بچون کے واسطے قرض لینے گئے۔ اونھین کو گرو رکھ آئے۔ پھر قرض لیا بھی تو کس کے لئے۔ ہان ان دونون چیزون کی جگہہ اگر تم ہمارے اسلحات کو رہن کرکے قرضہ دینے کا وعدہ کرو تو ہم لوگ رات کو اپنے اسلحات لیکر تمہارے پاس آئین یہ بھی تمکو معلوم ہے کہ آجکل چارون طرف جنگ و قتال کی خبر گرما گرم مشہور ہونے سے انسانکو عموماً اسلحات کی کتنی ضرورت ہوتی ہے یہ سنکر کعب نے کہا اچھا اپنے اپنے اسلحات لے کر تم لوگ رات کو آنا۔

ابو نائلہ یہ قول و قرار لے کر کعب سے رخصت ہوا۔ اپنے رفقا سے ملا۔ اور ساری سرگذشت سنا دی۔ پھر یہ لوگ ملکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین آئے۔ اور روئداد عرض کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

انطلقوا بسم اللہ اللھم اعنکم	خدا کا نام لیکر جاؤ۔ خدا تمہاری اعانت فرمانے والے

رات ہوئی تو یہ لوگ حصار کعب کی طرف روانہ ہوئے۔ حسن اتفاق سے مہینہ کی چودہوین[۱۴] تاریخ تھی اور رات بھر کی چاندنی۔ یہ لوگ چلے تو چارون طرف میدان مین چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ رات کا ہیکو اچھا خاصہ دن تھا۔ یہ پانچون جوان انصار کعب کے دروازے پر پہونچے۔ آواز دی۔ کعب اوسوقت عیش و عشرت کے عالم خاص مین غرق تھا۔ دولہا بنا بیٹھا تھا حسین ترین عرب کی ایک دوشیزہ لڑکی سے اوسی دن نکاح کیا تھا۔ وہ حسینہ تو عطریات اور دیگر خوشبویات مین ڈوبی ہوئی پوری عروس نوبہار بنی تھی اوسی کے ساتھ یہ بھی کپڑون اور بالون مین عطریات و خوشبویات لگائے اوسکے پہلو مین سہرا باندھے گلدستہ بنے بیٹھے تھے۔ آواز سنکر فوراً چلنے لگے۔ بی بی نے منع کیا اونہون نے کہا جانے دو۔ ہمارے بھائی اور احباب

بلاتے ہین وہ بولی۔ کہتی ہون۔ نجاؤ۔ مجھکو انکی آواز سے بوئے شرارت آتی ہے۔ کعب نے کہا نہین۔ کوئی غیر نہین سب اپنے ہین۔ ان مین میرا رضاعی بھائی ابونائلہ بھی موجود ہے اور وہ اسقدر میرے آرام کا خواہان ہے کہ اگر سخت ضرورت کے وقت بھی مجھے سوتا ہوا پائے تو کبھی نہ جگائے۔ تو پھر ایسے لوگون سے اندیشہ کیسا؟ بی بی بولی۔ یہ سب صحیح ہے۔ مگر مین کہتی ہون تم نہ جاؤ۔ ضرور خطرہ ہے۔ کعب نے کہا۔ تم کیسا بے معنی اصرار کرتی ہو۔ تم نہین جانتی ہو ہم ان لوگون سے وعدہ کر چکے ہین۔ اور شرفا کے لئے ایفائے وعدہ فرض اولین ہے۔ یہ کہا اور بی بی سے دامن چھڑا کر قلعہ کے نیچے اوتر آیا۔

اس اثنا مین محمد بن مسلمہ نے اپنے ہمراہیون سے یہ ترکیب قتل کعب کی ٹھیرالی کہ مین اوسکے لمبے بال پکڑ لونگا اور اشارہ کرونگا تم تلوار لیکر ٹوٹ پڑنا۔

کعب نیچے آتے ہی ان لوگون سے بلا تکلف ملا۔ تھوڑی دیر تک باہمانہ مراسم تعظیم و تکریم ہوتے رہے اس اثنا مین ابونائلہ نے کہا۔ کعب کیا اچھی چاندنی ہے۔ کیا تم شب ماہ کی لطف انگیزیون کی سیر کرنا نہین چاہتے؟ آؤ ٹہلتے ہوئے بیر عجوز (ایک قریب کے کوئین کا نام ہے) تک چلین۔ چاندنی کا لطف اوٹھائین اور باہم گفتگو کا حظ حاصل کرین۔ کعب نے کہا۔ ہان ہان چلو۔ غرض سب ملکر خراماں خراماں چلے۔

اس اثنا مین محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کعب۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم سراپا عطر ہو رہے ہو۔ اور ایسی خوشبو تم سے سوت آرہی ہے کہ مین نے تو آجتک ایسی خوشبو نہین سونگھی تھی۔ لاؤ ذرا اپنے بال تو مجھے سونگھنے دو۔ کعب نے بڑہا دئے محمد نے خود بھی سونگھے اور ہمراہیون کو بھی سنگھا دئے۔ پھر چھوڑ دیے۔ اور پھر باتون کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر محمد نے بال سونگھنے کی خواہش کی۔ کعب نے پھر کاکل بڑہا دیے۔ ابکی بار محمد نے اوسکے بالون کو مضبوطی سے اپنی کلائی پر لپیٹ لیا۔ اور رفقا کو اشارہ کیا۔ وہ تلوارین لے کر ٹوٹ پڑے۔ لیکن اتفاق سے کوئی تلوار کام نہین کرتی تھی۔ محمد نے دیکھا دیر ہوری ہے فوراً قرولی نکالی اور اوسکے پیٹ پر رکھکر پوری نیچے اوتار دی۔ کعب نے ایک ایسی چیخ ماری کہ آس پاس کے تمام یہودیون کے قلعون مین اوسکی آواز پہنچ گئی۔

اوسکی بی بی نے کھڑے ہوکر یا آل نضیر۔ یا بنی قریظہ کے نعرے مارکر حمایت طلب کی۔ اودہر انصار کعب کا سر کاٹ کر چلتے ہوئے۔ جلدی مین حارث کو اپنی تلوار سے خود خفیف سا زخم لگ گیا تھا۔

یہودیون نے انصار کا فوراً تعاقب کیا۔ مگر یہ لوگ راہ کاٹ کر دوسری راہ سے اپنے اپنے مقام پر پہونچ گئے اور فوراً خدمت رسول صلعم مین حاضر ہوکر کعب کا ناپاک سر پائے مطہر پر ڈالدیا۔ آپ نے تبسم فرماکر انصار کے چہرون کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا افلحت الوجوہ کیسے خوشحال اور بشاش چہرے ہین۔ عقیدت مندون نے فوراً عرض کی وجہک یا رسول اللہ حضور کا چہرۂ مبارک بھی یا رسول اللہ۔ اسکے بعد آپ نے فوراً سجدہ شکر ادا فرمایا اور حارث کے موضع زخم پر لعاب دہن لگا دیا وہ فوراً اچھا ہوگیا۔

صبح کو کعب کے قبیلے والے دربار رسالت مین مستغیث بنکر حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ مستوجب القتل تھا دین خدا کی اہانت کرتا تھا مسلمان مرد عورتون کی ہجو کرتا تھا اور مسلمانون کے قتل پر دوسری قومون کو برانگیختہ کرتا تھا۔ اوسکا قتل مسلمانون پر واجب تھا۔ اگر اوسکے بعد اب تم لوگ کسی مفسدے کا قصد کروگے تو تم بھی سزا پاؤگے۔ یہودی کو بنی قینقاع کا نتیجہ پیش نظر آگیا۔ اونکے ہوش و حواس اوڑ گئے اور اسلام کے ساتھ معاہدہ صلح لکھنے پر آمادہ ہوگئے۔ آپ نے حضرت علیؑ سے یہ صلحنامہ لکھوا کر اونھین کے پاس رکھوا دیا۔ زرقانی جلد دوم ص ۱۲ بحوالہ ابن سعد۔

شبلی صاحب کا خود ساختہ اختصار

شبلی صاحب نے اس واقعہ کو ضرورتاً اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ اور اختصار بھی ایسا جو بالکل واقعہ کی تلخیص ہے اور وہ بھی اس انداز سے تحریر فرمائی گئی ہے کہ گویا کعب کا قتل محمد بن مسلمہ وغیرہم کی اپنی راے و تجویز کا مقتضا تھا۔ خدا یا رسول کا منشا نہین تھا اسی وجہ سے آپ نے اس واقعہ کے متعلق اوس آیۂ قرآنی کو نہین لکھا جس سے قتل کعب کا حکم مستنبط ہے اور جنکو ہم مفسرین و محدثین کے اسناد متفقہ سے اوپر لکھہ آئے ہین۔ اور نزول حکم کے وقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تمام مسلمانون کو اس سے آگاہ و مطلع فرما دینا بھی نقل کرچکے ہین اس خبیر النفس یہودی کے جتنے جرائم تھے اونکو شبلی صاحب نے بھی لکھا ہے اور اون سے زیادہ مین نے لکھکر بتلا دیا ہے پھر ان تصریحات کے بعد آپ کا اس واقعہ کو اختصار و تلخیص کے ساتھ اس انداز سے لکھنا کہ رسولؐ اس کے حکم و عمل سے بال بال الگ دکھلائی دین۔ کس سبب سے ہے؟

سبب خاص تو وہی معلوم ہوتا ہے کہ معترضین اور خصوصاً عیسائی مؤلفین کے اعتراض کا قدیم خوف پھر عائد حال ہوگیا کہ وہ کہین گے کہ مسلمانون نے حکم رسولؐ سے کعب کو ظلم و جبر اور حیلہ و غدر سے قتل کر ڈالا۔ اسی خوف کے خاموش اثر سے جسکو آپ ظاہر کرنا نہین چاہتے تھے۔ آپ نے اپنی کتاب مین تلمیحاً یہ عبارت لکھدی ہے جسکو ہم ذیل مین نقل کرتے ہین۔

ارباب روایت نے لکھا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے آپ کی خدمت مین یہ بھی عرض کیا تھا کہ ہمکو کچھ کہنے کی اجازت دیجائے۔ ارباب سیر نے اسکے یہ معنی لگائے ہین کہ اونھون نے جھوٹ بات کہنے کی اجازت مانگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اجازت دیدی۔ اَلْحَرْبُ خِدَعَةٌ یعنی لڑائی مین دھوکا دینا جائز ہے۔ لیکن بخاری کی روایت مین یہ لفظ ہے اَذِنْ لَنَا فَلْنَقُلْ یعنی ہمکو اجازت دی کہ ہم گفتگو کرین۔ اس سے غلط گوئی کہان نکلتی ہے سیرۃ النبی ص ۲۹۵

ع۔ نشانہ ہونگے ہمین تیر جس کمان سے چلے۔ شبلی صاحب کے نزدیک تمام باتون کے بگاڑنے والے اہل سیرت ثابت ہوتے ہین۔ لیکن میری تحقیق مین علی الاکثر حضرات محدثین ہی ان غلط فہمیون کے پھیلانے کے باعث قرار پائے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ جتنی کثیر التعداد کتابین حدیثون مین لکھی گئی ہین اوتنی سیرت مین نہین۔ چنانچہ اس واقعہ مین شرح زرقانی صفحہ ۱۱ و ۱۲ پڑھکر دیکھہ لئے جاوین کہ اَلْحَرْبُ خِدْعَةٌ کے مسئلہ کے تسلیم کرنے والے کتنے محدثین کرام ثابت ہوتے ہین پھر

تنہا اہل سیرت کو ملزم بنایا گیا؟ اور الحرب خدعۃ کے مسلمہ صحیحہ سے آپ کو انکار کیوں ہے؟

یہ مسلمہ متفقہ صرف حکم شریعت ہی کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ قانون فطرت کے بالکل موافق۔ ہر قوم و ملت سے آگے ثابت ہو چکا ہے اور ابتدائے عالم سے لے کر اس دم تک ہر قوم و ملک اور ملت و مذہب میں اسپر عملدرآمد جاری ہے اگر آپ اس مسلمہ سے انکار کریں گے تو پھر آپ کو واقعہ ہجرت میں فرش خواب پر حضرت علیؑ کو سلا دیئے اور رسول اللہؐ کے یوں مخفی طور سے چلے جانے۔ اور اس موقعہ پر خدا کے اس عملی حکم فرمانے۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ	جسوقت کافر لوگ تم سے مکر کرتے تھے کہ تمکو قید کریں قتل کر ڈالیں یا خارج البلد کر دیں۔ اور وہ مکر کرتے تھے۔ اور خدا ان کے مکر کا جواب دیتا تھا اور وہ بہتر جواب دینے والا ہے مکرین مکر کرنیوالوں کا۔

کے جواب معقول پیش کرنیکے لئے بھی تیار ہو جانا چاہیئے

یہ سب توہمات ہیں۔ جو شبہات و قیاسات سے بھی تخیلات انسانی کے دائرے میں فروتر ہیں ہم نے اس واقعہ کے ذکر و نقل میں پہلے ہی سے آپ کے اس اختصار و تلخیص کے سبب اصلی کو پا لیا ہے اور اسی وجہ خاص سے قتل کعب کے واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھ بالکل خدا و رسولؐ کے مطابق ہونا۔ تمام اسناد صحیحہ و مشہور و قویہ سے ثابت کر دیا ہے اور پوری توجیہ و تصریح کے ساتھ یہ بھی بتا دیا ہے کہ کعب کی مخالفت اسلام۔ ایذائے رسول انام اشتعال قریش۔ ہتک ناموس مسلمانان۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ناقابل عفو جرائم تھے جنکی سزا سوائے قتل کے دوسری نہیں ہو سکتی تھی اور وہی منشائے قدرت بھی تھی۔ اور اوسی کے مطابق تعمیل بھی کی گئی۔

باقی رہی تعمیل کی صورت۔ جسپر شبلی صاحب کی نظر پڑی ہے۔ اور دوسروں کی نظر پڑنے کا بھی خوف ہوا ہے اوسکی حقیقت یہ ہے کہ کعب کے ساتھ لشکر تو تھا ہی نہیں۔ جسکے لئے ہمراہی لشکر مقابلہ کی ضرورت ہوتی اور سامان حرب و ضرب درست کرنے ہوتے۔ صرف اوس کی ایک ناپاک ہستی کو ختم کر دینا تھا کہ مفسدوں کے دروازے بند ہو جائیں۔ اس بنا پر اوس کو صرف قتل کر دینا تھا اور جب اوسکا اصل قتل حکم خدا و رسولؐ سے متحتم ہو چکا تھا تو اوس کی صورت ظاہری اور اوسکے اقسام و اطراف کی جزئیات سے بحث کرنا محض بیکار ہے۔

قتل ابو رافع سلام بن ابی الحقیق یہودی

کعب کی طرح ابو رافع۔ سلام بن ابی الحقیق۔ یہودی۔ بھی سخت ترین دشمن اسلام تھا۔ جرم و مجرم کی حقیقت و مقدار جب یکساں تھی تو اصول مساوات کی بنا پر صورت سزا بھی مساوی ہونی چاہئیے۔ لہٰذا ابو رافع نے بھی جسکا نام سلام بن ابی الحقیق یہودی تھا۔ اپنے مظالم کے آخر نتیجے ویسے ہی دیکھے جیسے کعب بن اشرف نے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

قتل ابو رافع کے تعین وقت کی نسبت۔ تنہا اہل تاریخ و سیرت ہی میں اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ محدثین میں بھی

زرقانی جلد دوم ص ۱۹۰ میں یہ تمام اقوال جمع کردیئے ہیں۔ اور انکی تجمیع سے جس زمانہ خاص کو مختار قرار دیا ہے وہ حافظ ابن حجر صاحب کے مختار کے موافق جمادی الاولیٰ (قتل کعب سے دو مہینے بعد) ۳ھ ہجری ہوتا ہے۔ اور اسی کو امام المورخین ابن جریر طبری اور رئیس المحدثین حافظ جمال الدین محدث شیرازی نے بھی اپنا قول مختار قرار دیا ہے ہم اسکی تفصیل کو کتب صحاح اور طبری کے ماخذ متفقہ سے ترجمہ کرکے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

کعب کے واقعہ میں اوپر بیان ہوچکا ہے کہ اسکے قتل میں صرف قبیلہ کے اوس کے جوانان انصار شریک تھے اور کوئی دوسری قوم و قبیلے کے لوگ نہیں تھے۔ یہاں تک کہ انکے ہمسر و ہمچشم قبیلہ خزرج کا ایک فرد واحد بھی شامل نہیں تھا قبیلہ اوس کے اس مخصوص حسن خدمت کے مشاہدے سے قبیلہ خزرج کے انصار کو ایک گونہ مخلصانہ اور عقیدتمندانہ رشک پیدا ہوا اور وہ سمجھے کہ خدمت اسلام کے متعلق قبیلہ والے ہم سے سبقت لے گئے اس بنا پر ابورافع کی مہم کو حاصل کرنے کی خصوصیت کے متمنی ہوئے۔

تاریخ و حدیث دونوں کے شواہد بتلا رہے ہیں کہ کعب اور سلام یہ دونوں سرداران یہود اسلام کے زبردست اور طاقتور دشمن تھے۔ صرف دشمن ہی نہیں۔ بلکہ اپنی فساد انگیزیوں سے دوسری قوم و قبیلے کے لوگوں کو دشمن بنانیوالے مخالفت اسلام اور ایذائے رسول انام علیہ السلام میں دونوں کے حرکات برابر تھے۔ کعب اگر تقریر سے دیگر اقوام و قبائل کو اسلام کا دشمن بنلتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا پہونچاتا تھا۔ تو ابورافع اپنی دولت کثیر سے مخالفت اسلام اور ایذائے رسولؐ کے مفاسد و مظالم برپا کرتا تھا۔ کعب کا تو خاتمہ ہوگیا تھا۔ لیکن اسکی موجودگی سے ابھی ویسی ہی اندیشے لگے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں رئیسان خزرج نے اس حسن خدمات کی انجام دہی کے لئے عرض خدمت کی۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اجازت دیدی۔

اجازت لیکر پانچ دلیر اور پرہمت جوان۔ عبداللہ بن عتیک اور عبداللہ بن انیس۔ عبداللہ بن عتبہ ابوقتادہ اور ایک شخص جو خزرج کا حلیف تھا۔ اس مہم کی انجام دہی پر روانہ ہوئے۔ جس طرح محمد بن مسلمہ کعب کے واقعہ میں اپنے ہمراہیوں کا افسر تھا اوسیطرح عبداللہ ابن عتیک اپنے ہمراہیوں کا موجودہ مہم میں حاکم مقرر ہوا۔ چنانچہ اہل تاریخ و سیر نے کعب کے واقعہ کو سریہ محمد بن مسلمہ کے نام سے اور ابورافع کے موجودہ واقعہ کو سریہ عبداللہ بن عتیک کے نام سے موسوم کیا ہے۔

ان دونوں واقعات میں ہر قرینہ سے پوری مماثلت ثابت ہوتی ہے لیکن موقع میں البتہ اختلاف پایا جاتا ہے کعب کا حصار مدینہ سے بالکل قریب تھا۔ اور ابورافع جو کنانہ بن ابی الحقیق (شوہر اول حضرت صفیہؓ) کا اپنا بھائی تھا۔ خیبر کے قریب جا بسا تھا۔ اور عین قریش کی راستہ پر اسکا حصار واقع تھا۔ اور وہیں اسکی تجارت کے مال خانے بھی تھے۔ یہ دونوں بھائی۔ کنانہ اور ابورافع بڑے کثیر المایہ تجار تھے۔ اور چونکہ تمام علاقہ حجاز کی تجارت اسکے ہاتھ میں تھی۔ اسلئے دونوں تجار

حجاز کے لقب خاص سے مشہور تھے۔ اس بنا پر جو لوگ کعب کے واقعہ مین شریک تھے اونکو مدینہ سے آگے جانیکی زحمت نہین ہوئی۔ بخلاف انکے ابورافع کی مہم والون کو بہت دور جانے کی تکلیف اوٹھانی ہوئی۔

لیکن بہ ہمت۔ ہمت مردان مدد خدا۔ منزل مقصود تک پہونچ ہی گئے۔ عبداللہ بن عتیک خود بیان کرتے ہین کہ ہملوگ غروب آفتاب کے وقت حصار ابورافع کے نزدیک پہونچ گئے۔ ہم نے اپنے ہمراہیون کو قلعہ کے قریب ایک علٰحدہ گوشہ مین بٹھلا دیا اور اون سے کہا کہ مین قلعہ مین جانیکی فکر مین جاتا ہون۔ تم یہین بیٹھے رہنا ضرورت کے وقت ہم تمہین آواز دین تو تم چلے آنا۔ یہ کہکر مین دروازہ قلعہ کے پاس آیا۔ تو دیکھا دربان قلعہ کا دروازہ بند کرنیکو بالکل تیار ہے مین دروازے کے قریب قضاے حاجت کے حیلہ سے بیٹھگیا۔ اوس نے مجھے دیکھکر کہا اے بندۂ خدا اگر تجھے قلعہ مین آنیکی ضرورت ہو تو جلد آ۔ ورنہ مین دروازے بند کرونگا۔ تو پھر رات بھر آنا ممکن نہ ہوگا۔ یہ سنکر مین دروازے کے اندر چلا آیا۔ اور ایک گوشہ مین چھپ رہا۔ دربانی کواڑ بند کردیے اور مکانات قلعہ کی کنجیان دیوار مین لٹکا دین۔ مین اپنے مقام پر بیٹھا ہوا دیکھتا رہا جب وہ لیٹ کر غافل سوگیا۔ تو مین چپکے سے اوٹھا اور کنجیون کا گچھا لیکر چلتا ہوا۔ قلعہ کے دروازے کے نیچے آیا کان لگائے تو مجھے ابورافع کی آواز قلعہ کے بالائی حصہ پر معلوم ہوئی۔ اور ایسا معلوم ہوا جیسا کہ امراے عرب کا دستور قدیم تھا کہ رات کو کھانے کے بعد ایک داستان گو سے داستانین سنا کرتے تھے اور سنتے سنتے سو جاتے تھے۔ ابورافع بھی اوسوقت اسی شغل مین تھا۔ وہ اپنے بستر خواب پر جا چکا تھا۔ اور ایک داستان گو اوسے قصہ سُنا کر گویا اسے سُلا رہا تھا۔ مین وہین منتظر کھڑا استادہ رہا۔ یہانتک کہ داستان گو کی آواز موقوف ہوگئی۔ اور مجھے یقین ہوگیا کہ ابورافع سوگیا۔ اور داستان ختم ہوگئی مین نے مزید احتیاط کے خیال سے قصدًا تھوڑا اور عرصہ لگایا۔ اور جب مجھے پورا یقین ہوگیا کہ اب قلعہ مین کوئی متنفس جاگتا نہین ہے۔ تو مین نے کنجیون سے دروازے کھولنے شروع کردیے۔ اور اسیطرح ایک کمرے کے بعد دوسرا کمرہ کھولتا ہوا اوس خاص کمرہ میں پہونچا جہان ابورافع سورہا تھا مین دروازے پر کھڑا رہا۔ روشندانون سے چاندنی کمرے مین تمام پھیلی ہوئی تھی۔ مین نے دیکھا کہ وہ تنہا نہین سورہا ہے۔ اوسکے تمام بال بچے ارد گرد سورہے ہین۔ مین نے اس ننگ و عار کے خیال سے کہ سوتے مین مارنیکی وجہہ سے عرب مین میری بڑی بدنامی ہوگی۔ اس لیے مین نے بڑی دلیری سے ابورافع کو آواز دی۔ اور کہا۔ ابورافع سنو!۔ ابورافع فورًا جاگ پڑا لیکن اوس کے سب بال بچے پڑے سوتے رہے۔ اون مین سے ایک بھی بیدار نہ ہوا۔

ابورافع جیون میرے پاس آیا۔ مین نے اوسکو تلوار سے مار گرایا۔ لیکن چونکہ قبل ہی سے مین خود خوف زدہ ہورہا تھا اس لئے ضرب کاری نہ پڑی۔ اور مین وہان سے لوٹ پڑا۔ اس اثنا مین مجھے خود محسوس ہوا کہ اوسکو پوری ضرب نہین لگی۔ زخم اوچھا ہے۔ یہ تو مین نے کچھ نہ کیا۔ نہ اوسی کا کام تمام ہوا اور نہ میرا۔ یہ سونچکر مین پھر لوٹا۔ تو مین نے اوسکو وہین زمین پر پڑا پایا۔ لیکن اوسکی بی بی جاگ اوٹھی تھی۔ اور وہ اوسے بلا رہا تھا۔ وہ کہتی تھی کہ مین نے بلانے والے کی آواز سنکر پہچان لی ہے

عبداللہ بن عتیک کی آواز تھی۔ ابو رافع کہہ رہا تھا۔ او بیوقوف عبداللہ بن عتیک اتنی دور سے رات کے وقت خصوصًا ایسی حالت مین جب قلعہ کے تمام دروازے بند ہو چکے ہین یہان کیسے چلا آسکتا ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی اور اوس کی بی بی اوس کے پاس آنا ہی چاہتی تھی کہ مین پہونچ گیا۔ اور پہونچنے کے ساتھ ہی اوسکے پیٹ پر چھری رکھکر پیچھے تک اوتار دی اور اوس کو خون مین لوٹتا ہوا چھوڑکر فورًا لوٹا۔ اور بڑی تیزی سے بالائی حصہ سے اوترکر نیچے کے حصہ مین آیا۔ جلدی مین اوپر سے نیچے اوترنے مین پاؤن پھوٹا پڑا اور مین گر پڑا پاؤنکی پھلی مین سخت چوٹ آگئی۔ نیچے آکر مین نے جلدی سے اپنا عمامہ اوتارکر ساق پا کو باندہا۔ اور اپنی ایک ہی ٹانگ سے افتان وخیزان دروازہ قلعہ پر پہونچا۔ جب کے سے کواڑ کھولے اور اپنے رفقا سے ملگیا۔ اور پھر ہم سب مل کر مدینہ کی طرف غیر متعارف راستہ سے روانہ ہوگئے۔

مدینہ پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا روداد عرض کردی۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے موضع ضرب پر مس کردیا اور میرا درد لنگ جاتا رہا۔

محدث شیرازی اس تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو تحریر فرماکر آخر میں یہ عبارت لکھتے ہین۔

این روایت در قتل ابورافع در صحیح بخاری مسطور است و در اکثر کتب سیر قتل وے بطریق دیگر مروی گشتہ وآنچہ در صحاح است اولی تر است بایراد روضۃ الاحباب ص ۲۵۱	ابو رافع کے قتل کی یہی روایت صحیح بخاری مین لکھی ہے اکثر کتب سیرت مین دوسرے طریقون سے بھی مروی ہے لیکن جو طریقہ کہ صحاح مین ہے اوس کا استنباط کرنا مناسب تر ہے۔

قتل ابو رافع کا قریب قریب ایسے ہی واقعہ تاریخ طبری اور تاریخ ابن ہشام مین بھی لکھا ہے طبری ص ۱۳۷۵-۱۳۸۰ ابن ہشام ص ۱۹۰ ج ۲۔

غزوہ احد

(۷ شوال پنجشنبہ سنہ ۳ ہجری)

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

نہ افسردہ خاطر ہو۔ نہ ملول ہو۔ تم اونچے ہوکر رہوگے۔ اگر تم لوگ ایمان والے ہو۔ (آل عمران)

شکست بدر سے۔ غم والم اور مصیبت وماتم۔ کفار قریش مین۔ جس شدت کے ساتھ برپا تھا اوسکے تفصیلی حالات ہم اوپر لکھ چکے ہین یہ قریش کے تمام قبائل اور اونکے ساتھ بیرونجات کی قومون کے وہ تمام لوگ جنکے اعزہ واقارب واقعہ

بدر میں سترایک ہوکر مقتول ہوئے تھے تنہا گریہ کنان اور نوحہ خوان ہی نہیں تھے بلکہ شغل گریہ وزاری کے ساتھ وہ ہمہ دم مسلمانوں سے عوض و قصاص کے لینے کی تدبیرون میں اپنا آپ لہو پی رہے تھے۔ دنیا جانتی ہے عرب کا ایسا ملک۔ جہاں صرف ایک تن واحد کے قتل کردینے کیلئے حریف سے جنگ برپا ہوکر نسلاً بعد نسلاً اور بطناً بعد بطناً سلسلہ محاربت قایم رکھا جاوے وہاں بیکبار ستر آدمی کے قتل کئے جانے مین عوض و قصاص مقتولین کی طرف سے خاموشی اختیار کرلیجائے کیسے ممکن ہے۔ پھر مقتولین بھی کیسے جو ممتاز ترین قوم تھے۔ اور معزز ترین قبائل۔

قریش مین نوحہ خوانی کے ساتھ قصاص کی سلسلہ جنبانی بھی جاری تھی۔ غزوۃ السویق کے ذکر مین ابوسفیان قریشیون کی جدید میر ساان کی یہودیون کے ساتھ مخالفت اسلام کی تدبیرون مین ریشہ دوانی اوپر بیان ہوچکی ہے اس بنا پر یقین کرلینا چاہیئے کہ قریش ایک دم کے لئے بھی اپنے اس خیال و تدبیر سے غافل نہین تھے لیکن ابوسفیان جو اسوقت تمام کفار عرب اور مشرکین قریش کا سردار تھا۔ جن سامانون سے آیندہ مقابلہ اسلام (اُحد) مین آیا ہے اونھین سے اندازہ کرلیا جاسکتا ہے کہ اس کر و فر اس ساز و سامان اور اس خدم و حشم کی ترتیب و تزئین مین کتنا وقت اور کتنا سرمایہ صرف ہوا ہوگا۔

غزوۃ السویق سے لوٹ آنے کے بعد۔ ماتم نشینان قریش مین سے چند منتخب نمودار ان قریش بسرکردگی عکرمہ بن ابی جہل ابوسفیان کے پاس آئے اور قصاص بدر کے معاملہ مین عجلت کے ساتھ عمل پیرا ہونیکے لئے ایک طول و طویل زبانی درخواست کرنیکے بعد۔ کہنے لگے کہ ہماری سب کی متفقاً یہ رائے قرار پائی ہے کہ قوم کے منافع کی رقم خاص جو آپ کی تحویل مین موجود ہے وہ کل کی کل اس فرض کی ادا کاری مین صرف کردیجائے۔ اسکے علاوہ وہ سرمایہ بھی جو تمام قوم و قبائل سے اس ضرورت خاص کے لئے طلب کیا جائے گا۔ اسی مہم مین اوٹھایا جائیگا۔ اور اوسکی فراہمی کیلئے ہملوگ خاص طور پر ذمہ دار ہوتے ہین۔

ابوسفیان نے اونکی اس درخواست کو قبول کرلیا لیکن ابوسفیان اور اوسکے تمام ہمخیال اور ہمزبان جانتے تھے۔ صرف جانتا ہی نہین بلکہ کامل طور سے اندازہ کرچکے تھے کہ اب اہل اسلام اپنی قوت اور جمعیت کے لحاظ سے وہ نادار نا پرسان بے یار و مددگار قوم نہین رہی تھے۔ بلکہ ایسے تھے اور اتنے ہوچکے تھے کہ اونکی مخالفت اور مقابلت کے لئے اب ایسے اور اتنے سامانون کی ضرورت تھی جو بدر کے سامان گذشتہ سے کہین زیادہ ہو۔

ابوسفیان نے کیا۔ تمام قریش نے اس ضرورت کو ابتدا ہی سے مدنظر رکھا۔ عکرمہ بن ابی جہل نے بیرونی امداد کے لئے یہ انتظام کیا کہ مقتولین بدر کے اعزہ اور مشرکین مکہ کے عمائد و رؤسا کا ایک حلقہ ماتم مرتب کرکے جن مین عرب کے دو فصیح اللسان اور سحر البیان شاعر عمر بن جمحی اور مسافع بھی شامل تھے گرد و نواح کے ایک ایک قوم و قبیلہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور قصاص بدر کے ضروری اور واجب التعمیل مسئلہ کی نسبت اونکو برانگیختہ کیا۔ اور امداد طلب کی اعزائے مقتولین کی نوحہ خوانی یا اطراف قریش کی حاضری یا موجودگی نے لوگون کے قلوب پر اتنا اثر نہین کیا۔ جتنا ان دونون شاعرون کی جادو زبانی نے تمام قوم و قبائل

میں مخالفت اسلام کی آگ بھڑکا دی۔ ان دونوں شاعروں میں عمرو بن جحمی وہی احسان فراموش شخص تھا جو جنگ بدر میں گرفتار ہو چکا تھا حضرت عمرؓ نے جسکے دانت تڑوا دینے چاہے تھے لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاص اخلاق واشفاق کے تقاضے سے رہا فرما دیا تھا۔ اس احسان کی پینڈت گذاری تھی اور اس عنایت ورعایت کی یہ معاوضت جنگ بدر کو بہرحال نئی موجودہ تحریک و تدبیر میں پوری کامیابی ہوئی اور لوگوں نے بڑے ایثار نفس کے ساتھ جان و مال سے اس مہم میں امداد کی۔

ابوسفیان کا سازو سامان جنگ — ابوسفیان نے ابوجہل سے کہیں زیادہ تحقیق و ترتیب فوج میں بڑی کشادہ دلی سے کام لیا پچاس ہزار مثقال سونا جو منافع تجارت کا اسکی تحویل میں تھا۔ انھیں سامانوں میں صرف کر دیا ابوسفیان کی اسی تیار باطل کا اشارہ قرآن مجید کے اس آیہ میں کیا گیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ	وہ لوگ جو کافر ہیں اپنے مال کو دین خدا کے روکنے میں خرچ کرتے ہیں۔ انھیں لوگوں پر عاقبت میں حسرت آنے والی ہے اور یہی لوگ مغلوب ہونے والے ہیں۔ زرقانی جلد دوم ص ۲۴

اتنی بڑی رقم کثیر کے صرف سے تین ہزار آہن پوش جوانوں کا لشکر اسلام کا نام مٹانے اور مسلمانوں کا خون بہانے کے لئے طیار ہو گیا۔ راحلہ کا اتنا وافر انتظام کیا گیا کہ لشکر ایثار بردار ہی کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد پانسو ۲۰۰ اونٹ اور دو سو گھوڑے کوتل رکھے گئے۔ اسلئے کہ ضرورت کے وقت کام آئیں۔

عورتوں کا بینڈ — ابوسفیان کے انتظاموں میں سوائے افراط و بہتات کے اور کوئی نوعیت ایسی نہیں تھی جو بیان کے قابل ہو لیکن ہاں ایک نوعیت جو اسکی جدت طبع کا خاص نمونہ تھی وہ البتہ قابل ذکر ہے اور اسی لئے تمام مورخین ومحدثین نے اسکو خصوصیات کی نظر سے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ لشکر کی تمام زینت وآرائش کے سامانوں کے ساتھ ابوسفیان نے ممتاز ین قریش کی بہت سی عورتیں بھی ہمراہ لے لی تھیں اسلئے کہ وہ اپنے جمال جہان آرا اور نغمہائے دلآویز ودلربا سے جوانان قریش کو پر جوش و تازہ دم بنایا کریں۔

بہرحال جو ضرورت ہو اس سے بحث نہیں لیکن جیسا کہ آئندہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ لشکر میں اس صنف نازک کا شمول۔ ابوسفیان کی کامیابیوں کے حصول کا ذریعہ ضرور ظاہر ہوا خصوصاً ہندہ۔ زوجہ ابوسفیان کی مخفی کارروائیوں نے اسلام کو بظاہر بڑا نقصان پہونچایا تفصیل یہ ہے کہ ہندہ زوجہ ابوسفیان کے باپ عتبہ بن ربیعہ کو حضرت حمزہؓ نے بدر میں قتل کیا تھا اور جبیر بن مطعم کے چچا کو بھی آپ ہی نے قتل فرمایا تھا۔ اس بناپر حضرت حمزہؓ کا قتل ہندہ کو ہمیشہ مدنظر تھا۔ روانگی سے پہلے ہندہ نے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو۔ جو کہ کا مشہور جنگجو تھا اور جس سے انکو ربط خاص تھا حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کر لیا تھا چنانچہ وحشی نے اپنا وعدہ پورا کیا جیسا کہ عنقریب سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ شبلی صاحب نے ان عورتوں کے یہ نام بتلائے ہیں۔

(۱) ہند۔ عتبہ کی بیٹی امیر معویہ کی ماں
(۲) ام حکیم۔ عکرمہ (فرزند ابوجہل) کی بیوی
(۳) فاطمہ۔ حضرت خالد (ابن ولید) کی بہن
(۴) برزہ مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی
(۵) ریطہ۔ عمر عاص کی زوجہ
(۶) خناس۔ حضرت مصعب ابن عمیر کی ماں

سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۲۷۱

مدینہ میں قریش کی خبر

جب لشکر قریش کی طیاری ہو چکی اور وہ مکہ سے مدینہ چلنے لگے۔ تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے جو قبول اسلام کے بعد مدینہ سے مکہ واپس چلے آئے تھے۔ ایک قاصد تیز رفتار کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس عظیم فوج کشی کی خبر پہونچا دی اور قاصد کو تاکید کر دی کہ تین دن کے اندر آنحضرت صلعم کے پاس مدینہ میں پہونچ جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پانچویں شوال کو آنحضرت صلعم کو یہ خبر ملی۔ آپ نے سُنکر ارشاد فرمایا۔

حسبك الله نعم الوكيل اللهم بك احول و بك اصول۔ — ہمارے لئے خدا کافی ہے۔ پروردگار تجھی سے مجھ میں قوت ہے اور تجھی سے ابتدا ہے

اسکے بعد آپ نے دو مخبروں کو جو قبیلہ انصار سے تھے۔ جنکے نام انیس و مونس تھے مکہ کی راہ تفحص احوال کی غرض سے بھیجدیا۔ دونوں مخبروں نے فوج غنیم کے مشاہدے کے بعد خدمت رسول میں عرض کی کہ مشرکین کا لشکر مقام عریض میں مقیم ہے اور قبائل انصار کو بالکل تباہ و برباد کر چکا ہے۔ آپ نے خباب بن منذر کو دوبارہ تصدیق حالات کیلئے بھیجا۔ اور انھوں نے فوج غنیم کے تمام جزوی اور کلی حالات سے پورے طور پر مطلع کیا۔ چونکہ قریش سے مدینہ پر فوری تاخت کا قوی اندیشہ تھا اس بنا پر آنحضرت نے شہر کے چاروں طرف پہرے بٹھلا دئے اور حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ۔ یہ دونوں سرداران انصار دن رات ہتھیار باندھے مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑے پہرہ دیتے تھے

مقابلہ کی تجویز اور صحابہ سے مشورت

شہر کی حفاظت کا کامل انتظام فرما کر آنحضرت صلعم نے مقابلہ و مقاتلہ کی طرف توجہ فرمائی آپکی تجویز یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہکر غنیم کی مدافعت کیجائے۔ اس امر خاص میں صحابہ کا استمزاج لیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول۔ جو بظاہر اسوقت تک اسلام کا شریک و رفیق تھا اور اس موقع پر بھی حاضر تھا۔ کہنے لگا میں تو آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ مدینہ میں بیٹھے بیٹھے قریش سے مقابلہ کریں۔ کیونکہ سالہا سال کے تجربہ سے مجھے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ جب ہم لوگوں نے مدینہ میں رہکر دشمنوں سے مقابلہ کیا ہے ضرور فتحیاب و فیروزمند ہوئے ہیں اور اگر باہر جا کر ان سے مقابلہ کیا ہے ضرورنا کامیاب ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔

وہ انصار جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے ایک بار بول اٹھے کہ ہم کو اس رائے سے اختلاف ہے ہم کو بدر کے تجربہ نے بتلا دیا ہے کہ ہم مدینہ سے باہر جا کر غنیم پر فتحیاب ہوتے ہیں۔ اس بنا پر ہم کو قریش سے اس معرکہ میں بھی باہر ہی نکل کر مقابل ہونا چاہئے۔ اتفاق سے اکابرین صحابہ جن میں حضرت حمزہ۔ سعد بن عبادہ نعمان بن مالک وغیرہم کے نام خصوصیت سے بتلائے گئے ہیں۔ اس تجویز و صلاح کے موید نکلے۔ اور عرض کرنے لگے کہ مدینہ میں بیٹھکر مقابلہ کرنے سے کفار کی ہمت و جرأت بڑھ جائے گی۔ اور وہ سمجھنے لگیں گے کہ مسلمان ہماری کثرت اور سامان سے خائف

ہوکر باہر نکلنے کی جرأت نہ کرسکے اور گھر میں بیٹھے بیٹھے ہمارے مقابلہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس اس وجہ سے یہ تجویز اسلام کی عزت اور شجاعان اسلام کی جرات وہمت کے مخالف ہے۔

ان لوگوں نے اپنی موجودہ رائے دمختار پر اسقدر اصرار کیا کہ آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں کی رائے دتجویز کو اختیار کیا اور پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ اور سلاح جنگ سے آراستہ ہوکر باہر تشریف لائے۔ اس اثنا میں پھر انصار میں مسئلہ زیر بحث پر گفتگو ہوئی سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر نے انصار سے مخاطب کرکے کہا کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ کی تجویز سے مخالفت کی ہے۔ یہ اچھا نہیں کیا ہے گو کہ غلبہ رائے ہماری ہی طرف ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے اس غلبہ کے خلاف تھی۔ ہم کو اس کا خیال کرنا چاہتا تھا۔ سب نے کہا اگر تمھاری رائے میں ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو تو ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں۔

اس اثنا میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصمت سرائے رسالت سے باہر تشریف لائے۔ سر پر دستار بندھی تھی جسم مبارک پر زرہ آراستہ تھی۔ ادھم سمنی کا کمر بند تھا۔ اس میں ترکش لگا تھا۔ پشت مبارک پر سپر۔ دوش اقدس پر کمان گلوئے اطہر میں شمشیر حمائل اور دست مطہر میں نیزہ نہا اشکن تھا۔ اس مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقی شان وشوکت کو دیکھکر اخلاص مندان اسلام کی جوش عقیدت میں ایک غیر متحمل تحریک پیدا ہوگئی۔ اور سب کے سب موجودہ سطوت وجلالت رسالت کو دیکھکر فوراً کھڑے ہوگئے۔ اور سب نے دست بستہ عرض کی کہ ہم نے حضور کو باہر نکلکر مقابلہ کرنیکی بیکار زحمت دی ہے ہم اپنے اون معروضات کو واپس لیتے ہیں۔ جو تجویز ہوچکا ہے اسی پر عمل فرمایا جائے۔ ارشاد ہوا کہ پیغمبروں کی خصوصیات میں داخل ہے کہ سلاح جنگ باندھ کر پھر قبل از نتیجہ جنگ کر نہیں کھولتے۔ واللہ یفعل مایشاء وھو علی کل شئی قدیر۔

جمعہ کا دن تھا اور نماز کا وقت ہوچکا تھا۔ اسلئے جمعہ کی نماز پڑھاکر آپ نے ایک طولانی خطبہ میں جہاد فی سبیل اللہ پر تقریر فرمائی۔ اور موجودہ مقابلۂ کفر واسلام کے متعلق آپ نے کھلے کھلے اور صاف صاف الفاظ میں تمام اہل اسلام کو بتلادیا۔

ان لھم النصر ما صبروا وامرھم بالتھیوء لعدوھم　　اس شرط پر تمھاری فتح ضرور ہے کہ تم صبر وتحمل سے کام لو اور بلا شرکت نفس اپنے دشمن سے مقابلہ کرو۔　　زرقانی ص ۲۵

لشکر اسلامی اور اسکا جائزہ

جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر موکب رسالت بیرون شہر خیمہ زن ہوا۔ لشکر ہمراہی کا جائزہ لیا گیا۔ عبد اللہ بن ابی سلول کے تین سو ہمراہیوں کو لیکر مجموعاً ایک ہزار جان نثار رکاب میں حاضر پائے گئے جنمیں کل سو جوان زرہ پوش تھے۔ بدر کی طرح اس موقع پر بھی غیر مکلف مہاجر وانصار کے کمسن لڑکے فرط اخلاص وعقیدت سے مجاہد اسلام بننے کے شوق میں لشکر کے ہمراہ ہوگئے تھے۔ مورخین ومحدثین عبد اللہ بن عمر۔ زید بن ثابت۔ اسامہ بن زید۔ زید بن ارقم۔ براء بن عازب۔ اسید بن ظہیر۔ عرابہ بن اوس۔ ابوسعید خدری۔ سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج کے نام لکھتے ہیں۔

جائزہ کے وقت ان تمام پر جوش اور خوش عقیدہ لڑکوں کو غیر مکلف ہونے کی بنا پر سابق کی طرح مدینہ لوٹ جانیکا

حکم صادر ہوا۔ ان میں آخر صاحب۔ رافع بن خدیج نے بڑی ذہانت سے کام لیا۔ جائزہ کے وقت اپنی بلند قامتی کے اظہار کی ضرورت سے یہ اپنے پاؤں کے انگوٹھے پر کھڑے ہو گئے۔ اسلئے انتخاب میں آ گئے۔ اور اسید بن حضیر نے ان کی سفارش کی اور عرض کی کہ تیر اندازی میں یہ مشاق ہو چکا ہے۔ ان تمام پرجوش اور خوش عقیدہ لڑکوں کو تو نہیں لیکن سمرہ بن جندب کو بڑا رشک ہوا۔ اس نے خدمت رسولؐ میں عرض کی کہ رافع اگر منتخب ہوا تو اس سے قوت و طاقت میں میں کہیں زیادہ ہوں۔ میں بھی منتخب کر لیا جاؤں۔ اور مشاہدے کے طور پر میرے اور رافع کا مقابلہ کرا لیا جاوے جب میں انھیں گرا دوں تب میرا انتخاب کیا جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تبسم زیر لب فرما کر سمرہ کی درخواست قبول فرمالی۔ دونوں میں کشتی ہوئی۔ اور سمرہ نے حسب الوعدہ رافع کو زمین پر گرا دیا۔ آنحضرت صلعم نے رافع کے ساتھ ان کو بھی منتخب کر لیا۔

ترتیب فوج اور حفاظت لشکر جائزہ کے بعد لشکر کی ترتیب کی گئی۔ بدر کی طرح تین علم فوج آراستہ ہوئے۔ قبیلہ اوس کا علم اسید بن حضیر کو عنایت کیا گیا۔ خزرج کا۔ خباب بن منذر کو اور بعض روایت کے مطابق سعد بن عبادہ کو۔ مہاجرین کے فوج کا علم خاص حضرت علی مرتضیٰ کو اور بروایتے مصعب ابن عمیر کو عنایت ہوا۔ اور عبداللہ ابن ام مکتوم کو مدینہ کا نگران کار بنا کر شہر میں بھیجدیا گیا اور لشکر اسلام احد کی طرف روانہ ہو گیا۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ ننگی تلواریں کھینچے مرکب رسالت کے آگے آگے جاتے تھے۔ اس دن قبیلہ بنی النجار تک پہونچکر شام ہو گئی۔ اور لشکر اسلام وہیں مقیم ہو گیا۔ لشکر میں نہایت بدتمیزانہ شور و شغب کی آواز آئی۔ جو ناگوار طبع ہوئی۔ استفسار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن ابی سلول کے ہمراہی شور و ہنگامہ کر رہے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ لا تستنصروا باھل الشرک علی اھل الشرک۔ اہل شرک کو مدد پہنچانی چاہیے اور نہ ان سے مدد لینی چاہیے۔ محمد بن مسلمہ کو پچاس جان نثاروں کے ساتھ رات کے وقت لشکر کی پہرہ داری کا حکم ہوا۔ یہاں سے لشکر قریش بالکل قریب تھا۔ اور اتنا کہ ایک دوسرے کی جماعت کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ ابوسفیان نے عکرمہ بن ابی جہل کو فوج کی پہرہ داری پر تعینات کیا۔

خیمہ خاص کی حفاظت کے لئے آپ نے فرمایا: میری حفاظت کون کرتا ہے۔ ایک طرف سے آواز آئی "میں" ارشاد ہوا تم کون ہو۔ جواب آیا۔ ذکوان۔ آپ نے فرمایا بیٹھے رہو۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میری حفاظت کون کرتا ہے پھر آواز آئی۔ میں۔ استفسار ہوا کون۔ جواب ملا۔ ابن عبد قیس۔ ارشاد ہوا اچھا تم بھی حاضر رہو۔ تیسری مرتبہ پھر وہی سوال کیا گیا۔ جواب ملا میں۔ پوچھا گیا کون ہے جواب آیا۔ ابو رافع۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے حکم دیا میرے تینوں محافظ کھڑے ہو جائیں۔ اب کھڑے ہونے والوں میں تنہا ذکوان کھڑا ہو گیا۔ آپ نے تعجب میں آ کر ذکوان سے پوچھا کہ وہ تمہارے دونوں ہمراہی کہاں گئے۔ اس نے عرض کی کہ تینوں بار میں ہی نے حکم پر لبیک کہی تھی۔ پہلے بار میں نے اپنا نام بتلایا دوسرے بار اپنی ابنیت اور تیسرے بار اپنی کنیت۔ میرا پورا نام۔ ذکوان۔ ابو رافع ابن عبد قیس ہے آپ اس کی عقیدتمندانہ اور مخلصانہ ذہانت اور ظرافت سے بیحد مسرور ہوئے اور فرمایا۔ حفظک اللہ تعالیٰ۔ اچھا اب اٹھو اور

اپنا کام کرو خدا تمہیں محفوظ رکھے۔ حکم پاتے ہی ذکوان اُٹھا۔ زرہ پہنی۔ سپر دوش سے لگائی اور رات بھر خیمہ رسول اللہ صلعم اور لشکر اسلام کی پہرہ داری کی۔　زرقانی ص ۲۰۔ روضۃ الاحباب ص ۵۶ ۲ لکھنؤ۔

چھٹی شوال کو نماز صبح جماعت سے پڑھکر لشکر اسلام نے کوچ کیا۔ ابو حثیمہ حارثی دلیل لشکر تھے۔ اور لشکر کو نشیب و فراز راہ سے آگاہ کرتے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر میں لشکر اسلام فوج غنیم کے مقابل میں پہونچگیا۔ کوہ احد مدینہ منورہ سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے　امام قسطلانی کی تحقیق میں عبد اللہ بن ابی سلول اسی منزل سے اپنے ہمراہیوں کو لیکر واپس گیا۔ اسی کے ساتھ عبد اللہ بن عمر بن حرام بھی چلتا ہوا۔ ہر چند اس کے ہمقوم و قبیلہ لوگوں نے سمجھایا کہ عین وقت پر دغا دینی شرافت کے خلاف ہے۔ لیکن اس منافق نے ایک نہ سُنی۔ عبد اللہ بن ابی سلول نے کہا کہ محمد صلعم نے میری صلاح سے کام نہ لیا۔ اور نوجوانوں اور محض ناتجربہ کاروں کی مشورت پر عمل پیرا ہوئے۔ اسلئے ہم کو ان کی شرکت و رفاقت منظور نہیں۔ یہ کہا اور چلتا ہوا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی دغا کی جب اطلاع ہوئی تو آپ نے کچھ بھی تعرض نہ فرمایا۔ لا یلتفت الیہ (زرقانی ص ۳۱) اس کی حرکات پر کوئی التفات نہ فرمائی۔

عبد اللہ بن ابی سلول کی لشکر اسلام سے علیحدگی

فوج سے خلاف امید عین وقت پر تین سو جمعیت کے یک بارگی نکل جانے سے فوج اسلامی میں ایک ہراس پیدا ہو گیا بعض خالص الایمانوں نے اسی وقت ان دغا بازوں کو تہ تیغ کر دینا چاہا۔ اور بعضوں نے کچھ تعرض کرنا نہ چاہا۔ زرقانی صحیح بخاری کی اسناد سے اس واقعہ کو اس صورت میں لکھتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن زید لما خرج رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الی غزوۃ احد رجع ناس ممن خرج منہ وکان اصحابہ صلعم فرقتین فرقۃ تقول تقاتلھم و فرقۃ تقول لا تقاتلھم فنزل فما لکم فی المنافقین فئتین واللہ ارکسھم بما کسبوا و قال انھا طیبۃ تنفی الذنوب کما تنفی النار خبث الحدید و ھذا ھو الاصح فی سبب نزولھا۔	عبد اللہ بن زید سے مروی ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ احد کیلئے چلے تو کچھ لوگ (عبد اللہ بن ابی وغیرہم) جو آپ کے ساتھ نکلے تھے واپس گئے۔ اس وجہ سے طبقۂ صحابہ میں دو قسم کے لوگ ہو گئے ایک کہتے تھے کہ ان واپس جانیوالوں کو قتل کر دینا چاہیے۔ دوسرے کہتے تھے ان کو جانے دینا چاہیے۔ اور تعرض نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ یہ آیہ وافی ہدایہ نازل فرمایا گیا۔ کہ منافقین کے بارے میں دو فرقے ہونیکی کوئی ضرورت نہیں اسلئے کہ خدائے سبحانہ و تعالی نے ان کے عمل کی سزا میں بھی ان کو

ان کی اصل حالت (کفر) کی طرف لوٹا دیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے یہ آیت سنا کر مسلمانوں سے ارشاد فرمایا کہ اب تم اس طرح سے پاک و صاف کر دئے گئے جس طرح آگ لوہے کو جلا کر میل سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔ زرقانی لکھتے ہیں کہ اس آیہ کے اسباب نزول میں سب سے زیادہ صحیح یہی واقعہ ہے۔

ترتیب لشکر اسلامی　اس قضیہ نامرضیہ کے تصفیہ سے فارغ ہو کر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ترتیب

لشکر کی طرف توجہ فرمائی تقسیم علم کے بعد آپ نے لشکر کی ترتیب و تقسیم فرمائی۔ میمنۂ لشکر پر عکاشہ بن محصن الاسد مخزومی کو مقرر فرمایا۔ مقدمۃ لشکر پر ابو عبیدہ بن الجراح اور سعد بن ابی وقاص کی تعناتی ہوئی۔ ساقہ لشکر پر مقداد بن عمر مقرر ہوئے ان تمام انتظاموں سے زیادہ ضروری کوہ احد کے اس درہ کی محافظت کا انتظام تھا۔ جسے عینین کہتے تھے۔ یہ مقام غنیم کی خاص کمیں گاہ تھا۔ اور خالد بن ولید اپنے جرار دستۂ فوج کے ساتھ پہلے سے یہیں آکر چھپا بیٹھا تھا۔ اس کی محافظت کا یہ انتظام کیا گیا کہ عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ہمراہ اسکے دروازے پر مقرر فرمادیا گیا اور یہ تاکید شدید کردی گئی کہ نتیجہ جنگ جو کچھ ہو خواہ جانبین میں کسی کی بھی فتح و شکست ہو۔ تم از آغاز تا بانجام جنگ اپنے مقام سے نہ ہٹنا نہ محاربت کے وقت ہماری امداد کرنا اور نہ شکست کے وقت پہونچکر ہمارے سروں سے غنیم کے حملات کی مدافعت کرنا۔ ہماری فتح ہو جانے کی حالت میں بھی مسلمانوں کو غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھکر بھی تم شرکت کی طمع نہ کرنا بلکہ اپنے مقام پر مستقل رہنا۔ تمہارے حقوق ہمارے ساتھ ہیں۔ ترتیب و تنظیم لشکر کے بعد جناب رسولخدا صلعم قریش کی طرف سے پیش دستی کا انتظار فرمانے لگے۔

کفار قریش معرکہ بدر میں اپنی فوج کی بد ترتیبی کے نتیجے اٹھا چکے تھے۔ اور اس مرتبہ وہ پہلے ہی سے ہوشیار تھے ابوسفیان نے اس لئے میدان میں نکل کر سب سے پہلے جو کام کیا وہ اپنے تین ہزار فوج کی ترتیب تھی خالد بن ولید کو میمنہ کا سردار اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ کا افسر مقرر کیا۔ سواروں کے رسالہ کی کمان صفوان بن امیہ اور عمر عاص کو ملی۔ اور سو تیر اندازوں کے دستہ کا افسر عبداللہ بن ربیعہ کو مقرر کیا۔ خالد موقع پا کر انھیں تیر اندازوں کو ہمراہ لیکر اور ابن ربیعہ کو اپنی جگہ فوج میں چھوڑ کر اس درۂ کوہ میں پہلے سے آچھپا تھا۔ طلحہ بن ابی طلحہ کو جو قریش کے قدیم خاندان بنی عبدالدار سے علمدار لشکر بنایا۔

جانبین سے مقابلہ کا آغاز ہوا کہ پہلے لشکر قریش سے ابو عامر پچاس تیر اندازوں کے تیار دستہ کے ساتھ نکلا اور مسلمانوں پر پتھروں اور تیروں کا مینھ برسانے لگا۔ مسلمانوں نے بھی بڑی دلیری سے جواب دیا اور اس تیز دستی سے ان پر تیر اور پتھر برسائے کہ ابو عامر کو آخر کار میدان سے بھاگنا ہی پڑا۔ ان کی گریز پائی دیکھکر مشرکین کی عورتوں کے بینڈ نے دف بجا بجا کر اُن کو تازہ دم کرنا چاہا۔ اور مبارزان قریش کے دلوں میں اپنی دلکش آواز سے مذکورہ ذیل گیت گا کر جدید پرجوشی پیدا کردی۔

نحن بنات طارق　　نمشی علی النمارق　　ان تقبلوا نعانق　　وتدبروا نفارق　　فراق غیر وامق

ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں　　قالینوں پر چلنے والیاں　　لڑائی میں بڑھو گے تو گلے لگائینگے　　پیٹھ دکھاؤ گے تو جدا ہو جائینگے　　ایسا کہ پھر کبھی تمہاری طرف نہ آئینگے

ابو عامر کی گریز کے بعد بھی لشکر اسلام نے اپنی تیر اندازی موقوف نہیں کی۔ اب ان لوگوں نے اپنی کمانیں سپاہ ان قریش کی طرف سیدھی کرلیں اور ان پر اتنے تیر برسائے کہ ان میں سے قبیلہ ہوازن کے سواروں نے عاجز آکر راہ

گریز پکڑی اور سواروں کے دستہ سے علیحدہ ہوکر میدان میں منتشر ہوگئے۔

مبارزان اسلام کی شجاعت اور علمداران قریش کا خاتمہ

یہ حالت دیکھکر طلحہ ابن ابی طلحہ علمدار کفار کو بڑی غیرت آئی۔ اور جوش غیرت میں صف لشکر سے علیحدہ ہوکر لشکر اسلام سے مبارزطلبی کرنے لگا۔ مورخین و محدثین نے اوس کی مبارزطلبی کے الفاظ طعن آمیز لکھے ہیں۔

یا معشر اصحاب محمد انکم تزعمون ان اللہ یعجلنا بسیوفکم الی النار ویعجلکم بسیوفنا الی الجنۃ فھل منکم احد یعجلہ بسیفی الی الجنۃ ویعجلنی بسیفہ الی النار

اے اصحاب محمد صلعم تمہارا یقین ہے کہ تم ہمیں قتل کروگے تو خدا ہمیں دوزخ میں پہونچائے گا اور اگر ہم تمہیں مارینگے تو خدا تمہیں جنت میں لیجا دے گا۔ تو پھر تم میں سے کوئی جلد نکل آتا کہ ہم اس کو مار کر جلد بہشت میں پہونچادیں یا وہ ہمیں مارکر دوزخ میں جلد پہونچادے

یہ سنکر جناب علی مرتضیٰ نے فوراً جواب دیا۔

فقام علی ابن ابی طالب رض فقال والذی نفسی بیدہ لا افارقک حتی اعجلک بسیفی الی النار او یعجلنی بسیفک الی الجنۃ

حضرت علیؑ نے (اس کے مقابلہ میں آکر) فوراً جواب دیا کہ اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تیرے مقابل ہونے پر آمادہ ہوں۔ اور پھر اس وقت سے تیرے سامنے سے ہرگز جدا نہ ہونگا جب تک تجھے اپنی تلوار سے دوزخ میں نہ پہنچالوں۔ یا تو مجھے اپنی تلوار سے جنت میں نہ پہنچادے۔ طبری ص ۱۳۹۶ ابن ہشام ص ۱۸

جانبین کے لشکر ان دونوں مبارزان نبرد آزما کی سیر جنگ کی غرض سے خموش ہوگئے۔ اور دونوں کے کمالات حرب و ضرب دیکھنے لگے۔ حضرت علیؑ نے طلحہ کے سر پر پہونچتے ہی اپنی شمشیر ابدار کی ایسی ضرب شدید لگائی کہ مغز سر تک اتر آئی اور ایک دوسرے قول کے مطابق آپ کی یہ ضرب اس کے پاؤں پر لگی۔ لیکن ایسی کاری تھی کہ کمر سے اس کا پاؤں جدا ہوگیا۔ اور وہ فوراً زمین پر گرکر لوٹنے لگا۔ حضرت علی مرتضیٰؑ اس کے سر کاٹ لینے کی غرض سے اس کے پاس پہونچے۔ دیکھا کہ وہ بالکل قریب مرگ ہے۔ اس نے خود آنکھیں کھول کر آپ کو دیکھا اور آپ کے قصد و ارادہ کو بخوبی سمجھ گیا۔ بڑی منت و سماجت سے جان بخشی کی درخواست کی۔ آپ فوراً وہاں سے واپس آئے مبارزان اسلام ان کیفیتوں کو دیکھ رہے تھے۔ پوچھنے لگے کہ آپ نے یہ کیا کیا۔ گئے تھے تو سر کیوں نہ کاٹا ارشاد فرمایا کہ میں جب اس کے قریب پہنچا تو اس کو ایسی حالتوں میں پایا کہ وہ یقیناً زندہ نہیں رہ سکتا تھا پھر اس نے مجھ سے خود چھوڑ دئے جانے کی درخواست کی۔ اول تو یہ باعث تھا۔ پھر یہ سبب ہوا کہ میں اس کے قریب پہونچا تو اس کو بالکل برہنہ پایا۔ میری غیرت و حمیت نے کسی طرح تقاضہ نہیں کیا کہ میں اس کی ایسی بیدست و پائی کی حالت اور اس بے خودی کے عالم میں اس کا سر کاٹ کر اپنی شجاعت و دلیری کو شقاوت کے ساتھ بدنام کروں۔ زرقانی صفحہ ۳۰ - ابن ہشام صفحہ ۱۸ جلد دوم۔

طبری لکھتے ہیں کہ طلحہ۔ اول علمدار قریش کے قتل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کی آواز بلند فرمائی فکبر رسول اللہ صلعم صدائے مبارک کے ساتھ ہی مسلمانوں کے نعرہائے تکبیر سے احد کا میدان گونج اٹھا۔

طلحہ کے بعد ابوسعد بن ابی طلحہ علم لیکر آیا۔ اس کو بھی حضرت علی مرتضیٰ نے اور بقولے سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا اس کے بعد مسافع ابن طلحہ علمدار بنکر آیا۔ اس کو عاصم نے دور ہی سے تیر لگا کر مار گرایا۔ پھر حرث ابن طلحہ آیا عاصم نے اس خطاکار کو بھی ایک ہی تیر میں ٹھنڈا کر دیا۔ اس کے بعد جلاس بن طلحہ نکلا۔ اس کو طلحہ بن عبید اللہ نے قتل کیا اب علم لیکر ارطاۃ بن شرجیل آیا حضرت علی اس سے مقابل ہوئے اور قتل فرمایا۔ بعضے کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا۔ ارطاۃ کے بعد شریح بن قارظ کو علمداری ملی۔ یہ بھی آنے تو مارے گئے مورخین ان کے قاتل کا نام نہیں لکھتے۔

اب قریش کے خاندان علمدار میں کوئی نہ بچا۔ ایک ایک کر کے سب مارے گئے۔ تو بالآخر اس خاندان کے ایک غلام حبشی صواب نے اس منصب کا اعزاز پایا۔ لیکن منصب کی عزت کے ساتھ اس منصب کی نحوست بھی ساتھ لایا۔ میدان میں آتے ہی حضرت علیؑ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

صواب کی وفاداری اور جگرداری ضرور ذکر کے قابل ہے اس پر تلوار کی ایسی ضرب شدید پڑی تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ یکبارگی کٹ کر گر پڑے تھے۔ ہاتھوں کے ساتھ علم بھی زمین پر گر پڑا لیکن صواب کو قومی علم کے گرنے کی اتنی غیرت آئی کہ علم کے گرتے ہی یہ بھی علم کے اوپر گر پڑا۔ اسلئے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ جانے پاوے۔ جو اسکے لئے ابدی بدنامی کا داغ لگادے اور اسی حالت میں یہ کہتا ہوا مارا گیا کہ میں نے اپنا فرض خدمت ادا کر دیا۔ دیر تک اسکی مردے کے نیچے قریش کا قومی علم دبا پڑا رہا۔

خاندان علمدار کی ایک دلیر خاتون جسکا نام علقمہ تھا۔ اس کیفیت کو دیکھ رہی تھی۔ جوش غیرت سے بیتاب ہو کر نکل پڑی۔ اور علم کو صواب کی لاش کے نیچے سے کھینچکر فوراً بلند کیا۔ علم قوم کو بلند دیکھکر قریش جو ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے پھر اکٹھا ہو گئے۔

علمداران لشکر کا مارا جانا دیکھکر جیسا کہ طبری کا بیان ہے۔ ابوسفیان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اسنے بنی عبد الدار کے قبیلے والوں کو جمع کر کے ایک طولانی تقریر کی اور ان کو تازہ دم کرنا چاہا۔ اس کی زوجہ ہند بنت عتبہ نے دف بجا بجا کر یہ گیت گائے۔

ویھا بنی عبد الدار ویھا حماۃ الادبار ضرب بکل بتار

ہاں اے بنی عبد الدار ہاں اے گذشتہ نسلوں کے حامی و مددگار شدید اور قطع کر دینے والی ضربوں سے کام لو

علمداران قریش کا خاتمہ کر کے مبارزان اسلام کی ہمتیں بڑھ گئیں۔ وہ افواج غنیم پر ٹوٹ پڑے اور شدت سے

بازار گیر و دار گرم ہوا اسکی اجمالی کیفیت طبری یوں لکھتے ہیں

وقاتل ابو دجانة حتی امعن فی الناس وحمزة بن عبد المطلب وعلی ابن ابی طالب فی رجال المسلمین فانزل الله عز وجل نصره وصدقهم وعده فحسوهم بالسیوف حتی کشفوهم وکانت الهزیمة لا شک فیها۔ طبری ص ۱۴۰۰

ابو دجانہ فوج میں دھنس پڑے اور ایسے ہی حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت علی بن ابی طالب مع اپنے ہمراہی مسلمانوں کے غنیم کی صفوں پر ٹوٹ پڑے اور خدا نے ان کی نصرت کی فتح کی شکل نمودار کر دی ان لوگوں نے غنیم کو اپنی تلواروں سے کاٹ ڈالا ان کی صفیں توڑ کر میدان صاف کر دیا اور اس میں کوئی شک نہیں یہی کفار کی نمایاں شکست تھی۔

شبلی صاحب میدان جنگ کی موجودہ کیفیت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ لیکن اس کے (بدنما ترکیب اردو) صاحبزادے حضرت حنظلہ اسلام لا چکے تھے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باپ کے مقابلہ میں لڑنیکی اجازت مانگی لیکن رحمت عالم نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ حنظلہ نے کفار کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ان کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے۔ دفعتاً پہلو سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کو روکا اور ان کو (حنظلہ کو) قتل کر دیا۔ تاہم لڑائی کا پلہ مسلمانوں ہی کی طرف بھاری تھا۔ علمداروں کے قتل اور حضرت علیؑ اور حضرت ابودجانہ کے بے پناہ حملوں سے فوج کے پاؤں اکھڑ گئے بہادر نازنینیں جو رجز سے دلوں کو ابھار رہی تھیں بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹیں اور مطلع صاف ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی مسلمانوں نے لوٹ شروع کر دی۔ یہ دیکھکر تیر انداز جو پس پشت مقرر کئے گئے تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھک پڑے۔ (سیرۃ النبی صفحہ ۲۷۰)

تیر اندازان اسلام کی (مسلمانوں کی) غلطی

جنگ دوسرا دور۔ غالباً اس مسئلہ کی ابتدا جنگ احد ہی کے مشاہدات سے ہوئی ہے افسوس ہے کہ معرکہ بدر میں اسی حصول غنیمت کی عجلت کے متعلق خدائے سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو چشم نمائی کی ہدایتیں آ چکی تھیں اور وہ اپنے کانوں سے مخبر صادق علیہ السلام کی زبانی ایکبار نہیں کئی بار لفظ بلفظ اور حرف بحرف ان کو سن بھی چکے تھے۔ علاوہ برایں۔ اس موقع پر بھی سرور عالم صلعم نے محض یاد دہانی کی غرض سے فرما دیا تھا کہ اگر تم صبر و تحمل سے کام لوگے تو خداوند عالم تمہیں ضرور فتح و فیروزی عطا فرمائے گا لیکن افسوس مسلمانوں نے کچھ بھی یاد نہ رکھا۔

ہزارہا برس کی بگڑی ہوئی عادت سال دو سال کے عرصہ میں کیسے بدل جاتی۔ پھر ایسی طبیعت والے مسلمان بدر کی طرح ملکہ اس سے بھی زیادہ بری طرح حصول غنیمت کے پیچھے پڑ گئے۔ نہ خدا کی تاکید کا خیال کیا۔ نہ رسول کی تہدید کا خوف۔

شبلی صاحب کی تحریر سے نقل ہو چکے کہ مسلمانوں نے لوٹ شروع کر دی۔ یہ دیکھکر عبداللہ بن جبیر کا ماتحتی تیر اندازوں کا دستہ فوج جو خاص الخاص درہ کوہ احد کی محافظت پر متعین تھا اور جنکو آغاز جنگ کے وقت ہی تاکید پر تاکید کر دی گئی تھی کہ خواہ ہماری فتح ہو یا شکست ہم لوٹتے ہوں یا لٹتے ہوں۔ تم اپنے مقام سے نہ ہٹنا۔ نہ ہٹنا جبتک کہ میدان جنگ غنیم کی جمعیت سے بالکل خالی نہ ہوئے۔ دنیا بڑی بُری شے ہے اور لالچ بڑی بُری بلا۔ انھوں نے اپنے بھائیوں کو لوٹ میں مصروف اور غنیم کی فوج کو گریزاں اور ان کی مغنیہ عورتوں کو دف اور دیگر آلات سرود و غنا وغیرہ پھینک کر۔ اور چادروں کو پیٹتے قمیصوں کو گھٹنوں تک اتنا اٹھائے کہ پیروں کی خلخالیں نمایاں تھیں پہاڑوں پر بدحواسی میں بھاگتے دیکھا (طبری ۱۴۰۱، ابن ہشام ۳۳۔ روضۃ الاحباب ۲۶۰) تو اب ان سے بھی تحمل نہ ہو سکا دل میں سوچنے لگے ہم غنیمت سے کیوں محروم رہیں۔ نہ معلوم پیچھے کچھ ملے یا نہ ملے یہ سوچکر درہ کوہ کو چھوڑا اور غنیمت پر جھک پڑے۔

شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے امیر دستہ عبداللہ ابن جبیر نے بہت روکا۔ لیکن وہ نہ رکے۔ نتیجہ جو ہوا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسوقت تک جو کچھ کامیابی حضرت حمزہؓ۔ حضرت علی اور حضرت ابو دجانہ انصاری رضی اللہ عنہم کی جانبازیوں کی بدولت حاصل ہوئی تھی۔ وہ ایکبار ضائع ہو گئی۔ ان سر فروشان اسلام کو اپنی حاصل کردہ کامیابیوں کے ضائع جانیکا اتنا ملال نہیں ہوا۔ لیکن اس کا نتیجہ آخر جو رسول اللہ صلعم کی جسمانی تکلیف و جراحت کی صورت میں نمایاں ہوا وہ ان کے دلوں کیلیے ایسا زخم کاری تھا جس کا اندمال ناممکن تھا جیسا کہ بہت جلد سلسلہ بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تو ان کے حرص دنیا میں مبتلا ہو جانے کے نتیجوں کا خلاصہ تھا مفصل اور مسلسل کیفیت شبلی صاحب نعمانی کی زبانی یہ ہے۔

تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھکر خالد (یہاں شبلی صاحب نے خالد بن ولید کو حضرت کے لقب سے یاد نہیں کیا۔ کیوں؟) نے عقب سے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن جبیر چند جاں نثاروں کے ساتھ جگر لڑے لیکن سب کے سب شہید ہوئے۔ اب راستہ صاف تھا۔ خالد نے سواروں کے دستہ کے ساتھ نہایت بے جگری سے حملہ کیا۔ لوگ (مسلمان) لوٹ میں مصروف تھے دیکھا تو تلواریں برس رہی ہیں۔ سیرۃ النبی صفحہ ۲۷۶

حضرت حمزہ کی شہادت اوپر بیان ہو چکا ہے کہ قتل علمداران کے بعد ہی۔ حضرت حمزہؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابو دجانہؓ غنیم کی صفوں میں دھنس گئے تھے۔ اور تلواروں سے اُن کی گھنی صفوں کی صفائی کر رہے تھے۔ حضرت حمزہؓ اپنی شجاعت و دلیری کی پرجوشی میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ اور شبلی صاحب کے بیان کے مطابق فوج کفار میں دونوں طرف دو دستی تلوار مارتے جاتے تھے۔ اور جسطرف بڑھتے تھے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں اسی حالت میں سباع غبشانی سامنے آگیا۔ پکارے کہ اُو ختانۃ النساء کے بیچے کہاں جاتا ہے۔ یہ کہکر تلوار ماری وہ خاک پر ڈھیر تھا۔ وحشی یہ جو ایک غلام حبشی تھا اور جبیر بن مطعم۔ اس کے آقا نے وعدہ کر رکھا تھا کہ اگر وہ حمزہؓ کو

قتل کر دے گا تو آزاد کر دیا جائے گا۔ وہ حضرت حمزہؓ کی تاک میں تھا۔ حضرت حمزہؓ برابر آئے تو اس نے چھوٹا سا نیزہ جسکو حربہ کہتے ہیں اور جو حبشیوں کا خاص ہتیار ہے پھینک کر مارا۔ جو ناف میں لگا اور پار ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ نے اس پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح پرواز کر گئی۔ سیرۃ النبی صفحہ ۲۰۴ باسناد صحیح بخاری باب قتل حمزہؓ

ہند جگر خوارہ کے مظالم — شبلی صاحب نے وحشی کی اشتعال اور آمادگی میں صرف اس کے مالک جبیر ابن مطعم کا ذکر کیا ہے اور ہندہ بنت ربیعہ مادر حضرت امیر معاویہ کے ذکر کو جو اس معاملہ میں شریک غالب تھیں۔ اور جن کا ذکر ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ بالکل مرفوع القلم فرما دیا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل خاص وحشی کی زبانی میرے پیش نظر ہے۔ اور محدث شیرازی نے اس کو بالتمام نقل فرمایا ہے ہم ہندہ کی شرکت اور اس کی تحریص و ترغیب کے حالات کو اس سے خلاصہ کرکے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

وحشی کا بیان ہے کہ علاوہ اس کے کہ مکہ میں ہندہ اور میرے درمیان قتل حمزہؓ کی نسبت وعدہ وعید ہو چکے تھے۔ احد کی طرف آتے وقت راستہ بھر جہاں جہاں مجھے ہندہ سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا وہ مجھکو اس امر کا خیال دلاتی جاتی تھی اور تاکید کرتی جاتی تھی۔ یہانتک کہ روز احد جب میں حمزہؓ کا کام تمام کر چکا تو ان کی لاش سے کچھ دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ یہ بالکل ٹھنڈے ہو جائیں تو میں یہاں سے ہٹوں۔ اتنے میں کچھ مسلمان ان کی لاش کے پاس آگئے اور انھوں نے ان کی کنیت سے ابو عمارہ کہکر پکارا۔ لیکن وہ ختم ہو چکے تھے کچھ نہ بولے۔ میں دور سے دیکھ رہا تھا۔ میں پکارنے پر بھی ان کے نہ بولنے سے سمجھ گیا کہ اب یہ بالکل ٹھنڈے ہو گئے۔ اس اثنا میں لوگ ان کی لاش کے پاس سے چلے گئے۔ تو میں پھر پہونچا۔ اور میں نے اپنا حربہ ان کی ناف چیر کر نکالا۔ اور اس سے ان کے سینہ کو چاک کیا۔ جگر کو نکالا۔ اور وہ جگر خونچکاں لئے ہوئے سیدھا ہندہ کے پاس چلا آیا۔ اور کہنے لگا۔ لے یہ تیرے باپ کے قاتل کا جگر خون آلودہ ہے۔ ہندہ کی خوشیوں کی حد نہ تھی۔ اس نے بڑے شوق سے اس جگر کو لیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھا گئی۔ لیکن کفاروں کی کالی مائی سے یہ خون ناحق ہضم نہ ہو سکا فوراً استفراغ ہوا اور وہ جگر کے ٹکڑے منھ سے باہر نکل آئے۔ اس شریر النفس نے ان کو اٹھا کر دھویا اور ہار بنا کر گلے میں پہن لیا۔

وحشی کا بیان ہے کہ ان وحشیانہ حرکت کے بعد ہندہ نے بڑی کشادہ دلی سے اپنا وعدہ پورا کیا اور اس خدمت کے صلہ میں ایک جوڑا کپڑا اور اپنے زیور مجھے دیے اور مزید وعدہ کیا کہ مکہ پہونچکر دس ہزار دینار سرخ تجھے اور دونگی لیکن اب میری غایت تمنا یہ ہے کہ تو مجھے حمزہ کی لاش پر لے چل تو جو کچھ آرزو دل میں باقی ہے وہ بھی نکال لوں۔ الغرض میں اسکو حضرت حمزہؓ کی لاش پر لے آیا۔ اس بے رحم نے آپ کے مردے کی ناک کاٹی اور پھر دونوں کان کاٹ لئے اور نہایت احتیاط سے ان کو اپنے ہمراہ میں لکھ لے گئی۔ روضۃ الاحباب صفحہ ۲۸۰

شبلی صاحب نے ہندہ کی ان خونخواریوں کا خود بھی ذکر کیا ہے لیکن اصل موقع سے ہٹکر۔ آتنی امارت معاویہ کی

رعایت ہے لیکن ہم آپ کی اتنی ہی حقیقت نگاری کو بڑی منت گذاری کے ساتھ ذیل مین درج کرتے ہین

خاندان قریش نے انتقام خون کے جوش مین مسلمانون کی لاشون سے بھی بدلہ لیا۔ انکی ناک۔ کان کاٹے (ہندا امیر معاویہ کی مان) نے ان پھولون کا ہار بنایا اور اپنے گلے مین ڈالا۔ حضرت امیر حمزہؓ کی لاش پر گئی۔ اور انکا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئی۔ لیکن گلے سے نہ اتر سکا۔ اوگل دینا پڑا۔ تاریخون مین ہند کا لقب جگرخوارہ جو لکھا جاتا ہے۔ اسی بنا پر لکھا جاتا ہے۔ ہند فتح مکہ مین ایمان لائی لیکن جسطرح وہ ایمان لائی عبرت خیز ہے۔ سیرۃ النبی ص ۲۰۰

مسلمانون کے کردۂ خویش آمدہ پیش کے مسئلہ نے معرکہ جنگ مین جو مشاہدات کے مناظر پیش کئے اسکی ابتدائی کیفیت کسیقدر اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اسکی باقی تفصیلی کیفیت شبلی صاحب کی زبانی یہ ہے۔

فوج اسلام کی گریز پائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجروح ہونا

بدحواسی مین دونون فوجین (فوج مشرکین ومسلمین) اسطرح مل گئین کہ خود مسلمان مسلمانون کے ہاتھ سے مارے گئے۔ مصعب بن عمیرؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صورت مین مشابہ تھے اور علمدار لشکر تھے۔ ابن قمیہ نے انکو شہید کر دیا اور غل مچگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے شہادت پائی۔ اس آواز سے عام بدحواسی چھا گئی۔ بڑے بڑے دلیرون کے پاؤن اوکھڑ گئے بدحواسی مین اگلی صفین پچھلی صفون پر لوٹ پڑین اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ حضرت حذیفہ کے والد یمان اس کشمکش مین آگئے اور ان پر تلوارین برس پڑین۔ حضرت حذیفہ چلاتے رہے کہ یہ میرے باپ ہین۔ لیکن کون سنتا ہے۔ غرض وہ شہید ہو گئے۔ اور حضرت حذیفہ نے ایثار کے لہجہ مین کہا مسلمانو! خدا تمہین بخشدے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑکر دیکھا تو صرف گیارہ جان نثار ہلو مین ہین۔ جن مین حضرت علیؑ حضرت ابوبکرؓ حضرت سعد بن ابی وقاص۔ زبیر ابن العوام۔ ابو دجانہ اور طلحہ کا نام بالتخصیص معلوم ہے۔ صحیح بخاری مین روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ طلحہ اور سعد بن ابی وقاص رہ گئے تھے۔ سیرۃ النبی ص ۲۷۷

شبلی صاحب خواہ مخواہ واقعات کے سلسلہ ترتیب کو الٹ پلٹ کر دیتے ہین اور اپنے قدیم دستور کے مطابق مبہم اور بالکل غیر مفصل طور پر کچھ کہین کچھ کہین لکھ مارتے ہین۔ یہان تک آپ کا لکھنا قریب صحت ہے۔ ممکن ہے کہ موجودہ حالت اضطراب تک مرقومہ بالا حضرات رسول اللہ صلعم کے ساتھ موجود ہون لیکن جیسا کہ آپ خود صفحہ ۲۷۷ مین اسکی بعد ہی لکھتے ہین کہ اس ہلچل اور اضطراب مین اکثرون نے تو بالکل ہمت ہار دی لیکن جانبازون کا بھی زور نہین چلتا تھا جو جہان تھا وہین گھر کر رہ گیا۔ آپ کے بتلائے ہوئے گھر کر رہجانے والے جانبازون مین وہی حضرت علی مرتضیٰؑ اور حضرت ابو دجانہ انصاری رضوان اللہ علیہم تھے۔ جو ابتدائے جنگ سے اسوقت تک شرط وفاداری اور عہد جان نثاری پر قائم رہکر جہاد فی سبیل اللہ کے حقوق خدمات ادا کر رہے تھے۔ باقی رہے آپ کے گیارہ مین از حضرات۔ تو وہ لوگ۔ جب ابن قمیہ اور عتبہ بن ابی وقاص کے حملات خاص رسول اللہ صلعم کے پیکر انوار پر ہوئے۔ ایک ایک کر کے سب کے سب رخصت ہو گئے

اور یہ لوگ بھی اوس ہنگامہ میں اودھر اودھر نکل گئے ابن ہشام لکھتے ہیں۔

وانکشف المسلمون فاصاب فیھم العدو وکان
یوم بلاء وتمحیص اکرم اللہ فیہ من اکرم من
المسلمین بالشہادۃ حتی خلص العدو الی رسول
اللہ صلعم فدث بالحجارۃ حتی وقع لشقتہ
فاصیبت رباعیتہ وشج فی وجھہ وکلمت
شفتہ وکان الذی اصابہ عتبۃ بن ابی وقاص
قال ابن اسحق حدثنی حمید الطویل عن
انس بن مالک قال کسرت رباعیۃ النبی صلعم
یوم احد وشج فی وجھہ فجعل الدم یسیل علی
وجھہ وجعل یمسح الدم وھو یقول کیف یفلح
قوم خضبوا وجہ نبیھم وھو یدعوھم الی
ربھم فانزل اللہ عزوجل فی ذلک لَیْسَ لَکَ مِنَ
الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ یُعَذِّبَھُمْ فَاِنَّھُمْ
ظٰلِمُوْنَ وذکر ربیع بن عبد الرحمن عن ابی سعید
الخدری عن ابیہ عن ابی سعید الخدری ان عتبہ
بن ابی وقاص رمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
یومئذ فکسر رباعیتہ الیمنی السفلی وجرح شفتہ
السفلی وان عبد اللہ بن الشہاب الزھری شجہ
فی جبھتہ وان ابن قمیہ جرح وجنتہ فدخلت
حلقتان من حلق المغفر فی وجنتہ ووقع رسول
اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی حفرۃ من الحفرۃ
التی عمل ابو عامر لیقع فیھا المسلمون وھم لا
یعلمون فاخذ علی ابن ابی طالب بید رسول اللہ
صلی اللہ علیہ والہ وسلم ورفعہ طلحہ بن عبید

ابن اسحاق حمید طویل سے اور وہ انس بن مالک کی زبانی نقل کرتے
ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک بروز احد
شہید ہوئے تھے اور آپ کا چہرہ اقدس بھی مجروح کیا گیا تھا اور زخم کا
خون بہہ کر روئے منور پر جاری تھا آپ اوسے پونچھتے جاتے تھے اور
فرماتے جاتے تھے کہ وہ قوم کیسے فلاح پائیگی جو اپنے نبی کے چہرہ کو خون
سے رنگین کرتی ہے اور اسکا جرم یہ ہے کہ انہیں خدا کیطرف بلاتا ہے خداوند عالم
نے فوراً یہ آیہ نازل فرمایا کہ یا رسول تمکو ان امور مقدرات میں کوئی
دخل نہیں ہے تم انکی توبہ قبول کرسکتے ہو اور نہ ان پر عذاب نازل کرنیکی
قدرت رکھتے ہو اور یہ لوگ تو بتحقیق ظالم ثابت ہوچکے ہیں۔ ابن ہشام
بیان کرتے ہیں کہ ربیع عبد الرحمن ابن ابی سعید الخدری سے اور وہ اپنے
باپ ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے
آنحضرت صلعم کو روز احد مجروح کیا۔ آپ کے سیدھی طرف والی نیچے
کی دو ڈاڑھیں ٹوٹ گئیں اور نیچے کے ہونٹ پر بھی زخم آیا۔ اور عبداللہ بن شہاب
الزہری نے چہرہ اقدس کو زخمی کیا اور ابن قمیہ نے آپ کے
مغفر پر ضرب شمشیر لگائی کہ مغفر آہنی کے دو حلقے آپ کے روئے
مبارک میں پیوست ہوگئے۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اس صدمہ سے اوس ایک غار میں گر پڑے۔
جنکو ابو عامر نے مسلمانوں کو لاعلمی میں گرا دینے کے لئے پہلے
سے کھود رکھے تھے۔ غار میں گرتے ہی جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک حضرت علی مرتضیٰ نے
اپنے ہاتھوں میں تھام لیا اور طلحہ بن عبید اللہ نے ہاتھ پکڑ کر
اوپر کی طرف کھینچ لیا۔ یہاں تک کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سطح زمین پر سیدھے کھڑے
ہوگئے۔

اللہ حتیٰ استوی قائماً | ۱؎ ابن ہشام جلد دوم ص ۴۸ مطبوعہ مصر

ابن ہشام کی یہ روایت لکھکر ہم کو اوس وقت کا صرف ہولناک منظر دکھلانا مقصود تھا۔ جسکو آپ نے واقعہ کی تفصیل سے پہلے ہی لکھدیا ہے اور یہ سیاق تحریر سے بالکل خلاف ہے۔

بہرحال۔ یہی وہ قیامت خیز منظر جس کی ہلچل اور اضطراب مین بقول شبلی صاحب اکثرون نے ہمت ہار دی (مفرورین احد) صحیح بخاری کی تصریح آپ خود لکھ چکے ہین کہ صرف دو شخص طلحہؓ اور سعدؓ رسول اللہؐ کے ہمراہ رہگئے۔ طلحہ کی موجودگی تو کسطرح صحیح نہین ہوسکتی۔ اسلئے کہ انس بن نضرؓ والی روایت جو حد تواتر کو پہونچی ہوئی ہے۔ اور جو آگے لکھی جاتی ہے۔ صاف صاف طلحہ کا نام ولدیت کے ساتھ مفرورین کی جماعت مین مشاہدہ عینی کے طریق سے بتلا رہی ہے۔ جس سے انکار ہو ہی نہین سکتا۔

باقی رہے سعد بن ابی وقاص۔ انکی شرکت اور حاضری بھی مخالف عقل و قیاس پائی جاتی ہے بلکہ انکی موجودگی و حاضری کی وجہ سے انکی جان نثاری و رفاقت کی جگہ انکی سہل انگاری اور غفلت کے ثبوت معلوم ہونگے اور وہ اسطرح کہ جب انکی حاضری تسلیم کرلیجائیگی تو یہ بھی مان لینا پڑے گا کہ انکی موجودگی مین۔ انکی آنکھون کے سامنے انکے خاص بھائی عتبہ ابن ابی وقاص نے رسول اللہ صلعم کو ایسے سخت آزار رسانی پہونچائے کہ دندان مبارک تک شہید ہوگئے اور یہ کھڑے ہوئے منہ دیکھا کئے۔ بھائی پر ہاتھ اوٹھانا کیسا۔ اوسکو ڈانٹا بھی نہ گیا۔ اس بنا پر انکا آخر وقت تک خدمت رسولؐ مین حاضر رہنا بالکل خلاف واقع ہے۔ اگر مطابق واقع سمجھا جائیگا تو پھر سعد بن ابی وقاص ایسے صحابی کبیر کے ثبات ایمان مین لغزش پیدا ہوجانیکے شبہے قایم ہوجائینگے۔ جو ان کی شان کے خلاف ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اوس موقع پر موجود ہی نہین تھے۔ یا تو میدان مین مصروف جنگ تھے۔ یا مصروف غنیمت۔ یا مفرورین کے ساتھ نکل گئے تھے۔

قرینہ غالب۔ مصروفیت غنیمت ہی کا ہے کیونکہ واقعہ بدر مین بھی۔ آپ بہت قبل سے حصول غنیمت مین مصروف ہوگئے تھے۔ اور متعدد زرہین رزمگاہ سے اوٹھا اوٹھاکر جمع کرچکے تھے۔ اسی اثنا مین امیہ بن خلف مل گیا اور آپ اپنے وعدے کے مطابق مسلمانون سے اوسکو بچا لینے کی غرض سے پہاڑ پر چڑھا لے گئے اور ہرچند اوسکے بچانے کی کد و کاوش کی لیکن مسلمانون نے اوسے ڈھونڈھکر قتل ہی کرڈالا۔ اور انکی زرہین بھی اوٹھا لے گئے۔ آپ اس واقعہ کو یاد کرکے ہمیشہ کہا کرتے تھے خدا رحم کرے۔ بلال پر۔ اوسنے مجھسے امیہ بن خلف کو بھی لے لیا اور اوسی کے ساتھ میری زرہین بھی مفت چلی گئین۔

واقعات تو یہ بتلا رہے ہین کہ ابن قمیہ کی ضرب کھاکر رسول اللہ صلعم غار مین گرپڑے تو ابن قمیہ نے "قد قتل محمدا" کا شور کیا۔ اسکی آواز تمام لشکر مین ادہر سے اودہر تک تمام پھیل گئی۔ اس آواز کے سنتے ہی اور نظر سے آنحضرت صلعم کے

اوجھل ہوتے ہی جتنے صحابہ قریب و دور تھے سب کے سب ایک بار علیحدہ ہو گئے اور لشکر اسلام میں چاروں طرف گریز گریز پڑ گئی۔ جدھر جسے راہ ملی وہ چلتا ہوا۔ رسول اللہ صلعم غار سے برآمد ہوئے اور مسلمانوں کی یہ بیدلی اور پست ہمتی دیکھکر سخت ملول ہوئے۔ آپ اپنی آنکھوں سے بھاگنے والوں کو مشاہدہ فرماتے تھے اور نام لے لیکر پکارتے تھے اور کوئی شنوا نہ ہوتا تھا۔ قرآن مجید کے آیہ ذیل میں اسکیطرف یوں اشارت فرمائی گئی ہے۔

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ ال عمران رکوع ۷۔

(اس وقت کو یاد کرو) جب تم بدحواس (بھاگے جاتے تھے (لیکن) تم پھر کر کسیطرف کوبھی نہیں دیکھتے تھے باوجودیکہ رسول تمہارے پیچھے کھڑے تم کو پکار رہے تھے۔

اس آیہ کی تفسیر میں امام واقدی اپنی تاریخ کامل کے صفحہ ۲۴۳ میں لکھتے ہیں

اذ تصعدون معنی فی الجبل تھربون ولا تلوٗن علی احد والرسول یدعوکم فی اخراکم کانوا یمردون منھزمین تصعدون الی الجبل ورسولھم ینادیھم یا معشر المسلمین انا رسول اللہ الیّ الیّ فلا یلوی علیہ احد

جسوقت تم پہاڑ پر بھاگے جاتے تھے اور چڑھے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ حالانکہ رسول خدا تم کو بلا رہے تھے تمہاری پچھلی جماعت میں تو وہ بھاگے جاتے تھے۔ اور پہاڑ پر چڑھو چلے جاتے تھے۔ اور رسول اللہ صلعم انکو پکارے جاتے تھے کہ اے گروہ مسلمین میں رسول اللہ ہوں میرے پاس آو میرے پاس آو مگر ایک بھی ناتھا

یہ تو اس مقام پر آیہ مذکورۂ بالا کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اپنی تاریخ میں اس موقع کی جو عبارت خاص لکھی ہے وہ یہ ہے۔ مسلمان مشرکین کی ان سرگرمیوں کے سامنے نہ ٹھیر سکے۔ اور بھاگنے پر آمادہ ہو گئے کسی نے پہاڑ کا راستہ کسی نے جنگل کی راہ لی جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوج کی یہ حالت دیکھکر سخت متردد ہوئے اور ان سب پست ہمتوں کو اطمینان دلانے کی غرض سے پکارنے لگے۔ الا یا فلان۔ الا یا فلان۔ انا رسول اللہ مگر کوئی شخص آنحضرت صلعم کی آواز کی طرف متوجہ نہ ہوا تھا۔ ترجمہ کامل واقدی ص ۲۴۳ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔

ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں اسی امر خاص کو کہ تمام مسلمانوں نے رسول اللہ صلعم کو تنہا چھوڑکر راہ فرار اختیار کی ابھی اور صاف کرینگے۔ چنانچہ میرے اس بیان کی تصدیق پر آنحضرت صلعم کو سب نے تنہا چھوڑ دیا تھا اور کوئی صاحب بھی ساتھ نہ رہے تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی۔ عجائب القرآن۔ تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر درمنثور امام سیوطی۔ تاریخ الخمیس علامہ دیاربکری معارج النبوۃ ملا معین کشمیری۔ مدارج النبوۃ محدث دہلوی وغیرہم کی تحریریں شاہد ہیں۔

شاہ عبدالحق صاحب مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں

پس اشرار غلبہ کردند و اخیار ہمہ گریختند الی ان قال و بشومی و نافرمانی رسول خدا کہ از جماعت صادر گشت و طمع و میل

شریروں کا غلبہ ہو گیا۔ اخیار۔ نیک بندے سب بھاگ گئے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ اور اپنی بدبختی اور حکم رسول کی نافرمانی اور نیز طمع مال دنیوی

حطام دنیا دی کہ بایشان راہ یافت شکست بلشکر اسلام افتاد

اُکی وجہ سے جو اونکے دلون مین سمائی تھی فوج اسلام کو شکست پہونچا دی۔

پھر کئی صفحون کے بعد تحریر فرماتے ہین۔

چون مسلمانان رو بہزیمت آوردند حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را تنہا گذاشتند۔ حضرت در غضب آمد و عرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت۔

جب مسلمانون نے ہزیمت اختیار کی اور حضرت رسول اللہ صلعم کو تنہا چھوڑ دیا۔ حضرت کو غصہ آیا۔ اور آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگے

اب ان بیانات کے ساتھ حدیث و تاریخ کے یہ متفقہ بیانات جو انس بن النضر کی زبانی منقول ہین اور ہم اوسکو طبری۔ ابن ہشام اور تاریخ الخمیس سے ذیل مین نقل کرتے ہین۔ ملا دئے جائین تو حقیقت حال پورے طور سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

انتھی انس بن النضر عم انس بن مالک الی عمر بن الخطاب وطلحۃ بن عبید اللہ فی رجال من المھاجرین والانصار وقد القوا بایدیھم فقال ما یجلسکم قالوا قتل رسول اللہ صلعم قال فما تصنعون بالحیاۃ بعدہ قوموا فموتوا علیٰ مامات رسول اللہ ثم استقبل القوم فقاتل حتیٰ قُتِل

انس بن نضر انس بن مالک صحابی کے چچا بیان کرتے ہین کہ ہم نے اوس عالم رستخیز مین عمر بن الخطاب طلحہ بن عبید اللہ کو جماعت مہاجرین و انصار کے ساتھ اس حالت مین بیٹھا ہوا دیکھا کہ سب نے اپنے اپنے ہتیار ڈال دیے تھے۔ یہ دیکھکر مین نے پوچھا کہ تم لوگ یہان کیسے بیٹھے ہو۔ انلوگون نے کہا۔ کیا کرین۔ رسول اللہ صلعم تو مار ڈالے گئے مین نے کہا تو پھر اونکے بعد تم جی کر کیا کروگے۔ اوٹھو جس امر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مر گئے ہین تم سب بھی مر جاؤ

یہ کہکر انس بن نضر فوج کفار پر جا پڑے اور لڑنے لگے۔ یہانتک کہ شہید ہوئے تاریخ طبری ص ۱۴۰۶۔ ابن ہشام ص ۸۵ جلد دوم تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ ۴۳۸ مصر

انس بن نضر کی ہدایت کی طرف ان حضرات نے ذرا بھی التفات نہ فرمائی اور افسوس۔ جہان بیٹھے تھے وہان سے کوئی صاحب ایک بالشت بھی آگے نہ بڑھ سکے۔ تاریخ الخمیس کی ایک روایت سے ان حضرات کی جنبش نہ فرمانیکی وجہ خاص یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرات وہان بیٹھکر ایک امر خاص مین مشورت فرما رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کا پورا یقین کرکے اپنی عزیز جانون کی صحت و سلامتی کا سامان کر رہے تھے۔ ملاحظہ ہو تاریخ الخمیس کی مفصلہ ذیل عبارت

قال بعض المسلمین لیت لنا رسولا الی عبد اللہ بن ابی فیاخذ لنا امانا من ابو سفیان۔ جلد اول ص ۴۲۹

بعض مسلمین کہتے تھے کاش ہمکو ایک قاصد ملجاتا کہ اوسکو عبد اللہ بن ابی (منافق) کے پاس بھیجتے کہ وہ ہمارے لئے ابو سفیان سے

امان حاصل کر لیتا۔

نوبت باینجا رسید انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان مایوسین کی جماعت مین ہر شخص انس بن نضر کی طرح ایثار جان کے لئے طیار نہین تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو انکی غیرت دلانے پر سب کے سب انکے ہمراہ ہوجاتے اور انکی طرح اسلام کے نام پر اپنی جانین فدا کر دیتے۔ لیکن بقول شبلی صاحب یہ وہی بزرگوار تھے جو ہمت ہار چکے تھے۔ انکے ثبات واستقلال مین نہ اتنی پائداری تھی اور نہ خود ان مین اتنی جگرداری باقی تھی کہ شجاعت ودلیری سے کارفرما ہوتے جان بڑی پیاری ہوتی ہے اور خصوصاً اس وقت اور اس تہلکہ کے خاص عالم مین ایسے قیامتناک عالم مین اونکا نقطہ نظر جان کا صرف تحفظ تھا۔ اور اس بدحواسی کی شدت کے ساتھ جیسا علامہ حسین دیاربکری صاحب تاریخ الخمیس بیان کرتے ہین کہ حفاظت جان کی غرض سے ابوسفیان کی امان طلب کرنے کی تجویزین فرمانے لگے اور عبداللہ بن ابی ایسے منافق اور دشمن اسلام کو واسطۂ امان بنانے پر طیار ہوگئے۔ اس سے بڑھکر ان حضرات کے لئے اور کون سی شرمناک بات ہوگی۔

مفرورین کی واپسی | گذشت انچہ گذشت۔ اب آیندہ حالات ملاحظہ فرمائے جائین۔

خیریت ہوگئی کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد کعب بن مالک کی نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال مبارک پر پڑی۔ اور مغفر خون آلود مین صرف آپکی آنکھون کو پہچان کر اوس نے یہ مسرت افزا نعرہ بلند کیا۔ اِنَّ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ یا معشر المسلمین (اے مسلمانون! یہ رسول اللہ صحیح وسلامت کھڑے ہین۔) یہ مژدہ روح افزا سنکر مسلمانون مین جان آگئی۔ اور جو حضرات جتنے قریب تھے۔ وہ دامن کشان آپ کی طرف فوراً سمٹ آئے۔

پہلے آنیوالون مین محدث دہلوی چار بزرگوارون کے نام تبلاتے ہین۔ ابودجانہ۔ عاصم۔ سہل۔ اور طلحہ۔ اور صاحب تاریخ الخمیس پہلے لوٹنے والون مین حضرت ابوبکرؓ کا نام لیتے ہین اور خود اونکا قول نقل کرتے ہین

قال ابوبکر انصرف الناس یوم احد عن رسول اللہ صلعم فکنت اول من جاء
حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہین کہ روز احد رسول خدا صلعم کو چھوڑکر بھاگ گئے تو وقت مراجعت مین سب سے اول آیا۔ ص ۱۳۴ مطبوعہ مصر

لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالحق صاحب نے اجمالاً ان حضرات کے نام لکھدیے ہین اور انمین تفریق وتفصیل نہین کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسمین کلام نہین کہ یہ چارون حضرات آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے ہین لیکن ان مین سے ابودجانہ اور سہل بن حنیف انصاری کا نام مفرورین مین کہین نہین پایا جاتا۔ بلکہ بالاتفاق یہ امر ثابت ہے کہ یہ دونون حضرات کفار سے حرب وضرب مین مصروف تھے۔ اسلیے یہ ممکن ہے کہ مالک کا مژدہ سنکر صف جنگ سے بغرض تصدیق خبر خدمت رسول امجد مین حاضر ہوگئے ہون گے۔

جناب شاہ صاحب کا بیان مبہم رہ گیا ہے جس سے ان دونون بزرگوارون کا شمول بھی مفرورین مین ہوجاتا ہے

حالانکہ قطعاً ثابت نہیں۔ باقی رہے۔ عاصم۔ انکی حالت مشتبہ ہے۔ اس لئے کہ ابتداے جنگ مین انکے ثبات وجگر داری کے حالات علمداران قریش کے مقابلہ مین بیان ہو چکے ہین اسکے بعد پھر انکا ذکر کہین پایا نہین جاتا ممکن ہے کہ نصف جنگ سے رسول اللہ ص کی زیارت کے لئے یہ بھی آگئے ہون۔ اور اسلئے معاودین مین شمار کر لئے گئے۔ یا حقیقتاً آگے چلکر انکے پائے ثبات بھی لغزش مین آگئے ہون۔ اور یہ بھی فرار کر کے واپس آئے ہون۔

باقی رہے طلحہ بن عبید اللہ تو انکے نہ مفرورین ہونے مین کلام ہوسکتا ہے اور نہ معاودین مین کیونکہ انس بن نضر والی روایت مین انکا نام بالتخصیص قید ولدیت کے ساتھ مندرج ہے۔ جسپر تمام مورخین کا اتفاق ہو چکا ہے۔

چونکہ خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان حضرات کی مفارقت ومعاودت مین تھوڑا ہی عرصہ گذرا اسلئے مورخین ومحدثین نے اتنے عرصہ کو قابل لحاظ نہ سمجھکر ان حضرات کو برابر ثابتین مین شمار کیا ہے۔ حالانکہ تاریخ الخمیس تفسیر کبیر تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر درمنثور سیوطی۔ حبیب السیر۔ معارج النبوۃ۔ اور مدارج النبوۃ کی مرقومہ بالا بیانات سے آنحضرت صلعم کو تنہا چھوڑ کر سب کا چلا جانا ثابت ہو چکا ہے۔ پھر کسی صاحب کی حاضری یا موجودگی کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ اگر محدثین ومورخین کی ان روایات پر جن مین گیارہ حضرات کی حاضری بتلائی گئی ہے یا صحیح بخاری کے مطابق صرف دو شخصوں (سعد، طلحہ) کی موجودگی کی روایت پر اعتبار کیا جائیگا۔ تو سعد کی تنہا حاضری سے ان گیارہ حضرات کی موجودگی اور زیادہ قابل الزام ثابت ہوگی۔ اسلئے کہ یہ گیارہ جان نثار عتبہ اور ابن قمیہ صرف دو شخصون کی ضرر رسانی سے پیکر رسالت کی حفاظت نکر سکے۔ عبرت خیز بھی ہے اور حیرت انگیز بھی۔ حقیقت یہی ہے کہ اسوقت یہ بزرگوار موجود ہی نہین تھے۔ ورنہ انکی عقیدت وجان نثاری کا مقتضا یہی ہونا چاہتا تھا کہ مارتے یا مر جاتے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم نورانی پر خراش نہ آنے دیتے۔

ذرا حضرت عمر کی حقیقت پوشی کی طرف شبلی صاحب کی کوشش محض بیکار ہے آپ اپنے ہی دست وقلم سے اہل سیرت وتاریخ کے مختار اور پھر صحیح بخاری کی تصریحات لکھکر باقیماندگان ہمراہیان رسول ص کے تمام نام بتلا چکے ہین۔ ارباب سیر وتاریخ گیارہ لوگون کے نام بتلاتے ہین اور امام بخاری دو شخصون کے نام لکھتے ہین۔ ان دونون مین سے کسی مین حضرت عمر کا نام نہین ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان حضرات سے پہلے ہی چلے گئے۔ اور پھر ان بزرگوارون کے واپس آنے سے بھی پیچھے آئے۔ "ان تصریحات کو خود لکھکر اور انس بن نضر کی مجلس مفرورین والی روایت کو نقل کرنے کے بعد جس مین حضرت عمر کا نام مع ولدیت جماعت مفرورین مین موجود ہے شبلی صاحب اصل کتاب کی عبارت مین تو نہین لیکن حاشیہ مین چپکے سے یہ عبارت لکھتے ہین۔

یہ عام روایت (انس بن نضر) والی ہے صحیح بخاری مین یہ واقعہ مذکور ہے لیکن حضرت عمر کا نام نہین یعنی مجلس مفرورین مین بخاری کے نزدیک گویا یہ نہین تھے تو اس سے کیا۔ انھین بخاری نے حاضرین مین بھی تو انکا نام نہین دیا تو بہ یہ

حاضرین میں نہیں ہیں۔ بقول آپ کے مفرورین میں ہیں نہیں تو ہیں یہ کہاں۔ یہ بھی تو غور کر لیا جائے۔

شبلی صاحب۔ ہم بار بار آپ کی خدمت میں عرض کرتے جاتے ہیں کہ حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ حقیقتاً حضرت عمر مرد میدان نہیں تھے۔ میر مجلس ضرور تھے۔ صاحب شمشیر نہیں تھے۔ اہل رائے و تدبیر ضرور تھے ع ہر کسی را بہر کارے ساختند کے اصول پر نظر کیجئے۔ ایسے عالم رستخیز میں ثبات و استقلال انکا کام نہیں تھا۔ وہ دوسروں کیلئے تھے جن کا ذکر بہت جلد آپ کو معلوم ہو جائیگا۔

اس میرے بیان سے اگر شبلی صاحب اور اون کے ہمخیال حضرات کی تسکین نہ ہو تو امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر اور علامہ نیشاپوری کی تفسیر عجائب القرآن میں بذیل آیہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ	وہ لوگ جو دونوں فوجوں کے مقابلہ کے وقت پیچھے پھر گئے

یہ عبارت ملاحظہ فرمالیجائے۔

ان من المنهزمین عمر و منهم ایضا عثمان	بھاگنے والوں میں حضرت عمر بھی تھے اور انھیں میں حضرت عثمان بھی تھے

اگر چہ اس سے بھی تشفی نہ ہو سکے۔ تو اپنی احسن التفاسیر۔ تفسیر امام جریر طبری۔ اور تفسیر در منثور امام سیوطی میں خود حضرت عمر کا اقرار ذیل کے الفاظ میں ملاحظہ فرمالیا جاوے۔

عن عمر قال لما کان یوم احد هزمنا و فررت حتی صعدت الجبل	حضرت عمر فرماتے ہیں کہ یوم احد جب ہم لوگوں نے گریز کی تو میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب کہ اونکے ہمخیال حضرات تمام توجہ و ہمدردی حضرت عمر وغیرہ صحابہ مخصوصین کے ساتھ دکھلاتے ہیں۔ لیکن حضرت عثمان کی طرف۔ جو صحابہ کے اسی طبقہ عالیہ میں داخل اور خلافت راشدہ میں شامل ہیں کچھ بھی توجہ نہیں کرتے۔ یہ بھی نہیں پوچھتے کہ ان غریب کا کیا حال ہوا۔ انکی طول طویل فرار کی نسبت نہ کسی کو عذر و معذرت کی فکر ہے اور نہ توجیہ و تنقیح کا خیال۔ انکے واقعات کی جب تحقیق کی جاتی ہے۔ تو بخاری نے باب غزوہ اُحد میں انکی نسبت ذیل کے مختصرہ پر اکتفا کی ہے۔

اذا سئل من عبد الله بن عمر اتعلم ان عثمان بن عفان فر یوم احد قال نعم	عبد اللہ بن عمر سے جب استفسار کیا گیا کہ حضرت عثمان بن عفان بھی بروز احد بھاگے تھے۔ تو اونھوں نے کہا ہاں۔

بخاری کی اس اختصار کی تفصیل طبری کے مفصلہ ذیل الفاظ میں ملاحظہ کی جائے۔

وقد کان الناس انهزموا عن رسول الله صلعم حتی انتهی بعضهم الی المنقی دون الاعوص و فر عثمان بن عفان و عقبة بن عثمان و سعد بن	لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس سے بھاگ کر مقام منقی تک جو عوص کے قریب ہے چلے گئے اور حضرت عثمان بن عفان وہ شخص انصار عقبہ و سعد ابنائے عثمان کے ساتھ بھاگے تو مقام جلعب میں جا کر دم لیا

رجلان من الانصار حتی بلغوا الجلعب بناحیۃ المدینۃ مما یلی الاعوص فاقاموا بہ ثلثا ثم رجعوا الی رسول اللہ صلعم۔

مدینہ مین جے پناہ گزین ہوئے۔ اور تین دن کے بعد رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے۔

ایسے قیامت انگیز عالم رستخیز مین اون حضرات کے حالات کی تفصیل کی گئی ہے جو نہ اپنے دلہائے پر اضطراب کو ٹھہرا سکے۔ نہ پاہائے ثبات جما سکے اور نہ دشمن سے تاب مقاومت و مقابلت لا سکے۔ اب ہم ان بزرگوارون کے خلاف اُن اسلامی مجاہدین مخلصین اور مبارزین قائمین فی الجہاد کی دلیرانہ جان نثاریان او شجاعانہ ثبات اور جگرداریان ذیل کی حالات و واقعات مین بیان کرتے ہین۔ جن سے جانبین کے اختلافات طبائع اور خیالات و جذبات باہمانہ کے فرق مابہ الامتیاز پورے طور سے معلوم ہو جائینگے۔

مبارزین اسلام اور قائمین فی الجہاد کے حسن خدمات

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن جبیر کے دستہ فوج کی سرکشانہ نافرمانی سے پہلے میدان جنگ مین مسلمانون کی ایک گونہ جیت ہو چکی تھی اور فوج غنیم کے لوگ بھاگنے لگے تھے۔ اور یہ حضرت حمزہؓ جناب علی مرتضیٰؑ حضرت ابو دجانہ انصاری مصعب ابن عمیر سہل ابن حنیف الانصاری حنظلہ سعد بن الربیع انصاری اور عمارہ بن زیاد کی بے نظیر شجاعانہ حملات اور لاجواب دلیرانہ سعی و کوشش کا نتیجہ تھا۔ یہ حقیقی مجاہدان فی سبیل اللہ اور فدائیان رسول اللہ صلعم اپنی بے مثال ہمت و وفاداری اور استقامت و پاداری سے لشکر کفار کی گھنی صفون مین گھس پڑے تھے اور اپنے حملات شمشیر سے لوٹ مچا رکھی تھی۔ ان دلاوران اسلامی مین حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سب سے زیادہ تیز قدمی اور پیش دستی سے کار فرما تھے اور تنہا بالنفس النفیس کفار کے ٹڈی دل کو چیرتے پھاڑتے اُس انتہائے مقام تک پہونچ گئے تھے جو روز ازل سے آپ کی شہادت کا "مقتل" قرار پا چکا تھا۔

حضرت ابو دجانہ انصاری کے محاسن خدمات

حضرت ابو دجانہ انصاری کی دلیرانہ پیشقدمیون کی بھی یہی کیفیت تھی سرکار رسالت سے ابتدائے جنگ ہی مین انکو ایک شمشیر عنایت ہوئی تھی اور یہ اوسی تلوار برق رفتار سے لشکر کفار مین خون برسا رہے تھے۔

زبیر بن العوام اس مجاہد کی شان کا رزار یون بیان کرتے ہین۔

عن الزبیر خرج ابو دجانہ بعد ما اخذ السیف واتبعتہ فجعل لا یمر بشئی الا افراہ وھتکہ وفلق بہ المشرکین وکان اذا کل شحذہ بالحجارۃ ثم یضرب بہ العدو کانہ منجل حتی اتی نسوۃ فی سفح الجبل ومعھن ھند وھی تغنی تحرض المشرکین فحمل علیہا فنادت بالصخر فلم یجبھا احد فانصرف عنہا قلت کل سیفا رایتہ

زبیر بیان کرتے ہین کہ ابو دجانہ رضؓ کو دربار رسالت سے جو سیف بران عنایت ہوئی تھی جسے یہ لیکر مشغول جنگ ہوئے اور یہ نوبت پہونچائی کہ جس پر انکی تلوار پڑتی تھی اوسکو قطع کئے بغیر اور صف مشرکین کو شگافتہ کئے بغیر نہین چھوڑتی تھی اور جس پر پڑتی تھی بغیر زخمی ہوئے کوئی شخص نہین بچتا تھا۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ فوج کفار کی عورتین پہاڑ پر بھاگنے لگین انمین ہندہ بھی تھی جو گا گا کر مشرکین کو جنگ پر پرجوش بناتی تھی۔ ابو دجانہ ہندہ پر تلوار سے حملہ کیا

فاعجبني غير أنك لم تقتل المرأة قال كرهت ان اضرب سيف رسول الله صلعم امرأة لا ناصر لها	اور ہند نے گھبرا کر یا آل صخرہ کا نعرہ لگایا لیکن کوئی بھی مدد کو نہ آیا۔ ابو دجانہ نے ایکبار اپنا ہاتھ روک لیا اور اوسے چھوڑکر چلے آئے۔ زبیر کہتے ہیں کہ میں نے

ان سے پوچھا کہ تمہاری تیغ آبدار کی کاروائی تو دیکھی لیکن تعجب ہے کہ اسوقت تم ایک عورت کو نہ قتل کرسکے۔ ابو دجانہ نے کہا مجھے خود غیرت آئی کہ میں رسول اللہ ص کی عنایت کردہ تلوار سے ایک عورت بے یار و مددگار کا کیا سر کاٹوں۔ زرقانی جلد دوم ص۳۳ بحوالہ صحیح مسلم

یہ بزرگ انصاری ابتدائے جنگ سے انتہا تک شرط جان نثاری اور وفاداری پر بکمال ثبات و پاداری قایم رہا فوج اسلامی کی ہزیمت اور رسول اللہ ص کی خبر شہادت پاکر بھی۔ یہ اونھیں بزرگواروں میں ہیں جنہوں نے لڑکر مر جانے اور خدا و رسول ص کے حکم پر مٹ جانے کو اپنا نصب العین قرار دے لیا تھا۔

اسمیں کوئی کلام نہیں کہ یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح و سلامت رہنے کا مژدہ سنکر میدان جنگ سے زیارت کے لئے ضرور حاضر ہوئے تھے۔ اور غالباً اسی وجہ سے محدث دہلوی نے انکو بھی مفرورین میں سمجھکر جلد لوٹ آنے والوں میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ صریحاً خلاف واقع ہے۔

مصعب ابن عمیر کے محاسن خدمات

یہ بزرگوار ہاشمی النسل تھے سابقاے اسلام میں داخل اور نقبائے رسول ص میں شامل تھے۔ اکثر مورخین و محدثین کے مختار کے مطابق جنگ احد میں علمدار لشکر تھے۔ آغاز جنگ سے اتمام تک مخالف کے مقابل ہوکر شجاعت و دلیری اور ہمت و جرأت کی لاجواب مثالیں قایم کررہے تھے صف کفار کو درہم و برہم کرکے قلب لشکر میں دور تک بڑھ گئے تھے۔ وقت برابر ہو چکا تھا ابن قمیہ کی زد پر آگئے۔ زخم کھا گئے اور شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلعم سے مشابہ تھے۔ ابن قمیہ نے رسول اللہ سمجھکر شہادت رسول اللہ کی خبر مشہور کردی۔ جناب رسول خدا صلعم انکی خبر شہادت پاکر بھی ملول و محزون ہوئے اور آدمی بھیجکر جناب علی مرتضیٰ ع کے پاس کہلا بھیجا کہ لشکر کا علم لیکر آگے بڑھیں۔ ابن ہشام ص۱۸ جلد دوم مصر۔

حنظلہ بن ابو عامر کے محاسن خدمات

حنظلہ بن ابو عامر بھی انھیں وفاداران اور پاداران اسلام میں تھے۔ یہ بھی مساعیٔ جہاد میں از ابتدا تا انتہا بے نظیر جگرداریاں دکھلاتے رہے۔ انکا باپ ابو عامر جب میدان میں آکر مبارز طلبی کرنے لگا۔ تو اوسکے مقابلہ میں سب سے پہلے انھیں نے خدمت رسول ص سے اجازت جنگ چاہی اور قصد کرلیا کہ دنیا کو کفر و اسلام ظلمت و نور اور سعادت و شقاوت کا نمونہ دکھلا دیا جائے۔ لیکن رحمۃ العلمین نے باپ بیٹے کے مقابلہ کو ناگوار سمجھکر اجازت نہ دی۔

یہ دلیر مجاہد باپ کو چھوڑکر دوسرے کافر سے مقابل ہوا۔ اور بڑی دیر تک شجاعت و دلیری کے جوہر دکھاتا رہا۔ مقابل کا خاتمہ کرکے کفار کی صفوں پر ٹوٹ پڑا اور اونکو ضرب شمشیر سے اولٹ پلٹ کرتا رہا۔ پھر ہمت و جگرداری سے بڑھتا ہوا قلب لشکر میں ابو سفیان سردار لشکر کے سر پر جا پہونچا قریب تھا کہ ضرب شمشیر سے اوسکا کام تمام کرکے جدال و قتال کا ایکبار فیصلہ کردے۔ کہ شداد بن الاسود جو پہلو میں چھپا کھڑا تھا۔ اونکے وار کو روکا اور اپنے وار سے اونکو شہید کرڈالا۔

سعد بن الربیع انصاری کے محاسن خدمات

سعد بن الربیع جوانان انصار سے تھے۔ اسلام کے جان نثار کامل تھے اور وفادار خالص آغاز جنگ سے اختتام تک شرط وفاداری اور فرض جان نثاری پر قایم رہکر فائز بشہادت ہوئے اور اس قیامت خیز ہنگامہ میں کسیکو نہ انکی شہادت کی خبر ہوئی اور نہ یہ معلوم ہوا کہ انکا قاتل کون ہے۔ میدان جنگ سے قریش کے چلے جانے کے بعد جب شہداے احد کے تلاش ہونے لگی تو ان کی بھی جستجو ہوئی۔ تو ایک مرد انصار کو یہ جانباز اسلام دم توڑتا ملا۔ طبری۔ اور ابن ہشام اس خالص عقیدت مند اور وفادار کی آخری تقریر ان الفاظ مین بیان کرتے ہین

فنظر فوجدہ (سعد ابن الربیع) جریحا فی القتلیٰ وبه رمق قال فقلت له ان رسول الله صلعم امرنی ان انظر افی الاحیاء انت ام فی الاموات قال انا فی الاموات فابلغ رسول الله صلعم عنی السلام وقل له انّ سعد بن الرّبیع یقول لك جزاك الله عنا خیر اما جزی نبیّنا عن امته وابلغ قومك عنی السلام وقل لهم ان سعد بن الرّبیع یقول لکم انه عذر لکم عند الله ان اخلص علیٰ نبیکم صلی الله علیه واٰله وسلم منکم عین تطرف قال ثم لا ابرح حتّٰی مات ص۹ جلد دوم ابن ہشام

وہ بزرگ انصاری بیان کرتے ہین کہ مین نے اونھین کشتون مین پڑا پایا۔ رمقی جان اون مین باقی تھی۔ مین نے پکار کر کہا اے سعد رسول اللہ صلعم نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تمھین تلاش کرون کہ تم زندون مین ہو یا مردون مین۔ سعد بولے مین تو مردون مین ہون لیکن مہربانی کرکے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین جاکر یہ پیام عرض کرنا اور کہنا کہ خدا تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے جیسی کسی نبی کو اوسکی امت کی طرف سے ندی گئی ہو۔ اور قوم کے لوگون کو بھی میری طرف سے سلام کہنا اور کہدینا کہ سعد کہگیا ہے کہ جب تک تم لوگون مین ایک آنکھ بھی جھپکنے والی باقی ہے اسوقت تک اگر دشمن نبی صلعم تک پہونچگیا تو خدا کے حضور مین تم کوئی عذر پیش نکرسکو گے

اس کے آگے ابن ہشام لکھتے ہین۔

حدثنی ابوبکر الزبیری ان رجلا دخل علی ابوبکر الصدیق وبنت السّعد بن الربیع جاریة صغیرة علیٰ صدرہ یرشفها ویقبلها فقال له الرجل من هذہ قال هذہ بنت رجل خیر منی سعد بن الربیع کان من النقباءٓ فی العقبه وشهد بدرا واستشهد یوم اُحد ص۹۰

ابوبکر زبیری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت ابوبکر کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک چھوٹی سی لڑکی اونکے سینہ پر بیٹھی ہے اور وہ آپ پیار کر رہے ہین اور اوس کا مونھ چوم رہے ہین اوس شخص نے پوچھا کہ یہ کس کی لڑکی ہے تو حضرت ابوبکر نے کہا یہ اوس شخص کی لڑکی ہے جو مجھ سے بہتر تھا۔ جو بروز عقبہ بیعت سے مشرف ہوا تھا اور آنحضرت صلعم کے نقبا مین تھا شرکا بدر مین داخل اور شہداے احد مین شامل ہے

عمارہ ابن زیاد کی جان نثاری

عمارہ ابن زیاد کے نام مین اختلاف ہے۔ صاحب رحمۃ للعلمین نے عمارہ بن زیاد لکھا ہے اور شبلی صاحب۔ زیاد بن السکن لکھتے ہین۔ دونون صاحبون نے طبری سے لکھا ہے۔ طبری نے خود تحقیق نام نہین کی ہے سوہ لکھتے ہین زیاد بن عمارہ بن زیاد بن السّکن (زیاد یا عمارہ بن زیاد بن السکن) ص۱۴۰۳

بہرحال۔ باپ بیٹون مین سے جو صاحب ہون وہ آغاز جنگ سے حصول شہادت تک ضرور قایم بالجہاد رہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکی شہادت کی خبر پہونچی تو آپ نے شفقت خاص سے انکی لاش حضور مین اٹھوا منگوائی۔ جب مسلمان انکی لاش اوٹھا لائے تو فرمایا قریب لاؤ۔ قریب لائے تو ارشاد فرمایا اور قریب لاؤ۔

فوسدہ قدمہ فمات وخدہ علی قدم رسول اللہؐ	یہانتک کہ انکی لاش آپکے قدم سے مل گئی اور وہ اپنے رخسار قدم رسولؐ پر رکھکر مر گیا۔

اسموقع پر شبلی صاحب نے مناسب حال کسی کا یہ شعر لکھا ہے۔ ؎ بچہ نازرفتہ باشد زجہان نیاز مندے کہ بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی ﴿ سیرۃ النبی ص ۳۸۲ ﴾ تاہم واقعیت کا ایک شوشہ رہ گیا ہے۔

صاحب رحمۃ العالمین نے مناسب مقام بحیکر اردو کی زبان قدیم کا یہ شعر لکھا ہے۔ زبان مین جو عذر ہو لیکن واقعیت اور تمثیلیت مین کوئی کلام نہین۔ وہ یہ ہے ؎

سر بوقت ذبح اپنا اوسکے زیر پائے ہے — یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔ (رحمۃ ص ۱۰۱)

سہل ابن حنیف انصاری کے محاسن خدمات	سہل ابن حنیف انصاری کے دلاورانہ اسلام کی تصدیق اور ثبات فی الجہاد کی توثیق مین یہی کافی ہے۔ جیسا کہ ابن ہشام لکھتے ہین کہ جناب علی مرتضیٰؑ نے

حضرت سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کو ذوالفقار اس غرض سے روز احد دی کہ وہ اسے کافرون کی خون سے پاک کردین تو ارشاد فرمایا۔

اغسلی عن ھذا دمہ فواللہ لقد صدقنی الیوم	اس کا خون دہو ڈالو۔ بخدا مین نے آج اپنی خدمات کی تصدیق کرادی۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب تھے سنکر ارشاد کیا۔

یا علی لئن کنت صدقت القتال لقد صدق معک سہل بن حنیف الانصاری وابودجانہؓ	تنہا تمہین نے خدمات جنگ کی تصدیق نہین کرائی بلکہ تمہارے ساتھ سہل بن حنیف انصاری اور ابودجانہ نے بھی۔

مخبر صادقؐ کے لفظ معیت مین اتنی کامل صداقت تھی کہ سہیل ابن حنیف الانصاری واقعات صفین تک حضرت علی مرتضیٰؑ کی معیت مین موجود رہے۔ امارت بصرہ کے وقت جو انکی ذلت وخواری کی گئی۔ اوسکا ذکر ناگفتہ بہ ہے اور بہت قبل از وقت۔

مجاہدین۔ قائمین بالجہاد کی فہرست مین شبلی صاحب۔ زبیر العوام۔ طلحہ اور سعد بن ابی وقاص کے نام بھی بتلاتے ہین اور وہ کیا تاریخ وحدیث کی مرویات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ خصوصاً طلحہ کی تصدیق خدمات خود رسول اللہ صلعم کی زبانی بھی جابجا نقل فرمائی ہے لیکن چونکہ ہم اونھین تاریخ وحدیث سے ان بزرگون کو منہزمین ومفرورین مین اوپر ثابت کر آئے ہین اس لئے یہ حضرات اون بزرگوارون کے مقابلہ مین جنکا ذکر ابھی ابھی ہم لکھ چکے ہین بمعیار شجاعت وجگرداری اور بمقیاس ثبات وپاداری مین مشکل سے کامل اوترتے ہین ممکن ہے کہ انکے

جن خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ اوائل جنگ میں یا قبل بے وصیت رسول صلعم ان سے عمل میں آئی ہوں اور پھر لڑائی بگڑ جانے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخمی ہو جانے اور نظروں سے پوشیدہ ہو جانے کے بعد انکے پائے ثبات میں بھی لغزش آگئی ہو۔ یہی واقعیت ہے۔ اور واقعیت کا انکار حقیقت کا انکار ہے۔

جناب علی مرتضیٰ کے محاسن خدمات

انھیں قائمین فی الجہاد میں جن کا ذکر خیر اوپر بیان ہو چکا ہے۔ انکے سر حلقہ اور مقتدا حضرت علی مرتضیٰ ثابت ہوتے ہیں۔

جنگ احد کے قیامت خیز معرکہ میں جو حضرات از ابتدا تا انتہا ثابت قدم رہے اونکے نام اور تفصیلی خدمات اوپر بیان ہو چکے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ ان آٹھ وفاداروں اور جگرداروں میں پانچ بزرگوار حضرت حمزہؑ، مصعب ابن عمیر، حنظلہ، سعد بن الربیع اور عمارہ بن زیاد شرائط وفا کے ساتھ فدائے اسلام ہو گئے۔ رضوان اللہ علیہم

تین وفادار حضرت علی مرتضیٰؑ، حضرت ابودجانہ انصاری اور حضرت سہل بن حنیف انصاری انتہائے جنگ تک خدمات جان نثاری اور وفاداری پر ثابت قدم رہے اور ابن ہشام کے موافق مراجعت مدینہ تک ان کی خدمات کی زبان رسالت سے تصدیق فرمائی گئی۔

جناب علی مرتضیٰ کی اقامت فی الجہاد کی ابتدائی کیفیت اور علمداران قریش کو آپ کا قتل کرنا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور اون کے مجموع علمداروں میں سے۔ رحمۃ العلمین کے قول کے مطابق آٹھ علمداران قریش کو یکے بعد دیگرے تن تنہا آپ ہی نے قتل فرمایا تھا (ص ۱۰۸) علمداران قریش کے قتل کے بعد آپ کی عدیم المثال مبازرت کی تفصیل و تصریح طبری میں یوں مرقوم ہے۔

لما قتل علی ابن ابی طالب اصحاب الالویۃ ابصر رسول اللہ صلعم جماعۃ من مشرکی قریش فقال لعلی احمل علیھم فحمل علیھم ففرق جماعتھم وقتل عمرو بن عبد اللہ الجمحی قال ثم ابصر رسول اللہ صلعم جماعۃ من مشرکی قریش فقال لعلی احمل علیھم فحمل علیھم ففرق جماعتھم وقتل شیبۃ بن مالک احد بنی عامر بن لوی فقال جبرئیلؑ یا رسول اللہ ان ھذہ للمواساۃ فقال رسول اللہ انہ منی وانا منہ فقال جبرئیلؑ وانا

ابورافع اپنے داداسے روایت کرتے ہیں کہ جب علی مرتضیٰؑ علمداران قریش کو قتل کر چکے تو آنحضرت صلعم نے مشرکین کی ایک جماعت کو اپنی طرف آتے دیکھکر حضرت علی سے فرمایا کہ ان پر حملہ کرو حضرت علی نے اوس جماعت پر حملہ کیا اور اوسکو متفرق کر دیا اور اون میں سے عبداللہ بن عمر جمحی کو قتل کر ڈالا۔ اسکے بعد پھر جناب رسول خدا صلعم نے دوسری جماعت مشرکین کو اپنی طرف آتے دیکھا پھر فرمایا۔ ان پر حملہ کرو۔ پھر حضرت علی نے اون پر حملہ کیا اونکو متفرق کر دیا اور اون میں شیبہ بن مالک جو بنی عامر کے قبیلہ کا ایک آدمی تھا قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھکر حضرت جبرئیلؑ نے خدمت رسول صلعم میں عرض کی کہ یہ تو انتہائے محبت و رفاقت ہے۔ جناب رسول خدا صلعم نے

منکما قال نسمعوا صوتا لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علیؑ طبری ص ۱۴۰۲ جرمن

ارشاد فرمایا اسلئے کہ یہ مجھسے ہے اور میں اس سے ہوں۔ یہ سنکر حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ میں تم دونوں میں شامل ہوں اسکے بعد یہ آواز سنائی دی کہ کوئی تلوار ذوالفقار کے ایسی نہیں اور کوئی جوانمرد علی کا ایسا نہیں ہے۔

ایسا نہیں ہوا کہ شمول کا مواسات میں حضرت جبرئیلؑ صرف وعدہ کرکے رہ گئے ہوں یقیناً ایسا نہیں ہوا تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ عملی صورت میں لایا گیا اور پورا فرمایا گیا۔ علامہ یوسف گنجی الشافی اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں اور شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

روی الحافظ محمد بن عبد العزیز الجنابذی فی کتاب معالم العترۃ النبویۃ مرفوعا الی قیس بن سعد عن ابیہ انہ سمع علیا یقول اصابتنی یوم احد ستۃ عشر ضربۃ سقطت الی الارض فی اربع منھن فجاءنی رجل احسن الوجہ طیب الریح فاخذ بضبعی فاقامنی ثم قال اقبل علیھم فانک فی طاعۃ اللہ ورسولہ وھما عنک راضیان قال علی فاتیت النبی صلعم فاخبرتہ فقال یا علیؑ اقر اللہ عینک وذاک جبرئیلؑ۔ سوانح عمری حضرت علی ص ۱۶۲ لاہور

حافظ محمد بن عبد العزیز جنابذی اپنی کتاب معالم العترۃ النبویہ میں بطریق مرفوع قیس بن سعد سے اور وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ انکو والد نے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جنگ احد کے دن مجھے سولہ زخم ایسے کاری لگے تھے کہ انھیں سے چار زخموں کے ساتھ میں زمین پر گرنے کے قریب پہونچ گیا تھا۔ اور ہر بار ایک خوبصورت خوشبو میں ڈوبا ہوا آدمی میرے پاس آکر میرا ہاتھ پکڑ لیتا تھا اور مجھکو کھڑا کردیتا تھا اور کہتا تھا پھر دشمنوں پہ حملہ کرو تم خدا اور اسکے رسول کی اطاعت میں ہو اور وہ دونوں تجھسے راضی ہیں۔ جناب علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں کہی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ اے علی خدا تمہاری آنکھوں میں ٹھنڈک عطا فرمائے۔ وہ جبرئیل تھے۔

مرقومہ بالا مشاہدات غیب میرے بیان کے شاہد صادق ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی یہ مبارزت اسوقت کی ہے کہ حکم رسول اللہ صلعم سے آپ لشکر کفار اس جماعت میں جو بار بار رسول اللہ صلعم کی ذات خاص پر ایذا رسانی کی غرض سے چڑھ چڑھ آتے تھے۔ ہر بار آپ اونپر حکم رسول ص سے حملہ آور ہوتے تھے اور ہر بار بڑی جگرداری سے لڑکر اونکو پسپا کردیتے تھے۔

شبلی صاحب نے حضرت علی کی ایسی بے نظیر شجاعت و مبارزت کو اول تو آنحضرت صلعم کے مجروح ہونیکے بعد لکھا ہے۔ اور یوں اسکی واقعیت اور اصلیت کو بدل دیا ہے۔ دوسری یہ کہ ان محاسن خدمات کو صرف اتنا لکھکر "دل کا دل ہجوم کرکے بڑھتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا" ص ۲۷۷۔ اسکی حقیقت کو تمام کردیا ہے۔ ہم کو آپ کی اس کوتاہی کی کوئی شکایت نہیں۔ اس لئے کہ ہمکو آپ کی خدمت میں عادت شناس اور مزاجدان ہونیکا اعزاز حاصل ہوچکا ہے۔ ہم خوب واقف ہیں کہ بموقع خاص آپ کے اختصار واقتصار

اور تلخیص و تلمیح کے مقامات ہین۔

لشکر اسلام کی ہزیمت اور رسول اللہ صلعم کی شہادت کی خبر سنکر جو کیفیت حضرت علی مرتضیٰؑ کے قلب پر مستولی ہوئی وہ خود زبان مبارک سے یون ارشاد فرماتے ہین۔ محدث شیرازی لکھتے ہین۔

چون کفار بر مسلمانان غلبہ کردند حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام از نظر من غائب شد در میان کشتگان رفتم و احتیاط کردم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ندیدم با خود گفتم وے ازان قبیل نیست کہ از صف جنگ کافران بگریزد و در میان قتلیٰ نیست۔ گمان من اینست کہ حق تعالیٰ بواسطہ فعل ما بر ما غضب کردہ و پیغمبر خویش باسمان بردہ و با خود گفتم ہیچ بہتر ازان نیست کہ بقاتلہ نمایم تا کشتہ شوم شمشیر کشیدہ و بر جوق مشرکان حملہ بردم از ہم بپاشیدند۔

جب کفار نے مسلمانون پر غلبہ کیا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام میری نظرون سے غائب ہوگئے۔ مین آپ کو کشتون مین ڈھونڈھنے لگا۔ اور اون مین آپ کو نہ پایا تو مینے اپنے دل مین سوچا کہ رسول صلعم سے تو یہ ممکن ہی نہین کہ جنگ کفار سے گریز فرمایئن۔ میرا یہ خیال ہے کہ یہ ہزیمت خدا کا غضب ہے جو ہمارے افعال کی سزا مین ہم پر اوتار گیا ہے اور خدا نے اپنے رسولؐ کو محفوظ اور صدمون رکھکر آسمان پر اوٹھا لیا ہے۔ یہ سوچکر مین نے اپنے دل سے کہا کہ اب میرے لئے اس سے بہتر کوئی صلاح عمل نہین ہوسکتی کہ ہم بھی کفار سے لڑکر مر جایئن۔ یہ قصد کر کے مین تلوار لے کر گروہ کفار پر ٹوٹ پڑا اور اتنی جگر داری سے لڑا کہ اونکو متفرق اور پریشان کر دیا۔ روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنو ص ۲۶۲

ان خدمات کے صلہ مین جناب احدیت کی بارگاہ سے حضرت علی مرتضیٰؑ کو کیا صلہ عطا ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جماعت کفار کے متفرق کرنے کے بعد نظر مبارک اوٹھاتے ہین تو جمال رسالت سامنے ہے صلوا علیہ وآلہ۔

محدث شیرازی اوسی سلسلۂ بیان مرقومۂ بالا مین جناب علی مرتضیٰ کے زبانی نقل فرماتے ہین۔

جمال حضرت را دیدم بسلامت دانستم کہ حق تعالیٰ ویرا بملائکہ کرام خود محافظت نمودہ

اس اثنا مین میری نظر آنحضرت صلعم کے جمال مبارک پر پڑی اور آپ صحیح و سلامت نظر آئے تو مجھے یقین آگیا کہ خدا نے ملائکہ کرام کے ذریعہ سے آپکی محافظت فرمائی۔

فوراً خدمت اقدس مین حاضر ہوئے۔ اب باہمی مکالمت کی حقیقت بھی محدث شیرازی و محدث دہلوی کی عبارت مین ملاحظہ ہو۔

آنحضرت صلعم نظر کرد۔ دید کہ علی بن ابی طالب بر پہلوے مبارکش استادہ است۔ فرمود۔ چون است کہ تو بہ برادران خود ملحق نگشتی۔ علی گفت اکفر بعد

آنحضرت صلعم نے نظر اوٹھائی تو دیکھا علی ابن ابی طالب پہلو مین کھڑے ہین اون سے استفسار فرمایا کہ تم کیونکر اپنے بھائیون سے جاکر نہ مل گئے حضرت علیؑ نے عرض کی کیا مین ایمان لانیکے بعد

الایمان انی بك اسوة ایا کافر شوم بعد از ایمان بتو بکہ مرا با تو اقتدا است یعنی مرا بشما کار رست با یاران و برادران کہ در پے غنیمت افتادند و ہزیمت نمودند چہ کار دارم

کافر ہو جاتا مجھکو آپ ہی کی اقتدا کافی ہے - یعنی مجھے آپ ہی سے صرف سروکار ہے مجھے اپنے اُن یارون اور بھائیون سے کیا کام جو مال غنیمت کے لالچ مین پڑ گئے - اور بھاگ نکلے -

ذکوان کی استمداد و اعانت

جناب علی مرتضیٰ ع کی عدیم المثال شجاعت خودغرض نہین تھی - اسکا کوئی پہلو عالی ہمتی اور ہمدردی اور دوسرون کی مدد و اعانت سے خالی نہین تھا - ایسا نہین تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ صرف اپنی حفاظت کے لئے اپنی قوت و شجاعت صرف کرتے ہون اور دوسرے رفیقون کی مدد و استعانت سے پہلوتہی فرماتے ہون واقعات بتلا رہے ہین کہ اسی احد کی لڑائی مین حضرت علی ع نے بنی عبدالدار کے علمدارون کا خاتمہ کر کے فوراً حضرت حمزہؓ اور حضرت ابودجانہ کی حمایت فرمائی اور دیر تک انکے شریک رہکر لشکر کفار سے لڑتے رہے -

حضرت حمزہؓ اور حضرت ابودجانہؓ ہی کی حمایت و استمداد پر منحصر نہین - شاید آپ نے اپنے عم محترم کی اعانت کو فرض سمجھ لیا ہو - تو ذکوان بن عبدالقیس کے قصہ سے آپکی ہمت استعانت عام کے ثبوت خاص ملجاتے ہین - ترجمہ مغازی الصادقہ کامل واقدی مطبوعہ نول کشور لکھنؤ مین اس واقعہ کی نسبت لکھا ہے -

جناب علی مرتضیٰ ع نے محاصرہ کفار سے نکل کر - ذکوان بن عبدالقیس کو جس کا ذکر ابتدا مین ہوچکا ہے - جو مجاہدین اسلامی مین داخل تھا - ابوالحکم ابن الاجنس ثقفی کے پنجہ مین گرفتار دیکھا - آپ کی ہمدردی اور غیرت اسلامی اسکی مقتضی نہ ہوئی کہ اسکی اعانت و دستگیری سے ناتوجہی کی جائے - حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر شہادت سُنکر آپ حضور کی تلاش مین نہایت بیتاب تھے - اگر ایسے وقت نازک مین پہلوتہی بھی کی جاتی تو قابل الزام نہین تھی - لیکن جناب علی مرتضیٰ ع کی حمیت اسلامی اسکو گوارا نفرما سکی - آپ یہ دیکھکر فوراً موقع پر پہونچے - ابوالحکم کی تلوار اوٹھ چکی تھی - غریب ذکوان کی گردن اوسکے نیچے آچکی تھی - موت ذکوان کے سامنے آ کھڑی تھی - سب سے زیادہ دشواری ذکوان کے لئے یہ تھی کہ یہ پیدل تھے اور ابوالحکم گھوڑے پر سوار لیکن شہسوار لافتی نے ذکوان کی ان تمام دشواریون کو طرفۃ العین مین رفع کر دیا - ابوالحکم کا ہاتھ ذکوان پر پڑنے بھی نہ پایا تھا کہ حضرت علی ع کی ذوالفقار کا تلا ہوا ہاتھ ابوالحکم کے سر پر ایسا کاری پڑا کہ اوسکا سر کٹ کر ذکوان کے سامنے گر پڑا - ذکوان کی جان بچی - غریب نے اپنی راہ لی - ص ۲۱۰

محدث شیرازی اور محدث دہلوی دونون بزرگون نے انھین عدیم المثال مشاہدات شجاعت پر اعتبار کر کے تحریر فرمایا ہے -

وے رضی اللہ عنہ حق مبارزت و محاربت و حلاوت و شجاعت بجا آورد کہ فوق آن تصور نتوان کرد - یعنی آپ نے ہر طرح سے جدال و قتال - دلیری و شجاعت کے ایسے حقوق ادا فرمائے کہ اون سے زیادہ تصور نہین ہوسکتا -

شاہ عبد الحق صاحب تو اپنی حد امکان تک تعریف و توصیف ہی کر کے رہ گئے۔ لیکن امام للغازی ابن اسحق۔ امام المورخین ابن جریر طبری و ابن ہشام بالاتفاق یہ لکھکر فیصلہ کر چکے ہیں۔

وکان الفتح یوم احد بصبر علیؑ علی عنایتہم وتبانہ وحمل بلائہ | احد کے روز فتح حضرت علیؑ کے مصیبت پر صبر کرنے۔ ثبات قدم رکھنے اور تکلیف برداشت کرنیکی وجہ سے نمودار) ہوئی تھی۔

یہی رائے امام المحدثین ابو یوسف الگنجی الشافعی کی بھی ہے۔ جسکو اوہنوں نے اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں حضرت ابن عباس کی سند سے لکھا ہے۔

نضر ابن انس انصاری کی جان نثاری

اپنے اس سلسلہ بیان میں۔ ابھی ہمکو چند فدائیان انصار کی دلیرانہ جان نثاریاں اور وفاداریاں کا ذکر کردینا بہت ہی ضروری ہے۔

انس بن مالک کے چچا۔ انس بن نضر کی دلیرانہ سرفروشی اور جانبازی تفصیل سے اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اور بتلا چکے ہیں کہ یہ گروہ مہاجرین اسلام کو جنگ کفار پر غیرت دلا کر فوج قریش کی گھنی صفوں میں شیرانہ شوکت و شان سے ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے فائز بشہادت ہوئے۔ کفار نے انکو زخموں سے اتنا چور کردیا تھا کہ لاشوں کے جانچنے کے وقت کوئی انکی لاش کو نہ پہچان سکا بالآخر انکی مصیبت نصیب بہن نے ہاتھ کی انگوٹھی سے پہچانا۔

پانچ انصار کی یکبار جان نثاری

عمارہ ابن زیاد اور زیاد بن السکن کے حالات بھی اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ زیاد اور عمارہ نے تنہا اپنی جانوں کے ایثار نہیں کئے۔ بلکہ اپنے تین اور رفقائے عزیز کو بھی فدائے اسلام کر دیا۔ کیفیت یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحت و سلامتی کا مژدہ پاکر یہ پانچوں جان نثار یکبار میدان جنگ سے حصول زیارت کے لئے حاضر خدمت ہوئے اور کفار کی اوس جمعیت سے جو آنحضرت صلعم کے قریب ایذا دہی کی غرض سے جمع تھی۔ اون رسول پاک پر حملہ آور ہوئے اور پانچوں کے پانچوں شہید ہو گئے۔ ایک بھی جانبر نہو سکا۔ رضوان اللہ علیہم

ابو طلحۃ الانصاری کی رفاقت

ابو طلحۃ الانصاری کی خدمات بھی۔ جو انس بن مالک مشہور صحابی کے علاتی باپ تھے۔ قابل الذکر ہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب یہ تیر برساتے تھے۔ تو یہ وفادار اور جگر دار جان نثار چہرہ مبارک پر اپنی سپر روک لیتا تھا اور موذیوں کے تیروں کو آپکے چہرے پر نہ آنے دیتا تھا اور اسی حالت میں تیر اندازوں کی خطاکاری کا جواب بھی دیتا جاتا تھا۔ ابو طلحہ نے اسموقع خاص پر اتنی تیر چلائی تھی کہو وتین کمانیں ان کے ہاتھوں میں ٹوٹ گئیں تھیں۔ سیرۃ النبی ص ۲۷ بحوالہ البخاری

خواتین اسلام کی مردانہ ہمت و رفاقت

مردوں کی ایثار نفس اور جانبازی کو تفصیل سے دکھلانا اور خواتین اسلامی کی مردانہ وار رفاقت دانیاں کا ذکر نکرنا۔ واقعہ نگاری کی نامردی ہے اور سوانح نویس کی بیدردی اسلئے ہم اپنے سلسلہ بیان کو ان محترمات کے محاسن خدمات سے خالی رکھنا نہیں چاہتے۔ ان میں سب سے پہلے ام عمارہ کا حال ذیل میں لکھتے ہیں

اُم عمارہ صحابیہ کے محاسن خدمات

یہ عفیفہ محترمہ خود درخواست کر کے لشکر اسلامی کی خدمت کرنے کیلئے ہمراہ آئیں تھیں۔ اور فن جراحی سے واقف

تھیں عین اوس موقع پر جب فوج کفار کے موذی تیرانداز آنحضرت صلعم پر تیرون کا مینہ برسا رہے تھے - تو یہ شیر دل خاتون انصاریہ آنحضرت کے آگے کھڑی ہوگئیں اور اونکے تیرون کو اپنے سینہ پر لینے لگی - اور جب وہ خونخوار جماعت نیزہ و تلوار لیکر آپ کا قصد کرتی تھی تو یہ خود تلوار پکڑ کر ان کے وار کو رد کرتی تھی اور اونھیں برابر کا جواب دیتی تھی - جب ابن قمیۂ تلوار پکڑ کر آنحضرت صلعم کے بالکل قریب آگیا تو اُم عمارہ نے بڑہ کر بڑی دلیری کے ساتھ روکا - اور اسی روکد مین ان کے کندہے پر زخم لگا اور غار پڑگیا - مدتون رہا - اس بہادر خاتون نے تلوار لگا کر ابن قمیۂ کو اوس کی ضرب کا جواب بھی دیا - مگر وہ ظالم دو زرہین تلے اوپر پہنے ہوئے تھا اس لیے ان کی تلوار کام نہ کر سکی -

ابن ہشام جلد دوم ص ۴۲ ۔ سیرۃ النبی ص ۲۸۱

نہین معلوم سیرت والون کے گیارہ اور صحیح بخاری کے دو جان نثار اسوقت کہان تھے جو اُم عمارہ کی دلیری کو بھی دیکھکر ابن قمیۂ کے مقابلہ پر جرأت نہ کرسکے - حقیقت و انصاف تو یہ بتلا رہے ہین کہ اس خاتون انصاریہ کے خدمات بڑے بڑے مجاہدین اسلام کی کارگذاریون سے زیادہ قابل قدر و عزت ہین -

دوسری خاتون انصاریہ کی جگرداری

قبیلۂ انصار مین بنی دینار کی ایک عورت کے باپ بھائی - اور شوہر سب کے سب کفار سے لڑکر کام آچکے تھے - لیکن وہ خاتون رسول اللہ صلعم کی خبر شہادت سنکر اسقدر بے چین اور مضطرب الحال ہو رہی تھی کہ اوسکو اپنے تین زخمہائے کاری اور صدمات متصل کی کوئی فکر نہین تہی وہ رسول ص کی تلاش مین ادہر اودہر مجنونانہ وار پھر رہی تہی - جو دیکھتا تھا وہ اوس سے اوسکے باپ بھائی اور شوہر کی خبر پوچھتا تھا لیکن وہ بے خود ہوکر اون سے پوچھتی تہی یہ تو کہو - رسول اللہ تو صحیح و سلامت ہین - لوگ کہتے تھے - ہان الحمد للہ آپ بخیریت ہین - اسی حالت مین وہ افتان و خیزان جناب رسول خدا ص کی خدمت مین پہونچی - نظر اوٹھا کر جمال مبارک کی زیارت کی - اور عرض کی - کل مصیبۃ بعدک جلل یا رسول اللہ آپ موجود ہین تو پھر تمام مصیبتین ہیچ ہین - شبلی صاحب نے اس موقعہ کے مناسب حال یہ شعر لکھا ہے کیا تعجب کہ طبعزاد ہو ؎

مین بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا | اے شہ دین ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہین ہم

سعد بن معاذ کی ماں اور عقیدت

رئیس الانصار سعد ابن معاذ کی اپنے بھائی عمرو بن معاذ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تھے - سعد بن معاذ کو اپنے آپ برابر کے بھائی کا کوئی غم اور کوئی رنج والم رفاقت و اطاعت رسول صلعم کے مقابلہ مین نہین تہا یہ تو مرد تھے - ثبات و پامردی ان کا کام تھا - انکی مادر گرامی قدر کی جگرداری البتہ قابل ذکر ہے - جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب داخل مدینہ ہوئے تو آپ کے گھوڑے کی لگام سعد ابن معاذ تھامے تھے - آمد رسول کی خبر سنکر انکی والدہ معظمہ جنکا نام کبشہ بنت رافع تہا - شوق رسول مین بیتاب ہوکر دوڑین - بیٹے کی نظر ان پر پڑی تو چپکے سے خدمت رسول مین عرض

کی۔ نان شوق زیارت مین دوڑی آتی ہین۔ آپ نے فرمایا۔ مرحبا۔ اتنے مین وہ محترمہ آہی گئین۔ جمال مبارک پرچشم عقیدت سے نظر کی۔ اور فرط مسرت سے شگفتہ ہوگئین۔ اور خلوص سے عرض کی حضور کو زندہ وسلامت دیکھکر تمام رنج وغم فراموش ہوگئے۔ آنحضرت صلعم غایت اخلاق سے اونکو اونکے فرزند شہید کی تعزیت دی اور اون کے فرزند شہید اور دیگر شہداے انصار کے داخل جنت کئے جانے کی بشارت پہونچائی۔ روضتہ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۷۳

جراحت رسول سے لیکر خاتمہ جنگ تک کے حالات

جان نثاران اسلام مین اون تمام بزرگوارون کی خدمات جو حمایت اسلام اور رفاقت حضرت خیرالانام علیہ السلام کے متعلق جنگ احد مین واقع ہوئے وہ حدیث وتفسیر اور سیرت وتاریخ کے معتبر ماخذون سے ایک سلسلہ مین بیان کردیے گئے۔ اس تفصیل کو تمام کرکے اب ہم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے اور منہزمین اسلام کے واپس آنے کے حالات سے لیکر خاتمہ جنگ تک کے باقی واقعات کو موجودہ سلسلہ مین بیان کرتے ہین۔

یہانتک بیان ہوچکا ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار سے برآمد ہوئے۔ سرور عالم ؐ کی خبر شہادت مدینہ تک پہونچ گئی تھی۔ جناب سیدہ اور دیگر خواتین اسلامیہ جو شمار مین ۱۴ محترمات تھین بیتاب ہوکر میدان جنگ تک چلی آئین اور محدث شیرازی لکھتے ہین کہ جو ہین جناب سیدہ ؑ کی نظر اپنے پدر بزرگوار کے چہرہ خون آلود پر پڑی بیقرار ہوکر رونے لگین آنحضرت ؐ نے اپنے پارۂ جگر کو سینہ سے لگالیا اور دیرتک اشکبار رہے اس اثنا مین حضرت علی مرتضیٰ بھی پہونچ گئے اونھون نے اپنی ڈھال مین پانی لانا اور حضرت فاطمہ زہرا نے دھونا شروع کیا۔ لیکن زخم سے خون نہین بند ہوتا تھا تو بالآخر جناب سیدہ نے پارچہ حریر اور بروایت بخاری پارہ حصیر جلاکر لگایا تب خون بند ہوا روضتہ الاحباب ص ۲۰۰۔ رسالت کی صبروشکیبائی اور نبوت کی رعایت وعفو فرمائی یہ ہے کہ ایسی شدید تکلیف اور درد ومحن کی حالت خاص مین بھی آپکی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے رَبِّ اغفر قومی فانھم لا یعلمون پروردگار میری قوم کو بخشدے کہ وہ جانتے نہین۔ عجیب عالم رستخیز اور ہنگامہ قیامت خیز تھا۔ وہ اضطراب طاری تھا کہ دوست دشمن کی تمیز باقی نہین تھی۔ شبلی صاحب نے توصرف اتنا ہی لکھا ہے کہ اس ہلچل اور کشمکش مین مسلمان مسلمان کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اور یمان کی شہادت مثال پیش کی ہے تحقیق مزید سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہی واقعہ پیش ہونیوالا تھا۔ لیکن خیریت ہوگئی۔ طبری لکھتے ہین۔

مسلمانون مین قیامت کی ہلچل

وانطلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یدعوا الناس حتی انتھی الی اصحاب الصخرۃ فلما رأوہ وضع رجل سھما فی قوسہ فاراد ان

جناب رسول خدا صلعم لوگون کو پکارتے ہوئے آگے بڑھے یہانتک کہ آپ پہاڑ پر جمع شدہ جماعت صحابہ تک پہونچے طبری کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جماعت وہی تھی۔ جس کا ذکر نضر بن انس والی روایت مین ہوچکا ہے۔ کیونکہ سیاق عبارت بھی اسی پر شاہد ہے

ان یومیہ فقال انا رسول اللہ ففرحوا بذلک حین وجدوا رسول اللہ صلعم حیا وفرح رسول اللہ صلعم حین ان فی اصحابہ من یمتنع بہ فلما اجتمعوا وفیہم رسول اللہ صلعم ذہب عنہم الحزن فاقبلوا یذکرون الفتح وما فاتہم منہ ویذکرون اصحابہم الذین قتلوا فقال اللہ عز وجل الذین قالوا ان محمدا قد قتل فارجعوا الی قومکم - وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ

اور طبری نے اوس روایت کے بعد ہی یہ واقعہ لکھا ہے اکے پاس پہونچ گئے - جب ان لوگون نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو ایک شخص نے اپنی کمان مین تیر رکھکر آپ کو تیر مارنا چاہا دلاعلمی سے) یہ دیکھکر آپ نے پکارا مین ہون رسول اللہ صلعم یہ سننا تھا کہ لوگ آپ کو زندہ پاکر مسرور و فرحناک ہوئے - اور جناب رسول خدا صلعم بھی اس تیر افگن شخص کو اپنے اصحاب مین داخل سمجھکر بیحد خوش ہوئے - پھر سب کے سب رسول اللہ صلعم کے پاس جمع ہو گئے اور ان لوگون کے دلون سے تمام حزن و ملال جاتے رہے - پھر آپ کے ساتھ فتح حاصل شدہ کے گذرے ہوئے زمانے کا اور شہداے احد کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے چلے خدای سبحانہ تعالی نے اون لوگون کو خطاب کرتے ہوئے جو یہ کہتے تھے اے مسلمانون اب دین اسلام سے پھر جاؤ اور اپنی قوم مین مل جاؤ - کیونکہ محمد تو مارے گئے یہ آیہ نازل فرمایا

(محمد صلعم) صرف ایک رسول ہین - جنکے ایسے پہلے بھی رسول گذر چکے ہین اگر وہ وفات پا جایئن تو کیا تم لوگ اونکے دین سے اولٹے پاؤن پھر جاؤ گے - تو جو لوگ اولٹے پاؤن پھر جایئن گے اون سے خدائے تعالی کو تو کوئی نقصان پہونچنے کا نہین ہے خداے تعالی تو اون کو بدلہ دیگا جو اوسکے شکر گذار بندے ہین (طبری مطبوعہ جرمن صفحہ ۱۴۱)

طبری نے اگرچہ اس آیہ کی خطاب کو خاص اون کی طرف تبلایا ہے - جو شہادت رسول نے غلط خبر کے مشہور کرنیوالے تھے - یہ طبری صاحب کی اسلامی ہنرمن کی رعایت ہے - ورنہ عبارت والفاظ قرآنی مین خاص انھین حضرات سے مخاطبت ہے

ابوسفیان میدان جنگ کے یہ نیرنگ دیکھکر بیحد مسرور ہوا - خوشی سے اوچھلنے لگا - اور اعل ھبل اعل ھبل ہبل اونچا رہو ہبل تو اونچا رہ - کے نعرے مارنے لگا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے صحابہ حاضرین نے جوابا آواز دی اللہ عز وجل خدا سب سے اونچا اور بڑا ہے - ابوسفیان نے پھر شیر لگائی لنا عزی ولا عزی لکم - ہمارے پاس عزی ہے تمہارے پاس نہین صحابہ پکارے اللہ مولانا ولا مولی لکم - خدا ہمارا آقا ہے - تمہارا کوئی آقا نہین -

ابوسفیان نے انھین یادہ گوئیون کے ساتھ خوشیان منایئن - اور فوج کو کوچ کا حکم دیا - اس عجلت کی وجہ صاف ہے اوس نے دیکھ لیا کہ اہل اسلام اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر پھر کافی تعداد مین جمع ہو گئے - اگر مقابلہ کی نوبت آئی تو مشکل ہو جائیگی اس لئے جسقدر کامیابی اسلام کے مقابل ہو چکی ہے وہی غنیمت ہے - اس خیال سے وہ فورا چل کھڑا ہوا اور مسلمانون کو بارو دیگر مقابلہ کا موقع نہ دیا -

میدان جنگ سے قریش کی واپسی

آنحضرت صلعم نے دور سے کفار میں شور و ہنگامہ برپا دیکھکر حضرت علی مرتضیٰؑ کو تحقیق حال کی غرض سے بھیجا۔ طبری لکھتے ہیں۔

بعث رسول اللہ صلعم علی تعالی اخرج فی آثار القوم فانظر ماذا یصنعون وماذا یریدون فان کانوا قد اجتنبوا الخیل امتطوا الابل فانھم یریدون مکۃ وان رکبوا الخیل وساقوا الابل فھم یریدون المدینۃ۔ ۔۔۔۔۔ ثم قال فخرجت فی آثارھم انظر ماذا یصنعون فلما اجتنبوا الخیل وامتطوا الابل توجھوا الی المکۃ۔ ص ۱۹۴

جناب رسول خدا صلعم نے حضرت علی کو بلا کر حکم دیا کہ فوج کفار میں جا کر اونکی نقل و حرکت کی طرف دریافت کرو کہ اب اونکا کیا ارادہ ہے اگر وہ اپنے اونٹوں پر سوار ہوتے ہوں اور گھوڑوں کو پیدل رکھتے ہوں تو سمجھ لینا کہ مکہ کی طرف جاتے ہیں۔ اور گھوڑوں پر سوار ہوں اور اگر اونٹوں کو خالی چھوڑتے ہوں تو سمجھ لینا کہ مدینہ کا قصد رکھتے ہیں تو پھر ہم لوگوں کو بھی فوراً کوچ کرکے اون سے مقابل ہونا ہوگا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ہم اونکی لشکرگاہ میں پہونچے اور دیکھا کہ وہ گھوڑوں کو چھوڑکر اونٹ پر سوار ہوتے ہیں اور مکہ کی طرف جارہے ہیں۔

کفار کے لشکر نے بہت جلد میدان جنگ خالی کردیا۔ رسول اللہ صلعم نے انکے چلے جانے کے بعد اطمینان سے شہداے احد کی تجہیز و تدفین کی طرف توجہ فرمائی۔

شہداے احد کی تدفین حضرت حمزہؓ کی لاش

کفار کے چلے جانے کے بعد شہداے احد کی لاشوں کی تلاش ہونے لگی سب سے پہلے حضرت حمزہؑ کی لاش تلاش کرنیکا حکم ہوا ایک مرد انصار تجسس میں نکلا اوسکے ڈھونڈھنے میں دیر ہوئی تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی مرتضیٰ کو بھیجا۔ جب یہ حضرت حمزہؑ کی لاش پر پہونچے تو دیکھا کہ وہ عقیدتمند مرد انصاری اوس جسم صدپارہ اور پیکر شگافتہ پر کھڑا آنسو بہا رہا ہے۔ عم محترم کی لاش مطہر کی یہ بیحرمتی دیکھکر حضرت علی بھی دیر تک اشکبار رہے پھر خدمت رسولؐ میں حاضر ہوکر روئداد عرض کردی۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حزن و ملال کی کچھ انتہا نہیں تھی۔ فوراً اوٹھے اور حضرت حمزہؑ کی لاش پر تشریف لائے۔ مظلوم چچا کی میت پر دیر تک اشکباری فرماتے رہے۔ حضرت حمزہؑ چچا ہونیکے علاوہ رضاعی بھائی بھی تھے۔ اسلئے آنحضرت صلعم کو اُنسے کمال انس تھا۔ آپنے چچا کی بیحرمتی دیکھکر ارشاد فرمایا

ماوقفت موقفا قط اغیظ لی من ھذا

مجھے آجتک کسی مقام کے مشاہدے نے ایسا غمزدہ نہیں کیا جیسا اس مقام نے

مصلح قدرت نے فوراً پیام بھیجا۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۔

تم بھی اگر ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی (تو برابری ہوجائیگا) لیکن صبر کرلو۔ تو صبر کرلینا صبر کرنیوالوں کے لئے بہرحال بہتر ہے۔

آپ نے حکم الٰہی سنکر فوراً سمعاً و اطاعتاً کہا اور صبر فرمالیا۔ اور بشتر بار اپنے عم مرحوم کے لئے دعاے مغفرت کی حضرت صفیہ کو بھائی کی خبر شہادت مل چکی تھی بھائی کے درد سے بیچین ہوکر دوڑی چلی آتی تھیں۔ آنحضرت صلعم کی

نظر پڑ گئی۔ زبیر اونکے صاحبزادے پاس کھڑے تھے۔ حکم دیا کہ ماں کو جا کے راہ مین روک لو[۱] بھائی کی لاش کو اس حالت خراب سے دیکھنے کی تاب نہ لا سکین گی۔ زبیر ابن العوام دوڑے ماں کو روکنا چاہا لیکن وہ نہ رک سکین۔ بیٹے سے اتنا کہا کہ مین کچھ بھی نہ کرونگی۔ صرف بھائی کو آخری بار دیکھکر چلی آونگی۔ چنانچہ یہ معظمہ بھائی کی لاش پر آئین اور جو کہا تھا وہی کیا بھائی کی لاش صد چاک کو نگاہ حسرت آلود سے دیکھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھکر ہٹ آئین ہٹنا تھا کہ غم والم۔ صدمہ وملال کا دل پر ہجوم ہوا کہ داڑھین مار مار کر رونے لگین اور اونکے ساتھ جناب سیدہ اور دیگر خواتین ہاشمیہ ملکر فریاد وزاری کرنے لگین۔ اب رسول خدا صلعم سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ اس نوحہ خوان گروہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت صفیہ سے خطاب کرکے صدائے غم آلود کے ساتھ فرمانے لگے۔

اے آپ سے بڑھکر کوئی دوسرا مصیبت زدہ نہ ہوگا۔	یا عمتی لن اصاب بمثلک ھذا

اسکے بعد آپ نے شان رسالت سے بار دیگر بیان فرمایا۔ اے صفیہ۔ اے فاطمہ۔ تمکو بشارت ہو کہ جبرئیلؑ نے اگر مجھے یہ مژدہ دیا ہے کہ ملائکہ ملاء اعلیٰ نے حمزہؓ کو اسد اللہ واسد رسولہ کے القاب خاص سے مشہور و مرقوم کیا ہے

روضۃ الاحباب ص ۲۷۲۔

حضرت حمزہؓ کے دفن سے فراغت پاکر دوسرے شہدا کی تدفین مین مصروف ہوئے۔ مصعب بن عمیر الہاشمی طویل القامت تھے۔ کفن کی چادر چھوٹی تھی۔ سر چھپایا جاتا تھا تو پاؤن کھل جاتے تھے۔ پاؤن چھپائے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ بالآخر سر سے چادر ڈالدی گئی۔ پاؤن کھلے رہ گئے۔ اونکو گھاس سے چھپا دیا۔

ستر مردون کی علحدہ علحدہ قبرین کھودنا اور جدا جدا دفن کرنا آسان کام نہین تھا۔ خود مسلمانون کی جو حالت ہو رہی تھی ظاہر تھی۔ اون مین شاید کوئی ایسا ہی ہو جو مجروح۔ حد سے زیادہ خستہ اور ملول و پریشان حال نہ ہو۔ جب علحدہ علحدہ مدفون کرنا امکان سے باہر دیکھا گیا تو شہدا کی لاشون کو بے غسل وکفن مجروح و خون آلود اسی حالت سے ایک قبر مین دو دو کرکے مدفون کر دیا۔ [۲] فدیۂ راہ حق را حاجت کافور نیست۔

مسلمانون کو اس بے بسی اور بے کسی کا عالم ہمیشہ یاد رہا۔ جب کبھی یاد آجاتا تھا رو دیتے تھے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اسدن کو یاد کرکے محزون وملول ہوا کرتے تھے۔ واقعہ احد سے آٹھ برس بعد۔ اور وفات سے دو برس پہلے آپ کا شہدائے احد کے مدفن کی طرف سے گذر ہوا مقتل شہیدان دیکھکر اونکی یاد تازہ ہوگئی صورتین آنکھون

[۱] افسوس ہے مسلمان ۶۰ ہی برس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ تبلائے ہوئے آداب تعزیت اور مقتضایات اخلاق و ہمدردی بھول گئے۔ میدان کربلا مین۔ فوج قریش سے کہین زیادہ مسلمانون کی جمعیت کثیر موجود تھی۔ مگر اتنی کثیر تعداد مین کسی فرد واحد کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ نور دیدۂ مصطفےٰ صؐ جگر پارۂ فاطمۂ زہراؑ حضرت زینبؑ کو اپنے مجروح ومقتول بھائی کی لاش صد پارہ پر آنے سے روک لیتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار — مؤلف عفی عنہ۔

گھوم گئیں۔ بے اختیار ہو کر رو پڑے اور رونے میں وہ کلمات درد آمیز جاری فرمائے کہ جیسے کوئی اپنے عزیز کے مُردے سے ابھی ابھی جدا ہوتا ہے رقت کم ہوئی۔ تو آپ نے اسوقت صحابہ حاضرین کو مخاطب کر کے ایک طولانی خطبہ ارشاد کیا۔ اور اس کے آخر میں فرمایا کہ مسلمانو مجھے تم سے یہ خوف نہیں کہ تم پھر مشرک بن جاؤ گے لیکن ڈر یہ ہے کہ دنیا میں دھنس جاؤ۔ صدقت یا رسول اللہ۔ سیرۃ النبی بحوالہ بخاری

مدینہ میں داخلہ شہدا کا ماتم | جملہ امور سے فراغت پاکر مدینہ میں تشریف لائے تو شہر بھر میں کہرام مچا تھا ہر گھر سے صدائے ماتم بلند تھی لیکن حضرت حمزہؓ پر کوئی رونیوالا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ آنحضرت صلعم کی خاطر مبارک میں قیامت کا یہ پر حسرت خیال آیا کہ تمام گھروں سے تو شہیدوں کے عزیزوں کی صدائے ماتم آرہی ہے۔ لیکن حمزہؓ کا کون رونیوالا ہے اس خیال کا اظہار زبان مبارک سے ان الفاظ میں کیا گیا۔

اما حمزۃ فلا بواکی لہ | لیکن حمزہؓ پر کوئی رونے والا نہیں۔

انصار حاضرین نے یہ الفاظ سنے تو بیتاب ہو گئے۔ گھروں کی طرف دوڑے اور اپنی نوحہ خواں عورتوں کو دولتسرائے رسالت کی طرف بھیجا کہ رسولؐ خدا کے عم محترم کا ماتم کریں۔ خوش عقیدہ اور اخلاص مند خواتین انصار اپنے مُردوں کی صف ماتم چھوڑ کر فوراً عصمت سرائے نبوت میں حاضر ہوئیں اور اپنے عزیزوں سے زیادہ حضرت حمزہؑ پر نوحہ و گریہ و زاری کرنے لگیں۔ انکی زاریاں سنکر بالنفس النفیس آپ عصمت سرا کے دروازے پر آکھڑے ہوئے۔ خاتونان انصار کو خدمت ماتمداری کے لئے دعائے خیر سے یاد فرمایا اور اپنی طرف سے اظہار منت کیا۔ پھر ارشاد کیا صبر کرو مُردوں پر زیادہ نوحہ و ماتم جائز نہیں۔" شبلی صاحب لکھتے ہیں" کہ عرب میں دستور تھا کہ سال کے خاص خاص ایام میں عورتیں اپنے مقتول عزیزوں کا ماتم کرتی تھیں۔ اسواقعہ کے بعد سے مدتوں تک یہ معمول رہا کہ جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو یہ داستان حضرت حمزہؑ سے شروع کی جاتی یہ پابندی رسم نہ تھی بلکہ حضرت حمزہؑ کی حقیقی محبت تھی۔

سیرۃ النبی ص ۳۸۸ بحوالہ طبری ص ۱۴۲۳

جنگ احد پر رائے۔ | قرآن مجید کے جزو چہارم۔ سورہ آل عمران میں غزوہ احد کے حالات کی اجمالی تفصیل موجود ہے مفسرین محدثین اور مؤرخین کی طرح ارباب سیرت اور اسلامی مورخین جنگ احد کے بنکر بگڑ جانے کے مختلف اسباب لکھتے ہیں مگر سب کا مختار متفقہ یہی ہے کہ یہ مسلمانوں کی صاف صاف خود کردہ غلطی تھی جسکے لئے کوئی علاج نہیں تھا۔ اور وہ لاعلاج غلطی یہی تھی کہ طمع دنیا میں گر پڑے اور آگے پیچھے کی کوئی خبر نہیں رکھی۔ اگر مسلمان ذرا بھی عاقبت بین اور آل اندیش ہوتے۔ تو سمجھ لیتے کہ ہر چند جانبازان اسلام نے غنیم کے اس دستۂ فوج کو پسپا کر دیا تھا جو اون کے

ـــــــــ

۵۱ عم رسول صلعم کی ماتمداری تو حکم رسولؐ سے اس خلوص کے ساتھ جاری اور قائم کی گئی لیکن سبط رسول صلعم کی ماتمداری بدعت اور ذکر شہادت واعظ و خطیب پر حرام بتلا دیا گیا۔ فاعتبروا المؤلف عفی عنہ

سامنے ٹڑ رہا تھا لیکن اونکی پوری قوت نہین ٹوٹی تھی اونکی جمعیت اتنی کثیر تھی کہ اونکا یہ حصہ لشکر پسپا ہوکر گریزان ہو چکا تھا تو ابھی اس سے دوچند اور سہ چند جنگی دستے اونکے پاس موجود تھے۔ ابھی اونکے چند مقتولین کا خاتمہ ہوا تھا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ وغیرہم کی دلیرانہ تیز دستیون سے قریش کے تمام علمداران لشکر کا اتنی عجلت کے ساتھ خاتمہ ہوجانے نے میدان جنگ سے اونکے پاؤن اوکھاڑ دیے تھے اور وہ پہاڑون پر ادہر اودہر منتشر ہونے لگے تھے۔ اور بالکل قریب الہزیمت ہوچکے تھے لیکن تاہم اونکی مغلوبیت شکست کامل کے حد تک نہین پہونچی تھی۔ اور اس قابل نہین تھی کہ اونکے لوٹنے یا قید وگرفتار کرنیکی غرض خاص سے اونپر جارحانہ حملہ کیا جاتا اور مدافعانہ تدبیرات سے بالکل غفلت شعاری یا دست برداری اختیار کی جاتی۔

ناعاقبت اندیش مسلمانون سے دونون غلطیان بیکوقت عمل مین آئین غنیم کی کمینگاہ کی راہ کھولدی جسکی حفاظت کے لئے اونپر ایسی اور اتنی تاکید کردی گئی تھی۔ اس کے بعد حصول غنیمت کے لئے اون پر جارحانہ طور پر ٹوٹ پڑے۔ درہ کوہ کی کمینگاہ سے دشمن نکل پڑے اور عقب سے آکر انکو دبالیا غنیمت والون کو ابھی کچھ مانع بھی نہ پایا تھا کہ غنیم نے پیچھے سے آکر تلوارون کے نیچے رکھ لیا۔ یہ کیفیت جو قریش کی گریزان فوج نے دیکھی تو وہ بھی سنبھل کر واپس ہوئی۔ اس ترکیب سے مسلمان بیچ مین آگئے۔ اور دونون جانب سے غنیم نے گھیر لیا اور ستر مسلمانون کو شہید کرکے اپنی بگڑی لڑائی کو بنالیا۔ اور اسی اتنی کامیابی کو غنیمت جان کر میدان جنگ سے لوٹ گئے۔

غنیمت مین عجلت اور مدافعت وحفاظت سے غفلت مسلمانون کی صریح غلطیان تھین۔ بدر مین احکام غنیمت کی نسبت تو لاعلمی کا عذر بھی ہوسکتا تھا اور اُحد مین تو اسکے لئے بھی گنجایش نہین تھی۔ خیر ایک طبقۂ خاص کی غلطی کی وجہ سے تمام اہل اسلام پر جو مصیبتین پیش آئین اونکی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔

یہانتک تو جنگ اُحد کے ناگوار نتائج تھے جو اہل اسلام کو پیش آئے لیکن تاہم کفار کا لشکر اہل اسلام کی شجاعت وجگرداری۔ استقامت وپا داری کی اثر پذیریون سے خالی نہین گیا۔ اونکو اسلامی سر آزما جانبازون کے حملات نے اونکے جنگی کمالات اور شجاعت ودلیری کے خدمات کا پورا ثبوت دیدیا تھا میدان جنگ سے یہ یقین کرکے واپس ہوئے تھے کہ اہل اسلام کا مقابلہ اہل عرب کے لئے سہل اور آسان امر نہین ہے۔ جیسا او جیساکہ وہ سمجھے ہوئے ہین اگر وہ اسلام کی طرف سے ان محسوسات یقینی کے زیر اثر نہ آئے ہوتے تو وہ آخر مین اپنی کامیابی کے بعد اتنا جلد واپس نہ آتے۔ بلکہ احد سے لیکر مدینہ تک تاخت وتاراج کرکے اہل اسلام کا استیصال کامل کردیتے جو ان کا اصل مدعا تھا کیونکہ اونکی تین ہزار کی جمعیت ابھی بالکل ویسی کی ویسی ہی تھی۔ ابھی کل پندرہ بیس آدمیون کا نقصان ہوا تھا وہ دستہ فوج بھی۔ جو پہلے بیدل اور مضمحل ہوکر گریزان ہوا تھا تازہ دم ہوکر مقابلہ ومقاتلہ پر مستقل ہو گیا تھا پھر تین ہزار آدمیون کے آگے پانچسو یا حد چھ سو آدمیون کا ختم کردینا خصوصاً ایسی حالت مین جب وہ پسپا اور ہزیمت خوردہ ہوچکے تھے

کچھ دشوار نہین تھا۔ لیکن نہین۔ وہ سمجھتے تھے کہ مبازرین اسلامی مین قلت و کثرت افراد پر اعتبار نکرنا چاہیئے۔ اون مین روحانی استقلال اور پائداری ایمان اور شجاعت و جگرداری اتنی قوی ہے کہ اونکے آگے کثرت یا جمعیت کارگر نہین ہو سکتی اس بنا پر واقعات کے تحقیق کرنے والے صاف طور سے کہ دینگے کہ جنگ اُحد کے نتائج اگرچہ آخر مین خوشگوار نہین گذرے لیکن وہ کفار قریش کے قلوب مین دلیران اسلام کی شجاعت و دلیری کے کامل اثر پہونچانے سے خالی بھی نہین گئے۔ اور یہی سبب تھا کہ غنیم کو دسترس پا جانے کے بعد بھی اپنے اصل مدعا کی تعمیل و تکمیل پر جرأت نہو سکی۔ اور یہی اسلام کی وہ مظلومیت ہے جسکی طرف اس قصہ کے متعلق قرآن مجید مین اشارت ہے۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ | تم ملول و محزون نہو۔ تم ضرور بڑھکر رہوگے۔

یہی جنگ احد کے وہ خوشگوار نتائج ہین جو مدعائے اسلام کے مفید نمایان ہوئے۔ جنکی تفصیل آیندہ آتی ہے۔

غزوہ حمراء الاسد

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو مخصوص طور پر لشکر کفار مین بھیجکر جب یہ دریافت فرمالیا۔ کہ وہ میدان جنگ سے سیدھے مکہ کی طرف نکلے ہین۔ تب آپنے شہدائے احد وغیرہ کی تلاش اور اونکی آخری خدمات کی طرف توجہ فرمائی۔ لیکن تاہم آپ کفار کی مکارانہ فطرت کی طرف سے پورے مطمئن نہین تھے جس عجلت سے شہدائے اُحد مدفون کئے گئے اوسکی کیفیت اوپر معلوم ہو چکی ہے۔ آپ کا یہ خیال اور کفار کی طرف سے یہ شبہہ بالکل صحیح تھا۔

ابوسفیان نے احد سے نکل کر آٹھ میل پر قیام کیا۔ وہان جاکر اوس نے سوچا کہ اُحد مین ہماری کامیابی تو کوئی کامیابی نہین ہوئی۔ صرف یہ ہوا کہ پہلے وہ غالب رہے اور پیچھے ہم۔ اور اسی پر اُحد کے معاملات تمام ہوگئے۔ اس سے تو مخاصمت و مخالفت کے معاملات یکسو نہ ہوئے۔ اصل مدعا استیصال اسلام کا تھا وہ نہ مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور نہ حاصل ہو سکا۔ حالانکہ اسمین کامیابی کا پورا موقع تھا۔

یہ خیال سُستی بعد از جنگ کی صورت مین پیچیدہ ہو کر ابوسفیان کے دماغ مین سمایا۔ اور وہ منزل رَوحا سے جہان خیمہ زن تھا مدینہ پر از سر نو حملہ کرنے کی طیاری کرنے لگا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر لگی آپ نے پھر سلاح جنگ پہن لی اور فوراً لشکر اسلامی کو بھی طیاری کا حکم دیا۔ مبازرین اسلام اوسیوقت طیار ہوگئے۔

فوج اسلام کے روانگی سے پہلے قبیلہ خزاعہ کا رئیس معبد خزاعی احد کی خبر سنکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا تھا۔ اور مصائب اسلام کے واقعات سنکر اظہار تاسف و ملال کر کے رخصت ہو چکا تھا۔ قبیلہ خزاعہ اگرچہ اسوقت تک

اسلام نہ لایا تھا لیکن اسلام کا ہمدرد و بہی خواہ ضرور تھا۔ معبد آنحضرت صلعم کی خدمت سے رخصت ہوا تو براہ راست ابوسفیان کے پاس پہونچا۔ ابوسفیان نے اوس سے اپنا مدینہ پر قصد حملات بیان کیا۔ اوس نے کہا کہ تم ابھی بیٹھے ہوئے مدینہ کا قصد کر رہے ہو اور وہان جناب رسول خدا صلعم مدینہ سے بڑے سامان کے ساتھ تمہارے سر پر کوئی دم مین پہونچا ہی چاہتے ہین مین اپنی آنکھون سے دیکھے چلا آ رہا ہون کہ وہ اتنے بڑے سامان سے اوبھڑ بہتے چلے آ رہے ہین کہ تمہارے موجودہ سامان اور جمعیت اون کے مقابلہ کے لئے کسی طرح کافی نہ ہوگی جو کچھ بھی کامیابی اسوقت تک تم کو اون کے مقابلہ مین حاصل ہو چکی ہے وہ دم کے دم مین ضایع ہو جائے گی۔

یہ سنتے ہی ابوسفیان کے ہوش اوڑ گئے۔ وہ صرف میسر سامان تھے۔ مرد میدان تو تھے ہی نہین ایسا گھبرایا کہ اوسیوقت خیمہ گاہ اوٹھا کر مکہ کی طرف چلتا ہوا۔ آنحضرت صلعم جب یہان تشریف لائے تو کچھ بھی نہ تھا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید احتیاط کے لحاظ سے وہان ایک ہفتہ قیام فرما کر مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

دوران قیام مین بنی عبد القیس کے چند آدمی آپ کی خدمت مین ابوسفیان کا یہ پیام لائے کہ ہم لوگ پورا قصد کر چکے ہین کہ ایکبار اور آپ سے مقابلہ کر کے اسلام کا استیصال کامل کر دین گے۔ آپ کو خبر کر دی۔ آپ طیار رہین یہ سنکر آنحضرت صلعم نے وہی الفاظ پھر ارشاد فرمائے جو اس سے پہلے احد کے پیغام آنے کے وقت فرمائے گئے تھے حَسْبُنَا اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْل۔ ہمارا بھروسہ خدا پر ہے اور وہی بہتر مددگار ہے۔ خدائے سبحانہ تعالی نے یہ آیہ بشارت نازل فرمایا

قَالَ لَهُمُ النَّاسُ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ زَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ نِعْمَ الْوَكِيْلُ	وہ لوگ جو کثرت جمعیت سے ڈرائے جاتے ہین۔ اس ڈرائے جانے سے اونکے ایمان اور زیادہ ہوتے ہین اور وہ لوگ کہتے ہین کچھ بھی ہماری مدد کے لئے تو خدا ہی کافی ہے۔

ابوعزہ شاعر کا قتل

ایام قیام مین حضرت عمار بن یاسر اور حارثہ ابن زید۔ ابوعزہ شاعر اور معاویہ ابن مغیرہ کو گرفتار کر لائے ابوعزہ سامنے لایا گیا تو آپ نے استفسار فرمایا کہ تجھکو جنگ بدر مین بغیر کسی فدیہ کے صرف اسی لئے چھوڑ دیا تھا کہ تو پھر آیندہ ایسی شرارت نہ کریگا لیکن تو اب تک باوجود اقرار کے اپنے مفسدون سے باز نہ آیا۔ اوس نے عرض کی کہ ابکی بار پھر جان بخشی فرما کر دیکھ لیا جائے۔ ارشاد ہوا۔ اب مین ایسا کرون تو ابکی بار مکہ مین جا کر یہ شیخیان بگھارنے لگے گا کہ دو بار محمدؐ کو کیسا جل دے آیا۔ اسلئے مین اب تجھے نہ چھوڑونگا۔ یہ فرما کر بروایتے زبیر بن العوام اور بروایتے عاصم کو حکم دیا اور وہ موذی قتل کر دیا گیا۔

معویہ ابن مغیرہ کا قتل

معاویہ ابن مغیرہ کے قتل کا حکم ہوا تو حضرت عثمانؓ نے سفارش فرمائی۔ منظور ہوئی مگر اس شرط پر کہ معاویہ تین دن کے اندر نواح مدینہ چھوڑ دے۔ تین دن کے بعد اگر حدود مدینہ کے اندر پایا جائے گا تو مستوجب القتل

معویہ نے اقرار کیا۔ اور چھوڑ دیا گیا۔ لیکن مفسدہ انگیزی نواح مدینہ کیا شہر مدینہ سے بھی باہر نہ گیا چھپا چھپا پھرتا رہا۔ ایک دن کسی مسلمان نے دیکھ لیا۔ اور خدمت رسول صلعم میں پھر پکڑ کر حاضر کر دیا۔ اور وہ مفسد بدعہدی کے جرم میں قتل کر دیا گیا

ابن ہشام جلد دوم ص ۹۴ مصر طبری ص ۱۴۲۰ اجریں

شبلی صاحب۔ پانچ سطروں میں حمراء الاسد کے حالات بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں۔

یہی واقعہ ہے جسکو مورخین نے تکثیر واقعات کے شوق میں ایک نیا غزوہ بنا لیا ہے اور حمراء الاسد کا ایک نیا عنوان قایم کر لیا ہے۔ سیرۃ النبی ص ۲۸۳ ۔

ہمکو معلوم ہے آپ غزوہ کے نام سے کانپ جاتے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ اسلامی واقعات کے سلسلہ میں اس کا بیان آ جائے۔ اگر مجبوری ہو تو داستان کو طول نہ دیا جاوے۔ کیونکہ یورپ اسکو شوق سے سنتا ہے۔ لیکن اوس نے سن لیا تو قیامت کر دیگا۔ ہم آپ کی تشفی کئے دیتے ہیں نہ داستان طویل ہوگی نہ یورپ شوق سے سننے پائیگا۔ اور نہ انشاء اللہ کوئی واقعہ ذکر سے چھوٹیگا میری ذمہ داری ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔

ہم مولوی صاحب کو سمجھائے دیتے ہیں۔ یہ غزوہ نہیں ہے۔ آپ غزوہ کو عموماً جنگ سمجھے ہیں۔ اور سوء اتفاق سے آپ نے غزوہ کو غزا سے ماخوذ سمجھکر اسکو جنگ و قتل اور کشت و خون ہی کے تنہا معنیوں میں قرار دے لیا ہے۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ جن امور و معاملات کے تصفیہ کے لئے اہل اسلام کی جماعت کو بیرونی مقامات میں جانے اور سفر کرنے کی ضرورت پیش آئے اور اوس جماعت میں رسول اللہ صلعم بھی بذات خاص شریک ہوں۔ تو محدثین مورخین کی اصطلاح متفقہ میں اُسے غزوہ کہتے ہیں اور جس جماعت میں آپ موجود نہوں اوسے سریہ کہتے ہیں۔ غزوہ یا سریہ کے لئے وقوع جنگ کا ہونا شرط نہیں۔

حمراء الاسد میں اور اسی کے ایسے اور غزوات مثل ذو العشیرہ۔ ذی امر وغیرہ وغیرہ میں سے کسی ایک میں بھی تلوار نکالنے کی نوبت نہیں آئی۔ لیکن وہ صرف رسول اللہ صلعم کی شرکت و موجودگی کی خصوصیت سے غزوہ کے نام سے مذکور ہوئے ہیں اور آپ نے بھی لکھے ہیں۔ لیکن یہاں خواہ مخواہ غزوہ کو خاص جنگ کے معنیوں میں قرار دے کر آپنے مورخین پر تکثیر غزوات کا اعتراض قایم کر دیا۔ اور پھر محدثین کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ تمام حدیثوں کی کتابوں میں بھی یہ تمام واقعات غزوات ہی کے عنوان سے مرقوم ہیں۔ تنقید سے پہلے مولوی شبلی صاحب کو توجیہ کی تلاش ضروری تھی۔

اس بنا پر مورخین و محدثین کا حمراء الاسد کو غزوہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ اور شبلی صاحب کا اعتراض غلط۔

واقعات متفرقہ ۳ھ ہجری	اسی سال ۱۵۔ رمضان المبارک ہجری کو حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت واقع ہوئی۔ اسی سال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ سے عقد فرمایا۔ انکے شوہر جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔

آغاز سنہ ۴ ہجری

سریہ ابو سلمہ محرم سنہ ۴ ہجری

یہ مسلم ہے کہ تمام عرب اسلام کا دشمن تھا۔ اور مسلم کا مخالف۔ اسلام کا قصور بت پرستی کی بیخ کنی تھی۔ مسلم کا جرم۔ خدائے واحد کی پرستش۔ توحید خالص کی تعلیم و تبلیغ۔ عرب قدیم سے بت پرست تھا۔ اور اپنی قدیم عقیدۂ جہالت سے سرمو جنبش کرنیکے لئے راضی نہین تھا۔ اسلام کی تبلیغ اونکے جاہلانہ مراسم و آئین کی سد راہ تھی اس بناپر تمام عرب اسلام کے استیصال پر ہمیشہ آمادہ اور طیار تھا۔

ان مخالفتون کے اظہار مین سب سے پہلے محرم سنہ ۴ ہجری مین طلیحہ اور خویلد کی مدینہ پر حملہ آور ہونیکی ذریعے خبرین پہونچین۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے ایک سو پچاس مہاجرین و انصار کو بماتحتی ابو سلمہ انکی مدافعت مین روانہ فرمایا۔ مسلمانون کی آمد سے پہلے طلیحہ اور خویلد کی جماعت مرعوب ہوکر ادہر ادہر منتشر ہوگئی۔ مسلمان پہونچے تو وہان کوئی بھی نہ تھا۔ بلا آخر واپس مدینہ ہوئے۔

سریہ ابن انیس

چند ہی دنون کے بعد سفیان بن خالد۔ جو کوہستانی قبائل عرنہ کا رئیس تھا مدینہ پر حملہ کی طیاریان کرنے لگا اسکی خبر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے عبداللہ ابن انیس کو ایک دستۂ فوج کے ساتھ انکی تنبیہہ کی غرض خاص سے روانہ کیا۔ ابن انیس نے کمال ہنرمندی سے سفیان کو قتل کردیا اور اپنی ہمراہی جمعیت کو ساتھ لے کر مدینہ چلا آیا۔ ابن انیس کی بڑی جستجو کی گئی لیکن یہ نہ ملا۔ سردار کے قتل کے بعد جمعیت آپ ہی منتشر ہوکر ادہر ادہر چلی گئی۔

واقعہ ذات الرجیع ۲۳ محرم سنہ ۴ ہجری

عضل اور قارہ کے چند آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ ہم لوگون نے اسلام قبول کیا ہے۔ چونکہ ہمارا قبیلہ بہت کثیر ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ وہان چند مبلغین اسلام تھوڑے دنون کے لئے اس غرض خاص سے بھیجدیئے جایئن کہ وہ ارکان اسلام اور احکام قرآن کی تعلیم دین۔ اور اسلام کے طریقۂ عمل بتلایئن۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکی استدعا کو قبول فرمایا۔ اور دس صحابی کی ایک جماعت طیار کرکے اونکے ہمراہ کردی۔ وہ صحابہ یہ تھے۔

مرثد بن ابی مرثد

عاصم بن ثابت۔ خبیب ابن عدی۔ زید بن الدثنہ۔ عبداللہ بن الطارق۔ خالد بن البکیر۔ معطب بن عبید اور تین صحابہ اور تھے جنکے نام بصراحت کتابون مین نہین ہین۔

اس جماعت تبلیغی پر مرثد بن ابی مرثد اور بروایتی عاصم بن ثابت امیر مقرر ہوئے۔ یہ قافلہ اپنی میزبان جماعت بنی عضل و قارہ کے ہمراہ چلا۔ دن کو قیام کرتا تھا۔ رات کو چلتا تھا۔ صاف دل مسلمانون نے اس نئے طریقۂ سفر پر کوئی اعتراض نہین کیا۔ جسطرح وہ لیچلے۔ یہ چلا کئے۔ کیونکہ مسلمان اصول میزبانی اور تناسب و تعلق مہمانی کے اعتبار پر ان لوگون سے

کسی قسم کے خوف و اندیشہ کا شبہ نہین کرتے تھے لیکن مسلمان ہمہ وقت مسلح رہتے تھے اسلئے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایسی ہی تاکید کردی تھی۔ جماعت میزبان نے جو تعداد مین سات آدمی تھے اسکے متعلق ان سے کہا کہ آپ حضرات ہمیشہ سلاح جنگ کیون پہنے رہتے ہین۔ اس احتیاط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگون کو نہ ہمارے اسلام پر اعتبار ہے اور نہ قول و کلام پر۔ آپ جس مقام پر جاتے ہین اور جن لوگون کے مہمان ہوتے ہین۔ وہ آپ کے اخلاص مند ہمدرد ہین پھر اس احتیاط و استحفاظ کی کیا ضرورت ہے۔

مسلمانون نے جواب دیا کہ سلاح جنگ کا پہنے رہنا بے اعتباری کے اصول پر نہین ہے بلکہ حفاظت خود اختیاری کی بنا پر۔ اور ہم اس طریق کو ترک نہین کر سکتے۔ اسلئے کہ حکم رسول صلعم ہے۔

جب یہ قافلہ مقام رجیع پر پہونچا جو مکہ او عسفان کے درمیان واقع ہے اور انھین لوگون کے علاقہ حکومت مین داخل۔ تو اس مہمان کش قوم نے بدعہدی کی۔ اوسکی تفصیل یہ ہے کہ مقام رجیع پر بلا ضرورت مقیم ہوگئے۔ اور قبیلہ بنی لحیان کے دوسو تیر اندازون کو مسلمانون کے قتل کردینے کے لئے بلالیا۔ اور وہ شخص جو ایک منزل پہلے سے بھیجدیا گیا تھا واپس آکر ان کا رہبر بنا۔ اور وہ ان شکاران اجل کیطرف قاتلون کو لگا لایا۔ علی الصباح دشمن کا دستہ فوج نمودار ہوا خالد بن البکیر نے دور سے اوس شخص کو دیکھکر پہچان لیا اور عاصم سے کہا کہ دیکھو ہمارے میزبانون نے ہم سے ضرور دغا کی۔ عاصم بولے تم بالکل سچ کہتے ہو۔ لیکن دشمن سر پر آگئے۔ اب باتون کا وقت نہین ہے مقابلت پر آمادہ ہوجاؤ۔ مرو گے ضرور لیکن شریفانہ اور دلیرانہ موت مرو۔ خدا و رسول ص کی اطاعت مین جانین فدا کردو۔ شکر کرو اور یقین رکھو کہ تمہارے لئے یہ موقع شہادت خدا کی عین عنایت ہے۔ یہ سنکر دس صحابیون کی جماعت مقابلہ پر طیار ہوگئی۔ اتنے مین خطا کارون کا دستہ بھی آگیا۔ عاصم سے خطا کار کہنے لگے کہ ہم سے مقابلہ کا قصد نہ کرو۔ مٹھی بھر آدمی اتنی کثیر جمعیت کا کیا کرسکتے ہین جانین مفت ضائع نہ کرو۔ ہم تم لوگون کو اپنی طرف سے خود امان دیئے دیتے ہین۔ عاصم بولے ہمکو خدا کی راہ مین نہ جان کی پرواہ ہے اور نہ موت کا خوف۔ اور نہ ہم تمہاری امان لیکر اپنے خلوص ایمان پر مشرکین کے احسان اور عفو جان کا بدنما داغ لگا سکتے ہین۔ جو ہم پر پیشدستی کریگا۔ ہم مدافعانہ طریقہ کے ساتھ اوس سے ضرور لڑینگے۔ مارین گے اور مرین گے۔

عاصم کا یہ دلیرانہ جواب سنکر مہمان کش جماعت بڑہی۔ دلیر مسلمانون نے خطا کارون کا تیرون سے جواب دیا ترکش خالی ہوگئے۔ تو نیزون سے لڑے۔ نیزے ٹوٹ گئے تو تلوارین لیکر دہنس پڑے۔ یہانتک کہ سب کے سب مارے گئے صرف دو آدمی خبیب بن عدی اور زید بن الدثنہ جو پہاڑ پر چڑہ گئے تھے بچگئے۔ اور اون لوگون نے مشرکین کی شرط امان قبول کرلی۔ پہاڑ سے نیچے اوترے تو کفار نے ان سے بھی نقض عہد کیا۔ اور اون کو گرفتار کرکے مکہ مین لے آئے۔

سلافہ کے انعام کی لالچ سے لوگون نے عاصم کا سر کاٹنا چاہا۔ لیکن قدرت خدا سے انکی لاش پر شہد کی مکھیون کا اتنا ہجوم ہوگیا کہ کسی کو انکے سر کاٹنے کی جرأت نہو سکی۔ اسکے بعد بروایت روضۃ الاحباب ایک بہاری چشمہ کی سیل

آجانے سے انکی لاش اوس مقام سے بہ گئی اور پھر کہین نہ ملی - اس طرح خدا کی قدرت نے انکی لاش کو ذلت و خواری سے بچا لیا۔ خبیب و زید پر کیا گذری حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ خبیب اور زید کو گرفتار کر کے مکہ مین لے گئے - اور وہان پہونچکر دونون بزرگون کو بکڑے بازار مین بیچ ڈالا خبیب کو حارث بن عامر کے لڑکون نے خرید لیا - اسلیے کہ خبیب نے جنگ احد مین اونکے باپ حارث بن عامر کو قتل کیا تھا - زید بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے قتل کی نیت خالص سے خرید لیا -

ہم ان دونون فدائیان اسلام مین سب سے پہلے خبیب بن عدی کی مصیبتناک سرگذشت ذیل مین بیان کرتے ہین

خبیب بن عدی کی مصیبتناک سرگذشت

حارث کے تینون بیٹون نے خبیب کے قتل کیے جانے کے بڑے انتظام کیے - اس لیے فراہمی سامان اور درستی انتظام تک انکو اپنے گھر مین قید رکھا - انکو گھر کے قید خانہ مین چند روز گذرے تھے کہ ایک دن حارث بن عامر کی نواسی کو گود مین لئے گھر کے غلامون کی طرح کھلا رہے تھے - اتفاق وقت سے اونکے ہاتھ مین اوسوقت ایک چھوٹی سی چھری تھی - لڑکی کی ماں اتفاقًا ادہر سے آنکلی - انکی گود مین لڑکی ہاتھ مین چھری دیکھکر خوف و اضطراب کے عالم مین زرد ہوگئی - خبیب اوسکے چہرے سے اوسکے محسوسات قلبی کو پہچان گئے - فورًا کہنے لگے - تم ہر طرح خاطر جمع رکھو - مسلمان ایسے بیدرد نہین ہین کہ معصوم کو بیگناہ قتل کر دینگے - یہ دینداران اسلام کا کام نہین بلکہ خونخوار بھائم کا - لڑکی کی ماں کو قدرے اطمینان تو ہوا اوس نے لڑکی کو فورًا انکی گود سے لے لیا پھر انکی باتون کو حیلۃ الوقتی پر محمول کر کے اپنے بھائیون سے سارا واقعہ کہدیا - وہ بھی باپ کے قاتل ہونیکی وجہ سے ڈر گئے - اور خبیب کو کچھ گھر ہی سے نہین - بلکہ حدود حرم سے باہر لے جا کر مقام تنعیم مین جاکر قید کر دیا -

دو چار روز کے بعد تمام عمائد و اکابر قریش اور دیگر قبائل کے اشراف و سردار کو دعوت دی گئی اور یہ انبوہ کثیر غریب خبیب کا صلیب پر تماشہ دیکھنے کے لیے بڑے شوق سے جمع ہوا صفیر بلگرامی مرحوم سے

تیغ وہ کھینچے ہوئے ہین اپنے بیگانے ہین جمع	آج مقتل مین ہمارا امتحان ہونے کو ہے

خبیب کے لئے سولی پہلے ہی سے تیار ہو چکی تھی - جب یہ کشان کشان صلیب تک لائے گئے - تو اونھون نے استقلال و پاداری سے کہا کہ ہمین صرف دو رکعت نماز پڑھ لینے دو - اجازت ملی - انھون نے نماز پڑھ لی - نماز پڑھ کر کہا جی تو چاہتا تھا کہ نماز آخر بجمیع خاطر کے ساتھ دیر تک پڑھون لیکن ہمین صرف یہ خیال آیا کہ تم لوگ سمجھوگے کہ موت کی خوف ڈرتا ہے اس لئے نماز مین دیر لگاتا ہے - یہ کہکر بکمال استقلال مرنے پر طیار ہو گئے - سولی پر چڑھ گئے - اور یہ اشعار زبان پر جاری کیے -

وما ان ابالی حین اقتل مسلما	علی ای شق کان اللہ مصرعے
جبکہ مین اسلام کیلئے قتل کیا جلدہا ہون تو	مجھکو یہ پروا نہین کہ کس پہلو پر قتل کیا جاؤن گا

وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء
یہ جو کچھ ہے خالص خدا کیلئے ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو جسم

یبارک علیٰ اوصال شلو ممزع
کے ان پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکت نازل فرمائیگا

افسوس ہے شبلی صاحب نے اس کامل الایمان بزرگ کے صرف دو شعر لکھکر اپنی اختصار پسندی کی داد لینی چاہی ہے۔ حالانکہ انکی یہ نظم طویل ہے۔ اور منظر شہادت ثبات ایمان وپا داری۔ استقلال فی الاسلام اور وفاداری کی پوری تفصیل ہے۔ ہم اسکو رحمت العالمین سے بالتمامہ ذیل مین نقل کرتے ہین۔

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا
انبوہ در انبوہ لوگ میرے گرداگرد جمع ہو گئے ہین

قبائلھم واستجمعوا کل مجمع
اور انھون نے بڑی بڑی جماعتون کو بلا لیا ہے۔

وکلھم مبدی العداوۃ جاھد
سب کے سب میرے دشمن اور عداوت کا اظہار کرنیوالے ہین

علی لانی فی وثاق بمضیع
اور مین اس ہلاکت گاہ مین بندھا ہوا ہون

وقد جمعوا ابناءھم ونساءھم
قبیلون نے اپنی عورتون اور بچون کو بھی بلا لیا ہے

وقربت من جزع طویل ممتنع
اور مجھے ایک مضبوط اور طویل لکڑی مین باندھا ہے

وقد خیرونی الکفر والموت
انھون نے کہدیا ہے کہ کفر اختیار کر نیسے آزادی ملسکتی ہے

دونہ وقد ھملت عیناک من غیر مجزع
اس سے تو موت میرے لئے آسان تر ہے میری آنکھون سے لگاتار آنسو جاری ہین مگر مین بے صبر نہین ہون

فلست بمبد للعدو تخشعا
مین دشمن سے نہ عاجزی کرونگا اور نہ چلاؤن گا

ولا جزعا انی الی اللہ مرجعی
اسلئے کہ مین جانتا ہون مین خدا کیطرف جاتا ہون

ومالی حذار الموت انی لمیت
موت سے مجھے ڈر اسلئے نہین ہے کہ مین تو مر جاؤن گا

ولکن حذاری جحم نار ملفع
لیکن مین تو لپیٹ جانیوالی آگ سے ڈرتا ہون

فذو العرش صبرنی علی ما یراد بی
سو عرش کے مالک نے کچھ خدمت مجھسے لینی چاہی ہے

فقد بضعوا لحمی وقد یاس مطمعی
اور مجھے صبر کیلئے فرمایا ہے اب اونھون نے زد و کوب سے میرا تمام گوشت کوٹ ڈالا ہے اور میری امید جاتی رہی ہے۔

الی اللہ اشکو غربتی ثم کربتی
مین اپنی بیکسی اور بیوطنی کی فریاد۔ اور دشمنون کی

وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی
اُن آرزوؤن کی فریاد جو میری جان لینے کے بعد کیئے ہین خدا کو سناتا ہون

فواللہ ما ارجوا اذا مت مسلما
بخدا جب مین اسلام پر جان دے رہا ہون۔ تو مین

علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی
یہ پروا نہین کرتا کہ مین کس پہلو پر گر کر جان دیتا ہون

وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء
یبارک علیٰ اوصال شلو ممزع

خدا کی ذات سے امید لگی ہے۔ اگر وہ چاہے	تو میری ہر پارہ گوشت کو برکت عطا فرمائے

ان اشعار کو پڑھکر اوس اہل وفا اور کامل الولا نے بارگاہ خدا مین ہاتھ اوٹھا کر یون دعا کی۔

اللھم بلغنا رسالت رسولک فبلغہ ما تصنع بنا	پروردگار ہم نے تیرے رسول کی رسالت ادا کر دی۔ تو اپنے رسول کو ہمارے

حال سے آگاہ کر دے۔

دعا کے بعد۔ یہ فدائی اسلام سولی پر کھڑا رہا۔ چالیس جوان نیزہ دار نیزون کی نوکون سے اسکے بدن کو کونچنے لگے اون کی ہر ضرب پر انکا جسم زار ادہر سے ادہر ہو جاتا تھا۔ لیکن یہ کامل الایمان ہر بار اپنا منہ کعبہ کی طرف پھیر کر فرماتا تھا۔

الحمد للہ الذی جعل وجھی نحو قبلۃ التی رضی	اوس خدا کا شکر ہے جس نے میرے منہ کو قبلہ کی طرف پھیر دیا
لنفسہ ولنبیہ وللمومنین۔	اور مین اپنی ذات سے۔ اپنے نبی سے اور مومنین سے راضی جانتا ہون

اس اثنا مین ایک بیدرد نے ایسا نیزہ مارا کہ پشت سے پار ہو گیا اور مظلوم خبیب اقرار توحید و رسالت کر کے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

محدثین کا اتفاق ہے کہ اسیوقت سے یہ دستور ہو گیا کہ مقتول قاتل سے دو رکعت نماز کی اجازت لیکر نماز پڑھ لیتا ہے۔ تو قتل کیا جاتا ہے۔ اس امر پر بھی تمام محدثین و مورخین کا اتفاق ہے کہ خبیب بن عدی کے مرقومہ بالا اشعار و دعا نے حاضرین مقتل کے قلوب پر ایسا ہیبت اثر پہونچایا کہ وہ حواس باختہ ہو گئے اور تماشائیان قتل مین سے چند لوگون کے حال روضۃ الاحباب سے ذیل مین نقل کئے جاتے ہین۔

معویہ ابن ابوسفیان گوید من دران واقعہ حاضر بودم پدر من مرا بر زمین بخوابانید از خوف و ہیبت دعا وے و در میان عرب چنان شہرت داشت کہ چون بر کسی دعا بد کنند اگر مدعو علیہ بر زمین اضطجاع کند دعا ار او در حق وے اثر نہ بخشد۔	امیر معویہ کا بیان ہے کہ مین اس واقعہ مین موجود تھا اور میرے باپ ابوسفیان نے مجھے خبیب کی دعا کی ہیبت و خوف سے زمین پر لٹا دیا تھا کیونکہ عرب مین یہ مشہور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کے حق مین دعاے بد کرے تو جس پر دعاے بد کیجاتی ہے وہ شخص زمین پر اوندہا لیٹ جائے تو دعا کا اثر جاتا رہتا ہے۔
از خویطب بن عبد العزی منقول است کہ گفت من ہر دو انگشت خود را در گوشہاے خود نہادم و از انجا بگریختم از ترس دعوت او۔ روضۃ الاحباب ص	خویطب بن عبد العزی کہتے ہین کہ خبیب کی ہیبت دعا کر مین نے اپنے کانون مین اونگلیان دے لین اور وہان سے مارے خوف کے بھاگ آیا۔
حکیم بن حزام گفت من در پس درختے متواری ساختم از ہیبت دعائے او۔ روضۃ الاحباب۔	حکیم بن حزام کہتے ہین کہ مین اونکی دعا کی ہیبت سے بھاگ کر اک درخت کے پیچھے چھپ گیا

عمر بن الخطابؓ سعید بن عامر را در زمان خلافت خویش امیر حمص گردانیدہ بود و را گاہ گاہ غشی حاصل می شد۔ عمر از وے پرسید کہ ترا اگر سودائی در بودگی ہست گفت یا امیر المومنین مرا سودا و ربودگی نیست۔ ولیکن من در روز قتل خبیب حاضر بودم و دعا وے را شنیدم۔ ہر گاہ کہ آنجا لم خطور می کند بے خود می شدم۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین سعید بن عامر امیر حمص تھے انکو کبھی کبھی بیہوشی ہو جایا کرتی تہی۔ ایکبار حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کیا تمہین جنون و بیہوشی کی بیماری ہے اونھون نے کہا یا امیر المومنین نہ مجھے جنون ہے نہ بیہوشی کا مرض۔ بات یہ ہے کہ مین قتل خبیب کے موقع پر حاضر تھا جب اوس خوفناک منظر اور اونکی دعا کو یاد کرتا ہون بیخود ہو جایا کرتا ہون۔ روضۃ الاحباب رحمۃ العلمین ص ۱۱۳-۱۱۴

زید بن الدثنہ کا عبرتناک قتل

زید بن الدثنہ کا قتل بھی تماشہ کی غرض سے منظر عام مین بڑی تیاریون کے ساتھ عمل مین لایا گیا۔ حاضرین مین ابو سفیان بھی تھے۔ جب یہ اجل نصیب تلوار کے نیچے بیٹھ چکے تو ابو سفیان تعریضاً زید سے پوچھنے لگا۔ کہو زید اگر اسوقت تمہاری جگہ محمد (صلعم) ہوتے توکیا تم اسکو اپنی بہت بڑی خوش قسمتی نہ سمجھتے؟ یہ کامل الولا قور اول اوٹھا۔ رب کعبہ مین تو اپنی جان کو اسکے برابر بھی عزیز نہین رکھتا کہ رسول اللہ صلعم کے پاؤن مین کانٹا بھی چبھ جائے۔ ان غریب کے قتل مین بھی ذلت کا ایک خاص شعبہ لگا دیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ کسی قریش نے انکی گردن نہین ماری۔ بلکہ صفوان بن امیہ نے اپنے غلام نسطاس کو حکم دیا اور اوس بیدرد نے انکا سر قلم کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون طبری ص ۱۴۳۵

ان شہیدان راہ خدا کے حالات کو خاتمہ تک پہونچا کر اب ہم مہمان کش سفیان بن خالد کی محرومی قسمت کی کیفیت لکھتے ہین۔

صاحب روضۃ الاحباب بیان کرتے ہین کہ ان دونون فدائیان اسلام کے قتل کے بعد سفیان سلافہ بنت سعد کے پاس سو اونٹ کا موعودہ انعام جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے لینے گیا۔ اوس عورت نے جواب دیا کہ ہم سے عاصم کے سر لانیکا وعدہ تھا۔ جو ہمارے بچے کا قاتل تھا۔ تم تو اون لوگون کے سر لائے ہو جنمین سے کوئی بھی میرے بیٹے کا قاتل نہین ہے اس بنا پر مین تمہین کچھ نہین دونگی سفیان اپنا سا منہ لے کر واپس آیا ص ۲۸۴

واقعہ بیر معونہ صفر ۴ہجری

بیر معونہ کا واقعہ صفر ۴ہجری مین وقوع پذیر ہوا مشرکین عضل و قارہ کی مکارانہ مفسدہ انگیزیون کی طرح قبائل نجد عصیہ۔ رعل اور ذکوان بھی استیصال اسلام پر یکدل ہو گئے تفصیل یہ ہے۔

ابو البراء کلابی جو قبیلہ کلاب کا رئیس تھا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کرنے لگا کہ میری تمام قوم اسلام لانے کے لئے طیار ہے۔ چند مبلغین اسلام ہمارے قبیلہ مین بھیج دیے جائین کہ وہ انکو دین اسلام کے احکام و ارکان کی تعلیم دین۔ قبیلہ کلاب اتنا بڑا تھا کہ علاقہ نجد تک پھیلا ہوا تھا۔ اور نجد کے قبائل عصیہ رعل اور ذکوان سب اسکے زیر سایہ و زیر اثر تھے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی درخواست کے جواب مین فرمایا۔

انی اخشیٰ علیھم اھل النجد | مجھکو مسلمانون کی نسبت اہل نجد کی طرف سے خوف ہے۔

آنحضرت صلعم کا یہ جواب بے سبب نہین تھا۔ قبائل نجد کے امیر عامر بن الطفیل نے ایکبار آپ کی خدمت مین کہلا بھیجا تھا کہ اگر آپ میرے شرائط کو قبول کرلین تو مین اسیوقت سے اسلام کا رفیق بنجاتا ہون پہلی شرط یہ ہے کہ عرب کے جتنے صحرا و بادیہ ہین اونکی ملکیت خاص الخاص آپ کے متعلق رہے۔ دوسری یہ کہ عرب مین جتنی بستیان اور آبادیان ہین اونکا مالک و متصرف مین بنایا جاؤن۔ تیسری یہ کہ آپ اپنے بعد مجھے اپنا قایم مقام مقرر کرجائین۔ اگر یہ شرائط منظور ہین تو مین خدمت و رفاقت کو حاضر ہون۔ ورنہ قبیلہ غطفان کو لے کر مدینہ کا محاصرہ کرون گا اُسوقت آپ کو مشکل ہوجائیگی۔ آنحضرت صلعم نے اوسکے مجنونانہ اور مغرورانہ شرائط کو مسترد فرمادیا۔ اور قاصد کو واپس دیا۔ اسوقت نجدیون سے بھی خوف تھا۔

ابو البراء نے گذارش کی۔ آپ مطمئن رہین مین جماعت مبلغین کی حفاظت جان کا ضامن ہون۔ ابو البراء کی ضمانت قبول کرلیگئی۔ اور ستر انصار ساتھ کردیے گئے۔ چونکہ ابو البراء پر پورا اعتبار تھا۔ اور کسی مخالفت کا اندیشہ نہین تھا۔ اور ضرورت بھی صرف تبلیغ و تعلیم دین کی تھی۔ اسلئے موجودہ جماعت مبلغین مین کوئی بزرگ نبرد آزما اور جنگی خدمات کے قابل نہین تھے۔ قریب قریب تمام بزرگوار صاحبان تقویٰ و عبادت تھے۔ اکثر صاحب صفہ تھے جو بالکل درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

معلمین دین کی یہ جماعت بیر معونہ پر پہونچکر مقیم ہوئی۔ اور حرام بن ملحان کو جناب رسول خدا صلعم کا کرامت نامہ دیکر قبائل کے پاس دعوت اسلام کی غرض سے بھیجا۔ عامر بن طفیل کو حرام نے جب نامہ رسول دیا۔ تو عامر نے خط لیکر حرام کو قتل کرادیا۔ اور قبائل عُصیّہ رعل اور ذکوان کو جمع کرکے مبلغین اسلام کی جماعت پر چڑھ آیا صحابہ مبلغین حرام کی واپسی کے منتظر بیٹھے تھے۔ جب امید سے زائد دیر ہوئی تو یہ سب کے سب خود چلے راستہ ہی مین تھے کہ فوج مخالف سے مقابلہ ہوگیا۔ وہ جنگجو جماعت آلات حرب و ضرب سے طیار تھی اور ان فقرا بیدلی سے اسلام کے پاس سوائے مصلا و عصا کے کچھ بھی نہ تھا نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے سب راہ خدا مین وہین شہید کردیے گئے۔ صرف عمر بن امیہ کو عامر نے یہ کہکر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مان لی ہے اس لئے مین تجھے چھوڑے دیتا ہون۔ یہ کہکر انکے سر کے آگے والے بال کاٹ لئے اور نشان غلامی بناکر چھوڑ دیا۔ عمر بن امیہ بڑی مشکل سے دن کو چھپتے۔ راتون کو چلتے چلتے مدینہ مین پہونچے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر بلا و مصیبت کی روداد عرض کردی آنحضرت صلعم کو اس واقعہ کا ایسا صدمہ ہوا کہ ایسا غم و الم آپ کو کبھی نہوا تھا۔ مہینہ بھر کامل صبح کی نمازمین ان قبائل پر بددعا فرماتے رہے۔

عمر بن امیہ الضمیری نے رستہ مین دو آدمیون کو بنی عامر کے قبیلہ سے سمجھکر قتل کرڈالا تھا۔ حالانکہ وہ عامر کے

قبیلہ کے آدمی نہین تھے۔ انکا یہ فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار ہوا۔ آپ نے دونو مقتولین کی دیت اپنے پاس سے اونکے ورثا کے پاس بھجوا دی۔ زرقانی جلد دوم ص ۸۰ طبری ص ۱۴۴۱۔

غزوۂ بنی نضیر

(ربیع الاولیٰ سنہ ۴ ہجری)

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عمرو بن امیہ الضمیری نے غلط فہمی سے دو آدمیون کو جو بنی عامر کے قبیلہ سے نہین تھے۔ لیکن انکے علاقہ کے تھے قتل کر ڈالا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مبادرت ناگوار ہوئی تھی اور آپ اونکی دیت ادا ہونے پر فوراً آمادہ ہو گئے۔ چونکہ یہود ان بنی نضیر بظاہر اسوقت تک اسلام کے ساتھ شریک معاہدہ تھے اس بنا پر دیت کا ایک حصہ اونکے ذمہ بھی واجب الادا تھا۔ اسی کی وصولی کے لئے۔ آپ چند ممتاز صحابہ کو جن مین حضرت علی مرتضیٰؑ۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ زبیر بن العوام۔ سعد بن ابی وقاص۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ وغیرہم کے نام خصوصیت سے تبلائے جاتے ہین۔ ہمراہ لے کر بنی نضیر کے محلہ مین جو مدینہ سے کل دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ تشریف لے گئے۔

بدر کے بعد ہی سے یہودیون کے خیال مین اسلام کی طرف سے جو انقلاب عظیم پیدا ہوا تھا وہ اوپر تمام بیان ہوتا آیا ہے۔ ایک تو اسلام کی طرف سے انکا فطرتی بغض وعناد۔ دوسری قریش سے ساز باز اور اتحاد۔ انکو رگ رگ مین اسلام کے استیصال کے لیے اشتعال دے رہا تھا۔ ان اسباب کے علاوہ۔ انکا انتہا درجہ کا تمول۔ کثرت سے مال و دولت۔ فروغ یافتہ تجارت۔ عالمگیر کاروبار۔ بڑے بڑے مضبوط اور سنگین قلعے ضرورت سے زائد اسلحات و آلات جنگ۔ ان سب کے ساتھ۔ فوج کی فوج۔ حشم خدم۔ نوکر۔ چاکر۔ ہر دم موجود اور رانکے پیش نظر تھے اتنی ذی اقتداری اور خود اختیاری کی حالت شباب مین پھر وہ کس کی سننے والے تھے۔ ان تمام اسباب نے اونکے دماغون مین نخوت وغرور کی یہ کیفیت پہونچا رکھی تھی کہ وہ اپنے آگے بڑے بڑے ملوک و سرداران عرب کی کوئی ہستی نہین سمجھتے تھے۔ لیکن با اینہمہ ساز و سامان۔ ان سے مقابلہ ومقاتلہ کے معاملات تبلا رہے ہین کہ یہ مونہہ کے کرے تھے۔ نگروں کے بڑے بودے۔ تن و توش کے بھاری لیکن طبیعت کے بالکل ہلکے جوڑ توڑ۔ ساز باز اور مکر و دغا سے پر تھے مگر شجاعت و دلیری سے علی الاکثر خالی تھے۔

قتل رسول کی مکارانہ ترکیب چنانچہ اس موقعہ پر بھی۔ جرأت وہمت پر تو کلیۃً نہ کر سکے۔ کرنے بھی چلے تو وہی مکاری۔ دغا بازی اور غداری۔ تفصیل یہ ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے محلہ مین آئے۔ تو ایک دیوار کے سایہ مین بیٹھکر یہودیون سے ادائے دیت کے

متعلق گفتگو فرمانے لگے۔ یہودیوں کے تمام عمائد و اکابر سلام ابن مشکم۔ سلام بن ابی الحقیق[1] کنانہ بن ربیع اور حی بن اخطب وغیرہ سب موجود تھے۔ آپ کی تجویز کی نسبت یہ مکارانہ رضامندی اور اتفاق کا اظہار بھی کر رہے تھے اور ادھر عیاری اور مکاری کی چھپی چھپی جنبشیں بھی چل رہی تھیں۔ اور مخفی طور پر باہم یہ اتفاق کر لیا گیا تھا کہ اب اس سے بہتر موقع ہاتھ نہ آئیگا ہم میں سے ایک آدمی مکان کی چھت پر جا کر ایک بڑا بھاری پتھر آپ کے سر پر چپکے سے گرا دے۔ سب قصہ تمام ہے ہلکہ اس تجویز میں کچھ اختلاف ہوا لیکن پھر فوراً اتفاق بھی ہو گیا۔ اور عمرو بن جحاش تعمیل کے لئے پتھر لیکر مکان کی چھت پر چڑھ بھی گیا

ادھر حافظ حقیقی نے خبر کر دی۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً قضاء حاجت کی ضرورت بیان فرما کر وہاں سے اوٹھے اور سیدھے راست مدینہ چلے آئے۔ صحابہ کو وہیں چھوڑ دیا۔ ان حضرات کو سوا اسکے کہ رسول اللہ صلعم تقضاء حاجت کی ضرورت سے گئے ہیں۔ فوراً چلے آئینگے اور کیا معلوم تھا۔ چنانچہ یہ حضرات دیر تک آپکی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ جب انتظار انتشار کی حد تک پہونچ گیا تو یہ لوگ بھی مدینہ کی طرف لوٹے۔ راستہ میں ایک آدمی سے آنحضرت صلعم کی خبر پوچھی اوسنے بیان کیا کہ میں آپ کو ابھی ابھی مدینہ میں دیکھتا چلا آتا ہوں۔ یہ سنکر سب مطمئن ہو گئے۔ مدینہ پہونچے۔ اور خدمت رسول میں حاضر ہو کر دریافت کیا تو حقیقت معلوم ہوئی۔ چنانچہ تفسیر مجاہد وغیرہ سے آیہ

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ	اے ایمان والو۔ یاد کرو خدا کی نعمت کو۔ اوس دن جبدن ایک قوم نے تم پر اپنے دست (غداری) اوٹھانے چاہے تھے تا آخر آیہ در وقت الاحزاب

میں اسی طرف اشارت فرمائی گئی ہے۔ یہودیوں کی یہ غداری اگر چل جاتی تو کیا قیامت ہوتی۔ اسی وقت اسلام کا خاتمہ تھا۔ یہی واقعہ بنو نضیر کی اہمیت جرم کے ثبوت میں کافی ہے۔

بنی نضیر کا محاصرہ

جناب رسول خدا صلعم نے صحابہ کو بھی بخیر و عافیت واپس آتے ہوئے دیکھ لیا تو آپ بنی نضیر کی تنبیہ کیطرف سے ایک لحظہ کے لئے بھی توقف کو مصلحت نہ سمجھا۔ محمد بن مسلمہ کی معرفت اونکے پاس یہ پیغام کہلا بھیجا کہ تم لوگ اپنے اس مکارانہ اور غدارانہ قصد و حرکات کی پاداش میں ایک بار جوار مدینہ کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔

ادھر یہ پیام گیا۔ اودھر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول نے۔ جو ہر وقت پہلو کا دشمن تھا اپنا آدمی بھیجکر بنو نضیر سے کہلا بھیجا کہ تم ہرگز جلا وطن ہونے پر راضی نہ ہونا۔ ہم دو ہزار آدمیوں کی جماعت سے تمہاری حمایت پر طیار بیٹھے ہیں۔ اور یہودان بنی قریظہ بھی تمہاری استمداد و استعانت کو فوراً پہونچ جائیں گے۔ قرآن مجید میں اس منافق کی فتنہ انگیزی کی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

[1] سلام بن ابی الحقیق جسکی کنیت ابو رافع تھی وہ ۳ ہجری میں قتل ہو چکا تھا جیسا کہ زرقانی باسناد علامہ ابن حجر کے حوالہ سے اوپر بیان ہو چکا ہے ممکن ہے کہ یہ سلام بھی بن ابی الحقیق کوئی دوسرا یہودی ہو۔ اگر یہ نہیں ثابت ہے تو پھر اس اختلاف کا باعث وہی علماء کا اختلاف بیان ہے جو سلام ابن ابی الحقیق کے واقعہ قتل کو واقعہ بنی نضیر کے بعد بتلاتے ہیں لیکن اس سے صحیح بخاری کی تکذیب ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب صفحہ ۱۰۳

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَهْلِ الْكِتٰبِ نَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ	تم نے دیکھا منافق اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ تم نکلو گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے باب میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے۔ اگر کوئی تم سے لڑا تو ہم تمہاری مدد کو آئیں گے۔

عبداللہ بن ابی کی اس بھڑکی نے بنی نضیر کے غرور و نخوت کی آگ کو اور بھڑکا دیا۔ محمد بن مسلمہ وہیں موجود تھے۔ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبان کا ابھی کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ یہودیوں میں ابھی تک کھچڑی پک رہی تھی کیا جواب دیا جائے اس اثنا میں عبداللہ بن ابی کا پیام سنکر یہودی سب کے سب پھر گئے۔ حی بن اخطب رئیس بنو نضیر نے محمد بن مسلمہ سے بغض اسلام سے کہدیا کہ محمد (صلعم) سے کہدو۔ ہم اپنے مقام سے کہیں جنبش نہیں کرنے والے اونکے جو جی میں آوے وہ کریں دیکھا جائیگا۔

محمد بن مسلمہ نے واپس آکر یہودیوں کا یہ مغرورانہ جواب خدمت رسول صلعم میں عرض کر دیا۔ اور اونکے محاصرہ کا حکم فرمایا۔

ان اسباب کے ساتھ شبلی صاحب نے سنن ابوداؤد کے حوالے سے ان واقعات کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔ آپ کی عبارت داخلی یہ ہے۔

اوپر گذر چکا ہے کہ قریش نے بنی نضیر سے کہلا بھیجا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دو۔ ورنہ ہم خود آکر تمہارا بھی استیصال کر دینگے۔ بنو نضیر پہلے ہی سے اسلام کے دشمن تھے۔ قریش کے پیام نے اونکو اور زیادہ آمادہ کر دیا۔ بنو نضیر نے آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ تیس آدمیوں کو لے کر آئیں ہم بھی اپنے احبار لیکر آئیں گے اگر ہمارے احبار (علمائے یہود) آپ کی تصدیق کرینگے تو ہمکو بھی کچھ عذر نہ ہوگا۔ چونکہ وہ بغاوت کی طیاری کر چکے تھے آپ نے کہلا بھیجا کہ جبتک ایک معاہدہ نہ لکھدو میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوئے۔ آپ یہودان بنی قریظہ کے پاس تشریف لے گئے اور اون سے تجدید معاہدہ کی درخواست کی۔ اونھوں نے تعمیل کی۔ بنو نضیر کے لئے یہ نظیر موجود تھی کہ اونکے برادران دینی نے معاہدہ لکھدیا ہے لیکن وہ کسیطرح معاہدہ لکھنے پر راضی نہ ہوئے بالآخر اونھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس پیام بھیجا کہ آپ تین آدمی لیکر آئیں ہم بھی تین آدمی لے کر آتے ہیں۔ یہ علما اگر آپ پر ایمان لائینگے تو ہم بھی لائینگے۔ آپ نے منظور فرمایا لیکن راہ میں آپ کو ایک صحیح ذریعہ سے یہ خبر معلوم ہوئی کہ یہود تلواریں باندھ کر آمادہ ہیں کہ جب آپ تشریف لائیں تو آپ کو قتل کر دیں۔

سیرۃ النبی ص ۳۰۰

شبلی صاحب نے انھیں واقعات کو اصلی سبب قرار دیکر اپنا مختار بنایا ہے۔ چنانچہ فوٹ نوٹ میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔

یہ تفصیل سنن ابوداؤد میں ہے تعجب ہے کہ ارباب سیرت ابوداؤد کی اس روایت سے بالکل بے خبر ہیں بجز حافظ ابن حجر (۲) کی یہ عبارت فتح الباری۔ واقعہ غزوہ بنی نضیر جلد سابع صفحہ ۲۵۵ میں یہ روایت ابن مردویہ نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے صحیح بخاری سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بنو نضیر نے آنحضرت صلعم کے ساتھ اس قسم کی عیاری کا ارادہ کیا تھا۔ بخاری میں

ترجمۃ الباب یہ ہے۔ باب حدیث بنی النضیر ومخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی دیۃ الرجلین وما ارادوا من الغدر برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حقیقت حال کی طرف جب تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف ارباب حدیث پر اعتبار کرکے اپنا یہ مختار قایم کیا ہے۔ اور جس روایت کو معاملات بنی نضیر کا اصلی سبب قرار دیا ہے وہ خود ارباب سیرت کیا اصحاب حدیث کے نزدیک بھی ثابت نہیں۔ افسوس ہے کہ فتح الباری کی عبارت پر غور کی نظر نہیں کی گئی اور نہ اوسکی پوری عبارت لکھی گئی۔ اوسمین تلاش نہیں کی گئی۔ ورنہ اسکی صحت واعتبار کی حقیقت کا اوسی وقت پورا انکشاف ہوجاتا۔ تعجب تو یہ ہے کہ زرقانی جو ہر وقت پیش نظر ہے۔ اوسمین بھی اسکی قرار واقعی تلاش نہیں کی گئی۔ ورنہ یہ غلط فہمی واقع نہ ہوتی۔

زرقانی جلد دوم ص ۹۲ مین اسباب واقعات بنی نضیر کے متعلق ابن حجر صاحب فتح الباری کا یہ قول مرقوم ہے

واذا ثبت ان سبب جلاء بنی النضير همّهم بالغدر به وهو انما وقع عند ما جاء اليهم يستعين فی دية قتلى عمر

جلا رہنی نضیر کا سبب وہی ثابت ہے جو بیان کیا گیا ہے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کے ساتھ دغا کا ارادہ کیا تھا جب آپ اون سے کشتگان عمر کی وصولی دیت کے خواستگار ہوئے تھے۔

اس کے بعد آپ نے جس عبارت فتح الباری سے اسکی صحت ثابت کی ہے وہ یہ ہے ابن مردویہ کی روایت لکھکر ابن حجر لکھتے ہین

وفی هذا رد علی زعم ابن التین انه لیس فی هذه القصة حدیث باسناد۔ فهذا اقوی مما ذکر ابن اسحاق ان سبب غزوة بنی النضیر طلبه صلی اللہ علیه وآله وسلم ان یعینوه فی دیة الرجلین لکن وافقه جل اهل المغازی۔ زرقانی ص ۹۴

اس روایت مین علامہ ابن التین کی رد ہے جنکا یہ زعم ہے کہ بنی نضیر کے قصہ مین (سوائے دیت کے واقعہ کے) اور کوئی حدیث ہی نہین ہے۔ اور یہ قوی ہے۔ اوس سے جو ابن اسحاق نے جلا ءبنی نضیر کے سبب مین لکھی ہے کہ غزوہ بنی نضیر کا سبب دونون مقتولین کی دیت تھی۔ لیکن واسکو کیا کیا جاے گا کہ اسی حدیث پر تمام اکابر اہل مغازی کا اتفاق ہوچکا ہے۔

یہی حال ہے صحیح بخاری کی سند کا۔ شبلی صاحب عبارت عنوان مین غدر کا لفظ دیکھکر اپنے دعوے کی تصدیق فرماتے ہین حالانکہ دیتِ رجلین کے صاف الفاظ موجود ہین۔ جو بتلاتے ہین کہ سبب اصلی وہی رجلین کا معاملہ ہے اور لفظ غدر سے بھی وہی پتھر گراکر مار ڈالنے والی غداری مقصود ہے۔ نہ آپ کے مرقومہ اسباب مناظرہ وکلام اور حملات بالسیف جسکو آپ سنن ابوداؤد کے حوالے سے لکھکر ارباب سیر وتاریخ کو چیلنج دی رہے ہین۔ بخاری کا ایک لفظ بھی آپ کے دعوی کا مویدنہین ہے بلکہ صریح مخالف ہے۔

بہرحال۔ یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو شبلی صاحب کے غلط مختار اور تحکمانہ اصرار سے ہمارے سلسلہ بیان مین خواہ مخواہ حائل ہوگیا۔ ہم مجبور ہین شبلی صاحب علی الاکثر اپنے مختارات اور اجتہادات سے دوسرون کو مرعوب بنا لینا چاہتے ہین۔ جو حقیقت

کے صریح مخالف ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر اون کا انکشاف ضروری ہو جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت سے عدم فہمی رہجائیگی۔

ہم اس بحث کو تمام کرکے اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہین۔

یہان تک بیان ہوچکا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاصرہ بنی نضیر کا اعلان فرمادیا۔ فدائیان اسلام لبیک گویان طیار ہو گئے۔ سلاحین پہنکر ہتیار لگاکر خدمت رسول صلعم مین حاضر ہوگئے۔ آنحضرت صلعم نے جائزہ فوج لے کر علم فوج حضرت علی مرتضیٰ ع کو عنایت فرمایا اور محلہ بنی نضیر کیطرف جمعیت اسلامی کے ہمراہ روانہ ہولئے۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ بنی نضیر کی آبادی مدینہ سے کل دو میل کے فاصلہ پر تھی۔ دم کے دم مین فوج اسلامی نے پہونچکر اونکے تمام محلہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہودیون کے اتنے کلیجے کہان تھے کہ میدان پکڑکر فوج اسلام کو مقابل ہوتے۔ سب قلعہ بند ہوکر عبد اللہ بن ابی کی دو ہزار والی جمعیت موعودہ کا انتظار کرنے لگے۔ اور اسی کے ساتھ بنی قریظہ کی کمک کی بھی امید لگائے رہے۔ پندرہ روز اسی انتظار مین گذر گئے۔ اور کوئی کمین سے نہ آیا۔ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ کہ عبد اللہ بن ابی مسلمانون کے سامنے نہ آسکا۔ اسلئے کہ اگر وہ آجاتا تو پھر خود اوسکے نفاق کا راز سربستہ کھل جاتا اور اوسکے اظہار کفر کے چشم دید واقعہ کو دیکھکر مسلمان کیا۔ خود اوسکے قبیلہ والے دیندار انصار۔ اوسکو قتل کرڈالتے لیکن اوسکا کام تھا۔ زبانی طمطراق۔ سازباز اور فساد و نفاق۔ وہ اوس نے کر دکھلایا۔

باقی رہے بنو قریظہ۔ اونکی یہ حالت تھی کہ وہ بنی نضیر کے ہمقوم و ہم مذہب تو ضرور تھے لیکن وہ دو روز پیشتر اسلام سے معاہدہ صلح کی تجدید کرچکے تھے۔ اوس سے خلاف ورزی کیسے کرسکتے تھے۔ اس لئے وہ بھی مجبور تھے۔ اب یہودیون کی محرومی کی حد نہ تھی۔

بنو نضیر اور شبخون کا ارادہ

ہر طرف سے مایوس ہوکر اب بنو نضیر کے پاس سوائے مکاری اور غداری کے کچھ اور نہ تھا۔ اور اس مین یہ مدت سے مشاق تھے۔ محدث دہلوی اور صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہین کہ حی ابن اخطب سردار یہود نے اپنے فطرتی بزدلی تقاضہ سے لشکر اسلامی پر شبخون کی تدبیر نکالی اور خود تو جرأت نہ کرسکا۔ عزوہ بن ابیس ایک شریر النفس یہود کو اس مہم پر تعینات کردیا۔ دریافت احوال کی غرض سے خیمۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر پھینکے۔ مسلمانون نے کوئی جواب نہ دیا اور خموش رہ گئے۔ انکی خموشی انکی غفلت کی علامت سمجھی گئی۔ دوسرے دن یہودی قوی دل ہوکر شبخون پر بالکل آمادہ ہوگئے۔

شام ہوئی تو حسب المعمول صحابہ نماز مغرب پڑہکر خدمت رسول صلعم مین بیٹھ گئے۔ خلاف معمول حضرت علی کو نہ پایا کچھ دیر تک انتظار کیا۔ وہ نہ آئے۔ تو چونکہ دشمن کی طرف سے ہر وقت اندیشہ تھا۔ اسلئے صحابہ کو انکی طرف سے تشویش ہوئی۔ بالآخر آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اونکے لئے تردد نکرو۔ اونکی غیر حاضری مصلحت کی

خالی نہین۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہودیون کے ان مکارانہ قصد وارادہ کی خبر لگ گئی تھی۔ اور آپ حضرت علی مرتضیٰ کو اسکے تدارک کے لئے مقرر فرما چکے تھے۔ اس بنا پر حضرت علی شام ہوتے ہی دشمن کی غداریون کے سراغ مین مصروف تھے۔ اور اونکے آنے والے راستہ مین جا بیٹھے تھے۔ اونکی آمد کا انتظار کر رہے تھے یہان تک کہ تین ثلث رات گذر گئی۔ کچھ رات رہے عزوہ بن انیس اپنے چند رفقا کے ساتھ آتا ہوا معلوم ہوا۔ حضرت علی نے اپنے مقام سے جھپٹکر اوس پر حملہ کیا اور اوسکو وہین قتل کر دیا۔ اسکے رفقا اوسکی اعانت کو پہونچے مگر اب کیا کر سکتے تھے۔ حضرت علی کے شیرانہ حملون سے اونکے مونھ بھی پھر گئے۔ اس اثنا مین شور و غل سنکر حضرت ابو دجانہ انصاری اور سہل ابن حنیف بھی پہونچ گئے۔ یہودی مجبور ہوکر بھاگ گئے۔ ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔

جناب علی مرتضیٰ۔ عزوہ کا سر لیکر خدمت رسول صلعم مین حاضر ہوئے۔ نماز صبح کے بعد آپ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ صلعم نے نظر مبارک اوٹھائی۔ تو سامنے علی مرتضیٰ کھڑے تھے۔ اور پائے مبارک کے قریب عزوہ ابن انیس کا سر کٹا پڑا تھا صحابہ سے ارشاد ہوا کہ شام سے علی اس کام مین تھے۔ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد دوم[۲] مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۳۱۷۔ روضۃ الصفا جلد دوم تاریخ الانبیا جلد دوم مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۱۵

محاصرے کو جتنا طول ہوتا جاتا تھا۔ بنو نضیر کی مایوسی بڑھتی جاتی تھی۔ شبخون کی ناکامیابیون نے اونکی امیدون کا اور بھی خون کر دیا۔ یہود ان بنی قینقاع کے نتیجے پیش نظر تھے وہ اور دل ہلائے دیتے تھے۔ اصول جنگ و محاصرہ کے مطابق۔ جتنا عرصہ ہوتا تھا محصورین کیطرف سے وقوع جنگ کے قرائن قوی ہوتے جاتے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم نے مقابلہ کے احتمال سے قلعہ بنی نضیر کے سامنے والے نخلستان صاف کرا دیے۔ تاکہ میدان صاف ہو جائے اور غنیم اونکی کمین گاہ کا فائدہ نہ اوٹھائین۔ خاصکر وہی درخت کٹوائے گئے تھے جو محض معمولی اور جنگلی پھل لاتے تھے۔ اور جو عمدہ درخت تھے وہ چھوڑ دئے گئے تھے۔ قرآن مجید مین بھی اسکا ذکر موجود ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ	تم نے لینہ کے جو درخت کٹوائے اور جسقدر درخت قائم رہنے دیئے وہ سب خدا کے حکم سے ہے۔ تاکہ خدا فاسقون کو رسوا اور خوار کرے

لینہ جنگلی کھجورون کو کہتے ہین۔ جو اہل عرب کی خورش مین نہین ہے

بالآخر بنی نضیر کے لئے اب کوئی چارہ نہین رہا تو انھون نے صلح کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان شرائط پر صلح منظور کر لی کہ بنو نضیر مال و اسباب لونٹون پر جتنا لیجا سکین لیجائین۔ اور مدینہ سے باہر نکل جائین یہود کو جانون کی پڑی تھی۔ فوراً راضی ہو گئے۔ صلحنامہ لکھا گیا۔ اور سب نے دستخط کر دیے۔

یہود کی ہمیشہ شاندار جلاوطنی | رؤسائے بنی نضیر۔ سلام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن الربیع اور حی بن اخطب وغیرہ مدینہ سے

نکل کر خیبر چلے گئے۔ وہاں انکا اتنا اعزاز واکرام کیا گیا کہ رئیس خیبر تسلیم کر لئے گئے۔ انکی جلا وطنی اور خانہ بلدی بڑی شاندار لکھی گئی ہے۔ چنانچہ شبلی صاحب طبری کی عبارت سے ترجمہ فرماکر لکھتے ہین۔

بنو نضیر اگرچہ وطن چھوڑکر نکلے تھے لیکن اس شان سے نکلے تھے کہ جشن (زردان) کا دھوکا ہوتا تھا۔ اونٹوں پر سوار تھے۔ ساتھ ساتھ باجا بجتا جاتا تھا۔ مطربہ عورتیں دف بجاتی اور گاتی جاتی تھیں۔ عروہ بن الورد عبسی مشہور شاعر کی بیوی کو یہود نے خرید کرلیا تھا اور وہ بھی ساتھ ساتھ تھی۔ اہل مدینہ کا بیان ہے کہ اس سروسامان کی سواری کبھی انکی نظر سے نہین گذری تھی۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۰۲

بنو نضیر جو لیجا سکے لیگئے۔ جو بچگیا وہ خدا و رسول صلعم کا عین المال قرار پایا۔ نجملہ منقولات مین مکانات اور تمام جایات تھے۔ جن مین اکثر کو وہ اپنے ہاتھون سے مسمار کر گئے تھے۔ اور نخلستان اور قطعات آراضی تھے منقولات مین پچاس زرہین۔ پچاس خود اور تین سو چالیس تلوارین تھین۔

قرآن مجید مین اسکا ذکر ان الفاظ مین کیا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنتُمْ أَن يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

وہ خدا ہی تو تھا جس نے کفار اہل کتاب کو انکے گھرون سے نکال باہر کیا اور یہ انکی تقدیر کا پہلا حشر تھا جسکے لئے نکالے گئے۔ (مسلمانو) تمکو تو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ (وہ اپنے گھرون سے) نکلین گے اور وہ اس خیال مین مست تھے۔ کہ انکے قلعے انکو (خدا کی) پکڑ سے بچا لینگے تو جدھر سے انکو گمان بھی نہ تھا خدا کے لشکر نے انکو آلیا اور انکے دلون مین (مسلمانون کی) دھاک ڈالدی کہ اپنے گھرون کو اپنے ہاتھون اور مسلمانون کے ہاتھون اوجاڑنے لگے۔ انکا یہ واقعہ صاحبان بصیرت کیلیے باعث عبرت ہے۔

انصار کا مہاجرین کے ساتھ بے مثال ایثار

تعجب ہے کہ شبلی صاحب نے مدینہ مین آمد مہاجرین کے ذکر مین تو انصار کے محاسن سلوک رعایات۔ مدارات۔ غرض تمام احسانات کا بالاختصار ذکر فرمایا ہے اور اوسی کے ساتھ انصار کے اس عظیم الشان ایثار کا بھی وہین اشارہ کردیا ہے۔ خیر وہ تو عنوان تھا اور تمہیدی بیان۔ اسمین اسکی تفصیل قبل از وقت کا نقص پیدا کردیتی لیکن یہ مقام تو اس ایثار کا خاص تھا۔ یہان کیون نہ بیان کیا گیا۔ وجہ یہی ہے کہ انصار کی تفصیل خدمات کی طرف ابتداہی سے نظر توجہ بہت کم رہتی ہے۔ تمہیداً اتنا عرض کرکے ہم اسکی تفصیل کو ذیل مین بیان کرتے ہین۔

اوپر گذر چکا ہے کہ جسقدر جائداد منقولہ و غیر منقولہ بنی نضیر چھوڑ گئے تھے۔ وہ سب خدا و رسولؐ کا عین المال تھا۔ قرآن مجید مین اسکا حکم صریح یون ہے۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ

(جو مال) اللہ نے اپنے رسولؐ کو ان بستیون کے لوگون سے مفت مین دلوادیے

وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَ
ابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ
مِنْکُمْ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ
فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

(تو وہ) اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابتدارون کا۔ اور یتیمون کا اور محتاجون کا اور (بے توشہ) مسافرون کا (یہ حکم) اسلئے (دیا گیا) جو لوگ تم مین مالدار ہین۔ یہ (مال) ان ہی مین دائر نہ رہے (مسلمانو) جو چیز پیغمبر تمکو دے وہ تو لے لیا کرو اور جسکے لینے سے تمکو منع کرے اوس سے دست کش رہو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ خدا کی مار بڑی سخت ہے (ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد صاحب ص ۸۷۲

پھر وجہ اختصاص حقوق خدا و رسول مین ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ
عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ
عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ

جو مال خدا نے اپنے رسول کو (بے لڑے بھڑے) مفت دلوا دیا تو مسلمانو تم نے اوس کے لئے کچھ دوڑ دھوپ تو کی نہین (اور نہ) اونٹون سے مگر اللہ اپنے پیغمبرون کو جس پر چاہے مسلط کر دے۔

اب فئے اور غنیمت مین یہ فرق ہے۔ تاریخ ابن ہشام مین ہے۔

مَا یُوْجِفُ عَلَیْهِ المسلمون بالخیل والرکاب
وفتح بالحرب.. وانما یحصل بالحرب القتال
وھو غنیمة۔

جو مال مسلمانون نے بغیر کوشش کئے اور جنگ و جدال بغیر لڑ کر فتح کئے بغیر حاصل کیا۔ وہ فئے ہے۔ اور جو لڑائی سے ملا وہ غنیمت ہے

بہر حال۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سوائے مہاجرین کے انصار کو کچھ نہین دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے عطا فرمانے پر بھی انصار نے کچھ نہ لیا۔ اور اپنے عدیم المثال ایثار کی یادگار ابد الآباد تک قایم رہیگی۔ ہم اوسکی پوری کیفیت مفصلہ ذیل عبارت مین شرح زرقانی سے نقل کرتے ہین۔

لما ھاجروا (المھاجرین) وواخی بینھم صلعم
فذھب کل انصاری بالمھاجری الذی واخی بینه
وبنیه صلعم الی منزله وکفاه المؤنة ثم تنا
فسوا حتی ال لمرھم الی قرعة فای انصاری
تخرج القرعة باسمه یذھب بالمھاجری فبلغت
مواساتھم الغایة القصوی۔ فلم غنم صلی اللہ علیه
وآله وسلم بنی النضیر دعا ثابت بن قیس بن شماس
فقال ادع الی قومک قال ثابت الخزرج فقال صلی اللہ علیه

جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ مین آئے۔ اور جناب رسول خدا صلعم نے مہاجرین و انصار مین اخوت قایم کر دی تو ہر مرد انصاری اوس مہاجر کو جو اوس کا بھائی تھا اپنے گھر لیگیا اور ہر طریقہ سے اوسکی کفالت کرتا رہا پھر انصار نے آپس مین قرعہ ڈالا (غالبا اون فقراے مہاجرین کے لئے جو کسی کے بھائی نہ بنے تھے یا جو واقعہ اخوت سے پیچھے آئے تھے) اور جس کے نام قرعہ نکلتا وہ اوسکو اپنے گھر لیجا کر اوسکی کفالت کرتا اور یہ اوسکی مفقود درجہ کی نسبت شفقت تھی یہانتک کہ اموال بنی نضیر آنحضرت صلعم کے قبضہ مین آئے۔ تو آپ نے ثابت

وآله وسلم الانصار كلها قد عاله الاوس والخزرج
فحمد الله واثنى عليه بما هو اهله ثم ذكر
الانصار وما صنعوا بالمهاجرين وانزالهم اياهم
فى منازلهم واموالهم وايثارهم على انفسهم ثم قال
ان احببتم اعطيتهم وخرجوا من دوركم فقال
سعد بن عبادة وسعد بن معاذ يا رسول الله صلعم
بل تقسم بين المهاجرين ويكونون فى دورنا كما كانوا
ونادت الانصار رضينا وسلمنا فاعطى المهاجرين
ولم يعط احدا من الانصار وذكر البلاذرى انه
صلى الله عليه وآله وسلم قال للانصار ليست
لاخوانكم من المهاجرين اموال فان شئتم قسمت
هذه واموالكم بينكم وبينهم جميعا وان شئتم
امسكتم اموالكم وقسمت هذه خاصة
قالوا بل اقسم هذه فيهم واقسم لهم من اموالنا
ما شئت فنزلت وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ
كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

بن قیس کو بلا کر فرمایا کہ انصار کو بلا لاؤ۔ ثابت بولے کیا قبیلہ خزرج
کے انصار کو حاضر کروں ارشاد ہوا نہیں تمام انصار کو بلا لاؤ
قیس نے اوس و خزرج دونوں قبیلوں کو اکٹھا کر دیا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ میں حمد و ثنا
الٰہی کما حقہ ادا کر کے قبیلہ انصار کے اون تمام احسانات و عنایات
کو جو انھون نے مہاجرین کے ساتھ اونکی مہمان نوازی امداد مالی اور
نصرت و حمایت کے متعلق کی تھی مفصل طور پر بیان فرمائی پھر انصار کی
طرف مخاطب ہو کر استفسار فرمایا کہ اگر تم لوگ قبول کرو تو یہ تمام مال
ہم تمہارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دین اور غریب
مہاجرین جسطرح تمہارے اموال پر بسر کرتے ہین ویسے ہی گزران
کرین اور اگر تم پسند کرو تو یہ سب مال اونھین کو دیدیا جاوے اور
آج سے تم اونکی کفالت سے سبکدوش ہو جاؤ۔ یہ سنکر سعد بن عبادہ
اور سعد بن معاذ۔ دونون قبائل انصار کے سردار اوٹھ کھڑے ہوئے
اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ صلعم تمام مال انھین کو دیدیا
جاوے اور یہ لوگ جسطرح سے ہمارے گھرون مین ہماری ساتھ
رہتے ہین رہتے ویسے جاوین اپنے اپنے سردار قبیلہ کا حکم سنکر

تمام انصار کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ہم راضی ہین اور ہم سب کو قبول و منظور ہے اونکی آوازون سے تمام مسجد گونج اوٹھی جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونکے اس عدیم المثال ایثار کو سنکر کہنے لگے پروردگار تو قبائل انصار پر رحمت نازل کر اسکے بعد آپ
مال نے صرف مہاجرین پر تقسیم فرما دیا (تفصیل آگے آتی ہے) اور انصار مین سوائے ابودجانہ اور سہل بن حنیف کے کسی کو کچھ نہ دیا
علامہ بلاذری اس واقعہ کو یون بیان کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے انصار سے یون ارشاد کیا کہ تمہارے مہاجر بھائیون کے پاس کچھ
مال نہین ہے۔ اگر تم قبول کرو تو مین تمہارے اور اونکے دونون حصون کا مال اونھین کو دیدون۔ اگر تم چاہو تو اپنے حصہ کا مال لے لو
اور مین اونکا اونکو دیدون۔ انصار نے عرض کی اُن کا حصہ تو انھین دیدیجئے بلکہ ہمارے حصے بھی اونھین مین تقسیم فرما دیجئے۔ اسی واقعہ
ایثار انصار کے متعلق یہ آیۃ نازل ہوا۔ یہ وہ لوگ ہین جو اپنے نفسون پر ترجیح دیکر (اپنے اوپر تنگی سہکر) اپنے بھائیون پر اُن چیزون
کا جو اونکی خاص ہوتی ہین ایثار کر دیتے ہین۔ زرقانی جلد دوم ص ۹۹ مصر

تفصیل تقسیم | یہ تقسیم اس طرح فرمائی گئی کہ جو زمین خراج پر پہلے سے بندوبست تھین وہ

ویسی ہی قائم رکھی گئین۔ اونکا خراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص حق تھا۔ اور آپ اوسکو حکم خدا کے موافق اپنے اہل وعیال اپنے ذو القربیٰ کے مصارف کے بعد۔ فقرا و محتاجین مساکین یتیمی اور مسافرین کے مصارف مین صرف فرماتے تھے۔ اور جو بچتا تھا وہ طیاری لشکر اور فراہمی اسلحات وغیرہ مین صرف ہوتا تھا

نخلستان میوہ دار مکانات مع اونکے اسباب تعمیر وغیرہ۔ مہاجرین کو کلہم دیدئیے گئے نخلستان کے متعلق اونکی ملکیت ومنفعت پھلون اور لکڑیون تک محدود تھی اراضی سے اونکو کوئی واسطہ نہین تھا جیسا اوپر لکھا گیا ہے حضرت ابو دجانہ اور حضرت سہل بن حنیف انصاری کو اسمین سے کچھ عطا فرمایا گیا اس لئے کہ یہ دونون بزرگوار ازحد تنگدست نادار تھے

تین سو چالیس تلوار دن مین سے ایک تلوار جو ابن ابی الحقیق رئیس بنی نضیر کی خاص تھی اور بہت مشہور تھی۔ خاص طور پر سعد بن معاذ کو عنایت ہوئی۔

علمائے سواد اعظم مین اختلاف ہے کہ اموال بنی نضیر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رقم خمس نکالی تھی یا نہین امام اعظم ابوحنیفہ کوفی تو قطعی انکار کرتے ہین اور فے مین خمس کو جائز نہین جانتے۔ لیکن امام شافعی ان سے پورا اختلاف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اموال بنی نضیر سے رقم خمس نکالی گئی اور فے مین خمس کی ادا کاری جائز ہے۔ زرقانی جلد دوم ص ۹۵ روضۃ الاحباب ص ۲۹۳

واقعات متفرقہ اسی سال تیسری شعبان کو حضرت خامس آل عبا شہید کربلا جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے عقد فرمایا۔

اسی سال حضرت علی مرتضیٰ کی والدۂ گرامی قدر حضرت فاطمہ بنت اسد نے رحلت فرمائی۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ مین ہے

حضرت فاطمہ بنت اسد کی رحلت

عن انس بن مالک قال لما ماتت فاطمۃ بنت اسد بن ہاشم ام علی فدخل علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجلس عند راسہا وقال رحمک اللہ یا امی کنت امی بعد امی تجوعین وتشبعینی تعرین وتکسینی وتمنعین نفسک طیب الطعام وتطعمنی وتریدین بذلک وجہ اللہ والدار الآخرۃ قال انس یغسلہا فلما بلغ الماء الذی فیہ الکافور سکبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدہ و

انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم جناب علی کی مادر مہربان نے انتقال فرمایا تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکی میت کے پاس گئے۔ سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اے میری ماں خدا تجھپر رحم کرے تو میری ماں تھی میری ماں کے بعد۔ تو آپ بھوکی رہتی تھی اور مجھکو کھلایا کرتی تھی تو آپ ننگی رہتی تھی اور مجھے پہنایا کرتی تھی۔ تو اپنی جان کو اچھے کھانے سے باز رکھتی تھی اور مجھے کھلاتی تھی تو خاص خدا کے لئے اور آخرت کیلئے یہ حسن سلوک مجھسے کرتی تھی انس کہتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے غسل کا حکم دیا۔ جب اوس پانی سے غسل دینے کی نوبت پہنچی جسمین کافور ملا ہوا تھا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اون پر پانی ڈالا۔ اور حضرت عمر۔ اسامہ بن زید

البسها قميصه وامر عمر او اسامة بن زيد
وابا ايوب الانصاري يحفر قبرها فلما حفروا
و بلغوا لحد احفر رسول الله صلى الله عليه وسلم
بيده واخرج ترابه ثم اضطجع فيه وادخل
فيه هو وابو بكر والعباس ثم دعا بهذا الدعاء
اللهم اغفر لامي فاطمة بنت اسد و لقنها
حجتها ووسع عليها مدخلها بحق نبيك محمد
والانبياء من قبلي انت ارحم الراحمين و
روي عن ابن عباس نحو ذلك وزاد فقالوا
ما رأيناك صنعت باحد ما صنعت بهذه
قال انه لم يكن بعد ابي طالب ابر منها
البستها قميصي لتكتسي من حلل الجنة و
اضطجعت في قبرها ليهون عليها عذاب
القبر وروي ايضا عن علي باختلاف يسير

منقول از ارجح المطالب مطبوعہ لاہور جلد اول ص ۶۷۹

اور ابوایوب انصاری نے ملکر قبر کھودی۔ جب قبر کھد کر لحد تک پہنچی تو
آپ نے اپنے دست مطہر سے قبر کھودنی شروع کر دی اور اوسکی مٹی نکالی
پھر خود اسمین لیٹ گئے۔ پھر اونکو خود آپ نے اور حضرت ابوبکر اور حضرت
عباس نے قبر مین اوتارا۔ پھر آپ نے اونکے لئے یہ دعا کی۔ پروردگار
میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور اسکی دلیل اسکو تلقین فرما
اور اوسپر اوس کی قبر کو کشادہ فرما بطفیل اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے جو مجھسے قبل گذرے ہین۔ حضرت
ابن عباس سے بھی ایسے ہی مروی ہے اونھون نے اتنا اضافہ اپنی
روایت مین کیا ہے کہ لوگون نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے ان کے
ساتھ جو معاملات کئے وہ آجتک کسی کے ساتھ بھی نہین کئے تھے آپ نے
ارشاد کیا بعد حضرت ابیطالب کے میرے ساتھ نیکی کرنے والا ان سے
بڑھکر کوئی نہین تھا۔ مین نے اس لئے اپنا پیراہن انکو دیا کہ وہ جنت
کی پوشاکین پہنین اور ان کی قبر مین اس لئے لیٹ گیا کہ ان پر عذاب
قبر آسان ہوجاوے۔ جناب امیر نے بھی اس روایت کو تھوڑے سے
اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سنہ ۵ ہجری

(ذات الرقاع)

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ قریش کی کاوش اور یہود کی سازش نے مخالفت اسلام کو مکہ سے لیکر مدینہ تک عرب کے تمام
اقوام وقبائل کو اسلام کے استیصال پر آمادہ کر دیا تھا۔ آئے گئے دن چھوٹے بڑے قبیلہ خود یا دوتین باہم ملکر
مدینہ پر فوج کشی کرنے پر مستعد ہوجایا کرتے تھے۔ ذات الرجیع۔ بیر معونہ وغیرہ وغیرہ سب اسی سلسلہ کی جزئیات
ہین۔ جو اپنے اپنے مقام پر اوپر بیان ہوچکے۔ محرم سنہ ۵ ہجری مین قبائل انمار و ثعلبہ نے مدینہ پر فوج کشی کا ارادہ
کیا۔ فوجین جمع کرنے لگے۔ مقابلہ کے سامان درست ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو
آپ چارسو صحابہ کے ساتھ موقع پر پہونچ گئے۔ تشریف آوری کی خبر پاتے ہی غنیم دلاوری بھول گئے۔ اور بزدل
بنکر پہاڑون پر بھاگ کر چھپ گئے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع الخیر ایک ہفتہ کے بعد مدینہ مین واپس

آئے

غزوہ دومۃ الجندل
ربیع الاول ۵ھ ہجری

ایک مہینہ کے بعد۔ ربیع الاول کے مہینہ میں دومۃ الجندل سے پھر ایک جمعیت کثیر کے جمع ہونیکی خبر آئی۔ انکا مقصد بھی وہی تھا۔ مدینہ پر چڑھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات سو مہاجرین وانصار کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن لشکر اسلام کی آمد سے پہلے ہی مخالفین خائف ہو کر منتشر ہو چکے تھے۔ وہان پہونچکر کسی کو بھی نہ پایا۔ اس لئے لشکر اسلام واپس آیا۔

غزوہ بنی المصطلق
یا
غزوہ بنی مریسیع
۲ شعبان ۵ھ ہجری

خزاعہ۔ عرب کا مشہور۔ زور آور اور نامور قبیلہ تھا۔ زور آور اس لئے کہ اونکی تعداد بہت کثیر تھی۔ نامور اس لئے کہ وہ قریش کی اصل شاخ تھے۔ ؟ عرب مین احمس کے لقب سے مشہور تھے۔ احمس کیا ہے ؟ قریش نے اپنی قدامت۔ تولیت کعبہ اور امارت کے اعزاز کے اعتبار پر اقوام عرب مین ایسا فرق امتیازی قائم کرنے کے لئے کچھ خصوصیات اختیار کر لین تھین۔ اس لئے ایام حج مین عام عرب کی طرح عرفات مین قیام کرنے کی جگہ قریش نے مزدلفہ مین۔ جو حدود حرم کے اندر داخل تھا۔ اپنے لئے قیام کرنا اختیار کر لیا ایسے ہی خود اختیارانہ طریقہ سے اور بھی امتیازی خصوصیات قائم کر لین تھین۔ انھین خصوصیات کی بنا پر اپنا لقب خاص بھی احمس قرار دے لیا تھا۔ لیکن پھر انکا یہ اعزاز چند دنون کے بعد مرتبہ تخصیص سے اتر کر حدود تعمیم تک پہونچ گیا۔ رفتہ رفتہ یہان تک نوبت پہونچگئی کہ عام عرب مین جو ان خصوصیات کو اختیار کرنے لگے وہ بھی احمس کہلانے لگے اور قریش نے جس قبیلہ عرب سے قرابتداری اور رشتہ مندی قائم کی۔ وہ بھی احمس کہلانے لگا۔ قبیلہ خزاعہ بھی اسی جہت سے احمس مشہور تھا۔ خزاعہ ہی کی ایک شاخ بنو المصطلق کہلاتی تھی۔ مدینہ سے ۹ میل پر مقام مریسیع پر آباد تھی۔ اس قبیلہ کا رئیس حارث بن ابی ضرار تھا۔ اوس نے کچھ اپنی شریر الطبعی اور کچھ قریش۔ اپنے قرابتدارون کی تحریک سے مدینہ رسول پر فوج کشی کی طیاری کر دی۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سامانون کی خبر لگی۔ تو آپ نے انکی تنبیہ سے پہلے اس خبر کی تفتیش وتحقیق کی تجویز فرمائی۔ یزید بن خصیب انصاری کو پہلے دریافت حقیقت کی غرض سے بھیجا۔ اونھون نے واپس آکر تصدیق کی۔ دومۃ الجندل سے ربیع الاول کے آخر ماہ مین واپس آکر چار مہینون سے آپ مدینہ مین تشریف فرما تھے۔ رجب کے مہینہ سے بنی المصطلق کی مخالفت کی خبرین پہونچنے لگی تھین۔ اس لئے ۲ شعبان کو آپ نے لشکر اسلام کے ساتھ مریسیع کی طرف کوچ فرمایا۔ لیکن یہان پہونچکر بھی غنیم کی وہی صورت نمایان ہوئی۔ جو اس سے پہلے دو مقامون مین ظاہر ہو چکی تھی۔

حارث بن ابی ضرار اور دیگر اکابر وعمائد قبائل۔ فوج اسلامی کی آمد سنتے ہی۔ پہاڑون پر جاکر روپوش ہو گئے اور ضعفائے قوم کو بے پشت وپناہ چھوڑ گئے۔ سردارون سے اچھی جرأت وہمت تو بے سر کے فوج والون نے دکھائی اور لشکر اسلام سے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔

انکی جرأت بیجا کو دیکھکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو ان لوگون کے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ تم لوگ کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرو۔ تم سب کو امان ہے۔ لیکن وہ جاہل نہ مانے اور اس فرمان رحمت کے مقابلہ مین مقابلت پر آمادہ ہوئے۔ فوج اسلام پر تیر بارانی شروع کر دی۔ لیکن اسلام کے سازیون نے جب جوابدینا شروع کیا تو یہ فوراً میدان سے بھاگ نکلے۔ ان کے دس آدمی مقتول ہوئے چھ سو آدمی مقید ہوئے۔ غنیمت مین دو ہزار اونٹ اور پانچہزار بکریان دستیاب ہوئین۔ ابن سعد جلد مغازی ص ۴۵

شبلی صاحب سے خاص غرض

یہ تو عام اہل سیرت و تاریخ کی اور خاصکر ابن سعد کی روایت ہے۔ لیکن صحیح بخاری و مسلم کی مرویات نے اس غزوہ کو ایسے قابل اعتراض طریقہ بیان سے نقل کیا ہے کہ بالآخر شبلی صاحب کو بھی مرویات صحیحین کی تنقید اور (خدا کی شان) صحیحین کی مرویات پر سیرت و تاریخ کی مرویات کو ترجیح دینے کی مجبوری ہوئی۔ چنانچہ سیرت النبی مین تحریر ہے۔

یہ ابن سعد کی روایت ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو المصطلق پر اس حالت مین حملہ کیا کہ وہ بالکل بیخبر اور غافل تھے۔ اور اپنی مویشیون کو پانی پلا رہے تھے۔ ابن سعد نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ لیکن لکھدیا ہے کہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین لکھا ہے کہ صحیحین کی روایت پر سیرت کی روایتون کو ترجیح نہین ہوسکتی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ صحیحین کی یہ روایت بھی اصول کی رو سے قابل حجیت نہین کہ اس روایت کا سلسلہ نافع تک پہونچکر ختم ہوجاتا ہے۔ اور جنگ مین شریک ہونا ایکطرف نافع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بھی نہ تھا۔ اس لئے یہ روایت اصطلاح محدثین مین منقطع ہے۔ ص ۴۰۴

کیا شبلی صاحب اپنی اس عبارت تنقیدی کی تحریر کے بعد بھی اس غلط دعوی کے لکھنے پر جرأت کرین گے جسکو وہ یون دیباچہ مین لکھ چکے ہین۔

حدیث مین ایسی متعدد کتابین موجود ہین جن مین ایک حدیث بھی ضعیف نہین جیسے بخاری و مسلم۔ دیباچہ حاشیہ ص ۵

ابن حجر نے تو تحکمانہ طریقہ پر صحیحین کی مرویات کو بمقابلہ سیرت و تاریخ کے ترجیح دینی چاہی تھی اور تقلید اسلاف کے اصول کی تبعیت کرنی چاہی تھی اور آپ نے بھی دیباچہ مین اسی اصول موضوعہ کو اپنا معیار مختار رہنا انکا اقرار فرمایا تھا لیکن یہان پہونچکر آپ کو اون اصول کی خود تنقید کرنی پڑی۔

آخر۔ یہ کیون؟ وہی معترضین یورپ کا خوف۔ وہ غفلت کیحالت مین بنی المصطلق پر حملہ کئے جانیکا ذکر مرویات صحیحین مین دیکھکر آپ پرالٹ پڑین گے۔ چونکہ یہ روایتین سوء اتفاق سے صحیحین کے دونون دفترون مین موجود ہین اس لئے کوئی تاویل ممکن ہی نہین تھی۔ سوائے اوس تحکمانہ اصول کے جسکو ابن حجر نے اپنا مختار بنا کر لکھا تھا۔ آپ کو بھی یہی لکھکر صحیحین کی فروگذاشت سے کف لسان کرلینا چاہتا تھا۔ مگر آپ نے ان مرویات کے مقطوع الاسناد ہونیکی بحث نکالدی

اور نافع کی عدم شرکت کی بنا پر انکے غیر صحیح ہونے کا اعلان کر دیا۔ اگر آپ اب بھی اس اصول پر قائم رہیں تو اسکی ایسی کتنی مرویات صحیحین کی تردید اور انکے رواۃ غیر حاضرین موقع کی تکذیب کرنی پڑیگی۔ جنمیں سے صرف چند مرویات کا ذکر ہم اپنے دیباچہ میں بھی کر آئے ہیں کیا اسکے بعد بھی ہمارے شبلی صاحب کو صحاح کے ذخائر یا صرف صحیحین کے دفاتر میں مقطوع الاسناد اور ناقابل اعتماد مرویات کے نقل و اندراج سے انکار ہو سکتا ہے؟ اگر ہو تو بدیہات سے انکار ہوگا۔

ہم شبلی صاحب کی شان بیان سے مجبور ہیں۔ جسکی وجہ خاص سے ہمارے سلسلہ بیان میں یہ جملات معترضہ حائل ہو جاتے ہیں اور ہمکو انکی حقیقت کا انکشاف ضروری ہو جاتا ہے اتنا لکھکر ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔

عبداللہ بن ابی کی فتنہ انگیزی

غزوہ مریسیع۔ باعتبار جنگ کے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے گرد و پیش تاریخوں میں اتنے قابل الذکر واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ جو اسکی شہرت کے خاص باعث ہوئیں۔

اس غزوہ میں حصول غنیمت کی خاص لالچ سے بہت سے منافقین بھی لشکر اسلامی کے ساتھ ہوگئے تھے اور بے غیرت عبداللہ بن ابی بھی انکے ساتھ تھا جو غزوہ احد میں عین موقع سے اپنی جمعیت کے ساتھ واپس گیا تھا۔ اسکو اعانت تو منظور نہیں تھی شرارت اور فتنہ انگیزی ضرور مقصود تھی۔ چنانچہ محاصرہ مریسیع کے زمانہ میں ایکدن پانی لینے کی نسبت قبائل مہاجر و انصار میں حجت ہوگئی۔ بات بڑھ گئی۔ انصار نے یا للانصار کی صدا بلند کی۔ تمام انصار جمع ہوگئے۔ مہاجرین نے بھی ایسا ہی کیا فوراً سب مہاجر وہیں تھے۔ اب فیمابین نزاع لفظی اتنی بڑھی کہ دست بقبضہ ہونیکی نوبت آگئی۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تو ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا تھا مجمع میں کھڑا ہوگیا اور قوم انصار کو غیرت دلانے والے لہجہ میں پکار کر کہا۔ یہ بلا تو تم نے خود اپنے سر لی ہے تمہیں نے ان وطن آوارون کو بلاکر اور گھر میں بٹھلا کر آج اس قابل کر دیا کہ اب وہی تم سے مساوات کے دعوے کرتے ہیں اب بھی آنکھیں کھول لو۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ وقت ہاتھ سے ابھی تک نہیں گیا ہے۔ تم نے انکی کفالت سے ہاتھ اٹھائے اور انھوں نے پیٹھ پھیری۔

اس تقریر نے اور آگ بھڑکا دی۔ خیریت ہوگئی کہ اس اثنا میں جانبین کے کچھ فہمیدہ اور سنجیدہ حضرات موقع پر پہونچ گئے اور آتش فتنہ و فساد کو فوراً فرو کر دیا۔ اور تمام لوگ اپنے اپنے مقام پر واپس گئے۔

دربار رسالت میں جب اس واقعہ کا ذکر آیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکے سننے سے رنج و ملال تو ضرور ہوا لیکن آپ نے بالکل سکوت و خاموشی اختیار فرمائی۔ حضرت عمر کہاں چپ رہجانے والے آدمی۔ فوراً غصہ سے بیتاب ہوگئے۔ یہی موقع آپکے عتاب کے خاص ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ کسی سے کہدیا جاوے کہ اس منافق کی گردن قلم کر دے۔ ارشاد ہوا۔ اے عمر۔ تم یہ مشہور کرانا چاہتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے ہمراہیوں کو قتل کرا دیتے ہیں۔ صحیح بخاری باب غزوہ مریسیع ص ۷۲۸۔

حضرت عمر کی اس مشورت پر عبداللہ بن ابی کے بیٹے کی ناراضی

اچھوں کے اچھے تو ہوتے ہی ہیں۔ مگر کبھی بروں کے بھی اچھے نکل آتے ہیں۔ عبداللہ بن ابی جیسا دشمن اسلام تھا ظاہر ہے۔ لیکن اوسکا بیٹا جس کا نام بھی عبداللہ ہی تھا۔ اسلام کا بڑا جان نثار تھا اور کامل دیندار۔ حضرت عمر کی مشورے کی بنا پر منافقین نے یہ افواہ اوڑا دی کہ دربار رسالت سے عبداللہ بن ابی سلول کے قتل کا حکم صادر ہونیوالا ہے۔ یہ سنکر عبداللہ (ابن عبداللہ بن ابی) خدمت رسول میں حاضر ہوا۔ اور نہایت مخلصانہ اور عقیدتمندانہ طریقہ سے عرض خدمت کرنے لگا کہ علی العموم ہر شخص جانتا ہے کہ مین اسلام کا صدق دل سے مطیع ہون فرمانبردار ہون اور جان نثار۔ لیکن اسی کے ساتھ ہی ساتھ تمام لوگون کو یہ بھی معلوم ہے کہ باوجود کفر و ضلالت کے مین اسوقت تک اپنے باپ کا تابعدار رہون اور خدمتگذار۔ حالانکہ مین اوسکے طریق و ملت سے بالکل بیزار ہون۔ اگر حضور کی یہ مرضی ہے جیسا کہ سنا جاتا ہے تو باپ کے قتل کی خدمت مجھی کو دی جائے۔ مین حکم خدا و رسول کی متابعت مین بڑی خوشی سے خود قتل کر ڈالون گا۔ اور اوسکی موت کی عزت کو بچا لونگا اور اگر دوسرے کسی غیر سے قتل کرایا گیا تو شاید میری غیرت مین اشتعال پیدا ہو جائے اور مین باپ کے قاتل کو قتل کر دون۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عبداللہ کیسی باتین کرتے ہو۔ تم سے کس نے اوسکے قتل کی خبر کہی ہے۔ کیسا قتل! مین تو قتل کی جگہ اوس پر خاص شفقت کرنے والا ہون عبداللہ کو اطمینان ہوگیا۔ خدمت بابرکت سے واپس آئے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وعدہ کو یون پورا کیا کہ عبداللہ بن ابی کے کفن کیلئے اپنی خاص قمیص مبارک کا خلعت پہنایا۔ جنازہ کی نماز پڑہائی۔ حضرت عمر کو پھر اس موقع پر حرارت آئی۔ اور نہ رہا گیا۔ بقول شبلی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا۔ اور عرض کی یہ کیا کیا جاتا ہے۔ منافق کے مردے پر نماز پڑہائی جاتی ہے۔ لیکن شبلی صاحب لکھتے ہین "دریای کرم کے بہاؤ کو کون روک سکتا ہے۔" لیکن ہمارا یہ قول ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ — خدا ہی وہ لیعنی رسالت کے مقام کا سب سے بہتر جاننے والا ہے

حضرت عمر اسرار رسالت کی حقیقت سمجھنے سے ابھی بہت دور تھے

حضرت جویریہ کا قصہ

حضرت جویریہ۔ بنی المصطلق کے سردار قوم۔ حارث بن ابی ضرار کی لڑکی تھین۔ حسن و جمال مین مشہور تھین۔ قید ہو کر آئین۔ ثابت بن قیس صحابی کے حصہ مین پڑین۔ جویریہ کو یہ تناسب نہایت ناموزون معلوم ہوا اور دستور عرب کے موافق انھون نے مکاتبت کے قاعدے سے روپیہ دیکر ثابت سے اپنی فارغخطی کرانی چاہی۔ ثابت جب مکاتبت پر راضی ہو گئے تو جویریہ کو روپیہ کی فکر ہوئی۔ پاس کچھ بھی نہین تھا۔ بیرونی امداد کی ضرورت ہوئی۔ حفظ مراتب کی ضرورت اسقدر شدید تھی کہ اوس نے اس دست نگری کے اقدام پر جرأت دلائی۔ یہ بلا تمیز قوم و قبیلہ ہر شخص سے طالب امداد ہوئین۔ یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بھی حاضر ہو کر خواہان امداد ہوئین۔ حضرت عائشہ موجود تھین۔ بیان کرتی ہین کہ انکی صورت کی پاکیزگی دیکھکر میرے دل مین کراہیت سی ہوئی کہ یہ کیون آئین۔ مین یہ سمجھی کہ ان کے حسن و جمال کا اثر قلب مبارک رسول پر بھی ویسا ہی موثر ہو جیسا مجھپر ہوا ہے۔

شبلی صاحب لکھتے ہین کہ یقیناً یہ ابن اسحٰق کی ذاتی رائے ہے۔لیکن ابن ہشام مین ابن اسحٰق کا یہ قول ہم نے دیکھ لیا ہے سیاق عبارت سے ابن اسحٰق کا خاص قول یا اونکی ذاتی رائے ذرا بھی معلوم نہین ہوتی۔ص ۱۷۰
یہ فطرت نسوانی کا مقتضیٰ ہے۔ اور اس سے اس صنف نازک کی برارت دشوار ہے۔

بہرحال جویریہ کی درخواست پر ارشاد ہوا کہ اس سے بھی اچھی تجویز نہین بتلاؤن اگر تم قبول کرو۔جویریہ نے عرض کی بتلائی جائے۔کیون نہین قبول کرونگی۔ارشاد ہوا مین تمھاری مکاتبت کا کل روپیہ ادا کر دیتا ہون لیکن اس شرط پر کہ تم مجھ سے عقد کرلو۔جویریہ راضی ہوگئین۔روپیہ ادا کر دیا گیا اور اون سے عقد کرلیا گیا۔

یہ روایت ابن اسحٰق کی ہے مورخین مین ابن ہشام نے اور محدثین مین ابو داؤد صاحب سُنن نے اسی کو لکھا ہے لیکن شبلی صاحب، امام مندہ کے اسناد سے ایک روایت لکھتے ہین جو اس سے زیادہ واقعیت اور حقیقت پر مبنی ہے۔امام مندہ کی یہ روایت وہ حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے نقل کرتے ہین جو صحت و اعتبار کے لحاظ سے بھی کامل العیار اور زیادہ قابل اعتبار ہے۔ وہ یہ ہے۔

اصلی واقعہ یہ ہے کہ حضرت جویریہ کا باپ حارث (پھر وہی اُردو کی غلط ترکیب؟) رئیس عرب تھا حضرت جویریہ جب گرفتار ہوکر آئین تو حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور کہنے لگا کہ میری بیٹی کنیز نہین بن سکتی میری شان اس سے بالاتر ہے۔آپ نے فرمایا کہ یہ بہتر نہوگا کہ خود جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔حارث نے جاکر جویریہ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری مرضی پر رکھا۔دیکھنا مجھے رسوا نہ کرنا۔اونھون نے کہا مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہنا پسند کرتی ہون۔چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کرلی۔ یہ وہ حدیث ہے جو حافظ ابن حجر نے ابن مندہ سے نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔ابن سعد مین بھی یہ روایت مذکور ہے۔ابن سعد نے طبقات مین یہ روایت بھی لکھی ہے کہ حضرت جویریہ کے والد نے انکا زرفدیہ ادا کر دیا اور جب یہ آزاد ہوگئین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا سیرۃ النبی ص ۴۲۰

حضرت جویریہ سے نکاح فرمالینے کی یہ برکت ہوئی کہ تمام مسلمانون نے اسیران بنی المصطلق کو یہ کہکر آزاد کر دیا کہ جس قبیلہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرابت قائم کی ہم اونکو اپنا خادم و مملوک بنانا ترک ادب سمجھتے ہین۔مسلمانون کا یہ شاندار ایثار اونکی عقیدت کا آج تک یادگار ہے۔

حضرت عائشہ پر غلط اتہام یا قصہ افک

حضرت عائشہ کے اُفک کا بھی یہی موقع ہے جسکی طوالت کو اس موقع بیان سے مناسبت نہین۔ وہ حضرت عائشہ کے خاص حالات مین بیان ہوگا۔لیکن اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ ان پر جو الزام لگایا گیا تھا وہ بالکل غلط اور بے اصل نکلا۔

غزوہ خندق یا جنگ احزاب

(۲۳ ذی قعدہ ۵ ہجری)

واقعہ بدر ہی کے بعد سے مخالفت اسلام اور استیصال اہل اسلام کی تمام قبائل عرب میں جیسی جیسی سازشیں ہو رہی تھیں اور واقعہ احد سے مدینہ پر حملہ آوریوں کی مختلف اقوام و قبائل میں جو جو طیاریاں زیر تجویز ہو رہی تھیں وہ انفرادی قالب بدل کر مجموعی پیکر میں جلوہ گر ہو گئیں اور مختلف مقامات میں جلوہ آرا ہونے کی جگہ خاص مدینہ کی زمین پر ایک عظیم الشان اور طول طویل محاصرہ کی صورت میں واقع ہوئیں۔ جو اسلامی اور غیر اسلامی کتابوں میں آجتک غزوہ خندق یا جنگ احزاب کے نام سے مشہور ہے۔

جنگ احزاب اس لئے کہتے ہیں کہ عرب کے تمام غیر مسلم قومیں اسلام کے استیصال کیلئے آمادہ ہو کر آئیں تھیں۔ غزوہ خندق اسوجہ سے مشہور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر کفار سے مدافعانہ مقابلہ فرمایا تھا جیسا کہ سلسلہ بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

کفار عرب کی استیصال اسلام کیلئے یہ عظیم الشان سازش تھی۔ اور مشرکین قریش مکہ کی مقابلہ اسلام میں آخری کوشش اس عظیم الشان سازش میں قریش و یہود کے عناصر غالب تھے۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ اس مہتم بالشان سازش کے اصل مہتمم وہی تھے۔ جنھوں نے صرف اسلام کی عام مخالفت اور استیصال پر عرب کے تمام قبائل و اقوام کی چوبیس ہزار جمعیت ایک مقام پر جمع کر دی تھی۔ اس عظیم الشان سازش کی تفصیل یہ ہے۔

بنی نضیر کی جلاوطنی نے ان کی قدیم ہستی کو یثرب کے علاقہ میں گویا فنا کر دیا تھا۔ اس کا انھیں جتنا قلق ہوگا وہ بیان کا محتاج نہیں۔ ان غیر متحمل صدمات سے بحد متاثر ہو کر رؤسا بنی نضیر سلام ابن ابی الحقیق۔ حی ابن اخطب اور کنانہ بن الربیع وغیرہ اکٹھا ہو کر مکہ میں ابو سفیان کے پاس آئے اور درخواست کی کہ اگر قریش استیصال اسلام میں ہمارے ہمدوش ہو جائیں تو ابھی ہم اسلام کو مٹا دیں۔

ابو سفیان کے لئے اس سے بڑھ کر مژدہ جانفزا اور کیا ہو سکتا تھا۔ اوس نے فوراً قبول کر لیا۔ تمام عمائد قریش رفتہ رفتہ جمع ہو گئے۔ اور خانہ کعبہ میں بیٹھ کر عہد و قسم اور حلف و پیمان کیساتھ فیما بین معاہدہ ہو گیا مکہ سے اوٹھکر رئیسان یہود قبیلہ غطفان میں پہونچے۔ وہ بھی گویا طیار بیٹھے تھے۔ اوس پر ان لوگوں (یہودان بنی نضیر) کے اس وعدے نے کہ اگر وہ انکے شریک ہو جائینگے تو علاقہ خیبر کا نصف خراج ان کو برابر ملتا رہے گا۔ اور بھی بنی غطفان کو مستعد کر دیا۔ غطفان جب اس سازش میں خود شریک ہو گئے۔ تو انھوں نے اپنے حلیف قبیلہ بنی اسد کو بھی اپنی طرف خود سمیت لیا۔ اور وہ اپنی امدادی جمعیت کے ساتھ آکر ان سے مل گئے۔

بنو سعد کا کثیر التعداد قبیلہ یہودیوں کا خاص حلیف تھا۔ یہودیوں نے اونکو بھی بلاکر اپنے ساتھ لے لیا۔ یہود کی طرح قریش نے بھی اپنے متفرق اجزا کی شیرازہ بندی کرلی۔ قبیلہ بنو سلیم کے تمام لوگون کو دعوت دیکر بلالیا اور اپنی جمعیت مین ملالیا۔ اور اسی طرح مخالفت اسلام کا یہ مجموعہ تیار کیا گیا جسکی تعداد چوبیس ہزار سے بھی بڑھ گئی۔

بنی قریظہ سے سازش

اتنے کثیر سامان پر بھی اطمینان نہوا تو بنی قریظہ سے ریشہ دوانیان شروع کین۔ بنی قریظہ اسوقت تک غیر جانبدار تھے اور ابھی چند دن پیشتر وہ اسلام کے ساتھ معاہدہ صلح مین داخل ہوچکے تھے۔ اس بنا پر وہ خلاف ورزی نہین کرسکتے تھے اس دشواری کے دفع کرنیکے لئے حی بن اخطب خود کعب بن اسد کے پاس گیا جو قریظہ کا رئیس تھا۔ کعب نے پہلے تو اتنی احتیاط برتی کہ حی بن اخطب کے ملنے سے بھی انکار کردیا اور جب طوعاً وکرہاً ملا بھی تو کہدیا کہ ہمنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آجتک کوئی خلاف عہدگی یا نقض پیمانی نہین مشاہدہ کی۔ ایسی حالت مین اپنی طرف سے بدعہدی نامردی ہے۔ مگر آدمی کا شیطان آدمی ہوتا ہے۔ پھر حی ابن اخطب کی سحر بیانی سے یہودیون کیطرح یہ قوم اور مسلمانون کیطرف سے پھر ہوگیا۔ اور مخالفت اسلام پر طیار ہوگیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنی قریظہ کی بدعہدی کی خبر ملی۔ تو آپنے تحقیق احوال کی غرض سے سرداران انصار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو اونکے پاس بھیجا اور تاکید فرمادی کہ اونکے نقض عہد کی خبر لیکر بھی جب ہمارے پاس آنا تو اس خبر کو ایسے مبہم الفاظ مین بیان کرنا کہ کوئی سمجھے اور کوئی نہ سمجھے اس لئے کہ قریظہ کی علیحدگی کی خبر پاکر فوج اسلامی مین انتشار نہ بڑھے اور بددلی نہ پیدا ہو

سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ۔ جب کعب بن اسد کے پاس پہونچے تو اوسکے تیور بدلے ہوئے تھے۔ اسلام کی طرف سے گویا بھرا بیٹھا ہوا تھا۔ اور مخالفت کے جنون میں وارفتہ ہورہا تھا۔ ان لوگون کے ذرا سے استفسار پر فوراً برس پڑا اور کھلے کھلے الفاظ مین کہنے لگا۔ ہم نہین جانتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ اور ان کا معاہدہ کیا چیز ہے۔

دربار رسالت کے دونون ایلچی اوس کا جواب صاف سنکر واپس آئے۔ اور بڑے حزم واحتیاط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حقیقت حال عرض کردی۔

بنی قریظہ۔ جیسا کہ بیان ہوچکا ہے اپنی کثیر التعداد جمعیت سے مل گئے۔ تو اب گویا تمام عرب کی ۲۴ ہزار سے زیادہ جمعیت کا متحدہ لشکر سمندر کی طرح موجین مارتا ہوا مدینہ کی طرف بڑھا۔ اور عالمگیر سیلاب کی طرح چشم زدن مین مدینہ طیبہ کے چارون طرف دور دور تک پھیل گیا۔ اسکی آمد سے سارا شہر دہل گیا۔ قرآن مجید مین اس کا یون ذکر آیا ہے۔

إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ

جب کہ دشمن اوپر کی طرف سے اور نشیب کی طرف سے آپڑے اور جب آنکھیں ڈگنے لگین اور کلیجے موتھ مین لگ گئے۔ اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ تب مسلمانون کی جانچ کا وقت۔

وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (سورہ احزاب) | آگیا۔ اور وہ سب کے سب زور زور سے لرزنے لگے۔

لرزنے کی بات ہی تھی۔ مسلمانون مین سب ہی تو شیر دل اور قوی ہمت نہین تھے۔ وقت ہی ایسا تھا۔ موجودہ حالات بھی ایسے ہی تھے۔ جو اضطراب قلبی کو بڑھا رہے تھے۔ مٹھی بھر مسلمانون پر سارا عرب ٹوٹ پڑا تھا۔ تمام معین و مددگار حمایت و استعانت سے دست بردار ہو چکے تھے۔ اور چوبیس ہزار سے زائد جمعیت والی فوج گران کا مقابلہ تھا۔ اگر پہلی طیاریان مین نہین تو ابکی بار خود مسلمانون کی نگاہون مین استیصال کے خطرے دکھلائی دے رہے تھے۔ لیکن ہر شخص۔

وَاللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ | اللہ جو چاہے گا کرے گا وہی سب چیزون پر قادر ہے۔

پر تکیہ کرکے خموش تھا۔

قریش کا لشکر عظیم تین حصون پر منقسم تھا۔ قبیلہ غطفان۔ عینیہ بن حصین فزاری کے ماتحت رکھا گیا۔ جو قبیلہ غطفان مین بنو اسد وغیرہ کا رئیس تھا۔ قریش اور انکے تمام قبائل و عشائر اور ہم معاہدہ قومون کا سردار عثمان ابن طلحہ بن ابی طلحہ تھا اور ابوسفیان ان سب کا سپہ سالار کل یا کمانڈر ان چیف تھا۔

خندق کھودنے کی تجویز اور حضرت سلمان کے محاسن خدمات

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب اس لشکر عظیم کی خبر مدینہ مین ملی تو آپ نے ایک مجلس خاص مین صحابہ سے مشورت فرمائی۔ حضرت سلمان الفارسی ایرانی نژاد تھے۔ اپنے ملک و قوم کی بڑی بڑی لڑائیان طرز جنگ اور طریق مقابلہ دیکھے ہوئے اور خندق کھود کر غنیم سے لڑنے کی ترکیبون سے خوب واقف تھے۔ اس لئے انھون نے اپنے ملک کے دستور کے موافق عرض کی کہ اپنی قلت اور غنیم کی کثرت کے موقع پر ملوک ایران خندق کھود کر مقابلہ کرتے ہین اور اس ترکیب و تدبیر سے اپنے کثیر التعداد غنیم کے مقابلہ مین اکثر کامیاب ہوتے ہین۔

صلاح نیک تھی اور تجویز مناسب۔ بلا اختلاف منظور کر لی گئی۔ مسلمانون کی تمام و کمال جمعیت تین ہزار سے زائد نہین تھی۔ سب کے سب ایک جگہ جمع ہوئے اور بلا امتیاز و اختصاص ہر شخص مزدور بن گیا پھاوڑا لیکر خندق کھودنے لگا اور مٹی پھینکنے لگا۔ سرور کائنات بھی انھین مزدورون مین تھے چونکہ شہر کے تین طرف مکانات اور نخلستان ایسے کثیر اور عظیم الشان تھے۔ جو شہر پناہ کی ضرورت کا کام دیتے تھے۔ شہر کا اکیلا شامی رخ بالکل کھلا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرف خندق کھودی جانے کا حکم دیا۔ اور کام شروع ہو گیا۔

خندق کھدنے کا انتظام یون کیا گیا کہ دس دس آدمیون پر دس دس ہاتھ لمبی اور پانچ پانچ گز عمیق خندق طیار کرنے کے لئے زمین تقسیم کر دی گئی۔ یہ تمام جماعتین بڑی مستعدی اور کامل تندہی سے کام کرنے لگین۔ انھین جماعتون مین ایک فرد رسول اللہ کی خاص ذات اقدس بھی تھی۔ آپ بھی عام مزدورون کیطرح مٹی کھودتے تھے اور برابر پھینکتے جاتے تھے۔ اتفاقاً کسی حصہ زمین مین ایک پتھر کی چٹان نکل آئی۔ سارے مسلمانون نے ہزار زور لگایا۔ لیکن وہ پتھر نہ ٹوٹا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ آپ اپنا کام چھوڑ کر پھاوڑا لئے آئے اور ایک ضرب اُس پتھر پر لگائی کہ وہ چور چور تھا۔ شبلی صاحب

لکھتے ہین یہ زور رسالت تھا - ہم انکو یاد دلاتے ہین جسمانیت سے کیا واسطہ یہ روحانیت کی قوت تھی - جسکے ذکر مخصوصہ کو آپ برابر قلم انداز کرتے آتے ہین -

رسالت کی عزدورانہ شان آج نئی نہین تھی - اس سے قبل مسجد نبوی کی تیاری کے وقت بھی پیکر رسالت اسی شان خاص مین جلوہ نما ہوچکا ہے - تمام صحابہ مہاجر و انصار بلاخیال مراتب مٹی کھودتے جاتے تھے اور اپنے فرائض کی اداکاریون کی خوشی مین ہم آواز ہوکر کہتے جاتے تھے

نحن الذین بایعوا محمدا	ہم لوگون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر
علی الاسلام ما بقینا ابدا	بیعت اسلام کی ہے اور ہم ہمیشہ اسی پر قائم رہین گے۔

ان خوش آیند نغمہا ئے عقیدت کو سن کر - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ہیئت و شان سے کہ گرد و غبار سے عبائے رسالت آلودہ تھی - یون رجز خوان تھے۔

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا	اگر خدا نے ہمین ہدایت خاص نہ عطا فرمائی ہوتی
ولا تصدقنا ولا صلینا	تو نہ ہمین صدقہ دینے کی اور نہ نماز پڑھنے کی توفیق ہوتی
فانزلنا سکینۃ علینا	خدا نے ہم لوگون پر سکینہ الٰہی نازل فرمایا
وثبت الاقدام ان لاقینا	اور اس نے ہمکو ثابت قدمی عطا فرمائی
ان الاولی قد بغوا علینا	کہ ہم انکے لقائے قدرت سے مشرف ہون
اذا ارادوا فتنۃ ابینا	وہی ہمارا سب سے بہتر مددگار ہے انکی مخالفت کرو

یہ جنھون نے ہم سے بغاوت کی - ہم پر حملہ کا قصد کیا اور ہمارے دین سے انکار کیا -

تمام مورخین و محدثین کا اسپر اتفاق ہے کہ لفظ ابینا پر پہونچکر آپ آواز کو بلند فرما دیتے تھے - اور اسی لفظ کو بتکرار کہتے تھے سیرۃ النبی بحوالہ بخاری

اسی رجز کے ساتھ مہاجر و انصار کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے جاتے تھے -

اللھم انہ لا خیر الا خیر الآخرہ	پروردگار کوئی خیر عاقبت کی خیر سے بہتر نہین ہے
فبارک فی الانصار والمھاجرہ	تو انصار اور مہاجرین کے امور مین برکت عطا فرما -

یاد ہوگا کہ مسجد نبوی کی تعمیر مین سب سے زیادہ حضرت عمار بن یاسر کے کام کرنے کی خصوصیت لکھی جا چکی ہے - اسی طرح حفر خندق مین حضرت سلمان الفارسی کی محنت شاقہ خصوصیت سے لکھی گئی ہے جناب سلمان روزانہ پانچ گز لمبی اور پانچ گز گہری خندق کھود کر طیار کرتے تھے - اور ہر شخص انکی اس محنت اور اس عجلت سے کام تمام کرنے پر تعجب کرتا تھا چونکہ اس فن خاص مین یہ مہارت کامل رکھتے تھے اس لئے ہر شخص انھین کی ہدایت خاص سے کام کرتا تھا - یہان تک کہ

مہاجرین نے کہنا شروع کیا اَلسَّلْمَانُ مِنَّا سلمان تو ہم لوگوں میں ہیں۔ انصار نے سنا تو کہا اَلسَّلْمَانُ مِنَّا سلمان تو ہم لوگوں میں ہیں۔ سلمان سُن سُن کر خوش تھے۔ لیکن حقیقتاً جسکے تھے۔ جب اوس نے سنا تو ارشاد فرمایا اَلسَّلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ۔ سلمان تو ہمارے اہلبیت کے ایک فرد خاص میں ہیں۔ طبری ص ۱۴۸۲ روضۃ الاحباب ص ۳۱۶

مدبران قدرت ایک طرف تو اہل ایمان کی حمایت و نصرت کا سامان کرتے تھے۔ دوسری طرف ابتلا و مصیبت میں اونکی جگرداری وپاداری کا امتحان بھی لیتے جاتے تھے تفصیل یہ ہے۔

منافقین کی علٰحدگی

مدینہ میں مہینوں پہلے سے قحط تھا۔ خرمے کی پوری فصل ماری گئی تھی۔ اس لئے خوراک کی کمی تھی۔ عرب کی فوجوں کی ہلچل کی وجہ سے بیرونی رسد کا سلسلہ بھی بالکل منقطع تھا۔ تمام عسرت تنگی اور فقر و فاقہ تھا۔ اوس پر مزید۔ دن رات کی تند و تیز ہوا۔ اور ابر و باران۔ کئی کئی دن کا فاقہ۔ دن دن بھر پتھریلی زمین کا کھودنا۔ ایسا سخت اور دشوار گذار کام تھا کہ بڑے بڑے دلیروں کے کلیجے ہلے جاتے تھے۔ جی چھوٹے جاتے تھے۔

مسلمانوں کے ساتھ ابھی تک فوج منافقین بھی شامل میں داخل تھی۔ سب سے پہلے وہ ان تکلیفوں سے عاجز آکر پہلو چھانکنے لگے اور کھلے کھلے لفظوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگے کہ ہم تو شہر میں واپس جائیں گے ہمارے گھر اور بال بچے محفوظ نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں انکے حیلوں کا یہ ذکر ہے۔

يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (احزاب)

کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے ہوئے ہیں۔ وہ کھلے تو نہیں ہیں بلکہ ان کو خود بھاگ جانا مقصود ہے۔

رحمت عالم کے پاس انکی مکارانہ درخواست پر۔ سوائے ایجاب و منظوری اور کیا تھا۔ شہر میں لوٹ جانے کی اجازت مل گئی اور وہ سب کے سب ایکبار چلے گئے۔ لشکر اسلام کے موجودہ مجموعہ میں اور کمی آگئی۔ پھر کیسے نازک موقع پر کہ دشمن کے لشکر گران کی آمد کا یہ عالم تھا کہ اب آیا اور اب آیا۔

انکا چلا جانا کوئی نئی بات تو تھی ہی نہیں۔ غزوہ احد میں بھی ان لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ انکے چلے جانے نے بظاہر تو مسلمانوں کا کچھ بگاڑا نہیں لیکن اکثر اہل اسلام ان کی تفریق کے اثر سے خالی بھی نہیں رہے۔ اکثر نرم دل مسلمان کچھ تو بالطبع خائف ہوکر اور کچھ بھوک۔ پیاس۔ شدت کی سردی اور راتدن کی ہوا نے تند سے عاجز آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بھوک کی شدت رسد کی کمی کی شکایت کرنے لگے۔ تصدیق

بھوک کی شدت اور رسول اللہ کا تحمل

بیانات کے لئے اپنے اپنے پیٹ کھولکر دکھلا دئے۔ جو پیٹھ سے لگ کر تختہ ہو رہے تھے۔ اور بھوک کی شدت روکنے کے لئے عزیزوں کے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھے ہوئے تھے۔ عرب میں دستور تھا کہ بھوک کی شدت روکنے اور مستقیم القامت رہنے کی غرض سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے بھی دستور و عادت کے موافق اسوقت یہی کیا تھا۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکی یہ حالت زار دیکھکر بحد ملول ہوئے۔ لیکن آپ نے جب اونکے سامنے اپنی قمیص کا دامن اوٹھاکر اپنا شکم مبارک دکھلایا تو اونکے دیدہائے حقیقت کھل گئے۔ دیکھا کہ رسول کے پیٹ پر ایک کی جگہ دو دو پتھر بندھے ہین۔ اس حالت کے دیکھنے کی کسے تاب تھی۔ تمام دیکھنے والون کی آنکھون سے بیساختہ آنسو جاری ہوگئے۔ سب کے سب نادم ہوکر عرض خدمت کرنے لگے۔ کہ ہمین معلوم ہوتا کہ حضور ہمسے زیادہ بھوکے ہین تو ہم کبھی مدعا کے اظہار کی جرأت نہ کرتے۔ ارشاد ہوا کہ ہر حالت مین ہمکو اور تمکو خدا کے حکم پر قائم اور اوس کی عنایت وکرم پر متوکل رہنا چاہئے۔

جناب فاطمہ اور رسول کی خدمت

حقیقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیسرا فاقہ تھا۔ اس لئے کہ تین دن سے اسقدر مشغولیت بڑھی ہوئی تھی کہ دولت سرا تک جانیکی فرصت ہی نہین ملی۔ اور عسرت وتنگی کی وجہ سے ازواج مطہرات بھی کوئی سامان نہ کرسکین۔ اسکی خبر جناب فاطمۃ الزہرا کو ملی تو بیتاب ہوکر ایک پارہ نان جو گھر مین موجود تھا۔ لیکر حاضر خدمت ہوئین۔ امام الحرمین علامہ طبری الشافعی ذخائر العقبیٰ مین لکھتے ہین

عن علی قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حفر الخندق اذ جاءته فاطمة بکسرة من خبز فقالت احببت لابنی جئتك منه هذہ الکسرة فقال بابنية انها لاول الطعام دخل فی فم ابيك منذ ثلاثة ايام

حضرت علی بیان کرتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کھودنے مین مصروف تھا کہ فاطمہ آئین اون کے ہاتھ مین روٹی کا ایک ٹکڑا تھا خدمت رسول مین عرض کرنے لگین کہ مینے اپنے دونون بچون کیلئے روٹی پکائی تھی اوسمین کا یہ ٹکڑا آپ کیلئے لائی ہون تناول فرمایا جاوے۔ آپ نے وہ پارۂ نان لیکر ارشاد فرمایا بیٹی یقین جان کہ تین دن کے فاقہ کے بعد یہ پہلی خوراک ہے جو تیرے باپ کے منہ مین پڑتی ہے۔ بحوالہ ینابیع المودہ امام سلیمان القندوزی مطبوعہ بمبئی ص ۲۱۴

مقابلہ قریش کا انتظام

الغرض خندق کھد کر تیار ہوگئی۔ قریش کا ٹڈی دل لشکر بھی آگیا۔ اور اونھون نے مدینہ کو نگینہ کی طرح بیچ مین لیلیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفظ ماتقدم کے خیال سے اپنے اور صحابہ کے عیال کو قلعہ مین بھیجدیا اور حسان بن ثابت کو انکی حفاظت پر تعینات کیا۔ تمام لشکر خندق کے پاس یار جمع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل سلع کو جو بالکل متصل تھا۔ پشت پر لیکر صف آرائی کی لشکر اسلامی تین حصون پر تقسیم کیا گیا۔ اور خندق کے تین مختلف حصون پر مقرر کیا گیا۔

ایام محاصرہ مین رسول اللہ کی ذاتی تکلیفین

محاصرہ کی مدت کے ساتھ شدت بھی بڑہتی جاتی تھی۔ دن کی ہوائے تند کے بعد رات کی سردی قیامت برپا کردیتی تھی۔ اوس پر پانی پڑنے لگتا تھا تو تکلیف ومصائب مین اور اضافہ ہوجاتا تھا ایک بار رات کو ایسے ہی پانی برستا تھا اور زورون سے ہوا چلتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالفین کیطرف سے حملہ کا اندیشہ ہوا تو آپ نے تحقیق کرنی چاہی۔ خیمہ کے اندر ہی سے آواز دی۔ سب اپنے اپنے خیمون مین سردی کیوجہ سے

پلٹتے پڑے تھے۔ کوئی نہ بولا۔ زبیر بن العوام جنگ رہے تھے لبیک کہتے ہوئے دوڑے۔ آپ نے اونکو تحقیق حال کے لئے حکم دیا۔ یہ گئے اور واپس ہوکر عرض کی کہ غنیم کی جمعیت مین چارون طرف بالکل سناٹا ہے۔ کسی قسم کا اندیشہ نہین امام بخاری لکھتے ہین کہ اس خدمت کے جلدو مین آپ نے زبیر بن العوام کو حواری کے لفظ سے مخاطب فرمایا۔

محاصرہ کو تین ہفتے گذر چکے تھے۔ کفار کی بیشمار فوج چارون طرف سے شہر کو گھیرے تھی۔ مدینہ بتیس ۳۲ دانتون مین ایک زبان کی طرح گرفتار تھا۔ تمام شہر طرح طرح کی تکلیفون مین مبتلا تھے۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات رات بھر عالم اضطراب مین بیدار رہتے تھے نظر اقدس ہمیشہ غنیم کی نقل وحرکت پر رہتی تھی۔ جہان سے اندیشہ ہوا وہین فوری حفاظت و مدافعت کا انتظام کردیا گیا۔

جناب ام سلمہ فرماتی ہین کہ مین اکثر غزوات۔ مریسیع۔ خندق۔ خیبر۔ حدیبیہ۔ فتح مکہ اور حنین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھی۔ لیکن کسی غزوہ مین آپ کو ایسی تکلیف اور اتنا اضطراب نہین ہوا تھا جتنا خندق مین۔ رات رات بھر جاگتے کٹ جاتی تھی۔ ہمیشہ باہر نکل نکل کر ہر مورچے پر خود تشریف لیجاتے تھے اور نگہبانون اور پاسبانون کو خود دیکھ آتے اور ہشیار فرما آتے تھے۔

عباد بن بشر کی خدمات

کفار دن سے زیادہ رات کو ستاتے تھے۔ خندق کے کنارے پر تاریکی مین پتھر اور تیر اس زور سے برساتے تھے کہ آدمی کو راہ چلنا دشوار تھا۔ اونکے پتھر خیمہ اقدس تک آآکر گرتے تھے۔ ایک رات کو صبح کے قریب خندق پر زور سے شور و غوغا ہونے لگا۔ اوسدن رات کو خیمۂ اقدس کی پاسبانی عباد بن بشر کے متعلق تھی۔ اور وہ اپنی ماتحتی دستہ فوج کے ساتھ پہرہ پر تھے۔ شور و غوغا سنکر آپ نے عباد کو آواز دی۔ وہ حاضر ہوئے۔ حکم ہوا خبر لاؤ۔ وہ اپنے رفقا کے ساتھ گئے اور آپ مضطرب ہوکر خیمہ کے دروازے پر عباد کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ یہان تک کہ عباد آئے اور بیان کرنے لگے کہ ابوسفیان اپنے چند رفقا کو ساتھ لیکر شبخون کے ارادہ سے خندق کے پار ہونا چاہتا تھا۔ لیکن مسلمانون نے دیکھ لیا اور وہین روکدیا۔ اس اثنا مین خادم بھی اپنی جمعیت کیساتھ ہو بچ گیا اور ابوسفیان کی جماعت کو اپنی تیرون کے نیچے رکھ لیا۔ اور اسقدر تیر برسائے کہ آخر اوس موذی کو مجبور ہوکر واپس جانا پڑا اور وہ ناکامیاب رہکر لوٹ گیا اور آپ کوئی اندیشہ نہ رہا۔ حضور اطمینان سے آرام فرمائین۔ یہ روئداد سنکر آپ نے ارشاد فرمایا اللّٰھم ارحم عباد بن بشر۔ خدایا عباد بن بشر پر رحمت نازل فرما۔ حضرت ام سلمہ بیان فرماتی ہین کہ اسی کے بعد آپ تھوڑی دیر کیلئے آرام فرما گئے۔ پھر بلال نے اذان دی تو آپ اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اور خیمہ سے باہر نکل کر جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔ صلّی اللہ علیہ وآلہ۔ روضۃ الاحباب ص ۳۲۳

انصار کا کمال استقلال

محاصرے کے طول سے تمام مسلمان گھبرا گئے تھے۔ رسد کی قلت۔ بھوک کی شدت۔ ہوا۔ پانی اور سردی کی تیزی اور سختی نے اونکے ہوش وحواس پریشان کر رکھے تھے۔ بڑے بڑے جگرداروں کے کلیجے پانی ہوئے جاتے تھے جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر کی حالت ابتر دیکھکر سخت متردد تھے قبیلہ غطفان سے

جنکو یہود خیبر کے نصف محاصل کی فروا پر اپنے ہمراہ لائے تھے اس غرض پر مصالحت کی سلسلہ جنبانی کی گئی کہ وہ خیبر کی جگہ مدینہ کی نصف پیداوار لیلین اور قریش کا ساتھ چھوڑدین۔ وہ راضی ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤساے انصار سعد بن معاذ و سعد بن عبادہ سے اس امر خاص مین مشورت فرمائی۔ دونون نے مقتضاے اخلاص مندی اور انتہائی غیرت سے عرض کی کہ یہ کیا ارشاد ہوتا ہے۔ ہم نے ایام جہالت مین تو اس ذلیل قبیلہ کو ایک کوڑی خراج مین دی نہین۔ اب ایسی حالت مین کہ خدا کے فضل و کرم اور اسلام کے فیض قدم کی بدولت ہم طرح خوشحال ہین۔ طاقتور ہین۔ صاحب اقتدار و اختیار ہین۔ تو اب انکو خراج دیکر کیونکر اس بے عزتی کا داغ لگا سکتے ہین۔ اگر یہ مصالحت خدا کے حکم سے کیجاتی ہے تو ہمین کوئی عذر نہین۔ اور اگر کسی کی تحریک سے یہ تجویز ہے تو ہمین منظور نہین۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے تو تمہاری پریشانیون اور غیر اطمینانیون کو جلد رفع کردینے کے خیال سے یہ تدبیر نکالی تھی۔ تم جب خود مطمئن ہو تو اب تم سے زیادہ مجھے اطمینان ہے۔ اس کے بعد معاہدہ کا کاغذ سعد نے اپنے ہاتھ مین لے لیا۔ اور اوسکی لکھی ہوئی عبارت مٹادی۔ طبری ص ۱۴۷۴

حضرت صفیہ کی مردانہ وار جرأت و دلیری

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ایک قلعہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال اور صحابہ کے عیال کو رکھکر حسان ابن ثابت کو اونکی حفاظت و نگرانی پر مقرر فرمادیا تھا محاصرہ و مقابلے والے دن بنی قریظہ نے مستورات کے قلعہ پر جو اونکی جائے سکونت سے متصل تھا۔ نامردانہ وار حملہ کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک یہود قرظی اس غرض سے چلکر قلعہ کے پھاٹک تک پہونچگیا۔ اور قلعہ مین اندر جانے اور حملہ کرنے کے موقع ڈہونڈہنے لگا۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب آپکی پھوپھی نے دیکھ لیا۔ مستورات کی حفاظت پر حسان بن ثابت تعینات تھے۔ ان سے کہا کہ اوتر کر اسکو قتل کردو۔ ورنہ یہ جاکر دشمنون کو پتہ دیدے گا۔ حسان شاعر بالطبع۔ میدان خیال کے مرد تھے۔ نہ میدان قتال کے۔ اسکے علاوہ۔ بقول شبلی صاحب انکو ایک عارضہ ہوگیا تھا۔ جس نے اونمین اسقدر جُبن پیدا کردیا تھا کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اوٹھاکر بھی نہین دیکھ سکتے تھے۔ اس بنا پر انھون نے حضرت صفیہ سے اپنی مجبوری ظاہر کی اور کہا کہ مین اسی کام کا ہوتا تو یہان کیون ہوتا۔ یہ سنکر حضرت صفیہ نے خیمہ کی ایک چوب اوکھاڑلی اور قلعہ سے اوترکر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اوسکا سر پھٹ گیا۔ حضرت صفیہ قلعہ پر چلی آئین اور حسان سے کہنے لگین کہ اسکے ہتھیار اور کپڑے چھین لاؤ۔ حسان بولے جانیدیجئے۔ مجھکو اسکی ضرورت نہین۔ حضرت صفیہ نے کہا۔ اچھا اس کا سر کاٹ لاؤ۔ اور قلعہ کے نیچے پھینکدو کہ یہودی مرعوب ہوجائین۔ لیکن یہ خدمت بھی حضرت صفیہ ہی کو انجام دینی ہوئی۔ یہودیون کو یقین ہوگیا کہ قلعہ مین بھی کچھ فوج ہے۔ اس خیال سے پھر کسی نے حملہ کی جرأت نہ کی۔ سیرۃ النبی ص ۳۱۵ بحوالہ زرقانی باسناد طبرانی وابویعلی بسند صحیح جلد دوم ص ۱۲۹۔

محاصرے مین یہود کی شرارت

محاصرے مین کفار بڑی شدت کرنے قوت دکھلانے اور مسلمانون کو ستانے اور مرعوب بنانے کی غرض خاص سے انواع اقسام کی تکلیفین پہونچاتے تھے۔ خندق ایسی حائل تھی کہ اس پار آنے سے تو مجبور تھے لیکن تاہم اوس پار خندق کے کنارے روزانہ کھڑے ہوکر مسلمانون پر پتھرون اور تیرون کا مینہ برساتے تھے۔ بعض دریدہ دہن۔ بزدل

سخت کلامیوں اور بد زبانیوں سے اپنے دل کے بخار نکالتے تھے۔ لیکن مسلمان بھی باوجود اتنے مصائب کے بھی اونکو ہمیشہ کافی جواب دیتے تھے۔ قرآن مجید میں اسکی طرف ان الفاظ کے ساتھ اشارت فرمائی گئی ہے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا (احزاب)

جب مسلمانوں نے مخالف کی فوجیں دیکھیں تو بول اوٹھے کہ یہ تو وہی ہے جس کا وعدہ خدا نے اور اسکے رسول نے کیا تھا اور خدا اور اسکا رسول دونوں سچے تھے اور اس نے اونکے یقین و اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔

باہمی مقابلہ اور عمرو بن عبد ود کی شاندار آمد۔ فوج اسلام پر اوسکا رعب و سطوت

محاصرے کی سختی اور طول سے اکیلے محصورین اسلام ہی نہیں گھبرا گئے تھے۔ مشرکین عرب بھی تکلیف سفر۔ دیار غیر۔ اور روزانہ ناکامیابیوں سے خستہ اور بیدل ہو رہے تھے۔ ایک مخالفت اسلام کی دل سے ایسی لگی تھی جو رہ رہ کے اونکو تازہ دم کر دیتی تھی۔ آخر کار کفار نے باہمانہ مشورت روز روز کی کشمکش کو یکسو کر دینے کی یہ ترکیب نکالی کہ تیئیس ۲۳ محرم ۵ھ ہجری کو عمرو بن عبد ود کو۔ جو عرب کا مشہور رستم دستان تھا۔ ایک دستہ فوج کے ساتھ۔ فوج اسلامی سے خاتمہ کن جنگ کرنے کے لئے صبح ہی سے بھیجدیا۔ یہ دستہ فوج عرب کے انتخابی نبرد آزماؤں کا لشکر تھا جسمیں عکرمہ بن ابی جہل۔ ہبیرہ بن ابی وہب اور مرداس المحاربی وغیرہم شامل تھے اور پہلوانوں کا یہ دستہ دو مشہور شجاعان عرب ضرار بن الخطاب (حضرت عمر کے بھائی) اور نوفل بن عبد اللہ کے زیر کمان تھے۔

کفار کا یہ جرار دستہ بڑی دلیری کے ساتھ بڑھتا ہوا لشکر اسلامی کے سامنے اوس مقام پر آکر ٹھہرا ہوا جہاں خندق کا عرض نہایت کم تھا اور اپنے جوش ہمت میں خندق کے اس پار ہو جانے کا پورا ارادہ کر لیا۔ سوء اتفاق سے لشکر اسلام عمرو بن عبد ود کی صورت دیکھتے ہی اپنی طرف سے ایسی مرعوبیت۔ خوف اور بیدلی کا اظہار کیا کہ کوئی بھی اس بڑھتی ہوئی سیل کو نہ روک سکا۔ عمرو بن عبد ود معرکہائے جنگ کا تجربہ کار تھا۔ سمجھ گیا کہ مقابل پر ہماری سطوت کے سکے جم گئے۔ پھر کیا تھا۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ خندق کے اس پار تھا۔

خندق کے اس پار آکر۔ جسکے لئے تیئیس ۲۳ دنوں سے روزانہ کوششیں کیجاتی تھیں۔ عمرو بن عبد ود نے یقین کر لیا کہ اب کیا ہے۔ جنگ کا میدان لے لیا۔ اور اس کامیابی کی پر جوشی میں آواز بلند سے مبارزطلبی کرنے لگا۔ پہلے ہم عمرو بن عبد ود کے مختصر حالات شبلی صاحب کی زبانی نقل کرتے ہیں۔ اوسکے بعد اوسکے رعب و خوف سے لشکر اسلام میں جو عالم اضطراب طاری ہوا تھا بیان کریں گے شبلی صاحب لکھتے ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ مشہور بہادر عمرو بن عبد ود تھا۔ وہ ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا جنگ بدر میں زخمی ہو کر واپس چلا گیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ جبتک انتقام نہ لونگا۔ بالوں میں تیل نہ ڈالونگا۔ اس وقت اوسکی عمر نوے برس کی تھی۔ سیرۃ النبی ص ۳۱۳

عمرو بن عبد ود کی سطوت آج ہی سے نہین بلکہ سالہا سال سے اہل عرب کے دلون پہ بیٹھ سکے جمائے تھی۔ یہ تو اذکا اتفاقی مسئلہ تھا کہ وہ تنہا ہزار آدمیون کے برابر ہے۔ پھر ہزار کے مقابلہ مین لشکر اسلامی مین کون تن واحد ایسا کلیجہ والا تھا۔ جو اد سکے مقابلہ کو اکیلا نکلتا۔ سب کے دلون مین پنکھے لگے تھے۔ دلون مین کپکپی پڑی تھی۔ فوج کے اسطرف سے اوسطرف تک خوشی کا ایک عالم تھا۔ ہر شخص سر پڑا خوف جان مین مبتلا تھا۔ محدث شیرازی اونکے عالم اضطراب کو ان چند الفاظ مین لکھکر دکھلاتے ہین۔

یاران رسول ہمہ ایستادہ بودند و ہیچ نمی گفتند کانما علی رؤسہم الطیر چہ دلاوری و شجاعت عمرو بن عبدود را می دانستند	تمام اصحاب رسول کھڑے تھے۔ اور کچھ نہ بولتے تھے جیسے اون کے سر دن پہ جانور بیٹھا ہو۔ کیونکہ وہ عمرو بن عبدود کی دلاوری و شجاعت کو جانتے تھے

معارج النبوۃ اور حبیب السیر وغیرہ کی مرویات سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے اسکی آواز کو پہچان کر کہا۔ یہ تو عمرو بن عبدود ہے مجھ اس دیو عرب کی بینظیر شجاعت و دلیری کا خود تجربہ ہوچکا ہے۔ اور وہ یون ہے کہ ایکبار سفر مین میرا اسکا ساتھ ہو گیا اثنائے راہ مین ڈاکو ہمارے قافلہ پر ٹوٹ پڑے۔ تنہا اسی شخص نے قزاقون کی جماعت کثیر سے مقابلہ کیا۔ اثنائے مقابلہ مین اسکی سپر ٹوٹ گئی۔ تو فوراً ایک اونٹ کے بچے کی ٹانگ تھام کر اوسکو اپنی سپر بنالیا اور قزاقون کے وار روکتا رہا۔ یہانتک کہ تمام قزاقون کو اسی ایک نے مار بھگایا۔ مین اسکی عظیم طاقت و شجاعت دیکھکر حیران ہو گیا۔

ایک تو تمام فوج اسلام پر یوہین خوف طاری تھا۔ اس چشم دید واقعہ کی نقل نے اور ہواس باختہ کر دئے۔

حضرت علی کی بینظیر مبادرت اور عمرو بن عبدود سے مبارزت

تمام محدثین او رمورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ لشکر اسلامی نے خوف و بیم اضطراب و التہاب۔ خموشی و پست ہمتی کے خلاف حضرت علی مرتضی نے عمرو بن عبدود کی آواز سنتے ہی خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مین عرض کی انا ایا ذہ مین اس سے مقابلہ کرون گا۔ بروایتے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن شبلی صاحب کے الفاظ یہ ہین۔

عمرو بن عبدود کے سوال کے جواب مین حضرت علی نے اوٹھکر کہا کہ مین ہون لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکا۔ اور کہا کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ یعنی یہ ایک نبرد آزما او تجربکار مرد میدان ہے اور تم نو مشق دلیر۔ برابر کا جوڑ نہین۔

تھوڑی دیر او ر مقابل کا انتظار کرکے عمرو بن عبدود نے پھر بڑے زورون سے مبارزطلبی کی۔ حضرت علی مرتضی نے خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر اجازت جنگ چاہی۔ جناب سرور کائنات کا پھر وہی جواب تھا۔

عمرو بن عبدود نے پھر کچھ انتظار کرکے تیسری بار ایک غیرت دہ شان مین پکارا۔ حضرت علی مرتضی نے پھر ویسے ہی خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مین اجازت حرب کی درخواست کی پھر ارشاد ہوا کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین

کہ حضرت علی نے جواب مین عرض کی کہ ہان مین جانتا ہون یہ عمرو بن عبدود ہے۔ غرض آپ نے اجازت دیدی۔ خود دست مبارک سے تلوار عنایت کی۔ سر پر عمامہ باندھا ص ۳۱۳۔

شبلی صاحب کی اختصار پسندی کے یہ خاص مقامات ہین۔ آپ کی کوتہ رقمی اس سے زیادہ تفصیل کی مجوز نہین

تھی۔ اس لئے اتنی ہی پر اکتفا کیگئی۔ لیکن امام ابن طلحۃ الشافعی اپنی کتاب مطالب السئول میں۔ امام احمد بن علامہ طبری الشافعی کتاب ذخائر العقبیٰ میں محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں اور محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ عمرو بن عبدود نے تیسری بار ہل من مبارز کا نعرہ مار کر یہ غیرت دہ اشعار رجز پڑھے۔

ولقد بححت من النداء	بجمعکم ھل من مبارز
ووقفت اذ جبن الشجاع	بموقف البطل المناجز
وکذلک انی لم ازل	متسرعا نحو الھزاھز
ان الشجاعۃ فی الفتی	والجود من خیر الغرائز

ترجمہ۔ تحقیق کہ میری آواز تم لوگوں کو ھل من مبارز پکارتے پکارتے تھک گئی۔ جب بہادر نامردی کرتے تھے میں دلیروں کی صف میں کھڑا تھا۔ میں اسی طرح لوگوں کیطرف دوڑتا تھا کیونکہ جوانمرد کے لئے سخاوت اور شجاعت بہت اچھی صفت ہے۔ ارجح المطالب لاہور جلد اول ص ۲۱۸

خدمت رسول سے حضرت علی کی رخصت | حافظ جمال الدین فضل اللہ محدث شیرازی۔ خدمت رسول سے حضرت علی کی رخصت ہونیکی کیفیت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

پس حضرت شمشیر خود ذوالفقار را بوے داد و زرہ خود را در وے پوشانید و دستار خود را بر سر وے نہاد و در روایتے آنکہ عمامہ از برائے وے بست وگفت اللھم اعنہ علیہ۔ بارخدایا علی را یاری دہ بر عمرو بن عبدود و در روایتے آنکہ دستہای خود را بر داشت بسوے آسمان وگفت الٰہی عبیدہ را در روز بدر از من گرفتی و حمزہ را در روز احد از من جدا ساختی و این علی ست برادر من و پسر عم من فَلَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تلوار خاص ذوالفقار حضرت علی کو عنایت کی اپنی زرہ اپنے ہاتھوں سے پہنائی۔ اپنی دستار مبارک اونکے سر پر رکھی۔ اور ایک روایت کے موافق انکے سر پر اپنے دست مبارک سے عمامہ باندھا اور کہا یا خدایا تو عمرو کے مقابلہ میں علی کی مدد کر اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کیطرف بلند کئے اور کہا کہ الٰہی تو نے عبیدہ کو بدر کے دن مجھ سے لیلیا اور حمزہ کو احد کے دن مجھ سے جدا کرلیا یہ علی میرا بھائی اور ابن عم ہے تو مجھے تنہا نہ فرما حالانکہ تو سب سے بہتر وارث ہے۔

امام ابن طلحۃ الشافعی۔ مطالب السئول میں لکھتے ہیں کہ یہ مجاہد فی سبیل اللہ اس شان سے رخصت ہوکر عمرو بن عبدود کے مقابلہ میں اوسکی رجز کے جواب میں اپنے یہ اشعار پڑھتا ہوا چلا۔

یا عمرو ویحک قد اتاک	مجیب صوتک غیر عاجز
ذو نیۃ وبصیرۃ	والحق منجی کل فائز
انی لارجو ان اقیم	علیک النائحۃ العجائز
من ضربۃ تفنی ویبقی	ذکرھا عند الھزاھز

ترجمہ۔ اے عمر۔ تجھ پر افسوس ہے۔ تیرے پاس وہ آرہا ہے جو تیری آواز کے جواب دینے میں عاجز نہیں ہے اور صاحب ارادہ و بصیرت ہے۔ اور سچ ہے کہ ایک فیروزمند کو نجات دینے والا ہے۔ میں بیشک امید رکھتا ہوں کہ میں نوحہ گر عورتوں کے بین تجھ پر جاری کراؤں گا۔ ایک ایسی ضرب سے کہ تو فنا ہو جائیگا اور معرکوں میں میری ضرب کا ذکر باقی رہجائے گا۔

حضرت علی اور عمر بن عبدود سے مقابلہ کے وقت مکالمہ

شبلی صاحب نے بلا رسم معرفت جانبین کی وقت مقابلت مکالمت شروع کر دی ہے۔ حالانکہ یہ عرب کے دستور جنگ کے بالکل خلاف ہے۔ جیسے آپ جنگ بدر میں۔ کفار قریش اور انصار مدینہ کے متعلق نو تفصیل سے اوپر لکھ کر بتلا چکے ہیں۔ چنانچہ امام ابن طلحۃ الشافعی۔ مطالب السئول میں مکالمت کی ابتدا معرفت سے یوں کرتے ہیں۔

جب حضرت علی مرتضی عمر بن عبدود کے پاس پہونچے تو اوس نے آداب جنگ کے مطابق آپ سے آپکا حسب و نسب دریافت کیا تو حضرت علی نے کہا انا علی بن ابی طالب ابن عم رسول اللّٰہ وصہرہ۔ میں علی بن ابی طالب ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور داماد۔ عمر متعجب ہو کر کہنے لگا تم ابی طالب کے بیٹے ہو۔ ابی طالب تو میرے بڑے دوستوں میں سے تھے۔ تم لوٹ جاؤ۔ مجھے یہ گوارا نہیں ہو سکتا کہ میرا نیزہ تم کو زخمی کرے۔

حضرت علی نے فرمایا۔ اے عمر یہ باتیں چھوڑ دے۔ جو میں کہتا ہوں سن۔ اگر تیرا جی چاہے تو تو میری بات کو مان لے ورنہ نہیں۔ عمر بولا۔ کہو۔ کیا کہتے ہو۔ آپ نے کہا۔ تمام عرب میں مشہور ہے کہ تو اپنے مقابل کی تین باتوں میں سے ایک بات کو ضرور اوس کی درخواست کرنے کیوقت قبول کر لیتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو میری بھی تجھ سے تین درخواستیں ہیں۔ اون میں جو تجھے پسند ہو اوسکے مطابق عمل کر۔ عمر بن عبدود بولا۔ کہو۔

پھر جانبین سے یوں مکالمت شروع ہوئی۔

حضرت علی۔ میری پہلی درخواست یہ ہے کہ تو دین اسلام کو قبول کر لے اور مرنے کے وقت یہ ہدیہ خدا کے دربار میں اپنے ہمراہ لیتا جا۔

عمر بن عبدود۔ یہ مجھے کسی طرح قبول نہیں ہے

حضرت علی۔ تو اچھا۔ جنگ میں قریش کا ساتھ نہ دے اور گھر لوٹ جا۔

عمر بن عبدود۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ مرد ہو کر مکہ کی عورتوں کا طعنہ کون سُنیگا۔

حضرت علی۔ پھر مقابلہ کر لے اور لڑ لے۔

غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔ اپنی بینظیر شجاعت و طاقت کے غرور میں چور ہو کر جہالت کا سب سے پہلا کام جو عمر بن عبدود نے کیا وہ یہ تھا کہ گھوڑے سے اوتر پڑا اور اپنے ہاتھوں کی صفائی دکھلانے کی غرض سے تلوار کا ایک ہاتھ بے زبان اور بیگناہ جانور پر ایسا لگایا کہ اوسکی کونچیں کٹ گئیں اور وہ فوراً گر کر مر گیا۔

اس وحشیانہ حرکت سے عمرو کی خاص غرض یہ تھی کہ حضرت علی خصوصاً اور تمام فوج اسلامی اسکی تیز دستی دیکھکر مرعوب ہو جائے۔ یہ لڑائی کے وہ ہتھکنڈے ہیں جو عمرو بن عبدود کے ایسے مشاق اور تجربہ کار زبردآزما۔ اپنے مقابل کو دبا کے جانیکی غرض سے ضرورت کیوقت عمل میں لاتے ہیں اور انھیں چالکوں سے جنگیوں میں اپنا کام نکال لیتے ہیں۔ لیکن عمرو کا یہ جادو کارگر نہوا۔

بخلاف اسکے کرشمۂ قدرت نے اسکا برعکس نتیجہ یون دکھلایا کہ حضرت علی مرتضیٰ کو اس کے مقابلہ میں پہلے سے زیادہ سہولیت اور آسانی ہوگئی۔ کیونکہ عمرو پہلے گھوڑے پر سوار تھا اور اب پیدل ہوگیا۔ وہ طویل القامت بھی تھا۔ اور حضرت علی ابتدا ہی سے پیدل تھے اور اوس سے قصیر القامت۔ ممکن تھا کہ اوسکے سوار رہنے کی حالت میں بلندی کی وجہ سے ذوالفقار کارگر نہوتی۔ لیکن گھوڑے سے اوتر آنے پر اب یہ تمام دشواریاں جاتی رہیں اور مقابلہ برابر کا ہوگیا ؎

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

عمرو بن عبدود اس مغرورانہ خیالوں میں سرشار تھا کہ مقابل محض ایک کمسن جوان ہے عرب کا کوئی اتنا مشہور اور کہنہ مشق جنگ آزما بھی نہیں۔ برابر کا جوڑ نہیں۔ اسکا مار لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ تعجب نہیں کہ اسکے مار لینے سے نیکنامی تو نہو۔ بدنامی ہو ان توہمات کی بنا پر عمرو نے آپکا جلد خاتمہ کر دینا چاہا۔ نہایت پھرتی کے ساتھ اپنی تلوار کا وار حضرت علی کے سر پر اس شدت سے لگایا کہ گو آپ نے سپر پر روکا۔ لیکن تاہم اوسکی تلوار سپر کو کاٹتی ہوئی آپ کے جبین اقدس پر زخم لگا گئی۔ اور یہ نشان مہر شجاعت بنکر ہمیشہ کیلئے پیشانی نورانی پر قائم رہا۔

قتل عمرو کا

ذوالقرنین حضرت علی کا لقب ہوا

حضرت علی کے کثیر التعداد القاب میں ایک لقب ذوالقرنین بھی ہے۔ علامہ مجدالدین فیروز آبادی قاموس میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کو ذوالقرنین اسوجہ سے کہتے ہیں کہ آپکی پیشانی پر دو تلواروں کی ضربتوں کے نشان تھے۔ پہلا نشان تو یہی تھا۔ دوسرا ابن ملجم کی تلوار کا۔

عمرو بن عبدود نے جو ہیں اپنی تلوار اوٹھائی۔ ویسے ہی حضرت علی مرتضیٰ نے وہ تُلا ہوا ہاتھ لگایا کہ ذوالفقار آبدار شانہ کاٹتی ہوئی پہلو تک اوتر آئی اور عمرو بن عبدود لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔

زرقانی حضرت علی کی ضربت کی یون تفصیل کرتے ہیں۔

وطعنه فی ترقوته حتى اخرجها من مراقه فسقط ثم اقبل نحو النبی صلى الله عليه وآله وسلم وهو متهلل فقال عمر بن الخطاب هلا سلبته درعه فانه ليس فی العرب درع خير منها فقال انه حين ضربته استقبلنی بسوأته فاستحييت

حضرت علی نے اوسکو نیزہ لگایا اور وہ ایسا کاری تھا کہ گردن میں پیوست ہوکر پیٹ سے نکل آیا۔ اور عمرو گر پڑا اور آپ اوسی طرح جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لا الٰہ الا اللہ کی صدا بلند فرماتے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ آپ نے اسکی زرہ کیون نہ اُتار لی۔ اسکی زرہ سے اچھی عرب میں کوئی زرہ نہیں ہے حضرت علی نے کہا جب میں اسکے قریب گیا تو یہ برہنہ تھا۔ مجھکو حیا آگئی۔

عمر بن عبدود کے گرتے ہی حضرت علی نے تکبیر کا پرزور نعرہ بلند فرمایا۔ نعرۂ تکبیر نہ تھا بلکہ شادیانۂ فتح تھا۔ تکبیر کی آواز سنتے ہی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی نے عمر بن عبدود کو مار گرایا

حضرت عمر اور بھائی سے مقابلہ

عمر بن عبدود کے بعد اوسکے دو ہمراہیوں۔ ضرار بن الخطاب۔ اور جبیرہ نے حضرت علی پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے متواتر حملات سے دونوں کو مار بھگایا۔ حضرت عمر اپنی اظہار شجاعت کے موقعوں کو خوب پہچانتے تھے اپنے بھائی ضرار کو بھاگتے دیکھکر لپکے۔ اوس نے پیچھے پھر کر دیکھا تو بھائی چلے آرہے ہیں۔ وہین سے نیزہ سیدھا کیا اور بڑی سختی سے وار کیا۔ لیکن پھر ہاتھ روک لیا۔ اور یہ کہکر چلتا ہوا۔ عمر! اس احسان کو یاد رکھنا۔ سیرۃ النبی ص ۲۱۲

نوفل کا تمسخر

نوفل بھی کمینگاہ مین چھپا کھڑا تھا۔ وہ بھی انھین کے ساتھ بھاگا لیکن اتنا گھبرایا ہوا تھا کہ خندق مین گر پڑا مسلمانون نے موقع پاکر اوپر سے اوسپر تیر برسانے شروع کردے۔ وہ چلایا۔ مین حقیرانہ موت مرنا نہین چاہتا بلکہ مردانہ طریقہ سے مرنا چاہتا ہون۔ حضرت علی سن رہے تھے۔ فوراً خندق مین کود پڑے اور کہا۔ لے تجھے مین شریفانہ طریقہ سے ختم کئے دیتا ہون یہ کہا اور نوفل کا سر ذوالفقار سے کاٹ لیا۔ اور مسلمانون کی جمعیت مین پھینکدیا۔

نوفل کی قیمت لاش لینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار

نوفل قریش کو اتنا عزیز تھا کہ مسلمانون کو اوسکی لاش کی قیمت مین دس ہزار دینار دیتے تھے۔ اور مسلمان راضی نہوتے تھے۔ آخر یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچا آپ نے فرمایا۔ لاش دیدو اور کہدو ہمین تمہارے روپیہ کی ضرورت نہین۔

عمر بن عبدود کی بہن نے بھائی کی لاش کو محفوظ دیکھکر قاتل کی تعریف کی

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے عمر بن عبدود کا صرف سر کاٹ لیا تھا اور اوسکے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ سب ویسے ہی کے ویسے چھوڑ دئے تھے آپ کے اس مردانہ استغنا و مروت کے متعلق امام ابن طلحۃ الشافعی لکھتے ہین

عن ابی الحسن مدائنی قال لما قتل علی عمرو بن عبد ود نعی الیہ اختہ فقالت من ذا الذی اجتری علیہ فقالوا علی بن ابی طالب فقالت کانت منیتہ علی ید کفو کریم ما سمعت بافخر من ھذا یا بنی عامر فانشات

لو کان قاتل عمرو غیر قاتلہ لکنت ابکی علیہ آخر الابد

لکن قاتلہ لا یعاب بہ من کان یدعی قدیما بیضۃ البلد

ابوالحسن مدائنی روایت کرتے ہین کہ جب حضرت علی نے عمر بن عبدود کو مارا تو اوسکی بہن اوسکی لاش پر رونے کو آئی۔ اوسکی لاش کو محفوظ و مسلم دیکھکر لوگون سے پوچھنے لگی کہ اس بزرگ کا قاتل کون ہے لوگون نے کہا علی بن ابی طالب کہ وہ کہنے لگی اسکی موت اسکے بزرگ جوانمرد کے ہاتھ سے ہوئی ہے۔ اے بنی عامر اس سے بڑھکر کے لئے (عمر کیلئے) فخر کی اور کونسی بات ہوسکتی ہے پھر اوس نے یہ اشعار پڑھے۔ اگر عمر کا قاتل اس قاتل کے سوا کوئی اور ہوتا تو مین ہمیشہ اسپر رویا کرتی۔ لیکن اسکا قاتل ایسا ہی ہے جس مین کوئی عیب نہین ہے اور وہ ہمیشہ سے شہر کا سردار بلایا جاتا ہے۔ ارجح المطالب جلد اول ص ۲۱۹

زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مبارزت علی کی اہمیت

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس عالم اضطراب مین حضرت علی مرتضیٰ کو رخصت فرمایا تھا اور عمر کی ضرب سے محفوظ رہنے کے خیال سے اسلحات وآلات جنگ سے اپنے امکان کے مطابق اونکی حفاظت کے

پورے سامان کر دئے تھے۔ وہ سب بیان ہو چکا ہے۔ لیکن تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان نہ تھا۔ در خیمہ پر استادہ تھے۔ جانبین کا مقابلہ پیش نظر تھا۔ ارشاد فرماتے تھے۔

برز الایمان الکفر کلہ

آج پورے ایمان کے ساتھ پورے کفر کا مقابلہ ہے۔

اس اثنا میں حضرت علی نے عمرو بن عبدود کو مار گرایا۔ سر لیکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پائے اقدس پر عمرو کا سر ڈال دیا جناب رسول انام علیہ السلام و تمام اہل اسلام کی مسرت کی کوئی حد نہ تھی۔ امام حاکم مستدرک میں۔ امام دیلمی فردوس الاخبار میں۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں اور محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن عبدود کا سر دیکھکر ارشاد فرمایا۔

المبارزۃ علی لعمرو بن عبد ود فی الیوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیمۃ

خندق کے روز عمرو بن عبدود کے ساتھ علی کی لڑائی میری امت کے تمام اعمال سے جو وہ قیامت تک بجا لائیں گے بہتر ہے روضۃ الاحباب ص ۳۲۰

ابن طلحۃ الشافعی مطالب السئول میں لکھتے ہیں۔

زبان خدا سے مبارزت علی کی تعریف

عن عبد اللہ بن مسعود قال کان یقرء وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ بِعَلِيٍّ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا

عبداللہ بن مسعود اسطرح پڑھا کرتے تھے کہ لڑائی میں مومنوں کی اللہ نے علی کے سبب سے مدد کی۔ اور اللہ غالب ہے اور مہربان ہے۔ ارجح المطالب ص ۲۱۹۔ مطبوعہ لاہور۔

ابن مردویہ۔ ابن ابی حاتم۔ ابن عساکر اور امام سیوطی نے بھی آیہ کفی اللہ المومنین الخ کے اسباب نزول میں یہی لکھا ہے۔

پھر اوسی مطالب السئول میں مرقوم ہے۔ اور زرقانی بھی علامہ عطاردی اور یحیی ابن آدم کے قول سے اسکی تائید کرتے ہیں ص ۱۱۳ ج ۲

عن جابر بن عبد اللہ قال فما شبہت قتل علی عمرو الا بما قص اللہ تعالی من قصۃ داؤد علیہ السلام وجالوت حیث قال عز وجل فھزموھم باذن اللہ وقتل داؤد جالوت

جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ حضرت علی کا عمرو کو قتل کرنا بالکل حضرت داؤد علیہ السلام اور جالوت کے قصہ سے مشابہ ہے جس کا ذکر خدا نے اسطرح پر کیا ہے کہ وہ خدا کے حکم سے بھاگ گئے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر ڈالا ارجح المطالب ص ۲۱۹

امام سلیمان القندوزی البلخی ینابیع المودۃ میں آیہ کفی اللہ المومنین کے اسباب نزول میں یہی واقعہ لکھکر جو اوپر لکھا گیا ہے تحریر فرماتے ہیں

قال الشیخ العطار فی کتابہ مظہر الصفات کنت عند شیخی وسندی الشیخ نجم الدین کبری قدس سرہ فحدثنی ھذا الحدیث فغلب علیہ الحال القوی فبکیت معہ فحقرت الدنیا فی اعیننا وقلعنا حب الدنیا عن قلوبنا۔ ینابیع ص ۹۰

شیخ فرید الدین عطار اپنی کتاب مظہر الصفات میں نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنے پیر و مرشد شیخ نجم الدین کبری کی خدمت میں اس حدیث خندق کو سنایا۔ شیخ پر ایک عالم وجد اور قوی حال طاری ہوا۔ اور میں اونکے ساتھ ملکر رونے لگا۔ اسوقت سے ہم دونوں نے دنیا کی محبت کو اپنے قلوب سے نکال پھینکا۔

میدان جنگ سے قریش کا فرار

ابوسفیان کا اتنا کلیجہ کہاں کہ عمرو بن عبدود کے ایسے رستم دستان کے مارے جانے کے بعد وہ ایک لحظہ کیلئے بھی میدان کارزار میں ٹھہر سکے۔ عمرو بن عبدود۔ نوفل۔ جبیرہ۔ منزار کے نتیجہ کارنے اوسکے حواس کو اور باختہ کر دیا اور ابوسفیان پہلو بچا کر

چلدینے کو طیار ہو گیا۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

قریش کی اسلام کے خلاف یہ آخری مقابلت و محاربت تھی جو بالتمامہ ختم ہو گئی اور ایسی کہ پھر قریش آج سے اسلام کی مخالفت پر قدم نہ جما سکے۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے توجہ خاص سے نہیں بلکہ ضرورت خاص سے بحث و قوع پر ہیں ایک مقام پر حضرت علی مرتضیٰ کو جنگ بدر کا ہیرو تسلیم کیا ہے۔ بدر میں حضرت علی مرتضیٰ کی نمودار یون مین تو حضرت حمزہ، عبیدہ اور دیگر حضرات بھی شریک بتلائے جا سکتے ہین لیکن خندق کے محاسن خدمات مین تو حضرت علی مرتضیٰ کے سوا مہاجرین و انصار کی تین ہزار موجود جمعیت مین کسی صاحب کو بھی قدم اٹھانیکی اور دشمن پر ہاتھ اوٹھانے کی ہمت نہوئی۔ اور حضرت علی مرتضیٰ نے تن تنہا اتنی بڑی جنگ عظیم کا جسمین ۱۰ ہزار شجاع مان جرار شریک تھے۔ خاتمہ کر دیا۔ باینہمہ شبلی صاحب نے اس معرکہ کی تفصیل مین کہین بھی انکے ہیرو ہونیکا ذکر نہ فرمایا۔ یہ خموشی معنی دار دکہ در گفتن نمی آید

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عمرو بن عبدود کے قتل ہوتے ہی جنگ خندق کا خاتمہ ہو گیا۔ قریش کے عظیم الشان اور کثیر التعداد لشکر کے دل کے دل پرے کے پرے ٹوٹ ٹوٹ کر میدانون اور پہاڑون پر منتشر ہونے لگے۔ کوئی کدھر گیا کوئی کدھر۔ نصف شب تک مدینہ کا مطلع صاف ہو گیا۔

سعد ابن معاذ کا زخمی ہو کر شہید ہونا

اسلام کو اس جنگ مین عظیم الشان کامیابی کیساتھ بہت بڑا نقصان بھی ہوا۔ وہ سعد بن معاذ کے ایسے جلیل القدر اور وفادار صحابی کی شہادت تھی۔ اگرچہ وہ عین معرکہ مین شہید نہوئے لیکن تیر سے ایسے زخمی ہوئے کہ جانبر نہ ہو سکے۔ شبلی صاحب نے انکی شہادت کی یہ تفصیل فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ جس قلعہ مین پناہ گزین تھین اوسی مین سعد بن معاذ کی مان بھی تھین۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ مین قلعہ سے نکل کر باہر پھر رہی تھی۔ عقب سے پاؤن کی آہٹ معلوم ہوئی۔ مڑکر دیکھا تو سعد ہاتھ مین حربہ لئے جوش کی حالت مین بڑی تیزی سے بڑھے جاتے ہین اور یہ شعر زبان پر ہے۔

لبث قلیلا یدرک الهیجا حمل	ذرا ٹھہر جا کہ لڑائی مین ایک اور شخص پہونچ جائے
لا باس بالموت اذا الموت نزل	وقت جب آ گیا تو موت سے کیا ڈر ہے

سعد کی مان نے سنا تو کہا بیٹا دوڑ کے جا۔ تونے تو دیر لگا دی۔ سعد کی زرہ اتنی چھوٹی تھی کہ اونکے دونون ہاتھ باہر تھے حضرت عائشہ نے سعد کی مان سے کہا کاش سعد کی زرہ لمبی ہوتی۔ اتفاق کہ ابن العرقہ نے تاک کر کھلے ہاتھ پر تیر مارا جس سے اکحل کی رگ کھل گئی۔ رفیدہ ایک خاتون تھین جو اپنے پاس دوائین رکھتی تھین اور زخم کی مرہم پٹی کرتی تھین۔ انکا خیمہ مسجد رسول مین خندق کے غزوہ کے بعد کھڑا کر دیا گیا اور یہ خاتون سعد کا علاج کرنے لگین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود دست مبارک سے مشقص لیکر داغا لیکن پھر ورم آ گیا۔ دوبارہ داغا لیکن پھر فائدہ نہوا کئی دن کے بعد یعنی بنی قریظہ کی ہلاکت کے بعد زخم کھل گیا اور انھوں نے وفات پائی سیرۃ النبی صفحہ ۴۱۸

قریش کے سبعد فرار کے اسباب

یا یہ شورا شوری و بایں بے نمکی۔ قریش کہاں تو ایسے ساز و سامان اور اتنی طیاریون سے مدینہ مین مسلمانون کا استیصال کرنے آئے تھے۔ کہاں صرف دو یا تین آدمیون کے قتل کے بعد ایسا ہراسان اور بدحواس باختہ ہو گئے۔ کہ اوسیوقت مدینہ

سے محاصرہ اٹھا کے اکھاڑ کے چل دئے۔ آخر اس عجلت کی کوئی وجہ بھی ہے۔ اس اضطراب کے کچھ اسباب بھی ہیں ؟ اصلی سبب تو وہی ہے جو اوپر ہو چکا ہے کہ عمر بن عبد ود کے لیسے ہزار کے برابر والے پہلوان اور رستم دستان کے مار گرانے نے۔ جو قریش کی تمام امیدوں کا مرکز تھا فوج کے پاؤں اوکھاڑ دئے۔ اور انکے تمام ارادے پست کر دئے اس لئے وہ فوراً میدان جنگ خالی کر کے لشکرگاہ واپس گئے۔

لشکرگاہ میں پہونچے تو دو مصیبتوں کا پے در پے سامنا ہوا۔ ایک بنی قریظہ کی مفارقت۔ دوسرے ہوائے تند کی آفت۔ پہلے ہم بنی قریظہ کی مفارقت کے تفصیلی حالات لکھتے ہیں۔

بنی قریظہ نے قریش کا ساتھ چھوڑ دیا | اس کے متعلق شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

نعیم ابن مسعود ثقفی ایک غطفانی رئیس تھے۔ قریش اور یہود دونوں انکو مانتے تھے۔ وہ اسلام لا چکے تھے لیکن کفار کو ابھی اسکا علم نہیں تھا۔ انھوں نے قریش اور یہود سے الگ الگ جا کر اس قسم کی باتیں کیں جس سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی ابن اسحق کی روایت ہے کہ نعیم نے اس تفرقہ اندازی میں دونوں سے جھوٹ باتیں کہیں اس بنا پر کہتے ہیں کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے الحرب خدعۃ کی تعلیم کی تھی لیکن ابن اسحق نے روایت کی سند نہیں نقل کی۔ اور اگر کرتے بھی تو ابن اسحاق کا یہ پایہ نہیں کہ ایسا واقعہ محض انکی سند سے قبول کر لیا جاوے اسکے علاوہ واقعات اس قسم کے جمع تھے کہ دونوں فرقوں کا اتحاد بغیر اسکے توڑ دیا جا سکتا تھا کہ کوئی غلطیات بیان کیجائے۔ ابن اسحاق کی روایت میں اسقدر مذکور ہے کہ نعیم نے یہود سے کہا کہ قریش تو چار دن کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے۔ تمہارا اور مسلمانوں کا ہموطنی کا ساتھ ہے۔ اس لئے تم کیوں بیچ میں پڑ کر ہمیشہ کیلئے لڑائی مول لیتے ہو اور اگر اسی پر آمادہ ہو۔ تو قریش سے کہو کہ وہ کچھ معزز آدمی ضمانت کے طور پر تمہارے ہاں بھجوا دیں کہ اگر قریش لڑائی کا فیصلہ کئے بغیر چلے جانا چاہیں تو تم اُن لوگوں کو روک لینا۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ یہود بنی قریظہ اوّل اوّل نقض عہد پر راضی نہ تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے معاہدہ کیوں توڑیں لیکن حی بن اخطب نے اس شرط پر انکو راضی کیا تھا کہ قریش چلے گئے تو میں خیبر چھوڑ کر تمہارے پاس آ جاؤں گا قریش اس قسم کی ضمانت نہیں منظور کر سکتے تھے۔ جب انھوں نے انکار کیا ہوگا۔ تو خود اُن میں پھوٹ پڑ گئی ہوگی۔ اس لئے ایک صحابی کو دروغگوئی کے داغ اٹھانے کی کیا ضرورت ہے[1]

---

[1] شبلی صاحب کی چشم کرم ہمیشہ صاحبان سیرت ہی پر رہا کرتی ہے اور اس وقت بھی آپ کا سارا غصہ امام المغازی علامہ ابن اسحاق صاحب سیرت پر اتر گیا ہے سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔ مگر ہم بار بار گذارش کرتے آئے ہیں کہ سیرت و تاریخ کے ساتھ محدود نہیں کیا جاوے بلکہ یہ امور محدثین و مفسرین کی تصنیفات میں بھی دیکھ لئے جایا کریں۔ ورنہ فیصلہ یکطرفہ ہو جائیگا۔ اگر تمام عربی ماخذ دن کے دیکھنے میں زحمت ہو۔ تو صرف زرقانی ہی میں جو ہر وقت پیش نظر ہے یہ بحث دیکھلی گئی ہوتی تو اس دروغگوئی کی حقیقت معلوم ہو جاتی کہ اصحاب سیرت ہی پر منحصر نہیں بڑے بڑے محدثین و مفسرین جو دنیائے اسلام میں بہت بڑے صاحبان البصیرت گذرے ہیں۔ اس دروغگوئی کو وہ سفید جھوٹ نہیں کہے۔ جو غلط فہمی سے آپ کہے ہیں۔ بلکہ اسے شعبہ تدبر سے تعبیر کرتے ہیں۔ جسے موجودہ زمانے والے پولیسی بتاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو زرقانی کی یہ فیصلہ کن عبارت:-

حکی مکی و محمد بن عبد الواحد اصل الخدع ابطان امر و اظہار خلافہ وفیہ التحریص علی اخذ الحذر فی الحرب و الندب الی خداع الکفار فان لم یتیقظ لذالک لم یامن ان ینعکس الامر علیہ قال النوی اتفقوا علی جواز	مکی اور محمد بن عبدالواحد کہتے ہیں کہ اصل خدع اصل امر کا مخفی کرنا اور اسکے خلاف ظاہر کرنے کو کہتے ہیں اور اس سے مقصود حیلہائے کفار کا جواب دینا اور لڑائی میں خوف حرب پیدا کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ حیلہ کی اصلیت سے آگاہ نہ ہو۔ تو اس کے مخالف نتائج سے ہرگز محفوظ نہیں رہ سکتے۔ امام نووی فرماتے ہیں مسئلہ صدقہ متفق علیہ ہے

شبلی صاحب کی اس دروغگوئی قائم کرنیکی حقیقت اسکی صحت اور جوانہم اوپر بھی لکھ آئے ہین اور پھر اس موقع خاص کی دروغگوئی کی صحت وحقیقت بھی اکابر محدثین خصوصاً شارحین صحیحین کے اسناد سے حاشیہ مین لکھدیتے ہین۔ اس لئے کہ اسکو اصل کتاب مین مندرج کرنا سلسلۂ بیان مین فصل پیدا کر دیتا۔

فرار کفار کی دوسری وجہ

لشکر کفار کے جلد نکلجانیکی وجہ اول تو ہم بیان کر چکے۔ اب ہم دوسری وجہ بھی شبلی ہی صاحب کی زبانی لکھکر بتلاتے ہین۔ موسم کی سختی۔ محاصرہ کا امتداد۔ آندھی کا زور۔ رسد کی قلت۔ یہود کی علحدگی۔ یہ تمام اسباب ایسے جمع ہوگئے تھے کہ قریش کے پائے ثبات لغزش مین آگئے تھے۔ ابوسفیان نے فوج سے کہا رسد ہوچکی۔ موسم کا یہ حال ہے۔ یہود نے ساتھ چھوڑدیا۔ اب محاصرہ بیکار ہے۔ یہ کہکر طبل رحیل بجنے کا حکم دیا۔ غطفان بھی اسکے ساتھ روانہ ہوگئے۔ بنو قریظہ بھی محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعون مین چلے آئے اور مدینہ کا افق ۲۰۔۲۴ دن تک غبار آلود رہکر صاف ہوگیا۔ سیرۃ النبی ص ۳۱۷

حذیفہ بن یمان کی محاسن خدمات

شبلی صاحب نے اشارون مین بات کردی اور الگ ہوگئے۔ تفصیلی کیفیت یہ ہے۔ محدث شیرازی لکھتے ہین۔ یہ مسلم ہے کہ مقابلہ والے دن بلکہ اوسکی ایک رات پہلے ہی سے دن رات لگاتار طوفانی ہوا چل رہی تھی اور سردی بھی برابر بڑی شدت کے ساتھ قائم تھی۔ کفار کی ہزیمت کے بعد شام ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ رات گئے نماز پڑہی اور اصحاب کو یہ کہکر پکارا کہ جو کوئی شخص اسوقت لشکر مخالف مین جاکر اونکے جانیکی خبر لائے وہ بہشت مین حضرت ابراہیم کا رفیق ہوگا۔ کسی طرف سے کوئی آواز نہین آئی۔ دوسری بار آپنے یون ارشاد فرمایا کہ جو کوئی فوج کفار اونکے احوال دریافت کر آئے وہ بہشت مین میرا رفیق ہوگا۔ اس پر بھی کسی طرف سے آواز نہ آئی۔ اسکے بعد حضرت حذیفہ بیان کرتے ہین کہ آپنے میرا خاص نام لیکر پکارا۔ تو مین سردی سے کانپتا ہوا آپ کیخدمت مین حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے میری آواز سُنی تھی۔ مین نے عرض کی ہان سُنی تھی لیکن بھوک اور سردی کی شدت سے حاضر نہو سکا۔ یہ سنکر آپ نے دست اقدس میرے سر پر مس فرمایا اور ارشاد کیا کہ براہ راست یہان سے لشکرگاہ کفار مین چلے جاؤ اور دیکھ آؤ وہ کیا کر رہے ہین اور اب اونکا کیا ارادہ ہے لیکن اونپر ہاتھ نہ اوٹھانا اور نہ کسی کو قتل کرنا۔ مین نے عرض کی کہین وہ مجھے قید نہ کرلین۔ آپ نے فرمایا نہین وہ تمہین اسیر نہین کرسکتے۔ یہ کہکر آپ نے میرے حق مین یہ دعا فرمائی۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ الکفار فی الحرب کیف ما امکن الا ان یکون فیہ نقض عہد او امان فلا یجوز قال ابن العربی ویقع الخداع بالتعریض والکمین ونحو ذلک وفی الاحادیث الاشارۃ الی استعمال الرائے فی الحرب بل الاحتیاج الیہ آکد من الشجاعۃ ولذا اقتصر علی ما یشیر الیہ بہذا الحدیث وہو کقولہ الحج عرفۃ قال ابن المنیر معنی الحرب خدعۃ ان الحرب الجیدۃ لصاحبہا الکاملۃ فی مقصودہا انما ہی المخادعۃ لا المواجہۃ وذلک لخطر المواجہۃ وحصول الظفر مع المخادعۃ بغیر خطر زرقانی جلد دوم ص ۱۳۵

اور کفار کے ساتھ موقع جنگ مین جائز ہے ایسی حالت مین کہ جب کوئی صورت امکان باقی نرہے۔ اور اگر اوس خدعہ سے نقض امان یا خلاف عہد وپیمان ہوتا ہو تو جائز نہین ہے۔ ابن عربی کا قول ہے۔ خدعے مخالف کو جواب مسترخ کمین اور ایسی دیگر ضروریات مین واقع ہوتے ہین۔ اور اسی کی نسبت حدیث مین اشارہ ہے اور وہ صرف حکم دلائے نہیں ہے بلکہ اسکی پوری احتیاج وضرورت اظہار شجاعت سے زیادہ بتاکید بتلائی گئی ہے اسلئے مختصر طور پر اس قول مین اشارہ ہے کہ حج عرفہ ہے۔ ابن منیر تحریر کرتے ہین کہ جنگ حقیقتاً خدعہ ہے۔ اسکے معنی یہ ہین کہ جنگ بالمقابل صاحب جنگ کی کوشش کا طالب المواجہہ ہے۔ نہ بالمخادعہ۔ اور جنگ بالمخادعہ وہ نرکیبیکہ جو بلا مقابلہ اور بلا خطر کے حصول ظفرو فتحیابی کا ذریعہ ثابت ہو۔ المولف الاحقر سید اولاد حیدر

اللھم احفظہ من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ ومن فوقہ ومن تحتہ	پروردگار تو اسکی سامنے سے۔ پشت سے۔ داہنے سے۔ بائین سے۔ اوپر سے اور نیچے سے اسکی حفاظت فرما۔ اور محفوظ رکھ۔

حذیفہ کا بیان ہے کہ اس دعا کے بعد پھر مجھے سردی اور بھوک کی شدت محسوس نہوئی۔ اور نہ خوف ودہشت معلوم ہوئی۔ مین نے سلاح جنگ پہنی اور لشکر قریش مین جا پہونچا۔ وہان پہنچکر ہوا کی تیزی یہان سے اور زیادہ معلوم ہوئی۔ اور ایسی کہ خیمے گیلنا بین اوکھاڑے پھینکے دیتی تھی اور چولہون سے پتیلی اور دیگچے اولٹے دیتی تھی۔ ابوسفیان کا یہ عالم تھا کہ باربار خیمہ سے کانپتا ہوا باہر آتا تھا اور آگ کے پاس بیٹھکر تھوڑی دیر تک گرم ہوتا تھا اور پھر خیمہ مین جاکر پڑ رہتا تھا۔ پھر نکلتا تھا اور ایسا ہی کرتا تھا۔ تاہم سردی سے تسکین نہوتی تھی۔ تمام فوج آگ کے پاس جمع تھی گویا تمام عرب بت پرست سے آتش پرست ہوگیا تھا لیکن باینہمہ کسکی جان مین جان نہ تھی۔ ابوسفیان نے خیمہ سے نکل کر حکم دیا کہ ہر شخص اپنے رفیق کو باہم لپٹا کر آگ کے پاس بیٹھے کہ بدن کی اور آگ کی گرمی ملکر خوب گرم ہوجائے۔

حذیفہ کہتے ہین کہ مین بھی یہ حکم سنکر ایک جماعت مین ملکر بیٹھ رہا۔ اور جو شخص میرے پہلو مین تھا اوسکو لپٹا لیا نام ونسب پوچھا تو اوس نے کہا کہ مین قبیلہ ہوازن سے ہون۔ مین نے اپنے دلمین قصد کیا کہ ابوسفیان کو تیر لگاکر ٹھنڈا کردون لیکن مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم امتناعی کا خیال آگیا اور مین اپنے قصد سے باز رہا۔ ابوسفیان کی یہ ترکیب بھی کارگر نہوئی اور فوج کو سردی سے تسکین نہوئی۔ بلکہ جیون جیون رات بڑہتی گئی سردی بھی بڑہتی گئی۔ اور سردی کیساتھ ہوا بھی تیز وتند ہوتی گئی۔ اب تو یہ نوبت پہونچی کہ سانس کالینا اور منہ سے بولنا دشوار ہوگیا۔ بالآخر ابوسفیان نے دیگر سرداران لشکر سے باہم مشورت کرکے لشکر مین اعلان کردیا کہ اب یہان ٹھہرنا محض بیکار ہے ٹھہرنے مین انسان اور جانور دونون کی جانون کا نقصان ہے۔ اگر تھوڑی دیر یہان اور مقیم رہے تو سب کے سب یہین ڈھیر ہوکر رہجائینگے اسلئے فوراً بار کرکے کوچ کردو۔ اب ٹہرکے کیا کروگے۔ یہودیون نے ہمارا ساتھ چھوڑدیا۔ بنی قریظہ اپنے گھر بیٹھ رہے۔ اس حکم کے سنتے ہی لشکر مین کوچ کا شور برپا ہوگیا۔ اور نصف شب جاتے جاتے کفار کے لشکر نے میدان جنگ کو خالی کردیا۔

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہین کہ اس کے بعد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضری کے قصد سے واپس چلا راستہ مین مجھے کچھ لوگ سفید عمامے باندہے ملے۔ اور ان لوگون نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ اپنے سردار سے جاکر کہدو کہ خداوند عالم نے دشمنون سے تمہاری مدد فرمائی۔ اور تم کو محفوظ رکھا۔ حذیفہ کہتے ہین جسوقت خدمت اقدس مین حاضر ہوا۔ تو آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ فارغ ہوئے تو مین نے مژدہ سنایا۔ یہ مژدہ مسرت افزا سنکر آپ خندان ہوئے اور اتنا کہ مین نے آپکے دندان مبارک کی زیارت کرلی۔ ارشاد ہوا کہ رستہ مین جن لوگون نے تمہین بشارت دی تھی وہ خدا کے فرشتے تھے جو نصرت اسلام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ روضۃ الاحباب ص ۳۳۱

قرآن مجید مین یون تفصیل مندرج ہے:۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا (احزاب)	مسلمانون خدا کے احسان کو یاد کرو جبکہ تم پر فوجین آپڑین تو ہم نے اُن پر آندھی بھیجی اور وہ فوجین بھیجین جو تم کو دکھائی نہین دیتی تھین۔

غزوۂ بنی قریظہ

۲۴ ذی الحج ۵ھ ہجری

غزوۂ بنی قریظہ

محدث شیرازی حضرت ابن عباس کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ سفر سے واپس آتے تھے تو سب سے پہلے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لیجاتے تھے۔ ۲۲ ذی قعدہ کو خندق کی فتح ہوئی۔ ۲۴ کو آپ مع الخیر مدینہ میں واپس آکر حسب معمول حضرت فاطمہ کے دیکھنے کو تشریف لیگئے۔ سلاح جنگ اوتاری اور جناب سیدہ اپنے پدر عالیمقدار کے چہرے اور پوشاک سے گرد و غبار پاک کرنے لگیں۔

ابھی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مونہہ ہاتھ دہوکر فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ بنو قریظہ کی تنبیہہ و تادیب کا حکم نازل ہوا۔ حضرت جبرئیل نے عرض کی کہ آپ نے سلاح جنگ اوتار دی۔ حالانکہ ملائکہ کی فوج ابھی ویسے ہی سلح ہے (زرقانی و بخاری) یہ حکم سنتے ہی آپ نے پھر سلاح جنگ آراستہ کرلی اور ہتھیار لگاکر باہر تشریف لائے اور تمام اہل اسلام کو حکم دیا ارکبوا یا خیل اللہ اے لشکر خدا کے لوگو سوار ہوجاؤ۔

جناب علی مرتضیٰ اور یہود کی بدزبانی

حکم کی دیر تھی۔ مجاہدین اسلام بھر کر بن کسکر طیار ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو علمدار و سردار لشکر بناکر فوج اسلامی کے ساتھ آگے۔ روانہ کردیا۔ اور بقیہ فوج اسلامی لیکر آپ عقب سے روانہ ہوئے۔

حضرت علی مرتضیٰ نے بنی قریظہ کے قلعون کے سامنے اکثر اسلام کا علم نصب کردیا۔ یہہ دیکھکر یہود قلعہ کی فصیلون پر نکل آئے اور فوج اسلامی کو دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق مین کلمات ناسزا کہنے لگے حضرت علی مرتضیٰ اونکی زبان درازیون کو سنتے تھے لیکن جہاد کا اذن تو تھا ہی نہین۔ بالکل خموش تھے۔ مگر جب تحمل کی طاقت نرہی تو آپ وہان سے اذن جہاد لینے کیلئے واپس ہوئے راہ ہی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ طبری مین ہے

فسار علیا حتے اذا ادنا من الحصون سمع منہا مقالۃ قبیحۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم منہم فرجع حتے لقیہ بالطریق فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا علیک لا تدنوا من ہولاء الاخابث قال لم اظنک سمعت منہم لی اذی قال نعم یا رسول اللہ فقال لو ادونی لم یقولوا من ذلک شیئا (ابن ہشام ص۱۵۳ و طبری ص۲۶۶)

حضرت علی مرتضیٰ جب اون کے قلعون کے قریب پہونچے تو ان لوگون نے کلمات قبیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مین کہے حضرت علی سے تحمل نہوسکا تو آپ وہان سے لوٹے۔ رستہ ہی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے۔ حضرت علی نے عرض کی کہ مصلحت وقت یہی ہے کہ آپ اس خبیث قوم کے پاس خود تشریف نلیجائین۔ آپنے فرمایا کیون ؟ کیا اون لوگون نے تمنے میری نسبت کچھہ کلمات بد سُنے ہین۔ حضرت علی بولے جی ہان۔ ارشاد ہوا کہ جب مین اونکے سامنے جا کھڑا ہونگا تو پھر وہ ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے نہ نکال سکین گے۔

الغرض لشکر اسلامی نے بڑی استحکامی سے حصار بنی قریظہ کا محاصرہ کرلیا اور اونکی فراہمی ضروریات کی تمام راہین مسدود کردین ایک مہینہ کے قریب تک محاصرہ قائم رہا۔ اس درمیان مین بنی قریظہ نے بیرونی امداد کے حصول کیلئے بہت ہاتھ پاؤں مارے اور

حی بن اخطب جو اسوقت تک بنی قریظہ کے ہمراہ تھا۔ وہ بھی اپنے کاغذی گھوڑے ادہر ادہر برابر دوڑاتا رہا۔ لیکن کچھ مفید کارنہ تھا اسلام کی مخالفت مین کسی قوم و قبیلہ کا طیار ہوجانا اب بہت دشوار تھا۔ ان خراب حالتون پر بھی ہونیکر بنی قریظہ اپنی فطرتی شرارتون سے باز نہ آتے تھے۔ ایک دن انکی ایک شریر عورت نے ایک مسلمان انصاری خلاش نامی کے سر پر تاک کر بھاری پتھر گرادیا کہ وہ غریب وہین کچل کر رہ گیا۔ لیکن رحمت عالم نے ان مظالم پر صبر فرمایا اور کسی فوری تنبیہ و تادیب کا قصد نہین کیا۔

اسلام نے یہودان بنی قریظہ کے ساتھ ابتدا ہی سے خاص رعایت ملحوظ رکھی تھی جسطرح بنی نضیر آل ہارون ہونیکے دعویدار تھے اوسی طرح بنی قریظہ اپنا نسب نامہ حضرت شعیب سے ملاتے تھے۔ اس لئے باعتبار قومیت کے وہ بنی نضیر سے زیادہ قدیم تھے لیکن باوجود دعویٰ شرافت کے ان لوگون سے کوئی شریفانہ عمل نظر نہین آئے۔ بلکہ بجائے اسکے وہ بدعہد۔ بدخلق۔ بدکار اور محسن کش قوم ثابت ہوئے۔

اوپر بیان ہوچکا ہو کہ مدینہ مین ظہور اسلام کے وقت ہی تمام یہودیون نے ملکر اسلام کے ساتھ معاہدے لکھدئے تھے کہ بلا خیال اختلاف مذہب مسلمان اور یہود ایک قوم واحد کی صورت مین ایک دوسرے کے شریک و مددگار رہا کرینگے۔ اس بنا پر اسلام نے انکے ساتھ آزاد قوم کے ایسے معاملات قائم رکھے۔ اور انکو مراسم مذہبی کی بجا آوریون مین پوری آزادی عطا فرمائی۔ لیکن بنی قریظہ نے بدر ہی سے خلاف عہدی شروع کردی اور سلاح جنگ سے قریش کی مدد کی تھی اور یہ بات جنگ بدر کے بعد فوراً کھل بھی گئی تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسن اخلاق سے کبھی اسکا ذکر بھی نہ کیا۔ جنگ بدر کے بعد ہی سے یہودیون کے خیالات مین اسلام کی طرف سے اتفاق و اتحاد کی جگہ نفاق و فساد اور محبت و مساوات کے عوض رشک و حسد پیدا ہوگیا۔ پھر قریش نے ان لوگون پر سازش کے جال پھیلائے اور یہ سب کے سب اونکے دام فریب مین آگئے۔ اور استیصال اسلام پر طیار ہوگئے۔

بنی قینقاع کی سزا و تنبیہ کے بعد جب بنی نضیر کی سزادہی کی نوبت پہونچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے انھین سے ابتدا کی سعد بن معاذ انکے معاملات مین خاص طور پر ساعی بنے۔ اسلئے کہ بنی قریظہ کے حلیف تھے۔ کچھ آج سے نہین بلکہ زمانہ جہالت کے اوسوقت سے جب انصار مین خانہ جنگیان جاری تھین۔ اوسیوقت سے بنی قریظہ انکا جانبدار تھا۔ عرب مین حلیف ہونیکا تعلق نسبی تعلقات سے کم اہمیت نہین رکھتا تھا۔ اس بنا پر سعد بن معاذ نے انکے معاملات مین پیش پیش ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکے معاملات مین مصالحت پر رضامند کرلیا۔ اور ان سب نے بکمال رضا و رغبت تجدید معاہدہ کردی۔ چنانچہ صحیح مسلم مین تحریر ہے۔

فاجلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی النّضیر و اقرّ قریظة ومنّ علیهم	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کو جلا وطن فرما دیا اور بنی قریظہ کو رہنے دیا اور ان پر احسان خاص کیا۔

اس احسان کا یہ جواب تھا کہ حی بن اخطب کی ذراسی بھڑکی مین آکر قریش کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور یہ نہ سوچا کہ صلحنامۂ جدید پر دستخط کئے ابھی کے دن ہوئے ہین۔ غزوۂ خندق سے شکست کھا کر لوٹے تو حی بن اخطب کو ایسے سخت ترین دشمن اسلام کو اپنا مہمان بنا کر گھر لیتے آئے۔ اور اوسکے ذریعہ سے چارطرف استیصال اسلام کیلئے ریشہ دوانیان کرتے رہے۔ اتنے ناقابل عفو جرائم پر بھی اسلام نے صرف انکے محاصرے سے انکی تنبیہ کی ابتدا کی۔ مقصد یہ تھا کہ اگر وہ مرعوب ہوکر پھر معاہدۂ سابقہ پر آجائینگے۔ تو اسلام کو پھر ان سے کوئی شکایت

باقی نہین رہیگی۔ اور جنگ خندق سے انکی ناکامی یقین بھی ایسا ہی دلاتی تھی۔ اور اگر اپنی شامت سے مقابلہ ہی پر آمادہ ہوگئے تو پھر مقابلہ بھی کیا جائے گا اور مقابلہ بھی۔ لیکن آغاز محاصرہ ہی سے انکے رنگ بیرنگ نظر آنے لگے۔ وہ شکست کھا کر مخاصمت سے خالی کیا ہون گے۔ عداوت و نفاق دت سے اور بھر گئے۔ اور فوج اسلامی کے آتے ہی زبان درازیون سے کام لینے لگے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اس انتظار مین تاخیر فرماتے رہے اور محاصرہ مین طوالت ہوگئی۔ کہ شاید یہ بدبخت اب بھی اسلام کے ساتھ یکسوئی کی راہ پر آجائین۔ لیکن وہ راہ پر کیا آئینگے اور گمراہ ہوتے چلے گئے۔ خفاش کے شہید کردئے جانے کے بعد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی طرف سے بالکل مایوسی ہوگئی۔ تو بالآخر آئین جنگ کے مطابق محاصرے مین سختی سے کام لیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف سے مایوس و مجبور ہو کر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصفیہ کے خواہان ہوئے۔ آپ ان غدار و نکی مفسد طبیعتون سے خوب واقف ہو چکے تھے اور انکی فتنہ انگیز حرکتون کا متواتر تجربہ اوٹھا چکے تھے۔ اس بنا پر خود تصفیہ کرنے سے انکار کردیا۔ اور کہلا بھیجا کہ مین تصفیہ کرنے پر راضی تو ضرور ہون۔ لیکن مین خود تصفیہ نہین کرون گا۔ تمہین اپنی طرف سے کسی کو حکم کردو۔ جو وہ تصفیہ کردے اوس پر ہم تم دونون راضی ہوجائین۔ بنی قریظہ نے قبول کرلیا۔ اور اپنے قدیم تعلقات کی بنا پر سعد بن معاذ کو حکم مقرر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سعد کی تحکیم کو منظور فرمالیا۔

سعد بن معاذ کی تحکیم

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سعد بن معاذ خندق کی لڑائی مین تیر سے سخت زخمی ہوگئے تھے۔ اسلئے اسوقت لشکر اسلام مین موجود نہ تھے قبیلہ اوس کے چند آدمی خود اونکے لانے کے لئے مدینہ گئے اور ایک گدھے پر سوار کرکے اونکو اپنے ہمراہ لیتے آئے۔

بنی قریظہ کے ہوا خواہ مدینہ تک دوڑ گئے۔ اور خود بھی اور قبیلہ اوس کے چند لوگون کو اپنا ہمزبان بناکر سعد سے روابط سابقہ کی بنا پر فیصلہ مین رعایت و نرمی کیلئے عرض معروض کرنے لگے لیکن ان کے متواتر اصرار کے مقابلہ مین سعد کا ایک ہی جواب تھا۔ زرقانی لکھتے ہین

فلما اکثروا علیہ قال لقد ان لسعد ان لا تاخذہ فی اللہ لومۃ لائم۔ ص ۱۵۵ ج دوم	جب کثرت سے ان لوگون نے اونکو گھیر لیا تو سعد بولے کہ سعد کے لئے وہ وقت آنگا ہے کہ وہ راہ خدا مین کسی طعنہ زن کی طعن و تشنیع کی پروا نہ کرے۔

ایسے صاف اور بیلوث جواب سے سائلین کو مایوسی ہوگئی۔ پھر کسیکو آیندہ عرض و معروض کی جرأت نہوئی۔ لشکر گاہ اسلامی کچھ دور نہ تھی۔ سعد آرام و اطمینان سے خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین حاضر ہوئے۔ قریظہ کے نمایندگان جو معاملات کے طے کرنیکے لئے حاضر دربار تھے۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو مخاطب کرکے کہا قوموا الی سیدکم اپنے سردار کی تعظیم کیلئے اوٹھو۔

الغرض سعد کو لوگ ہاتھون ہاتھ سواری سے اوتار کر آہستہ آہستہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ اور آپ نے نمایندگان بنی قریظہ کے سامنے صورت حال ارشاد کی۔ بنی قریظہ کے نمایندے لفظاً لفظاً آپ کی تقریر کو سنتے رہے۔ مزید احتیاط کے خیال سے پھر قریظہ کے لوگون سے پوچھ لیا کہ تم لوگ سعد کو اپنا حکم مقرر کرتے ہو۔ اُنھون نے عرض کی۔ ہان۔ ہمین انکا حکم قبول و منظور ہے۔ یہ سنکر آپنے ارشاد فرمایا کہ مین بھی اسلام کی طرف سے سعد کو حکم مقرر کرتا ہون۔ اس مقام پر یہ بھی ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ جبتک کسی امر مین قرآن مجید کا حکم خاص نازل نہین ہوتا تھا۔ اوسمین احکام توراۃ کے مطابق حکم نافذ ہوتا تھا۔ اس بنا پر سعد نے جو کچھ فیصلہ کیا وہ بالکل حکم توریت تھا۔ اور وہ یہ تھا

کہ سعد نے تھوڑے غور و خوض کے بعد طرفین کے مقابلہ مین یہ حکم سنایا کہ یہودان قریظہ کے جنگجو مرد قتل کردئے جائین۔ اون کے اہل و عیال اسیر ہون۔ اور متاع و مال غنیمت مین لے لئے جائین۔ توراۃ۔ کتاب تثنیہ۔ اصحاح ۲۰۔ آیت ۱۰ مین ہے۔

جب تو کسی شہر مین حملہ کرنے کے لئے جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے۔ اگر وہ صلح تسلیم کرین اور تیرے لئے دروازے کھولدین۔ تو جتنے لوگ وہان موجود ہون وہ سب تیرے غلام ہو جائین گے۔ لیکن اگر صلح نہ کرین تو اونکا محاصرہ کر۔ اور جب تیرا خدا تجھکو اون پر قبضہ دلادے تو جسقدر مرد ہون سب کو قتل کر دے باقی بچے۔ عورتین۔ جانور۔ اور جو چیزین شہر مین موجود ہون سب تیرے لئے مال غنیمت ہون گے۔

جانبین کو فیصلہ حکم کے ایجاب و تعمیل مین عذر کی کوئی گنجائش نہین تھی۔ تعمیل کی گئی۔ اور چارسو یہودان قریظہ قتل کردئے گئے۔ یہ اونکی غداری اور فتنہ انگیزی کے نتیجہ تھے۔ جو اپنی آنکھون سے دیکھ رہے تھے اور لب نہ ہلاسکتے تھے۔

یہود کی ایک دلیر عورت

عورتین فیصلہ کے مطابق قتل سے مستثنیٰ تھین۔ لیکن وہ عورت جس نے خلاد کو پتھر گرا کر قتل کردیا تھا مقتول کے قصاص مین واجب القتل تھی۔ یہ بڑی دلیر عورت تھی۔ اپنے حکم کو مقتضائے عدالت سمجھکر اپنے قتل سے ذرا بھی ہراسان نہین تھی۔ شبلی صاحب حضرت عائشہ کی زبانی اسکی داستان قتل یون لکھتے ہین۔

ایک عورت تھی وہ اس قصاص مین ماری گئی تھی کہ اوس نے قلعہ پر سے ایک پتھر گرا کر ایک مسلمان (خلاد) کو قتل کردیا تھا۔ اس عورت نے جس جرأت و دلیری سے جان دی۔ سنن ابوداؤد مین حسب ذیل حیرت انگیز طریقہ سے مذکور ہے۔ اوسکو معلوم ہوچکا تھا کہ مقتولین کی فہرست مین اوس کا بھی نام ہے۔ قتل گاہ مین مجرم آتے اور عدم کو روانہ ہوتے جاتے تھے۔ ایک ایک کا نام پکارا جاتا تھا اور یہ ہوش ربا صدا بار بار اوس کے کانون مین آتی تھی لیکن وہ بے تکلف حضرت عائشہ سے باتین کرتی جاتی تھی اور بات بات پر ہنستی جاتی تھی۔ دفعۃً قاتل نے اسکا نام پکارا۔ وہ بے تکلف اوٹھ کھڑی ہوئی۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہان؟ بولی مین نے ایک جرم کیا تھا۔ اوسکی سزا اوٹھانے جاتی ہون۔ خوشی خوشی قتل گاہ مین آئی اور تلوار کے نیچے سر رکھدیا۔ سیرۃ النبی ص ۳۲۲

اس فیصلہ کے عادلانہ ہونے کی نسبت یہودیون کی تصدیق

تمام محدثین و مورخین کا اسکی نسبت اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد کی زبانی یہ فیصلہ سنکر اوسیوقت یہ فرمادیا تھا کہ یہ فیصلہ آسمانی حکم کے موافق ہے۔ اس ارشاد مین اوسی حکم کیطرف اشارت ہے جو اوپر لکھدیا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منحصر نہین۔ خود یہودیون نے بھی اسکا اعتراف کیا ہے۔ جو کلمات اون کے منھ سے نکلے وہ ثابت کر رہے ہین کہ وہ اس حکم کو حکم خدا کے مطابق سمجھتے تھے۔ چنانچہ حی بن اخطب جسکی فتنہ انگیزیون نے قریظہ کو یہ بُرے دن دکھلائے تھے قتل گاہ مین لایا گیا تو اوس کی زبان پر یہ فقرے جاری تھے۔

اما واللہ مالمت نفسی فی عداوتک ولکنہ من یخذل اللہ یخذل	ہان خدا کی قسم مجھکو اسکا افسوس نہین کہ مین نے تیرے ساتھ کیون عداوت کی لیکن بات یہ ہے کہ جو شخص خدا کو چھوڑ دیتا ہے۔ خدا بھی اوسکو چھوڑ دیتا ہے۔

پھر لوگون کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا۔

ایھا الناس انہ لا باس بامر اللہ کتاب وقدر	لوگو خدا کے حکم کی تعمیل مین کچھ مضائقہ نہین۔ یہ لکھا ہوا تھا یہ ایک سزا تھی

ملحمۃ کتبھا اللہ علی بنی اسرائیل | جو خدا نے بنی اسرائیل کے لئے پہلے ہی لکھدی تھی

علامہ بلاذری لکھتے ہین کہ حی بن اخطب کو قانون فطرت کے مطابق موت کے وقت بنی قریظہ کے افعال ذمیمہ کے ساتھ اپنی کرتوت بھی تو پیش نظر تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ واقعہ بنی نضیر مین خارج البلد ہونیکے وقت انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص طور پر معاہدہ کرچکا تھا کہ آج سے وہ اسلام کی مخالفت مین کسی قوم وقبیلہ کی حمایت نہین کریگا اس اقرار پر وہ خدا کے ضامن دے چکا تھا لیکن اسکے خلاف اسوقت تک جو جو اس نے کیا تھا۔ جنگ خندق مین قریش سے جاملا ۔ بنی قریظہ سے اسلام کا معاہدہ صلح تڑوانا۔ اور خود بذات شریک جنگ رہنا یہ سب اسوقت اسکی آنکھون کے سامنے گھوم رہا تھا۔ اور حقیقت حال اس کی زبان سے کہلوا رہا تھا۔

لیکن واہ رے عیسائیون کی متعصبانہ بے بصیرتی اور مغویانہ کوتہ فہمی ۔ بقولیکہ مدعی سست گواہ چست یہودیون کو تو اپنی سزا کی نسبت کوئی عذر وکلام نہوا۔ اور وہ اسکو عدالت خداوندی کا مقتضا سمجھے۔ لیکن عیسائی تعصب ونفسانیت کی بنا پر سزائے بنی قریظہ کو اسلام کا سخت ظلم وجور قرار دیکر خواہ مخواہ چیخ اٹھے۔ اور اپنے مغویانہ طریقہ بیان سے اسمین اعتراض کے نئے نئے پہلو نکالے عیسائیون کے قدیم اعتراضات کا تو ہزارون بار جواب ہوچکا ہے اور آجتک دیا جاتا ہے۔ لیکن زمانہ حال کے جدید عیسائی محقق مسٹر مارگیولوس کو اسکے متعلق اعتراض مین کوئی جدت کا پہلو نہ ملا تو کہنے لگے کہ سعد بن معاذ کو جنگ خندق مین ایک یہود قرظی نے تیر مار کر زخمی کیا تھا۔ ایسا سخت حکم اوسکی قصاص تھا۔ باوجود اتنی دعوی عربی دانی اور کتب اسلامی کی ورق گردانی کے ابھی تک مسٹر مارگیولوس کو اتنا نہ معلوم ہوسکا کہ سعد کا قاتل قرظی تھا یا قرشی۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین تصریح تام کے ساتھ تصریح تو میت بھی درج ہے وھو ابن العرقۃ القرشی وہ ابن عرقہ قریشی تھا سعد کے قاتل کا نام ابن عرقہ قریشی تھا۔

سزائے قریظہ اصول قصاص کے مطابق تھی

عیسائی معترضین اگر حقیقتاً انصاف پسند ہوتے تو حکم سزا کو سخت قرار دینے سے پہلے مجرمین کی فرد جرم پڑھ لیتے۔ اور اونکے جرائم کی اہمیت پر غور کرلیتے تب کچھ لکھنے کی جرأت کرتے شبلی صاحب نے مجرمان بنی قریظہ کی جو فرد جرم بنائی ہے وہ انکے تمام ناقابل عفو جرائم کی مکمل اور مفصل فہرست ہے۔ اور حقیقتاً اس سے اچھی فہرست مرتب ہونا دشوار ہے۔ ہم اوسی کی نقل کو کافی سمجھکر حسب ذیل درج کرتے ہین۔

(۱) انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ مین آکر ان کے (قریظہ کے) ساتھ دوستانہ معاہدہ کیا۔ جس مین انکو پوری مذہبی آزادی دی گئی۔ اور انکی جان ومال کی حفاظت کا اقرار کیا گیا۔

(۲) بنو قریظہ رتبہ مین بنو نضیر سے کم تھے۔ یعنی بنو نضیر کا کوئی آدمی قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کردیتا تھا تو اوسکو صرف آدھا خون بہا دینا ہوتا تھا۔ بخلاف اسکے بنو قریظہ پورا خون بہا ادا کرتے تھے۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ پر یہ احسان کیا کہ اونکا درجہ بنو نضیر کے برابر کردیا (بحوالہ ابوداؤد احکام دیت)

(۳) انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کی جلاوطنی کے وقت بنو قریظہ سے دوبارہ تجدید معاہدہ کی۔

(۴) باوجود ان باتون کی عہد شکنی کی اور جنگ خندق مین شریک ہوئے۔

(۵) ازواج مطہرات قلعہ مین حفاظت کے لئے بھیجدی گئین تھین۔ اون پر جاکر حملہ کرنا چاہا۔

(۶) حیّ بن اخطب جو بغاوت کے جرم مین جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ اور جس نے تمام عرب کو برانگیختہ کرکے جنگ احزاب قائم کی تھی۔ اوسکو اپنے ساتھ لائے۔ جو آتش جنگ کی اشتعال کا دیباچہ تھا۔" ان حالات کے ساتھ بنو قریظہ کے ساتھ اور کیا سلوک کیا جا سکتا تھا۔ سیرۃ النبی ص ۳۲۱

افسوس ہے کہ عیسائی متعصبین محکم سزا کے ساتھ مجرمین کے فرد جرم کا مطالعہ نہین کر لیتے۔ کیا یوروپ مین انصاف پسندی کے یہی اصول قائم کئے گئے ہین کہ صرف حکم کے الفاظ سے بحث کیجائے اور توجیہات حکم پر نظر نہ ڈالی جائے۔ اگر ہم اونکے اسی بیجا اور محض مغویانہ قول کو بنو قریظہ کے معاملہ مین اسلام نے بڑی سختی سے کام لیا۔ تھوڑی دیر کیلئے بفرض محال اگر مان بھی لین تو اسکے جواب مین ہم یہین کہین گے۔ کہ اسلام کا یہ فیصلہ حکم توریت کے بالکل مطابق تھا۔ وہ یہودی تھے۔ اونکی الہامی کتاب توریت تھی۔ جن جرائم کے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ اونکی سزا توریت مین وہی تھی جو اون کو دی گئی۔ اور اسی لئے مجرمین نے اسمین کوئی عذر و کلام نہین کیا۔ جیسا کہ اونکے اصل قول و اعتراف سے ہم اوپر ثابت کر آئے ہین۔

اگر اس سے بھی متعصبین یوروپ کی تشفی نہو تو ہم اونکو یاد دلاتے ہین کہ بنو قریظہ حضرت شعیب نبی اللہ کی اولاد تھے۔ جو حضرت موسیٰ کے خسر تھے۔ ارباب سیر و تاریخ کے مشاہدات سے ثابت ہے کہ حضرت شعیب کی اولاد عرب کے علاقہ مدین مین آباد تھی۔ اور مدیان کے نام سے توریت مین تمام مذکور ہے۔ یہ امور پہلے ذہن نشین کر لینا چاہیئے

بنو قریظہ کے معاملات مین اسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ رعایت کی

تب دیکھنا چاہیئے کہ حضرت موسیٰ نے باوجود اپنی قرابت کے انکے ساتھ کیا سلوک قائم کئے۔ توریت۔ کتاب الاعداد۔ باب ۳۱ از آیت ۶ تا ۳۵ مین ہے۔

بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتون اور اون کے بچون کو اسیر کیا۔ اون کے مویشی۔ بھیڑ بکری اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور اون کے سارے شہرون کو جن مین وے رہتے تھے۔ اور اونکے تمام قلعون کو پھونک دیا۔ موسیٰ اون پر غصہ ہوا۔ کہ کیا تم نے اون کی سب عورتون کو جیتا رکھا۔ اونکے تمام بچون کو جو نادان ہین قتل کر ڈالو۔ اسی طرح ایسی ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہو چکی ہے۔ قتل کر ڈالو۔ لیکن وہ لڑکیان جو مردون کی صحبت سے واقف نہین ہوئین اونکو اپنے لئے زندہ رکھو۔

محققین یوروپ توریت کھول کر دیکھ لین کہ حضرت موسیٰ خود اپنے وقت مین بنی قریظہ کے اسلاف کے ساتھ کیا کر چکے ہین اور اون کو اونکی غداری اور کفر کرداری کی کیا سزا دے چکے ہین۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے حکم کو حضرت محمد حبیب اللہ کے حکم سے مقابلہ کرین تو اون کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت موسیٰ کے حکم کے مقابلہ مین رحمۃ للعالمین اور اشرف المرسلین کا حکم زیادہ نرم اور ملائم تھا۔ رحمت عالم کے حکم مین قتل و قصاص سے عورتین اور بچے بالکل مستثنیٰ تھے۔ حضرت موسیٰ کے حکم مین تاکید تھی کہ بیاہی عورتین اور نادان بچے ضرور قتل کر دئے جائین۔ کیا ان احکام توریت کے معاینہ کے بعد بھی عیسائی متعصبین کو اپنی مغویانہ عالم فریبیون پر اصرار رہیگا۔ اگر حقیقتاً رہے گا تو یہ اونکی کور چشمی اور سیہ قلبی کا روشن ثبوت ہوگا۔

آخر بحث مین ہمکو یہ بھی لکھکر دکھلا دینا نہایت ضروری ہے کہ حضرت موسیٰ کے حکم باقی مین مجرمین کی جماعت مین کسی کے استثنا کا حکم نہیں تھا اوسیطرح سعد کے فیصلہ حال نے بھی حکم سزا مین کسی فرد واحد کو مستثنیٰ نہین کیا تھا۔ لیکن تاہم اوس خلق مجسم اور رحمت عالم روحی فداہ نے اپنے خلق عظیم سے زبیر یہودی کی مع اوسکے اہل و عیال کی جان بخشی کا حکم دیا۔ اور رفاعہ بن شموئیل کو اپنی مرحمت خاص سے رہا فرما دیا۔ صلوا علیہ و آلہ

ریحانہ کا غلط واقعہ | ریحانہ کو بعض مورخین بنی نضیر کی عورت بتلاتے ہین اور بعض قرظی۔ تحقیق یہ ہے کہ یہ بنی نضیر کے قبیلہ یہود سے تھی اور بنی قریظہ مین ایک شخص یہود حکیم قرظی نامی سے بیاہی تھی۔ اسکا شوہر قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ اسیر ہوکر لشکر اسلام مین آئی۔ انحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس سے عقد کر لیا۔ زرقانی مین اسکی پوری کیفیت ان الفاظ مین درج

فتزوجها بعد ان اسلمت اصدقها اثنتی عشرۃ اوقیۃ واعرس بها فی المحرم سنۃ ست فی بیت سلمی بنت قیس النجاریۃ وضرب علیها الحجاب فغارت علیہ غیرۃ شدیدۃ فطلقها تطلیقۃ فشق علیها واکثرت البکاء فراجعها ولم تزل عندہ حتی ماتت راجعۃ من حجۃ الوداع سنۃ عشر ودفنها بالبقیع ذکرہ الواقدی وابن سعد وغیرهما جلد دوم ص ۱۵۰

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریحانہ کے ساتھ اوسکے اسلام لانے کے بعد نکاح کر لیا۔ اور بارہ اوقیہ (چاندی) اوسکے مہر مین دیا اور محرم سنہ ۶ ہجری مین شرف قربت سے اوسکو مشرف فرمایا اور سلمیٰ بنت قیس نجاریہ انصاریہ کے گھر مین اوسکو پردہ کے ساتھ رکھا۔ ریحانہ کو پردہ مین رہنے سے بڑی غیرت آئی۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوسکی آزادی اور بیجا بی ناگوار خاطر ہوئی آپنے اوسکو طلاق رجعی دیدی۔ طلاق پاکر ریحانہ نے رونا دھونا شروع کر دیا۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی گریہ و زاری پر رحم کرکے پھر اوسکو زوجیت مین لے لیا پھر اوس وقت سے ریحانہ برابر آپ کی خدمت مین حاضر رہین۔ یہانتک کہ سنہ ۱۰ ہجری مین حجۃ الوداع سے جب آپ واپس آئے تو ریحانہ نے انتقال کیا۔ اور بقیع مین مدفون ہوئین۔ اس واقعہ کو واقدی اور ابن سعد وغیرہما نے نقل کیا ہے۔

زرقانی نے مورخین و محدثین کی اس روایت کو بھی لکھا ہے۔ جسمین ریحانہ پر بقاعدۂ سبایا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متصرف ہونا لکھا ہے اور عیسائی معترضین کا یہی آلۂ اعتراض ہے۔ شبلی صاحب اسکی نسبت ایک زبان دراز عیسائی کے حسب ذیل الفاظ اعتراض نقل کرکے یون تنقید فرماتے ہین۔

بانی اسلام جب سات سو مقتولین کی لاشون کے تڑپنے کا تماشا دیکھ چکا۔ تو گھر پر آکر تفریح طبع کے لئے ...... لیکن حقیقت یہ ہے کہ سرے سے یہ واقعہ ہی غلط ہے۔ ریحانہ کی حرم مین داخل ہونیکی جسقدر روایتین ہین سب واقدی اور ابن اسحاق سے ماخوذ ہین لیکن واقدی نے بتصریح بیان کیا ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا۔ ابن سعد نے واقدی سے جو روایت نقل کی ہے اوسمین خود ریحانہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہین

فاعتقنی وتزوج لی | مجھکو آزاد کر دیا اور پھر مجھ سے بیاہ کر لیا

حافظ ابن حجر نے اصابہ مین محمد بن الحسن کی تاریخ مدینہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

وکانت ریحانۃ القرظیۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسکنہ

ریحانہ قرظیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں اس مکان میں رہتی تھیں۔

حافظ ابن مندہ۔ جنکی کتاب طبقات الصحابہ تمام محدثین مابعد کا ماخذ ہے۔ اسمیں یہ الفاظ ہیں۔

واستوی ریحانۃ من بنی قریظۃ ثم اعتقھا فلحقت باھلھا واحتجبت وھی عند اھلھا

ریحانہ کو گرفتار کیا۔ پھر آزاد کر دیا تو وہ اپنے خاندان میں چلی گئیں اور وہیں پردہ نشین ہو کر رہیں۔

حافظ ابن حجر اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔

وھذہ فائدۃ جلیلۃ اغفلھا ابن الاثیر

یہ بڑی مفید تحقیق ہے جس سے ابن اثیر نے غفلت کی ہے۔

حافظ ابن مندہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو آزاد کر دیا تھا۔ اور وہ اپنے گھر میں جاکر بیویوں کی طرح پردہ نشین ہو کر رہیں۔ ہمارے نزدیک محقق واقعہ یہی ہے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ حرم نبوی میں آئیں تب بھی قطعاً وہ منکوحات میں داخل تھیں کنیز نہ تھیں۔ سیرۃ النبی ص ۳۲۲

ہمکو شبلی صاحب کی مرقومہ بالا تنقید سے۔ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ پورا اتفاق ہے۔ ریحانہ کی زوجیت کے متعلق جو مختار قائم کیا گیا ہے وہی ہمارا بھی مختار ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ریحانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکوحات میں تھیں نہ مملوکات میں لیکن حافظ ابن مندہ کی روایت سے جسمیں یہ تصریح ہے کہ ریحانہ گرفتار کر کے آزاد کر دی گئیں اور وہ اپنے خاندان میں واپس جاکر پردہ نشین ہو کر بیٹھ رہیں ہمکو اتفاق نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس سے زوجیت کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ مبہم طریقہ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ غایت شفقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر دیا اور وہ گھر چلی گئیں۔ یہ روایت آپکی پہلی روایتوں کے صریح معارض بھی واقع ہوتی ہے جنکو آپ طبقات ابن سعد اور ابن حجر کے اصابہ سے باسناد تاریخ مدینہ محمد بن الحسن لکھ کر ریحانہ کا زوجہ ہونا بیان کر چکے ہیں۔

مشکل یہ ہے کہ آپنے ابن حجر کی عبارت سے حافظ ابن مندہ کی صرف روایت نقل کر دی ہے اوسکے رواۃ کی کوئی تفصیل نہیں کی۔ جس سے معلوم ہوتا کہ اصول حدیث کے مطابق یہ روایت کیسی ہے۔ ریحانہ کا اسیر ہو کر آزاد کر دیا جانا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن اشفاق اور مکارم اخلاق سے مستبعد نہیں لیکن ریحانہ کا گھر جاکر اور ہمیشہ پردہ میں بیٹھ کر اپنی عمر تمام کر دینا خلاف واقع معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ رسم حجاب کا یہود کی معاشرت میں داخل ہونا کہیں سے ثابت نہیں اس بنا پر جو روایت کہ زرقانی سے اوپر لکھی گئی ہے اوسمیں بکمال تصریح بیان ہے کہ پردہ میں نہ رہنے کی وجہ سے ایکبار ریحانہ کو طلاق رجعی دی گئی تھی۔ لیکن طلاق کے بعد انھوں نے بڑی آہ و فریاد کی تو پھر زوجیت میں لے لیگئیں اس بنا پر محض آزادی کے بعد خلاف فطرت و معاشرت انکا پردہ میں رہنا۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ زوجیت سے واسطہ بھی نہیں ہوا۔ کسقدر لغو اور بے اصل ہے۔

اس لئے شبلی صاحب نے ریحانہ کے آزاد کر دیئے جانے اور گھر جاکر پردے میں بیٹھ رہنے کی جو روایتیں لکھی ہیں وہ اول تو مبہم ہیں۔ اصل ماخذ کے مختصر اقتباسات ہیں۔ دوسرے یہ کہ باخود باہم متعارض ہیں۔ اسلئے قابل احتجاج نہیں۔ زرقانی

کی وہ روایت جسپر ہم نے اپنا مدار قائم کیا ہے۔ وہ بالکل واضح ہے اور مفصل۔ ریحانہ سے بقاعدۂ شرعیہ بعد مسلم ہونیکے عقد فرمایا گیا۔ مہر دیا گیا۔ ازواج مطہرات کی طرح پردہ مین رہنے کی تاکید کی گئی۔ چونکہ حجاب انکی معاشرت کے خلاف تھا۔ انھین پسند نہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی ناپسندیدگی ناگوار گذری۔ اس لئے طلاق رجعی دیگئی۔ پھر انھون نے بالحاح تمام معذرت کی۔ معاف کی گئین اور زوجیت مین لے لیگئین۔ اور اوسدن سے موت کے دن تک سائر ازواج مطہرات کی طرح خدمت مین حاضر رہین حجۃ الوداع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ تو ریحانہ نے انتقال کیا اور بقیع مین مدفون ہوئین۔

زرقانی نے بھی تاریخون کی غیر مقید روایتون کا ذکر کرکے لکھدیا ہے۔

قال الواقدی بعد ان اخرج من عدۃ طرق انه تزوجها وضرب عليها الحجاب هذا اثبت عند اهل العلم واقتصر عليه ابن الاثير

ص ۱۵ جلد دوم

واقدی نے اس روایت کو متعدد طریقون سے بیان کرکے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریحانہ سے عقد کر لیا تھا۔ اور اوسکو پردہ مین رکھا تھا۔ اور یہی روایت صاحبان علم کے نزدیک ثابت ترین روایت ہے لیکن ابن اثیر نے اسکے نسبت (?) لکھا اور تقصیر کی۔

شبلی صاحب نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے۔ مگر درجۂ دوم مین رکھا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہین۔

اور اگر یہی مان لیا جائے کہ وہ حرم نبوی مین آئین تب بھی وہ قطعاً منکوحات مین تھین کنیز نہ تھین۔ "

حقیقت وہی تھی جو ہم اوپر بیان کر آئے ہین۔ ریحانہ مشکوے رسالت مین داخل ہوئین اور علامہ زرقانی کے مطابق پانچ برس کے بعد ۱۰ھ ہجری مین قضائے الٰہی کو لبیک کہکر انتقال فرماگئین اور جنت البقیع مین مدفون ہوئین۔

ایسے صاف اور واضح مشاہدات تاریخی سے بھی اگر عیسائی متعصبین کا اطمینان نہ ہو۔ تو بفرض محال ریحانہ کی کنیزی کے غلط واقعہ کو تسلیم کرکے ہم دکھلائین گے کہ حضرت موسیٰ نے باوجود دعوے قرابت کے زنان خاندان حضرت شعیب سے جو سلوک کیا اوس سے کہین زیادہ پیغمبر اسلام کے سلوک مترحمانہ اور عادلانہ تھے حضرت موسیٰ نے اپنے وقت مین غلبہ پاکر انکی شوہر والیون کو بالکل قتل کروا ڈالا۔ اور کنواری لڑکیون کو فوج کے معمولی سپاہیون کی گرم آغوشیون کے لئے وقف کر دیا۔ یہان ان سے کیا کیا گیا؟ بلا امتیاز شوہر دار و غیر شوہر دار انکی تمام عورتین قتل و خون سے محفوظ رکھی گئین اور آئین جنگ کے موافق مقید کر لی گئین۔ اونمین سے ایک عفیفہ کو جو بیوہ ہو گئی تھین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت کا شرف عنایت فرمایا۔ تو اب اس تقابل و توازن باہمانہ کو غور سے دیکھکر عدالت پسند اور منصف مزاج حضرات کہدین کہ دونو طریقہائے سلوک مین کون سا طریقہ بدسلوکی۔ بیدردی پر مبنی ثابت ہوتا ہے۔ اور کونسا حسن سلوک اور ہمدردی کے ثبوت دیتا ہے نہین معلوم عیسائی متعصبین کیسے غیرت والے ہین۔ جو اپنی کتب الہامیہ مین ایسے جابرانہ طریقہ سلوک کو گود مین دبا کر اسلام کے ایسے ہمدردانہ محاسن سلوک سے آنکھین ملاتے ہین۔

حضرت زینب سے نکاح

اسلام اور عیسائیت کا یہ بھی ایک بہت بڑا اور قدیم معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ جس پر ایک بار نہین بیشمار بار عیسائیت

کی طرف سے اعتراض ہو چکا۔ اور بارہا اسلام کی طرف سے دندان شکن اور مسکت جواب دئے جا چکے لیکن متعصبین یورپ ابھی وہی راگ گائے جا رہے ہین۔

یہ مسلم ہے کہ اسلام تمام شریعتون کا متمم اور مصحح بنکر نازل ہوا تھا۔ اس لئے کہ آخر شریعت تھی اور اسکے بعد ابواب رسالت بند ہونے والے تھے۔ یہ بھی مسلم ہے کہ ادیان گذشتہ کے ایسا۔ اسلام کی تعلیم دینیات اور اسکی تبلیغ الٰہیات ہی تک محدود نہین تھی۔ بلکہ وہ دین کا معلم بھی تھا اور دنیا کا حاکم بھی۔ ملک کا معاون بھی تھا اور قوم کا مصلح و محسن بھی۔ تمام جاہلانہ مراسم اور آئین کی تکمیل اسکا فرض اولین تھا۔ طبقات قومی و ذاتی مفاخرت کو اوٹھا کر اصول مساوات کا قایم کرنا اسکے واجبات ضروریہ مین داخل تھا۔

عرب جہالت مین اوسوقت ذاتی مفاخرت باہمانہ کا قدیم دستور بڑے زور دون سے جاری تھا اور اس کثرت و قوت سے کہ ایک شخص دوسرے کو مشکل سے اپنے برابر سمجھنے پر راضی ہو سکتا تھا۔ آپس کی مساویانہ ہم نسبی اور آپس کے معاملات مین اسی مفاخرت کی بنا پر مختلف اقوام و قبائل مین مشاجرت شروع ہو کر نسلون کی نسلین برباد کر دیتی تھین۔ مخدومان ملک تو ان مشاجرت مین مبتلا تھے۔ طبقہ خادمان و غلامان کی کیا حالت ہوگی۔ اسی سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

اسلام اوس دین کی نعمت ہمراہ لایا تھا جسکے اقرار و اختیار کے بعد خادم و مخدوم اور حاکم محکوم اور مالک مملوک سب برابر تھے۔ اور ایک صف و قطار مین بلا امتیاز و اختصاص کھڑے ہوتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے پہلو مین زانو توڑ کر بیٹھتے تھے۔ جب خدا کی عبادت مین اسلام نے باہمانہ مساوات کی یہ صورت قائم کی ہو۔ تب قومی اور دیگر ضروریات مین وہ مساوات و یکجہتی کی ایسی ہی شان نہ دکھلاتے تو اوسکے آئین انصاف اور اصول اخلاق دونون کے خلاف ہوگا۔

جناب زینب کے ساتھ نکاح کا واقعہ پہلے تو اسی تعلیم و تبلیغ اسلامی کا آئینہ ہے۔ پھر انکے موجودہ واقعہ نکاح سے ایک دوسرے دستور قومی کی بھی اصلاح مقصود تھی اور وہ یہ تھی کہ عرب مین اسوقت تک متبنی کی جاہلانہ رسم بڑی شدت سے جاری تھی۔ باپ کا پرورده لڑکا۔ صلبی لڑکے کا حکم رکھتا تھا۔ نسب۔ توریث۔ حقوق دینی اور معاملات دنیاوی مین مشارکت۔ غرض کسی امر مین متبنی اور صلبی فرزند مین کوئی تفریق و تمیز باقی نہین تھی۔ اور یہ قانون فطرت کے اعتبار سے صلبی فرزند کی بڑی حق تلفی کا باعث تھی۔ اور قاعدہ وراثت کے لحاظ سے اگر صلبی اولاد نہو۔ تو دوسرے قریبی عزیز و اقارب کے حقوق کی بھی صریح پامالی تھی۔ حضرت زینب کے اس ایک واقعہ سے ان دونون جاہلانہ اور جابرانہ دستور و مراسم کی تنسیخ منظور تھی۔

یہ واقعہ اگر عقل سلیم، نظر انصاف اور خوش نیتی سے دیکھا جاوے تو یک جا ایک وقت دو خراب رسمون کی اصلاح خاص پر مشتمل تھا۔ اس بنا پر اسکو موجودہ تہذیب و روشنی کے زمانہ مین لائق تعریف ہونا چاہیے تھا نہ قابل تشنیع و تعریض۔ لیکن اسکو کیا کیا جاوے گا کہ تعصب اور نفسانیت والے دونون آنکھین رکھکر بھی۔ ہر امر کو ایک ہی آنکھ سے

دیکھتے ہیں۔ چشم بدبین کا خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہر امر کے سمت بد پر پڑتی ہے اور محاسن کی طرف مشاہدے سے ہمیشہ خیرگی کرتی ہے گویا دیکھ ہی نہیں سکتی اگر اس واقعہ میں اس کے محاسن و افادات پر تھوڑی دیر کے لئے نگاہ کی جائے تو تحسین و آفرین کے سوا اعتراض کی آواز نہیں نکالی جا سکتی۔ لیکن چونکہ طبیعت کی بدی اسی کی عادی ہو گئی ہو اس لئے کورسوادی اور سیہ قلبی سے برابر کام لیا جاتا ہے اور حقیقت کی روشنی کی طرف آنکھ اوٹھائی نہیں جاتی۔

اسلام نے عرب میں چشم رحمت کھولی تو غلاموں کے ساتھ ظلم و جور کا خونین منظر پیش نظر تھا۔ جو ہرگز نہ مرعای قدرت ربانی تھا اور نہ مقتضائے فطرت انسانی۔ معلم اسلام علیہ السلام کو اپنے طریقہ عمل سے اسکی اصلاح ضروری تھی اور آپ کا فرض منصبی تھا کہ اپنے محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق سے ملک و قوم کو مالک و مملوک کے فیمابین اصول مساوات قایم رکھکر اپنے اسوہ حسنہ کی تعلیم دے۔

حضرت زید ابن حارثہ — زید ابن حارثہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں آئے آپ کی خدمت میں تربیت پاکر جوان ہوئے ابتدا ہی سے انکے ساتھ ایسے مربیانہ اور مساویانہ محاسن اشفاق قایم کیے گئے کہ تمام قریش اپنے دستور جہالت کے موافق زید کو آنحضرت صلعم کا متبنّٰی کہنے لگے۔ اولاد ذکور کے نہ باقی رہنے کی وجہ سے اونکا یہ قیاس بطور ظاہر صحیح بھی معلوم ہونے لگا تھا۔ حالانکہ اس میں جتنی اہمیت اور حقیقت تھی اوسکو خدا اور خدا کا رسول خوب جانتا تھا۔ اس عام خیال نے آیندہ اس سے بھی زیادہ اور قوت پکڑ لی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب بنت امیمہ بنت حضرت عبد المطلب۔ اپنی خاص پھوپھیری بہن کا نکاح زید ابن حارثہ سے کر دیا۔

حضرت زینب نے پہلے اوسی نقص غلامی کے لحاظ سے انکار کیا۔

وکان رسول اللّٰہ صلعم اراد ان تزوّجھا زید بن حارثہ مولاہ فکرھت ذلک فتح الباری شرح صحیح بخاری باسناد زید بن ارقم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکا نکاح اپنے غلام زید بن حارثہ کے ساتھ کر دینا چاہا تو اونہوں نے ناپسند کیا فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

لیکن چونکہ زینب بنت امیمہ بھی آپ ہی کی دامن تربیت میں پلی تھیں اور مشرف باسلام ہو چکی تھیں اسلئے جب آپ نے ان کو اسلام میں مملوکیت کی شان اعزاز و اکرام بتلائی تو یہ راضی ہو گئیں اور زید سے نکاح ہو گیا لیکن غلامی کا داغ ایسا نہیں تھا جو اسلام کی فوری شست و شو سے دہل جاتا۔ اس بنا پر نکاح ہو جانے کے بعد بھی حضرت زینب کے دل میں اسکی خلش باقی رہی جس نے زن و شو کے باہمانہ تعلقات میں ناگوار صورت اختیار کی۔ فریقین میں سال بھر سے زیادہ اتفاق قایم نہ رہ سکا۔ زید برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زینب کی تند مزاجی اور ترش روئی کی شکایت کرتے تھے اور آپ برابر اونھیں سمجھا بجھا کر راضی کر دیتے تھے۔ لیکن زینب کے مزاج کی برہمی کبھی کم نہیں ہوتی تھی۔ ایک بار آپس میں ایسی بگڑی کہ زید اون کے طلاق دینے پر پورے طیار ہو کر آنحضرت

صلعم کی خدمت مین اطلاع اجازت کی غرض خاص سے حاضر ہوئے۔ ساری روئداد عرض کی۔ اور کہا کہ اب مجھے صبر و تحمل کی طاقت نہین۔ فتح الباری مین ہے۔

جاء زید بن حارثہ فقال یارسول اللہ صلعم ان زینب اشتدّ علیّ لسانھا وانا ارید ان اطلقھا	زید آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے اور عرض کی کہ زینب مجھسے زبان درازی کرتی ہین اور مین اون کو طلاق دینا چاہتا ہون۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایکی بار بھی اونکو سمجھا بجھا کر طلاق دینے سے باز رکھا۔ قرآن مجید ان الفاظ مین اسکی تصدیق کرتا ہے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰہَ (احزاب)	اور جبکہ تم اس شخص سے جس پر خدا نے اور تم نے احسان کیا یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح مین لئے رہو۔ اور خدا سے خوف کرو۔

جانبین سے تاہم صفائی قلوب نہوئی۔ اور باخود باہمی معاشرت روزانہ مشاجرت کی صورت پکڑتی گئی تو بالآخر زید بن حارثہ نے زینب بنت امیمہ کو طلاق دیدی اور وہ زید کے عقد نکاح سے نکلکر آزاد ہوگئین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت نکاح مین زینب کو شوہر کی اطاعت کرنے اور راضی رکھنے کیلئے جیسی تاکید فرماتے تھے۔ ویسے ہی اب انکے آزاد ہو جانے پر اونکی دلجوئی تسکین اور تفقد احوال کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ بالکل فی الواقع اور صحیح ہے کہ مدینہ مین۔ زینب کا اوسوقت خبرگیران اور تفقد احوال کرنے والا سوائے ذات اقدس کے اور کون تھا۔ اس بنا پر آپ نے زینب کو اپنے حبالۂ نکاح مین لے لینا چاہا لیکن زید کی تبنیت کے خیال موہومہ کی وجہ سے جُہال کی طعن و تشنیع کا اندیشہ تھا اور اسی وجہ سے آپ نے چندے تامل فرمایا۔

چونکہ تبنیت ہی کی کوئی حقیقت اور اصلیت نہین تھی او رجہالت کی وجہ سے آئین جو کچھ اہمیت پیدا ہوگئی تھی اوسکا محو و متاصل کردینا منظور تھا۔ اس بنا پر فرمان ربانی ان الفاظ قرآنی مین نازل ہوا۔

وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ	اور تم اپنےدل مین وہ بات چھپاتے ہو جو خدا ظاہر کردینے والا ہے۔ اور تم لوگون سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنا خدا سے چاہیئے۔

افسوس ہے شبلی صاحب کی اختصار پسندی اقتباسات قرآنی مین بھی ابہام پیدا کرتی ہے۔ کوتہ قلمی کے قدیم اصول مطابق اسکی نقل و استنباط مین بھی صرف مبتدا سے تعلق رکھا گیا ہے اور خبر سے واسطہ نہین جو اصلی مدعائے بحث تھا یعنی مسئلہ تبنیت کی عدم اصلیت جو اسی آیہ کے آخری فقرات ہین میری دانست مین آپ کے موجودہ مختصرات سے نہ معتقدین امت کا اطمینان ہو سکتا ہے نہ معترضین عیسائیت کی تشفی۔ اس لئے ہم اس پوری آیۂ الٰہیہ کو ذیل مین نقل کئے دیتے ہین جسکے مطالب و مقاصد سے حقیقت حال کا پورا انکشاف ہو جاتا ہے۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۞ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۞ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا ۞ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

اور اے پیغمبر اوس بات کو یاد کرو) جب تم اوس شخص کو سمجھاتے تھے (یعنی زید بن حارثہ کو) جسپر اللہ نے (اپنا) احسان کیا (کہ اوسکو اسلام کی توفیق دی) اور تم بھی اوس پر احسان کرتے رہے کہ اپنی بی بی (زینب کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈرو (اور اوسکو چھوڑ مین) اور تم اوس بات کو اپنے دل میں چھپاتے تھے (جسکو آخر کار) اللہ ظاہر کرنیوالا تھا۔ اور تم اس (معاملہ میں) لوگون سے ڈرتے تھے۔ اور خدا اس سے زیادہ حقدار ہے کہ تم اوس سے ڈرو اور پھر جب زید اوس عورت سے بے تعلقی کر چکا (یعنی طلاق دی اور مدت عدت تمام ہو چکی) تو ہم نے تمہارے ساتھ اوس (عورت) کا نکاح کر دیا تاکہ (عام) مسلمانون کے سے پالک جب اپنی بی بیون سے بے تعلق ہو جائین تو مسلمانون کے لئے ان عورتون سے نکاح کر لینے) مین (کسی طرح کی) تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم تو ہو ہی کر رہتا ہے اللہ نے پیغمبر کے لئے جو بات ٹھیرا دی ہو اوس (کے کرنے) مین پیغمبر کے لئے کچھ مضائقہ کی بات نہین جو پیغمبر پہلے ہو چکے ہین۔ اون میں بھی عادت آلہی جاری ہوتی رہی ہے (کہ اون پر خدا نے نکاح کے بارے مین تنگی نہین کی) اور خدا کے جتنے کام ہین (ہر ایک امر) تقدیری (میں جو روز ازل) سے ٹھیرے ہوئے ہین وہ اگلے پیغمبر (اس صفت کے تھے کہ) خدا کے پیغام (لوگون کو) پہونچاتے تھے۔ اور خوف خدا کرتے تھے۔ اور خدا کے سوا کسی سے نہین ڈرتے تھے (تو اے پیغمبر تم کیون ڈرو) اور حساب (اعمال) کے لئے اللہ ہی بس ہے وہ سب سے سمجھ لیگا۔ لوگو!) محمد تمہارے مردون مین سے کسی کے باپ نہین ہین (تو زید کے کیون ہون؟) وہ تو اللہ کے رسول ہین (اور خطون کی مہر کی طرح سب) پیغمبرون کے آخر مین اور اللہ تمام چیزون کے (حال) سے واقف ہے۔ ترجمہ شمس العلما حافظ نذیر احمد ص ۶۷۶

اس آیہ قرآنی میں اس واقعہ کی پوری تفصیل موجود ہے تبنیت کی۔ بے حقیقتی۔ زینب و زید کی سو مزاجی زید کی شکایت پر برابر آپ کی طرف سے اونکی تشفی وہ لجوئی۔ زید کے طلاق دینے اور زینب کے آزاد ہو جانے کے بعد خدا کے حکم سے اونکے ساتھ آپ کا نکاح کر لینا۔ متبنٰی کا اسلام مین لاشے ہونا۔ اور متبنٰی کی عورت کا آزاد ہو جانے کے بعد تمام عورتون کی طرح ہر مسلمان کے ساتھ جائز النکاح ہونا۔ واضح طور پر بیان فرما دیا گیا ہے

معترضین اگر دیدہ بینا رکھتے ہین تو وہ اس آیت سے حقیقت حال پورے طور پر معلوم کر سکتے ہین۔ لیکن تعصب اور نفسانیت کی گھٹا ٹوپ مین حقیقت کی روشنی کا معلوم ہونا معلوم۔ ہر مذہب اپنے اصول کا پابند ہے اور اسلام بھی یہ تمام دنیا کا کلیہ مسلمہ ہے۔ اور اسلام کا بھی۔ اس بنا پر جو واقعات اسلامی کلام الہی اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہین وہ اہل اسلام

کیلئے قابل تسلیم ہے اور لائق اعتبار اور جو نہین ہین وہ مسلمانون کے مقابلہ مین نہ قابل احتجاج ہین نہ لائق اعتبار۔ اس لئے وہ مرویات اسلامی جو معارض کلام الٰہی اور مخالف شان و بیان رسالت پناہی مین وہ کسی طرح سے مسلمانون کے لئے حجت نہین ہو سکتے۔

یہی حالت طبری کی اوس روایت کی ہے جو عیسائی معترضین کی سرمایہ ناز ہے جسکی تنقید کے لئے شبلی صاحب کی یہ عبارت کافی ہے۔

"تاریخ طبری مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زید سے ملنے کے لئے اون کے گھر گئے۔ زید نہ تھے۔ زینب کپڑے پہن رہی تھین۔ اسی حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو دیکھ لیا اور یہ الفاظ کہتے ہوئے باہر نکل آئے۔

سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ مصرف القلوب	پاک ہے خدائے برتر۔ پاک ہے وہ خدا جو دلون کو پھیر دیتا ہے۔

زید کو یہ حالات معلوم ہوئے تو انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ اگر زینب آپ کو پسند آگئی ہون تو مین ان کو طلاق دیدون۔

مین نے یہ بیہودہ روایت اپنے دل پر سخت جبر کر کے نقل کی ہے۔ نقل کفر کفر نباشد۔ یہی روایت ہے جو عیسائیون کی مایہ استناد ہے لیکن ان غریبون کو یہ نہین معلوم ہوا کہ اصول فن کے لحاظ سے یہ روایت کس پایہ کی ہے مورخ طبری نے واقدی کے ذریعہ سے نقل کی ہے۔ جو مشہور کذاب اور دروغگو ہے اور جس کا مقصد اس قسم کی بیہودہ روایتون سے صرف یہ تھا کہ عباسیون کی عیش پرستی کے لئے سند ہاتھ آئے۔ طبری کے علاوہ اور لوگون نے بھی اس قسم کی بیہودہ روایتین نقل کی ہین لیکن محدثین نے انکو اس قابل بھی نہ سمجھا کہ ان سے تعرض کیا جائے۔ حافظ ابن حجر سخت روایت پرست مین تاہم فتح الباری سورۂ احزاب کی تفسیر اذ تقول اس پر سخت کی ہے (؟) لکھتے ہین

وردت آثار اخری اخرجها ابن ابی حاتم و طبری و نقلها کثیر من المفسرین لا ینبغی لتشاغل منها	اور بہت سی روایتین آئی ہین جنکو ابو حاتم اور طبری نے لکھا ہے اور اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے ان روایتون مین مشغول نہ ہونا چاہئے۔

حافظ ابن کثیر جو مشہور محدثین مین ہین۔ اپنی تفسیر مین لکھتے ہین۔

ذکر ابن حاتم و ابن جریر ههنا آثارا عن بعض السلف رضی اللہ عنهم احببنا ان نضرب عنهم صفحا لعدم صحتها فلا نوردها وقد روی الامام احمد ههنا ایضا من روایت حماد بن زید عن ثابت عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه فیه غرابة ترکنا سیاقه ایضا	ابی حاتم اور ابن جریر نے بعض اسلاف سے روایتین نقل کی ہین جن کو ہم نظر انداز کر دینا چاہتے ہین کہ وہ غلط ہین اور امام احمد نے جو روایت باسناد حماد بن ثابت کی زبانی انس سے منقول ہے۔ ایک روایت نقل کی ہے جو غریب ہے ہم نے اوسکا بھی ذکر چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ بھی غریب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسوقت تک منافقون کا بازار گرم تھا حضرت عائشہ کی تہمت مین خود چند مسلمان بھی آلودہ ہوگئے تھے جنکو شریعت کے مطابق سزائے قذف دی گئی - یہی وہ روایتین ہین جو بچی کھچی غیر محتاط کتابون مین باقی رہ گئین - لیکن وہ محدثین جنکا معیار تحقیق بلند ہے اور عدالت روایت کے حاکمان مجاز ہین مثلاً امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ - ان کے ہان ان روایتون کا ذکر تک نہین آتا - سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۲۷ ؁ ۵[1]

اسلام کے ساتھ عیسائیون کی عیب جوئی اور غلط گوئی کوئی نئی بات نہین ہے - مبلغین شریعت ہمیشہ ہدف ملامت بنتے چلے آئے ہین - مخالفین اپنی فطرتی کج فہمی سے اون کے محاسن کو بھی بدنما صورتون مین دکھلاتے آئے ہین - جناب زینب کا واقعہ بھی اسی کی مثال ہے - اس واقعہ مین منشائے قدرت - مدعاے رسالت اور مقتضائے عدالت تو وہی تھا - جو بالتفصیل اوپر بیان ہوچکا ہے - معترضین کو اسکے اصلی مدعا سے تو کوئی غرض ہی نہین ہے - اور نہ اسکے محاسن سے کوئی واسطہ - ہان جاہل مشرکین اور مفسد منافقین کے ہمزبان بنکر - اس پر وہی اعتراض کرتے ہین جو مشرکین مکہ اور منافقین مدینہ ان سے ہزار برس پہلے کرتے آئے ہین - انکی ان تعریضات مین سوائے نفسانیت کے نہ کوئی اصلیت ہے اور نہ حقیقت جیسا کہ تفصیل سے اوپر لکھدیا گیا ہے -

واقعات متفرقہ (۱) عورتون کو پردے مین رکھنے کا اسی سال حکم ہوا -

(۲) عورتون کو نقاب پوش ہوکر باہر نکلنے کی اجازت ملی -

(۳) جہالت کی رسم تبنیت کی کامل تنسیخ فرمائی گئی -

(۴) متبنٰی لڑکے کی منکوحہ سے - اوسکے آزاد ہوجانے اور مدت عدت پوری ہوجانیکے بعد - نکاح کرنے کی اجازت عام کی گئی -

---

[1] ۵ اسمین کوئی کلام نہین کہ طبری کی یہ روایت سراپا غلط ہے اور صریح معارض کلام احدیت اور مخالف شان رسالت - اور اس مین بھی کوئی شک نہین کہ متقدمین و متاخرین عیسائی متعصبین کے تمام اعتراضات کا مرکز بھی یہی ہے - لیکن شبلی صاحب نے اپنی تنقید کی مذکورہ بالا عبارت مین اپنی قدیم عادت کے مطابق طبری ہی کو ہدف اعتراض اور سبب فساد بتلایا ہے - حالانکہ آپ ہی کی آیندہ الفاظ و عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس غلط نگاری کی ابتدا بھی محدثین و مفسرین ہی سے قائم ہوئی ہے اور تفسیر ابن ابی حاتم رازی سے لیکر امام احمد بن حنبل کے مسند تک کے ایسے معتبر و مستند مواخذان موضوعات و مکذوبات سے بھرے پڑے ہین - تب آپ کا یہ لکھنا کہ یہی روایتین جو بچی کھچی غیر محتاط کتابون مین باقی رہ گئی ہین - "کیسے قابل تسلیم ہوسکتا ہے جب مسند امام احمد بن حنبل تک مین یہ مرویات موجود ہین تو آپ کے نزدیک مسند امام احمد بن حنبل بھی غیر محتاط کتابون مین داخل ہوگئی - تو صحیح بخاری کی صحت کب قابل اعتبار رہ سکتی ہے جب اونکے شیخ الشیوخ امام احمد بن حنبل صاحب خود غیر محتاط ثابت ہوتے ہین - اس بنا پر ان سے متخرجات جو بخاری و مسلم - حاکمان مجاز نے اپنی کتابون مین داخل کئے ہین - کب قابل احتجاج و اعتبار ہوسکتے ہین -

بہرحال نہ ہم کو امام احمد بن حنبل کی تائید منظور ہے اور نہ بخاری و مسلم آپ کے حاکمان مجاز کی تنقید و تردید - ہم کو تو صرف اس جانبدارانہ طرز بیان کی شان حقیقت کا انکشاف کرکے یہ دکھلا دینا مقصود تھا کہ یہ غلط روایت اکیلے طبری ہی نے نہین لکھی ہے - بلکہ قریب قریب تمام محدثین و مفسرین کی تالیفات مین منقول ہے - اس لئے تنہا طبری کو اسکی نقل و استنباط کے لئے ملزم ٹھہرانا مولفانہ دیانت اور محققانہ عدالت سے بعید ہے -

المولف الاحقر
سید اولاد حیدر عفی عنہ

(۵) پرائی عورت پر غلط تہمت لگانے کے لئے حد قذف کا حکم ہوا۔

(۶) زن و شو کے درمیان لعان کے طریقہ مفارقت کا بھی اسی سال حکم دیا گیا۔ لعان قسم حلفی کو کہتے ہیں۔ جانبین کے بیان پر جب شاہد صادق موجود نہ ہوں تو جانبین اپنے اپنے دعوے کی صداقت کی نسبت قسم شرعی کھائیں اور اس کے بعد دونوں میں تفرقہ کر دیا جائے۔

(۷) دستور جہالت کے مطابق عرب میں ظہار بھی ایک قسم کی طلاق تھی۔ اسلام کی شان انصاف اور مقدار عدالت نے جانبین کی اس اتفاقی شکر رنجی اور نزاع لفظی کو طلاق شرعی کی اہمیت نہیں دی۔ اور صرف کفارہ (حقیقتاً غیظ و غضب کا بدل) کی ادا کاری کی حد تک رکھا۔ اس کفارہ کے نزول حکم کا بھی یہی سال محقق ہوتا ہے۔

غرضکہ یہ تمام تر سال حقوق نسوان میں مساوات و سہولیات کے قائم ہونے کا مبارک عنوان ثابت ہوتا ہے۔ بُرا ہو اُن بدبین نگاہوں کا جو ان واقعات کو دیکھکر بھی اسلام کو صنف نسوان کی نسبت غفلت و جبر کا ملزم ٹھہراتے ہیں ؎

چشم بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنر دیگران

(۸) اسی سال پانی نہ ملنے کی حالتوں میں تیمم کا بھی حکم نازل ہوا۔

(۹) نماز خوف کا بھی اسی سال حکم ہوا۔

تمّت بالخیر

تمّ المجلد الثانی من السیرۃ المصطفویۃ الموسوم

بالاسوۃ الرسول صلوات وسلام علیہ

والہ من رب القلوب والعقول

کوآتھ ضلع آرہ — المولف الاحقر

شریف عمارت — سید اولاد حیدر عفی عنہ

کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

۹ شعبان روز شنبہ ۱۳۴۴ھ